

فیوض البیاری

فیض

صحیح البخاری

کتاب الجہاد

قدس سرہ العزیز

امیر اہلسنہ حضرت

علامہ سید محمود احمد رضوی

امیر شیخ الحدیث مرکزی دارالعلوم حزب الاحناف لاہور



شعبہ تبلیغ مرکزی دارالعلوم حزب الاحناف گنج بخش روڈ لاہور پاکستان

وَمَا أَكْبَرُ إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ۖ تَعَالَىٰ عَمَّا يُشْرِكُونَ
 احادیث نبویہ کا مجموعہ مقبول فی ذیل قرآن مجید سب صحیح کتاب
 امام الدنیا امیر المؤمنین فی الحدیث وکسل الحدیثین اساتذہ الحفاظ ابو عبد اللہ محمد بن ابی
 قیس سہ الباری کی تالیف صحیح البخاری کا ریس ادو ترجمہ اور مختصر شرح

فیوض الباری

فی بیروت

صحیح البخاری

حصہ ہفتم

علامہ سید محمود احمد رضوی

ناشر مکتبہ رضوان، داتا دیار روڈ، لاہور

مختصر فہرست مضامین فیوض الباری شرح صحیح البخاری پارہ ہفتم

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۲۶	باب ذوالخلیفہ میں پہنچ کر اشعار اور تقلید کرے۔ الخ	۱۳	باب مزولط میں در نمازوں کو ملا کر پڑھنا	۳	باب معنی میں تہانے متعلق
۲۷	باب قربانی کے جانور کے لئے ہار بنانا	۱۴	باب مغرب و عشاء میں ملا کر پڑھنا	۴	باب عرفہ کے روزہ کے متعلق
۲۸	باب قربانی کے جانور کو اشعار کرنا	۱۵	باب ہرنار کے لئے علیحدہ علیحدہ اذان پڑھنا	۵	باب منیٰ سے دامن کے وقت تکیر کرنا۔
۲۹	باب جس نے اپنے ہاتھ سے ہار بنائے	۱۶	باب عورتوں اور بچوں کو مزدلفہ رات کو بھی بچھ دینا	۶	باب عرفہ کے دن دوپہر کو روانہ ہونا۔
۳۰	باب ہاروں کے لئے	۱۷	باب نماز فجر میں ملا کر پڑھنا	۷	باب عرفہ کے روزہ کے متعلق
۳۱	باب راستہ میں قربانی کا جانور خریدنا اور اس کو ہار بنانا	۱۸	باب نماز فجر میں ملا کر پڑھنا	۸	باب عرفات میں غلہ بھر کر پڑھنا
۳۲	باب اپنی عورتوں کی طرف سے ان کی اجازت کے بغیر گائے ذبیح کرنا۔	۱۹	باب دس ذوالحجہ صبح کو تکیر کہتے رہنا۔	۹	باب عرفات میں غلہ بھر کر پڑھنا
۳۳	باب منیٰ میں جہاں حضور نے تحریک دی تھی نہ کرنا۔	۲۰	باب آیت تمنا استسیر من الہدی کی تفسیر	۱۰	باب عرفات میں غلہ بھر کر پڑھنا
۳۴	باب اپنے ہاتھ سے نہ کرنا	۲۱	باب قربانی کے جانور پر سوار ہونا	۱۱	باب عرفات میں غلہ بھر کر پڑھنا
۳۵	باب اونٹ کو باندھ کر ذبح کرنا	۲۲	باب جو اپنے ساتھ قربانی کا جانور لے جائے	۱۲	باب عرفات میں غلہ بھر کر پڑھنا
۳۶	باب اونٹ کو کھڑا کر کے ذبح کرنا	۲۳	باب حج کے افعال کا بیان	۱۳	باب عرفات میں غلہ بھر کر پڑھنا
۳۷		۲۴	باب حج کو جاتے ہوئے راستہ میں جانور خریدنا	۱۴	باب عرفات میں غلہ بھر کر پڑھنا

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۳۸	پرتیبہ سنگھ کھڑا ہو۔ پچھلے امداد سے جرے کے پاس دما کے لئے اٹھ اٹھا	باب ۴۱	باب ۱ گوسی نے شام تک ری دکی یا قربانی سے پیلے بھول کر یا منہ نہ جاننے کی وجہ سے سر نہ دیا ری کے مسائل	۳۳	باب ۱ تصاب کو مڑی میں قربانی کی چیز نہ دینا۔ باب ۱ قربانی کے جانوروں کی جھولیں عزت کردی جائیں۔
۴۸	پیلے دو جروں کے پاس دما کرنا جرہ عقبہ کی ری کے مسائل	باب ۴۳	باب ۱ یام نی میں خطبہ کے متعلق ج کے خطبے	۳۲	باب ۱ قربانی کی کھالی خیرات کو دی جائے باب ۱ سورہ حج کی آیت دھڑکی دیتی الٹ کے متعلق
۴۹	انکھیاں مارنے کے بعد خوش رنگا اور طوطا نیرات سے قبل سر منڈوانا۔	باب ۴۴	باب ۱ سنی کی راتوں میں جو لوگ کریں پانی پلاتے یا کوئی اور کام کرتے ہیں تو مہر میں رہ سکتے ہیں	۳۵	باب ۱ قربانی کے جانور سے کیا کھائیں اور کیا صدقہ دیں۔
۵۰	طواف و دعا کا بیان طواف و دعا یعنی طواف خصت کے مسائل	باب ۴۵	باب ۱ رمی کے وقت کے متعلق جرہ عقبہ کی رمی ری جار کے مسائل	۳۶	باب ۱ قربانی کے بعد سر منڈانا چاہیے باب ۱ احرام باندھتے وقت بالوں کو جالیہ اور احرام کھوتے وقت سر نہ دینا
۵۱	اگر طواف زیارت کے بعد سر نہ دھو کر چھینا جائے کوچ کے لئے نماز عصر الطبع میں پڑھنا	باب ۴۶	باب ۱ ناسے کے نشیب میں کھڑے ہو کر کھڑی ہونا باب ۱ ہر جہر و رات تکری ہونا باب ۱ نکلی جانے پر اللہ کرکنا	۳۸	باب ۱ احرام کھوتے وقت بال منڈانا یا کرنا حلق و تقصیر کے مسائل
۵۳	کس میں داخل ہونے سے پیلے ذی طوی میں آنا حج کے دنوں میں تجارت کرنا جائز ہے	باب ۴۷	باب ۱ جرہ عقبہ کو نکلی لیتے وقت بیت اللہ کو بائیں طرف کرنا باب ۱ جرہ عقبہ کو نکلی لیتے داں نہیں ٹھہرنا چاہیے	۳۹	باب ۱ قربانی کرنے والا عمرہ کر کے بال کتروائے باب ۱ دسویں تاریخ کو طواف زیارت کرنا
۵۴	مہرب میں چلنا۔ عمرہ کے بیان میں۔	باب ۴۸	باب ۱ پیلے اور دوسرے جرے کو نکلیں مار سے تو نرم زمین	۴۰	طواف زیارت کے مسائل
۵۵		باب ۴۹		۴۵	

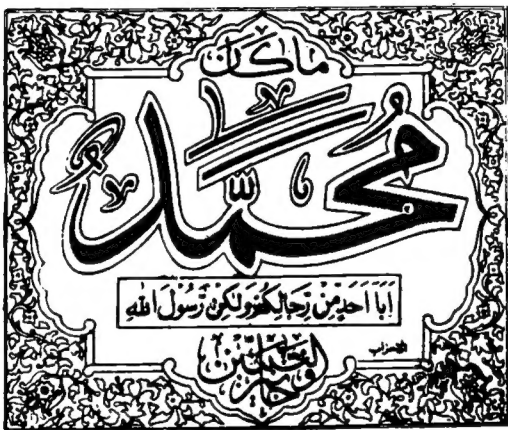
صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۴۲	باب قرآن میں نکتے مراہ گیری ہے۔	۶۳	آئے تو رات کو گھر نہ جاتے باب شہر کے قریب پہنچنے پر ساری کو تیز کرنا۔	۵۵	باب حج سے پہلے عہد کرنا عہد کے مسائل
۴۳	باب آیت فلا فرشتہ باب فلا فسوق	۶۴	باب سورہ بقرہ میں اشارہ رباری ہے۔ اپنے گھر میں کون کے دروازوں سے آؤ۔	۵۶	باب حضورؐ نے کتنے عہد کئے
۴۵	باب جرم اور اس کے کفار سے بچا بیان	۶۵	باب سفر بھی ایک قسم کا غدا ہے۔	۵۷	باب ماہ رمضان میں عہد کرنا باب محرم کی رات میں یا کسی اور وقت عہد کرنا۔
۴۶	باب جب غیر محرم شکار کرے باب احرام والے لوگ شکار	۶۶	باب جب مسافر جلد چلنے کی کوشش کرے اور اول پہنچے گھر جلد کی پہنچنا چاہیے۔	۵۸	باب تعیم سے عہد کا احرام باندھنا
۴۷	باب محرم شکار کرنے میں غیر محرم کی مدد نہ کرے	۶۷	باب محرم کے روکے جانے اور شکار کا بدلہ دینے کے متعلق	۵۹	باب حج کے بعد عہد کرنا اور قربانی نہ دینا
۴۸	باب محرم شکار کی طرف اشارہ نہ کرے	۶۸	باب محرم کو کوئی زندہ گور خونخیز تو قبول نہ کرے	۶۰	باب عہد میں جتنی مشقت ہو اتنا ہی ثواب ہے
۴۹	باب اگر محرم کو کوئی زندہ گور خونخیز تو قبول نہ کرے	۶۹	باب اگر عہد کرنے والا روکا جائے باب حج سے روکے جانے کا بیان	۶۱	باب عہد میں انہیں کاموں کا پریزہ ہے جن کا حج میں پریزہ ہے
۵۰	باب محرم کون سے جانور اور سکتا ہے	۷۰	باب حج آدمی روکا جائے تو پہلے قربانی کرے پھر رمضہ دوائے۔	۶۲	باب عہد یا جہاد سے والس پر تو کیا کہے
۵۱	باب حرم کے درخت دکاٹے جائیں	۷۱	باب اس شخص کی دلیل جو کہتا ہے مھر پر قضا نہیں	۶۳	باب مکر میں حایوں کا استقبال کرنا اور بین ادویوں کا ایک بلز پر
۵۲	باب محرم کا پکھنے لگونا	۷۲	باب ایت من کان منکم مریضاً	۶۴	باب عہد کر کے والا اپنے احرام سے کب فارغ ہو
۵۳	باب بحالت احرام نکاح کرنا	۷۳	باب اس آیت میں حدیث سے مراد چھ مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے	۶۵	باب عہد یا جہاد سے والس پر تو کیا کہے
۵۴	باب محرم مرد عورت کے لئے کوئی خوشبو منوع ہے	۷۴	باب اس آیت میں حدیث سے مراد چھ مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے	۶۶	باب مکر میں حایوں کا استقبال کرنا اور بین ادویوں کا ایک بلز پر
۵۵	باب محرم کو کھل کرنا جائز ہے	۷۵	باب اس آیت میں حدیث سے مراد چھ مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے	۶۷	باب عہد کر کے والا اپنے احرام سے کب فارغ ہو
۵۶	باب محرم کے پاس جلی نہ ہو تو موزے پہن سکتا ہے۔	۷۶	باب اس آیت میں حدیث سے مراد چھ مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے	۶۸	باب عہد یا جہاد سے والس پر تو کیا کہے

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
	باب محرم کے پاس تہہ بند ہونا ضروری نہیں لے	۸۸	باب عورت مرد کی طرف سے حج کر سکتی ہے	۹۴	باب مدینہ کا ایک نام طاب ہے۔
	باب محرم کا ہتھیار بند ہونا	۸۹	حج بدل کے مسائل	۱۰۲	باب مدینہ کے دو دروازے
	باب حرم اور مکہ میں بغیر احرام کے داخل ہونا جائز ہے		عادت میں نیابت ہو سکتی ہے۔		باب پتھر پڑے میدان
	بحث کیا مکہ میں بغیر احرام کے داخل ہونا جائز ہے۔		باب بچوں کے حج کے متعلق	۱۰۴	باب جو شخص مدینہ سے نفرت کرے اس کا حکم
	باب اگر بلا علی کی وجہ سے کوئی فیض پہنچے ہوئے احرام باندھے۔		باب عورتوں کا حج اور اس کے ضروری مسائل	۱۰۵	باب ایساں مدینہ کی طرف سمت آئے گا
	باب اگر عزات میں رہ گئے۔		بغیر محرم کے عورت حج کے لئے نہیں جاسکتی		باب اہل مدینہ سے فریب کرنے والے کا گناہ
	باب اگر کسی نے پیدل حج کرنے کی نذر مانی	۹۱	باب اگر کسی نے پیدل حج کرنے کی نذر مانی	۹۶	باب مدینہ کے محلوں کے متعلق
	باب مدینہ کے حرم کا بیان	۹۲	باب مدینہ کے حرم کا بیان	۱۰۶	باب رجال مدینہ میں داخل نہ ہونا
	باب مدینہ حرم مکہ کے احکام		باب مدینہ کی فضیلت کے متعلق	۱۰۷	باب مدینہ جو ہے آدمی کو نکال دیتا ہے۔
	باب مدینہ کی فضیلت کے متعلق	۹۳	باب مدینہ کی فضیلت کے متعلق	۱۰۸	باب حضور کو مدینہ کا دارالکرنا ناگوار تھا
	باب مدینہ منورہ کو شرب کہنا منور ہے۔	۱۰۳	باب مدینہ منورہ کو شرب کہنا منور ہے۔	۱۱۲	باب ابو ہریرہ ضروری نوٹ



الحمد لله رب العلمین

نحمدہ و نصلی علی حبیبہ الکریم



پارہ ششم کی تفہیم و ترجمانی کے بعد پادہ معظم کا آغاز ہوتا ہے۔ آغاز تفہیم وہی سابقہ ہے۔ مقدور پھر کوشش کی گئی ہے کہ قدم بہ قدم آجے۔ تاہم ایک خطا کار کا لغزش کا جانا ممکن ہے۔ اہل علم کی خدمت میں استدعا ہے کہ جہاں لغزش قلم پائیں ازراہ کرم مطلع فرما: آئندہ اشاعت میں ترمیم یا تصحیح کر دی جائے۔

بَابُ الصَّلَاةِ بِمَنْىٰ — بَابُ مَنْىٰ مِیْنِ نَسَاكَةِ مَقْلَ

مداد بن عمر نے اپنے والد کے واسطے روایت کیا کہ
صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَنْىٰ
رَكْعَتَيْنِ وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ
صَدَرًا مِنْ خِلَافَتِهِ (بخاری)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منیٰ میں دو رکعت نماز پڑھی اور
ابوبکر و عمر و عثمان غنی (رضی اللہ عنہم) بھی اپنی خلافت کے
ابتدائی دور میں دو رکعت ہی پڑھتے تھے۔

خارجی مذہب فرامی سے روایت ہے کہ حضور نے جس منیٰ
میں دو رکعت نماز پڑھائی اور ہماری تعداد کس وقت گزشتہ
ادوار سے بہت زیادہ تھی اور بہت محفوظ تھی۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا۔
میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ (منیٰ میں) دو رکعت
نماز پڑھی اور ابوبکر و عمر کے ساتھ بھی وہی پڑھیں۔ پھر قہارے
طرے متفق ہو گئے۔ اسے کاش ان چار رکعتوں میں سے دو قبول
رکعتیں ہی میرے حصے میں ہو جیں۔ (بخاری)

ثَلَاثَ صَلَّيْنَا بِمَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَرَكْعَتَيْنِ أَكْثَرُ مَا كُنَّا قَطْ آمِنُهُ بِمَنْىٰ
رَكْعَتَيْنِ -

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ ثَلَاثَ صَلَّيْنَا
مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَتَيْنِ
رَافِعَ أَفْئِدَتِهِمَا رَكْعَتَيْنِ وَمَعَ عُمَرَ رَضِيَ
عَنْهُ ثَلَاثَ صَلَّيْنَا تَفَرَّقَتْ بَيْنَهُمَا الطَّرِيقُ
قَطْعِي مِنْ أَرْبَعِ رَكْعَتَيْنِ مُتَقَلِّبَانِ

منیٰ میں جب حاجی قیام کرے گا تو چار رکعت والی فرض نماز دو رکعت پڑھے گا۔ کیونکہ سفر میں دو ہی
پڑھنی چاہئیں۔ ان تمام احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم، ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ
عنہم سب کا معمول یہی تھا۔ البتہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے آخری دور خلافت میں پوری چار رکعت پڑھی ہے۔
اصل میں سفر میں چار رکعت کی دو رکعت پڑھنا احناف کے یہاں واجب ہے۔ کیونکہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ چار
رکعتوں میں دو رکعت ہی پڑھائی۔ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں اور
حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے ابتدائی دور خلافت میں ہمیشہ دو ہی رکعت پڑھائیں۔ اگر یہ ضروری نہیں تھا کہ چار رکعتوں میں دو
رکعت پڑھی جائے۔ تو پھر اس پر اس پابندی کے ساتھ عمل نہ ہوتا۔ مسافر کی نماز کے متعلق پوری بحث فیوض الباری حصہ سوم صفحہ ۲۱۱،
فیوض الباری حصہ چہارم صفحہ ۱۵۷ میں چرچل ہے۔

بَابُ صَوْمِ عَزْفَةٍ — بَابُ عَزْفِ دَلْنِ كَا رَوْزِه

جب اہم فضل فرمائی ہیں کہ روزہ کے دن لوگوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روزے کے متعلق شہر ہوا۔ اس لیے میں نے بخیر
بڑی دودھ حاضر کیا۔ فَشَرِبْتُ (جسے آپ نے نوش فرمایا) جس سے معلوم ہوا کہ آپ روزے سے نہیں ہیں۔ عَزْفِ دَلْنِ
کے متعلق احادیث سے یہی واضح ہوا ہے کہ نہ رکھا جائے۔ حضرت ابن عمر فرماتے ہیں کہ حضور نے صِدْقِ الْبُكَرِ وَفَدْوِیِّ الْعِلْمِ وَصَلَاةِ جَمِیْعِ فِیْهِ
عَنْهُمْ نے یہ روزہ نہیں رکھا۔ دیکھ بھی یہ روزہ نہ رکھا جائے تو بہتر ہے۔

لدی کریں کہ حاج ابن عمر کی طرف دیکھنے لگا۔ اس پر حضرت ابن عمر نے فرمایا: سلام بھیج کہتے ہیں (غدار کا)۔

یومِ عرفہ نہدا لکھ کی نویں تاریخ۔ بالخصوص اس موقعِ وقوف کے لئے لکھنؤ سے ٹکڑا کر دو حصہ ہے چلا
 فراتر مسائل | مابقی نویں تاریخ کو پہنچ کر ٹکڑے تھے ہیں۔ قرعہ حرم کی حد سے باہر اور عورت سے متصل ہے (۱۶) حاجی محمد ملک بھی
 مردان کی طرف سے مجاز کا گورنر تھا (۱۷) اس حدیث سے واضح ہوا کہ عرفہ کے دن نماز میں جلدی کرنا مکنت ہے لیکن ظہر کو ادا کرنا
 میں پڑھنا پھر اس کے فوراً بعد سلام کے بعد عصر پڑھنا (۱۸) یہ کہ غزوات میں دو پہر کے بعد ظہر پڑھا جائے (۱۹) یہ کہ وقوف کے لئے
 منسلک کر جنوں ہے :

منہ کی روانگی و وقوف عرف کے خصوصی مسائل | داغ ہو کر نام حاجی مفرد ہوں یا مستحق یا کارن۔ ملنے پانے کے وقت تک
 یعنی ذی الحجہ کی آٹھویں تاریخ تک کہ کرم میں رہیں گے۔ دوران قیام کہ
 جن قدر جاہیں۔ لعل طواف بغیر مضایع و بدل و سعی کے کرتے رہیں۔ اور طواف کے ہر رات دو رول کے بعد مقرر ہوا ہے۔ یہ
 دو کعبہ پڑھا کریں۔ مسافر کے لئے نفل نماز سے طواف افضل ہے۔

منی کی روانگی
یوم السبوت و یوم النبی ذی الحجہ کی آمد تاریخ کو جس نے احرام نہ ادا تھا پھر غسل کر کے احرام ادا کر لے اس کے بعد کعبہ معظمہ کا طواف کر کے دو گنا تہنید ادا کرے۔ پھر دو رکعت سنت احرام پڑھ کر کعبہ کی نیت کرے۔ اور

[illegible]

کہ سنت کو گروہ ہے اور نہ جو کہے اور نہ جو ٹھہرتے ہی بلکہ اس سے پہلے عسجد جھوٹا ہوا۔ مسیتیں لڑ کر شرط سے کام لے کے ساتھ ظہر پڑھو۔ اس کے بعد بے وقت عصر پڑھو۔ بیچ میں سلام و کلام تو کیا مسیتیں بھی نہ پڑھو۔ اور بعد عصر بھی غل نہیں۔ یہ ظہر و عصر ملا کر پڑھنا بھی جائز ہے۔ کہ نماز یا تو سلطان اسلام پڑھ لے یا اس کا نائب۔ جس نے ظہر کیلئے اپنی خاص جماعت سے پڑھی اسے وقت سے پہلے عصر پڑھنا جائز نہیں ہے۔ بطلی عرفانہ کے سماعیات میں یہاں چاہے ظہر ملتے ہیں۔ موقف یعنی وہ جگہ کہ نماز کے بعد غروب آفتاب تک وہاں کھڑے ہو کر گروہ کا مکمل ہے۔ روزانہ ہوتا ہے۔ اور کچھ ہر روز اور کچھ برکات سنت بھی ہے۔ فضل یہ ہے کہ امام سے نزدیک جبل رحمت کے قریب جہاں یاد چکر کا فرش ہے۔ وہ ہلکا امام

یہ دلیل مرد و زنانیں حرم کے اندر سے ایک ایک بے جھنوکے محکم کی طرف مٹنی کہہ کر ایٹ دان وقت نماز ہے ۔

کے پیچھے کھڑے ہوں یہ وقت ہی صحیح کی جگہ ہاں اہل اسلام کا پکارا کہ ہے وقت کے لئے کھڑا رہنا افضل ہے شرط ادا واجب نہیں۔ بیٹا رہا جب بھی وقت ہو گیا۔ وقت میں نیت اہل بدعت ہونا افضل ہے:

وقت کی سنتیں یہ امور وقت میں سنت ہیں راہل (۱) دو نول ٹپوں کی حاضری دم، ظہر و عصر کو گرہنا دم، اسی روزہ ہوتا رہا (۲) اور ہوتا رہا نماز کی کے بعد وقت کرتا۔

وقت میں یہ امور کر رہے ہیں۔

وقت کے کمزورات (۱) غروب آفتاب سے پہلے وقت چھوڑ کر دعا کی جبکہ غروب تک حدود و حرکات سے باہر نہ ہو جائے

حد حرام ہے (۲) نماز کو عصر طے کے بعد وقت کو جانے میں ہیر کرنا (۳) اس وقت سے غروب تک کھانے پینے یا یا (۴) کے مساکین اور کام میں مشغول ہونے کوئی وغیرہ کی بات کرنا دم، غروب تک قیام ہو جانے کے بعد روٹاگی میں دیر کرنا (۵) غروب یا (۶) غروب غرات میں پڑھنا (۷) مکتب میں پھرتی لگانے یا کس طرح مایہ پانچنے سے حتی المقدور بچنا پانیے جو مجبور بہ صومہ حلال ہے۔

وقت کے مسائل (۱) وقت کا وقت کوئی خود الجھ کے آفتاب طلعت سے دسویں ذوالحجہ کی طلوع فجر تک ہے اس وقت کے (۲) کسی قدر وقت تک وقت کیا تو صحیح نہیں (۳) غور و نظر سے بھی وقت ہو جاتا ہے۔ خواہ سے معلوم ہو کہ یہ غرات ہے یا معلوم نہ ہو۔ اور ہوتا ہے نہ ہو۔ جب ہو یا جتنی دقت اس دانی وقت موزا ہو یا بیدار ہو ہو شمس میں ہو جنوں ہو یہ ہو شمس میں حتی کہ غرات سے ہو کر جو گذر گیا اسے صحیح ٹی لیا۔ یعنی اب اس کا صحیح فاسد نہ ہو گا۔

ماخوذ ہو کہ اس کا صحیح ہو گیا یعنی غرات میں وقت نہ کر سکا تو اب صحیح کے باقی افعال موقوف ہو گئے۔ اس کا امام مرو کی طوط نقل ہو گیا۔ لہذا امور کے اسلام کو حل دے اور اہل مال صحیح کی تفہارے۔ اس کے بعد جب غروب آفتاب کا قیام ہو جائے تو فوراً مزدولہ دعا ہو جانا چاہیے۔ مزدولہ کو دعا کی اند وقت کے مسائل اٹھھا عادیث میں آ رہے ہیں:

بَابُ الْوُقُوفِ عَلَى الدَّابَّةِ بِعَرَفَةَ

باب غرات کا وقت جائفہ پر سوار ہو کر کرنا

اہل افضل غیب عمارت سے مروی ہے کہ کچھ لوگوں نے جو ان کے پاس نصے میں اختلاف کیا۔ کہ حضور عرفہ کے بعد سے ہیں یا نہیں بعض نے کہا بعد سے ہیں بعض نے کہا نہیں ہیں۔

فَاَوْسَلْتُ إِلَيْهِ يُصَدِّجُ لَكَ بَنٌ وَهُوَ | آخر میں نے حضور نبوی ایک دو صہ کا پیرا پیش کیا
وَأَيْقَنَ عَلَى بَعْدِهِ مُشْرِبَةً | آپ اونٹ پر سوار تھے آپ نے پلایا۔

مجبور نے اسی حدیث کی بنا پر فرمایا کہ سہادی پر رہ کر وقت کرنا افضل ہے کیونکہ حضور علیہ السلام نے سہادی پر وقت

بَابُ الْجَمْعِ بَيْنَ الصَّلَاَتَيْنِ بِعَرَفَةَ

اہل غرات میں دو نمازوں ظہر و عصر کو ملا کر گرہنا

۱۸) وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا إِذَا قَامَتِ الصَّلَاةُ مَعَ الْإِمَامِ جَعَلَ بَيْنَهُمَا

اور حضرت عبداللہ بن عمر کی امام کے ساتھ رکعت میں نماز نہیں کرتی تھی تو بھی جو کرتے۔ (بخاری)

۱۹) حضرت سالم سے روایت ہے کہ عجاج بن یوسف میں صل جہا شہر میں زہیر سے لڑنے کے لئے دھوکہ میں آیا۔ تو جہا شہر عروج پا چھپنے لگا۔ عوفہ کے دن تم وفات میں ٹھہرنے کی جگہ کیا کرتے ہو۔ تو سالہ نے کہا اگر تو مسند نبوی پر بیٹھا جا تا ہے تو عوفہ کے دن ٹھہر کر نماز پڑھنے کی پٹھو لے۔

فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ صَلَاتُكُمْ
لَهُمْ كَأَنَّهُمْ يَجْعَلُونَ بَيْنَ الظُّلُمِ وَالظُّلُمِ
فِي السُّنَّةِ فَقُلْتُ لَسَا لِعِزِّكَ قُلْتُ ذَالِكَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ
سَالِمٌ وَهَلْ تَجْعَلُونَ فِي ذَالِكَ إِلَّا لَكَ
سُنَّتُهُ (بخاری)

جہا شہر نے کہا سالم سچ کہتا ہے۔ صحابہ سنت کے موافق ٹھہرو و عروج کیا کرتے تھے۔ زہری کہتے ہیں میں نے سالم سے کہا کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایسا ہی کیا تھا۔ سالم نے کہا پھر پھر کس کی سنت پر اس مسئلہ میں چلتے ہو۔

(بخاری)

دانش ہو کہ اس مسئلہ میں امام مالک، ابو زاعمی، ابو یوسف و محمد کا قول یہ ہے کہ عرفات و مزدلفہ میں مطلقاً حج جائز ہے خواہ مسافر ہو یا منیم اور خواہ نماز امام کی آفتہ اور میں جہالت کے ساتھ پڑھی جائے یا کیلئے بہر حال عرفات میں ٹھہرو و عروج اور مزدلفہ میں مغرب و عشاء لاکر پڑھی جائے گی۔ اور امام شافعی و امام احمد کا قول یہ ہے کہ اس جمع کا سبب اقرب ہے۔ لہذا حج مسافر کو جائز ہے۔ اور اہل کہ اور جو منیم ہو اس کو حج جائز نہیں ہے۔

اور شیخنا امام اعظم ابو حنیفہ کا قول یہ ہے کہ عرفات میں ٹھہرو و عروج لاکر رخصتی اسی صورت میں جائز ہے جبکہ نماز یا جہالت پڑھی جائے اور امام بھی یا صاحب صحیح ہو یا وادشاہ اسلام کی طرف سے مقرر ہوتا ہے یا غدا بشاہ اسلام نماز پڑھنے اور اگر کیلئے نماز پڑھی یا اپنی خاص جہالت کے ساتھ پڑھی تو ایسی صورت میں عرفات میں ٹھہرو و عروج لاکر پڑھنا جائز نہیں ہے۔ بلکہ مزدلفہ میں جمع کے لئے امام حج کے ساتھ یا جہالت نماز پڑھنا شرط نہیں ہے۔

۲۰) عرفات میں مصروفیت ظہر میں پڑھی جاتی ہے اور مزدلفہ میں مغرب و عشاء میں پڑھی جاتی ہے۔ عرفات میں ظہر و عصر پڑھنے کے مسائل گزشتہ دراق میں تفصیل سے بیان ہو چکے ہیں اور عرفات میں ظہر و عصر کے لئے ایک اذان دو اذانیں کی جائیں گی۔ اور مزدلفہ میں مغرب و عشاء کے لئے ایک اذان، ایک جہالت کی ہلے گی۔

بَابُ قِصْرِ الْخُطْبَةِ بِعَرَفَةَ

باب عرفات میں خطبہ مختصر پڑھنا

یہ نسخہ کے اس قول کی تصریح مسافر کے ساتھ فرض ہے کہ کوئی ظہر یا عصر میں بھی نہیں لڑا کر کہ لے یہ اذان کی گئی ہو وقت مصلحت کو قائم لے ان کے نزدیک میں نہ مالک حج ہے اس کا سبب مسافرت میں ہے۔

اس عنوان کے تحت بخاری نے حدیث سالم بن اوس کی ذکر کی ہے جو کہ باب مرد کے دل و دہر کو روانہ ہوتا میں گذر چکا ہے جس میں یہ ہے کہ حضرت سالم نے حاج سے کہا تھا۔ کہ اگر تو سنت نبوی کی پیروی پاہن ہے تو خطبہ مختصر پڑھ۔ اسی بنا پر ہم روایہ صلیبیہ کے عزرات میں امام حج غلبہ پڑھے۔ امام اعظم ابوحنیفہ فرماتے ہیں دو خطبے پڑھے جائیں۔ ایک ندال کے بعد اور دوسرا اندلی کے بعد نماز سے پہلے۔

بَابُ التَّعْجِيلِ إِلَى الْمَوْقِفِ

باب عزرات میں ٹہرنے کے لئے جلدی کرنا

بعض نسخوں میں عنوان مذکور کے بعد یہ عبارت بھی ہے۔ قَالِ ابُو عَمَلٍ اَدْلُهُ يَزَادُ فِي هَذَا الْبَابِ هَمَّ هَذَا لِمُحَدِّثِ حَدِيثِ مَالِكٍ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ وَلِكُنَى لَاسِيْدِ ابْنِ اَوْحَلٍ فِيهِ مَحَاحِدٌ۔ یعنی اس عنوان میں وہی حدیث ذکر کی جاتی ہے یعنی حدیث مالک عن ابن شہاب رجواہ پر نقل ہو چکی ہے لیکن میں چاہتا ہوں کہ بخاری میں وہی حدیث لائن ہو کر نہ ہو یعنی جن میں بلانہ کرار نہ ہو۔ امام بخاری کی اس تصریح سے واضح ہوتا ہے۔ کہ امام بخاری نے بخاری شریف میں ایسی حدیثیں درج نہیں کیں جن میں تکرار مضبوہ ہو۔ بلکہ وہ جہاں کسی حدیث کو کر لائے ہیں۔ لکھا تو اس کی اسناد میں فرق ہے۔ یا الفاظ میں اختلاف ہے یا معنیوں زیادہ ہے یا ایک موصول ہے ایک معنی۔ یا ایک مطلق ہے اور ایک مختصر۔ ایسا شاؤ شاؤ ہی ہے کہ کڑا تادہ محض تکرار ہو۔

۲۰۔ مذکورہ بالا عبارت میں لفظ ہم بھی ہے جو ایسا کے معنی میں ہے۔ یہ لفظ فارسی ہے۔ اور خود امام بخاری بھی فارسی تھے اس لئے بعض اتفاقات ان کی زبان پر فارسی کے الفاظ بھی آ گئے ہیں۔

اکثر محدثین فارسی جانتے تھے جیسے ابو داؤد و مسانی۔ انم ترمذی سائن ابرجد اسٹین مبارک اور علامہ بی بی علیہ الرحمۃ ترمذی زبان بھی جانتے تھے۔ اور حافظ علیہ الرحمۃ ترمذی زبان نہیں جانتے تھے۔

بَابُ الْوُقُوفِ بِعَرَفَةَ

باب عزرات میں وقوف کے بیان میں

مطلب بخاری یہ ہے کہ وقوف کی جگہ عزرات ہے۔ عزرات خارج حرم ہے تشریش زاد پہلیت میں عزرات میں وقوف نہیں کرتے تھے۔ وہ کہتے تھے کہ ہم اہل اللہ میں حرم سے باہر کھول جائیں اس کی جگہ وہ مزدلفہ میں وقوف کرتے تھے جو حرم کے اندر ہے قرآن مجید میں فرمایا گیا۔

ثُمَّ اَفْجِضُوا مِنْ حَيْثُ اَنْصَحَ النَّاسُ رَهْزَہ

انے تشریش تم بھی وہیں سے پڑو جہاں سے لوگ واپس ہوتے ہیں۔

اس آیت میں انہیں حکم دیا گیا کہ سب کے ساتھ عزرات میں وقوف کریں اور سب کے ساتھ واپس ہوں۔ یہی حضرت

الہامی و الخلیل علیہ السلام کی منت ہے۔

قَالَ عُرَّةٌ كَانَ النَّاسُ يَطْلُقُونَ فِي
الْجَاهِلِيَّةِ عُرَّةً إِلَّا الْحُمْسَ وَالْحُمْسَ
قُرَيْشٌ وَمَا دَلَّتْ وَكَانَتْ الْحُمْسُ
يُحْكَمُونَ عَلَى النَّاسِ يُعْطَى الرَّجُلُ
الرَّجُلُ الْبَيْتَابُ يَطُوفُ فِيهَا وَتُعْطَى
الْمَرْأَةُ السَّرَاةُ الْبَيْتَابُ يَطُوفُ فِيهَا
لَمَنْ لَمْ يَطْلُقْ الْحُمْسُ طَائِفًا بِالْبَيْتِ
عُرَّةً وَكَانَ يُبْعَثُ جَمَاعَةُ النَّاسِ
مِنْ عُرَفَاتٍ وَيُفِيضُ الْحُمْسُ مِنْ
جَمْعٍ قَالَ وَخَبَرَنِي أَبِي عَنْ عَائِشَةَ
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّ هَذِهِ الْآيَةَ نَزَلَتْ
فِي الْحُمْسِ ثُمَّ أَفِيضُوا مِنْ حَيْثُ
أَفَاضَ النَّاسُ قَالَ كَانُوا يَفِيضُونَ
مِنْ جَمْعٍ فَلَمْ يَفْعَلُوا إِلَى عُرَفَاتٍ

نکدی،

عروہ نے کہہ لوگ جاہلیت کے زمانے میں نیکے لوگ
طواف کیا کرتے تھے۔ مگر مسیحی قریش کے لوگ اور
ان کی اولاد جیسے خزامہ بنی کنانہ وغیرہ اور قریش
کے لوگ دوسرے لوگوں کو خدا واسطہ کپڑے دیا
کہتے تھے۔ ان میں کلمہ و سر و دو کپڑے دیتا وہ ان کو پہن
کر طواف کرتا۔ لہذا ان میں کی عورت عورت کو کپڑے
دیتی۔ وہ ان کو پہن کر طواف کرتی اور جس کو قریش کے
لوگ کپڑا نہ دیتے وہ نہ لگا طواف کرتا اور دوسرے لوگ
نطق کر کے عرفات سے لڑتے اور قریش کے لوگ
مزدلفہ ہی سے لوٹ آتے یہ شام نے کہا میرے باپ
عروہ نے حضرت عائشہ سے روایت کی کہ سورہ بقرہ کی
یہ آیت تم انبیاء میں حیث النافض اناس قریش کے باپ
میں آتی۔ وہ مزدلفہ سے لوٹ آتے تھے۔ تو ان کو
مکمل ہوا عرفات سے لوٹنے کا

فوائد مسائل منبر طے کرتے ہوئے اس کے معنی شدت اور سختی کے یہی مطلب یہ کہ قریش اپنے دین پر پڑے
حضور علیہ السلام بھی قریش سے تھے۔ اس لئے جبراً ہی حضور کو حضور علیہ السلام
عرفات میں ٹھہرنے پر مجبور ہوا۔ بہر حال حضور علیہ السلام نے قریش کے اس غلط خیال کی تردید فرمائی۔ اور عرفات میں وقوف فرما
یہ واضح کیا کہ وقوف کی جگہ عرفات ہے۔

۱۳۔ اس حدیث سے واضح ہوا کہ عرفات میں وقوف حج کے اہل ارکان سے ہے۔ اور حضور علیہ السلام کے قول و فعل سے ثابت
ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

۱۱۔ هَذِهِ عُرْفَةُ وَهِيَ الْمَوْقِفُ
تذری،

۱۲۔ کل عرفات موقوف فارفعوا عن
عروہ و کل مزدلفہ موقوف فارفعوا
عن محسر (ابن تیمیہ)

میں سے واضح ہوا کہ وقوف درمست نہیں ہے۔

یہ عرفات ہے وقوف کی جگہ
تمام عرفات وقوف کی جگہ ہے سوائے راند کے
اور تمام مزدلفہ وقوف کی جگہ ہے سوائے راند کے

بَابُ السَّيْرِ إِذَا دَفَعَ مِنْ عَرَفَةٍ

باب حرقات سے دلپس کے بیان میں

ہشتم بن عروہ اپنے والد سے روای ہیں کہ حضرت امام بن زید سے پوچھا گیا کہ حضور علیہ السلام حجۃ الوداع میں حرقات سے کس پال سے لڑے۔

قَالَ كَانَ يَسِيرُ لَعَنَ شَاذًا
مَحَدًا فَهَمَّ لَعَنَ قَالَ هَيْسًا هَرَوَ
وَلَعَنَ قَوْلَ لَعَنَ قَوْلَ تَسْعَ
وَالْحَمْدُ لِلَّهِ قَوْلًا وَفِيهَا لَوْ كُنَّا لَعَنَ
رَحْمَتُكَ وَرَبِّكَ مَنَاصِلُ لَيْسَ جِلِي

فِيهَا هَا

(بخاری)

انہوں نے کہا آپ پاؤں اٹھا کر چلتے تھے یعنی خدا
تیرا جب جگہ باتے نہ عوم نہ ہوتا تو تیرے چلتے۔
ہشتم نے کہا حق تیرے چلنا ہے اور نص متن سے زیادہ
تیرے چلنے کو کہتے ہیں۔ لہذا کے معنی کشادہ جگہ اس کا صحیح
خوات اور جگہ ہے جیسے فطرت کے کہ جس کے رکھ آتی
ہے اور عورت کی میں جو ماضی کا فطرت ہے۔ اس کا معنی
ہے چھالنا۔

اس حدیث میں حرقات سے مراد وہ کہ لڑنے کے ارادہ کا بیان ہے۔ حاجی کو چاہیے کہ حرقات سے
موج غروب ہو جانے کا موجب یقین ہو جائے تو فوراً عزول کو روا نہ ہو چاہا جائے۔ سات اگر سات ہو تو تیرے چلے۔ اور اگر
سات سات نہ ہو تو عجم میں دو دیالی پال سے چلا جائے۔ مزدولہ میں پہلے کہ مغرب کی نماز اس کے وقت میں پڑھی جائے اور
مغرب کے قضا بعد نماز کی جائے گی۔

بَابُ التَّزْوِيلِ بَيْنَ عَرَفَةٍ وَجَمْعٍ

باب حرقات اور مزدولہ کے درمیان اتارنا

حضرت امامی سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا حضرت
جدا شد بن عمر رضی اللہ عنہما مزدولہ میں اگر مغرب
اور عشا کو لاکر پڑھا کرے تھے۔ ان وقت اتار کر کہ
راہ میں ہیں گاٹی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
مڑ گئے تھے حضرت جدا شد بھی اس میں جانتے چلتے
سے فارغ ہوتے اور وہ کرتے۔ لیکن نماز نہ پڑھتے
نماز مزدولہ میں اگر پڑھتے۔

حضرت امام بن زید رضی اللہ عنہما سے مروی ہے

عَنْ نَافِعٍ قَالَ كَانَ عَبْدُ اللَّهِ ابْنُ
عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَجْمَعُ بَيْنَ
الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ يَجْمَعُ عِزَّ أَتَقَهُ
بِشَرِّ الشَّيْءِ الَّذِي أَحَدُهُ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا خَلَّ
فِي تَهْطُطٍ وَيَتَرَوُّشًا وَلَا يُصَلِّي
حَقَّ لَيْسَ يَجْمَعُ

عَنْ أَسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا

اِنَّهُ قَالَ رَدِّتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمْ مِّنْ خَرَاتٍ فَلَمَّا بَلَغَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمْ الشَّعْبَ الْاَیْمَرَانِی دُونَ الْمُرْدَلِقَةِ اَنَاسَ قَالَ شَرِّجًا فَصَبَّتْ عَلَیْہِ الْوَضُوْءُ تَوَکَّلًا وَضُوْءٌ خَفِیْفًا قُلْتُ اَلْفَصْلُوۃُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اَلْفَصْلُوۃُ اَمَا مَکَ فَرَكِبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمْ حَتّٰی اَتٰی الْمُرْدَلِقَةَ فَفَصَّلَ ثُمَّ رَدِّتْ اَلْفَصْلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمْ غَدًا فَاجْتَمَعَ قَالَ لَرَبِّیْ قَا خَبَرْنِی عَنْہُ اللّٰهُ بِنَّ عَمَّا مِی رَضِیَ اللّٰهُ عَنْہُمَا عَنْ اَلْفَصْلِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمْ لَمْ یَزَلْ یَلْبِثُی حَتّٰی بَلَغَ الْجُمُرَۃَ۔

ردکاری

انہوں نے کہا۔ میں عرفات سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سواری پر بیٹھا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں طوت پہاڑ کی گھاٹی پہنچے۔ جو مزدلفہ کے قریب ہے آپ نے اپنا اونٹ بٹھایا اور پیشاب کیا۔ پھر آئے۔ میں نے وضو کا پانی آپ پر ڈالا۔ آپ نے بکا ما وضو کیا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ تازہ۔ آپ نے فرمایا تازہ آگے چل کر پڑھیں گے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سواری ہو گئے یہاں تک کہ آپ مزدلفہ میں آئے اور وضو کیا اور نماز کی، تازہ پڑھی۔ پھر مزدلفہ کی صبح یعنی دوسری تازی کو فضل بن عباسؓ کے ساتھ سوار ہوئے۔ کرب سے کربانے کا مجھ کو حضرت عبداللہ بن عباسؓ رضی اللہ عنہما نے فعل سے سن کر خبر دی۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روز ایک کہتے رہے۔ کہ یہاں تک کہ ہر حجہ پڑھیے۔

ردکاری

یہ حدیث مسائل ذیل پر مشتمل ہے۔

قواعد مسائل | ۱۔ عرفات سے مزدلفہ کو سواری پر روانہ ہونا ہے (۱۲) عرفات و مزدلفہ کے درمیان ازباجانہ ہے۔ حضور علیہ السلام کا عرفات و مزدلفہ کے درمیان ٹھہرنا اور اصل مزدلفہ کے لئے نکلنا یہاں ٹھہرنا حج کا رکن تھا۔ حضرت ابن عمرؓ کی یہ کمال و درجہ کی متابعت اور حضور سے شوق تھا کہ حضرت ابن عمرؓ اپنے شہرتے تھے اور میرے حضور نے کیوں ہی وہ کرتے تھے۔ ہم دونوں مدولینا جاز ہے۔ البتہ فضل یہ ہے کہ مدولینا جانے۔ حضور علیہ السلام نے جو وہ مدولینا جواز کے لئے تھی۔ اور اس وقت مدولینا حضور کے حق میں افضل تھا۔ تاہم (۵) مزدلفہ میں مغرب و خط کو طاکر کرنا چاہیے۔ ۲۔ یہ کہ حاجی جب ری سار کے لئے جبرہ پہنچے تو اس وقت ایک بکار آتو قوت کرے۔ یہ نام اعظم ابو عیضہ شامی۔ احمد و اسحاق کا بھی یہی قول ہے۔

فائلہ | جمع بفتح جیم و سکون میم۔ مزدلفہ کو کہتے ہیں۔ کیونکہ حضرت آدم و حواؑ یہاں حج ہوئے تھے۔ حضرت تھامدہ نے فرمایا کہ چونکہ یہاں حاجی مغرب و شام جمع کر کے پڑھتے ہیں اس لئے اس کو جمع کہتے ہیں ۱۰۔ عرفات کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ جب جبریل علیہ السلام نے جنابِ ابراہیمؑ کو مناسک حج و مقامات بتائے۔ تو آپ نے فرمایا احد عرفات میں نے جان لیا، یا یہ کہ جب آدم علیہ السلام سرحدِ یثرب (نکار میں) آکر رہ گئے۔ اور حضرت حواؑ وہیں۔ تو عرفات میں جا کر دونوں کی

حکایت بری اور حدیث کے دوسرے کو پس لیا۔

بَابُ اَمْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالسَّكِينَةِ عِنْدَ الْإِنْفَاضَةِ وَ
بَابُ عَرَاتٍ مِمَّنْ كُتِبَتْ عَلَيْهِ دَلِيلٌ وَلَمْ يَكُنْ الْإِيمَانُ مِمَّنْ كُتِبَتْ عَلَيْهِ دَلِيلٌ

إِشَارَتُهُ إِلَيْهِمْ بِالسُّوْطِ

کڑے سے اشارہ فرما

حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ وہ حضور کے ہمراہ عرفہ کے دن عَرَات سے وٹے حضور علیہ السلام نے
راہِ سدی کے پیچھے شہر و قلہ اور دھول کی کارو حاک کی آواز سنائی۔

فَإِشَارَتُهُ بِالسُّوْطِ إِلَيْهِمْ وَقَالَ أَيْهَا
النَّاسُ عَلَيْكُمْ بِالسَّكِينَةِ فَإِنَّ
الْبِرَّ لَيْسَ بِالْإِنْفَاضِ (بخاری)

حنوف کے دونوں مضمون اس حدیث سے ثابت ہوئے۔ اہستہ چلنے کی حکمت فرما اور کڑے سے اشارہ کرنا کہ اس
حدیث سے واضح ہوا کہ عَرَات سے لستہ وقت کے بعد نماز بجا کر۔ اونٹوں کو دھڑانا اچھا نہیں ہے۔ اس سے نقصان پہنچنے کا
اثریشہ ہے۔ اس سے عَرَات پر تو تیرے چلنے پر نہ اہستہ

بَابُ الْجَمْعِ بَيْنَ الصَّلَاتَيْنِ بِالْمُزْدِلِفَةِ

اب مزدلفہ میں دو نمازوں کو ملا کر پڑھنا

حضرت ام سلمہ بن زید رضی اللہ عنہا سے مروی
ہے۔ وہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
عَرَات سے لوٹے اور گھائی میں دو مزدلفہ کے
قریب ہے، اس سے حائل پیشاب کیا۔ پھر وضو کیا
اور پورا وضو نہیں کیا۔ رُخس پائی نہیں بھایا، میں
نے آپ سے عرض کیا نماز۔ آپ نے فرمایا نماز
آگے چل کر پڑھیں گے، آپ عرض میں آگے اور
پورا وضو کیا۔ پھر نماز کی تکبیر ہوئی اور منہ کی نماز
پڑھی پھر ہر آدمی نے اپنا دنڈ اپنے کندھے پر ٹکایا

عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ بِنْتِ زَيْدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا
أَنَّهَا سَمِعَتْهُ يَقُولُ دَفَعْتُ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ عَرَاتٍ
فَقَالَ السَّعْبُ قَالِ ثُمَّ كَوَّمَا
وَلَمْ يُسْبِغِ الْوُضُوءَ فَقُلْتُ لَهُ
الصَّلَاةُ فَقَالَ الصَّلَاةُ أَمَّا مَكَ
فَجَاءَ الْمُزْدِلِفَةَ فَتَوَضَّأَ فَسَبَّحَ
ثُمَّ أَقْبَمَتِ الصَّلَاةُ فَفَصَّلَ الْمَرْبُ
ثُمَّ أَخَّرَ كُلَّ إِنْسَانٍ بَعْدَهُ فِي مَنْزِلِهِ

بارہ ہجرت تک

پھر گریہ کر کے اور شاکہ نما کر کے یہاں کے یہاں
کوئی نیک و خیر نہیں پڑے۔

لَمْ يَقْمِمْ لَمْ يَسْأَلْ فَصَلَّ وَلَمْ يَصَلِّ
لَمْ يَمْنَمْ (بخاری)

بَابُ مَنْ جَمَعَ بَيْنَهُمَا وَلَمْ يَتِمَّ كَوْنُهُ

نہ مغرب اور شام مزدوق نہیں، مگر پڑھنا اور سنت وغیرہ نہ پڑھنا

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے انہوں نے
کہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نزول میں مغرب
اور شام کی نماز کو جمع کر کے پڑھ کر رک کے لئے
ظہرہ بطورہ کبیر ہوئی۔ اور ان کے درمیان میں اور
ان کے بعد کوئی سنتیں وغیرہ نہیں پڑھیں۔

(بخاری)

عمر سے حضرت ابو ایوب انصاری نے بیان کیا کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں
مزدوق میں مغرب اور عشاء کی نماز کو جمع
کر کے پڑھا۔

بَيْنَ مَنْ جَمَعَ بَيْنَهُمَا
لَمْ يَسْأَلْ فَصَلَّ وَلَمْ يَصَلِّ
وَسَلَّمَ يَوْمَ الْغَدَاةِ وَالْعِشَاءِ بِمَجْمُوعٍ
كُلُّ وَاحِدَةٍ مِنْهُمَا بِأَحَادَةٍ
لَمْ يَسْأَلْ بَيْنَهُمَا وَلَا عَلَى إِشْرَافٍ
كَأَنَّ وَاحِدَةً مِنْهُمَا

حَدَّثَنَا أَبُو أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيُّ
أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
جَمَعَ فِي حَجَّةِ الْوَدَّاعِ الْمَغْرِبَ وَ
الْعِشَاءَ الْمَزْدُوقَةَ (بخاری)

نہ ان کے ساتھ: یہ مزدوق کے قریب ایک گھنٹی ہے۔ حضور نے نماز کے لئے یہاں پہنچے
تو ان کے یہاں شہر راج کے ارکان سے نہیں ہے۔ بلکہ اس میں اختلاف ہے کہ اگر کسی نے مغرب کی نماز
اس گھنٹی میں پڑھی۔ تو مزدوق نہیں اگر دوبارہ پڑھنی چاہئے یا نہیں۔

اختلاف کا مسلک یہ ہے کہ اگر مزدوق کو آنے والے نے مغرب کی نماز باسنت میں پڑھی۔ یا مزدوق پہنچ کر شام کا
وقت آنے سے پہلے پڑھ لی تو ادا ہو کرے یعنی نماز مغرب دوبارہ عشاء کے وقت میں مزدوق نہیں پڑھے بلکہ ادا کا دوبارہ دیکھا
تو صورت کو گنچ تو دو نماز ب صحیح ہو گئی۔

لَمْ يَسْأَلْ بَيْنَهُمَا وَلَا عَلَى إِشْرَافٍ
مَنْ جَمَعَ بَيْنَهُمَا
مَنْ جَمَعَ بَيْنَهُمَا
اگر دو میان میں سنتیں پڑھیں یا کوئی ادا کر گیا۔ تو ایک اقامت ہو کر ہی ملنے کی جی
نہ صبر کر دیت دیر زمان میں مذکور ہے۔

واللہ اعلم بالصواب کا مسلک یہ ہے کہ نمازات میں تہجد و عصر کے ایک ادا کی بعد دو نمازیں کی جائیں اور مزدوق میں
نہ ملے لے ایک نماز ادا کیا اقامت کی جائے۔

الصلوات امامك۔ اس سے واضح ہو کہ وہ اصل آج کے دن مغرب کا وقت ہی تھا۔ کا وقت ہے۔ ان کا قلم آئینہ جہاد میں مسود کے اس ارشاد سے بھی ہوتا ہے ہما صلاواتان تحمولات عن وقتہ۔ یہ دونوں آئینہ میں ہمارے وقت سے بٹا گیا ہے۔ یہی مغرب کا وقت تھا۔ میں نے لکھنے کا حکم ہے اور فجر کو اس کے وقت مسود سے چلے بیٹھنا۔ آخر میں یہ لفظ رکھیں جو اصل کا حکم ہے اس کا حکم بھی ظاہر ہے یعنی اقامۃ الزکوة۔ یعنی قیوم اقیام کیسے کہ لحدوت خلیل جاہ۔ تاہم

بَابُ مَنْ أَذِنَ وَأَقَامَ لِكُلِّ وَاحِدَةٍ مِنْهُمَا

باب ہر نماز کے لئے علی غیرہ اور دیگر کہنا

جدا رکھی ہیں یہ کہتے ہیں۔

فَأَتَيْنَا الْمُنَّةَ لَيْلَةً حِينَ الْأَذَانِ
بِالْعَمَةِ أَوْ قَرِيبًا مِنْ ذَلِكَ فَأَمَرَ
رَجُلَانِ أَذُنَ وَأَتَاكَ ثُمَّ صَلَّى الْمَغْرِبَ
وَصَلَّى بَعْدَ هَاكَ ثُمَّ دَعَا بِشَاشِهِ
فَتَشَى ثُمَّ أَمَرَ أَرَى فَأَذُنَ وَأَتَاكَ
قَالَ عَمْرُو لَا أَعْلَمُ الشَّكَّ إِلَّا مِنْ
رُفَيْعٍ ثُمَّ صَلَّى الْبُشَاءَ وَكُتُبَيْنَ فَلَمَّا طَلَعَ
الْفَجْرُ قَالَ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ كَانَ لَا يَصِلُ لِهَذِهِ السَّاعَةِ
إِلَّا لِهَذِهِ الصَّلَاةِ فِي هَذَا الْمَكَانِ
مِنْ هَذِهِ الْيَوْمِ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ هُمَا
صَلَوَتَانِ تَحْمُولَانِ عَنْ رُفَيْعٍ صَلَاةُ
الْمَغْرِبِ بَعْدَ مَا يَأْتِي النَّاسُ الْمُؤَدَّةُ
فَالْفَجْرُ حِينَ يَبْزُغُ الْفَجْرُ مَثَلُ
رَأَيْتَ الرَّبِّيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يَفْعَلُهُ

وفاقی

ہم مزدوقہ میں مشار کی امان کے وقت یا اس کے
 لگ بھگ پہنچے۔ حضرت جہاد اللہ نے ایک آدمی کو حکم
 دیا۔ اس نے اذان اور کبیر کی پھر مغرب کی نماز پڑھی
 اور نماز کے بعد دو رکعتیں استس، پڑھیں۔ پھر کھانا،
 منگوایا اور کھایا پھر انہد نے حکم دیا میرا منہ جکے
 اذان ہوئی اور کبیر کی۔ عمرو نے کہا یہ میں جوش پیدا
 ہو گیا ہے نہ میری کی طرف سے ہے پھر مشار کی
 نماز کی دو رکعتیں پڑھیں۔ پس جب فجر طلع ہو گئی تو
 کہنے لگے کہ فی صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت اس وقت
 اور اس دن میں اس صبح کی نماز کو پڑھنا نہیں چاہیے
 تھے۔ حضرت جہاد اللہ نے کہا یہ دو نمازیں ہیں۔ جو اپنے
 مقررہ وقت سے ہٹائی گئی ہیں۔ ایک تو مغرب کی نماز
 اس کو اس وقت پڑھنا چاہیے جب لوگ مزدوقہ میں
 جائیں۔ اور دوسری صبح کی نماز میں تا فجر ہوئے ہی پڑھ
 لینی چاہئیں۔ انہوں نے کہا میں نے حضور علیہ السلام کو
 ایسا ہی کرتے دیکھا ہے۔

فوائد مسائل **واضح** ہو کر سزا ظہر میں نماز مغرب و شام کے لئے اذان و اقامت کے متعلق جو اختلاف ہے۔ وہ اہل یہ حوزہ علم و اذکار کا اختلاف نہیں ہے بلکہ کونین کا اختلاف ہے۔ اور اس اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ احادیث میں اختلاف

ہے۔ اس لئے یہ بات واضح نہیں ہو سکتی۔ اسی لئے امام بخاری نے بھی غلط فہمی استنبول کیا ہے۔ والسر فی ذلک تعدد الجماعات فیہا فاشتغلہ الحال واختلف الامامون قائلہم

(۱۲) مزدلوں میں نماز فجر و ظہر بہت ادھر سے میں پڑھنی چاہیئے، کوشش کرنی چاہیئے کہ جماعت امام یکہ پہلی جگہ پڑھتی فوت ہو۔ کوشش و جمع جماعت سے پڑھنے والا بھی پوری شب بیداری کا آداب پاتا ہے۔

(۱۳) اہم اصلاً کان الخ سے واضح ہوا۔ مجمع بین المصلاتین عرفہ و مزدلوں کے ساتھ ہی خاص ہے، امام اس سے قبل جو حدیث گذری ہے، اس میں یہ ہے کہ حضور علیہ السلام نے مزدلوں میں مغرب کے بعد بھڑکنا پڑی اور مغرب ہونے کے بعد یہاں تک نہیں پڑھیں۔ اہم اس حدیث میں ہے کہ آپ نے نشیں پڑھیں جس سے واضح ہوا کہ حالت نشوونہ میں ہے۔ تاہم

بَابُ مَنْ قَدْ مَرَضَعَتْ أَهْلَهُ بِلَيْلٍ فَيَقْفُونَ بِالْمَزْدَلِفَةِ وَيَبْدَعُونَ
باب مزدلوں اور بچوں کو مزدلوں سے مٹانے کے لئے رات ہی کو پہلے بھیج دینا وہ مزدلوں میں ٹھہریں وہاں کی

وَيَقْدِرُ إِذَا غَابَ الْقَمَرُ

اور چاند غروب ہوتے ہی چل دیں

۱۱ حضرت سالم فرماتے ہیں کہ بعد اشد بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کثروا افراد (مزدلوں بچوں) کو پہلے ہی مٹی روٹا کر دیتے وہ رات مزدلوں میں مشغور المعزاع کے پاس ٹھہرتے۔ اور جب تک چاہتے اللہ کا ذکر کرتے۔ پھر وہ امام کے ٹھہرنے اور لڑنے سے پہلے ہی لوٹ جاتے۔ ان میں سے بعض تو مٹی میں صبح کے وقت پیچھے اور بعض اس کے بعد جب وہ مٹی میں پہنچ جاتے تو بھی جھماکے کرتے حضرت ابن عمر فرماتے تھے۔

کہ حضور علیہ السلام نے ایسے افراد کے لئے اجازت دی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے انہوں نے کہا مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزدلوں سے رات ہی کو مٹی کے لئے بھیج دیا۔

مجھے عید اشد بن یزید نے خبر دی۔ انہوں نے حضرت عید اشد بن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا۔

وہ کہتے تھے۔ میں ان لوگوں میں سے تھا جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزدلوں والی رات میں

پہلے ہی سے مٹی کے لئے بھیج دیا تھا۔

أَرِيحُ فِي أَوْلِيَاكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (بخاری)

(۱۲) عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ بَعَثَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ جَنْجٍ بِلَيْلٍ (بخاری)

(۱۳) أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ يَزِيدَ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَقُولُ أَنَا مِنْ خَلْفِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةَ الْمَزْدَلِفَةِ فِي ضَعْفَةِ أَهْلِهِ (بخاری)

عَنْ أَسْمَاءَ أَهْلًا تَوَلَّكَ لَيْلَةً جَمِيعَ
عِنْدَ الْمَوْلَى فَمَا قَامَتْ تَصَلَّى
فَصَلَّتْ سَاعَةً ثُمَّ قَالَتْ يَا بَنِي هَلْ
غَابَ الْقَمَرُ فَقُلْتُ لَأَقْرَأَنَّكَ سَاعَةً
ثُمَّ قَالَتْ هَلْ غَابَ الْقَمَرُ فَقُلْتُ
لَقَدْ قَالَتْ يَا بَنِي هَلْ غَابَ الْقَمَرُ فَقُلْتُ
مَضَيْنَا حَتَّى رَمَيْتُ الْجُمُوعَةَ ثُمَّ
رَجَعْتُ فَصَلَّيْتُ الصُّبْحَ فِي مَنْزِلِنَا
فَقُلْتُ لَهَا يَا هَيْسَاءُ مَا أَنَا إِلَّا
قَدْ عَلِمْتُ أَنَّكَ يَا بَنِي إِنَّ رَسُولَ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَذِنَ
لِلظُّلَعِ.

(بخاری)

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ
اسْتَأْذَنْتُ سَوْدَةَ الْخَبْزِيَّةَ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةَ جَمِيعَ وَكَأَنَّ
ثِقْلَةَ ثَبُطَةَ فَأَذِنَ لَهَا.

(بخاری)

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ
تَوَلَّكَ الْمَوْلَى فَمَا اسْتَأْذَنْتِ النَّبِيَّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَوْدَةَ الْخَبْزِيَّةَ
تَدْنِعُ قَبْلَ حَطْمَةِ النَّاسِ وَكَأَنَّ
امْرَأَةً بِطَيْبَةِ نَائِيَةً لَهَا خَدَّ فَعَبَّ
قَبْلَ حَطْمَةِ النَّاسِ وَاقْتَمْنَا حَتَّى
أَصْبَحْنَا نَحْنُ نَعْرِدُ فَعَنَّا بِدُخَانِهِ
فَلَا أَدْرِي أَكُونُ اسْتَأْذَنْتُ رَسُولَ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَأْذَنْتُ سَوْدَةَ

حضرت اسماء سے مروی ہے کہ وہ مزدلفہ والی
رات میں مزدلفہ کے قریب آئیں اور نماز کے لئے
کھڑی ہو گئیں۔ نھوڑی دیر نماز پڑھی پھر کہنے لگیں
اے بیٹے! کیا چاند ڈوب گیا؟ میں نے کہا نہیں۔
وہ پھر نھوڑی دیر تک نماز پڑھتی رہیں پھر کہا کیا چاند
ڈوب گیا؟ میں نے کہا ہاں سو کہنے لگیں تو یہاں
سے کوچ کر دو ہم وہاں سے تھک کر چل دیئے یہاں
تک کہ انہوں نے لوگیاں ماریں پھوہہ والیں آئیں اور
اپنے ٹھکانے پر صبح کی نماز پڑھی میں نے ان سے کہا
اے بی بی! جی! ہم سمجھتے ہیں کہ تم نے یہاں کی رات
سے پہلے آنکریاں ماری ہیں۔ انہوں نے کہا اے بیٹے!
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو ان کو اس کی
اجازت دی ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے انہوں
نے کہا کہ حضرت سودہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے
مزدلفہ والی رات پہلے سے سنی جانے کے لئے
اجازت پیاپی سو بھاری بل عورت تھیں۔ آپ نے
انہیں اجازت دے دی

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے انہوں
نے کہا ہم مزدلفہ میں آئے حضرت سودہ نے نبی صلی
اللہ علیہ وسلم سے اجازت پیاپی کہ وہ لوگوں کے جوم
سے پہلے ہی رخصتی اور انہیں جو جائیں اور وہ وہیں چل
پھر سکتی تھیں۔ آپ نے انہیں اجازت دے دی وہ
لوگوں کے جوم سے پہلے نکل کھڑی ہوئیں۔ اور ہم
صبح تک وہیں ٹھہرے رہے۔ پھر جب آپ لوگ
توجیم بھی لوٹے۔ اگر میں بھی حضرت سودہ کی طرح
حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لے لیتی

موسیٰ الیمینی، حضرت ابیہاس سے مروی ہے کہ حضور علیہ السلام نے حکم دیا۔ لایمومن الجمر، حتی تطلع الشمس
 یا مدود (۱۲) حضور علیہ السلام نے فرمایا لاترموا الجمرۃ حتی تطلع الشمس، مزید تفصیل کے لئے
 ملوی شریعت کیجئے۔

بَابُ مَنْ يُصَلِّي الْفَجْرَ مَجْمُوعٍ

باب نماز فجر مزدلفہ میں ہی پڑھنا

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی نہیں دیکھا کہ آپ نے
کوئی نماز اس کے وقت کے بغیر پڑھی ہو۔ مجھ کو وہ
نمازوں کے آپ نے مغرب اور عشاء کو بڑھ لائیں
جمع کیا اور نماز فجر اس دن حمل سے پہلے پڑھی۔

یہی مزدلفہ میں مرتب و منشا۔ کو لاکر پڑھا جائے اور نماز فجر معجل سے پڑھے یعنی غس میں۔ اس صوف سے واضح ہوگا کہ
فجر میں اس صاف مرتب ہے اور غس میں پڑھا صرف مزدلفہ کے ساتھ خاص ہے۔ اور یہ بھی کہ حضور علیہ السلام نے وقت واحد
میں کبھی دینا نفل کو جمع نہیں فرمایا نہ سفر میں نہ حضر میں۔ یہ جمع حقیقی صرف مزدلفہ و عرفات کے ساتھ خاص ہے۔ مزید تفصیل
کے لئے فیوض الباری جلد دوم ص ۱۲۳ ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت عبدالرحمن بن زید سے مروی ہے کہ ہم
حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ کرا کر
کھڑے تھے۔ پھر عزائم میں آئے اور نمازی
پڑھیں۔ ہر نماز میں بعد از ان اور تکبیر کے
ساتھ پڑھی اور ان دونوں کے درمیان میں کھانا
کھایا۔ پھر صبح کی نماز طلع فجر کے وقت پڑھی کہ
کہنا تھا کہ صبح بخیر اور کہنا کہ ابھی صبح نہیں ہوئی
پھر حضرت عبداللہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ یہ دونوں نمازی مغرب و
عشاء اس بگائے مقررہ وقت سے جاوے گی

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ
خَرَجْنَا مَعَ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ
إِلَى مَكَّةَ ثُمَّ قَدْ مُنَاجِمًا فَصَلَّى
الصَّلَاتَيْنِ كُلَّ صَلَاةٍ وَحْدَهَا
بِأَذَانٍ وَإِقَامَةٍ وَالْإِشَاءُ بَيْنَهُمَا
ثُمَّ صَلَّى الْفَجْرَ حِينَ طَلَمَ الْفَجْرُ
قَابِلٌ يَقُولُ طَلَمَ الْفَجْرُ قَابِلٌ يَقُولُ
لَمْ يَطْلَمْ الْفَجْرُ ثُمَّ قَالَ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ
هَاتَيْنِ الصَّلَاتَيْنِ حَوْلَتَا عَنِّي

فصل فی ردی الجہاد بقول معتدل وقتہا و قبل وقتہا المختار و قبل طلوع الفجر لان ذلک العیسیم بانوار جامع المسلمین و یضمر ہم و ۱۶۵۰ تاہم

وَقَبِّلْ سَاقِي هَذَا الْمَكَانِ الْمَغْرِبَ وَ
الْعِشَاءَ فَلَا يَهْدُمُ النَّاسُ جَمْعًا حَتَّى
يُغْرِبُوا وَصَلُّوا الْفَجْرَ هَذِهِ السَّاعَةُ
ثُمَّ وَقَفَ حَتَّى اسْفَرَ ثُمَّ قَالَ لَوْ
أَنَّ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ أَقَاضَ الْآنَ أَصَابَ
السُّخَّةَ فَمَا أَذْرَى أَقُولُهُ كَانَ
أَسْرَعَ أَمْرًا دَفَعَهُ عُمَانُ رَضِيَ اللَّهُ
عَنْهُ فَلَمْ يَنْلُ يُلْبِقِي حَتَّى رَمَى
جَمْرَةَ الْعُقْبَةِ يَوْمَ الْخَيْدِ
(بخاری)

ہیں۔ اور لوگوں کو پابندی کہ مزدقہ میں اس وقت
داخل ہوں جب اندھیرا ہو جائے۔ اور فجر کی نماز
اس وقت پڑھیں پھر فجر کی نماز پڑھ کر بعد ازاں
مزدقہ میں پھرتے رہے یہاں تک کہ روشنی ہو گئی پھر
کہنے لگے۔ اگر مسلمانوں کے امیر حضرت عثمان اس
وقت مزدقہ سے لوٹیں تو انہوں نے سنت کے مرنے
کیا۔ بعد ازاں کہتے ہیں۔ پھر میں نہیں جانتا اب مسعود کا
یہ کہنا پہلے ہوا یا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا لوٹنا اور
ابن مسعود کو برا بھلا کہتے رہے۔ یہاں تک کہ
یوم الخرد میں تاریخ کو لکھ دیا گیا۔

اس حدیث سے بھی واضح ہوا کہ مزدقہ میں مغرب شام کے وقت میں ملا کر پڑھی جائے۔ اور یہ کہ نماز فجر اول
والند مسائل اوقات میں پڑھی جائے ۱۲ داخج ہو کہ سنت یہ ہے کہ مزدقہ سے نماز فجر کے بعد طلوع آفتاب سے پہلے
مٹی کو دائرہ ہولے اگر نماز فجر سے قبل گر طلوع فجر کے بعد مزدقہ سے چلا گیا یا طلوع آفتاب کے بعد گیا تو برا کیا اگر
..... وغیرہا جیہ نہیں ہے۔

(۳) حقیقی جمرۃ العقبة اس مسئلہ میں سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ۔ شافعی احمد۔ احنی عطار۔ طاووس۔ ابن ابی
یعلیٰ ثوری کامسک ہے کہ ماہی جمرۃ عقبہ کی ری کے بعد لیک ترک کرے حضرت ابن مسعود ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ہنرم
کے بھی یہی قول ہے۔

بَابُ هَتَّى يَدْفَعُ مِنْ جَنْحِ

باب مزدقہ سے کس وقت لوٹنا چاہیے

عمر بن یسوع کہتے ہیں۔ کہ میں حضرت عمر کے پاس موجود تھا۔ انہوں نے مزدقہ میں صبح کی نماز پڑھی پھر ٹھہرے رہے
لے دیکھ گئے

کہ مشرکین کا ڈوا لیکھتوں حَتَّى
تَطْلُعُ الشَّمْسُ وَيَقُولُونَ أَشْرِقَ شَيْءٌ
فَإِنَّ الشَّيْءَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
خَالَفَهُمْ ثُمَّ أَقَاضَ قَبْلَ أَنْ تَطْلُعَ
الشَّمْسُ۔
(بخاری)

کہ مشرکوں کی فحاشی (مزدقہ) سے اس وقت
رہتے۔ جب سورج نکل آتا اور کہتے ہیں کہ
اور نبی علیہ السلام نے ان کا خلاف کیا۔ آپ مزدقہ
سے طلوع آفتاب سے قبل لوٹے۔

فوائد مسائل غیر ایک ہزار ہے مزیلف میں جو غلطی کرتے ہوئے بائیں جانب پڑتا ہے۔ یہ کہ ہر سب بڑا پار ہے۔ زیادہ جاہلیت میں مشرکین مزیلف سے طلوع آفتاب کے بعد چلتے تھے اور کہتے تھے جبکہ ہزار سورج کی کرنوں سے چمکے گا، تب لوٹیں گے۔ حضور علیہ السلام نے ان کی مخالفت فرمائی اور سورج نکلنے سے پہلے مزیلف سے روانہ ہوئے۔
مسلم تو انہیں کہتا ہے کہ مزیلف سے طلوع آفتاب کے قبل منی کے لئے روانہ ہو جانا چاہئے۔

بَابُ التَّلْبِيَةِ وَالتَّكْبِيرِ عِنْدَ إِذَا الْخُرُوجِينَ يَذْمِي الْجَمْعَ تَوَالِدًا فِي السَّوِي

باب دومین تا یخرج صحیح کو تکبیر اور لبیک کہتے رہنا جہر عقب کی رمی تک اور ماہ میں کسی کو اپنے ساتھ سواری پر سجا لینا

ابن عباس سے ہے کہ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما عرفات سے لے کر مزیلف تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ ساتھ تھے۔ جہر مزیلف سے منی تک آپ نے فعل کو اپنے ساتھ سوار کر لیا حضرت ابن عباس نے کہا۔ دونوں کہتے تھے کہ جی صلی اللہ علیہ وسلم جہر عقبہ کو کنکریاں مارنے تک مبارک لبیک کہتے رہے (بخاری)

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ أَسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا كَانَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ عَرَفَةَ إِلَى الْمُزْدَلِيَةِ ثُمَّ أَشْرَفَتْ الْفُضُلُ مِنَ الْمُزْدَلِيَةِ إِلَى مِنًى قَالَ فَلَمَّا هُمَا قَالَا لَمْ يَكُنِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكْتُمُ حَتَّى رَمَى جَمْسَةً الْعَقَبَةِ

علامہ محمد اوی نے لکھا ہے کہ اس پر صحابہ و تابعین کا اجماع ہے کہ حاجی رمی جہر عقبہ کے بعد لبیک قطع کرے۔ احتیاط کا یہی مسک ہے اور دلیل اجماع یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایسا ہی کرتے تھے اور صحابہ کرام میں سے کسی نے انکار نہیں کیا۔

بَابُ فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ

باب سورہ البقرہ کی اس آیت کے متعلق جو حج سے عمرہ مانے کا نادرہ اُحکام ہے

اس پر قربانی ہے جیسی میسر آئے۔ پھر جسے مقدور نہ ہو تو تین روزے حج کے دنوں میں رکھے اور سات جب اپنے عمر بلیٹ کر جائے۔ یہ بعد سے دس ہوئے یہ حکم اس کے لیے ہے جو لکھا رہے والا نہ ہو۔

فَمَا اسْتَيْسَسَ مِنَ الْمُضَيِّدِ فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَيُصِيًّا وَثَلَاثَةَ أَيَّامٍ فَرِحَ الْحَجَّ وَسَبْعَةً إِذَا رَجَعْتُمْ تِلْكَ عَشْرٌ كَامِلَةٌ ذَٰلِكَ لِمَنْ لَمْ يَكُنْ أَهْلُهُ حَاضِرِينَ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ

یہ آیت سورہ البقرہ کی ہے۔ اس میں تمتع کی قربانی کا ذکر ہے۔ یہ قربانی تمتع کے لیے ہے جس کے شعور و احکام کی زیادہ تمتع کرنے والا فقیر ہو یا غنی سب پر واجب ہے اور جو قربانی نہ دے سکے تو دس روزے رکھے۔ تین کیم سوال سے فروع فقہاء تک احرام باندھنے کے بعد اس درمیان میں جب چاہے رکھ لے خواہ ایک ساتھ یا متفرق۔ بشرط یہ کہ ۱۔ ۲۔ ۳۔ ۴۔ ۵۔ ۶۔ ۷۔ ۸۔ ۹۔ ۱۰۔ ۱۱۔ ۱۲۔ ۱۳۔ ۱۴۔ ۱۵۔ ۱۶۔ ۱۷۔ ۱۸۔ ۱۹۔ ۲۰۔ ۲۱۔ ۲۲۔ ۲۳۔ ۲۴۔ ۲۵۔ ۲۶۔ ۲۷۔ ۲۸۔ ۲۹۔ ۳۰۔ ۳۱۔ ۳۲۔ ۳۳۔ ۳۴۔ ۳۵۔ ۳۶۔ ۳۷۔ ۳۸۔ ۳۹۔ ۴۰۔ ۴۱۔ ۴۲۔ ۴۳۔ ۴۴۔ ۴۵۔ ۴۶۔ ۴۷۔ ۴۸۔ ۴۹۔ ۵۰۔ ۵۱۔ ۵۲۔ ۵۳۔ ۵۴۔ ۵۵۔ ۵۶۔ ۵۷۔ ۵۸۔ ۵۹۔ ۶۰۔ ۶۱۔ ۶۲۔ ۶۳۔ ۶۴۔ ۶۵۔ ۶۶۔ ۶۷۔ ۶۸۔ ۶۹۔ ۷۰۔ ۷۱۔ ۷۲۔ ۷۳۔ ۷۴۔ ۷۵۔ ۷۶۔ ۷۷۔ ۷۸۔ ۷۹۔ ۸۰۔ ۸۱۔ ۸۲۔ ۸۳۔ ۸۴۔ ۸۵۔ ۸۶۔ ۸۷۔ ۸۸۔ ۸۹۔ ۹۰۔ ۹۱۔ ۹۲۔ ۹۳۔ ۹۴۔ ۹۵۔ ۹۶۔ ۹۷۔ ۹۸۔ ۹۹۔ ۱۰۰۔

رکھے اور سات ہفتہ سے پہلے نکاح کر رکھ لے۔ اس آیت سے یہ بھی واضح ہوا کہ ان کی نگرانی کے لیے دہشت ہے نہ قرآن اور حدیث و سنت کے اندر ہفتہ والے اہل کریں داخل ہیں۔

حَدَّثَنَا أَبُو جَعْفَرٍ قَالَ سَأَلْتُ
ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنِ
الْمُنْعَةِ الْمَرْفُوعَةِ بِهَا وَسَأَلْتُهُ عَنِ
الْمُهْدَى فَقَالَ قَبِيضَةُ ابْنُ جَعْفَرٍ
لَوْ أَنَّكَ أَوْ شَرِكٌ فِي دَمٍ قَتَلْتَ وَكَانَ
تَأْسُكَ بِهِ هَذَا فَتَمَتَّ قَرَأْتِ فِي الْمَنَامِ
كَانَ الْإِسْلَامُ بِأَدْنَى حَيْثُ مَبْرُورٌ
مُنْعَةٌ مُنْعِلَةٌ فَأَيَّتِ ابْنَ عَبَّاسٍ
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا فَحَدَّثَنِي فَقَالَ
اللَّهُ أَكْبَرُ سَمِعْتُ أَبِي الْأَمَامَ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ وَقَتْلَ أَدَمَ وَذُحْلَ
ابْنِ جَعْفَرٍ وَغُنْدُومَ سَعْدِ بْنِ شُعْبَةَ عُمَرَةَ
مُنْعِلَةٌ وَصَحِيحٌ مَبْرُورٌ

ہندی

ہم سے ابو عمر نے بیان کیا انہوں نے کہا۔ میں نے
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کے متعلق پوچھا
انہوں نے کہا۔ کہ وہ میری نے اہل سے قربانی
کے متعلق پوچھا۔ انہوں نے کہ ایک ایک ہونے چاہئے
یا کسی کی قربانی کرے یا اونٹ یا بکری میں شریک
ہو جائے۔ ابو عمر نے کہا ایسے بعض لوگوں نے
نکاح کو بڑا سمجھا ہے سو کیا خواہ میں کیا دیکھتا ہوں۔
کوئی آدمی بیکار رہے یہ صحیح مبرور یعنی ہمارے
اور نکاح قبل ہے پھر میں ابی عباس رضی اللہ عنہما
کے پاس آیا میں نے اہل سے یہ خواہ بیان کیا انہوں
نے کہا اللہ اکبر! آدمی مقت ہے حضرت ابو القاسم
علی اللہ علیہ والہ وسلم کی اوم اور وہ بہن جو رزق اور
نے خبر سے یہی روایت کیا ہے یہ عمرہ منہیل ہے اور
یہ صحیح مبرور ہمارا ہے۔

ابن ابی نعیم رحمہ اللہ نے یہ روایت فرمائی ہے۔ ہندی وہ ہمارے جو قربانی کے لیے حرم کو بھیجا جائے
سائل۔ یہ تین قسم کے ہمارے ہیں۔ بکری بھیر۔ وہ بید لائے نہیں۔ اونٹ۔ حضرت علی اور ابی بکر سے بھی یہ کیا جوی ہے
علامہ کا یہ قول ہے وہ گھوڑوں میں سات آدمی شریک ہو سکتے ہیں۔

بَابُ رُكُوبِ الْبُدْنِ

باب قربانی کے جانور پر سوار ہونا

نہے اس حدیث میں فرمایا

قَالَ لَيْدُنٌ جَعَلْتُ هَذَا كَقُرْبَانٍ
أَمْلُو لَكُمْ فِيهَا خَيْرٌ فَإِنْ لَمْ تَرْضَوْا
اللَّهُ عَلَيْهَا صَوَاتٌ فَكَاؤُا وَجَعَلَتْ
حُتْبَيْهَا كَقُرْبَانٍ أَوْ لَمْ تَرْضَوْا

ابو قربانی کے ڈیل جانور ہمارے اونٹ اور بکری
نے تبار سے بچے اللہ کی نشانیوں سے کیے اللہ تبار
لیے ان میں بھلائی ہے تو تم ان پر اللہ کا نام لو
یک ہونے سے تین پاؤں سے کھڑے پھر جب

وَالْمَعْتَرُ كَذَلِكَ سَخَّرَ نَافَاكُمْ لَعَلَّكُمْ
تَشْكُرُونَ لَنْ يَنْفَالِ اللَّهُ لِحُومِهَا
وَلَا ذِمَّتُهَا وَلَكِنْ مِثْلُ النَّفَاقِ يَسْكُو
كَذَلِكَ سَخَّرَهَا لَكُمْ لِتُكَبِّرُوا اللَّهَ
عَلَى مَا هَدَاكُمْ وَلَئِنَّ الْمُحْسِنِينَ

(بخاری)

ان کی کرٹیں گر جائیں تو ان میں سے خود کھاؤ اور مبر سے
بچنے والے اور عجیب مانگنے والے کو کھلاؤ۔ ہم نے جو نبی
ان کو تمہارے بس میں دے دیا تم اس میں خواہش نہ کرو
ان کے گوشت پہنچے ہیں ان کے خون ان تمہاری پیٹری کو
اس تک باریاب ہوتی ہے۔ جو نبی ان کو تمہارے بس میں
کو دیا تم ان کی بڑائی بھلاؤ اس پر کہ تم کو دیات فرمائی اور
اے رسول! منظر جو بخبریں سننا ذلیل کرنے والوں کو۔

یہایت سورہ حج کی ہے اس میں حسب ذیل آیت کا بیان ہے

فوائد و مسائل

۱۱) قربانی کا جائز اعلام دین سے ہے (۲) قربانی سے دنیا میں بھی نفع ہے اور آخرت میں اجر و ثواب۔
۱۲) ہفت ذبح اشکام نام لیا جائے۔

۱۳) قربانی کرنے والے صرف نیت کے اطلاق اور شرط تقویٰ کی رعایت سے اللہ تعالیٰ کو راضی کر سکتے ہیں۔ ناز و جاہلیت
میں کھانا پانی قربانیوں کے کھانے سے کچھ منکر کی دیاؤں کو آلودہ کرتے تھے۔ اور اس کو سبب فقر و غریب جاننے تھے۔ اس پر
یہ آیہ مبارکہ نازل ہوئی۔

۱۴) قربانی کرنے والے صرف نیت کے اطلاق اور شرط تقویٰ کی رعایت سے اللہ تعالیٰ کو راضی کر سکتے ہیں نواز و جاہلیت میں گندہانی
قربانیوں کے خون سے کچھ منکر کی دیاؤں کو آلودہ کرتے تھے۔ اور اس کو سبب فقر و غریب جاننے تھے۔ اس پر یہ آیہ مبارکہ نازل ہوئی۔

۱۵) اونٹ کو کھڑک کے سبب میں گھسی اٹھنا و بیکہ کر کرنا مانا جاتے اس کو کھرتے ہیں اور سخت ہو ہی ہے۔ ہونٹ کا دیکھ کر
لکڑہ ہے۔ اگر عقل ذبح سے بھی جو جلتے گی۔ اگر اونٹ کو ذبح کرنا پر تو گھسی پد ایک ہی جگہ سے ذبح کیا جائے۔ یہ جو معذور ہے کو ذبح
تین جگہ سے ذبح ہوتا ہے غلط افعال و سنت ہے اور رحمت اذیت کر دہ ہے

۱۱) قَالَ تَجَاهِدُ سُبُعَاتِ السُّدُنِ لِبُدْنِهَا
وَالْقَالِ السَّائِلِ وَالْمَعْتَرِ الْبَنِي
يَعْتَرُ بِالْبُدْنِ مِنْ غَرَبِيٍّ أَوْ فَيْحٍ
وَشَعَارٍ شَرَّ شِدْعِ عَظَامِ السُّدُنِ وَ
إِسْتَحْسَانِهَا وَالْعَيْنُ عِنْفُهُ مِيتَ
الْحَيَايَةِ وَيُقَالُ وَجِبَتْ سَقَطَتْ
مَالِي الْأَرْضِ وَمِنْهُ وَجِبَتْ السَّمْسُ (بخاری)

میلہ نہ کہاں کو بھل اس لیے کہ میں کہ وہ مٹے انے
موتے ہیں اور قانع مانگے والا و فقیر اور معزورہ وغیرہ
جو وقت بیکھے دار اور متعلق کر پاس گھومنا ہوا
صاف تھے اور شمار سے اُن کا شمار آواز و دھواں
کرنا بیکھے و فقیر کے معنی ہیں اُن کا شمار اُن سے غفلت کرنا
اور وجہ سے اس ساقط بین زمین پر گراؤں۔ اس سے
عربوں کہتے ہیں وجبت الشمس یعنی سورج ڈوب گیا۔

حضرت ابو ہریرہ سے روایہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ قربانی کا اونٹ بالکد ہے۔ آپ نے فرمایا اس پر
جو اس نے عرض کی یہ قربانی کا خاکو رہے۔

قَالَ ارْكَبْهَا قَالَ بَدَنَهُ قَالَ ارْكَبْهَا وَذَلِكَ
فِي الثَّلَاثَةِ اَوْ فِي الثَّلَاثِينَ
(بخاری)

فرایا سوار ہوا، عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی حضور پر قربانی کا جانور ہے۔
فرایا سوار ہوا جائے قربانی ہو۔ دھیری یا تیسری بار
میں اس طرح فرمایا۔

اس حدیث سے واضح ہوا کہ قربانی کے جانور پر سوار ہونا جائز ہے خواہ ہندی واجب ہو یا فحل اس مسئلہ میں
علماء کے مختلف قول ہیں۔ امام اعظم ابو حنیفہ کا قول یہ ہے کہ حالت اضطرار ہی پر سواری جائز ہے؛

بَابُ مَنْ سَاقَ الْبُذُنَ

باب جو اپنے ساتھ قربانی کا جانور لے چلے

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا۔ کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں تمتع کیا
یعنی عمرہ کر کے پھر حج کیا اور آپ ذوالحلیفہ
سے اپنے ساتھ قربانی لے گئے تھے۔ اور
پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی نے
شروع کیا۔ آپ نے عمرہ سے کاحرام بکھارا
پھر حج کا احرام بکھارا۔ لوگوں نے بھی آپ
کے ساتھ تمتع کیا۔ یعنی عمرہ کر کے حج کیا۔
اب لوگوں میں مد طرح کے لوگ تھے۔ بعض
تو قربانی ساتھ لے چلے تھے اور بعض قربانی
اپنے ساتھ نہیں لائے تھے۔ جب آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں پہنچے تو آپ نے لوگوں
سے فرمایا تم میں سے جو کوئی قربانی ساتھ لایا ہو
وہ احرام میں جن چیزوں سے پرہیز کرتا ہے پرہیز
رکھے حج پورا ہونے تک اور جو کوئی قربانی ساتھ
نہیں لایا تو بیت اللہ کا طواف اور صغارشہ میں
دو گراں کھائے اور احرام کھول ڈالے۔ پھر
ساتویں یا آٹھویں تاریخ حج کا احرام باندھے
اب جس کو قربانی کا مقدار نہ ہو۔ وہ جن

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ
اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ تَمَتَّعَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ
بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ وَأَهْدَى نَسَائَ
مَعَهُ الْهَدْيَ مِنْ ذِي الْحُلَيْفَةِ
وَبَدَأَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ فَاهَلَّ بِالْعُمْرَةِ لَعَلَّاهُنَّ
بِالْحَجِّ تَمَتَّعَ النَّاسُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ
فَكَانَ مِنَ النَّاسِ مَنْ أَهْدَى نَسَائَ
الْهَدْيِ وَمِنْهُمْ مَنْ لَمْ يَهْدِ فَلَمَّا
قَدَّمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
مَكَّةَ قَالَ لِلنَّاسِ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ أَهْدَى
نَائِلَهُ لَا يَحِلُّ لَشَيْءٍ عَزَمَ مِنْهُ حَتَّى
يَقْضَى حَجُّهُ وَمَنْ لَمْ يَكُنْ
مِنْكُمْ أَهْدَى فَلْيَطْعُ بِالْأَنْبِثِ
وَبِالصَّغَاةِ الْمَرْدَّةِ وَلْيَقْصِرْ وَلْيَحْلِلْ
لَمْ يَهْلِ بِالْحَجِّ تَمَتَّعَ لَمْ
يَجِدْ هَدًى فَلْيَصُمْ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ

فِي الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ إِذَا رَجَعْتَ إِلَى
أَهْلِكَ فَطَوَّافٌ جِئْتَ قَدِمَ مَكَّةَ
وَأَمْسَيْتُمْ التَّوَكَّنْ أَوَّلَ ثَمَنِي وَثَمَنًا
حَبْ ثَلَاثَةَ أَطْوَابٍ لَوْ مِثْلُ أُنْبَا
فَرَكَةٍ جِئْتَ قَضَى طَوَّافٌ بِالْبَيْتِ
عِنْدَ الْمَقَامِ دَرَكَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ
ثُمَّ نَاصَرَتْ نَأَى الْهَفَا نَطَّافٌ
بِالْهَفَا وَالْمَرْكُ سَبْعَةَ أَطْوَابٍ
ثُمَّ لَمْ يَجْلُلْ مِنْ شَيْءٍ وَحُكْمُهُ
حَتَّى قَضَى حَجَّهُ وَنَحَرَ هَذِيحَهُ
يَوْمَ التَّحْوِدِ وَأَنَامَ فَطَوَّافٌ بِالْبَيْتِ
ثُمَّ حَلَّ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ وَحُكْمُهُ
مِنْهُ وَقَعَلَ مِثْلُ مَا فَعَلَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
مَنْ أَهْذَى وَسَاقِ الْهَدْىِ
مِنْ النَّاسِ

بخاری

حج کے دنوں میں رکھے اور سات روز جب اپنے
گھر لوٹ کر جائے۔ غرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
جب مکہ میں آئے تو پہلے جو کام کیا وہ طواف تھا
اور حجر اسود کا چومنا اور طواف میں پہلے تین پھیریں
میں دوڑ کر چلے اور چار پھیروں میں مولیٰ حال سے
اور طواف کے بعد دو رکعتیں بیت اللہ کے
پاس مقام ابراہیم میں پڑھیں۔ پھر سلام پھیرا اور
فاریخ ہو کر صفا پار پہنچے۔ وہاں صفا دروہ
کے سات پھیرے کیے پھر جتنی چیزوں سے حرام
میں پرہیز تھا ان سے حج پورا کئے تک پرہیز کرتے
رہے۔ اور دوسری تاریخ ذی الحجہ کو قربانی کا محر
کیا اور لوٹ کر مکہ میں آئے۔ بیت اللہ کا طواف
کیا۔ اب معنی چیزوں سے احرام میں پرہیز تھا
ان کا پرہیز جاتا رہا اور جو ک قربانی کا ساقط تھے
تھے۔ انہوں نے بھی وہی کیا جو آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم نے کیا۔

فوائد مسائل | تمتع یعنی حضور علیہ السلام نے پہلے حج کا احرام باندھا پھر عمرہ کا تو آپ تامل ہو گئے اور چونکہ تفلد
نہی معنی کے لحاظ سے تمتع ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ ایک ہی احرام سے حج و عمرہ کرتا ہے۔ اور علیہ السلام بعمرہ
حجۃ کرتا ہے۔ اس لیے تمتع کا لفظ لایا اور نہ حضور تامل تھے تمتع نہیں۔ ناھل بعمرہ الخ اس سے بھی ہوا
نہیں ہے کہ پہلے حضور نے عمرہ کا احرام باندھا پھر حج کا۔ و تمتع الناس اور لوگوں نے پہلے حج افزاد کا احرام باندھا تھا۔
پھر اس کو نسخ کر کے عمرہ کر دیا تو تمتع ہوئے۔

من كان منكرا الخ اس سے واضح ہوا کہ جو قربانی ساقط لایا ہے وہ عمرہ کے کرکے حلال نہیں ہو سکتا۔ اس
حدیث کی مرید تشریح کے لیے فیوض الباری بارہ ششم صفحہ ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱،

حج کے افعال کا بیان۔ یعنی وہند الحج کو جو تکبیر سے پہلے کی حالت میں ہے۔ وہند الحج کو کہہ کر سے پہلے کی طرف روانہ ہو۔ وہاں پر عزائم میں حاجی ٹھہر کر نماز کے ساتھ ٹھہر کے وقت میں بھی کر کے پڑھے۔ ان دونوں نمازوں کے لیے اذان ایک ہوگی اور کبیر کی اور وسط نمازوں کے درمیان سنت ٹھہر کے صراحتی نقل درپڑھا جائے۔ عجمت میں درپڑھا جائے۔ جب تک ٹھہرے پھر مردانہ کی طرف لوٹے اور جبل قرع کے قریب آئے۔ مردانہ میں مغرب و عشا کی نمازیں عشا کے وقت میں پڑھے۔ جب تک مغرب و عشا ہو تو قدر دو تھوڑے چار بج کر کوئی کی طرف آئے اور طہن وایم سے قرع عقبی کی حالت میں تہہ زری کر کے اگر چاہے قربانی سے پھر قربان کر لیں۔ پھر وہاں پر جوئی سے کسی دن کو اگر طہات زیادہ کرے۔ جمعی اگر تین روزانہ نماز کرے اور گیارہ دنوں کی نذرانہ کے بعد متنبیل جموں کی رہی کرے (اس گروہ سے شروع کرے جو مسجد کے قریب ہے پھر جو اس کے بعد ہے پھر قرع عقبی۔ ہر ایک کی سات سات و تین بھر لگے نذرانہ لیا ہی کرے۔ پھر لگے نذرانہ لیا ہی کرے یعنی ۱۱-۱۲-۱۳ دی کچھ تین روز میں ہی رہے گا۔ اور تین دن کی۔ لے گی۔ ساواری کے بعد وہاں آئے۔

بَابُ مَنِ اشْتَرَى الْهَدْيَ مِنَ الطَّرِيقِ

باب حج کو جاتے ہوئے راستہ میں قربانی کا جانور خریدنا

اس عنوان کے تحت امام نے وہی حدیث ذکر کی ہے۔ جو باب طواف القلن میں فیوض یارہ ششم صفحہ ۱۹۳ پر گزر چکی ہے (۲) وہی کہنا مستحب ہے۔ حتی کہ یہ بھی مستحب ہے۔ وہی کے ساتھ عزائم تک جاتے۔ گروہ جمع میں کی طہاتی ہے (۳) وہی اگر قرآن و سنت کی جو نہ واجب ہے اور اس کے گوشت سے خود بھی کھا سکتا ہے۔ لہٰذا یہی اگر نقلی ہو اور حرم کو بیچ لگتی ہو اور حرم کو نہیں بیچی تو وہ نہیں کھا سکتا۔ مگر در قربانی واجب نہیں۔ ویسے قربانی کرنا چاہے لو کہ سکتا ہے۔

بَابُ مَنْ اشْتَرَى قَدْ يَذِي الْحَيْفَةَ ثُمَّ أَحْرَمَ

باب جو شخص ذوالحلیفہ میں بیچ کر اشتراک اور تعلیق کرے پھر احرام باندھے

نافع نے کہا۔ ابن عمر وبنہ سے اپنے ساتھ قربانی لے جاتے تھے تو تعلیق اور اشتراک ذوالحلیفہ میں بیچ کر کرتے۔ قربانی کے جانور کا منہ تیسے دن کر کے مٹاتے۔ پھر اس کی کو بان ۴ دایں جانب جہری سے چر دیتے۔

(بخاری)

ہم حضرت عیسیٰ علیہ وسلم ہزار پر

وَقَالَ نَافِعٌ كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا إِذَا أَهْدَى مِنْ مَبْدَأِ بَنَةِ فَلَدَةٍ وَنَحْوَهَا يَذِي الْحَيْفَةَ يَطْعَنُ فِي رِثْقٍ سَنَامِهِ لَا يَمْنَعُ بِالْإِسْفَةِ وَوَحْمِهَا قَبْلَ الْبَقْلَةِ بَارِكَةَ

(بخاری)

حَرَّمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

مِنَ الْمَدِينَةِ فِي يَوْمِ عَشْرِ مَاءَةٍ
مِنَ الْحَضَاءِ حَتَّى أَتَاكَوَابِجْدَى
الْحَلِيقَةِ فَلَمَّا نَبَى صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْهَدْيَ وَاشْعَرَ
وَآخِرَهُ بِالْعَمْرَةِ
عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ
قُلْتُ قَلَّ يَدُ الْبُذْنِ الشَّيْءُ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدِي شَرَّ
فَلَمَّا وَآخِرَهَا وَآهَذَا مَا
كُنَّا نَزُومُ عَلَيْهِ شَيْءٌ كَانَ أَحْلَ لَهُ يَوْمَ

کئی اصحاب کے ساتھ مدینہ سے (عرے کے لیے)
تشریف لے گئے۔ جب ذوالحلیفہ میں پہنچے
تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کے
جانور کی تقلید اور اشعار کیا اور عرس کا
احرام باندھا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں نے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اونٹوں کے بار
اپنے ہاتھ سے بٹے پھر آپ نے ان کے گلے
میں ڈالے اور اشعار کیا اور ان کو کہہ دی کہ قربان کیا
آپ نے کسی چیز سے جو درست تھی پر ہیز نہیں کیا۔

بَابُ فَمَثَلِ الْقَلَاءِ يَدُ الْبُذْنِ وَالْبَقْرِ

باب قربانی کے اونٹ اور گایوں کے لیے بار بٹنا

ام المومنین حضرت حفصہ نے کہا میں نے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ لوگوں نے تو احرام
کو کھول ڈالا ان کو کیا ہوا ہے اور آپ نے
احرام کھولا ہی نہیں آپ نے فرمایا میں نے بٹے
بالوں کو جالیا اور قربانی کو بار ڈالا۔ میں جب تک

حج سے فارغ نہ ہوں احرام نہیں کھول سکتا
حضرت عائشہ نے کہا آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم مدینہ سے کہ قربانی رضا کرتے ہیں آپ کی
قربانی کے لیے بار بٹتی۔ پھر آپ ان چیزوں سے
پرہیز کرتے جن سے محرم پرہیز کرتا
ہے۔

عَنْ حَفْصَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ
قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا شَأْنُ
النَّاسِ حَلُّوْا وَلَمْ يُحْلَلْ أَنتَ قَالَ
رَأَيْتُ لَبْدَةً رَأَيْتُ وَفَلَدَتْ
هَدًى لِي نَلَا أَهْلَ حَتَّى أَجَلَ مِنَ الْحَجِّ

(بخاری)

أَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَهْدِي
مِنَ الْمَدِينَةِ نَاقَتَيْنِ فَلَمَّا
هَدَّيَهُ تَمَرًا لَا يَحْتَنِبُ شَيْئًا مِمَّا
يَحْتَنِبُهُ الْمُحْرِمُ (بخاری)

بَابُ اشْعَارِ الْبُذْنِ

باب قربانی کے اونٹوں کو اشعار کرنا

وَقَالَ عُرْوَةُ عَنْ الْمُسَوِّدِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ
قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ الْهَدْيُ دَأْسُ شَعْرَةٍ وَآخِرُ
بِالْعَمْرَةِ -

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا
قَالَتْ قَتَلْتُ قَلْبًا يَدُّ هَذِي النَّبِيِّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَهَا شَعْرًا وَكَذَلِكَ هَا
أَوْ قَلْدُ تَهَا لَهَا بَعَثَ بِهَا إِلَى
الْبَيْتِ وَأَقَامَ بِالْبَيْتِ فَمَا حَرَّمَ
عَلَيْهِ شَيْءٌ كَانَ لَهُ حِلٌّ

(بخاری)

بَابُ مَنْ قَلَدَ الْقَلَادِيدَ بَيْدًا

باب جس نے اپنے ہاتھ سے بار بنے

أَنَّ زَيْدَ بْنَ أَرْبَى سَفِيَّانَ كَتَبَ إِلَى
عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ
بْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ
مَنْ أَهْدَى هَذَا يَحْرُمُ عَلَيْهِ مَا
يَحْرُمُ عَلَى الْحَاجِّ حَتَّى يُبْعَثَ هَذِي
قَالَتْ عُمَرَةُ فَقَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ
اللَّهُ عَنْهَا كَيْسٌ لَهَا قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ
أَنَا قَتَلْتُ قَلْبًا يَدُّ هَذِي رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْدًا بِهِ
لَهَا بَعَثَ بِهَا مَعَ أَبِي كُلُّهُمُ يَحْرُمُ
عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
نَبِيٌّ أَحْلَمَ اللَّهُ حَتَّى يَحْرُمَ
لِهَذِي

(بخاری)

اور عروہ نے حضرت مسود رضی اللہ عنہ سے روایت
کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کے
جانوروں کے گلے میں بار ڈالے اور ان کا اشعار
کیا اور عمرے کا احرام باندھا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے
انہوں نے کہا۔ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قربانی
کے جانور کے گلے پر بٹے۔ پھر آپ نے ان کا اشعار
کیا اور ان کے گلے میں آپ نے یا میں نے بڑے
پھر آپ نے اسی کو بیت اللہ کی طرف روانہ کر دیا
اور خود مدینہ میں ٹھہرے رہے اور جو چیزیں
حلال تھیں ان میں سے کوئی چیز آپ پر حرام نہیں ہوئی

زیادہ بن ابی سفیان نے جو حضرت امیر معاویہ کی
طرف سے عراق کا حاکم تھا حضرت عائشہ رضی اللہ
تعالیٰ عنہا کو لکھا کہ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ
عنہما یہ کہتے ہیں۔ جو کوئی قربانی کا جانور (بیت اللہ
کو) روانہ کرے تو جب تک وہ قربانی کاٹی جائے
اس پر وہ سب باتیں حرام ہو جاتی ہیں جو حاجی پر
حرام ہوتی ہیں۔ عمرہ خفک۔ حضرت عائشہ نے کہا۔
عبد اللہ بن عباس کا کتنا بچ نہیں ہے۔ میں نے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قربانی کے جانوروں
کے گلے اپنے ہاتھ سے مارے تھے۔ پھر حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے وہ جانوروں
کو بٹائے اور میرے باب (ابو حاتم) کے۔ اللہ بیت اللہ
روانہ کر دے۔ اور آپ پر کوئی چیز حرام نہ ہو

(بخاری)

کی ہے حرام نہیں ہوئی یہاں تک کہ وہ جائز کالے گئے۔

بَابُ تَقْلِيدِ الْغَنَمِ

باب بکریوں کے گالے میں مار ڈالنا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مار بٹ کر تیار کرتی تھی۔ آپ وہ بار بکریوں کے گالے میں ڈالتے اور بغیر احرام کے گھر پر رہتے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قربانی کی بکریوں کے مار بٹا کرتی تھی۔ پھر آپ ان کو بیت اللہ بھیج دیتے اور خود بغیر احرام کے رہتے۔

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ كُنْتُ أَقْتُلُ الْقَلَائِدَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَقْلِدُ الْغَنَمَ وَيَقْتَرِفُ فِي أَهْلِهَا حَلَالًا

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ كُنْتُ أَقْتُلُ الْقَلَائِدَ الْغَنَمَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَبْعَثُ بِهَا شَاةً يَمْلِكُ حَلَالًا

(بخاری)

بَابُ الْقَلَائِدِ مِنَ الْعِصْنِ

باب عمن کے مار بٹنا

ام المومنین و عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے انہوں نے کہا میرے پاس کچھ اونٹن تھے میں نے اس کے مار قربانی کے جانوروں کے لیے بنا دیئے۔

عَنْ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ فَتَلْتُ قَلَائِدَ هَامِنَ عِصْنٍ كَانَ عِنْدِي

(بخاری)

بَابُ تَقْلِيدِ التَّعْلِ

باب قربانی کو جوتی کا مار بٹنا

حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ حضور علیہ السلام نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ قربانی کا اونٹ بانک رہا تھا حضور علیہ السلام نے فرمایا اس پر سوار ہو جا اس نے عرض کیا یہ قربانی کا اونٹ ہے فرمایا سوار ہو جا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا۔ میں نے اس کو دیکھا اونٹ پر سوار آپ کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا اور جوتی اس کے گلے میں لٹک رہی تھی۔

قَالَ فَلَقَدْ نَاصَبْتُهَا بِسَاقِدِ الشَّيْءِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالتَّعْلُ فِي عُنُقِهَا

(بخاری)

بَابُ الْجَلَالِ لِلْبُذْنِ

باب - قربانی کے جانور کی جھول کو کیا کرے

امام عبداللہ بن عمر جھول کو اتنا ہی پھاڑتے کہ کو بان باہر نکل آتا (اشارہ کر کے لےئے) اور جب اونٹ کو نحر کرتے تو جھول اتار لیتے۔ کہیں خون ٹپ کر خواب نہ ہو۔ پھر اس کو خیرات کر دیتے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہیں نے کہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو یہ حکم دیا کہ قربانی کے اونٹ جن کو میں نے نحر کیا۔ ان کی جھولیں اور کھالیں غنیمتوں کو خیرات کر دوں۔

وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا لَا يَشْتَقُ مِنَ الْجَلَالِ إِلَّا مَوْجِعَ السِّنَانِ وَإِذَا أَخَذَهَا نَزَعَهَا حَلَاكًا تَخَافُ أَنْ يَفْسُدَ هَا السَّامُ ثُمَّ يَصَدَّقُ بِهَا
(بخاری)

عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ أَمَرَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ أَصَدَّقَ بِلُجْلَالِ الْبُذْنِ أَيْتِي حَصًّا فَتُجْلَوِيهَا
(بخاری)

ان مکررہ بالا عنوانات کی حدیثوں کے احکام و مسائل یہ ہیں۔

فوائد مسائل

(۱) اشعار - شعور سے شق ہے۔ شعر لیتے ہیں ورنہ نصیب نصیب اور اشعار باب افعال کا مصدر ہے۔ اشعار کے لغوی معنی کسی چیز کو علامت وار کرنے کے ہیں اور اس کے شرعی معنی یہ ہیں کہ اونٹ کے کو بان کے دائیں جانب نیزہ یا چھری وغیرہ سے مارنا جس سے خون نکل آئے (۲) اشعار مسنون ہے سیدنا امام عظیم علیہ الرحمۃ سے جو منقول ہے کہ اشعار منکر کرنا ہے اور مذکورہ ہے تو ایسا اشعار جس میں مبالغہ کیا جائے یہ ٹھیک نہیں ہے۔ کیونکہ اس طرح کرنے سے باوجود خواہ مخواہ تکلیف ہوگی (۳) حضرت ابن عباس کا مسلک یہ تھا کہ جو کوئی مکہ میں قربانی بھیج دے اور نہ مکہ کو نہ جائے تو اس بیچ کے احکام جاری ہو جائیں گے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس خیال کی تردید فرمائی اور فرمایا کہ نہ نور علیہ السلام نے مکہ کو قربانی بھیجی تھی افسوس پرچ کے احکام جاری نہیں ہوتے تھے (۴) قربانی کا جانور خواہ اونٹ ہو یا بکرا یا بکری ان سب کے گلے میں قلابہ ڈال سکتے ہیں۔ یہی خواہ ادن کی ہو یا کسی اور چیز کی (۵) جتنی کاروان الٹا بھی جائز ہے اشعار اور تقدیر سے مقصود یہ بتانا ہوتا ہے۔ یہ جانور قربانی کے لئے ہے۔

۴) قربانی کے جانور کی جھول نکال دینا جائز ہے۔ نقاب کو اجرت میں دینا منع ہے۔

۵) واعلم ان تعلیل نغم ما کان لیس فی حقیقتہ باللعین ونحوہ ترک فہا ذنبا کونی لکتب الا انہ منفی عندہم حلا تعلیل الا ان فائدہ کیونکہ بشری تعلیل کا ملحدہ و غیرہا فکاز تعلیل حقیقہ و ماتعلیل الغیر ترک و بالظن السلیقہ بالجمود کا وعلاہ خفا تا تعلیل

بَابُ مَنْ اشْتَرَى هَذِي يَمِينَ الطَّرِيقِ وَقَدْ هَا

باب راستہ میں سے قربانی کا جانور خریدنا اور اسے مار پھینا ناجائز ہے

یہ ہی عنوان پہلے بھی گزر چکا ہے۔ دیکھو فیوض پارہ ہفتم جلد ۲۲ البینہ اس عنوان میں وقتلہا کا لفظ زیادہ ہے۔
زیر عنوان حدیث نافع ذکر کی ہے جو فیوض پارہ ہفتم جلد ۲۲ پر مع فیوض جہانی کے گزر چکی ہے۔ جس کا امام بخاری نے یہ
واضح کیا ہے کہ ہدی کو قتلہا پھینا ناجائز ہے۔

بَابُ ذَبْحِ الرَّجُلِ الْبَقْرَ عَنْ نِسَائِهِ مِنْ غَيْرِ امْرِئٍ

باب اپنی عورتوں کی طرف سے ان کی اجازت کے بغیر گائے ذبح کرنا

حضرت عائشہ فرماتی ہیں۔ ہم حضور علیہ السلام کے ہمراہ جبکہ ماہ ذی قعدہ کے پانچ دن باقی رہ گئے تھے (مدینہ منورہ) سے
صرون حج کے ارادہ سے روانہ ہوئے۔ جب مکہ معظمہ پہنچے تو جن لوگوں کے ساتھ قربانی نہ تھی۔ حضور علیہ السلام نے حکم دیا کہ وہ
لوہات اور سعی کے بعد احرام کھول دیں۔

تو بقرہ عید کے دن لوگ گائے کا گوشت لے کر ہمارے
پاس آئے۔ میں نے پوچھا یہ گوشت کیسا ہے؟ تو
انہوں نے کہا کہ حضور علیہ السلام نے اپنی ازواج مطہرات
کی طرف سے گائے (مخر) ذبح کی ہے۔

فَدَخَلَ عَلَيْنَا يَوْمَ الْغَدِ الْبَقْرَ بَقِيرٍ
فَقُلْتُ مَا هَذَا قَالَ نَحْرُ رَسُولِ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ أَزْوَاجِهِ
(بخاری)

عنوان میں مذکور کا لفظ ہے اور حدیث زیر عنوان میں مخر کا۔ لیکن یہ ہی حدیث ذبح کے لفظ کے ساتھ بھی
آئی ہے۔ اس حدیث سے واضح ہوا کہ گائے کو مخر کرنا بھی جائز ہے۔ مگر ذبح کرنا مستحب ہے۔ قرآن مجید میں
وَلِلَّهِ يَأْتِي مَرْكُضَانِ نَذْرُ الْجَوْرِ الْبَقْرَةَ آیہ ۷۲ یہ بھی ثابت ہوا کہ گائے میں سات آدمی شریک ہو سکتے ہیں +

بَابُ التَّحْرِيمِ فِي مَنْحَرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْنَيْنِ

باب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منیٰ میں جس مقام پر شریک دوہاں سحر کرنا

حضرت نافع سے وہی ہے کہ حضرت عبداللہ بن
عمر نے اس مقام میں شریک کیا۔ عبد اللہ نے کہا جہاں رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے تھے۔

حضرت نافع سے وہی ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے
کے ہاتھوں کو مروا دیا ہے۔ یعنی ان میں سے کوئی بھی جھوٹا

عَنْ نَافِعٍ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ كَانَ
يَنْحَرُ الْمِثْنَيْنِ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ اللَّهُمَّ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
عَنْ نَافِعٍ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ كَانَ يَنْحَرُ
بِهَذِهِ مِنْ جَذَعٍ مِنْ أَهْلِ حَتَّى

يَدْخُلُ بِهِ مَنْحَرُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ حُجَّاجٍ فِيهِمُ الْخُرُّ
وَالْمُكَلُّونَ - (بخاری)

تھے۔ یہ قربانی حاجی لوگ جن میں آناؤ اور غلام دونوں
طرح کے لوگ تھے اس مقام میں سے جلتے جہاں نبی
صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے تھے۔

واضح ہو کہ حضور علیہ السلام منائیں جو عقبہ کے قریب مسجد خیف کے پاس قربانی کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمر بھی اسی
مقام پر اتباعاً للنبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے تھے۔ ان کے اتباع کا یہ علم تھا کہ وہ من و عن حضور علیہ السلام کی پیروی فرماتے تھے حتیٰ کہ
راستہ میں جہاں سفر تھا یا اتفاقاً ٹھہرے یا اپنے دلی نماز اور قربانی۔ حضرت ابن عمر بھی وہاں ٹھہرتے تھے۔ اسی جگہ پر
نماز ادا کرتے تھے۔ ویسے منائیں جہاں حج قربانی کی جلتے درست ہے۔ حضور رسید عالم فہ مجسم
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

میں نے یہاں ٹھہرایا ہے اور منیٰ تمام کا تمام خرکی جگہ
ہے۔ میں نے یہاں توقف کیا ہے اور عرفات تمام
کا تمام موقوف تھا۔ میں نے یہاں توقف کیا ہے اور
مزدلفہ سب کا سب موقوف ہے۔

مَحْرَتٌ هَهُنَا وَمَنَىٰ كُلُّهَا مَنَحَرٌ
نَاخِرُوا فِي جِبالِكُمْ وَتَوَقَّفْ هَهُنَا
وَعَرَفَةَ كُلُّهَا مَوْقِفٌ وَتَوَقَّفْ هَهُنَا
وَجَمْعُ كُلِّهَا مَوْقِفٌ

اور اس میں شک نہیں کہ منیٰ میں جس مقام پر حضور علیہ السلام نے ٹھہرایا ہے اسی مقام پر ٹھہرنا اور عرفات و مزدلفہ
میں جس مقام پر حضور علیہ السلام جلیو فرما رہے ہیں۔ اسی جگہ پر ٹھہرنا افضل و اتمل اور باعث رحمت و بکثت ہے۔

بَابُ مَنْ نَحَرٍ بِبَيْدَةٍ

باب اپنے ہاتھ سے نحر کرنا

حضرت انس سے مروی ہے انہوں نے مختصر طور سے
حدیث بیان کی کہ لو کہنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سات
آٹھوں کو کھڑا کر کے اپنے ہاتھ سے نحر کیا اسی حدیث
میں دو جگہ برے سنیکوں والے میں نے رسول کی قربانی کی۔

عَنْ أَنَسٍ وَذَكَرَ الْحَدِيثَ قَالَ
وَنَحَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
بَيْدَةً سَبْعَ بَدَنٍ قِيَامًا وَصَحْبِي يَا
الْمَدَائِنَةُ كَبَشَيْنِ أَمْلَحَيْنِ
إِفْرَشَيْنِ (بخاری)

(۱) اس حدیث سے واضح ہو کہ خود اپنے ہاتھ سے قربانی کرنا افضل ہے۔ خود دوسرے کے توسط سے یا اجازت دیدے
(۲) اس حدیث میں اونٹ کو کھڑا کر کے نحر کرنے کا ذکر ہے۔ امام شافعی و احمد و ابو ثور اسی کے قائل ہیں امام ابو حنیفہ و ثوری

رہتے ہیں۔ مگر اہل حدیث دونوں طرح ٹھکرنا برابر ہے۔

بَابُ تَحْرِالِ الْبَدَنِ مُقْبِدَةً • بَابُ تَحْرِالِ الْبَدَنِ قَائِمَةً

باب اونٹ کو باندھ کر نحر کرنا • باب اونٹ کو کھڑا کر کے نحر کرنا

ان دونوں عنوانوں کے ماتحت امام بخاری نے ایک ہی مضمون کی حدیث ذکر کی ہے جو یہ ہے
 رَأَيْتُ بْنَ عُمَرَ ذَهَبَ إِلَى اللَّهِ عَنْهُمَا أَيْ عَلَى
 رَجُلٍ قَدْ آتَاهُ بَكْدَنَتُهُ يَنْحَرُهَا
 قَالَ أَبْعَثْنَا قِيَامًا مَا مُقْبِدَةً سَعَةً
 مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا
 فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا
 صَوَّأَتْ قِيَامًا وَتَحَرَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَيْهِ سَبْعَ بُدُنٍ قِيَامًا
 (بخاری)

ابی مضمون کی حدیث ذکر کی ہے جو یہ ہے
 عبد اللہ بن عمر کو دیکھا کہ وہ ایک شخص کے پاس آئے
 جس نے نحر کرنے کے لئے پناہ اونٹ بٹھا ہوا
 عبد اللہ نے کہا: مگر وہ نحر کر رہا ہے۔
 (اور مگر اس آنحضرت کی یہی سنت ہے۔
 ادا بن عباس نے کہا (سورہ حج میں) حرام ہے
 اذکرنا اسم علیہا صوات کے معنی یہی ہیں وہ کھڑی
 ہوں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سات
 اونٹ کھڑے کر کے اپنے ہاتھ سے نحر کئے۔

بَابُ لَا يُعْطَى الْجَزَاءُ مِنَ الْهُدْيِ شَيْئًا

باب نقاب کو مزدوری میں قربانی کی چیز نہ دیں

بَابُ يَتَصَدَّقُ بِجَلَالِ الْبَدَنِ

باب قربانی کے جانوروں کی جھولیں خیرات کر دی جائیں

بَابُ يَتَصَدَّقُ بِجُلُودِ الْهُدْيِ

باب قربانی کی کھال خیرات کر دی جائے

عن علي رضي الله عنه قال أَعْتَمَى
 النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَمِنْتُ
 عَلَى الْبَدَنِ نَأْمَرَنِي فَقَسَمْتُ
 لِحَوْفَهَا لِمَا أَمَرَنِي فَقَسَمْتُ
 جِلَالَهَا وَحُلُودَهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے
 کہا مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا۔ میں قربانی
 کے اونٹوں کے پاس کھڑا ہوا۔ پھر مجھے حکم دیا میں
 نے ان کا گوشت تقسیم کر دیا۔ پھر آپ نے مجھے
 حکم دیا تو میں نے ان کی جھولیں اور کھالیں بھی تقسیم کر دیں

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَهُ أَنْ يَقُومَ عَلَى
بُذْنِهِ وَأَنْ يَتَّخِذَ سُدَّ نَهْ كُلِّهَا
لِحُومِهَا وَجُلُودِهَا وَجِلْدَ لَهَا وَلَا
يُعْطِيَ فِي جِزَارِهَا شَيْئًا.

عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ أَمَرَنِي
النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ
أَقُومَ عَلَى الْبُذْنِ وَلَا أُعْطِيَ عَلَيْهَا
شَيْئًا فِي جِزَارِهَا.

أَنْ عَلَيَّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ حَدَّثَنِي
قَالَ أَهْدَى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ مَاعِيَةً بَذْنَهُ فَأَمَرَنِي بِكُلِّهَا
فَقَسَمْتُهَا لِكُلِّ أَمَدَنِي بِجِلْدِهَا فَكَسَمْتُهَا
ثُمَّ جِلْدُوهَا فَكَسَمْتُهَا.

(بخاری)

مذکورہ بالا عنوانات کے تحت جو احادیث درج ہیں وہ مسائل ذیل پر مشتمل ہیں۔

فوائد مسائل

(۱) اپنے ہاتھ سے قربانی کرنا افضل ہے (۲) اونٹ کو کھڑا کر کے نحر کرنا منہن ہے (۳) شائع شدہ احمد
ابو ثور ماریہ جی قیل ہے (۴) قربانی کا گوشت خود بھی کھا سکتے ہیں اور قرآن مجید سے بھی یہی ثابت ہے (۵) فضائی کو اجرت میں
قربانی کا گوشت احوال یا سری پائے ذخیرہ و بنا منوع و ناجائز ہے (۵۱) حجتہ الوداع کے موقع پر حضور علیہ السلام نے سوا اونٹوں کی قربانی
دئی تھی۔ ان میں سے تریسٹھ اونٹ حضور علیہ السلام نے اپنے دست اقدس سے نحر فرمائے تھے۔ باقی اونٹ حضور علیہ السلام
کی اجازت سے جناب علی رضی اللہ عنہ و دیگر صحابہ نے نحر کئے تھے (۱۶) اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ ادا وقف کو مسکرتایا جاتے
اور مسکت کے مخالف فعل پرکرت نہ کیا جائے۔ اگرچہ امر مباح ہو۔

بَابُ وَاذْبُوْا نَدْلًا بِرَاهِيْمَ مَكَانِ الْبَيْتِ اَنْ لَا تَشْرُكَ بِى شَيْئًا

باب سورہ حج میں اللہ عزوجل کے اس ارشاد کے متعلق —
وَلَهُمْ بَيْنِي وَبَيْنَ الْفَافِئَتَيْنِ
وَاللَّوْكَهُ السَّجُودُ وَآتَاكَ فِي النَّاسِ
بِالْعَجَةِ يَا نُوْكُ رَجَالًا وَ عَلَى كُلِّ صَامِرٍ رَابِعِينَ
اور حکم ہے کہ اس مقام کو اس طرح کا ٹھکانا ٹھیک بنا دیا۔ اور حکم دیا کہ میرا
لوہ تر جب نہ کر اور میرا لکھ ستر اور خواتین۔ اہل اور قحطیات
واہل اور کعبہ سجدہ کرنے والوں کے لئے اور لوگ
حج کی عام نہ کر دے۔ وہ تیرے ہی حاضر ہوں گے

مَنْ كُلَّ فِي عَيْبٍ لِيَشْهَدُوا مَنَافِعَهُمْ
لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ فِي أَيَّامٍ
مَعْلُومَاتٍ عَلَى مَا رَزَقَهُمْ مِنْ
بِهِمْ أَلَا تَعْلَمُونَ مَعْلُومَاتُهَا أَطْعَمُوا
أَلْبَاسُ الْفَقِيرِ لَكُمْ يُقْضَوْنَ لِقَتُهُمْ
وَلْيُؤْذُوا أَنْفُسَهُمْ وَلْيُصَوِّفُوا
بِالنِّبْتِ الْعَنِيَّتِ ذَٰلِكَ وَمَنْ يُعْظَمْ
حُرْمَتِ اللَّهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَهُ عِنْدَ
رَبِّهِ

یہ مبارک مسائل ذیل پر مشتمل ہے:-

فوائد و مسائل

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کعبہ شریف کی جگہ بتائی گئی اور آپ نے اس کی قدیم بنیاد پر عہدت کعبہ تحریر کی۔ اور اللہ تعالیٰ نے آپ پر حج کی (۲) حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جبل بونقیل پر چڑھ کر جہاں کے لوگوں کو نذر دی کہ بیت اللہ کا حج کرو۔ تو جن کے مقدور میں حج ہے انہوں نے بالوں کی لٹتوں اور ڈول کے پٹیوں سے جواب دیا لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ اور حضرت حسن کا قول ہے کہ اس آیت میں اَذِّنْ کا خطاب حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے۔ چنانچہ حضور علیہ السلام نے حجۃ بوحارہ میں اعلان فرمایا کہ اے لوگو! اللہ نے تم پر حج فرض کیا تو حج کرو۔

(۳) ایامہ معلومات سے ذی الحجہ کا عشرہ مراد ہے جیسا کہ سیدنا علی دین عباس و حسن و قحطادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا قول ہے اور یہی مذہب بے سیدنا امام عظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا۔ صاحبین کے نزدیک ایامہ معلومات سے ایام نحر مراد ہیں اور حضرت ابن کا بھی یہی قول ہے اور ہر فقہ پر یہاں ایامہ معلومات سے خاص روزہ عید مراد ہے و تفسیرات احمدیہ (۴) نفلی قربانی منع اور قربان کی قربانی اور ہیکل ہدی سے جن کا اس آیت میں بیان ہے کھانا جائز ہے نفی (۵) یعنی حاجی پر حرمہ و نذرین تصور کے بدلے لازم آتا ہے یا نذر کا ذبح جو اس سے خود نہیں کھا سکتا۔

بَابُ مَا يَأْكُلُ مِنَ الْبُذْنِ وَمَا يَصَدَّقُ

باب قربانی کے جانوروں میں سے کیا کھائیں اور کیا صدقہ کریں

اور عید اللہ نے کہا مجھ کو نافع نے خبر دی انہوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے۔ انہوں نے کہا احرام میں کوئی شکار کرے اور اس کا بل دینا پڑے

وَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ أَحْبَبْتُ مَا رَزَعُ
عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ لَا يُوْكَى
مِنْ جَزَاءِ الصَّيْدِ وَالشَّذْرُ وَبُؤْ كَلُّ

مِمَّا سَأَلَ ذَٰلِكَ وَقَالَ عَطَاءُ يُكُلُّ
وَيُطْعَمُ مِنَ الْمَنَعَةِ -

(بخاری)

حَدَّثَنَا عَطَاءُ بْنُ سَعْدٍ جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَقُولُ لَأَكُلُ كُلَّ
مِنْ لَحْمٍ يَدُنَا فَوْقَ ثَلَاثِ مِائَةٍ
كَرْسٍ سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ فَقَالَ كُلُوا وَتَزِدُوا فَافْعَلُوا
وَتَزِدُوا

قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَدْ جِئْتُ
عَلَيْنَا يَوْمَ التَّجْرِ بِلَحْمٍ بَقَرٍ فَقُلْتُ مَا
هَٰذَا فَوَقِيلَ ذِكْرُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ عَنْ أَزْوَاجِهِ

(بخاری)

ان احادیث سے واضح ہوا جمع اور قرآن کی قربانی سے خود بھی کھا سکتا ہے۔ البتہ مذکورہ بالا اور دیگر احادیث کی قربانی
فوائد مسائل سے خود نہیں کھا سکتا، (۱) مدینہ میں ایک سال سخت قحط سال کی وجہ سے حضور علیہ السلام نے حکم دیا تھا کہ
قربانی کا گوشت خود کھاؤ اور تقسیم کر دو۔ تین دن سے زیادہ جمع نہ کرو۔ اس حکم کا مقصد یہ تھا کہ غریب امس مفلس لوگ زیادہ سے
زیادہ فائدہ اٹھا سکیں۔ آٹھ سال جب حاجت نہ رہی تو آپ نے اجازت دے دی کہ جب تک چاہو ذخیرہ کر کے رکھو
اور کھاتے رہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ قربانی کرنے والوں کو اختیار ہے کہ جتنی گوشت چاہیں ذخیرہ کر کے رکھ لیں اور کھاتے رہیں۔
اور جتنا چاہیں تقسیم کر دیں

(۲) مذکورہ بالا ذخیرہ کی قربانی کا گوشت خود نہیں کھا سکتا کہ یہ خالص فقر و احتیاج ہے۔

بَابُ الذَّابِحِ قَبْلَ الْحَلْقِ

باب قربانی کرنے کے بعد سر منڈانا چاہیے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ احادیث
میں کہ اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے صیافت کیا گیا کہ قربانی
سے پہلے کوئی سر منڈا لے لیا میا ہی کوئی کام

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا
قَالَ سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ عَلَنَ حَلْقٍ قَبْلَ أَنْ يَذْبَحَ وَنَجَّوْهُ

فَقَالَ لَحْدَهَ لَحْدَهَ
عَنِ ابْنِ جُرَاجٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ
نَبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُرِّتَ
قَبْلَ أَنْ أَرْبِيَ قَالَ لَحْدَهَ قَالَ ذَهَبَتْ
قَبْلَ أَنْ أَرْبِيَ قَالَ لَحْدَهَ

انگو بھیجے کر لے۔ آپ نے فرمایا کہ کوئی عورت لہجہ نہ کرے۔
حضرت ابن جریج رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انہوں
نے کہا کہ کسی آدمی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض
کیا کہ میں نے نبی سے پہلے طواف زیارت کیا۔ آپ نے
فرمایا کوئی عورت نہیں سہہ کرے۔
قرآنی کہی آپ نے فرمایا کہ

۲۱ حضرت ابن جریج سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے دریافت کرتے ہوئے
رَفِئْتُ قَبْلَ مَا أَلْمَسْتُ فَقَالَ لَحْدَهَ
قَالَ حَلَقْتُ قَبْلَ لَفَاخُو قَالَ لَحْدَهَ
(بخاری)

میں نے شام ہو جانے کے بعد ربی کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ کوئی عورت نہیں اس سے عرض کی۔ میں نے
قرآنی کرنے سے پہلے سر منڈا لیا ہے آپ نے فرمایا
کوئی عورت نہیں۔

ان امارت سے امام شافعی و احمد داہلی نے یہ استدلال فرمایا۔ کہ عورت نے دوسری ذی الحجہ کو نکاح کرتے ہیں۔ اگر
قائد مسائل ایک دوسرے سے موخر یا مقدم ہو جائیں تو کوئی عورت نہیں یہی معنی ایسا کہ عورت نے پہلے دم وغیرہ نہیں ہے حضرت
علامہ طحاوی و مجاہد کا بھی یہی نزدیک ہے۔ ————— اسکی بنا امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ ہے۔ مقدم یا آخر کی صورت میں
دم لازم آئے گا۔ اور کثرت پر دوم لازم نہیں آئے گا۔

احکام کا موقف یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ فرمایا ہے کہ لَحْدَهَ تو یہ معمول ہے گناہ کی نفی پر۔ نہ کہ نفی جسد اویہ پر۔
پہنچے خود حضرت ابن جریج و انصار والی حدیث کے دہائی ہیں انہوں نے بھی مطلب حدیث یہ ہی سمجھا ہے اور فرماتے ہیں کہ تقدیم و
تأخیر کی صورت میں دم لازم ہوگا۔

فائدہ: اس کے بعد امام بخاری نے حدیث ابو موسیٰ ذکر کی ہے جس کے مسائل باب من اهل فی منہن اجمعی صلی اللہ علیہ وسلم
وسلمہ الخ فی من پارہ ششم کے صفحہ ۱۱ پر بیان ہو چکے ہیں۔

اس حدیث میں عنوان کے مناسبت یہ الفاظ ہیں حَتَّى بَلَغَ الْهَلْدَى محلہ جس سے باب کا مطلب واضح ہوا کہ
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت تک احرام نہیں کھولا جب تک کہ قرآن اپنے محل مناسبت میں پہنچ جائے تو معلوم ہوا کہ قرآنی مقام پر
مقدم ہے لان ہلوی علیہ صلی اللہ علیہ وسلم عبد اللہ بن عبد اللہ۔ خاتمہ

لاحہ واضح ہو کہ یہ مخصوص تھا کہ وہ کسی دوسری تاریخ کو صامی کو پکار کر کام کرنے پر ملتے ہیں۔ یہی جہاد قرآنی ہے۔ حَتَّى یا قصیر طواف
مقتضی روایت، اوقات کے نزدیک ایسی ہی ترتیب نام ہے۔ اور مقصود پرچہ کو قرآنی واجب نہیں ہے تو مزید کے لئے کسی وقت میں۔ کوئی حال
کے لئے کسی۔ مگر وہ قرآنی ہی ترتیب نام ہے۔

بَابُ مَنْ بَكَدَ رَأْسَهُ عِنْدَ الْحَرَامِ وَحَلَقَ

باب احرام از سرے وقت بالوں کو چارنا لہذا احرام کھاتے وقت سر منڈاتا

عَنْ حَلْفَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ أَقْبَا
مَا لَيْتَ بِرَسُولِ اللَّهِ مَا شَأْنُ الْعَامِرِ
خَلَوْا بِمَنْ يَدُ لَمْ تَحْلِلْ أَنْتَ مِنْ عَمَلٍ
قَالَ أَرَأَيْتَ لَيْتَ رَأْسِي وَقَدْ لَدْتُ هَذَا فِي
خَلَا أَجَلَ حَتَّى أَتُخَوِّدَ رِمَارِي

حضرت حنفہؓ نے کیا رسول اللہؐ لوگوں کو کیا
ہوا کہ انہوں نے عمرہ کر کے احرام کھل ڈالا اور آپؐ نے
عمرہ کر کے احرام نہیں کھولا آپؐ نے فرمایا میں نے
اپنے بال جھانسنے اور زانی کے گلے میں ڈروالا
تھیں تو قرآن تک احرام نہیں کھول سکتا۔

اس حدیث سے واضح ہوا کہ کر کے بالوں کے منتشر ہونے کا اندیشہ ہو تو عید کر سکتا ہے۔ یہی عقول سے مناسبت ہے
لیکن حوا میں حلق کا ذکر بھی ہے۔ اور حدیث میں منیٰ کا ذکر بھی ہے۔ لیکن حدیث ابن عمرؓ جو آئندہ باب میں آ رہی ہے اس
میں منیٰ کا ذکر صحیحاً موجود ہے۔ علامہ مینی نے فرمایا ضروری نہیں ہے۔ کہ عقول کے تمام مسائل و رجوعان حدیث میں پائی جائیں۔
بلکہ اگر ایک بھی پایا جائے تو کافی ہے اور باقی مسائل کے لئے دوسری حدیث کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔

بَابُ الْخُلُقِ وَالتَّقْصِيرِ عِنْدَ الْإِهْلَالِ

باب احرام کھاتے وقت اہل منڈا یا کتہا

قَالَ تَأْنِمْ كَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ
عَنْهُ مَا يَقُولُ حَلَقَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَجَّتِهِ
عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ
وَسَلَّمَ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِلْمُحَلِّينَ قَالُوا وَ
لِلْمُقَصِّرِينَ قَالَ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِلْمُحَلِّينَ
قَالُوا وَ لِلْمُقَصِّرِينَ قَالَهُمَا لَشَأْنُ قَالَ
وَلِلْمُقَصِّرِينَ

نافعؓ نے کہا حضرت ابن عمرؓ رضی اللہ عنہما فرماتے
تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج میں اپنے
سر کے بال منڈائے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یا اللہ سر منڈانے والوں کو
بخش دے۔ لوگوں نے عرض کیا اور بال کترانے والوں
کو۔ آپؐ نے فرمایا یا اللہ سر منڈانے والوں کو بخش دے
لوگوں نے عرض کیا اور بال کترانے والوں کو آپؐ نے یہی
باری فرمایا اہل منڈا سے والوں کو۔ پھر جو بھی باقی فرمایا
اہل کترانے والوں کو۔

حضرت نافعؓ سے مروی ہے کہ جب اشدین عزیٰ
کہا صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہ کی ایک

در بخاری
عَنْ نَافِعٍ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ قَالَ حَلَقَ النَّبِيُّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَطَائِفَةٌ مِنْ

أَصْحَابِهِمْ وَقَصَّرَ نَعَضَهُمْ
عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ مَعَاذِ بْنِ جَعْفَرٍ أَنَّ اللَّهَ
عَلَيْهِمْ قَالَ كَخَفَرْتُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْشِي شَقِصًا

(بخاری)

جاہلت نے سر ملے اور بعضوں نے بال کترائے
حضرت ابن عباس سے مروی ہے۔ انہوں نے حضرت
معاویہ سے اشد تعالیٰ ان سب سے ماضی جو۔ ہر معاویہ
نے کہا میں نے رسول اللہ علیہ وسلم کے بال ایک
فیچی سے کترے۔

حق و تقصیر کے مسائل حلق کا مطلب ہے ملامت و ملامت اور تقصیر کے معنی بال کترانے کے ہیں۔ احرام سے باہر آنے کے
لئے حلق کرنا یا تقصیر دونوں جائز ہیں۔ البتہ خلق افضل و بہتر ہے۔ کیونکہ حضور علیہ السلام نے حجۃ الموضع

میں حلق کر لیا اور سر مونڈا۔ اہل اول کے لئے دعا ہے رحمت و مغفرت تین بار فرمائی اور کترانے والوں کے لئے ایک بار (۲)
بال کترنا میں تو سر میں جتنے بال ہیں ان میں کے چہارم بالوں میں سے کتر دیا ضروری ہے۔ اس لئے ایک برس سے زیادہ
کترنا میں کہ بال چھوٹے بڑے ہوتے ہیں کھسی ہے کہ چہارم بالوں میں سب ایک ایک پورا درختے ۳۲ جس کے سر کے بال نہ ہوں
اسے مستاجر اجماع ہے۔ رہ ہر سر میں پوڑے پختی ہوں تو حلق و تقصیر ساقط ہو گیا۔ اسے یا نہیں سب چیزیں حلال
ہو جائیں گی (۵) حاجی کے لئے حلق و تقصیر کا وقت ایام تحریر یعنی ۱۰-۱۱-۱۲ ہے اور افضل پیلادین یعنی دوسری ذی الحجہ ہے (۶)
گر بارہویں تک حلق و تقصیر نہ کیا تو دم لازم آئے گا کہ اس کھسنے کو یہ وقت ہے (۷) حلق و تقصیر کے بعد عورت سے صحبت کرنے کی نہایت
ہاتھ لگانے یا دیکھنے کے سوا اور کچھ احرام نے تمام کیا تھا سب مغل ہو گیا۔ اور عورت سے صحبت طواف زیارت کے بعد مغل ہو گی۔

فصل فی حلق عہد نبوی میں اگر عورت نے اس مضمون کی متعدد حدیثیں لکھی ہیں جن کا مضمون یہ ہے کہ حضور علیہ السلام نے اپنے بال لوگوں میں
تقیر فرمادیئے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ ان معادیت سے واضح ہوتا ہے کہ صحابہ کرام حضور علیہ السلام کے موئے بملک کو
متبرک سمجھتے تھے۔ اور حضور کے آثار شریفہ کی تعلیم و توفیر کرتے تھے۔

حضرت ابن سیون فرماتے ہیں:-

لَا يَكُونُ عَذَايَ شَعْرَةَ مِنْهُ أَحَبَّ إِلَى
مَنْ كَلَّ بِبَيْضَاءٍ وَصَفْرَاءٍ عَلَى وَجْهِهِ الْأَضْ
دَفِي بَطْنِهَا

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک بال مجھے
زمین اور اس میں ہر کچھ ہے سے زیادہ محبوب ہے

بَابُ تَقْصِيرِ الْمَمْتَرِ بَعْدَ الْحَرَمَةِ

باب تمتع کرنے والا عمرو کر کے بال کترائے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے انہوں
نے کہا جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو میں تشریف لائے

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ
لَمَّا قَامَ إِلَيْنَا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَلَكٌ

تو آپ نے اپنے صحابہ کو یہ حکم دیا کہ وہ میت امائد کا طواف اور صفا و مروہ کی سعی کر کے احرام کھول دالیں اور سر نہ ڈالیں یا بال نکھڑائیں۔

أَمَرَ أَصْحَابَهُ أَنْ يَطُفُّوا بِالْبَيْتِ وَيَصْلُفُوا
قَالُوا وَتَوَضَّعُوا لِيُحْلِلُوا أَدِلُّنَّ صَرَفًا
دھاری

واضح ہو کہ متمتع وہ ہے جو حج کے عین میں عمرہ کرے اور پھر اسی سال حج کا احرام باندھے۔ تنج کا طریقہ یہ ہے۔ رزام حج میں میتات سے عمرہ کا احرام باندھے اور عمرہ کے طواف و سعی سے فارغ ہو کر سر نہ ڈالے یا بال نکھڑائے۔ اور حلال ہو جائے۔ پھر انہوں نے ایک سے بعد طواف سعی کر کے وہیں ذی الحجہ کو قربانی سے۔

حدیث میں وہاں یہ مروے بعد از مندرجہ احوال طواف کے بیان ہے۔

بَابُ الزِّيَارَةِ يَوْمَ النِّحْرِ

باب۔ وہیں تا تاریخ کو طواف زیارت کرنا

طواف زیارت جیسے طواف اٹا منہ بھی کہتے ہیں یہ حج کے اعظم ارکان سے ہے۔ یہ طواف حج کا نہ سوارکن ہے۔ اس کے سات پھیرے کئے جائیں گے جن میں چار پھیرے فرض ہیں کہ میران کے طواف ہو گا ہی نہیں اور نہ حج ہو گا۔ اور پورے سات پھیرے کرنا واجب تو اگر چار پھیروں کے بعد ہی ہوگی سے حاج کرنا تو حج ہو گیا مگر ترک واجب کی وجہ سے دم لازم ہو گا اور ۱۲ اس طواف کے حکم بھی شرط ہے کہ پیشتر سے احرام باندھا ہو اور وقت کر چکا ہو۔ اور یہ طواف خود کرے تو اگر کسی اور نے اسے کھڑے پر اٹھا کر طواف کرانا تو اس کا طواف نہ ہو اگر خود نہ کر سکتا ہو شلٹے ہوئی ہو دم، اس طواف کا ذفت وہیں ذی الحجہ کی طرح فحش ہے اس سے قبل نہیں ہو سکتا اور اس طواف کے لئے جگہ طواف کے لئے نیت شرط ہے۔ اگر نیت دو طواف نہ ہو اور ۱۵ مکرور اٹھارہ میں اگر پھیر کی وجہ سے وہیں کو نہ جائیں تو کیا وہیں کو کر لیں اور جو گیا رہیں کو نہ ملے تو بارہ میں ذی الحجہ کو طواف زیارت کرے۔ اس کے بعد تا مندرجہ خبر گناہ ہے جو نماز میں ایک بکری قربانی کرنی ہوگی نہ، اس طواف کے بعد زمین حلال ہو جائیں گی اور حج پورا ہو گا۔ اور اگر یہ طواف نہ کیا تو طواف میں حلال نہ ہوں گی اگرچہ زمین گزر جائیں۔

حضرت عائشہ اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے طواف زیارت کو رات تک مبرا کر لیا۔ اور ابی حسان سے مشقول ہے کہ انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا کہ کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم طواف زیارت مٹی کے ذوال میں کرتے تھے۔

عَنْ عَائِشَةَ وَأَبْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا
أَخْبَرَاَنِ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
الزِّيَارَةَ إِلَى اللَّيْلِ دَيْدَنُ لَوْ عَنَ رَأَيْتُ
حَسَنًا عَنِ أَبِي عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا
أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ
يَزُودُ زِيَارَتَهُ بِكَامَرٍ مِثْلِي

فائدہ مسائل اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ حضور طواف اسلام نے طواف زیارت ذی الحجہ کی دس تا سچ دیرم آخر میں کیا۔

بَابُ الْفَتْيَا عَلَى الدَّلِيلَةِ عِنْدَ الْجَمْعَةِ

باب جمعرے کے پاس سواری پر سوار ہو کر لوگوں کو مسائل بتانا

حضرت عبداللہ بن عمرو سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع میں ٹھہرتے رہے۔ لوگ آپ سے مسئلے پوچھنے لگے۔ ایک شخص نے کہا میں نے علمی میں قرآنی سے پہلے سرمنڈا لیا۔ آپ نے فرمایا اب قرآنی کرنے کچھ حرج نہیں۔ دوسرا آیا اور بولا مجھ کو لوم نہ تھا میں نے می سے پہلے قرآنی کر لی آپ نے فرمایا اب اسی کرے کچھ حرج نہیں۔

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَفَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ فَمَعَلُوا بَيْنَهُمُ لُؤْلُؤَةً فَقَالَ رَجُلٌ لِمَا شَعَرْنَا فَعَلَقْتُ بَيْتِي أَنْ أَذْخُلَ قَالَ أَذْخُلُ وَلَا حَرَجَ لِي بِمَا أَفْعَزْتُ فَقَالَ لِمَا شَعَرْنَا لَكُنْتُ بَيْتِي أَنْ أَزِي تَلَا نَزِمٌ وَلَا حَرَجَ (بخاری)

اس حدیث کی ابتدا اسی جملوں سے امام بخاری نے یہ واضح کیا ہے کہ سواری پر فتویٰ دینا جائز ہے۔ اس حدیث کے مسائل فیوض البخاری پارہ ہفتم (باب الذبیحہ قبل الحلق) صفحہ ۳۶، ۳۷ پر گزر چکے ہیں۔ اور مطلقاً تفسیر کے مسائل کے لئے فیوض البخاری پارہ ہفتم (باب الحلق والتقصیر) صفحہ ۳۶ پر دیکھئے۔

بَابُ الْخُطْبَةِ لِيَا مَرِيئِي

باب رام مٹی میں خطبہ دینے کے متعلق

حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ذی الحجہ کی دسویں کو مدینہ میں خطبہ دیا اور فرمایا یہ کون دن ہے؟ صحابہ نے عرض کی کہ صومۃ والا دن ہے۔ فرمایا یہ کون سا شہر ہے؟ عرض کی کہ صومۃ والا ہینہ ہے۔ آپ نے فرمایا تمہارے خون تمہاری زندگی تم پر حرام ہیں۔ یہی اس دن کی اس شہر میں اس ہیروز میں حرام ہے۔ آپ نے یہ کلمات متعدد دفعہ ہر اسے۔ پھر انسان کی طرف سے اٹھایا اور

فرمایا یا اللہ! میں نے تیرا حکم پہنچا دیا۔ یا اللہ! میں نے تیرا حکم پہنچا دیا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا اُس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ آپ کی وصیت انجی امت کو یہی تھی کہ جو لوگ یہاں موجود ہیں وہ ان کو پہنچا دیں۔ جو یہاں نہیں ہیں۔ دیکھو میرے بعد ایک دوسرے کی گزروں اور کافروں کو جاننا۔

فَقَالَ اللَّهُمَّ هَلْ بَلَغْتُ اللَّهَ هَلْ بَلَغْتُ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَوْلًا لِي نَفْسِي بِيَدِ اللَّهِ أَرَأَيْتُمْ لَوْ صَدَّقْتُ رَأْيَ أُمَّتِي لَكُنْتُ بِرَأْيِ النَّبِيِّ لَا تَزُجُّوْا أَعْبَادِي كَمَا رَأَيْتُمْ رَبَّ بَعْضُكُمْ رِقَابُ بَعْضٍ (بخاری)

دیکھو کہ بات میں کو یاد ہو وہ دوسروں تک پہنچانے کی پریشانی کرتے ہیں۔

هَلْ يَنْبَغُ أَضْغَابُ السَّقَايَةِ أَوْ غَيْرُ هَذِهِ لِكَيْلِي مَنِي

باب منی کی باتوں میں جو لوگ کہ میں پانی پلاتے ہیں یا پھر کوئی کام کرتے ہیں وہ کون سا مسئلہ میں رہ سکتے ہیں؟
حضرت ابو جاس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ جناب عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور علیہ السلام سے منی کی باتوں میں کہ میں رہنے کی اجازت چاہی۔

وَمَنْ أَجْبَلَ سَقَايَتِهِ فَأَذِنَ لَهُ
اس لئے کہ وہ لوگوں کو پانی پلایا کرتے تھے آپ نے
ان کو اجازت دے دی۔

واضح ہو کہ وہی چند احداث کے نزدیک واجب ہے اور سختی میں رات گزارنا سنت ہے تو اگر کوئی مانت منی میں نہ رہے
مگر وہی ہمارے لئے جتنی میں آجائے تو اس پر دم نہیں ہے اور امام اہل سنت کہتے ہیں کہ دم واجب ہے اور امام شافعی یہ کہتے ہیں کہ اگر ایک
مات کسی دوسری جگہ گواہی تو ایک جگہ کو کھانا کھائے اور اگر حق کی تمام باتوں میں کسی اور جگہ رہا تو دم واجب ہے۔
واضح ہو کہ ۱۰-۱۱-۱۲ ذوالحجہ کی تاریخ منی میں بسر کرنا سنت ہے نہ مرد و عورت نہ کہ میں نہ راہ میں۔ ہندو جو شخص دس ایک سو سال
کو طواف کے لئے نکلتا ہے تو واپس آکر رات منی میں ہی گزارنی چاہئے۔

بَابُ رَمِي الْجِمَارِ

باب رمی الجمار کے وقت کے متعلق

وَقَالَ جَابِرٌ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ
وَمَسَلَتْهُ يَدَايَايَ حَتَّى وَرَمِي بَعْدَ ذَلِكَ
بَعْدَ الزَّوَالِ
اور حضرت جابر نے کہا کہ حضور علیہ السلام نے اذبحہ
پاشت کے وقت منی کی اور اس کے بعد کے دنوں
میں آفتاب ڈھلنے کے بعد۔

۱۱) حضرت وہاب سے مروی ہے کہ میں نے حضرت ابن عمر سے پوچھا انکثر علی کس وقت ماروی۔ انہوں نے کہا جب تمہارا امام
مارے ہم عمر ملے۔ میں نے پھر پوچھا تو انہوں نے کہا ہم وقت کی تاگ میں رہتے
حیاء اذ زالت الشمس ثم صليت الجمار۔

واضح ہو کہ حیا اور مکہ کے بیچ میں جگہ ستون بنے ہیں ان کو بھرا کہتے ہیں۔ پہلا جڑنی کے قریب ہے
جڑنی کی جگہ پہلا ہے۔ دوسرا جگہ کا تھوڑا سا پہاڑ ہے جو کہ مکہ سے قریب ہے۔ ثمرہ العقبة

۱۲) اس حدیث سے واضح ہوا کہ دوسری ذی الحجہ کو جمرہ العقبة کی رمی پاشت کے وقت کی جائے اور اس کے بعد کے
دنوں میں آفتاب ڈھلنے کے بعد۔

۱۳) دوسری حدیث کا امام مسلم نے موطا ذکر کیا ہے کہ حضور علیہ السلام نے دوسری ذی الحجہ کو

معدن۔ ذوالنفس کے بعد۔ وحقار اور ذوالنفس میں ہے کہ جو حق ذوالنفس کی ہی کا حکم ہے گیارہویں کی فوراً ہے
مگر سنوں یہ ہے کہ طلاق: آفتاب سے ذوالی کے بعد غروب تک ہزار اور غروب سے گیا سہریں کی فوراً تک مکہ۔ گیارہویں
کی فوراً سے طلاق: آفتاب تک مکہ کرو ہے۔ ملاحظہ یہ کہ سو سو کی فوراً کی ہی کا سنوں وقت طلاق: آفتاب سے ذوالی تک ہے
جبکہ گریٹ زیر بحث میں مذکور ہے ۵

رمی ہمارے مسائل: واضح ہو کہ کسی ذی الجرم اور کفر عرف برہمندی کی ہی کی جانے گی یا اس سے کسی دوسرے جسے کی ہی
انہیں ہے ۱۵) اہل وادی میں سے کھڑے ہو کر نیچے سے سات لکڑیاں جو ہر آدمی ہر لکڑی کاغذی طرح
اور اٹھانے کی شکل سے اللہ اکبر کہہ کر باریں۔ جو کہ کے اوپر سے کھڑے ہو کر نہ ماریں لکڑیاں اس طرح ماریں کہ جو تک پہنچیں۔ یا اس
سے تین اقدار صلہ تک کر پی اس سے زیادہ و دیگر کی تو شمار نہ ملے گی پہل لکڑی کے ساتھ تجویہ قطع کریں اور پہلی نہ پھریں
دی کے فوراً منقہ: الیہ: آمین ۵

بَابُ رَمِي الْجَمَارِ مِنْ بَطْنِ الْوَادِي

باب نالے کے نشیب میں کھڑے ہو کر کسکریاں ماریں

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ
رَمِيَ عَبْدُ اللَّهِ مِنْ بَطْنِ الْوَادِي فَقُلْتُ
يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ إِنَّ نَامًا يَزِيدُ مَوْتَهَا
مَنْ قَوَّضَهَا فَقَالَ وَالَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ
هَذَا أَمَّا هَذَا الَّذِي أَنْزَلَتْ عَلَيْهِ سُوْرَةُ
الْبَقَرَةِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
(بخاری)

عبد الرحمن بن یزید سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا
حضرت ابی مسعود نے نالے کے نشیب میں کھڑے
ہو کر کسکریاں ماریں۔ میں نے کہا اے ابو عبد الرحمن
بعض لوگ قیادہ دہی کھڑے ہو کر است میں۔ انہوں
نے کہا اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں
ہے اس مقام سے اس کیستی نے لکڑیاں ماری تھیں
جس پر سورہ بقرہ اتاری صلی اللہ علیہ وسلم۔

یعنی دسویں ذی الحجہ کو جبرۃ العقبة کی دی نشیب میں کھڑے ہو کر کرنی سنوں ہے اور سورہ بقرہ کا خاص طرح پاس لے
نام لیا کہ اس میں حج کے احکام زیادہ مذکور ہیں ۵

بَابُ رَمِي الْجَمَارِ يَسْتَبْعِمُ حَصِيَّاتٍ

باب ہر جبرہ پر سات لکڑیاں مارنی چاہئیں

بَابُ يَكْبُرُ مَعَ كُلِّ حَصَاةٍ

باب ہر لکڑی مارنے پر اللہ اکبر کہے

بَابُ مَنْ رَمَى جَمْرَةَ الْعُقْبَةِ فَجَعَلَ الْبَيْتَ عَنْ يَسَارِهِ

باب جو عقبہ کو لکریاں مارے وقت بیت اللہ کو بائیں طرف کرنا

بَابُ مَنْ رَمَى جَمْرَةَ الْعُقْبَةِ وَلَمْ يُقِفْ

باب جو عقبہ (نہرے شیطانی) کو لکریاں مار کر وہاں نہیں ٹھہرا چاہیے

(۱) قَالَ الْإِمَامُ عُثْمَانُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنِ | اس کو حضرت عہد اللہ ہی عمر رضی اللہ عنہما نے یہی مصلی
النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ | اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔

ابن عمر ان کے اعتقاد میں ایک ہی ضرورت کی حد میں ذکر کرتے ہیں۔

عہد الرحمن بن یزید کہتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عہد اللہ بن مسعود کے ساتھ حج کیا۔ تو دیکھا کہ ابن مسعود نے جمرہ عقبہ کو سات لکریوں بائیں۔

تو آپ نے کہہ معطلہ کہ بائیں جانب کیا اور بائیں کو ڈھیرا
جانب اور سات لکریاں بائیں اور فرمایا اسی طرف
انہوں نے یہی کیا اور پھر سورہ بقرہ نازل ہوئی۔

جب عہد اللہ بن مسعود نے بڑے جمرے پر لکریاں
بائیں طرف نالہ کے نشیب میں گئے۔ جب درخت کے
برابر پہنچے تو اڑے ہو گئے اور سات لکریاں بائیں ہر
لکری مارے وقت اللہ اکبر کہا۔ پھر کھینچے گئے قسم
اس کی جس کے سوا کوئی پوجنے کے لائق نہیں۔ یہیں
وہ کھڑے ہوئے تھے جن پر سورہ البقرہ اتاری۔

(بخاری)

فَجَعَلَ الْبَيْتَ عَنْ يَسَارِهِ وَمِنْهُ عَنِ يُؤْمِنُهُ

(۲) حِينَ رَمَى جَمْرَةَ الْعُقْبَةِ كَمَا سَيُطَبَّرُ
الْقَوْمُ حَتَّى إِذَا أَحَادَى بِالشَّجَرِ
أَعْرَضَهَا قَرْنِي بِسَبْعِ حَصَيَاتٍ يَكْبُرُ
مَعَ كُلِّ حَصَاةٍ قَدْ قَالَ مِنْ هَهُنَا
قَالَ هِيَ لِلَّهِ فَتَرَوْا قَامَ الشَّيْءُ
أَنْزَلَتْ عَلَيْهِ سُورَةُ الْبَقَرَةِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ابن ابی حاتم سے واضح ہوا کہ رمی سات لکریوں سے کی جائے وقت رمی اللہ اکبر کیا جائے۔ وقت رمی جمرہ عقبہ
بیت اللہ کو بائیں طرف اور منی کو دائیں طرف کیا جائے۔ اور یہ کہ جمرہ عقبہ کی سی کے بعد وہاں نہ ٹھہریں۔ رمی کر کے فوراً
منی والیں آجائیں۔ جیسا کہ اوپر تفصیل سے بیان ہوا۔

خاندان جمرہ عقبہ اور جمرہ سے چار باطل میں مبتلا ہے۔ اذیل یکہ یوم النحر میں صرف اس کی رمی کی جاتی ہے۔ دھم
یکہ جو عقبہ کی رمی کا سنون وقت پشت کا وقت ہے تو یہ کہ نشیب میں کھڑے ہو کر اس کی رمی کی جائے۔ چارم یہ کہ دعا وغیرہ
کے لئے اس کے پاس نہ ٹھہرا جائے۔
تینوں دوسرے جمرہ کے کراں کے پاس دعا کے لئے ٹھہرتے ہیں

(۲) مجددِ جمہور کو بھی کہتے ہیں اسی مقام پر حضور علیہ السلام نے انصار سے بیعت لی تھی جسے بیعتِ عقبہ کہتے ہیں۔

بَابُ إِذْ أَرْمَى الْجَمْرَتَيْنِ يَقُومُ وَيَسْهَلُ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ

باب جب پہلے اور دوسرے جمرے کو نکلواں مارے تو قوم زمین پر قبلہ رخ کھڑا ہو

بَابُ رَفْعِ الْيَدَيْنِ عِنْدَ جَسَرِ الدُّنْيَا وَالْوُطْطَى

باب پہلے اور دوسرے جمرے کے پاس دعا کے لئے اٹھ اٹھانا

بَابُ الدُّعَاءِ عِنْدَ الْجَمْرَتَيْنِ

باب پہلے دو جمروں کے پاس دعا کرنا

ان عنوانات کے تحت بھی نام بخاری نے ایک ہی مضمون کی مثالیں دی ہیں جن میں سے دو ذکر کی جاتی ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے

کہ وہ پہلے جمرے پر سات نکلواں مارے۔ پھر

انکرا کر کہتے ہیں۔ پھر آگے بڑھ کر دوم دہوا زمین

میں آجاتے اور قبلہ کی طرف منہ کر کے دیر تک کھڑے

رہتے اور دونوں اٹھ اٹھا کر دعا کرتے پھر دوسرے

جمرے کو نکلواں مارے پھر اپنی طرف پل کر دوم زمین

میں آجاتے اور قبلہ کی طرف منہ کر کے دیر تک کھڑے

رہتے اور دونوں اٹھ اٹھا کر دعا کرتے۔ پھر چوتھے

نوا سے کہتے ہیں اگر نکلواں مارے گا تو اس

کے پاس نہ ٹھہرتے پھر وہاں سے چل دیتے اور کہتے

کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا ہی کرتے

دیکھا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما پہلے جمرے پر

سات نکلواں مارے تھے اور پھر کبریٰ مارے وقت

اللہ اکبر کہتے۔ پھر آگے بڑھ کر دوم دہوا زمین

پلے جاتے اور قبلہ رخ کھڑے ہو کر بڑی دیر تک

(۱) عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ

كَانَ يَرْمِي الْجَمْرَةَ عِنْدَ نَبِيٍّ يَسْبِغُ حَصِيًّا

يَكْبُرُ عَلَى كُلِّ حَصَاةٍ ثُمَّ يَقْعُدُ

حَتَّى يَسْهَلُ فَيَقُومُ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ

فَيَقُومُ طَوِيلًا وَيَسْهَلُ وَرَفَعَ يَدَيْهِ

ثُمَّ يَرْمِي الْوُطْطَى ثُمَّ يَأْتِي دَاخِلَ الْبَيْتِ

فَيَسْهَلُ وَيَقُومُ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ

فَيَقُومُ طَوِيلًا وَيَسْهَلُ وَرَفَعَ يَدَيْهِ

ثُمَّ يَرْمِي الْجَمْرَةَ ذَاتَ الْعَقَبَةِ بِحَبَا

بَطْنٍ أَوْ دُونَ يَهْتَافُ عَنِهَا شَرْطًا

يُنْصَرِفُ فَيَقُولُ هَكَذَا أَرَأَيْتَ أَجَبِي

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُهُ

(۲) أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْوَلِيدِ رَضِيَ اللَّهُ

عَنْهُمَا كَانَ يَرْمِي الْجَمْرَةَ الدُّنْيَا بِسَبْعِ

حَصَاةٍ ثُمَّ يَرْمِي رَجُلًا حِمَاةً حَتَّى

يَقْعُدَ ثُمَّ يَسْبِغُ فَيَقُومُ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ

بِالْحَيَاتِ الْآفَةِ خُفِّفْ عَنْهَا الْعَاقِبَتِ
 (بخاری)

انگریز: میت اللہ پر ہولینے طاعت و دھار کیلئے بعض
 وال عورت کے لیے خف کی کمی ہے۔

طواف وداع | جسے طوافِ نعت بھی کہتے ہیں یہ مکہ سے زمعی کا طواف ہے۔ یہ طواف ہے۔ ایسا رہنے والوں پر واجب ہے۔
ادھر مکہ والے اور یہ طواف کا کدہ بندہ بنے والوں پر طوافِ نعت واجب نہیں ہے۔ یہ طواف اگر بوقتِ نعتِ عمرہ
یعنی یا نفل سے ہو تو اس پر بھی طوافِ نعت واجب نہیں۔ یہ طواف ہے رُحْل و سِی و اضطیاح بکھلایا جانے کا۔ البتہ طواف کے
بعد پستودہ دو رکعت مقامِ ابراہیم میں پڑھی جائے گی۔

عَمَّا قَلِيلًا مِّنَ الَّذِينَ يَدْعُونَ إِلَى الْبَرْزِ
اللَّهُ عَنْهُ حَزَنٌ إِنَّ الَّذِينَ هُمَا عَلَى اللَّهِ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
الْمُعَرَّبَ وَالْمُعَرَّبَ ثُمَّ رَفَعَهُ إِلَى اللَّهِ
وَالْمُعَرَّبَ إِلَى اللَّهِ ثُمَّ رَفَعَهُ إِلَى اللَّهِ

حضرت قتادہؓ سے مروی ہے اہی سے حضرت ملائ
بن الحکام رضی اللہ عنہ نے یہ بیان کیا کہ اگر بنی النضر علیہ السلام
نے فتح ہجرہ مغرب اللہ و مشاء کی نمازیں پڑھیں پھر کعبہ
میں لوٹنے پر ہر سوا، ہر کعبہ بیت اللہ شریف لے گئے اور
اس کا طرف کیا۔

فوائد و مسائل (۱) اسی حدیث کی فقہانی سے مناسبت یہ ہے کہ اس میں طہاف سے مراد طہاف کو دہرا ہے۔ مصعب، منیٰ اور دیگر کرمہ کے درمیان بہت اصل کے قریب وسیع میدان کا نام ہے۔ اسی کو کھجور اور حبیبہ امی کہتے ہیں۔ وہاں لنگڑیاں بہت ہوتی ہیں (۲) مٹی ہمارے بعد کو ۱۰۰ ذی الجوز مٹی سے رخصت ہو کر حبیبہ کو کھڑا مٹی جو تودادی مصعب میں کچھ دیر ٹھہرا منسوب ہے۔ اصناف میں یہ ہے کہ حشاء تک ناز نہیں بیٹھیں پھر اسی اور ایک نیکو لے کر کہ معتزل میں داخل ہو۔

بَابُ إِذَا حَاقَتْ الْمَرْأَةُ بَعْدَ مَا أَفَاضَتْ

باب بیگم طواف زیارتہ کے بعد عورت کو حیض ۲ چاہئے

مطلب: خدا کا یہ ہے کہ اگر طلاق نہ ملے تو بعد عورت کو حیض آجائے تو حجاب ادا مخلوف ہے، تو کیا اس پر طلاق و دواغ واجب ہے گا یا بسبب حیض کے ساقط ہو جائے گا، یہ کہ وجہ کی صورت میں اس کی تلافی دے کر بچے کی پائی نہیں۔

[illegible]

محکم دلائل سے مزین و متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّ سَيِّدَ رَجُلٍ
يُسَمَّى حَبِيبَ بْنَ رَجَاءٍ الْكَلْبِيِّ سَمِعَ اللَّهَ قَدْ نَزَلَ
وَسَلَّمَ حَاضِرًا فَقَالَ لَهَا يَا ابْنَةَ أَبِي سَلَمَةَ
سَلِّمْ عَلَى اللَّهِ فَإِنَّهُ سَلَّمَ عَلَيْكَ فَكُلَّيْكَ
بِهِ قَالَ أَلَا الْوَلَدُ أَكَاخُتُ قَالَ قُلَا لَهَا
مَنْ يَعْلَمُ مَا أَنَّ ابْنَ ابْنِ لَدُنْكَ يَمُوتُ مَاتُوا
ابْنُ عُبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا مَاتَ ابْنُ عُبَّاسٍ
كَانَتْ لَمَّةٌ مَاتَتْ عَالٌ لَمَّةٌ مُفْضَرٌ
قَالُوا لَا تَأْخُذْ بِقَوْلَيْهِ وَكَذَلِكَ قَوْلُ
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلُوا
فَقَدْ مَوَّالِدِيكُمْ فَكُلُّكُمْ لَكُمْ فَكُلُّكُمْ
سَالِكُوا أَمَّا سَلِيمٌ فَدَنَّا كَرِهَتْ حَدِيثُ
صَفِيَّةَ

(بخاری)

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ
رَجُلًا يَسْمَى ابْنَ رَجَاءٍ إِذَا أَتَا صَمَّتْ
عَالُهُ سَمِعَتْ ابْنُ عُمَرَ يَقُولُ بَعْدَ لَا
تَنْفِرْ لَمْ سَمِعَتْ يَقُولُ بَعْدَ ابْنِ
الْكَلْبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَضِيَ
لَهُ

(بخاری)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پری حبیبت بنو کلبین کا بیٹا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا کرگیا۔ آپ نے فرمایا کیا اس کا روک رکھے گی تو انہوں نے کہا وہ طہریہ لایا کر لیا ہیں۔ آپ نے فرمایا پھر کوئی بات نہیں۔

حضرت عروہ سے مروی ہے کہ مدینہ والوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ کسی عورت کو طہریہ لایا ہے کرنے کے بعد زمین آئے تو وہ کیا کہے؟ آپ نے ان سے فرمایا وہ چلے آئے (طہریہ جو اسے ضروری نہیں ہے) وہ کہنے لگے تم کہا ہے تو ان پر زید بن عباس کا قول چھوڑ کر اس میں کوئی گمراہی نہ کیا پھر جب تم مدینہ پہنچو تو وہاں لوگوں سے یہ مسئلہ پوچھنا۔ لوگ مدینہ میں آئے تو وہاں لوگوں سے پوچھا اب میں اُم سید بن عباس انہوں نے حضرت صفیہ کی حدیث بیان کی (جو ابھی گزری ہے)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے انہوں نے فرمایا اگر عائشہ عورت طہریہ لائی کہ کسی بو تو اس سے ملے گا تو اس نے کہا میں نے ابن عمر سے مشاودہ کہتے تھے کہ بغیر طہریہ اور اس کے کوئی نہ کرے۔ پھر میں نے ان سے مشاواہ کے انتقال سے ایک سال پہلے (وہ کہتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی حالت میں غرضی کو اجازت دی ہے۔

ان احادیث سے واضح ہوا کہ طہریہ و دواعیہ عائشہ اور عائشہ والی سے ماقابل ہے۔

۱۱) حضرت ابن عمر کا اجتہاد میں یہی فتویٰ تھا کہ اگر عائشہ نہ طہریہ و دواعیہ کے نہیں جاسکتی۔ ایکو جب انہیں معلوم ہوا کہ حضور طہریہ السلام نے بیچ و خاص والی عورت کو رخصت و طہریہ لائی ہے تو آپ نے اپنے پہلے قول سے پھر ایک بار رخصت کے قائل ہو گئے۔ اس سے واضح ہوا کہ اس معاملہ میں بھی حضور طہریہ اسلام کا حکم ماننا ضروری ہے اور اس فتویٰ کو

اجتہاد ہی رائے کو چھوڑ دینا واجب ہے۔

بَابُ مَنْ صَلَّى الْعَصْرَ كَوْنَهُ النَّفَرِ بِالْأَبْطَحِ

باب کوئی کے دن عصر کی من از ابط (محبوب) میں پڑھنا۔

اس عنوان کے تحت امام بخاری نے حدیث انس رضی اللہ عنہ کے لیے جن کا مضمون یہ ہے کہ حضور علیہ السلام نے یوم الترویج میں ظہر کی نماز منیٰ میں اور رکوع سے کوئی کے دن ۱۲ یا ۱۳ ذوالحجہ کو عصر کی نماز
صَلَّى الْعَصْرَ كَوْنَهُ النَّفَرِ قَالَ بِالْأَبْطَحِ (بخاری) | ابط میں اور افراتی۔
(۲) اُمّہ حضرت انس ہی سے مروی ہے کہ حضور علیہ السلام نے ظہر و عصر و مغرب و شام محبت میں پڑھی۔ پھر تھوڑی دیر آرام
کیا فرما رہے پھر نماز کعبہ روانہ ہوئے اور طواف کیا۔ (بخاری)

بَابُ الْمُحَصَّبِ

باب محبت میں آنے کے متعلق۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی علیہ السلام (منیٰ سے غامد ہو کر) محبت میں ایک منزل کرنے والوں، اس نے ٹھہرے
يَكُونُ أَنْ مَخَّ لِيُخْرِجَهُ لَيْحِي الْأَبْطَحِ (بخاری) | کہ دلوں سے مدینہ کو جانا آسان ہوتا۔
(۲) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا۔

محبت میں اتنا راج کا کوئی رک نہیں ہے محبت
ایک منزل تھی جہاں حضور علیہ السلام آکر آتے تھے۔

لَيْسَ الْمُحَصَّبُ بِشَيْءٍ إِلَّا هُوَ مَنَزِلٌ
نَزَّلَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

(بخاری)

واضح ہو کہ ابط۔ محبوب۔ ابطاً۔ اذنیف بنی کنانہ ایک ہی جگہ کے نام میں حضور علیہ السلام جب منیٰ سے کوچ فرماتے
تھے تو محبت میں ٹھہرتے تھے اذنیف بنی کنانہ کی نماز اور افراتے اور کچھ دیر آرام فرماتے تھے۔ تو اگرچہ محبت میں اترا
رج کے رک سے نہیں ہے مگر حضور سید عالم نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں دلوں اترا منوں ہے اور باعث فیرو
برکت ہے چنانچہ سیدنا صدیق اکبر و حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی محبت میں ٹھہرا کرتے تھے

بَابُ النَّزُولِ بِبَيْتِي طَوِي تَبْلُ لَنْ يَدْخُلَ مَكَّةَ

باب کہ میں داخل ہونے سے پہلے ہی میں اترا (جو کہ کہ متعلق)

وَالنُّزُولُ بِالطَّحَاةِ (التي يَدَى الْحَلِيفَةِ) | آند جب کہ سے (دینہ کو لکھتے) تو اس لکھنے میدان میں
اذا ارجع من مكة۔
ٹھہرا جو ذوالحلیفہ میں ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو کہہ کر جاتے ہوئے لات قوی طوی میں ٹھہرتے تھے اور ج و عد سے باہر ہو کر جب

میں سے آتے تراجم اور نسخی لکھا میں ٹھہرتے جزا الخلیفہ میں ہے جہاں تحصیل اپنی اولیٰ بھیجا کرتے تھے۔ (بخاری، خلاصہ حدیث)

بَابُ مَنْ نَزَلَ بِذِي طَوًى إِذَا رَجَعَ مِنْ مَكَّةَ

باب۔ کہ سے روٹتے وقت میں ذی طوی میں اترنا۔

اس عنوان کے تحت میں امام نے حدیث نافع ہی ذکر کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ابن عمر جب مدینہ سے مکہ کے وقت ذی طوی میں گذرتے صبح کو کرکین داخل ہوتے۔ اُن کے سے روٹتے وقت ذی طوی میں رات کو ٹھہرتے اور فرماتے تھے کہ۔

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَفْعَلُ ذَلِكَ۔

حضور علیہ السلام بھی ایسا ہی کرتے تھے۔

ان احادیث سے واضح ہوا کہ میں دخول و خروج کے وقت ذی طوی وغیرہ میں ٹھہرنا اور رات گزارنا۔ اگر کرج کے ارکان سے نہیں ہے لیکن اتباع نبوی میں ان مقامات پر ٹھہرنا مسئلہ ہے صحابہ کرامؓ سنت نبویؐ کے اتباع ہی میں ان مقامات پر اترتے تھے۔

بَابُ التَّجَارَةِ أَيَّامَ الْمُوسِمِ وَالْبَيْعِ فِي أَسْوَاقِ الْجَاهِلِيَّةِ

باب کرج کے دنوں میں تجارت کرنا اور زمانہ جاہلیت کے بازاروں میں خرید و فروخت کرنا جگہ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا۔ ذوالحجہ اور مکہ کا زمانہ جاہلیت کے لوگوں کی مشایخ میں جب اسلام کا زمانہ آیا تو لوگوں نے (رج کے دنوں میں) تجارت کرنا بڑا سمجھا۔ تو (سیدہ بقرہ) یہ آیت نازل ہوئی کہ رج کے دنوں میں اللہ کا فضل و عزت نہ (تجارت نہ) میں تم پر کوئی گناہ نہیں ہے۔

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا كَانَ ذُو الْحِجَاةِ وَعَظَمُ مَجْمَعِ النَّاسِ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَلَمَّا حَارَبَ الْأَسْلَامُ كَانَتْهُمْ كَرَهُوا إِذَا لَكَ خُتُّ نَزَلَتْ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَبْتَغُوا فَضْلًا مِنْ رَبِّكُمْ فِي أَيَّامِ الْمُوسِمِ الْحُجَّجِ۔ (بخاری)

فوائد مسائل اسطبل ہے کہ کرج کے موسم میں ان بازاروں میں تجارت جائز ہے صحابہ کرامؓ نے ایام حج میں تجارت کو اپنا نہیں سمجھا اس پر مذکورہ بالا آیت نازل ہوئی۔

بَابُ الْأَدْلَاجِ مِنَ الْمُحْصَبِ

باب محصب سے اخیر رات کو چلنا

الادلاج کے اخیر رات میں چلنے کو کہتے ہیں۔ اس منوال کے تحت امام بخاری نے وہی حدیث ذکر کی ہے جس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ حضرت عائشہؓ سے اخیر رات میں روانہ ہونے تھے۔

بَابُ الْعُمْرَةِ - وَجُوبُ الْعُمْرَةِ وَفَضْلُهَا

باب عمرہ کے بیاں میں عمرہ کا واجب ہونا اور اس کی فضیلت

اُدحضت ابی عمر رضی اللہ عنہما لے کہا کہ ہر شخص پر ایک حج اور ایک عمرہ واجب ہے اُدحضرت ابی عباس رضی اللہ عنہما نے کہا اللہ نے اپنی کتاب میں عمرہ کرج کے ساتھ لکھا ہے (سورہ بقرہ میں فرمایا) اور حج اور عمرہ کو اللہ کے لئے پورا کرو۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ایک عمرہ سے دوسرے عمرہ تک جتنے چاہے جو رہیں وہ سب عمرہ تھے دور ہر جا کے ہیں اور قبول حج کا بلکہ جنت کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔

وَقَالَ ابْنُ عُثْمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا لَيْسَ أَحَدٌ إِلَّا وَعَلَيْهِ حَجَّةٌ وَعُمْرَةٌ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا إِنَّمَا الْفَرِيضَتَانِ فِي كِتَابِ اللَّهِ وَاتِّمَمَ الْحَجُّ وَالْعُمْرَةُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْعُمْرَةُ إِلَى الْعُمْرَةِ كَفَّارَةٌ تَبَاءُ بَيْنَهُمَا بِالْحَجِّ الْمُبْرُورِ لَيْسَ لَهُ جَزَاءٌ إِلَّا الْجَنَّةُ۔

بَابُ مَنْ أَعْتَمَرَ قَبْلَ الْحَجِّ

باب حج سے پہلے عمرہ کرنا

عکرمہ بن خالد نے حضرت ابی عمر رضی اللہ عنہما سے حج سے پہلے عمرہ کرنے کے بارے میں دریافت کیا انہوں نے جواباً فرمایا۔ کوئی حرج نہیں۔ عکرمہ نے کہا کہ حضرت ابی عمرہ نے فرمایا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حج سے پہلے عمرہ کیا تھا۔

عَنْ عِكْرِمَةَ بْنِ خَالِدٍ سَأَلَ ابْنَ عُثْمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنِ الْعُمْرَةِ قَبْلَ الْحَجِّ فَقَالَ لَا بَأْسَ فَسَأَلَ عِكْرِمَةُ قَالَ ابْنُ عُثْمَرَ أَعْتَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ أَنْ يَحُجَّ۔

فوائد و مسائل (۱) احناف کے نزدیک عمرہ واجب ہے جیسے مقدمہ نظر۔ عید الفطر کی قربانی اُدوتر واجب ہے (۲) امام شافعی عمرہ کو فرض قرار دیتے ہیں۔ ولائی کی تفصیل کے لئے بدائع الصنائع جلد ۲ صفحہ ۲۷۲ دیکھیے (۳) اس کے شرائط واجب وہی ہیں جو حج کے ہیں۔ وہی عمرہ کا دکن طواف ہے کتاب مجری میں فرمایا ولیو فو بالبيت العتيق اُداس پر اجماع بھی ہے۔ (۴) شرائط رکں وہی ہیں جو کرج کے ہیں مگر عمرہ کے لئے کوئی دقت مقرر نہیں ہے اشہر الحج اُداس کے علاوہ مہینوں میں عمرہ کر سکتے ہیں۔ البتہ یوم عرقہ۔ یوم النحر اور یام تشریق میں عمرہ کرنا مکروہ ہے (۵) سعی وعلق عمرہ کے واجبات سے ہیں۔ زیر عنوان حدیث سے عمرہ کی فضیلت واضح ہوئی۔ حج سے پہلے ہی عمرہ کر سکتے ہیں خیرہ تفصیل کے لئے نیرن بہار ہی۔ پاہ ششم فکرا تا ملاک اخطا فرمائیے۔

بَابُ كَيْفَ اعْتَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کتنے عمرے گئے ہیں!

عجائز نے کہا میں اودعربہ بن زبیر دونوں مسجد نبویؐ میں تھے۔ وہاں دیکھا کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضرت عائشہؓ کے قبر سے کہیں بیٹھے ہیں اور کچھ لوگ مسجد میں اشراق کی نماز پڑھ رہے تھے ہم نے عبداللہ سے پوچھا کہ اشراق کی نماز پڑھنا کیسا ہے۔ انہوں نے کہا۔ بدعت ہے۔

عَنْ تَجَاهِدٍ قَالَ دَخَلْتُ أَنَا وَعُرْوَةُ ابْنُ الزُّبَيْرِ الْمَسْجِدَ إِذَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا جَالِسٌ إِلَى الْحَجْرَةِ عَالِيَةً وَإِذَا نَاسٌ يَقُفُونَ فِي الْمَسْجِدِ صَلَاةَ الصُّبْحِ قَالُوا لَنَا عَنْ صَلَاتِهِمْ قَتْلًا بَدْعًا

پھر پوچھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنے عمرے کئے انہوں نے جواب دیا۔ چار۔ ایک رجب میں کیا تھا۔ ہم نے ان کی بات کا ثابرا جانا اتنے میں ہم نے مجھ میں جناب عائشہؓ کی آواز سنی تو عربہ نے پکار کر کہا۔ اسے والدہ محترمہ ایمان والوں کی مائے آپ نہیں سنیں، ابو عبدالرحمان ابن عمرؓ کیا کہہ رہے ہیں۔ انہوں نے پوچھا کیا کہہ رہے ہیں؟ عربہ نے کہا یہ ہی کہ حضور نے چار عمرے کئے تھے۔ ان میں سے ایک رجب کے مہینے میں کیا تھا۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا اللہ عبدالرحمنؓ پر رحم کرے آپ نے کوئی عمرہ ایسا نہیں کیا جس میں ابو عبدالرحمنؓ موجود نہ ہوں اور رجب میں تو آپ نے عمرہ کیا ہی نہیں۔

حضرت قتادہ سے مروی ہے کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ وقت کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنے عمرے کئے؟ انہوں نے کہا۔ چار۔ ایک تو حدیبیہ والا عمرہ ذوالقعدہ کے مہینے میں جہاں پر مشرکوں نے آپ کو روک دیا تھا اور دوسرا آنندہ سال میں اس عمرے کی تقاضا ذوالقعدہ میں جب اب سے صلح کی ہے۔ تیسرا جمرانہ کا عمرہ جب کہ جنگ خندق کا مال غنیمت آپ نے تقسیم کیا۔ (جو حجاج کے ساتھ) میں نے پوچھا ج کتنے کئے؟ انہوں نے کہا ایک۔ حضرت قتادہ سے مروی ہے انہوں نے کہا میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا تو انہوں نے جواب دیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک تو حدیبیہ والا عمرہ سے مشرکوں نے آپ کو روک دیا۔ اور دوسرا آنندہ سال حدیبیہ والا عمرہ اور تیسرا ماہ ذوالقعدہ اور چوتھا عمرہ حج کے ساتھ کیا۔

عَنْ قَتَادَةَ سَأَلْتُ أَنَسًا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ كَيْفَ اعْتَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَرْبَعَ عُمَرَةٍ أَحَدُ بَيْتَةٍ فِي ذِي الْقَعْدَةِ حَيْثُ مَدَّكَ الْمُشْرِكُونَ وَ عُمَرَةً مِّنَ الْعَامِ الْمُقْبِلِ فِي ذِي الْقَعْدَةِ حَيْثُ سَأَلَهُمْ وَعُمَرَةً أَكْجَرَانَةً إِذْ قَسَمَ غَنِيمَةً أَرَاهُ حِينَ قُتِلَ كَعْبُ حِجَجٍ قَالَ وَاحِدَةً عَنْ قَتَادَةَ قَالُوا سَأَلْتُ أَنَسًا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَقَالَ اعْتَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَيْثُ دَخَلَهُ مِنَ الْقَابِلِ عُمَرَةً أَحَدَ بَيْتَةٍ وَعُمَرَةً فِي ذِي الْقَعْدَةِ وَعُمَرَةً مَعَ حَجَّتِهِ

(بخاری)

قائد و مسائل ۱۶۱ واضح ہوا کہ حضور علیہ السلام نے چار عمرے قربا دیں۔ (۲) ابو عبد الرحمن حضرت ابن عمر کی روایت ہے جناب عائشہ نے صرف رجب میں عمرہ کا انکار کیا اور باقی عمر کے قول کو نسایاں پر محمول فرمایا کہ ان کے لئے دعائی — پچا فخر حضرت عائشہ کے انکار پر جناب ابن عمر کا سکوت بھی اس امر پر دال ہے کہ ان کو بھی اس معاملہ میں اشتباہ اور جھل بر گئی تھی۔

(۲) تعداد عمرہ میں اختلاف دراصل اعتباری ہے بعض نے عمرہ حدیبیہ کو اس لئے شمار نہیں کیا کہ وہ پورا نہیں ہوا تھا۔ حجتہ الوداع دلا عمرہ عدم تیز کو جو کہ سے اودھجئے کہ عمرہ اس لئے شمار نہیں کیا کہ وہ رات میں واقع ہوا تھا۔ تاہم (۳) چھتر آئندہ - طائف اور مکہ کے درمیان واقع ہے۔ مکہ سے یہ جگہ زیادہ قریب ہے۔ حنین مکہ سے تین میل کے فاصلہ پر ایک بادی کا نام ہے۔ حدیبیہ مکہ مکرمہ کے قریب ایک جگہ کا نام ہے وہاں ایک کنواں تھا۔ اسی مقام پر حضور علیہ السلام نے چودہ سو یا ستر سو صحابہ کرام کو بیعت فرمایا تھا۔

بَابُ عُمْرَةٍ فِي رَمَضَانَ

باب رمضان میں عمرہ کرنا

اس مہینہ کے اہل امام بخاری نے جو حدیث نقل کی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضور علیہ السلام نے انسا کی ایک حدیث سے فرمایا تو ہمارے ساتھ کچھ یوں نہیں کرتی تو اس نے مذہب پیش کیا۔ آپ نے فرمایا۔
ذَا كَانَ رَمَضَانَ اَعْتَقُوا فِيهِ عَمَلَاتِ عُمْرَةٍ فِي رَمَضَانَ حَجَّةٌ (بخاری)
 جبکہ رمضان کا مہینہ آئے اور اس میں حج کر کے نہ
 رمضان میں عمرہ کا ثواب حج کے برابر ہے۔
 اس حدیث سے واضح ہوا کہ رمضان میں عمرہ کا ثواب حج کے برابر تھا ہے اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ رمضان میں عمرہ کرنے سے فرض حج ادا ہو جائے گا۔

بَابُ الْعُمْرَةِ لَيْلَةَ الْحَضِيَّةِ وَغَيْرِهَا

باب عہد کی رات میں یا اُد کسی وقت میں عمرہ کرنا

یہ عہد سے مراد عہد میں رات گزارنے کے میں مطلب عنوان یہ ہے کہ حج سے فارغ ہو کر ایام تشریق کے گزر جانے کے بعد عمرہ کر سکتے ہیں۔ واضح ہو عمرہ سال کے کسی بھی مہینہ میں کر سکتے ہیں البتہ یوم نحر اور ایام تشریق میں عمرہ کرنا مکروہ ہے۔ اس عنوان کے تحت امام بخاری نے وہی حدیث ذکر کی ہے جو کتاب الخیم میں بھی گذر چکی ہے۔ اور فیض پارہ ششم ص ۱۲ پر مع تفہیم و ترجمانی کے ذکر ہو چکی ہے۔

بَابُ عُمْرَةِ التَّعْنِيمِ

باب تعنیم سے عمرہ کا احرام باندھنا

بَقِيَ الْيَسْبَعُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمْرًا
أَبَى يُزَوِّجَ عَالِشَةً وَيُعِيرَهَا مِنْ
التَّعْطِيمِ۔
(بخاری)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حکم دیا کہ حضرت
عائشہؓ کو اپنے ساتھ سرداری پر بجا کرے جائیں اور
تعمیم سے ان کو عمرو کو انہیں۔

حدیث بذمائل ذیل پر مشتمل ہے (۱) معتمر کی کسے لئے ضروری ہے کہ حل سے احرام باندھے اور
تعمیم ہی سے عمرو کا احرام باندھنا ضروری نہیں ہے امام اعظم ابوحنیفہ و اصحابہ و امام قسطلانی کا بھی یہی
مسلک ہے۔ اس حدیث میں تعمیم سے احرام باندھنے کا ذکر ہے اس بنا پر بعض علمائے یہ رائے قائم کی ہے کہ کئی
کسے تعمیم سے عمرو کا احرام باندھنا ضروری ہے مگر یہ استدلال نام نہیں ہے کیونکہ یہ بھی ممکن ہے کہ حضورؐ نے تعمیم سے
احرام باندھنے کا جو حکم دیا وہ اس بنا پر جو کہ تعمیم بہت قریب پڑتا تھا۔ چنانچہ اس امر کی تائید حدیث عائشہؓ ہی سے
ہوتا ہے جس کے الفاظ یہ ہیں ۱۔

انه صلى الله عليه وسلم قال لعبد الرحمن احمل اخذك فاخرجها
من المحرم قالت والله ما ذكرنا الجعارة والالتعظيم فكان اولها ما
في المحرم التعظيم فاهللت بعمره فاخبرت انه صلى الله عليه وسلم لم
يقصد الإحلال كما مر منعا معينا وقصد التعظيم بقوله فلبثت ان
مقت اهل مكة لعمرتهم هو الحل عيني۔ مبرہ

نوٹ ۱۔ اس حدیث کے بعد امام بخاری نے ایسا اور حدیث جمع کی ہے جو کہ بلب کیف تحمل الحائض فیروز
پارہ ششم ص ۱۳۹ پر جمع تعمیم و ترجمانی کے گزر چکی ہے عنوان سے مطابق اس حدیث میں بھی یہ الفاظ ہیں۔ فامرو عبد الرحمن
بالجوارح ان یخرج معها الى التعظیم۔ ناہم۔

بَابُ الْأَعْتِمَارِ لِعَدَا كَلْحٍ لِعَبْرِ هَدْيٍ

باب حج کے بعد عمرو کرنا اُعدتانی نہ دینا

اس عنوان کے تحت امام بخاری نے وہی حدیث ذکر کی ہے جو کتاب الحیض میں آویا ہے کہ کب تک تحمل الحائض میں حج تعمیم
و ترجمانی کے گزر چکی ہے دیکھئے۔ فیوض ابوری پارہ ششم ص ۱۳۹۔ اس حدیث میں حسب ذیل الفاظ عنوان کے مناسب ہیں

فَأَهْلَتْ بِعَمْرٍ لَا مَكَانَ عُمَرِئَتِهَا
تَقْفِي اللَّهُ حَجَّهَا وَعُمَرَتَهَا وَلَمْ
يَكُنْ فِي شَيْءٍ مِنْ ذَلِكَ هَدْيٌ وَلَا
صَدَقَةٌ وَلَا مَوْءُودٌ

میں نے اگلے عمرے کے بدل دوسرے عمرے کا
احرام باندھا حالانکہ (اپنے فعل سے) مجھ کو حج بھی
کرا دیا عمرو بھی نہ مجھے قربانی دینا پڑی نہ خیرات نہ
دوسرے رکھنا پڑے۔

اس حدیث سے واضح ہوا کہ جس نے حج کے بعد اُعدا یا م تشریق کے گزر جانے کے بعد عمرو کیا تو اس پر قربانی واجب

ہیں ہے کیونکہ قربانی متعین ہر روز ہے اور متعین وہ ہوتا ہے جو ایشیہ ریح میں عمر کو گنے اور عمر کا طواف و توفہ سے پہلے کرے لیکن جس نے یوم النحر کے بعد عمر کیا تو اس کا عمر و غیر ایشیہ ریح میں ہوا اس نے اس پر قربانی لازم نہیں ہے۔

بَابُ أَجْرِ الْعِدَّةِ عَلَى قَدْرِ النِّصَبِ

باب عمر میں عتیقی مشقت ہو۔ اتنا ہی ثواب ہے۔

حضرت عائشہ نے عرض کی: یا رسول اللہ! اور لوگ تو دو دو ٹیکیاں لے کر جا رہے ہیں اور میں ایک ہی ٹیکہ لے جاؤنگی۔ آپ نے فرمایا جب تم حیض سے پاک ہو تو تینیم سے عمرہ کا احرام باندھو پھر فلاں جگہ سے آکر مل جاؤ۔ وَنَكَبْتُمْ عَلَى قَدَرِ لَفْقَتِكِ أَوْ فَيْسَلِكِ | کہات یہ ہے ثواب تو اتنا ہی میگے جتنا تو خرچ کرے یا عتیقی تکلیف عطا علامہ عینی نے فرمایا کہ اسی حدیث کا ظاہر مطلب یہ ہے کہ وہ عبادت جس میں مشقت ہو اس کا ثواب زیادہ ملتا ہے بشرطیکہ وہ مشقت ایسی نہ ہو جس کی شریعت نے مخالفت فرمائی ہے۔ لیکن یہ قاعدہ یکدہ نہیں ہے بعض اوقات تھوڑی عبادت کا بھی زیادہ ثواب ملتا ہے جیسے شب قدر کا قیام۔ رمضان کی دوسری راتوں کے قیام کی نسبت ثواب میں زیادہ ہے یا دو رکعت نفل مسجد حرام میں پڑھنے کا ثواب اور یکہ کی نسبت زیادہ ہے۔ (عینی جلد ۱ ص ۱۸)

بَابُ الْمُعْتَمِرِ إِذَا طَافَ طَوَّافَ الْعِدَّةِ ثُمَّ خَرَجَ هَلْ يُحْبِزُهُ مِنْ طَوَّافِ الْوُدَاعِ

باب جب عمرہ کرنے والا عمرے کا طواف کرے (حج کے بعد) کہ سے پہلے کہ تو طواف وداع کی ضرورت ہے یا نہیں اس سوال کے تحت امام نے جو حدیث ذکر کی ہے جو باب الحج اشہرہ معلومات زیر من اباری پارہ ششم ص ۱۸ میں مکمل ترجمانی کے ساتھ گزری ہے۔ علامہ حدیث یہ ہے کہ جناب عائشہؓ کو حقیقہ آیا تو حضرت نے فرمایا یا انزال حج ادا کر اور اس کے بعد عمرہ کی تھا کا حکم دیا اور فرمایا: فلاں مقام پر ہم سے آکر ملنا تو حضرت عائشہؓ نے نصف شب میں وہاں پہنچی حضور وہاں موجود تھے۔

آپ نے فرمایا فارغ ہو گئے۔ میں نے کہا جی ہاں اب آپ اپنے صحابہ میں کبھی کی ندا دی۔ پس لوگ لگاتار ہو گئے اور وہ لوگ بھی جرمیج کی ناز سے پہلے طواف وداع کر چکے تھے۔ پھر آپ بھی دینہ کی طرف روانہ ہوئے۔

فَقَالَتْ فَذَرْنِي فَمَا تَعْلَمُ نَعْمَ فَنَادَى
بِالْحُجَّالِ فِي أَصْحَابِهِ فَإِنْ تَحَلَّلَ
النَّاسُ وَمَنْ طَافَ بِالْبَيْتِ قَبْلَ
مَلَاةِ الصُّبْحِ ثُمَّ خَرَجَ مَوْجِهاً إِلَى
الْمَدِينَةِ۔ (بخاری)

بَابُ تَفْعُلُ فِي الْعِمْرَةِ مَا لَفْعُلُ فِي الْحَجِّ

باب عمرہ میں بھی اتنی کاموں کا پربیز ہے۔ جی کا حج میں پربیز ہے۔

منقوہ وغیرہ یہ بتا کر ہے کہ عمرہ کے احرام میں بھی ان امور سے پرہیز لازمی ہے جس سے حج کے احرام میں پرہیز کیا جاتا ہے یا یہ کہ جو فعل حال حج میں کئے جاتے ہیں وہی عمرہ میں کئے جائیں گے۔ سوا اہی اور نہ توف کے۔ اس حوالہ کے تحت امام بخاری نے دو حدیثیں ذکر کیں۔ حدیث اول باب غسل الخلق۔ فیوض پارہ ششم ص ۱۲ پر اور حدیث دوم۔ باب وجوب الصفا والحرہ فیوض پارہ ششم ص ۱۱ پر گذر چکی ہیں۔ ان حدیثوں میں سنائی کے مناسبت الفاظ ہیں۔

وَأَصْنَعُ فِي عُمْرَتِكَ كَمَا الْقَسْعُ فِي حَجِّكَ

اور جیسے حج میں کرتا ہے ویسا ہی عمرے میں بھی کر

واضح یعنی عمرہ کے احرام میں بھی انہیں امور سے پرہیز کیا جاتے جن سے حج کے احرام میں کیا جاتا ہے۔ اور عمرہ میں بھی وہی امور ادا کئے جائیں جو حج میں کئے جاتے ہیں سوا وقوف اور رمی جمار کے۔ واضح ہو کہ عمرہ کے احرام چار ہیں۔ احرام۔ طواف۔ سعی۔ تقصیر۔

آمد حدیث دوم میں سنائی سے مناسبت یہ ہے کہ اس میں عمرہ کے لئے بھی مفاد مردہ کی سعی کا ذکر ہے۔ اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوْ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَطُوفَ بِهِمَا کہ صفا اور مردہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں۔ پس جو کوئی بیت اللہ کا حج کرسے یا عمرہ کرے تو ان میں پھرنے سے وہ نہنگار نہ ہوگا۔

جس سے واضح ہوا کہ حج و عمرہ میں صفا و مردہ کی سعی ضروری ہے۔

بَابُ مَتَى يَجِلُّ الْمُعْتَمِرُ

باب عمرہ کرنے والا اپنے احرام سے کتنا دن ہو

وَقَالَ عَطَاءٌ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَمْرًا نَبِيٍّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: «أَحْبَابُ أَنْ يُحَافَ مَا عَمَرَهُ وَيَطُوفُوا شَعَائِرَهُ وَانْجِلُوا» (بخاری)

اور عطاء نے کہا کہ وہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو یہ حکم دیا کہ وہ حج کو عمرہ کے اہل اور بیت اللہ کا طواف کر کے بال کراہی اور احرام سے نکل جائیں۔

یہ تعبیر اس حدیث کا ایک کڑا ہے جسے امام بخاری نے باب عمرہ التقیم میں مرفوعاً ذکر کیا ہے (۲) گوکہ اس میں صفا و مردہ کی سعی کا ذکر نہیں ہے مگر یطوفوا کے معنی میں عموم ہے۔ طواف بیت اللہ اور طواف میں الصفا والحرہ کو۔ اس حدیث سے واضح ہوا کہ عمرہ کے لئے طواف اور صفا مردہ کی سعی ضروری ہے۔

(۲) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي أَوْفَى قَالَ: أَعْمَرَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی اسے مروی ہے کہ انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ کیا اور

وَأَعْتَمَرْنَا مَعَهُ فَلَمَّا دَخَلَ مَكَّةَ
حَاتَ وَطَفْنَا مَعَهُ وَالَّتِي الصَّفَا وَ
الْمَرْوَةَ وَاتَّكِنَا مَا مَعَهُ وَكُنَّا نَشْفُوهُ
مِنْ أَهْلِ مَكَّةَ أَنْ يَزِمِيهِ أَحَدٌ
فَقَالَ لَهُ صَاحِبُ بَيْتِ أَكْمَانَ دَخِلْ
الْكُحْبَةَ قَالَ لَا قَالَ فَدَخَلَ شَاوَقًا
لِيُحْدِثَ حَالَهُ لِيُخْبِرُوا خِدْمَةَ بَيْتِ
مِنْ الْخَبَرِ مِنْ تَصِيبٍ لَا مَعْصَبَ فِيهِ
وَلَا تَصِيبَ -

(۴) عَنْ عُمَرَ بْنِ دِينَارٍ قَالَ سَلَّ نُنَّا ابْنَ
عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا عَنْ رَحِيلٍ
كَانَ بِالْبَيْتِ فِي عُمْرَةٍ وَكَانَ يُكْفُ
بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ أَيَّامًا وَأَمْرًا
فَقَالَ قَدِيرُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَطَلَّ بِالْبَيْتِ سَبْعًا وَمَلَأَ خَلْفَ
الْمَقَامِ رُكْعَتَيْنِ وَطَلَعَ ثَوْبَ الْعَقَاءِ
وَالْمَرْوَةَ سَبْعًا قَدْ كَانَ لَكُمْ
فِي رَسُولِ اللَّهِ سُورَةٌ حَسَنَةٌ قَالَ
وَمَا لَنَا جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ
عَزَّيْمًا قَالَ لَا يُتْرَكُ بَنُو هَاشِمٍ يَطُوفُوا
بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ (بخاری)

ہم نے بھی آپ کے ساتھ عمرہ کیا۔ پس جب آپ مکہ میں
داخل ہوئے تو بیت اللہ کا طواف کیا اور ہم نے جو کچھ
ساتھ طواف کیا آپ عفا و مرہ پر تشریف لائے اور ہمارے
کے ساتھ اسی پر آئے اور ہم آپ پر آنے کے مجھے تھے اس
نے کہ ایسا نہ ہو کہ کوئی کہہ والا (اکثر) آپ کو تیرے بغیر
نہیں سمجھتی ہے مجھے پر چھایا کہ آپ کو بیت اللہ پر تشریف
لگے تھے؟ انہوں نے کہا نہیں۔ اس نے کہا اچھا یہاں پر
آپ نے معرفت خیر فرمائی کہ آپ کو فرمایا تھا انہوں نے
یہ فرمایا۔ کہ خیر مجھے کہ بہشت میں ایک گھر کی خوشخبری دو
جو خلد رسی کی ہے نہ اسی ہی شخصہ عمل ہے نہ کہہ کہ کیا
عمرہ و دینار سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا ہم
نہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اس آدمی کے پاس میں
دینار کیا جس نے عمرہ و بیت اللہ کا طواف کر لیا
لیکن عفا و مرہ کے درمیان سعی نہیں کی کیونکہ اپنی
سوی سے محبت کر سکتے؟ انہوں نے جواب فرمایا نبی
صلی اللہ علیہ وسلم (مدینہ سے) کہ تشریف لائے بیت اللہ
کا طواف کیا سات بار اور مقام ابراہیم کے چھ رکنوں
پر چھیں اور (پھر) عفا و مرہ کے درمیان سعی کی سات
بار۔ اور تمہارے لئے اللہ کے رسول! ایک بہترین نذرہ میں
عمرہ و دینار سے کام نہ لے قدرت مبارک میں عذر نہ ملے
منہا سے پرچھا انہوں نے فرمایا جب تک عفا و مرہ کی
سعی نہ کرے اس وقت تک اپنی بیوی کے پاس نہ جائے

اس حدیث سے بھی واضح ہوا کہ عمرہ کو طواف و سعی کے بغیر حرام سے حلال ہونا درست نہیں ہے اس کے بعد امام نے
ایک اور حدیث ذکر کی ہے جو کہ باب من اہل بیت النبی فی عمرہ الباری پارہ ششم ص ۱۸ پر گذر چکی ہے۔

بَابُ مَا يَقُولُ إِذَا رَجَعَ مِنَ الْحَجِّ أَوِ الْعُمْرَةِ إِذَا انْفَرَدَ

باب اگر کسی یا ہزار سے لے کر کیا کہ

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا
أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
كَانَ إِذَا أَقْبَلَ مِنْ غَزْوٍ أَوْ حِجٍّ أَوْ
غَيْرِهِ يُحْكِمُ عَلَى كُلِّ شَرَفٍ مِنَ
الْأَرْضِ ثَلَاثَ تَلَمِيزَاتٍ ثُمَّ يَقُولُ لَا
إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ
الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ
شَيْءٍ قَدِيرٌ آمِينَ تَأْمِينُونَ عَابِدُونَ
سَاجِدُونَ لِرَبِّ رَبَّانَا حَامِدُونَ مَدَقًا اللَّهُ
وَعَدَهُ وَلَعَنَ عُنْدَهُ وَهَذَا الْأَخْرَابُ
وَعَدَهُ.

(بخاری)

حضرت عبداللہ بن عمر سے مروی ہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی غزوے سے یا حج سے یا عمرہ
سے واپس تشریف لاتے تو زمین کی ہر چڑھائی پر تین تلمیزیں
دائیں لکیر کرتے۔ پھر فرماتے۔ اللہ کے سوا کوئی عبادت کرنے
والی نہیں۔ نہ الیہ ہے۔ اس کو کوئی شریک نہیں ہے
اس کی داد و شہادت ہے امد ہی تشریف کے قابل ہے اور
وہی ہر چیز پر قادر ہے۔ ہم سفر سے اترنے والے ہیں
تو یہ کہنے والے۔ عبادت کرنے والے۔ سجدہ کرنے والے
اپنے مالک کی تعریف کرنے والے۔ اللہ نے اپنا وعدہ
سچایا۔ اور اپنے بندہ کی مدد کی۔ اور کافروں کی
فوج کو بھگا دیا۔

اس حدیث کو انام نے دعوات میں۔ مسلم نے حج میں۔ ابوداؤد نے جہاد میں۔ نسائی نے تیسریں ذکر کیا ہے
فرائد و مسائل (۲۱) اس حدیث میں یہ تعلیم دی گئی ہے کہ حج و جہاد سے فارغ ہو کر تھکا، کی جائے کہ اللہ نے اپنے فضل سے
کے پاس رک اور کر ایسے ایسا جہاد میں کامیابی عطا فرمائی۔

تالیف۔ ایک تہذیب میں کلمات و دعائیں سبج کی مخالفت آئی ہے۔ حاکم نے زیر بحث حدیث میں کلمات و دعائیں میں سبج موجود
ہے۔ اس سے معلوم ہوا۔ یہ بھی تحریری نہیں ہے۔ یوحنا البیہقی دعوایہ و دعایہ اصحابہ۔ تالیف
یہ بھی ممکن ہے کہ مخالفت حضور نے اس میں دیکھ کر فرمائی ہو کہ جب دعا کرنے والا سبج کے مناسب الفاظ کی تلاش میں مشغول
ہوگا تو مشغول و غرض مشغول میں فرق آجائے گا۔

بَابُ اسْتِقْبَالِ الْحَاجِّ الْقَادِمِينَ وَالثَّلَاثَةِ عَلَى الدَّائِمَةِ

باب، جو حاجی مکہ میں آئیں۔ ان کا استقبال کرنا اور تیس آدمیوں کا ایک جاؤر پڑھنا
ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا جب آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں تشریف لائے تو عبد المطلب
کی اولاد میں سے کسی نے کہا کہ آپ کا استقبال کیا آپ
نے ان میں سے ایک کو سامنے بٹھایا اور دوسرے کو
پچھے۔

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ
لَمَّا قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
مَكَّةَ اسْتَقْبَلْتُهُ أُغْلِمَةً بَعَثَ عَبْدُ
المطلب حُكْلًا فَاحِدًا ابْنَيْنِ يَدِينُهُ وَ
اُخْرَى خَلْفَهُ.

(بخاری)

اس حدیث سے واضح ہوا کہ حج کے لئے آنے والوں کا ان کے کرام اور تعظیم کے لئے استقبال کرنا جائز ہے۔ یہ بھی جائز ہے

کہ اوتھ گھومتے دیکھو پرتیں آدمی سوار ہوں۔

بَابُ الْقُدُومِ بِالْغَدَاةِ

باب۔ مسافر کا صبح کر اپنے گھر میں آنا۔

ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم جب (دریغ) کو کوستانہ ہوتے تو
شجرہ کی سیدیں غار پر چڑھتے اندر جب (دریغ) کو
کو آتے تو ذرا علیحدہ میں ملے کے نشیب میں غار پر چڑھتے
چھ رات کو وہیں رہ جاتے صبح تک۔

عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ
إِذَا خَرَجَ إِلَى مَكَّةَ يُصَلِّي فِي مَسْجِدِ
الشُّجْرَةِ وَإِذَا رَجَعَ صَلَّى فِي أَيْدِي الْحُلَيْفَةِ
يُصَلِّي الْوُضُوءَ دُبَابًا حَتَّى يَقْضِيَهُ (بخاری)

اس حدیث سے واضح ہوا کہ جب آدمی سفر سے واپس ہو تو اس کے لئے یہ مستحب ہے کہ دن کو گھر میں داخل ہو

بَابُ الدُّخُولِ بِالْعِشِيِّ

باب۔ شام کو گھر میں آنا۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم (سفر سے) اپنے گھر میں آتا
کوئے آتے۔ یا صبح کو آتے۔ یا شام کو۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ
النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا
يَطْرُقُ أَهْلَهُ كَانَ لَا يَدْخُلُ إِلَّا
غَدَاةً أَوْ عِشِيَّةً (بخاری)

عشی کے معنی ڈھال سے لے کر غروب شمس تک کے وقت کے ہیں جو ہر رات ہوتا ہے۔ عشی کے معنی شام سے لے کر
شام تک کے ہیں لیکن یہاں اول معنی ہی مراد ہیں۔ اور غرض اس باب سے یہ بتانا ہے کہ پہلے باب میں دن کو گھر میں
آنا مستحب نہیں بلکہ شام کو بھی گھر میں آ سکتا ہے۔ جن منہ جہن رات کو گھر میں آئے اور یہ حالت کی تشریح ہے اور سلا
کو اچانک بلا اطلاع گھر میں آنے کی حالت کی وجہ صرف یہ ہے کہ ممکن ہے اس کی عیوی ایسے لباس میں میریں ہو جو شام
کو خوش نہ آئے۔ اور عواہ و خولہ و جہ تراغ پیدا ہو جائے۔

بَابُ لَا يَطْرُقُ أَهْلَهُ إِذَا بَلَغَ الْمَدِينَةَ

باب۔ جب آدمی اپنے شہر میں آئے تو رات کو گھر میں نہ جائے

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے
انہوں نے کہا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (سفر سے)

عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ
النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ

(بخاری)

أَهْلًا كَيْلًا

مات کو اپنے گھر میں آنے سے منع فرماتا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ سفر سے آنے والا اپنے مکان میں مات کے وقت اپنا ملک جلاطلاع داخل نہ ہو کیونکہ یہ مکتا ہے اور اس کی بیوی شوہر پر انہم موجود کی وجہ سے ایسی حالت یا ایسے لباس میں جو شوہر کو پسند نہ آئے۔

بَابُ مَنْ أَمْرًا نَاقَتَهُ إِذَا بَلَغَ الْمَدِينَةَ

باب جب شہر کے قریب پہنچے پھر ساری کو تہنہ کرنا۔

ہم کو حدیث طویل نے خبر دی۔ انہوں نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا کہ کہتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی سفر سے پہنچتے تو تہنہ کرتے اور اپنے کی پڑھ لیا کرتے۔ قرآن پڑھ کر پڑھ جاتے اور اگر کوئی دوسرا جانا ہوتا تو اس کو ایڑ لگاتے۔ امام بخاری نے فرمایا کہ حدیث صحیح ہے حمید طویل سے تہنہ اور زیادہ بھی کیا ہے کہ حدیث کی محبت کی وجہ سے ہاؤنڈ کو ایڑ لگاتے۔

أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ أَنَّهُ يَجْمَعُ النَّسَاءَ فِي رُحْلِهِ عَنْهُ يَقُولُ كَأَنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ نَاقَتَهُ دَرَجَاتٍ الْمَدِينَةَ أَوْ مَعَ نَاقَتِهِ وَلَبَنَ كَانَتْ دَاسَةً حَرَكَةً قَالِ أَبُو عَسَدٍ (لَهُ زَادَ الْحَارِثُ بْنُ عُمَيْرٍ عَنْ حُمَيْدٍ حَرَكَةً مِنْ حَبَابَا) (بخاری)

اس حدیث میں درجیات کا لفظ ہے جس کے معنی بلند راستے کے ہیں اور روایت مستطی میں دوحا ہے۔ دوحہ بڑے درخت کو کہتے ہیں اور روایت ترمذی میں جذبات کا لفظ آیا ہے یہ جیسے جملہ رکی جس کے معنی دیوار کے ہیں۔

بَابُ تَوَلَّى (لَهُ تَعَالَى) وَأَتَوْا الْبَيْتَ مِنَ الْبَلَدِ

باب۔ اللہ تعالیٰ کا (سیدہ خدیجہ) یہ فرماتا اور گھروں میں ان کے معاذ رکھ آؤ

البراسمات سے مراد یہ ہے۔ انہوں نے کہا میں نے حضرت برادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا کہ کہتے تھے آیت (کہ تم گھر میں دو نماز سے آؤ) ہمارے پاس میں نزل پہنچا ہے انصاف چ کر کہ آتے تو اپنے گھروں میں دو نمازوں سے داخل ہوتے بلکہ گھروں کی پشت کی طرف سے داخل ہوتے انصار میں سے ایک آدمی گھر کے دروازے سے داخل کرنے کے بعد داخل

عَنْ أُمِّ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَتْ سَمِعْتُ أَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ لَوْ نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ فَبَيْنَا كَانَتِ الْأَنْصَارُ إِذَا خَرَجُوا فَمَجَّاءُ وَالْمَسْجِدُ خَلُوهُ مِنْ بَيْتِ الْبَلَدِ بِمَوْتِهِمْ وَلَكِنْ مِنْ ظُهُورِهِمْ مَا فَجَّاءُ رَجُلٌ مِنْ الْأَنْصَارِ يَدْخُلُ مِنْ بَيْتِ الْبَلَدِ بِأَيْهِ كَمَا أَنَّ عِبْرَتَهُ لَكَ

فَقُرِئَتْ وَلَيْسَ التَّوْبَانُ مَا قُوَا
الْبُيُوتِ مِنْ ظِلِّ رَهْأَوْنِكُنْ أَلْبَرِ
مَنْ اتَّقَى وَأَزْدَ الْبُيُوتِ مِنْ
وَكُوَايَا.

ہو گیا تو اسی کو لعنت علامت ہونے لگی۔ اس وقت یہ
آیت نازل ہوئی کہ گھروں میں پشت کی طرف سے داخل
ہونا کوئی نیکی نہیں ہے بلکہ نیکی یہ ہے کہ گناہ سے
بچو اور گھروں میں اُن کے دعوانوں سے آؤ۔

مفہوم حدیث باطل واضح ہے۔ الفارح و فرح سے واپسی پر اپنے گھروں میں وصال و منزل سے داخل نہ ہوتے تھے اور
اس پابندی کو انہوں نے از خود دیا ہے اور لازم کر دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے مذکورہ بالا آیت نازل فرما کر ان کی تردید فرمادی
اور فرمایا نیکی تو گناہوں سے بچنا ہے اور اتنی ہی کراختیار کرنا ہے۔

بَابُ السَّفَرِ قِطْعَةً مِّنَ الْعَذَابِ

باب۔ سفر میں کیا قسم کا عذاب ہے

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ
النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ السَّفَرُ
قِطْعَةٌ مِّنَ الْعَذَابِ مَنَعَ أَحَدٌ كَمُطْعَاةٍ
وَشَرَّابَةٍ وَتَوَمَّهَ تَيَّأَ فَاَقْتَنَى نَعْمَتَهُ
فَلْيَجْعَلْ إِلَى أَهْلِهِ - (ترمذی)

حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی
نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے فرمایا۔ سفر میں
گویا ایک قسم کا عذاب ہے آدمی کو کھانا پینا یا سونا ڈانک
کھانا نہیں دیا اس سے جب کوئی اپنا کام پورا کر لے
(تو سفر سے) جلدی اپنے گھر والوں میں لوٹ آئے۔

۱۱) مطلب حدیث یہ ہے کہ سفر میں ہر حال وہ سہولتیں نہیں ہوتیں۔ جو آدمی کو اپنے گھریں حاصل ہوتی ہیں۔ لہذا جب یہ
کام پورا ہو جائے جس کے لئے سفر کیا ہے تو بلا وجہ سفر کو جاری رکھنا مناسب نہیں ہے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اپنے
بیوی بچوں سے بلا ضرورت غائب رہنا ٹھیک نہیں۔

۱۲) ابی حنیفہ کا کہ امام بخاری نے اس باب میں اس امر کی طرف اشارہ کیا ہے کہ مجاہدہ سے یا غیر ضروری سفر سے اپنے
اہل و عیال کو محروم کرنا افضل ہے لیکن بعض نے یہ کہا دراصل اس مسئلہ سے امام بخاری نے حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف اشارہ کیا
کہ اِذَا اقْتَنَى أَحَدُكُمْ حَاجَةً فَلْيَجْعَلْ - جب حج سے فارغ ہو جاؤ تو گھر کی طرف لوٹو یہی جلدی کرو۔
علامہ حنفی نے فرمایا اصل بات صرف یہ ہے کہ چونکہ سابقہ ساتوں ابواب میں سفر میں واقع برکتیں اس لئے امام
بخاری نے اس حدیث کو ذکر کر دیا کہ سفر ہر حال مشقت سے خالی نہیں ہوتا۔

بَابُ الْمُسَافِرِ إِذَا حَظَّ بِهِ السَّيْرُ وَلَجَّ إِلَى أَهْلِهِ

باب جب مسافر جلدی کی کوشش کرے اور اپنے گھر جلدی پہنچ جائے!

یہ یہ اہم اپنے والد سے راز۔ انہوں نے کہا کہ میں کہہ سکتے ہیں عبد اللہ بن عمر کے ساتھ تھا ان کو صغیر بن ابی ہریرہ

(جو کہ ان کی بیویاں تھیں) کی اطلاع غمیدہ کی اطلاع آئی تو وہ تیز چلے۔ جب شفق ڈوبنے لگی تو سارا گھبرا اٹھا۔ وہ مغرب وقت کی نماز ملا کر پڑھی اور کہا کہ میں نے جعفر علیہ السلام کو دیکھا کہ جب آپ کو جلدی
 إِذَا جَدَّ بِهِ الشَّيْءُ أَخْرَجَهُ الْمَغْرِبُ وَ
 جَمَعَ بَيْنَهُمَا۔ (بخاری)
 پہلنے کی ضرورت ہوتی تو مغرب کی نماز میں دیر کرتے۔
 مغرب و فشار کو ملا کر پڑھ لیتے۔
 مطلب عنوان یہ ہے کہ جب سفر میں جلدی ہو تو مغرب پرستاد کو ملا کر پڑھ سکتے ہیں اس حدیث کے مکمل سارا
 اور اس مسئلہ پر مکمل و مفصل بحث فیوض الباری پارہ سوم پر ہو چکی ہے۔ قارئین کو ام ضرور مطالعہ فرمائیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بَابُ الْمُحْصَرِّ وَجَزَاءِ الْمُتَّيِدِ

باب محرم کے دیکے جانے اور شکار کا بدلہ دینے کے متعلق

اُمہ سیدہ بقرہ میں ارشاد خداوندی ہے۔ پھر
 اگر تم دیکے جاؤ تو قرآنی بیچو جو میرے آئے اور اپنے
 سر نہ مٹاؤ۔ جب تک قرآنی اپنے ٹھکانے پہنچ
 جائے۔ ——— وظایف ابی ربیع نے کہا جو چیز دیکے
 اس کا یہ ہی حکم ہے۔

وَقَوْلُهُ تَعَالَى فَإِنْ أَحْصَرْتُمْ فَبَا
 اسْتَبْرَأْ مِنَ الْهَذَى وَلَا تَخْلُقُوا
 رَوْؤُسَكُمْ حَتَّى يَبْلُغَ الْهَذَى حِمْلَهُ
 قُلْ غَلَاءُ الْإِحْصَارِ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ
 يَحْجِبُهُ۔

مُحْصَرٌّ اور اس کے احکام و مسائل (۱) جس نے حج یا عمرہ کا احرام باندھا مگر کسی وجہ سے پورا نہ کر سکا اسے محصر
 کہتے ہیں جن وجہ سے حج یا عمرہ نہ کر سکے وہ یہ ہیں۔ ——— ویتل۔ ——— ورنہ مرفق
 کہ سفر کرنے اور سوار ہونے میں اس کے زیادہ ہونے کا گمان غالب ہے۔ ہاتھ پاؤں ٹوٹ جانا۔ قید۔ عورت کے محرم
 یا شوہر جس کے ساتھ جاری تھی اس کا انتقال ہو جانا۔ عدت۔ معاشیت یا سواری کا ہلاک ہو جانا۔ شوہر حج نفل
 میں عورت کو اور سوئی کو ہڈی غلام کو منع کر دے۔ (۲) محصر کو یہ اجازت ہے کہ محرم کو قرآنی ذبیحہ دے جب قرآنی
 ہو جائے گی اس کا احرام کھل جائے گا یا قیمت بیچ دے کہ وہاں مال نہ خرید کر ذبح کر دیا جائے بغیر اس کے احرام
 نہیں کھل سکتا۔ جب تک کہ معطر پہنچ کر طواف وسیع و حلق نہ کرے، روزہ نہ رکھے یا صمتہ دینے سے کام نہیں چلے گا۔
 اگرچہ قرآنی کی استطاعت نہ ہو۔ (۳) یہ ضروری امر ہے کہ جس کے ہاتھ قرآنی بیچے اس سے ٹھہرانے کے مطلق۔ دن غلام
 وقت قرآنی ذبیحہ ہو اور وہ وقت گزرنے کے بعد احرام سے باہر ہوگا۔ ——— پھر اگر کسی وقت قرآنی ہوئی جو تہ
 کہ معین کیا تھا اس سے پیشتر نہہا اور اگر بعد میں ہوئی آدھا اسے اب معلوم ہوا تو چونکہ ذبح سے پہلے احرام سے باہر ہو
 اس لئے دم دے۔ (۴) محصر اگر محصر ہو یعنی صرف حج یا عمرہ کا احرام باندھا ہو تو ایک قرآنی بیچے اور وہ بھیجے۔

پہلی ہی کے ذریعہ سے احرام کھل گیا اور تارن ہو تو دو ہیجے ایک سے کام نہ چلے گا۔ (۱۵) اس قربانی کے لئے حرم شرط ہے۔ بیرون حرم نہیں ہو سکتی۔ دسویں۔ گیارہویں۔ بارہویں تاریخوں کی شرط نہیں۔ پہلی اور بعد کوئی بھی ہو سکتی ہے (۱۶) وہ بالغ جس کی وجہ سے رکنا ہوا تھا تا تاریخ۔ اور وقت آتا ہے کہ حج اور قربانی دونوں پائے گا تو جانا فرض ہے اب اگر گلی۔ اور حج پایا۔ جہاں وہ عمرہ کر کے احرام سے باہر ہو جائے۔ اور قربانی کا جانور جو بھی تھا لی گلی تو اس کا جو بچا کھلے۔

بَابُ إِذَا أَحْصَرَ الْمُعْتَمِرُ

باب۔ عمرہ کرنے والا اگر دوکایا

حضرت نافع سے مروی ہے کہ عبداللہ ابی عمر رضی اللہ عنہما جب (حج کے دن میں) فساد کے وقت کم کر کے عمرہ کرنے کے لئے مدائن ہوئے تو کہنے لگے۔ اگر میں بیت اللہ میں چلے سے دوکایا۔ تو اس طرح کہنا گا جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہم نے کیا تھا۔ تو انہوں نے عمرہ کا احرام اس خیال سے باندھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی، جس سال حیدریہ میں رکے گئے تھے۔ عمرہ کا احرام باندھا تھا۔ (بخاری)

عَنْ نَافِعٍ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا جِئَا خُرَيْجَ الْيَمَلِ مَكَّةَ مُعْتَمِرًا فِي الْفِتْنَةِ قَالَ إِنَّهُ مَدَّ يَدَيْهِ عَنِ الْبَيْتِ مَنَعَتْهُمَا مَنَعًا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَهْلًا لِعُمْرَةٍ مِنْ أَجْلِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ أَهْلًا لِعُمْرَةٍ عَامَ الْحَدِيثِ

اس حدیث کی باب سے مناسبت یہ ہے کہ حضرت ابن عمر نے عمرہ میں وہی کچھ کیا جو محمد بن عبد اللہ نے کیا تھا جبکہ حیدریہ کے سال میں ان کا تاراپ کر کے تک پہنچنے سے روک دیا تھا تو حضور علیہ السلام نے قربانی کی اور حلق کیا اور احرام کھول دیا تھا۔

حضرت نافع سے مروی ہے کہ حضرت عبید اللہ بن عبد اللہ اور سالم بن عبد اللہ نے ان کو خبر دی۔ ان دووں نے اپنے والد حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا کہ جب کہ حضرت ابن عمر پر حجاج کے لشکر نے چڑھائی کی مگر تو دونوں کہنے لگے اسی سال اگر حج نہ کیجئے گا تو کیا فائدہ ہے! یہی ڈر ہے کہ آپ بیت اللہ سے نہ روک دیئے جائیں۔ انہوں نے کہا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

عَنْ نَافِعٍ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا جِئَا خُرَيْجَ الْيَمَلِ مَكَّةَ مُعْتَمِرًا فِي الْفِتْنَةِ قَالَ إِنَّهُ مَدَّ يَدَيْهِ عَنِ الْبَيْتِ مَنَعَتْهُمَا مَنَعًا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَهْلًا لِعُمْرَةٍ مِنْ أَجْلِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ أَهْلًا لِعُمْرَةٍ عَامَ الْحَدِيثِ

فَعَالَ كَمَا رَقَرْتَنِي دُونَ النَّبِيِّ
فَنَعَرَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
هَذِيهَ وَحَلَّتْ رَأْسَهُ وَاسْتَقْبَلَتْهُ
أَنَّى قَدْ أَوْجِبْتَ الْعُمْرَةَ إِنْ
شَاءَ اللَّهُ أَنْطَلِقُ فَإِنْ حَلَّتْ بِلِي وَ
بَيْنَ النَّبِيِّ لَفَتَتْ وَإِنْ حَلَّتْ بَيْنِي
بَيْنَهُ فَعَلْتُ كَمَا فَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا مَعَهُ فَأَهْلًا
بِالْعُمْرَةِ مِنْ ذِي الْحَنَفِيفَةِ تَقَسَّرَ
سَاعَةً ثُمَّ قَالَ إِنَّمَا شَأْنُهُمَا وَاحِدٌ
أَشْهَدُكُمْ أَنِّي قَدْ أَوْجِبْتُ حَجَّةَ
مَعَ عُمْرَتِي فَيَكُمُ حَجَلٌ مِنْهُمَا حَتَّى
حَلَّتْ لَكُمْ الْعُمْرَةُ وَاهْدَى وَكَانَ
يَقُولُ لَا يَحِلُّ حَتَّى يَطُوفَ طَرَفًا
وَاحِدًا أَيْ مَرَّةً خَلَّ مُلْكَةً عَنْ تَفَاعٍ
أَنْ تَعْضُ بَيْنِي وَعَبْدُ اللَّهِ قَالَ لَهُ
لَوْ أَقَمْتُ بِهِدَا عَمْرٍاءَ عَمْرِيَةً
قَالَ قَالَ إِنْ مَعْتَابِسَ رَفَعِي اللَّهُ عَفْوَ
قَدْ أَحْبَبْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ فَحَلَّتْ رَأْسَهُ وَجَامَعَ نِسَاءَهُ
وَنَحَرَ هَذِيهَ حَتَّى أَعْتَمَرَ عَامًا قَابِلًا

(بخاری)

کے ساتھ (مدینہ سے) مکہ کی طرف نکلے۔ قریش کے
کافر ملے آپ کو بیت اللہ میں جانے سے روک دیا
آفری علی، اللہ علیہ وسلم نے اپنی قربانی کو ذبح کر دیا
اوپر سے منڈا ڈالا۔ عبد اللہ نے کہا میں تم کو گناہ
کرتا ہوں کہ میں نے اپنے اوپر عمرہ واجب کریں۔ اگر خدا
نے چاہا تو میں جاتا ہوں پس اگر مجھ کو کسی نے بیت اللہ
سے روکا تو میں طواف کروں گا۔ اور اگر میں بیت اللہ
سے روکا گیا تو میں اسی طرح کروں گا جس طرح نبی علی
اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا اور میں آپ کے ساتھ تھا۔
آفرانہوں نے دوا حقیقہ سے عمرے کا احرام باندھا۔
پھر قرطری دیر چلے اور کہنے لگے حج اودھر وہ دونوں
کیساں ہیں۔ ہم گواہ رہنا میں نے عمرے کے ساتھ حج
کو بھی اپنے اوپر واجب کر لیا۔ پھر ان کا احرام پھینک
تاریخ ہی کو کھلا وہ قربانی لے گئے تھے اور وہ کہتے
تھے (ہولنا) احرام اس وقت کھلتا ہے جبکہ مکہ
میں جا کر ایک طواف یعنی طواف زیارت کرے حضرت
نافعؓ سے مروی ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کے بعض
بیٹوں نے ان سے کہا اس سال اگر آپ ٹھہر جائیں تو
اچھا ہے (حضرت حکمر سے مروی ہے) ہندسہ چھ کہا۔
حضرت عبد اللہ بن عباسؓ رضی اللہ عنہما نے فرمایا۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (حدیدہ) والے سال مکہ میں
چلے گئے آپ نے (حدیدہ) میں ہی اپنا
سر منڈایا اور ناجی میں بیٹوں سے صحبت کی اور قربانی کو
ذبح کیا۔ پھر سال آئندہ آپ نے عمرہ کیا۔

اس حدیث میں منوں سے مناسب یہ الفاظ ہیں۔ وان حیل بینی اے مہلبیدیہ کہ اگر مجھے بھی روک دیا گیا تو
میں بھی رہی ہو کر دوں گا جو حضور نے کیا تھا۔ اور حضور نے یہ کیا تھا کہ قربانی دی تھی اور طواف کر گئے تھے جس سے نافع
ہوا کہ احرام کی صبرت میں حج وغیرہ نزلوں کا حکم کیساں ہے۔

ثُمَّ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا
نَقَلَ عَنْ جَدِّهِمَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ
سَلَّمَ مَعْقُومَيْنِ فَخَالَ كَفَّارٌ قَرْنَيْ
ذُؤُنَ النَّبِيِّتِ فَخَرَّ سَوْسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بُدْنَهُ وَخَلَقَ رَأْسَهُ.

(بخاری)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے گفتگو
کی کہ اس سال حج کو نہ جاؤں انہوں نے کہا ہم نبی
مصلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عمرہ کی نیت سے
نکلے قریش کے کافروں نے ہم کو بیت اللہ میں
جبنے سے روک دیا، آخر رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے اپنے اونٹوں کو غر کر ڈالا اور سرخسٹیاں

اس حدیث سے واضح ہوا کہ عمرہ نے سر منڈانے سے قبل شرب پانی سے ہی تو جانا ہے۔ (۲) اور یہ حدیث مہام
مالک پر بھی حجت ہے۔ کیونکہ ان کا قول ہے کہ محصر پر قربانی نہیں ہے۔

بَابُ مَنْ قَالَ لَيْسَ عَلَى الْمُحْصِرِ بَدَلٌ

باب۔ اس شخص کی دلیل جو کہتا ہے کہ روکے گئے شخص پر قضا نہیں ہے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ
الْبَدَلُ عَلَى مَنْ تَقَصَّرَ حَجَّهٖ بَا
الْشَّدِيدِ فَلَا قَضَاءَ حَتَّى يَنْتَهِى
غَيْرُ ذَلِكَ فَإِنَّهُ يَحِلُّ وَلَا يَرْجِعُ وَإِنْ كَانَ
مَعَهُ هَذِيءٌ وَهُوَ مُحْصَرٌ حَتَّى إِنْ كَانَ لَا
يَسْتَطِيعُ أَنْ يَتَيْتَ وَإِنْ اسْتَطَاعَ أَنْ يَتَيْتَ
بِهِ لَمْ يَحِلَّ حَتَّى يَبْلُغَ الْهَدْيَ مَحَلَّهُ دَبْلَى

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ قضا
اس پر لازم ہے جو عورت سے محبت کر کے اپنا حج ٹوٹے
لیکن جس کو کوئی مذہبیش آجائے یا دشمن دھنہ روکے
تو وہ اہرام مکمل ڈالے اور قضا نہ کرے اور اگر اس کے
ساتھ قربانی ہو اہرام میں نہ بھیج سکے تو ذیبا ذبح
کرے (جہاں پر روکا گیا ہے) اور اگر حرم تک بھیج سکتا
ہے تو جب تک قربانی دیا نہ پہنچ جاتے وہ حلال نہ ہو

ولا يرجع قضا نہ کرے۔ حکم نفل کے متعلق ہے۔ حج فرض کی قضا ضروری ہے جیسا کہ حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ اگر وہ سال
تعد کرے۔ اور روایت ابن جریر من طریق علی بن طلحہ کے الفاظ میں فان كانت حجة الاسلام فعليه قضا وصالا وان كانت غير
فريضة فلا قضا عليه الخ۔ اور امام اعظم علیہ الرحمۃ کا مسلک یہ ہے کہ محصر اگر حلال ہو گیا۔ خواہ حج نفل ہو یا فرضی بہر صورت قضا لازم
ہے۔ اس نذر حرم میں کسی عامل بھی بائو ہے۔ مثلاً صحابہ میں بھی مختلف قیر رہا ہے۔ اور شہداء غشتا یہ ہے حضرت عطاء بن اسیق
یہ کہتے ہیں کہ حدیبیہ میں حضور نے حرم میں قربانی دی تھی اور اہل مغدلی کہتے ہیں کہ اس میں اور امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ نے قول مطلق اختیار فرمایا۔
مزید تفصیل آگے آ رہی ہے۔

وَقَالَ لَا يَدْ وَغَيْرُهُ يَنْتَحِرُ هَذِيءٌ وَتَحِلُّ فَاِذَا مَضَى مَوْضِعُ كَانَ
وَلَا قَضَاءَ عَلَيْهِ لِأَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ أَهْلِيهِ
بِأَحَدٍ سَبْعَةٍ نَحْرًا وَ أَحْلَفُوا وَ حَلَّوْا مِنْ نَحْيٍ مَقْلٍ الْعَوَاذِ
وَقِيلَ إِنَّ بَيْتَ الْهَدْيِ إِلَى الْبَيْتِ ثُمَّ لَمْ يَكُنْ كَرَأَى النَّبِيَّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ أَهْلَهُ أَنْ يَقْضُوا سَبْعًا وَلَا يَقْعُوا
لَهُ وَالْحَدِيثُ خَارِجٌ مِنْ الْحَرْمِ دَبْلَى

فوائد و مسائل | امام مالک کا مسلک یہ ہے کہ جہاں رک جائے اسی جگہ قربانی دے سکتا ہے۔ خواہ وہ جگہ حل میں ہو یا حرم میں۔ کیونکہ حضور نے حدیث میں قربانی دی تھی۔ اور حدیث میں عرم سے خارج ہے۔ اور سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ کا مسلک یہ ہے کہ قربانی کا حرم میں ہونا ضروری ہے۔ جب وہاں جو وقت مقرر کیا ہے۔ قربانی ہو جائے تو ہر اہرام کو ملے گا۔ اس حدیث کے بعد امام نے وہی حدیث ذکر کی ہے جو کفریوں پر بارہم ۶۷ میں تقسیم و ترجمانی کے گذر چکی ہے۔

بَابُ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا أَوْ بِهِ أَذًى مِنْ رَأْسِهِ
بَابُ اللَّهِ تَعَالَى نے (سورہ بقرہ میں) فرمایا: جو کوئی بیمار ہو جائے یا اس کے سر میں درد
فَعِدْيَةٌ مِنْ صِيَامٍ أَوْ صَدَقَةٌ أَوْ سُكٌّ وَهُوَ خَيْرٌ فَاقَا الصَّوْمُ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ
تکلیف ہو تو وہ فدیہ دے روزے رکھے صدقہ دے یا قربانی دے روزے تین دن ایسا رکھنا چاہئیں۔

کعب بن عجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے: آپ نے کعب سے فرمایا۔ شاہد جوڑنے کے بعد کہ تکلیف دے رکھی ہے انہوں نے عرض کیا: جی ہاں یا رسول اللہ۔ آپ نے فرمایا: اگر تیرا دل چاہے تو تین دن ایسا رکھنا چاہئیں۔ یا ایک بڑی قربانی دے۔

عَنْ كَعْبِ بْنِ عَجْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: لَعَلَّكَ أَتَاكَ هَؤُلَاءِ قَالَ: نَعَمْ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اخْرُجْ رَأْسُكَ وَصُمْ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ أَوْ أَطْعِمْ سِتَّةً مَسْكِينِينَ أَوْ سَلِّطْ بِشَاةً

لے لیکن امام لحامی نے فرمایا: کہ خبر بن اسحاق سے روایت ہے کہ حدیث کا کچھ حصہ حرم میں ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم حرم میں نماز ادا فرماتے تھے۔ اگرچہ حضور کا خیمہ حل میں تھا۔ اور اس کی تائید حدیث بخاری سے بھی ہوتی ہے امام بخاری نے اس قصہ کے متعلق ایک طویل حدیث ذکر کی ہے جس میں یہ الفاظ بھی ہیں: ان فاقته لما بلغت حدود الحرة بخلان ولما شد خنفا (اذ عند ذلك قال النبي صلى الله عليه وسلم: جسدك ليس الفيل (فدل على قوبله من العزم) اور یہ کہ روایتوں میں آیت کے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل کتب کو دے تو آپ کے اہل حرم میں ہوا ہے اور اگر طے کرتے تھے اس سے اتنی بات تو قطعی طور پر واضح ہوتی ہے کہ حدیث میں حرم باطل قریب تھا۔ اور یہ بات سب کے نزدیک مسلم ہے کہ جب حرم میں قربانی ممکن ہو تو حرم میں نہ کیا جائے۔ تو ظاہر ہے کہ حضور نے حرم میں قربانی دی ہوگی خصوصاً جب کہ ارشاد ربانی ہے حتی یبلغ الہدیٰ محلہ اور حضور نے فرما دیا آیت پر عمل کیا کہان خلقنا القواک۔ نیز حدیث نسائی کے الفاظ ہیں: کہ حضور نے تاجتہ بن کعب۔ اعلیٰ کو قربانی کا ناجز حرم میں ذبح کرنے کیسے بھیجا تھا۔ حتیٰ نحوہ القواک اور مصنف ابن شہیر میں حضرت عطاء سے مروی ہے: کان منزل النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوم الہدیٰ بمبیت فی الحرم فی الاستدکار قال عطاء: وایں اس قول بعد یوم النحر علیہ السلام حدیث ہے۔ یوم النحر بمبیتہ الا فی الحرم۔ (ملخصاً من جوہر النقی ص ۳۳) ان تمام حدیثوں سے واضح ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث کے موقع پر حرم میں قربانی دی تھی۔ جس سے امام اعظم علیہ الرحمہ کے مسلک کی تائید و توثیق ہوتی ہے۔

اس آیت و حدیث سے واضح ہوا کہ اگر عزم بیماری یا سخت گرمی یا شدید سردی یا زخم یا جوڑوں کی سخت اذیت کے باعث منافی احرام کوئی کام کرے تو صرف اس جرم غیر اختیاری میں یہ اختیار ہے کہ وہ کم سے کم کچھ سہکیوں کو ایک ایک حدتہ دے دے یا دو دو وقت پیٹ بھر کھلائے یا تین دو روزے لگھے۔

(۷) صدقہ سے مراد یہ ہے کہ پونے دو سیر اٹھنی بھر گہنوں یا اس کے دیکھنے جو یا کچھ یا ان کی قیمت دے۔

بَابُ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى أَوْصِدَقَةً وَهِيَ إِطْعَامُ سِتَّةٍ مَسَاكِينَ
باب - اسی آیت میں نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسک کا حکم دیا۔ اس سے مراد چھ مسکینوں کو کھانا ہے۔

حدیثی مجاہدین قَالِ سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمَنِ
بن ابی لیلیٰ اَنَّ كَعْبَ بْنَ عُجْرَةَ حَدَّثَهُ
قَالَ وَكَفْتُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْحَدِّ يَسِيرَةً زَمَرًا مِثْلِي
يَتَحَفَّاتُ قَمَلًا فَقَالَ أَبُو ذَرِّبٍ هُوَ
أَمْلَكُ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَأَحْلِقْ وَأَسْكُ
أَوْ قَالَ أَحْلِقْ قَلًا فِي نَزَلَتْ هَذِهِ
الْآيَةُ فَكُنْ كَانَ مِنْكُمْ مَوْفِيحًا أَوْ
يَا أَدْعَا مِنْ رَأْسِهِ إِلَى آخِرِهَا فَقَالَ
النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صُمْ
ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ أَوْ تَصَدَّقْ بِعِزِّي يَنْزِلُ
سِتَّةً أَوْ سَلْكَ وَمَا تَبَيَّنَ (بخاری)

اس عنوان اور زیر عنوان حدیث سے یہ واضح کرنا مقصود ہے۔ کہ قرآن مجید میں جو صدقہ کا ذکر ہے اس سے مراد چھ
بنوں کو کھانا کھانا ہے۔ چھ سو ستمار کا بھی یہی مسک ہے۔

باب - فدیہ میں ہر غریب کو آدھا صاع دینا چاہیے۔
حضرت عبد اللہ بن مسعود سے مروی ہے۔ انہوں نے
کہا۔ میں حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ کے
پاس بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے ان سے فدیہ کے بارے
میں پوچھا۔ انہوں نے کہا۔ یہ آیت فدیہ میرے بارے
میں اتنی تھی۔ مگر اس کا حکم تم سب کے لئے ملام
ہے۔ ہوا۔ کہ مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

بَابُ الْإِطْعَامِ فِي الْفِدْيَةِ يَضَعُ
صَاعًا عَنْ عِدَّةٍ اللَّهُ بْنُ مَحْمَدٍ
قَالَ جَلَسْتُ إِلَى كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَسَأَلْتُهُ عَنْ
الْفِدْيَةِ فَقَالَ نَزَلَتْ فِي خَاصَّةٍ
وَهِيَ لَكُمْ عَامَّةٌ حُمِلَتْ إِلَى
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

كَأَبْ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى لَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ
وَأَنْتُمْ مَخْرُؤُونَ عَنْهَا قَتَلْتُمْ نَفْسَكُمْ فَتَكُونُوا
فَجْرًا لِمَنْ أَجْرًا لِمَا قَتَلْتُمْ مِنَ النَّفْسِ بِمَا كُنْتُمْ
يَوْمَ قَاتِلْتُمْ أَنْفُسَكُمْ قَاتِلْتُمْ أَنْفُسَكُمْ قَاتِلْتُمْ
أَنْفُسَكُمْ قَاتِلْتُمْ أَنْفُسَكُمْ قَاتِلْتُمْ أَنْفُسَكُمْ
قَاتِلْتُمْ أَنْفُسَكُمْ قَاتِلْتُمْ أَنْفُسَكُمْ قَاتِلْتُمْ
قَاتِلْتُمْ أَنْفُسَكُمْ قَاتِلْتُمْ أَنْفُسَكُمْ قَاتِلْتُمْ
قَاتِلْتُمْ أَنْفُسَكُمْ قَاتِلْتُمْ أَنْفُسَكُمْ قَاتِلْتُمْ

(بخاری)

لے ایمان و ایمان کی حالت میں شکار
نکرو۔ اور جو تم میں سے نفسنا جانور کو قتل
کے گا۔ تو جلد دے مثل اس جانور کے جو
قتل ہوا تم میں سے دو عادل جو حکم کریں
۱۰۰ بار قرانی ہوگی۔ جو کتبہ کو جانے یا کفار
مسکین کا کھانا یا اس کے برابر روزے تاکہ
اپنے گنہگاروں کو دال جائے۔ اللہ نے اسے
صاف فرما دیا۔ جو پیشتر ہو چکا اور جو پھر
کرے گا۔ تو اللہ اس سے بدلے گا۔ اور
اللہ غالب بدل لینے والا ہے۔ دریا کا شکار
اور اس کا کھانا تم پر حلال کیا گیا ہے
اور مسافروں کے برتنے کے لئے۔ اور شکاری
کا شکار تم پر حرام ہے۔ جب تک تم محرم
جو اور اللہ سے ڈو جس کی طرف تم اٹھائے
جاؤ گے۔

ضروری غور ہے۔ اس عنوان سے جرم اور اس کے کفارے کا بیان ہوتا ہے۔ اس سلسلہ میں حب ذیل ماہ
کامیاب میں رہنا منہ دہی ہے۔

اول۔ محرم اگر قصد بلا ضرر جرم کرے۔ تو کفارہ بھی واجب ہے۔ اور گنہگار بھی ہوگا لہذا اس صورت میں
توبہ واجب ہے۔ محض کفارہ سے پاک نہ ہوگا۔ جب تک توبہ نہ کرے اور اگر نادانستہ یا ضرر سے جرم کرے۔ تو
کفارہ لازم ہے۔ البتہ گنہگار نہ ہوگا۔ جرم میں کفارہ بہر حال لازم ہے۔ یا دے ہو یا بھول چوک سے یا بہوشی میں ہو
یا ہوش میں۔ خوشی سے ہو یا مجبور یا سوتے میں یا بیداری میں۔ اپنے آپ کیا ہو یا دوسرے نے اسے حکم دیا ہو۔
مگر اس فعل کا جرم ہونا جانتا ہو یا معلوم نہ ہو تو بھی کفارہ لازم ہے۔

دو۔ دم سے مراد لیک بکری یا بھیر ہے۔ بدلتہ سے اونٹ یا گھٹھرا دے۔ یہ سب جلد انہیں شکار کے ہوں
قریبا میں ہیں۔ اور صدقہ سے مراد پانچ اونٹنی دور کا چاندی کا روپیہ سے ایک سو پچتر پانچ اونٹنی بکریوں کو
وہ بکے سیر سے پونے دو سیر یعنی ہر اوپر ہرے یا اس سے دو گنا جو یا کھور یا ان کی قیمت مراد ہے۔
سوگ۔ جہاں ایک دم یا مگھہ واجب ہوگا۔ تو قارن پر دو واجب ہوں گے۔

چھام۔ کفارہ یا قارن یا صحت کے شکرانہ قرانی کا جرم میں ہونا ضروری ہے۔ غیر جرم میں کہ تو امان ہوگی۔
پنجم۔ شکرانہ کی قرانی سے آپ بھی کما سکتا ہے۔ اور امیر و غریب سب کو کھلا بلا سکتا ہے اور کھلا دینی
فرمانا صرف عبادت کا حق ہے۔

نیز عنوانِ آیت سورہ مائدہ کی ہے۔ اس کے احکام و مسائل یہ ہوئے۔ تفسیرِ نماز میں ہے کہ جس میں حدیث کا واقعہ
بشایا مسلمانِ محرم (احرام پوش) تھے اس حالت میں وہ اس آزمائش میں ڈالے گئے۔ کہ وحوش و طیور بکثرت آئے ہوا
اتنے سے بکڑنا اور شکار کرنا بالکل ہفتادیں تھا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور اس آزمائش میں فرمانبردار اور حکمِ الہی
کی تعمیل میں ثابت قدم رہے۔ (۷۲)۔ اس آیت سے واضح ہوا کہ محرم پر شکار۔ یعنی خشکی کے کسی وحشی جانور کو بارہا حرام
وحشی جانور کا شکار ممنوع ہے خواہ وہ حلال ہو یا نہ ہو۔ اور ہم حال میں ممنوع ہے۔ خواہ قصداً عمدتاً ہو جس کی ممانعت ۱۔ مبارک میں
ہے۔ یا غلط ہو۔ جس کی ممانعت احادیث میں ہے۔ (۳) مثل ما قُتِلَ ۲۔ دیساہی جانور دینے سے مراد یہ ہے کہ قیمت میں مارے
ہوئے جانور کے برابر ہو۔ سیدنا امام اعظم علیہ الرحمہ کا یہ ہی قول ہے اور امام شافعی و امام محمد کا قول یہ ہے۔ (۱)۔ (۲)۔ (۳)۔
جانور سے خلقت و صورت میں مارے ہوئے جانور کے مثل ہو یا نہ ہو۔ (۴)۔ (۵)۔ (۶)۔ (۷)۔ (۸)۔ (۹)۔ (۱۰)۔ (۱۱)۔ (۱۲)۔ (۱۳)۔ (۱۴)۔ (۱۵)۔ (۱۶)۔ (۱۷)۔ (۱۸)۔ (۱۹)۔ (۲۰)۔
آدی جانور کی قیمت کا اندازہ کریں۔ اور قیمت و اُل کی معتبر ہوگی جہاں شکار مارا گیا ہو۔ یا اس کے قریب کے مقام کی۔
(۵)۔ بلوغ الکعبۃ۔ یعنی کفارہ کے جانور یا حرم میں فرع کیا جانا ضروری ہے۔ غیر حرم یا بین کعبہ میں فرع جائز نہیں۔ ایسی لے
کعبہ کو پیٹے۔ فرمایا۔ کعبہ کے اندر نہ فرمایا۔ (۶)۔ اوکھارہ ۱۰ الخ۔ یعنی یہ بھی جائز ہے۔ شکار کی قیمت کا غرض یہ کہ مسکین کو اتنا دے
کہ ہر مسکین کو صدقہ فطر کے برابر پینے۔

(۷)۔ مہما۔ یعنی یہ بھی جائز ہے کہ اس جانور کی قیمت میں جتنے مسکینوں کے حصے صدقہ فطر کے برابر حصے ہوتے تھے۔ اتنے
روزے رکھے۔ یعنی اس جانور کی قیمت جتنے صدقہ (صدقہ فطر) کی مقدار میں ہوں۔ ہر صدقہ کے بدلے ایک روزہ رکھے۔
اور اگر کچھ خرچ جائے۔ جو پورا صدقہ نہیں۔ (یعنی صدقہ فطر کے برابر نہیں ہوتا)۔ تو اختیار ہے۔ کہ وہ کسی مسکین کو دیدے۔
یا اس کے عوض بھی ایک روزہ رکھ لے۔ اور مارے ہوئے جانور کی پوری قیمت ایک صدقہ (صدقہ فطر کی مقدار) کے لائق نہیں
ہے۔ تو بھی اختیار ہے۔ کہ اتنے کا غرض یہ کہ ایک مسکین کو دیدے یا اس کے بدلے ایک روزہ رکھ لے (در مختار ص ۱۰۱)۔
(۸)۔ صید البعوض۔ یعنی محرم کیلئے دریا کا شکار حلال ہے۔ اور خشکی لا حرام دریا کا شکار وہ جو پانی میں پیدا ہوا ہو۔ اگرچہ
مٹی میں بھی کہیں رہتا ہو۔ اور خشکی کا وہ جس کی سیدائش خشکی میں ہو۔ اگرچہ پانی میں رہتا ہو۔

باب جب کہ بغیر احرام و لا شکار کرے اور محرم کو تھمتہ
شے تو وہ کھا سکتا ہے اور حضرت ابن عباس اور
حضرت انس نے کہا جو جانور شکار کا نہیں ہے مثلاً
اونٹ گائے مرغی، گھوڑا تو احرام والا اس کو ذبح کر سکتا
ہے۔ قرآن میں بدل اس کے ستنے مثل یعنی برابر کے ہیں اور
اگر عین کو زیر ہے کہ چڑھیں یعنی بدل تو اس کے ستنے
ہم روزہ کے ہیں اور سورۃ مائدہ میں قَالُوا مَا كَانَ
مَعَهُ اِلَّا اَنْفُسُهُمْ يَدْعُوْنُكَ عَلَيْهِمْ فَارْتَدَّ
فِيْهِمْ حُزْنٌ مِّنْ اَمْرِ يَوْمَئِذٍ وَكَانُوا
يَدْعُوْنَكَ عَلَيْهِمْ وَتُفْسِدُ وَجْهَكُمْ
وَالْجَنَّةُ مَبْنٰیۃً مِّنْ اَصْحٰبِهَا
وَالْجَنَّةُ مَبْنٰیۃً مِّنْ اَصْحٰبِهَا

بَابُ اِذَا صَادَ الْحَلَالُ فَاهْدَى لِلْمُحْرِمِ
الصَّبِيْدَ اَكَلَهُ وَلَحْمُ ابْنِ عَبَّاسٍ وَآتَمَنَ
بِالْبَزْجِ نَبَاً وَهُوَ غَيْرُ الصَّبِيْدِ نَحْوُ
الرَّجُلِ وَالْعَتِيْدِ وَالْبَقْرِ وَالْجَاوِزِ
الْخَيْلِ يُقَالُ عَدْلٌ ذَالِكُ مِثْلٍ فَاِذَا
كُسِرَتْ عِدْلٌ فَهُوَ زَنْتٌ ذَالِكُ
قِيَا مَا تَقُوْا مَا يُعْدِلُوْنَ يَدْعُوْنَكَ عَلَيْهِمْ
عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ قَالَ الطَّلْحِ
أَبِي عَامٍ الْحَدَّثَ نِسِيَّةً فَاحْرَمَ اَصْحَابُهُ

وَلَمْ يَحْرُمْ وَحَدَّثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ عَدَاةً أَتَتْهُمُ فَانْطَلَقَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمِنْهُمَا أَنَا مَعَ أَهْلِيهِ تَضَحَّكَ بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ فَقَطَرْتُ قَاوَا أَنَا مَجْدَارٌ وَخَيْشٌ فَمَلَأْتُ حَلِيْبَ فَمَلَأْتُهُ قَاوَا تَبَسُّ، وَاسْتَعْنَتْ بِعَمِّ قَابُوا أَنْ يُعَيِّنُونِي قَاوَا كُنَّا مِنْ لَحْمِهِ وَخَيْشِيْنَا أَنْ نَقْطَعَ نَطَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْفَعُ قَوْسِي شَاوَا قَاوَا مِيْرُ شَاوَا مَلَيْتُ دَجَلَةً مِنْ بَنِي عَقَارٍ فِي جَوْنِ اللَّيْلِ قَاوَا أَيْنَ تَرَكْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَرَكْتُهُ بِعَمِّهِ وَهُوَ قَابِلٌ بِالسَّقِيَا فَمَلَأْتُ يَارَسُولَ اللَّهِ إِنَّهُ أَهْلَكَ يَعْمُرُ كُنْتُ عَلَيْكَ السَّلَامَ وَرَحْمَةُ اللَّهِ أَنَّهُمْ قَاوَا شَاوَا أَنْ يَفْطَحُوا دُونَكَ فَاسْتَظَرُّمُ فَكُنْتُ يَارَسُولَ اللَّهِ أَهْبْتُ جَمَادٌ وَخَيْشٌ وَعَنْدِي مِنْهُ قَاوَا نَطَلْتُ فَقَالَ لِلْقَوْمِ كُلُوا وَهُمْ مُخْرَمُونَ.

حدیث میں دس سال گئے انہوں نے احرام نہیں باندھا تھا۔ ان کے سامنے احرام باندھے ہوئے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کیا کہ ایک دشمن آپ سے لڑنا چاہتا ہے۔ اوقات دسے کہا پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم چلے میں بھی آپ کے صحابہ کے ساتھ نکلتے ہیں وہ ایک دوسرے کو دیکھ کر ہنسنے لگے میں نے بڑھکھا تو ایک گورز جالہا ہے میں نے اس پر گھوڑا اٹھایا اور پیچھے سے مدد کر کے روک لیا میں نے اپنے ساتھیوں سے مدد چاہی انہوں نے میری مدد کرنے سے انکار کر دیا پھر ہم سب نے اس کا گوشت کھایا اور ہم دسے کہ کہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سداڑ جو جایش میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دھونڈ کر لیا گھوڑا تیز چلا تا کہ وہ کبھی تیرے آخذا ہی راست کے وقت قبیلہ غفار کے ایک آدمی سے میری ملاقات ہوگی۔ میں نے دھونڈا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کہاں چھوڑا ہے، اس نے کہا میں نے آپ کو تھیں میں چھوڑا ہے اور آپ کا ارادہ تھا کہ سچا پہنچ کر دوپہر کا کھانا کراؤں مگر راتوں میں آپ کے ملاقات ہو گئی، میں نے کہا یا رسول اللہ آپ کے صحابہ نے آپ کو سلام عرض کیا ہے اور وہ ڈر ہے ہیں کہ کہیں آپ سے جہاد جو جایش میں نے آپ کو انتظار کیجئے پھر میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! میں نے ایک جنگلی گڑھا مارا تھا اور اس کا کچھ بچا ہوا گوشت میرے پاس ہے آپ نے لوگوں سے فرمایا کھاؤ اور وہ احرام باندھے ہوئے تھے۔

بَابُ إِذَا سَأَلَ الْمُحْرَمُونَ صَيْدًا أَفْضَحَ كَوْدًا فَفَطَنَ الْحَدَلَ

باب احرام والے لوگ شکار دیکھ کر ہنس دیں اور بے احرام والا سمجھ جائے (اور شکار کرے) تو وہ بھی کھا سکتے ہیں۔

اس عنوان کے تحت بھی اہم بخاری نے وہی حدیث عبد اللہ بن ابی قتادہ ذکر کی ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ عبد اللہ بن ابی قتادہ کہتے ہیں کہ میرے والد نے بیان کیا کہ ہم حدیبیہ کے دن حضور کے ہمراہ تھے آپ کے صحابہ احرام باندھے ہوئے تھے لیکن میں نے احرام نہیں باندھا تھا۔ جب ہم مقام خیبر میں پہلے تو میرے ساتھیوں نے ایک لورز دیکھا اور ایک دوسرے سے

کو دیکھ کر سننے لگے وہ ان کے بننے سے جب میں نے ادھر نکل کر تو گور خر کو دیکھا اور میں نے اس کا شمار کر لیا میں نے شمار کرنا تو پانے میں ساتھیوں سے جو کہ اس علم دے ہوئے تھے امد چاہی۔ مگر انہوں نے دو کرنے سے انکار کر دیا۔ پھر ماں میں نے شمار کر لیا پھر ہم سب نے اس کا گوشت کھایا۔ اس کے بعد حضور صرد عالم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر میں نے عرض کیا یا رسول اللہ

إِنَّا أَصْلَدْنَا جِمَارًا وَحَشَنَّا وَإِنَّا عِنْدَنَا
فَاضِلَةٌ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ لَا تَصْحَابُكُمْ كَلُوا وَهُمْ فَخْرٌ مَوْنٌ

ہم نے ایک گور خر کا شمار کر لیا اور مجھ سے پاس اس کا بچا ہوا کچھ گوشت بھی ہے۔ رسول اللہ علیہ السلام نے اس کو دیکھ کر اپنے صحابہ سے فرمایا کھاؤ۔ حالانکہ وہ احکام ماننے سے تھے

۱۱۔ اہم حدیثی طیارہ عز نے اس حدیث کا ذکر کر کے یہ واضح کیا ہے کہ شمار کرنے سے جو اور عمر ایک دوسرے کو دیکھ کر سننے لگیں اور غیر عمر ان کو دیکھ کر شمار کر لیا ہے اور وہ شمار کر لے تو محرموں کا شمار کسی امانت یا آثار کے ضمن میں نہیں آتا

بَابُ لَا يُعِينُ الْمُحْرِمُ الْحَلَالَ فِي قَتْلِ الصَّيْدِ

باب شمار کرنے میں محرم غیر محرم کی امانت نہ کرے

عَنْ أَبِي تَتَادَا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ
كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِأَنْ
لَقَا حُرُودًا مِنَ الْمُحْرِمِينَ وَمَا عَدَّ الْمُحْرِمُ
قَدَايَاتٍ أَصْحَابِي يَتَرَاءَوْنَ شِدْمًا
فَنَظَرْنَا إِذَا جِمَارًا وَحَشَنًا يَعْنِي وَقَعَ
سَوْطُهُ فَعَالَا لَنَا لَعِينَتُكَ عَلَيْهِ بَيْتِي
رَأَى مُحْرِمُونَ فَتَنَّا وَلَنَّهُ ذَا حَدَثَهُ ثُمَّ
أَتَيْنَا الْحَمْدَ مِنْ دَمَاءِ الْكَمْبَةِ نَعْقَرُتُهُ
كَأَنَّهُتْ بِهِ أَصْحَابِي فَقَالَ بَعْضُهُمْ كَلُوا
وَقَالَ بَعْضُهُمْ لَا تَكُلُوا ذَا نَيْتِ النَّبِيِّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ أَمَّا مَا
فَسَأَلْتُهُ فَقَالَ كَلُوا حَلَالًا

ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مقام تاحہ میں تھے۔ بعض اصحاب تو محرم تھے اور بعض غیر محرم۔ میں نے دیکھا کہ میرے ساتھی ایک دوسرے کو کچھ دکھا رہے ہیں۔ میں نے جو نظر اٹھائی تو ایک گور خر سامنے تھا۔ ان کی مراد یہ تھی کہ ان کا گوشت کر لیا جاوے اپنے ساتھیوں سے اسے اٹھانے کے لیے انہوں نے کہا اب میں ساتھیوں نے کہا کہ ہم تمہاری مدد نہیں کر سکتے (کیونکہ محرم تھے) اس لیے میں نے خود اٹھالیا۔ اس کے بعد میں اس گور خر کے پاس ایک ٹیلے کے پیچھے سے لے کر آیا وہ اسے مار لیا۔ پھر میں اسے اپنے ساتھیوں کے پاس لایا۔ پھر نے تو یہ کہا کہ میں بھی کھا لیتا چاہیے لیکن بعضوں نے یہ کہہ ڈالا چاہیے پھر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا۔ آپ ہم سے ہلکے تھے میں نے آپ سے مسئلہ پوچھا

(بخاری)

فوائد مسایل

۱) اسی میں جو کہ عوم کو شکاری کے شکار کا شکار کرنا یا اس کی لڑت شکار کرنے کو اشارہ کرنا یا کسی اور طرح بتانا یہ عوم سے شکار کرنا تو عوم سے کھانا کھانے کے لیے عوم ہی کے لیے شکار کرنا جو عوم غریب ہے عوم نے شکار کا پتہ بتایا وہ عوم کی طرح اس کام میں امانت کی ہے۔ اور یہ بھی واضح ہوا کہ عوم کو لگاتے ہوئے اپنی ہاتھ دھو کر شکار کرنا جائز ہے۔

بَابُ الْأَشْيَاءِ الْمَحْرُومَةِ إِلَى الصَّيْدِ لَكِنَّ يَصْطَادُ الْحَلَالُ

باب غیر محرم کے شکار کرنے کے لیے، عوم شکار کی طرف اشارہ نہ کرے

مجھے عبداللہ بن ابی قتادہ نے خبر دی اور انہیں ان کے والد نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دمرہ کا ارادہ کر کے نکلے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی آپ کے ساتھ تھے۔ ان خبر نے صحابہ کی ایک جماعت کو جس میں ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بھی تھے وہ عورتوں کے گھر سے دمرہ کے گھر کے کنارے ہو کر ہاڈرلا دشمن کا پتہ لگا دیا پھر عوم سے آواز پونچھی جماعت دمرہ کے کنارے سے ہو کر چلی سواری میں سب نے احرام باندھ لیا تھا۔ لیکن ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نے اسی احرام نہیں باندھا تھا۔ یہ ناخبر چل رہا تھا کہ چند گورخو کھائی دیتے۔ ابو قتادہ ابن پھیلٹ پڑے اور ایک مادہ کا شکار کر لیا۔ پھر ایک جگہ ٹھہر کر اس کا گوشت کھانے لگا۔ یہ خبر انہی کے ایک ہم عوم ہونے کے باوجود شکار کا گوشت کھانے لگے ہیں؟ چنانچہ جو کچھ گوشت باقی باجوہ رہا وہ سب لائے۔ اللہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے تو عرض کی۔ یا رسول اللہ! ہم سب لوگ تو عوم تھے لیکن ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نے احرام نہیں باندھا تھا۔ پھر ہم نے کچھ گورخو کھائے۔ اور ابو قتادہ نے اس پر حل کر کے ایک مادہ کا شکار کر لیا۔ اس کے بعد ایک

رَبِّي قَتَادَةَ كَانَ أَنَا هَ أَخِيَّةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ حَاجًّا فَخَرَجُوا مَعَهُ لَصَرَفَ طَائِفَةٍ مِنْهُمْ فِيهِمْ أَبُو قَتَادَةَ فَقَالَ خُذُوا سَاحِلَ الْبَحْرِ حَتَّى تَلْتَقُوا كَالْخَلْدِ سَاحِلَ الْبَحْرِ فَلَمَّا انْصَرَفُوا أَحْرَمُوا كُلُّهُمْ إِلَّا أَبُو قَتَادَةَ لَمْ يُحْرَمْ فَبَيَّكَا هُمَا لِيَسْرُوهُمَا إِذَا وَحْمَرُ وَحْشٍ فَعَمِلَ أَبُو قَتَادَةَ عَلَى الْحُمْرِ فَحَقَّرَ مِنْهَا أَنَا فَتَرَلُّوْا فَكَلَّمَا مِنْ لَحْمِهَا وَقَالُوا أَنَا كُلُّ لَحْمٍ صَيْدٍ وَنَحْنُ نَحْرَمُونَ فَعَمَلْنَا مَا بَقِيَ مِنْ لَحْمِهَا لَنَكُلَ فَلَمَّا أَتَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّا كُنَّا أَحْرَمًا وَقَدْ كَانَ أَبُو قَتَادَةَ لَمْ يُحْرَمْ فَكُلْنَا مِنْ لَحْمِهَا وَحْشٍ فَعَمِلَ عَلَيْهِمَا أَبُو قَتَادَةَ فَحَقَّرَ مِنْهَا أَنَا فَكُلْنَا لَنَا فَكَلَّمَا مِنْ لَحْمِهَا ثُمَّ قُلْنَا أَنَا كُلُّ لَحْمٍ صَيْدٍ وَنَحْنُ مَحْرَمُونَ فَحَمَلْنَا مَا بَقِيَ مِنْ لَحْمِهَا قَالُوا مِنْهُ أَحَدٌ أَمَرَكَ أَنْ تَعْمَلَ عَلَيْهِمَا أَوْ شَأْنًا إِنْهَا قَاتِلُوا لَا

قَالَ فَكُلُوا مَا بَقِيَ مِنْ لَحْمِهَا -
(بخاری)

مگر ہم نے قیام کیا اور اس کا گوشت کھا یا۔ یہ خیال آیا
کہ کیا ہم محرم ہونے کے باوجود شکار کا گوشت کھا بھی
سکتے ہیں؟ اس لیے جو کچھ گوشت باقی بچا وہ ہم ساتھ
لائے ہیں۔ آپ نے یہ چھایا کہ تم میں سے کسی نے شکار کرنے
کے لیے کہا تھا یا کسی نے اس کی روٹ اٹھا دی تھی؟
سب نے کہا کہ نہیں۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ پھر باقی ماندہ
گوشت بھی کھا لو۔

بَابُ إِذَا أَهْدَى الْمُحْرِمُ جِمَاسًا وَحَنْثِيًّا حَيًّا لَمْ يَقْبَلْ

باب اگر محرم کو کوئی زندہ گورغز تحفہ دے تو قبول نہ کرے۔
مسند بن جشامہ لکھی سے مروی ہے۔ انہوں نے محذور غوی ایک گورغز بطور ہدیہ ارسال کیا۔ حضور علیہ السلام
اس وقت انعام میں یا دھان میں ملے فرماتے آپ نے اس کو واپس کر دیا۔
فَلَمَّا كُنَا فِي وَجْهِهِ قَالَ إِنَّا كُنَّا
نُؤَدُّهُ عَلَيْهِمْ إِنَّا أَنَا حَوْمٌ
(بخاری)

فوائد و مسائل | اس حدیث سے فقہی حقائق، جہاں جابر بن عبد اللہ بن عبد اللہ ثوری، امام مالک و اسحاق دہلی روایت
انہیں مسئلہ لال کیا کہ محرم کو غیر محرم کا شکار کیا ہوا کھانا ہایز حلال ہے (۲) اور حضرت عطاء و سعید بن جسر
امام ابو یوسف و ابو یوسف و حماد و احمد فرماتے ہیں کہ غیر محرم کا کیا ہوا شکار محرم کھا سکتا ہے یہ حضرات ان متعدد حدیثوں سے
استدلال کرتے ہیں جو اوپر گذر چکی ہیں۔ ————— حدیث بیہش کے مرتب اس قدر واضح ہوتا ہے کہ غیر محرم، محرم کو
زندہ جانور نہیں دے سکتا۔ یعنی محرم کو غیر محرم محرم مید تو دے سکتا ہے مگر نفسی مید تو نہیں دے سکتا۔ حویہ تشریح و تفسیر کے
لیے شرح صافی الامار باب میدا لال المحرم کا مطالعہ کیجئے۔

(۳) اہل حدیث سے بھی واضح ہوتا ہے کہ کسی قدر محتول کی بنا پر ہدیہ کا نہ قبول کرنا جائز ہے مابعد واپس کرتے وقت ہدیہ
کو دے، اگر بدیدہ دینے والے کو حال نہ ہو۔

بَابُ مَا يَنْتَهَى الْمُحْرِمُ مِنَ اللَّحْمِ وَالْأَبْ

باب محرم کون سے جانور مار سکتا ہے
عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما
عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

پانچ ماہ اور ایسے ہیں کہ جس کے ارٹالے میں عوم
پر کوئی گناہ نہیں۔

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پانچ ماہ اور
ایسے ہیں جن میں ارٹالے میں کوئی حرج نہیں۔ گناہ چلن
جو انچھوڑ کر رکھنے والا نہ کرے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ پانچ
ماہ اور بذات ہیں۔ ان کو حرم میں بھی مار ڈالنا
ہما جائے۔ گناہ چلن اور پھر اولہ جو اولہ کشتا
کشتا۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے
کہا۔ ایسا ہولہ ایک بار ہم میں۔ میں جب مدینہ میں آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ اتنے میں حورہ
والمرسلت عرفا آپ پر آری آپ اس کو پڑھ رہے
تھے اور میں آپ کے منہ سے سن کر سکھ رہا تھا آپ کا
منہ اس کے پڑھنے سے تروتازہ تھا یا ایک ایک
ساپ ہم پر کودا۔ آپ نے فرمایا اس کو مار ڈالو ہم
لوگ اس پر پلکے وہ جیل و ماتمب آپ نے فرمایا وہ
تہا ہادی نہ سے نکالو اور تم اس کی زد سے بچ کر رہو۔
اہم بخاری نے کہا ہمارا مطلب اس حدیث کے لانے
سے یہ ہے کہ منی حرم میں داخل ہوا اور صحابہ نے اس
کے ارٹالے میں کوئی قیامت نہیں ہو سکتی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہے
جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بی بی تھیں۔ کہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چھپکلی (رد کار)
مروزی ہے۔ میں نے یہ نہیں سنا کہ آپ نے اس کے ار
ڈالنے کا حکم دیا۔

قَالَ خَمْسٌ مِنَ الْمَنَابِتِ لَيْسَ عَلَى الْمَخْرِمِ
فِي قَتْلِهِنَّ جُنَاحٌ (بخاری)

مَا كُنْتُ حَفْصَةَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَمْسٌ مِنَ الْمَنَابِتِ لَا خُرُوجَ
عَلَى مَنْ تَتَلَهَّنَ الْغُرَابُ وَالْجِلْدُ أَوْدَةُ وَالْفَارَةُ
وَالْعَصْرَبُ وَالْكَلْبُ الْعَقُورُ۔ (بخاری)

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّ رَسُولَ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَمْسٌ
مِنَ الْمَنَابِتِ كُفَيْتُ فَاَسْتَقِ يَقْتُلُهُنَّ
فِي الْحَوْزِ غُرَابٌ وَالْجِلْدُ أَوْدَةُ وَالْعَصْرَبُ وَ
الْفَارَةُ وَالْكَلْبُ الْعَقُورُ۔ (بخاری)

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ يَبْنَا
نَحْنُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي
غَارٍ بَعْدَ إِذْ نَزَلَ عَلَيْهِ وَالْمُرْسَلَاتِ وَ
إِنَّهُ لَيَسْتَوْحَا وَإِنِّي لَا تَلْتَا حَا مِنْ
بَيْنِهِمَا وَإِنَّ مَا هُ كَرِطِبٍ لِيَا أَذْ رُثِثَ عَلَيْنَا
حِينَ فَقَدْ أَشْهُي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
أَتَوْهَا فَابْتَدَرَتْهَا ذَنْ هَبَتْ فَقَالَ
الَّذِي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَبِيتَ
شَرَكُكُمْ لَمَّا وَقَبِيتُمْ شَرَهَا قَالَ أَبُو عَبْدِ
اللَّهِ أَلَمْ أَسْأَلْكُمْ لَهَذَا أَنَّ مَنِي مِنْ
الْحَدِيدِ وَ إِنْهُمْ لَمْ يَرَوْا يَقْتُلِ الْحَدِيدَ
بِأَسَا۔ (بخاری)

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ نَزَحَ قَوْلِي سَيِّئٌ
وَلَمْ أَسْمَعْهُ أَمْرٌ يَقْتُلُ بِهِ۔

(بخاری)

فائدہ مسائل استدعا دہانہ کی جمع ہے جو بھی زمین پر پئے اس کو ابرہہ کہتے ہیں۔ اور یہ لفظ مذکور مذکوروں کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ اگر کہا جائے حوان میں حیوان کا لفظ لاتے تو اچھا تھا کیونکہ اگر حوان اعاویث میں پیل اور کتے کا ذکر بھی ہے۔ جو ابرہہ کہ جو کچھ غیر متعلق اعاویث میں زیادہ تر وہاب کا ذکر ہے۔ اس لیے مخالف دعابہ سے ظاہر کیا جائے (۱) ان اعاویث سے واضح ہوا کہ عمر کو شیت و موزی ہاوندوں کا ماننا جائز ہوا۔ تو غیر حرم کو تو بطریق (۱) جائز ہو گا۔ نیز جب حرم میں ان موزی ہاوندوں کو ماننا جائز ہے تو غیر حرم میں بھی جائز قرار پائے گا۔ انھیں پکلی کے متعلق صحیحین (۱) و (۲) میں اللہ تعالیٰ عنہ سے مؤلفاً مروی ہے کہ "خو علیہ السلام نے پکلی کے مارنے کی اجازت دی ہے و مسلم شریف" (۱)

فائدہ مذکورہ بالا پانچ ہاوندوں کو حضور علیہ السلام نے حرام قرار دیا ہے۔ مگر دوسرے امت فتن کے معنی خروج کے ہیں۔ عرب ہوتے ہیں فسقت الموطا ملغا خروجت عنہ قشراھا۔ اور قرآن مجید میں ہے ففسق عن اصولہ ای خروج آدمی کو فاسق اس لیے کہا جاتا ہے کہ وہ اپنے رب کی اطاعت سے نکل جاتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کا فرمان جو جاتا ہے ملو مذکورہ بالا ہاوندوں کو فاسق اس معنی فرمایا گیا ہے کہ یہ اس حرم سے خارج ہو گئے ہیں جو دوسرے ہاوندوں کے لئے ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مذکورہ فی الحدیث ہاوندوں کو حرم میں ماننا جائز ہے۔

غالب: کئی نہایت دھوکہ باز شریکوں نے دھوکہ دے کر وہاب کی انکم پیورٹی دیتا ہے۔ بچوں کے ہاتھ سے بدلی ٹھہین لیتا ہے گندگی کھا کھائے۔ کھانے کی چیزوں کو خراب کر دیتا ہے۔ حضور علیہ السلام نے بھی اس کو فاسق قرار دیا ہے۔ تعجب ہے کہ بعض علماء نے بولند اس کو سے کھال بلکہ اس کے کھانے کو کاڑھاب قرار دیتے ہیں۔ سناپ: پچھو اور پاگل کتا بھی موزی ہاوند میں پیل بھی کوسے کی طرح ہی ہے۔ پوٹا کھانے کی چیزوں کو برباد کر دیتا ہے۔ جھٹی سے جھٹی پکڑے، کاغذات وغیرہ کاٹ دیتا ہے۔ جہاز غ کی تیلی لے لیتا ہے۔ جس کی وجہ سے بعض لوگات گمروں کو اگل لگ جاتی ہے۔ بہر حال انہی وجوہات کی بنا پر ان ہاوندوں کو فاسق قرار دیا گیا ہے:

بَابُ لَا يُعْضَدُ شَجَرُ الْحَرَمِ

باب حرم کے درخت نہ کاٹنے میں

اس عثمان کے ماتحت امام بخاری نے وہی حدیث درج کی ہے جو غرض الباری پارہ اول صفحہ ۲۹۲ میں ابی یوسف علیہ السلام نے اس حدیث میں حضور علیہ السلام نے حرم میں خون بہانا اور یہاں کے درخت کاٹنا منین فرمایا جس سے واضح ہوا کہ کو معطل کے ارد گرد کسی کو سن تک جو حرم کا جنگل ہے اور جس کی حدیث میں بھی ہے۔ ان حدیث کے اندر لگائے گئے ہیں۔ خود رو پڑ کاٹنا وہاں کے وحشی ہاوندوں کو غلطیت دینا حرام ہے۔ سچ کہ اگر سخت دھوپ ہے اور ایک ایک درخت ہے جس کے سایہ میں پہل بیٹھا ہے تو یہ ہاوند نہیں ہے کہ اپنے بیٹھنے کے لئے اس ہرن لوہوں سے اٹھائے۔

بَابُ لَا يُفْرَصُ صَيْدُ الْحَرَمِ

باب حرم کے شکار کو ستایا نہ جانے

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ
النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ اللَّهَ
خَوَّفَ مَلَكَ ثُمَّ يُخَلِّ لِرَأْسِهِ قَبِيلٌ وَلَا
يُخَلِّ لِرَأْسِهِ قَبِيلٌ وَ إِنَّمَا أُجِيتَ لِي
سَاعَةً مِنْ نَارٍ لَمْ أَكُنْ لِي فِيهَا حَافٍ وَلَا
لَا يُعْصِدُ شَجَرَهَا وَلَا يُنْفِرُ صَبَدُهَا
وَلَا تَطْمَعُ لِقَطْمِهَا إِلَّا لِمُعَرَّبٍ وَقَالَ
النَّبِيُّ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنْ لَوْ خَسِرَ
لِصَاحِبَيْنَا وَقُبُورِنَا فَقَالَ إِلَّا الْإِذْ خَسِرَ
وَعَنْ خَالِدٍ عَنْ عِكْرِمَةَ قَالَ هَلْ
تَدْرِي مَا لَا يُنْفِرُ صَبَدُهَا هُوَ أَنْ
يُخَيِّبَهُ مِنَ الظَّلِيلِ يُخَلِّ لِمَكَانِهِ
(بخاری)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مکتوب
کو رحمت و عفو فرمایا ہے۔ اس لیے میرے بعد بھی
وہ کسی کے لیے حلال نہیں ہے۔ جو میرے لیے صرف
ایک دن تھوڑی دیر کے لیے حلال ہوا تھا اس لیے
اس کی گھاس نہ اکھاڑی جائے اس کے درخت
نہ کاٹے جائیں اس کے شکار نہ بڑھائے جائیں
اور نہ وہاں گری ہوئی کوئی چیز اٹھائی جائے بلکہ
اطمان کرنے والا اٹھا سکتا ہے (تا کہ اصل مالک
تکسیر پہنچا دے) جو اس رضی اللہ عنہ نے کیا یا رسول
اللہ! آخر کی اجازت ہمارے کاٹنے اور بارش تو
کے لیے دے دیجئے تو آپ نے فرمایا کہ اگر تم کی اجازت
ہے۔ خالد نے روایت کی کہ عمر و رضی اللہ عنہ نے فرمایا
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے لیے ہے اس
کا مطلب ہے کہ اگر کہیں کوئی جانور یا میں بیٹھا ہوں
ہے تو اسے سایہ سے لگا کر وہاں قیام نہ کرنا چاہیے ۛ

بَابُ لَا يُخَلِّ الْقِتْلَ بِسَكَّةٍ

باب کہ میں جنگ ہار نہ نہیں

ابو شریح رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
کے حوالے سے بیان کیا کہ وہاں خون نہ بہا۔

وَقَالَ أَبُو شَرِيحٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنْ
النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَسْفِكُ
بِهَازِمًا.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے موقع
پر فرمایا: اب ہجرت نہیں رہی لیکن (اچھی) نیت
کے ساتھ ہجرت اب بھی مانی ہے اس لیے جب
تمہیں حجاز کے لیے بلایا جائے تو تیار ہو جانا۔
اس شہر کو اگر اللہ تعالیٰ نے اسی دن حرمیت

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ
النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ
يَوْمَ أَفْتَحُ مَكَّةَ لَا هِجْرَةَ وَلَكِنْ
بِحِمَاؤِ وَنِيَّةٍ إِذَا اسْتَفْرَغْتُمْ
فَالْعِرْ وَأَنْ هَذَا أَبَدٌ حَزَمَ اللَّهُ
يَوْمَ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَهُوَ

حَرَامٌ مَّحْرَمَةٌ لِلَّهِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَإِنَّهُ
لَمْ يَحِلَّ لِنِسَاءٍ فِيهِ لِأَحَدٍ مِّنْهُمْ أَنْ يَحِلَّ
لَهُنَّ فِي الْأَسَاعَةِ مِمَّنْ تَحَارَمْنَ فَتَمُوتُ
حَرَامٌ مَّحْرَمَةٌ لِلَّهِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ
لَا يُحْضَرُ شَوْكُهُ وَلَا يَنْقَرُ
صَبْدُهُ وَلَا يَنْتَقِطُ لَقِطَتُهُ إِلَّا مَنْ
عَزَّيْضًا وَلَا يَحْتَلِي خَلَا هَذَا قَالَ النَّبِيُّ
يَا رَسُولَ اللَّهِ إِلَّا الذَّخِرَ فَإِنَّهُ يَتَّبِعُهُمْ
فَرَلَيْسَ بِيَوْمِهِمْ قَالَ قَالَ إِلَّا الذَّخِرَ

(درمندی)

عطار کی قمی جس دن اس نے زمین اور آسمان پیدا
کیے تھے۔ اس لیے یہ اللہ کی دی ہوئی حرمت کی
وجہ سے حرام ہے یہاں کسی کے لیے بھی مجھ سے پہلے
جنگ جاتو نہیں تھی اور مجھے بھی ایک دن موت تھی
اور کے لیے اجازت کی تھی۔ اس لیے یہ شہر اللہ کی تعلیم
کی ہوئی حرمت کی وجہ سے قیامت تک کے لیے
حرام ہے۔ نہ اس کا کاشا کاٹا جائے۔ نہ اس کے شرکاء
بہر کاشے یا اس میں اشخاص کے سوا جو اطلاع کا ابادہ
دکھتا ہو کوئی یہاں کی گری پڑی چیز نہ اٹھائے اور نہ
یہاں کی گھاس اٹھاؤ گی جائے۔ جاس رضی اللہ عنہ
لو لیسوا بکل اللہ ذفر (ایک گھاس) کی اجازت دے
دیجیے کیونکہ یہ کاریگروں اور مردوں کے لیے ضروری ہے
قواب نے فرمایا اوٹو کی اجازت ہے۔

ذکرہ عثمان کے تحت اس حدیث سے واضح ہوا:

قواب و مسائل حرم کی گھاس و درخت کا ٹٹا۔ اکیر ٹٹا۔ ان کے وحشی جانور کا شکار کرنا۔ اس کو ہانکنا۔ تھانا۔ ایذا دینا اور وہاں
قتل و قتل حرام ہوا ہوتا ہے۔

۱۱) جو حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ فریضہ کے بعد ہجرت نہیں ہے۔ مطلب یہ ہے اب جبکہ کوہ دار السلام ہو گیا ہے۔ تو
اب وہاں سے ہجرت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ البتہ جہاد کا قواب نہایت کی حد تک اس کے ساتھ قیامت تک باقی رہے گا۔
۱۲) کہ میں قتل و قتال ممنوع ہے۔ حضور علیہ السلام کو اللہ کی طرف سے موت ایک ساعت کے لیے زمین کی مقدار طلوع
آفتاب سے قدر تک تھی (اجازت کی تھی)۔ اور اس ساعت میں اس خط و غیرہ کو حکم نبوی قتل کئے گئے تھے اس کے بعد یہ اجازت
کسی کو حاصل نہیں ہو سکتی۔

۱۳) اور اگر ایک قسم کی گھاس ہے جناب میرزا صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی امتیاز پر حضور علیہ السلام نے حرم میں اوٹو گھاس کے
کاشنے کی اجازت نہ فرمادی جس سے واضح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو برا اختیار دیا ہے کہ ممنوعات میں سے بعض
چیز کو یا میں طلال قرار دے دیں۔ چنانچہ امام ربیع نے بھی لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر مسئلہ کے حکم فی حدیث
المسئلة مطبوعہ (بیروت ۵ ص ۹۵)

بَابُ الْحِجَامَةِ لِلْمَحْرَمِ
باب حرم کا پھینکا گواہ

(۱) اس حدیث میں بھانت احرام حسب ذیل امور کو ممنوع قرار دیا گیا ہے۔ عورت کے ہونے پر طے پنا اٹھیں۔ یا چادر عامہ کوٹ وغیرہ۔ غشیو کا استعمال یا ایک کپڑا پہنا جو عرفان یا دوس سے رنگا ہوا ہو۔ اسی طرح منہ کے استعمال بھی ناجائز ہے۔ اگر چہ اس طرح کے ہونے کو غشیو سے غشے کاٹ کر ہٹا سکتے ہیں۔ عورت کو بھالت احرام نقاب ڈالنا اور منہ سے کہنا ممنوع ہے۔ اور اگرچہ اس کو احرام کی حالت میں غشے کو بھی منہ چھپانا حرام ہے۔ البتہ ناموس کے آگے کوئی چھما یا غشے کی آڑ کر کے اس طرح کہہ چکا منہ سے بالکل چھپا دے (پردہ کرنا چاہیے)۔

(۲) حدیث میں اسے یہ استدلال کیا گیا ہے۔ عجم کرنے کے بعد بھی احرام پر ہاتھی جتا ہے۔ اسی لیے غشور علیہ السلام نے اس کے متعلق فرمایا۔ اس کا سر نہ ڈھا کہ اس کو غشور نہ لگاؤ۔ لیکن احکامات ایسے ہیں کہ یہ بات اسی شخص کے لیے تھی۔ یہ حکم عام نہیں ہے۔ چنانچہ امام ابو حنیفہ، امام مالک اور امام احمدی کا مسلک یہ ہے کہ عجم کرنے کے بعد عجم پہنے احرام پر ہاتھی نہیں رہتا۔ اور دین اس کی یہ وی ہے کہ اگر یہ حکم عام ہوتا تو غشور علیہ السلام فان المحرم کا غشور استعمال فرماتے۔ علیہ کہ شہید کے متعلق فرمایا ان الشہید یتبع وجرحہ یشعب یدھا (یعنی پردہ میں ۱۰۵)

بَابُ الْإِغْتِسَالِ لِلْمُحْرِمِ

باب محرم کو غسل کرنا

۱۱۔ وَكَانَ ابْنُ عَمْرٍو رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَدْخُلُ الْمُحْرِمُ الْحَتَامَ وَلَهُ يَوَابُنُ غَمَرَةٍ وَأَنْشَدَ يَا لِحَدِّ بَاسًا۔
حضرت ابن عباس نے فرمایا محرم غسل کے لیے حمام میں جا سکتا ہے۔ جناب عائشہ صدیقہ بھی عمر محرم کا اپنے بدن کو کھانے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔

(بخاری)

(۱۲) اس حوالہ کے تحت دوسری حدیث کے انسانی حوالہ کا ترجمہ ہے۔

عبد اللہ بن عباس اور مسود بن حمزہ رضی اللہ عنہما کا ختام الواد میں ایک مسئلہ پر اختلاف ہوا۔ عبد اللہ بن عباس تو یہ کہتے تھے کہ محرم اپنے سر و صورت کو نہ دھو سکتا ہے۔ لیکن مسود کا کہنا تھا کہ محرم کو سر نہ دھونا چاہیے۔ پھر عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے مجھے (ابو بکر النعمانی رضی اللہ عنہ) کے یہاں مسئلہ پر پچھنے کے لیے بھیجا۔ جب میں ان کی خدمت میں پہنچا۔ تو وہ کوئیں کے کنارے غسل کر رہے تھے۔ ایک کپڑے سے انہوں نے پردہ کر رکھا تھا۔ میں نے سوچ کر سلام کیا تو انہوں نے دریافت فرمایا کہ کن ہو؟ میں نے عرض کی کہ میں عبد اللہ بن عباس ہوں۔ آپ کی خدمت میں مجھے جلالہ عبد بن عباس رضی اللہ عنہ نے بھیجا ہے۔ یہ دریافت کرنے کے لیے کہ احرام کی حالت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سر

لے لیغ محرم کو نوز سے یا جہاں دھو جو وسط قدم کو چھپائیں وہاں مٹی جوتے کا تھر جوتا ہے۔ پہنا حرام ہے اور اگر کتیاں دھو جو نوز سے کوٹ کر چھو کر تو کوٹا جو چھو ۱۲

بمذکر کس طرح دھرتے تھے۔
 قَوْمٌ مِّنْ اُولٰٓئِکَ یُؤْبِیْذُوْنَ عَلٰی النَّبِیِّ فَاِذَا طَافَ
 حَتّٰی یَذَّکَّرَ اٰتٰی نَاسًا ثُمَّ قَالَ لَا اِنْسَانَ
 یُصِیْبُ عَلَیْهِ اَصْحٰبٌ فَعَصَبَتْ عَلٰی نَاسٍ
 ثُمَّ حَزَّکَ نَاسًا یَّحْذَرُوْنَ مَا قَبْلَ
 یَعْمَدُوْا وَ یَذَّکَّرُوْنَ اَلَمْ یَذَّکَّرْ اَلَمْ یَعْلَمْ
 اَللّٰهُ عَلَیْکُمْ وَ سَلَّمَ یَفْعَلُوْا

(بخاری)

انہوں نے کپڑے پر جس سے بدھ تھا، اتھار کر رکھ کر
 اسے نیچے کیا۔ اب آپ کا سر دکھائی دے رہا
 تھا، تو شخص ہی کے بدن پر پانی ٹپال رہا تھا اس
 سے انہوں نے پانی ٹپالنے کے لیے کہا اس نے ان
 کے سر پر پانی ڈالا پھر انہوں نے اپنے سر کو دونوں
 ہاتھوں سے پکڑا اور دونوں ہاتھ اٹھائے گئے ہدیہ
 پہنچانے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 اسی طرح کرتے دیکھا ہر امام کی حالت میں

اس حدیث سے واضح ہوا کہ محرم کو حالت اسلام میں غسل کرنا جائز ہے۔ اور یہ کہ بدن کو اس طرح کھانا کہ بال نہ ٹوٹے
 و ابید و مسایل ابانہ ہے۔ اور حضرت ابن عمر کے الفاظ کو مابقی نے اور سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اثر کو امام مالک
 نے دلیل کیا ہے واضح ہو کہ اس پر اجماع ہے اگر محرم نبی ہو جائے تو اس کو غسل کرنا فرض ہے۔
 ۲، حدیث مذکور بالا سے یہ بھی واضح ہوا کہ کجالت اہرام غسل کرنا بدین کو اس طرح حاکم بال نہ ٹوٹے جائز ہے
 احتیاج کی صورت میں صحابہ کرام نے کسی کی موت رجوع کرتے تھے رہ، خود واحد کو قول کرنا چاہیے وہ افضل کی فیصلہ کا استراحت کرنا
 اور احکام میں فیصلہ کے لیے معصفت بنانا جائز ہے رہ، وقت غسل پورہ ضروری ہے رہ، حسب ضرورت وضو و غسل میں کسی
 دوسرے سے مدد لینا جائز ہے۔ اور یہ کہ کجالت غسل ملام و کلام جائز ہے :

بَابُ لِبْسِ الْخَفِيِّ لِلْمَحْرَمِ اِذَا لَمْ يَجِدِ النُّعْلَيْنِ

باب محرم کے پاس جب جو تیناں نہ ہوں تو وہ مونہ پہن سکتا ہے

اِنَّ عَجَبًا رَّحِمَیْ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ قَالَ
 سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم
 یَخْطُبُ بَعْرَ کُمَاتٍ مِّنْ لَّمْ یَجِدِ النُّعْلَيْنِ
 کَلْبَ لِبْسِ الْخَفِیِّ وَ مِّنْ لَّمْ یَجِدِ
 اِثْمًا سَأَلَ فَلَیْسَ سَرَّوِیْلَ لِّلْمَحْرَمِ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میں
 نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپ
 وفات میں خلیہ دے دے تھے کہ جس کے
 پاس دو تیاں نہ ہوں وہ مونہ پہن لے اور جس
 کے پاس تہ بند نہ ہو وہ شلوار پہن لے (ابن ہشام)
 محرم کے لیے نرا ہے تھے۔

حضرت مولانا محمد مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا

عَنْ عُبَیْدِ اللّٰہِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ سَمِعْتُ
 رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

مَا يَلْبِسُ الْمُحْرِمُ مِنَ الثِّيَابِ فَقَالَ
لَا يَلْبِسُ الثَّمِيصَ وَلَا الْعَمَامَةَ وَلَا
السَّوَادَ يَلْبَسُ وَلَا الْبُرْسَ وَلَا تَوْبًا
مُسْنَهُ لَعَفْرَانٍ وَلَا دَرَسَ وَإِنْ كُنْجُونُ
لَعَلَّيْنِ فَلْيَلْبِسِ الْخَفَيْنِ وَلْيَنْقُطْهُمَا
حَتَّى يَكُونَا اسْقَلٍ مِنَ الْكَعْبِيِّ

کہ محرم کون سے کپڑے پہن سکتا ہے؛ آپ نے
فرمایا نہ تو وہ قمیص پہنے نہ پگڑی یا نہ وہ شلوار
پہنے اور نہ باراف کوٹ پہنے اور نہ ایسا کپڑا
پہنے جس میں زعفران یا درس لگی ہوئی ہو۔ اور اگر
میں کے پاس جو تیاں نہ ہوں تو وہ موزوں کو
ٹخنوں سے بچے تک کاٹ کر پہنے۔

بَابُ إِذَا لَبَسَ الْحَرَامَ يَجِدُ الْإِذَا فَيَلْبِسُ التَّامِرَ لَوْ بَلَّ

باب جب محرم کے پاس تہبند نہ ہو تو وہ شلوار پہنے۔

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا
قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يَعْرَكَاتٍ فَقَالَ مَنْ لَبَسَ يَجِدُ الْإِذَا أَسَا
فَيَلْبِسُ التَّامِرَ لَوْ بَلَّ وَمَنْ لَبَسَ يَجِدُ
الْعَمَامَةَ فَيَلْبِسُ الْخَفَيْنِ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے
انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے
میدانِ احرامات میں چلیجہ دیا آپ نے فرمایا جس شخص
کے پاس تہبند نہ ہو وہ شلوار پہنے لے اور جس
کے پاس جو تیاں نہ ہوں وہ نوکے پہنے لے۔

نوکرہ بالا احادیث سے امام شافعی و امام احمد بن حنبل نے یہ استدلال فرمایا ہے کہ محرم کو کمالیت ملو
فوائد و مسائل | پہلے وہ موزے پہنتا جا رہے۔ اور اس پر اس صورت میں فدیہ نہیں ہے۔ لیکن محمود غلام کے نزدیک
اگر محرم کو تہبند نہ ملے۔ تو شلوار یا جامہ یا موزہ پہن سکتا ہے۔ مگر جامہ کا پھاڑنا اور موزے کا ٹخا موزی ہے۔
یا کہ لہر کی جگہ نہ چھپے۔ اور اگر بغیر پھاڑے یا کھائے پہن لیا تو کفارہ لازم ہے۔ اس مسئلہ کے دلائل کے لیے شرح صفائی ص ۱۱۱
باب یلبس المحرم من الثياب كما مضى كذا جازي

بَابُ لَبَسِ السَّلَاحِ لِلْمُحْرِمِ

باب محرم کا ہتھیار بند کرنا

وَقَالَ يَلْبِسُهُ إِذَا خَشِيَ الْعَدُوَّ
لَبَسَ السَّلَاحَ وَالْقَتَادَ وَلَمْ يَتَابَعْ
عَلَيْهِ فِي الْعَدِيَّةِ
عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ اعْتَمَرَ
النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي رِي

حضرت عمرؓ نے فرمایا اگر دشمن کا خوف ہو
اور کوئی ہتھیار باندھے تو اسے فدیہ دینا چاہیے
نہ کہ ہتھیار کوئی حدیث متابع نہیں ہے۔
حضرت برادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے
کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ذی قعدہ میں

الْمَرْءُ قَاتِلُ أَهْلِهِ مِثْلُ مَنَکَةِ أَنْ تَلَّ عَوْهَ
يَكْدُ مِثْلُ مَنَکَةِ حَتَّى قَاتِلًا هُوَ لَا
يُدْخِلُ مَنَکَةَ سِلَاحًا لَاقِي الْقِتْلَ أَب
رواحی

مرد کے ارادہ سے رواد ہوئے تو اہلی کو مارنے
آپ کو مکر میں داخل ہونے دیا پھر اس سے
صلح اس شرط پر ہوئی کہ دائرہ سال تک نہ مارے
لال کر گزین داخل ہیں

اس روایت سے واضح ہوا کہ وقت ضرورت عدم کو اختیار لینا جائز ہے۔

بَابُ دُخُولِ الْحَرَمِ وَمَنَکَةِ بَغْیْرِ احْرَامٍ

باب۔ حرم اور کریم بغیر احرام کے داخل ہونا جائز ہے

وَدَخَلَ ابْنُ عُمَرَ حَلَا لًا
اور حضرت ابن عمر بغیر احرام کے داخل ہوئے

اور امام بخاری نے فرمایا

وَأَمَّا أَمْرُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ بِأَدْخَالِ ابْنِ عُمَرَ الْحَجَّ
وَالْعُمْرَةَ وَلَمْ يَدْخُلْ لِحُطَّابَيْنِ
وَعَبِيرِهِمْ

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام باندھنے کا
حکم کسی کے لیے دیا جس کی نیت حج اور عمرہ کی
ہو اور کراٹوں وغیرہ کو اپنے اس کا حکم
نہیں دیا۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا
أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَلَّ
لِأَهْلِ الْمَدِينَةِ ذَا الْحُلَيْفَةِ وَلَا أَهْلَ
تَجْدِا قَرْنِ الْمَنَادِلِ وَلَا أَهْلَ الْيَمَنِ
يَلْمُزُهُمْ لَهْمٌ وَكَلَّ ابْنُ
أُمِّ عَالِيٍّ مِنْ غَيْرِهِمْ مَنْ أَرَادَ
الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ فَمَنْ كَانَ دُونَ ذَلِكَ
فَمِنْ حَيْثُ أَلَسَّ حَتَّى أَهْلُ مَنَکَةِ
مِنْ مَنَکَةِ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے
کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ والوں کے لیے
ذوالحلیفہ کو میقات قرار فرمایا۔ اور نجد والوں
کے لیے قرن منادل رسیل کو اور یمن والوں
کے لیے یلم کو۔ یہ میقاتیں مذکورہ ملک والوں
کے لیے ہیں۔ اور ہر اس نے اسے اپنے لیے میں
کا ان میقاتوں پر سے گزرا۔ اور حج و عمرہ کے
ارادے سے آئے اور جو کوئی ان میقاتوں کے واسطے
بہتا ہے وہ یہاں سے چلے رہی ہے احرام باندھ کر
داخل کرے رہا نہیں

(بخاری)

حدیث مذکورہ میں من اہل الحجاز والمعمرة کے الفاظ سے یہ استدلال کیا
کہ میں بغیر احرام کے داخل ہونا جائز ہے؛ ایسا ہے کہ جو لوگ حج و عمرہ کے ارادہ سے آئے ہیں ان کے لیے احرام
مردی ہے اور جو اپنی ذاتی ضرورت کے لیے جائیں ان کے لیے احرام ضروری نہیں۔ یہ لکھو۔

کو حکم دیا کہ بکراؤ کی کر کے کسان چار کرے۔ اور یہ کہ اگر سو گید جب جاگا کر دیکھا کہ غلام نے اسے بھی تک کہا یا نہ نہیں کی لیش میں اگر غلام کو قتل کر دیا۔ اور خود مرتد ہو کر شتر کیسے یا لاپرواہ اس نہ پانی شکریت فلی کا اظہار یوں بھی کیا کہ مجھے دالی لالوں سے حضور علیہ السلام کی جو کافر تھی اور مرے لیے کہ شتر لاد اور خود بھی تو میں آمیز اشتراکین تھا۔ فتح مکہ کے دن اس شخص کو کہہ کے پندوں سے جو حث گیا کہ اس شتر لالہ کو مال نہیں دے گا گئی اور وہ کوئی ہی مرم ہی میں قتل کر دیا گیا۔

بَابُ إِذَا أَحْرَقَ جَاهِلًا وَعَلَيْهِ قَبِيضٌ

باب اگر آوا قوت کی وجہ سے کئے قبض ہیں ہوتے اہرام باندے

وَقَالَ عَلَاءُ إِذَا انْطَلَبَ أَوْ لَيْسَ جَاهِلًا
أَوْ تَابَ سِجَانًا كَفَّارَةً عَلَيْهِ

حضرت مطا نے کہا اگر عرصے میں کرنا یا واقعی کہ
دوسرے خوشبو لگا لیا یا کپڑا نہیں لیا۔ تو اس پر
کفارہ نہیں۔

صداق بنی یعلیٰ نے الہ سے الہ کے والد بچے بیان
کیا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا
کہ آپ کی خدمت میں ایک شخص آیا جو جہر پینے
ہوئے تھا اور اس پر زہری یا اسی طرح کی کڑی
چیز کا اثر تھا اس نے سوال کیا اور پھر آپ پر
اسی نازل ہوئی عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تم نے کیا
تم چاہتے ہو کہ جب آنحضرت پر وہی نازل ہوئے گئے
تو تم اس حضور کو دیکھ سکو؟ اس وقت آپ پر وہی نازل
ہوئی اور پھر سلسلہ تم جو گید پھر آپ نے فرمایا کہ اس
طرح اپنے جین کرتے ہو اسی طرح عرو میں بھی کرو ایک
شخص نے دوسرے شخص کے ہاتھ میں عدالت سے کہا
تھانہ دوسرے نے جواب دیا کہ کینہہ تو اس کا حالت
ٹوٹ گیا جی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا کافی عارفہ
نہیں دلوایا۔

حَدَّثَنِي صَفْوَانُ بْنُ يَعْقُوبَ عَنْ أَبِيهِ
قَالَ كُنْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ فَتَنَّا لَهُ لِحْجًا عَلَيْهِ جَبَّةٌ وَبِهِ
أَثَرُ صُفْرٍ أَوْ نَحْوُهُ كَانَ عُمَرُ يَقُولُ
فِي نَحْوِ إِذَا نَزَلَ عَلَيْهِ الْوَحْيُ أَنَّ شَرَاهُ
وَنَزَلَ عَلَيْهِ ثُمَّ سَرَى عَنْهُ فَقَالَ
إِصْنَعْ فِي عُمَرُكَ مَا لَصْنَحَ فِي حَجْوِكَ
وَعَصَّ رَجُلٌ يَسْتَدْحِلُ يَعْنِي نَاسُ تَرْجَعُ
ثُمَّ بَيَّنَّاهُ فَأَبْطَلَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ (بخاری)

فوائد و مسائل نے بول کر مسئلہ سے نامدا قتی کی وجہ سے خوشبو لگا لیا یا مسلا ہو کر کپڑا نہیں یا تو اس پر کفارہ نہیں ہے
لیکن امام اعظم رحمہ اللہ کا مسلک یہ ہے کہ اس صورت میں بھی کفارہ لازم ہے۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے اگر کوئی شخص جات یا ناکافی

ہلے احرام کا حکم دیا گیا ہے جو حج و عمرہ کا اندازہ رکھتے ہوں۔ اہم شافعی رو کا یہی ہے۔ اہل مکہ کے لیے لیکن یہ نماز اہم اہم نماز ہے۔ لیکن یہ فرستے ہیں احرام ہر شخص کے لیے نہ ہوتی ہے۔ جو جلد و زہر میں داخل ہو فدا ہو حج و عمرہ کے ارادے کو میں داخل ہو۔ لیکن دوسری ضرورت تھی۔ وہ فرماتے ہیں کہ احرام حرم کی حرمت کی وجہ سے واجب ہو جائے اس میں حج یا عمرہ کی کوئی قسم نہ ہو۔ اس سے رابطہ بننے والا نہیں حضور صلیہ السلام کا حضور تہمت سے حج و عمرہ کا ذکر فرماتے ہیں اس وجہ سے ہے کہ حضور حج ہی کے لیے روانہ ہوئے تھے۔ اس لیے آپ نے تہمت میں تہمت سے حج و عمرہ کا ذکر فرمایا۔

مثلاً: نہ صرف میں حضور صلیہ السلام کا یہ ارشاد لا یجوز لاجلہ بعدی کہ حرم محمد ہے پہلے تو کسی کے لیے حلال ہوا بخدا میرے لیے کسی کے لیے حلال ہے میرے لیے بھی ایک دن توڑی دے کے لیے حلال ہوا تھا۔ اس وقت کے ملک کی تائید کرتے ہیں کہ حضور صلیہ السلام کا یہ ارشاد قبل اذ وہ دنوں کے لیے ہے کہ کون حج کو کے موقع پر حضور صلیہ السلام کے سر اقدس پر۔ فرمایا اور آپ اس دن حرم نہ تھے۔ لیکن قال اللہ و نزل ہذا احرام یہ دونوں اس دن حضور صلیہ السلام کی خصوصیات سے تھا۔ اور عجل لا حد بعدی کا مطلب یہ ہے کہ میرے بعد اب نہ کسی کو حرم میں مثال ہوتا ہے اور نہ حرم میں بلا احرام داخل ہوتا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ
فجرت کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
جب مکہ میں داخل ہوئے تو آپ کے سر پر خود تھا۔ جس
وقت آپ نے اسے اتار دیا تو ایک شخص نے اگر اعلان دی
کہ اس خطل کتبہ کے پرے سے چوٹ لگایا ہے۔ آپ نے
فرمایا کہ پھر بھی اچھے قتل کر دو۔

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ
أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَلَّ
عَاظَ الْفَتَحَ وَعَلَى رَأْسِهِ الْخِطْمُ فَلَمَّا
نَزَعَهُ جَاءَ رَجُلٌ فَقَالَ إِنَّ ابْنَ حَطْلٍ
مُتَعَقِّقٌ بِأَسْتَارِ الْكُحْبَةِ فَقَالَ أَتَشْكُوهُ.

(بخاری)

یہ بھی وہ وقت ہے جس کے متعلق حضور صلیہ السلام نے فرمایا:-

میرے لیے حرم ایک دن توڑی رسالت کے لیے حلال کر دیا گیا:

ابن خطل :- ابن خطل کا نام عبداللہ تھا حضور صلیہ السلام نے اس کو کعبہ میں غل کرنے کی اجازت دی۔ یہ پہلے مسلمان ہو گیا تھا۔
سرور ہو گیا حضور صلیہ السلام نے اس کو ذرا دھوکا دے کر اس کے لیے بھیجا اور اس کے ساتھ ایک مسلمان غلام تھا۔ ابن خطل نے غلام

مسلم بن حنیفہ پر اس کے کہ آپ حج کو کے دن غیر احرام کے داخل ہوئے و علیہ جماعۃ سوداء و غیر احرام۔ لا مروتہن
سیا ہوا تھا۔ منبر انہیں میں سے آپ کے سر پر خود تھا۔ ماکہ نے کلین میں کہا کہ بظاہر وہ قول لہو ابوں میں تھا۔ اچھے ہے۔ مگر
یقیناً ہے کہ شریح و اخذ کے وقت سر اقدس پر خود تھا۔ پھر جب آپ مکہ میں داخل ہو گئے تو قمار باز ہذا لہو ابوں نے اپنی
روایت کے مطابق بیان کر دیا۔ اس وقت قلعہ التجار میں اس حدیث کی تائید حدیث مسلم بروایت یحییٰ بن جابر
نے بھی ہوئی ہے۔ کہ انصار میں ان خطیب الناس و علیہ حدیث
سوداء۔ یعنی وقت غیر سر اقدس پر سیاہ ہوا تھا۔

اغْسِلُوهُ بِمَاءٍ وَرَسُولٍ مِّنْ مَّاءٍ
فِي ثَوْبَيْنِ وَلَا تَمْسُوهُ بِلُحْيَةٍ
وَلَا تَخْضُوهُ اِرْسَاسَةً فَاِنَّهُ يَبْعَثُ
بِمَعْرِ الْقِيَمَةِ مُكَلِّبًا

(بخاری)

اسی کو اپنی اور میری کے تپوں سے غسل دو۔ دو
کپڑوں میں تین دو خوشبو نہ لگاؤ۔ اس کا سر د
ڈھانکو۔ پس تحقیق یہ قیامت کے دن لپیہ کہتا
ہو اٹھایا جلتے گا۔

قواعد و مسائل | دونوں نمازوں کے تحت حدیث سے اہم بخاری نے یہ واضح کیا ہے کہ محرم اگر مر جائے
تو اس کی طرف سے باقی امور یعنی رمی جمار، حق وغیرہ ادا کیے جائیں گے۔ کیوں کہ حضور علیہ
السلام نے باقی حج ادا کرنے کا حکم نہیں دیا۔
اور یہ کہ محرم اگر مر جائے تو اس کو اس طرح — دھانا جو حدیث میں مذکور ہے مسنون ہے۔ اس مسئلہ کی وضاحت
فیوضِ اہلِ باری کتاب الحرم میں گذر چکی ہے۔

بَابُ الْحَجِّ وَالْتَذُّرِ عَنِ الْمَيْتِ وَالرَّجُلِ يُحْجُّ عَنِ الْمَرْأَةِ

باب میت کی طرف سے حج اور نذر کرنا اور مرد کا عت کی طرف سے حج کرنا

حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ ایک ثور
قبیلہ ہذیلہ کی حضور نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر
ہوئی اور عرض کی میری والدہ نے حج کی نذر دانی
تھی مگر حج ذکر مکہ کی اور مر گئی۔ کیا میں اس کی طرف
سے حج کر سکتی ہوں۔ فرمایا اے اس کی طرف سے حج
کرلو۔ اگر تیری ماں پر نذر ہو تو اس کو پورا کر دے تو
اللہ کے حق کو بھی پورا کرے۔ اللہ کا حق و نذر کا
نزدہ دینی دار ہے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ إِنَّ امْرَأَةً مِنْ
جَهينةَ جَاءَتْ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ إِنَّ أُخِي نَذَرَتْ
إِنْ تَحَجَّ فَلَمْ تُحَجَّ حَتَّى مَاتَتْ
أَنَا حُجَّ عَنْهَا وَالْأَخِي حُجَّ عَنْهَا أَرَأَيْتَ
لَوْ كَانَتْ عَلَى أُمِّكَ دِينَارٌ أَكُنْتَ
قَاضِيَةً أَوْ ضَاةً اللَّهُ قَالَ اللَّهُ أَحَقُّ
بِالْوَفَاءِ

بخاری

بَابُ الْحَجِّ عَمَّنْ لَا يَسْتَطِيعُ الثَّبُوتَ عَلَى الرَّاحِلَةِ

باب جو سواری پر نہ ٹھہر سکے اس کی طرف سے حج کرنا

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ جَاءَتْ امْرَأَةٌ
مِنْ خَثْعَمَ عَامَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ
قَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ فَرَسِي مَعَهُ
عَلَى عِبَادَةٍ فِي الْحَجِّ أَذْرَكْتُ إِيَّاهُ
كَيْدًا لِيَسْتَطِيعَ أَنْ يَسْتَوِيَ عَلَى الرَّاحِلَةِ
فَهَلْ يَقْضِي عَنْهُ أَنْ أَحُجَّ عَنْهُ
قَالَ نَعَمْ بخاری

حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ ایک
عورت خثعم شمر کی بھورہ بوی حاضر ہوئی عرض کیا
یا رسول اللہ! قتلے نے جو اپنے بندوں پر حج فرض کیا
وہ ایسے وقت پر کہ میرا باپ اتنا بوڑھا ہے کہ
کوئی پر نہیں ٹھہر سکتا۔ اگر میں اس کی طرف سے حج
کر دوں تو حج ادا ہو جائے گا۔ آپ نے فرمایا ہاں
بخاری

بَابُ حَجِّ الْمِرْأَةِ عَنِ الرَّجُلِ

باب عورت مرد کی طرف سے حج کر سکتی ہے

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا
قَالَ جَاءَتْ امْرَأَةٌ مِنْ خَثْعَمَ عَامَ
حَجَّةِ الْوَدَاعِ قَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ
إِنَّ فَرَسِي مَعَهُ عَلَى عِبَادَةٍ فِي الْحَجِّ
أَذْرَكْتُ إِيَّاهُ كَيْدًا لِيَسْتَطِيعَ أَنْ
يَسْتَوِيَ عَلَى الرَّاحِلَةِ فَهَلْ يَقْضِي عَنْهُ
أَنْ أَحُجَّ عَنْهُ قَالَ نَعَمْ

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے انہوں نے
کہا۔ حجۃ الوداع والے سال قبیلہ شمر کی ایک عورت
آئی اور کہنے لگی یا رسول اللہ! اللہ نے جو اپنے
بندوں پر حج فرض کیا۔ وہ ایسے وقت پر کہ میرا
باپ اتنا بوڑھا ہے کہ کوئی پر نہیں ٹھہر سکتا
اگر میں اس کی طرف سے حج کر دوں تو حج ادا ہو جائے
گا۔ آپ نے فرمایا ہاں!

ایہ نثران احادیث مندرجہ ذیل میں پر مشتمل ہیں:-

فوائد ومسائل

(۱) میت کی طرف سے حج کرنا اور اس کی تدفین کرنا جائز ہے (۲) مرد کی طرف سے عورت اور عورت کی
طرف سے مرد حج بدل کر سکتا ہے۔ کیوں کہ حضور علیہ السلام نے افضوا اللہ فرمایا جس میں مرد و عورت دونوں شامل ہیں
۔ اسی مسئلہ کو مثال دے کر سمجھاتا جائز ہے (۳) اگر کوئی مالدار بغیر حج کیے مر جائے یعنی اس پر حج فرض تھا اور اس نے حج نہیں کیا
تو اگر وارث اس کی طرف سے حج بدل کرنا چاہے تو کر سکتا ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ اہم ہے کہ ادا ہو جائے اور اہمیت کے لئے
تو تہائی مال سے کر لیا جائے (۴) جو خود حج نہیں کر سکتا یعنی عاجز ہے ضعف کہنہ یا بیماری کی وجہ سے خود حج نہیں کر سکتا۔ تو اس
کی عفت سے دوسرا آدمی حج کر سکتا ہے۔ اور اگر اس کی تہا ہے کہ خود کر سکتا ہے تو اس کی طرف سے کوئی دوسرا آدمی حج نہیں کر سکتا۔

مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ الْيَوْمِ
سَمِعَ مِنْ بَنِيهِ (بخاری)

کہ مجھ سے حضور علیہ السلام کے ہمراہ حج کر آیا گیا اور میں
وقت میری عمر سات برس کی تھی۔

واضح ہو کہ تاریخ کی عبادت کا شریعت نے اعتبار کیا ہے یعنی ان کا نماز پڑھنا، روزہ رکھنا وغیرہ صحیح ہے لیکن
یہ کہ وہ نابالغ ہیں اس لیے ان کی عبادت نفل قرار پاتی ہے اور ان کا ثواب ان کے والدین کو ملتا ہے۔ بچپن میں اگر کسی نے
حج کیا اور بالوغت ہونے کے بعد اگر حج کی شرائط پائی گئیں تو پھر حج کی پابندی ہوگی۔ لہذا یہ کہ حالت نابالغی میں حج کیا ہے
وہ نفل قرار پائے گا۔

بَابُ حَجِّ النِّسَاءِ

باب عورتوں کا حج کرنا

وَقَالَ ابْنُ الْحَمْدِ بْنِ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا
أَبُو هِنْدٍ عَنْ سَعْلٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ
جَدِّهِ قَالَ أَدْنَى عُمُرٍ لَزَوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي آخِرِ حَجَّةِ
حَبَّتِهَا فَبَعَثَ مَعْهُنَّ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ
وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ (بخاری)

ابن ہند نے کہا۔ مجھ سے احمد بن محمد نے کہا کہ
ہم سے ابراہیم بن سعد نے بیان کیا۔ انہوں نے
اپنے باپ سے انہوں نے ان کے دادا سے کہ
حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے آخری حج میں
جی سلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات کو حج
کرنے کی اجازت دی اور ان کے ہمراہ حضرت عثمان بن
عثمان اور حضرت عبدالرحمن بن عوف کو بھیجا۔

واضح ہو کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس امر میں تردد تھا کہ جب لوگوں کی اکثریت فریضہ حج ادا کر چکی ہیں تو ان کو
دوبارہ حج کے لیے جانے کی اجازت دی جائے یا نہیں۔ اسی مسئلہ پر ازواج مطہرات کو آپ نے اجازت نہ دی۔ کیوں کہ وہ
ایک بار حج سے فارغ ہو چکی تھیں۔ پھر حضرت عمر نے اپنی خلافت کے آخری زمانہ میں یہ سبق کر کے نیک کام سے
نہ روکا جائے اجازت دے دی اور ازواج مطہرات حج کو روانہ ہوئیں۔ ان کی گنجائی اور اولاد احترام کے لیے حضرت عمر
نے حضرت عثمان اور حضرت عبدالرحمن بن عوف کو بھیجا۔

ہفتاقت ابن سعد میں ہے کہ حضرت عثمان ان سے اگے اگے چلتے تھے اور حضرت عبدالرحمن پیچھے پیچھے۔ ازواج مطہرات
موجودوں میں تشریف فرما تھیں۔ ان پر مسز یاد دیں پڑی ہوئی تھیں۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اعلان کیا کہ ازواج مطہرات
کے قریب کوئی غیر عورت نہ لگائے۔ (بخاری ج ۵ ص ۱۲۵)

(۱۶) یہاں ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حضرت عثمان و عبدالرحمن ازواج مطہرات کے محرم نہ تھے اور حضور علیہ السلام نے تنہا
کے لیے غیر عورت کے ساتھ نہ نماز فرمادیا ہے۔ جواب یہ ہے کہ ازواج مطہرات کو قرآن انہما المؤمنین ہیں۔ اور تمام مسلمان ان کے

محرم میں۔ محرم اس کو کہتے ہیں جس سے ہمیشہ کے لیے نکاح حرام ہو اور ازدواج مطہرات کو حضور علیہ السلام کے بعد است کے کسی فرد سے نکاح جائز نہیں۔ ۱۰۔ بنابر حضرت عثمان و عبدالرحمن ازدواج مطہرات کے محرم قرار پائیں گے۔ علامہ ابن قیمی علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے کہ سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ و عمری کی اس سند پر گفتگو ہوئی تو امام اعظم نے اس کو یہی جواب دیا تھا (یعنی ج ۵ صفحہ ۱۲۶)

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے انہوں نے کہا۔ میں نے عرض کی۔ یا رسول اللہ! کیا ہم بھی آپ کے ہمراہ غزوہ اور جہاد میں نہ جایا کریں؟ آپ نے فرمایا تم غزوئوں کے لیے بہترین اور عمدہ جہاد ج ہے وہ حج جو مقبول ہو۔ حضرت عائشہ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد سننے کے بعد میں حج کو کبھی چھوڑنے والی نہیں

عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَلَا تَعَزُّوهُنَّ بِجَاهِدٍ مَعَهُمْ فَقَالَ لَكُنَّ أَحْسَنَ الْجِهَادِ وَأَجْمَلُهُ الْحَجُّ حَجٌّ مُبْرُورٌ فَقَالَتْ عَائِشَةُ فَلَا أَدَعِي الْحَجَّ بَعْدَ إِذْ سَمِعْتُ هَذَا مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. (بخاری)

یعنی مسورات کے لئے بہترین اور اچھا جہاد حج ہے۔ الایہ ضرورت شرعیہ تقاضی ہو۔ تو پھر وہ جہاد میں بھی شریک ہو سکتی ہیں۔ حج مبرور وہ حج ہے جس میں کسی گناہ کی آمیزش نہ ہو۔ مقبول حج وہ حج جس میں ریاء، سمعہ، رقت و متوق نہ ہو۔ بعض نے کہا کہ حج مبرور وہ حج ہے جس کے بعد آدمی گناہ ہی نہ کرے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورت بغیر محرم کے سفر نہ کرے اور کوئی آدمی کسی عورت کے پاس ان کے محرم کے بغیر نہ جائے۔ ایک شخص نے عرض کی یا رسول اللہ! میرا فلاں نواں لشکر کے ساتھ توجہ و کے لیے نکلنے کا ارادہ ہے اور میری بیوی کا حج کا ارادہ ہے آپ نے فرمایا۔ اپنی بیوی کے ساتھ توجہ

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَسَافِرُوا الْمَرْأَةُ إِلَّا مَعَ ذِي مَحَرِّمْ وَلَا يَكُنْ حُلٌّ عَلَيْهِمَا رَجُلٌ إِلَّا وَمَعَهَا مَحَرَّمٌ فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي أُرِيدُ أَنْ أَخْرُجَ فِي جَنَاشٍ كَذَا وَكَذَا وَأَمَّا فِي تَرْكِدِ الْحَجِّ فَقَالَ أَخْرِجْ مَعَهَا. (بخاری)

۱۱۔ اس حدیث سے واضح ہوا کہ ذی محرم کے بغیر عورت کو سفر جائز نہیں ہے۔ اور علم لفظ، علم سفر پر دل ہے۔ یعنی سفر خواہ حج کے لیے ہو یا کسی اور مقصد کے لیے۔

۱۲۔ اگر عورت حج فرض ادا کرنا چاہے تو اس کے خانودہ کے لیے افضل یہی ہے کہ اپنی بیوی کے ساتھ حج کے لئے جائے اور جہاد میں شرکت نہ کرے (۱۳) عورت بغیر محرم یا شوہر کے حج کے لیے نہیں جاسکتی۔ خواہ وہ عورت جوان ہو یا بوڑھی اور کو نک جانے میں تین دن سے کوئی راہ ہو تو بغیر شوہر اور محرم کے بھی حج کو جاسکتی ہے (۱۴) حج فرض کے لیے عورت محرم کے ساتھ حج کو جاسکتی ہے۔ اگرچہ شوہر اجانتہ نہ دے۔ البتہ اگر نفل حج ہے تو شوہر کو منع کا اختیار ہے۔

بغیر محرم عورت حج کے لیے نہیں جا سکتی

واضح ہو کہ عورت کو کہ مکہ تک جانے میں حج کے لیے تین دن یا زیادہ کا راستہ ہو تو اس کے ہمراہ شوہر یا محرم کا ہونا شرط ہے اور بغیر محرم کے حج کو عمومی سے حرام ہو۔ جیسے باپ۔ بیٹا۔ بھائی۔ چچا۔ بھتیجا۔ بھانجا۔ لاسہ۔ پوتا۔ خواہ دو دو کے رشتہ کی وجہ سے نکاح کی حرمت ہو۔ جیسے رضائی بھائی۔ باپ۔ بیٹا وغیرہ یا سال۔ رشتہ سے حرمت آئی ہو جیسے خسر شوہر کا بیٹا وغیرہ۔

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ رَجَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ حَجَّتِهِ قَالَ لَا مَرَسَيْنِ الْأَنْصَارِيَّةِ مَا مَنَعَكَ مِنَ الْحَجِّ يَا ابْنُ كَلَانَ يَفْعَى رُوحَهَا كَانَ لَهُ نَاصِحَاتٌ حَجَّ عَلَى أَحَدٍ هِمًّا وَالْأُخْرَى لَيْسَتْ بِأُسْمًا لَنَا قَالَ يَا ابْنُ عُمَرَ لَا فِي رَمَضَانَ تَقْضَى حَجَّةٌ أَوْ حَجَّةٌ مَعْنَى

(بخاری)

روایت ہے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے۔ انہوں نے کہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب حج کر کے لوٹے تو ام منان سے جو انصاری عورت تھی یہ پوچھا۔ تو حج کو کیوں نہیں گئی۔ وہ کہنے لگی منان کا باپ یعنی میرا خاوند اس کے پانی لانے کے دو اونٹ تھے۔ ایک پر تو وہ خرچ کو گیا۔ درود سڑا مای زمین میں پانی پہنچاتا ہے۔ آپ نے فرمایا رشتہ میں عمر کرنا میرے ساتھ حج کے برابر ہے۔

اس حدیث میں عبداللہ کے مطابق حضور علیہ السلام کا اس انصاری عورت سے یہ فرمانا ہے تو حج کو کیوں نہیں گئی؟ جس سے واضح ہو کہ عورت کو بھی حج فرض ہے جبکہ اس کی شرط پائی جائیں۔

أَنْ لَا تَسَافِرَ أَهْلًا وَلَا مُسَيَّرَةً يَوْمَيْنِ لَيْسَ مَعَهَا رُوحُهَا أَوْ دُرُّ مُحَرَّمَةٍ وَلَا صَوْمَرُ يَوْمَيْنِ الْفَطْرِ وَلَا ضَعْفَى وَلَا صَلَوَةٌ بَعْدَ صَلَوَتَيْنِ بَحْدَ الْعَصْرِ حَتَّى تَغْرُبَ الشَّمْسُ وَبَعْدَ الصُّبْحِ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ وَلَا تَشُدَّ الرِّحَالَ إِلَى الْإِمَامِ ثَلَاثَةَ مَسَاجِدَ مَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَسْجِدِ الْأَنْصَارِ (بخاری)

حضرت ابو سعید خدری کہتے ہیں کہ میں نے حضور علیہ السلام کے ہمراہ بارہ جماد کے۔ میں نے حضور علیہ السلام کو بیٹھتے ہوئے سنا۔ ایک یہ کہ کوئی عورت دو دن کا سفر بغیر محرم رشتہ دار یا خاوند کے ساتھ ہوئے نہ کرے دوسرے عبدالعزیز اور عبدالغنی کے دن روزہ نہیں رکھنا چاہیے۔ تیسرے عمر کے بعد صومر ڈوبنے تک اور فجر کے بعد صومر نکلتے تک نماز نہ پڑھنا چاہیے۔ چوتھے کجاوے تین ہی مسجدوں کی طواف کئے جائیں مسجد کراہ مسجد نبوی مسجد اقصی

(بخاری)

اس حدیث میں چار احکام ہیں۔ اول عورت کی کسی سفر نہ کرے جس کے متعلق تفسیر اہل حق میں گفتگو ہو چکی ہے۔ دوم عبدالعزیز اور عبدالغنی کے دن روزہ نہ رکھنا۔ اس دن روزہ رکھنا حرام ہے جب تک نماز پڑھنا نہ ہو۔ تیسرا اب الصیام میں آمدی ہے۔

سید عمر دہلوی کے بعد نماز نہ پڑھی جائے یہ سارا فصل طہ پر فیض البخاری بارہ سو کم کے ۱۲ پر گزر چکے ہیں۔ مطالعہ کیجئے۔ چہاں تین سنا کے سوا کسی اور جگہ پر سفر نہ کیا جائے۔ اس مسئلہ پر فیض البخاری بارہ سو کم کے ۱۲ پر فصل گفتگو ہو چکی ہے۔ مطالعہ کر لیجئے۔

بَابُ مَنْ نَذَرَ الْمَشْيَ إِلَى الْكَعْبَةِ

باب اگر کسی نے کعبہ تک پیدل جانے کی نذر مانی

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بوڑھے کو دیکھا جو اپنے دو بیٹوں کے درمیان ٹیکا دے کر چل رہا تھا۔ آپ نے پوچھا اس کو کیا ہوا ہے؟ لوگوں نے کہا اس نے کعبہ کو پیدل چلنے کی نذر مانی تھی، آپ نے فرمایا اللہ اس بات سے بے پروا ہے کہ یہ اپنے آپ کو عذاب میں ڈالے۔ آپ نے اسے سوار ہونے کا حکم دیا۔ حضرت عقبہ بن عامر سے مروی ہے، انہوں نے کہا میری بہن نے بیت اللہ کی طرف پیدل چلنے کی نذر مانی اور مجھ سے کہنے لگی کہ میں اس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مسئلہ دریافت کر دوں (الغرض) میں نے آپ سے پرسند پوچھا آپ علیہ السلام نے فرمایا وہ پیدل بھی چلے اور سوار بھی ہو۔

عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى ثَنِيئًا يُهَادِي بَنَيْنَ ابْنَيْهِ قَالَ مَا بَالُ هَذَا قَالُوا نَذَرَ أَنْ يُشْيِيَ قَالَ إِنَّ اللَّهَ عَنْ تَعَذُّيبِ هَذَا النَّفْسَةِ لَعَنِي أَمْرًا أَنْ يَذْكَبَ -

عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ نَذَرْتُ أُشْيِيَ أَنْ كُتْمَشِيَ إِلَى بَيْتِ اللَّهِ وَآمَدْتُ أَنْ أَسْتَفْتِيَ لَهَا النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَفَيْتُهُ فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَرَّ لَمْ تَشْيَ وَذَكَرْتُ

(بخاری)

فوائد و مسائل اس حدیث سے واضح ہوا کہ نذر کا پورا کرنا واجب ہے۔ اور جس نے کعبہ کی طرف چلنے کی نذر مانی اس پر حج و عمرہ واجب ہو گیا اس کو چاہئے کہ اپنی مذکور پورا کرے۔ رہا یہ امر کہ پیدل چلنے کی نذر مانی ہے تو پیدل چل کرے یا سوار ہو کر اس میں علماء کے مختلف قول ہیں۔ حضرت علی - ابن عمر - عطاء - حسن - امام اعظم - ابو حنیفہ اور امام شافعی کا قول یہ ہے کہ جس نذر پیدل چل سکے چلے۔ جب پیدل چلنے کی طاقت نہ رہے تو سوار ہو جائے اور ایک گہری صدقہ دے۔ اور اگر باوجود پیدل چلنے کی طاقت کے سوار ہو کر گیا تو اسے ہم کا کفارہ دے۔

بَابُ حَرَمِ الْمَدِينَةِ

باب مدینہ کے حرم کا بیان

(۱) عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أُمِدَّ بِكَ حَرَمٌ مِنْ كَذِّ الْأَيْفُطَعِ شَيْخًا وَلَا يُحَدِّثُ فِيهَا حَدِيثٌ وَفَرَفَ أَحَدٌ حَدَّثَ حَدَّثًا فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ.

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مدینہ کا حرم یہاں سے (جبل عیر) سے وہاں (آؤں) تک ہے۔ اس کا دھت نہ لانا جائے اس میں کوئی بدعت نہ کی جائے۔ جو کوئی بدعت نکالے اس پر اللہ اور فرشتوں اور سب لوگوں کی لعنت ہو۔ (بخاری)

فوائد و مسائل | مدینہ منورہ سے دو خطبہ پوری مراد ہے۔ جس کی طرف حضور صمد و دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت فرمائی اور جہاں مسجد نبوی اور حضور علیہ السلام کا روضہ اقدس ہے۔ اس حدیث سے محمد بن ابی ذہب زہری، امام ترمذی، امام مالک، احمد، اسحاق رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے پورے قلم کر کے جیسے کہ کے لیے حرم ہے اسی طرح مدینہ کے لیے بھی ہے اور جو احکام کر کے حرم کے ہیں وہی احکام مدینہ کے حرم کے ہیں۔ البتہ اگر کسی نے حرم مدینہ کے درخت کاٹے یا گھاس لٹکاری تو اس پر نذر نہیں ہے۔ اور امام نووی، عبد اللہ بن مبارک، امام ابو حنیفہ، ابو یوسف، محمد کا قول یہ ہے کہ مدینہ کے حرم کے وہ احکام نہیں جو مکہ کے حرم کے ہیں۔ پس حرم مدینہ کے درخت کاٹنا اور شکار کرنا ممنوع نہیں ہے اور حدیث مذکورہ میں جو لعنت ہے وہ دراصل مدینہ کی زینت کی بنا پر ہے۔ چنانچہ اس کی تائید خود حضور علیہ السلام کے اس ارشاد سے ہوتی ہے۔ حضور علیہ السلام نے کہے تھے: فقل اور بچہ عمائدوں کو منہدم کرنے سے منع فرمایا ہے۔

(۲) مدینہ منورہ سے مراد وہاں جو کتاب و سنت کے خلاف ہیں۔ ظاہر ہے کہ کتاب و سنت کے خلاف کسی کام کو رائج کرنا جائز اور منع و حرام و گناہ ہے۔ تاہم مدینہ منورہ کی عظمت و بزرگی کی وجہ سے یہاں بدعات کو رواج دینا اور بھی زیادہ مبرا ہے۔

(۲) عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ وَآمَرَ بَيْنَاءَ الْمَسْجِدِ فَقَالَ يَا بَنِي النَّجَّارِ إِنَّمَا مَنُورِي فَقَالُوا لَا نُطْلُبُ ثَمَنَهُ إِلَّا إِلَى اللَّهِ تَعَالَى فَأَمَرَ يَقْبُورُ الشَّيْخِ كَيْفَ تَقْبِشَتْ لُحْدًا بِالْخَرْبِ فُسُوِيَتْ وَبِالتَّحْلِ تُقْطَعُ فَصَعُوا التَّحْلَ قَبْلَهُ الْمَسْجِدِ (بخاری)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف اور مسجد بنانے کا حکم دیا تو بنی نجار سے فرمایا اپنے بارگاہ کا جو سے مول کر لو۔ انہوں نے کہا ہم تو اللہ سے اس کا صلہ لیں گے۔ پھر آپ نے حکم دیا۔ مفسرین کی ترقی جو وہاں تھیں وہ کھود کر مسجد کی دیواریں اور گورہ کر گئے برابر کیا گیا اور درخت کھٹائے گئے

(بخاری)

لہ۔ ولا یحدث بلفظ المعلوم والمجهول الا لایمیل فیہا عمل مخالف لکتاب والسنة ۱۲

فائدہ مسائل

اس حدیث سے یہ واضح ہو گیا کہ حرم دین کا حکم حرم مکہ کی طرح نہیں ہے۔ اگر اس کے احکام بھی حرم مکہ کی طرح ہوتے تو پھر حرم دین کے درخت نہ کٹائے جاتے۔ لہذا یہ کہا جائے کہ حرم دین کے درخت جمعہ کی ضرورت کے لیے کاٹے گئے تھے، اگر تہنیک کر لیا جائے کہ مصلحت مصلیٰ کے لیے حرم دین کے درخت کاٹنے جائز نہیں تو کیا حرم مکہ کے درخت بھی اس مصلحت کے لیے کاٹے جائز قرار پائیں گے؟ ملاحظہ ہو اس سے واضح ہو گیا کہ حرم دین کے درخت و غیرہ کا کٹنا کسی حالت اور جو ذہنیت دین کے لیے یہی وجہ ہے کہ اس پر سب کا اتفاق ہے لہذا حرم مکہ کے درخت کسی ضرورت و مصلحت کی

وجہ سے اکٹھے یا کاٹے جائیں۔ تو ذریعہ واجب ہو جائیگا۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ
النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خُبِرَ
مَاسِيْنٌ لَأَبِي الْمَدْيَنَةِ عَلَى لِسَانِي
قَالَ وَأَنِّي السَّيِّئُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
بِئْسَ حَارِثَةٌ فَقَالَ أَمَا لَأَبِي بَنِي حَارِثَةَ
قَدْ خُبِرَ جَعْلُو مِّنَ الْحَدَثِ ثُمَّ التَفَتَ
فَقَالَ بَلْ أَتُفَرِّقُهُ (بخاری)

عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ مَا عَزَدَنَا
شَيْئًا إِلَّا كِتَابُ اللَّهِ وَهَذِهِ الصَّبِيغَةُ
عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
الْمَدْيَنِيَّةُ خُبِرَ مَاسِيْنٌ عَائِدٌ إِلَى
كَذَلِكَ مِنْ أَحَدَاتٍ فِيهَا حَدَّثَنَا أَبُو
حُدَيْبٍ فَأَعْلَمَهُ لَعْنَةُ اللَّهِ وَالْمَلَأَتْهُ
فَالنَّاسُ أَجْمَعِينَ لَا يَقْبَلُ مِنْهُ صَرَفٌ
وَلَا عَدْلٌ وَقَالَ ذِمَّةُ الْمُسْلِمِينَ
وَاجِدَةٌ فَمَنْ أَجْعَلَ مُسْلِمًا فَعَلِيهِ
لَعْنَةُ اللَّهِ وَالْمَلَأَتْهُ وَالنَّاسُ أَجْمَعِينَ
لَا يَقْبَلُ مِنْهُ صَرَفٌ وَلَا عَدْلٌ وَمَنْ
تَوَلَّى قَوْمًا يَغْبِرُوا ذِمَّةَ مَوَالِيهِ فَعَلِيهِ
لَعْنَةُ اللَّهِ وَالْمَلَأَتْهُ وَالنَّاسُ أَجْمَعِينَ لَا يَقْبَلُ
مِنْهُ صَرَفٌ وَلَا عَدْلٌ (بخاری)

ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دین کے درختوں پر چڑھ کر
کٹاؤں میں بوزیچہ ہے وہ میری پانچم ٹیکائی
گئی۔ ابو ہریرہ نے کہا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
وسلم بنی حارثہ کے پاس آئے اور فرمایا میں تمھارا
بنی حارثہ تم حرم کے باہر ہو گئے۔ پھر دیکھا تو فرمایا میں
یکدم حرم کے اندر ہو۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ انہوں نے
کہا مجھ سے اس تو کچھ نہیں ہے موت اللہ کی کتاب
ہے اور یہ کاغذ اس میں بھی یہ لکھا ہے کہ بنی
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ویجعا زہاڑ سے
کہ میں تک حرم ہے جو کوئی وہاں جنت نکالے
یا بدعتی کو پناہ دے۔ اس پر اللہ اور فرشتوں اور
سب لوگوں کی لعنت ہے نہ اس کا نکل قبول ہوگا
اور فرعون۔ اور آپ نے یہ بھی فرمایا کہ مسلمانوں
میں سے کسی کا بھی عہد کافی ہے جو کوئی مسلمان
کا عہد توڑے اس پر اللہ اور فرشتوں اور سب
لوگوں کی لعنت ہے۔ نہ اس کا کوئی فعل قبول ہوگا اور
فرعون۔ اور جو کوئی اپنے مالک کو چھٹکارا کی اجازت
کے بغیر اور کسی کو مالک بنائے۔ تو اس پر اللہ کی اور
فرشتوں کی اور سب لوگوں کی لعنت ہے اس کا

نقل تہذیبیہ کا ذکر ہے۔

حضرت علی فرماتے ہیں۔ ماعندنا ناشیخ۔ یعنی میرے پاس کوئی خاص احکام شرع نہیں ہیں۔ جو حضور علیہ السلام فرمایا ہو۔ اس لیے حضرت مجھے ہی خیر طور پر بتائے ہوں۔ بلکہ اللہ کی کتاب قرآن ہے اور ایک صحیفہ ہے جس میں دینہ کے حرم ہونے کا بیان ہے۔ کتاب العلم میں۔ حدیث گذر چکی ہے۔ کہ اس صحیفہ میں غزل، انگلیاں، میر کے مسالے بھی درج تھے دعوت سے مراد فرار من اور جدل سے فو اقل مراد ہیں۔ دستا مسلمین سے مسلمانوں کے ہمدردیہان اور کسی کو ایمان دینا مراد ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی مسلمان کسی کا فرکان و سر دے۔ تو دوسرے مسلمانوں کو نقصان دے گا تو نہیں ہے۔ البتہ ایمان دینے کے شرعاً اہل ہیں جو کتب فقہ میں مذکور ہیں۔ فمن لم یختر جدلاً فلیکف عنہ۔ حدیث ہذا میں اہل ذیل پر مشتمل ہے۔

۱۱) اس میں دو فرض کا ذکر ہے جو کہتے ہیں حضرت علیؑ کے پاس دین کے ایسے احکام و مسائل تھے جو حضور علیہ السلام نے ان کو وصیت کیے تھے اور اس کے انتشار کی مانعت فرمادی تھی (۱۲) علم کی کتابیت جائز ہے اس پر کھانا و ناکھانہ ہے۔

بَلِّغْ فَضْلَ الْمَدِينَةِ وَأَكْمَلْ تَنْفِذَ الْإِسْلَامِ

ماہرینہ کی فضیلت اور مدینہ کا نام سے آدمی کو مکمل و بنا

ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت علیؑ علیہ السلام نے فرمایا۔ مجھ کو اس میں ہی جانے کا حکم ہو اور دوسری باتیں تو کھلے گداؤں کی سردار بننے کی اسباق ہیں کہ شراب پیتے ہیں اس کا نام دینہ ہے۔ بڑے لوگوں کو اس طرح سے مکمل باہر کرے گی جیسے بھٹی ہوئے کھانے کا مکمل کال دی ہے۔

أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرْتُ بِتَقْرِيبِ تَأْكُلِ الْقَرَأَى يَقُولُونَ يَتَرَبَّ وَ هِيَ الْمَدِينَةُ تَنْفِذِ النَّاسَ كَمَا يَنْفِذُ الْكِتَابُ خُبْرًا لِحَاكِيهِ

(بخاری)

اہمیت کا مطلب یہ ہے مجھے ایسے قریہ کی طرف ہجرت کا حکم دیا گیا ہے۔

فوائد و مسائل | تا کمل القرائی کا مطلب یہ ہے جو تمام سنیوں کو کیا ہے۔ یعنی حدیث کو ہر کلام و مرکزہ و رشادہ و احیاء ہونے کا شرط حاصل ہوگا۔ یقولون بیترب یعنی منافق دینہ وغیرہ کو بیٹرب کہتے ہیں۔ حالانکہ وہ دینہ ہے۔ تنفیذ الناس یعنی جیسے بھٹی میں جب لڑا بھٹایا یا گرم کیا جائے تو وہ اس کے میں پھیل کر علیحدہ کر دیتا ہے۔ ایسے ہی دینہ شریر لوگوں کو اپنے اندر بکھڑے کر دے گا۔

اس سلسلہ میں حضور علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا ہے:

دینہ میں منہ زانوے آمیں گے۔ فیخرجہ اللہ کل منافق و کافر و نجاری و کس کے موجب اللہ تعالیٰ دینہ سے تمام منافق اور کافروں کو نکال دے گا۔ نیز حضور علیہ السلام نے فرمایا لا تقوم الساعة الا قیامت قائم نہیں ہوگی حتیٰ کہ دینہ ان تمام شریروں کو اس طرح نکال باہر کرے گا جیسے بھٹی کو بے کھیل نکال دیتی ہے۔ ان احادیث کی روشنی میں واضح ہوتا ہے کہ مذکورہ فقہاء حدیث و رشادہ کا ظہور فرما قیامت میں ہوگا۔

مدینہ منورہ کو شرب کہنا جائز نہیں۔ ہجرت سے پیشتر لوگ مدینہ کو شرب کہتے تھے۔ حدیث
مدینہ منورہ کو شرب کہنا جائز نہیں۔ میں اس کی حاضنت آئی ہے۔ حدیث مسلم میں ہے کہ مدینہ کا نام اللہ تعالیٰ نے طاب رکھا ہے
لہذا ان مجاہدین مدینہ کو جو شرب کیا گیا ہے یہ وہ اصل قول غیر مؤیدیں بطور حکایت ہے۔ یعنی حاج و ص ۱۲۱۔ یقولون یعنی بعض
منافقین مدینہ کو شرب سے موسوم کرتے تھے۔

۱۱۰ حدیث لیلۃ ابن حازب سے مروی ہے

عن مسمی المدینۃ یتوب علیہ مستغفر اللہ | کہ جو مدینہ کو شرب کہے وہ اللہ تعالیٰ سے اس کی
تعالیٰ ہی طابہ | معافی چاہے۔ مدینہ کا نام طاب ہے۔

حضرت ابوالیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہی | آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کو شرب
ان یقال للمدینۃ یتوب | کہنے سے منع فرمایا ہے۔

بعض شعرا اپنے شعرا میں مدینہ علیہ کو شرب لکھتے ہیں۔ اور یہ حال میں دوبارہ کا بھلا ہے۔ انہیں اس سے احتراز لازم ہے۔ مدینہ
کا جو کچھ پڑنا چاہیے۔

۱۱۱ حدیث زہیر بن جحش میں تاکل النری کے الفاظ سے یہ تاہم ایک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مدینہ نزلین کو کہہ سٹھ سے افضل ہونے کا
تذلل فرمایا ہے۔ اور مدینہ کے الفاظ مدینہ نزلین کے لیے اسی درجہ کے تقاضی ہیں۔

بَابُ الْمَدِينَةِ طَابَةِ

باب مدینہ کا ایک نام طابہ سے

عَنْ أَبِي حَنِظَلٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَقْبَلْنَا | ابوحنظہ ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے
مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ | کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حجاز
تَبَوَّكَ حَتَّى أَشْرَفْنَا عَلَى الْمَدِينَةِ | تو کہہ کر واپس آئے جب مدینہ کے قریب پہنچے تو
فَقَالَ هَذِهِ طَابَةٌ | آپ نے فرمایا یہ طابہ آگیا۔ (بخاری)

اس حدیث سے واضح ہوا کہ حضرت علیہ السلام نے مدینہ منورہ کا نام طاب رکھا۔ لہذا اسی نام سے پکارنا چاہیے۔ اور تلور تلور
مدینہ منورہ کو شرب سے موسوم نہ کرنا چاہیے۔

بَابُ لَابَتِي الْمَدِينَةِ

باب مدینہ کے دو ذوق پتھر لیے میدان

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ | حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے

كَانَ يَقُولُ لَوْ مَا آتَيْتُ الظُّلُمَاءُ بِالْمَدِينَةِ
تَرَوْنَهُ مَا دَعَىٰ لَهَا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا بَيْنَ لَابَتَيْنِهَا
حَرَامٌ (بخاری)

وہ کہتے تھے اگر میں پہلے جوتے دیکھ لیتا
اُن کو نہ چھڑوں۔ پھر حضرت علیؓ نے اشد مدعا کو مسلم لے
فرمایا کہ مدینہ کی زمین دو طرفہ تھوڑے میدانوں کے بیچ
میں حرم ہے (وہاں ٹھکانا جائز نہیں)

فَوَائِدُ وَمَسَائِلُ اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حرم مدینہ کو حرم کرکے ط
ہی رکھتے تھے۔

بَابُ مَنْ رَغِبَ عَنِ الْمَدِينَةِ

ابو یوسف نفیس مدینہ سے نفرت کرے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا آپ
فرماتے تھے تم مدینہ کو اچھی حالت میں چھوڑ
ہاؤ گے پھر دایا اچال چوہانے گا (اگر) وہاں
وحشی جانور درندے اور چرندے بسنے لگیں گے
اور آخر میں قبیلہ مزینہ کے دو چرواہے مدینہ میں آئیں گے
اس لیے کہ اپنی بکریاں مالک لے جائیں۔ یکسویں گے
کہ وہاں تو سے وحشی جانور ہی جانور ہی۔ جب وہ تین
الوداع پر پہنچیں گے تو اوداع سے رزگاریں گے۔

حضرت عثمان بن ابی دیر رضی اللہ عنہ سے مروی
ہے۔ انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم سے سنا۔ آپ فرماتے تھے ملک میں فوج ہو گا۔
پھر وہاں سے کچھ لوگ سواری کے جانور لائے ہوتے
آئیں گے۔ اور اپنے گھروالوں کو اور جوان لاکھائیں
گے جن کو لاد کر مدینہ سے لے جائیں گے مالا کر اگر
اُن کو معلوم ہوا تو مدینہ میں رہنا ان کے لیے بہتر
تھا۔ اسی طرح ملک شام فتح ہو گا اور کچھ لوگ
سواریاں لائے ہوتے ہوں گے انہیں گے اور اپنے گھروالوں

أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ
سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ يَقُولُ يَكُونُ الْمَدِينَةُ عَلَى خَيْرٍ
مَا كَانَتْ لَا يَبْقَا هَا إِلَّا الْعُرْلُ يُرِيدُ
عَوَاقِي السَّبَاحِ وَالطَّيْرُ أَخْرَجَتْ مِنْ
يَحْشُرُهَا عِيَانٌ مِنْ مَزِينَةٍ يُرِيدُ أَنَّ
الْمَدِينَةَ يَنْعَقَانِ فِيهَا بَقِيَّةُ أَهْلِهَا
وَحَشَا حَتَّىٰ إِذَا بَلَغَا ثَبِتَةَ الْوُدَّ ع
خَرَا عَلَىٰ وَجْهِهِمَا. (بخاری)

عَنْ سُفْيَانَ بْنِ أَبِي ذَهَبٍ رَضِيَ اللَّهُ
عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ يُعْتَمِرُ الْيَمَنُ
فِي أَيِّ قَوْمٍ يَسْتَوْنَ يَتَحَمَّلُونَ بِأَهْلِهِمْ
وَمَنْ أَطَاعَهُمُ وَالْمَدِينَةَ خَيْرٌ لَّهُمْ
لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ وَلَيُعْتَمِرُ الشَّامُ فَيَأْتِي
قَوْمٌ يَسْتَوْنَ يَتَحَمَّلُونَ بِأَهْلِهِمْ
وَمَنْ أَطَاعَهُمُ وَالْمَدِينَةَ خَيْرٌ لَّهُمْ
لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ وَيُعْتَمِرُ الْعِرَاقُ فَيَأْتِي

قَوْمٌ يَسْتَوُونَ فِي مَحَلَّتِهِمْ بَأْهْلِهِمْ
وَمَنْ أَطَاعَهُمْ وَالْمَدِينَةَ حَيْثُ لَهُمْ
لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ۔ (بخاری)

اور اپنا کتا منہ والوں کو لاد کر لے جائیں گے۔ اور
گروہ تحفے تو ان کا مدینہ میں رہنا بہتر تھا اور اسی
طرح ملک عراق فتح ہو گا اور وہاں کے کچھ لوگ وہاں
لاکھے برس کے آئیں گے اور اپنے گھر والوں اور اپنا کتا
منہ والوں کو لاد کر لے جائیں گے۔ اگر ان کو سمجھ ہوئی تو
مدینہ میں ان کا رہنا بہتر تھا۔

- (۱) شیعہ اوداع مدینہ منورہ کے پاس ایک پہاڑی کا نام ہے عمارہ دوسری نے فرمایا۔ یہ ترکہ اتنی زملاں میں ہو گا۔ اور طالع خاص
کا ملنے یہ ہے کہ خضر اہل مدینہ منورہ کے ساتھ ہی سالم ہو چکا ہے۔ (۱) عمارہ د
(۲) ان دونوں حدیثوں میں مدینہ منورہ کی خیر و برکت کا بیان ہے۔ اور اگر مدینہ سے بے رغبتی اور اسے چھوڑ کر دوسری جگہ کو متنا
اختیار کرنا اچھا نہیں۔

حضرت علیہ السلام نے فتح مکہ کی جنگ کوئی فرانہ جو حضور علیہ السلام کے زمانہ نبی میں پوری ہوئی۔ پھر مد مدینہ نبی میں شام عراق
فتح ہونے اور لوگ منورہ عراق میں کوشت اختیار کرنے لگے۔
خاک طیبہ از دو عالم بہتر است ان خشک شہر کے انجا بہتر است

بَابُ الْإِيمَانِ بِأَرْزِ إِلَى الْمَدِينَةِ

باب ایمان مدینہ کی طرف صحت آنے کا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ ایمان مدینہ
کی طرف اس طرح صحت آنے کا جیسے سانپ اپنے
بل میں آجایا کرتا ہے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ
نَعْمُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ
إِنَّ الْإِيمَانَ بِأَرْزِ إِلَى الْمَدِينَةِ حَكْمًا
تَأْوِيْلُ الْحِكْمَةِ إِلَى حُجْرِهَا۔

اس حدیث سے بھی مدینہ منورہ کی عظمت و بزرگی واضح ہوتی ہے۔ اور یہ کہ جیسے سانپ طلب معاش میں ادھر
ادھر پھرتا ہے اور جب کسی چیز سے خوف کھاتا ہے تو واپس اپنے بل کی طرف پلٹ آتا ہے۔ ایسے ہی آخر زمانہ میں اہل
مدینہ کی طرف لوٹ آئیں گے۔

بَابُ إِثْمٍ مَنْ كَادَ أَهْلَ الْمَدِينَةِ

باب۔ اہل مدینہ سے فریب کرنے والے کا گناہ

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ سَعْدًا
حَضْرَتِ مَاتِہ رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ میں نے

رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا يَكُونُ
أَهْلُ الْمَدِينَةِ أَحَدٌ إِلَّا اِسْمَاعُ كَمَا
يَسْمَعُ الْمَلِكُ فِي الْمَلَأِ

(بخاری)

سعد رضی اللہ عنہ سے سنا تھا۔ انہوں نے بیان کیا کہ
میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا تھا۔
انہوں نے فرمایا تم کہ اہل مدینہ کے ساتھ جو شخص
بھی قریب کرے گا وہ اس طرح کل جائے گا جیسے
نمل پانی میں کل جاتا ہے۔

کسی بھی مسلمان کو وہ مکہ و مدینہ پر مال نامائز حرام ہے۔ اہل مدینہ کے ساتھ ایسا سلوک کرنا اور بھی زیادہ گناہ ہے کیونکہ
ان کو کسی سے مقدس شہر سے نسبت ہے جس شہر کو نبی کے فتنے حضرت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے پسند فرمایا اور مکہ خدا
اسی شہر کی طرف آپ نے ہجرت فرمائی۔ مسجد نبوی و کائنات عالم میں سب سے مقدس مسجد ہے تیسرا فرمائی پھر اسی شہر میں
آج بھی جلوہ فرمایا ہے۔

بَابُ أَطَامِ الْمَدِينَةِ

آپ مدینہ کے عملوں کے متعلق

ابن شہاب حنفی اسامہ سے مروی ہے کہ حضور
صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کے ایک اونچے مکان پر جلوہ فرما
ہوئے۔ اور فرمایا: کیا تم دو دیکھتے ہو جو میں دیکھتا
ہوں۔ میں تمہارے گھروں میں فتوں کے مقام
ایسے دیکھ رہا ہوں جیسے بارش گرے گا تمام

قَالَ أَخْبَرَنِي عُمَرُو بْنُ سُوَيْدٍ أَنَّ
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ أَشْرَفَ النَّبِيُّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى أَطَامِ مَدِينَةِ
الْمَدِينَةِ فَقَالَ هَلْ تَرَوْنَ مَا أَسْرَأَى
إِلَيَّ لَأَمَائِي مَوَاقِعَ الْفِتَنِ خِلَالَ بَيْتِكُمْ
كَمَا وَقَعَ الْوَقْطَرُ

(بخاری)

اس حدیث سے واضح ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کے کچھ دیکھتے ہیں۔ جو غریبی نہیں دیکھ سکتا۔ علامہ سیوطی نے فرمایا اھذا امن
علامات النبوة لاجلاس باہما سید سکون کریم بات نبوت کی علامات سے ہے کہ آپ نے آئندہ ہونے والے حوادث کی خبر
دی۔ علامہ سیوطی نے فرمایا دیکھنے سے مراد غلبہ ہے یا تمکھ سے دیکھنا کہ فتوں کی صورت آپ کے سامنے کر دی گئی۔ مطلب یہ کہ
مدینہ میں فتوں کا ظہور ہو گا اور نبوت کی نشانیوں میں سے ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمایا اور انہما حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ
شہید ہوئے۔ یہیذ کی جانب سے واقعہ جو میں اہل مدینہ پر آئیں آئیں۔

بَابُ أَقْبَدُ خُلَاةَ الدَّجَالِ الْمَدِينَةِ

آپ - دجال مدینہ میں داخل نہیں ہوگا

عَنْ أَبِي بَكْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ
حَضْرَةِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا

النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا
يَدْخُلُ الْمَدِينَةَ رَجُلٌ يَرْغَبُ إِلَى سَبِيلِ الدُّجَالِ
لَهَا يَوْمَ مَوْتِي سَبْعَةُ أَلْجَابٍ عَلَى كُلِّ
بَابٍ مَلَكَانِ (بخاری)
عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
عَلَى أَلْجَابِ الْمَدِينَةِ مَلَائِكَةٌ لَا
يَدْخُلُهَا الْكَافِرُونَ وَلَا الدُّجَالُ (بخاری)
عَنْ ابْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنْ
النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ
لَيْسَ مِنْ بَلَدٍ إِلَّا سَبْعَةُ الدُّجَالِ
لَا مَلَكَ وَالْمَدِينَةُ لَيْسَ لَهُ مَرْتَبَةٌ
يَقْبَلُهَا الْقَبْرُ إِلَّا عَلَيْهِ الْمَلَائِكَةُ صَافِقُونَ
يُخْرِجُونَهَا ثُمَّ تَرْجِعُ الْمَدِينَةُ
بِأَهْلِهَا رَجَفَاتٍ يُغْفِرُ اللَّهُ كُلَّ كَافِرٍ
وَمُتَافٍ (بخاری)

أَنَّ أَبَا سَعِيدٍ يَأْخُذُ بِرِضَى اللَّهِ عَنْهُ
قَالَ حَدَّثَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدِيثًا طَوِيلًا عَنْ الدُّجَالِ
فَكَانَ فِيهِمَا حَدِيثَانِ أَنْ قَالَ يَأْتِي
الدُّجَالُ وَهُوَ مُخَوَّرٌ عَلَيْهِ وَأَنْ يَدْخُلَ
بِقَابِ الْمَدِينَةِ بَعْضُ السَّيَّائِرِ بِالْمَدِينَةِ
فَيَخْرُجُ إِلَيْهِ يَوْمَئِذٍ رَجُلٌ وَهُوَ
خَيْرُ النَّاسِ أَوْ مِنْ خَيْرِ النَّاسِ فَيَقُولُ
أَشْهَدُ أَنَّكَ الدُّجَالُ الْكَذِبُ حَدَّثَنَا
عَنْكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے
فرمایا۔ مدینہ میں دو حال کا کچھ خوف نہ ہو گا اس وقت
مدینہ کے سات و ستر برس میں گئے ہر دور و آنسپور
دو ہشتے پہرہ دیں گے۔

حضرت ابوسرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ مدینہ کے دو حال و دو
ہشتے ہوں گے۔ اس میں طاعون داخل ہو سکے گا
دو حال۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا وہ
نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ
نے فرمایا دنیا میں کوئی ایسا شہر نہیں میں کو دو حال نہ
روئے گا۔ مرنے والوں کے گھر گھر اور مدینہ ال
دو دن شہروں میں آنے کے جتنے راستے ہیں ان
پہرہ ہشتے صف ہانچے ہوئے پہرہ دے رہے
ہوں گے۔ پھر مدینہ کی زمین میں دو کھانے کی جگہ
سے ایک ایک کافر و منافق کو اللہ تعالیٰ زمین
سے باہر کر دے گا۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا
کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو حال کے
متعلق ایک طویل حدیث بیان کی۔ آپ نے اپنی
حدیث میں یہ بھی ارشاد فرمایا تھا کہ دو حال مدینہ
کی ایک سو سال زمین تک پہنچے گا۔ حالانکہ مدینہ میں
دو دن اس کے لیے ممکن نہیں ہو گا۔ اس دن ایک شخص
اس کی طرف نکل کر پڑھیں گے۔ یہ لوگوں میں ایک
بہترین فرد ہیں گے یا یہ فرما کہ بہترین لوگوں میں
ہوں گے۔ وہ چشم کرے گا۔
تم وہی دو حال ہو جس کے متعلق ہیں رسول اللہ

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ
تَمِيمٍ يَقُولُ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ سَمِعْتُ
رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ لَا يَقْتُلُهُ ثُمَّ يَحْيِيهِ
فَيَقْتُلُهُ ثُمَّ يَحْيِيهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مَا كُنْتُ
أَشْكُكُمْ بِسُوءَةِ قَبِيْلِ الْيَوْمِ يَقُولُ
لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ فَلَا يَسْكُطُ عَلَيْهِ

(بخاری)

صلی اللہ علیہ وسلم نے اطلاع دی تھی۔ حال ہے
گیا کیا اگر میں اسے قتل کر کے پھر زندہ کر دیا تو
میرے کو کبھی سے معاملہ میں کوئی ضرر پہنچے گا
اس کے حواری کہیں گے کہ نہیں۔ چنانچہ وہ حال
انہی قتل کر کے پھر زندہ کرے گا جب وہ حال انہی
زندہ کرے گا تو وہ کہیں گے بخدا جس درجہ میں
آج تمہارے قتل سے عبرت حاصل ہوئی اتنی بھی
دعائی وہ حال کہے گا، لاؤ تم سے قتل کروں لیکن اس
مرتبہ کا بوندہ پاس ہے۔

ابن امادیش میں دنیہ طیبہ کی خصوصیات کا ذکر ہے۔

قواعد و مسائل

۱۔ وہ حال کو سب اس لیے کہا گیا کہ وہ مسموح العین یعنی کاٹا ہو گا۔ یا اس لیے کہ وہ دوسرے زمین کی مساحت
کرے گا۔ وہ حال کو سب اس لیے کہ اس کے معنی جھوٹ کے ہیں۔

(۲) دنیہ منورہ طالعوں اور فتنہ وہ حال سے محفوظ و معصون رہے گا (۳) اگر وہ مرتبہ کے ہر راستہ پر رشتے پہنچتا رہے گا۔
وہ وہ حال کو ان دونوں مفرد شہروں میں داخل نہ ہونے دیں گے (۴) قریب قیامت میں مرتبہ میں تین مرتبہ دلا لے گا
یہ دلا لے دیا اس میں ان لوگوں کو دین سے نکالنے کے لیے ہو گا جن کے دلوں میں فتنہ ہو گا۔ منافق ان دنوں سے ہر گز دین
سے ہٹ جائیں گے اور خالص مخلص مسلمان دین میں رہ جائیں گے (۵) حدیث نمبر ۱۰۱۱ باب سے مناسبت یہ ہے
کہ اس میں اس امر کا اظہار ہے کہ وہ حال دین میں داخل ہونے کی قدرت نہ پائے گا (۶) رجل ہو خیر الناس سے بعض
شمار میں نے حضرت خضر کو مراد لیا ہے۔ و اللہ اعلم بالصواب۔

بَابُ الْمَدِيْنَةِ تَنْفِي الْحَبَشِ

باب دنیہ پر آدمی کو نکال دینا ہے

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ
أَعْرَاجِي النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَبَايَعَهُ عَلَى الْإِسْلَامِ فَجَاءَ مِنْ الْعَدُوِّ
يَحْمُومًا فَقَالَ أَقْبِلْنِي ذَا بَنِي تَلْتُ مَرَامَا
فَقَالَ الْمَدِيْنَةُ كَالْكَبِيرِ تَنْفِي حَبَشَهَا
رَيْضُحَ طَبِيحَهَا (بخاری)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ ایک
دیہاتی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔
اور آپ سے اسلام پر بیعت کی۔ دوسرے دن حمار
میں جلا ہوا۔ آیا اور کہنے لگا میری بیعت کوڑا دینے
میں نے تین بار یہی کہا۔ آپ نے اٹھا دیا۔ پھر
فرمایا۔ دنیہ تو گویا بھٹی ہے۔ جو میل کھیل کو نکال دیتی

(مستخرج)

ہے اور اچھے کو چھانٹ لیتا ہے۔

فائدہ ۱۔ اس حدیث میں کابلیکین بھی تھے انطاخرہ باب ہیں۔ امام بخاری نے اس حدیث کو احکام میں اور انسان نے ج ۳ میں ذکر کیا ہے ۲۔ یمنع ، قطع سے ہے جس کے معنی خالص کے ہیں۔ قرآن مجید میں قویۃ نصوص کا الفاظ آتے ہیں جس کے معنی خالص اور سچی قویۃ کے ہیں۔

حدیث زیر بحث کا ظاہری مفہوم یہ ہے کہ مدینہ منورہ کفار و منافقین کو جگہ نہیں دیتا۔ صرف غرض مسلمان ہی مدینہ میں سکونت رکھ سکتے ہیں۔ حدیث کے اس مفہوم سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جو لوگ بھی مدینہ میں سکونت پذیر ہیں وہ سب کے سب خالص مخلص مسلمان ہیں۔ لیکن اس سلسلہ کی دیگر احادیث کی روشنی میں حدیث زیر بحث کا مفہوم صحیح یہ ہے کہ مدینہ شریف کی طبیعت خصوصیت یہی ہے کہ گمراہ و بدین ، کافر اور منافق کو پسند نہیں کرتا اور اگر کوئی منافق یا گمراہ بدین مدینہ میں سکونت اختیار کرے تو اس کی منافقت اور گمراہی چھپی نہیں رہ سکتی۔ مسلمانوں پر اس کی منافقت اور گمراہی ہر حال واضح اور ظاہر رہے گی۔ لیکن یہ خصوصیت بھی حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات ظاہری تک رہی۔ آپ کی وفات کے بعد مدینہ کی یہ خصوصیت باقی نہ رہی۔ علامہ قاضی حیا علیہ الرحمۃ نے بھی مدینہ شریف کی اس خصوصیت کو حضور کی حیات ظاہری کے ساتھ خاص ہونے کا قائل کیا ہے۔ اور یہ ہی صحیح ہے۔ علامہ بدر عینی شارح بخاری علیہ الرحمۃ نے بھی اسی مفہوم کی تائید کی اور فرمایا۔ فذل علی ان الصراط بالحدیث تخصیص ناس دون ناس و وقت دون وقت یعنی ۶۷ حد ۳۳۴ اور دیگر دلائل شرعیہ سے بھی اس کی تائید و توثیق ہوتی ہے۔ البتہ قرب قیامت میں مدینہ منورہ کی یہ خصوصیت دوبارہ لوٹ آئے گی۔ جب کہ دجال کا ظہور ہوگا۔ تو دجال مدینہ شریف میں داخل نہ ہو سکے گا۔ مدینہ کی حدود سے باہر پڑاؤ ڈالے گا۔ پھر مدینہ منورہ میں تین دن لڑائے آئیں گے اور جس قدر منافقین و کفار مدینہ میں ہوں گے سب مدینہ سے بھاگ جائیں گے۔ منافقین دجال کی پیروی کریں گے۔ چنانچہ مسلم شریف کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔

نبی علیہ السلام نے فرمایا۔ قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک مدینہ اشراق کفار و منافقین کو باہر نکال دے گا جیسے بھیڑی توپ کی جیل کو علیحدہ کر دیتی ہے (مضم ۱ ص ۳۸۹)

لا تقوم الساعة حتى تنفي المدينة شراها
كما تنفي الكبر حيث الحديد

حدیث انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے الفاظ یہ ہیں :-

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مدینہ منورہ کو مغلطہ کے سوا دجال ہر شکر کو پال کرے گا۔ مدینہ و مکہ کے ہر راستے پر ملائکہ صفت باندھے پہرہ دیں گے۔ دجال مدینہ سے باہر شور زمین میں قیام کرے گا۔ پھر مدینہ میں تین مرتبہ لڑائے آئے گا جس کی وجہ سے منافق اور کافر مدینہ سے نکل کر دجال کی طرف چلے جائیں گے۔

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ليس
بكدوة الا سيطوة الدجال الا المدينة
والموتى على كل نقب من
انقاب المدينة الملوثة صافين
يخرجونها فينزل السبخة فتخرج المدينة
ثلاث رجفات يخرج اليه منها كل منافق
وكافر۔
الحمل لابن حزم ص ۲۸۱ ج ۲

اسی مضمون کی حدیث حضرت انس ہی سے بخاری میں ہے۔ جو ص ۱۰۷ پر گذر چکی ہے۔ اسی سلسلہ کی دیگر احادیث کے

پیش نظر یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ حدیث زیر بحث کا مطلب اگر یہ ہی ہو کہ مدینہ کا فروعی کو قبل نہیں کرتا یا جو بھی مدینہ میں آباد ہو جائے۔ وہ ضرور غرض مسلمانی ہی قرار پائیں گے۔ تو پھر سوال یہ ہے فروعی جہاں کے وقت کا فروعی مدینہ میں کہاں سے آگئے ہوں اور کدھشت سے وہاں سے کوچ کریں گے۔ پھر قرآن مجید کی یہ آیت و ان اهل المدينة مردوا علی النفاق (سورہ) سے بھی واضح ہے کہ یہ میں منافق اقامت رکھتے تھے۔ اس لیے حدیث زیر بحث الحدیثہ کا لکیر بنی حبشہ الاما مطلب یہ قرار پاتا ہے کہ مدینہ شریف کی یہ خصوصیت حضور کی حیات ظاہری تک کے لیے تھی۔ حضور کی حیات ظاہری میں بھی مدینہ میں منافق موجود تھے۔ مگر نفاق حضور پر تو ظاہر ہی تھا۔ مگر عام مسلمانوں پر بھی واضح تھا جس کی دلیل قرآن مجید کی یہ آیت ہے۔

هَٰذَا كَانَ اللَّهُ لِيَدْرَ الْمُؤْمِنِينَ عَلَىٰ مَا أَنتُمْ عَلَيْهِ
حَتَّىٰ يَمِيزَ الْخَيْثُ مِنَ الطَّيِّبِ ۚ وَ مَا كَانَ
اللَّهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يَجْتَبِي
مَنْ يُّرِيدُ مِنْ يَشَأُ ۚ فَآمِنُوا بِاللَّهِ وَ
رُسُلِهِ ۚ (آل عمران ۱۱۶)

اللہ اللہ اس کے رسولوں پر۔

اس آیت میں نبی سے منافق اور طیب سے عموماً مراد ہیں۔ اس آیت سے یہ بھی واضح ہے کہ گو کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات اقدس میں منافق مدینہ میں قیام رکھتے تھے۔ مگر منافقوں کا نفاق مسلمانوں سے پریشیدہ نہ تھا۔ اور یہ ہی مطلب ہے حدیث (المدینہ کا لکیر یا) کا کہ حضور کی حیات مبارکہ تک مدینہ کی یہ خصوصیت رہی ہے کہ وہاں جو منافق ہیں یا اس کا نفاق چھپا نہیں رہا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد یہ خصوصیت باقی ندری۔ مدینہ میں منافق جو آباد ہوئے بلکہ ان کی حکومت ہو آئی۔ البتہ قرب قیامت میں مدینہ کی یہ خصوصیت دوبارہ نمود کرے گی اگر جس قدر منافق و گمراہ و لے۔ ان مدینہ میں مقیم رہائیں گے سب کا نفاق ظاہر ہو جائے گا اور وہ مدینہ سے باہر نکل جائیں گے۔

حضرت زید بن ثابت ثابت کتے ہیں۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنگ اُحد میں نکلے۔ آپ کے ساتھیوں میں سے کچھ لوگ (منافق) لوٹ گئے۔ بعضوں نے کہا۔ ہم چل کر ان کو قتل کریں گے۔ بعضوں نے کہا۔ ہم قتل نہیں کرنے کے۔ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ آیت اتری تو تم کو کیا ہو گیا۔ منافقوں نے کہا میں تمہارے دوفرنگے ہو گئے اور آنحضرت نے فرمایا۔ مدینہ

لَقَدْ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِي
أُحْدٍ رَجَعَ نَاسٌ مِّنْ أَصْحَابِهِ فَقَالَ
فِرْقَةٌ نَفَلْتُمْ وَقَالَتِ فِرْقَةٌ لَا نَفَلْتُمْ
فَنَزَلَتْ مِمَّا لَكُمْ فِي الْمُنَافِقِينَ فِئَتَيْنِ
وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّهَا
شَقِيَّةٌ لِّرَجَالٍ كَمَا تَشْفِي الْمَاءَ وَحُبَّتْ

۱۱۰ ابن حزم کہتے ہیں۔ مدینہ زیر بحث کا جب یہ مطلب حسین ہو گیا۔ تو اب کسی منافق و گمراہ کا ذکر اس حدیث سے یہ استدلال لائق نہ رہا کہ اگر ہم گمراہ و بدینہ ہوتے تو مدینہ میں قیام نہ رکھتے یا ہماری حکومت مدینہ میں قائم نہ ہوتی۔ کیونکہ مدینہ کی ذکرہ فی الحدیث خصوصیت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ تک محدود تھی۔ اس کے بعد کہتے ہیں۔

وَسَكَانِ الْمَدِينَةِ الْيَوْمَ اخْبِثَ الْخَيْثُ وَامَنَّا بِاللَّهِ وَاجْعَلْ عَلٰی مَصِيفِنَا فِ
ذَٰلِكَ فِطْلَ تَعْمُو يَهْمُهُ مِهْذَا الْخَيْثُ

شاخہ - روکوس طرح سے دینا بہت مشکل ہے کی
میل کیل کے۔

بخاری سرین کی اس حدیث سے ہیں واضح ہے حضور کے نام مبارک میں منافقہ میں سکونت رکھنے سے گمان کا خالق ظاہر
ہو جاتا تھا چاہے جب منافق جنگ اُحد میں شریک نہ ہوئے قرآن کا تعلق عام مسلمانوں پر ظاہر ہو گیا اور اس معنی میں حضور علیہ السلام
نے فرمایا کہ مدینہ میں منافق رہ بھی جائے تو اس کا تعلق چھپا نہیں رہ سکتا۔ اِنَّهَا تَشْفِي الرَّجَالَ كَمَا تَشْفِي النَّارَ حَبَشَتِ
الْحَدِيثُ ۲۔ اس حدیث کو امام بخاری نے تفسیر ذکر مناقب، معاذی، مشک میں بھی اور امام ترمذی و نسائی نے تفسیر میں
ذکر کیا ہے۔ ۳۔ اس حدیث کی یہ خصوصیت ہے کہ اس میں صحابی صحابی سے روایت کر رہا ہے۔ عبداللہ بن یزید اور زید بن ثابت
دونوں صحابی دراصل ہیں۔

عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «الْمَدِينَةُ جَعَلَ بِالْمَدِينَةِ ضَعْفِي مَا
جَعَلَتْ بِمَكَّةَ مِنَ الْبَرَكَةِ» (بخاری)

شارحین نے اس حدیث پر طوں و طویل لکھو فرمائی ہے۔ ہم نے اس حدیث سے مدینہ منورہ کی کم پراختصاصیت کا قائل کیا ہے
دیکھئے یعنی، فتح الباری - نووی علیہ السلام — لیکن متن حدیث سے اتنی بات واضح ہے کہ مدینہ منورہ خود برکت کا شہر ہے۔
۱۔ حضور سرور انبیاء علیہ السلام نے مدینہ کے لیے مکہ سے دو گنی برکت کی جو دعا فرمائی ہے۔ وہ یقیناً مقول ہے۔ حضور کو مدینہ
سب شہروں سے زیادہ محبوب بھی ہے۔ کیا، مدینہ منورہ کی یہ خصوصیت نظر انداز کی جاسکتی ہے۔ علامہ اقبال کہتے ہیں
حاکم طیبہ از دو عالم خوشتر است اے شنگ شہر کے کہ دروے دلبر است

۳۔ یہاں ہم اوراقِ ذکر ہے کہ ان اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن و شام کے لیے بھی برکت کی دعا فرمائی ہے۔ آپ نے
تین مرتبہ دعائیں کلمات کا اعادہ فرمایا۔ مگر یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ اس دعا میں صرف دعا کی گئی ہے۔ اس میں نہیں
ہے کہ الہی! شام و یمن میرے دو گنی برکت عطا فرما — مگر مدینہ منورہ کے لیے حضور نے جو دعا فرمائی ہے اس میں
قریہ نظر ہو جو ہیں۔ اللہم اجعل بالمدينة ضِعْفِي مَا جَعَلْتَ بِمَكَّةَ اَللّٰہی مدینہ میں مکہ سے دو گنی برکت
عطا فرما۔ یہ دو گنی برکت کی دعا تو صرف مدینہ منورہ کے لیے ہی ہے۔

طیبہ نہ سہی افضل مکہ ہی بڑا زاہد
عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا حُدِّدَ مِنْ شَقِيٍّ قَطْرٌ
إِلَى حُدِّدٍ رَأَتْ الْمَدِينَةَ أَضْطَحَّتْ رَأَتْ حِلَّتَهُ
وَأَنَّ كَانَ عَلَى دَابَّةٍ حَوَّكَهَا مِنْ
حُجَّتِهِ (بخاری)

حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا مدینہ منورہ کی دیواروں کو دیکھ کر سواری کو تیز کر دینا اس امر کی دلیل ہے کہ آپ کو
مدینہ منورہ بہت محبوب و پسند تھا۔ گو شہر حضور پسند ہو۔ اس کی عظمت اور برکت اور نصیحت کا کنارہ کے ہوتے آتے

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا (انصار کے قبیلہ) بنی سلمہ نے اپنے مکان چھوڑ کر مسجد نبوی کے پاس آنا چاہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدبر کو خول (دوران) چھوڑ دینا پسند نہ کیا اور فرمایا: بنی سلمہ کے لوگو! تم اپنے قدموں کا ثراب نہیں چاہتے۔ پھر وہ وہیں رہ گئے۔

عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ أَرَادَ بَنُو
سُلَيْمَةَ أَنْ يَتَّحُوا إِلَى قُرْبِ الْمَسْجِدِ
فَكَرَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
أَنْ تَغْرَى الْمَدِينَةَ وَقَالَ يَا بَنِي سُلَيْمَةَ
أَلَا تَخْشَوْنَ أَنْ تَارَكُوا قَائِمُوا

قبیلہ بنی سلسلہ نے یہ جامہ کہ مسجد نبوی کے قریب سکونت اختیار کر لی۔ حضور نے یہ بات پہنچ کر فرمائی کہ لوگ مدینہ شہر کے کسی حصے سے منتقل ہوں اور وہ حصہ دیران رہ جائے۔ حضور کی مرضی یہ تھی کہ مدینہ شہر کے ہر حصہ میں رونق دہنی چاہیے۔ مگر مسجد سے دور جو اور مسجد میں جماعت سے نماز ادا کی جائے تو جس قدر دور سے مجھوں میں آنا ہوگا ثواب زیادہ ملے گا۔ نبی ﷺ نے انھیں اس حصے سے منتقل نہ ہونے کے لیے یہ فرمایا۔ اَلَا تَحْسِبُوْنَ اَنْ اُثَارَكُمْ عَنِ مَسْجِدِنَا الَّذِي بُنِيَ لَكُمْ يَوْمَ الْاَوَّلِ تَاْمِيْنًا لِّاَنْ تَتَّقُوْا اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ يَخْتَارُ الْمُحْسِنِيْنَ اِنْ تَتَّقُوْا اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ يَجْعَلْ لَكُمْ فُرْقَانًا يَخْرُجُ مِنْ تَحْتِ الْاَرْضِ وَرِجَالٌ مِّنْ فَوْقِ السَّمَاءِ يَنَزِّلُ الْمَتَاعَ الْكَثِيْرَ اِنْ تَتَّقُوْا اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ عَلِيْمٌ غٰثٍ اَدُوْلٌ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ يَخْتَارُ الْمُحْسِنِيْنَ اِنْ تَتَّقُوْا اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ يَجْعَلْ لَكُمْ فُرْقَانًا يَخْرُجُ مِنْ تَحْتِ الْاَرْضِ وَرِجَالٌ مِّنْ فَوْقِ السَّمَاءِ يَنَزِّلُ الْمَتَاعَ الْكَثِيْرَ اِنْ تَتَّقُوْا اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ عَلِيْمٌ غٰثٍ اَدُوْلٌ

بَابُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے روایت کرتے ہیں
 حضور علیہ السلام نے فرمایا: میرے گھرا د میرے منبر کی
 (درسیاں) جگہ جگہ کی کیا یوں میں سے ایک کی راہ ہے اور
 (قیامت کے دن) میرا منبر میرے عوض رہے۔

قَالَ مَا بَيْنَ بَيْتِي وَمِنْبَرِي رَوْضَةٌ
مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ وَمِنْبَرِي عِلٌّ
خَوْضِي (بخاری)

فائدہ مآل | اس حدیث کو امام احمد، امام مسلم، امام نسائی و ترمذی نے بھی روایت کیا ہے۔ اہل علم کی روایت میں حابیین فتویٰ و حنبلی کے الفاظ آئے ہیں۔ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت اقدس حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں ہے۔ طبرانی کی حدیث میں۔ حابیین المنبر و بیت عائشہ و روضۃ من روضۃ الجنۃ کے فقرہ مروی ہیں۔ جس سے واضح ہوا کہ بیت سے حضرت عائشہ کا حجرہ مبارک مراد ہے۔ ۲۔ منبر و قبر مبارک کے حصہ کی پیمائش کے متعلق مختلف قول ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ ترپن ہاتھ ہے۔ ۱۔ بیان۔ امر قابل ذکر ہے کہ علماء کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے۔

علامہ شہاب خاں شارح شفا علیہ الرحمۃ متوفی ۱۰۸۵ھ فرماتے ہیں کہ حضور کریمؐ کی قبر مبارک زمین کے نام طہقعات سے

افضل ہے بلکہ تمام آسمانوں اور
بل ہو افضل من السموات والارض والکعبۃ

(جوامع البحار ص ۶۸۲)

امام بخاری علیہ الرحمۃ نے باب فضل ما بین القبر والمنبر کا عنوان قائم کر کے یہ واضح فرمایا کہ حضور کی قبر مبارک پر کھڑے مکان میں ہے۔ اس لیے قبر نبوی بعیدہ جنت کے باغوں میں سے ایک ہے ۲۔ حدیث زیر بحث کے متعلق شاعرین کے متعدد قول ہیں۔ یہ کہروضہ اقدس صحرل سعادت اور نزول رحمت میں جنت کی طرح ہے۔ اس لیے اسے روضۃ من دیاض الجنۃ فرمایا گیا۔ علامہ ابن حجر شذیع بخاری علیہ الرحمۃ فتح الباری میں لکھتے ہیں۔ قبر نبوی و منبر کی جگہ جنت میں منتقل کر دی جائے گی۔ اس لیے اسے گلستان جنت فرمایا گیا ہے۔ لیکن مجازی معنی کیوں لیے جائیں؟ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمادیا۔ یہ حصہ زمین جنت کا باغ ہے تو بلاشبہ یہ حصہ جنت کا باغ ہی ہے ایسی جنت کہ جس پر ہزاروں جنتیں نثار — علامہ علی قاری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ زمین کا وہ حصہ جو حضور کے جسم اطہر سے متصل ہے، کعبہ معظمہ، مکہ مکرمہ بلکہ عرش معلیٰ سے بھی افضل و اکرم ہے (مرقات باب حرم، مکہ)

مسجد نبوی، گنبد خضریٰ و حجرات مبارکہ | ۱۔ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ منورہ جلوہ فرما ہوئے تو سب سے پہلے مسجد نبوی کی تعمیر کا اہتمام فرمایا۔ اس کے ساتھ ہی حضرت عائشہ اور حضرت سواد کے لیے دو عدد حجرے بنوائے۔ اس کے بعد کچھ بعد دیگرے جن مسورات نے حضور سے شرف زوجیت حاصل کیا ان کے حجرے تعمیر ہوئے رہے۔ تمام حجرات کے ایک ایک اور حضرت عائشہ کے حجرہ کے دو دروازے تھے۔ یہ حجرے مسجد نبوی سے اس قدر متصل تھے کہ حضور جب مسجد میں امتحان فرما ہوتے تو مسجد سے سر نکال دیتے اور ازواج مطہرات گھر میں بیٹھے بیٹھے آپ کے بال و دھو دیتی تھیں۔ (وفاء الوفا) ۲۔ حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا عقد مکہ معظمہ میں ہوا اور مدینہ منورہ میں جب رکھتی ہوئی تو حضرت عائشہ اسی حجرہ میں سکونت پذیر ہوئیں۔ جو آج گنبد خضریٰ کے نام سے معروف ہے اور حضور نے اپنی حیات مبارکہ کے آخری ایام بھی اسی حجرہ میں گزارے۔ جناب عائشہ فرماتی ہیں کہ حضور کو اللہ تعالیٰ نے اس طرح وفات دی

فَبَقِيَ اللَّهُ مَبْنً مَّصْحُوبً وَ نَحْوً
وَدُفِنَ فِي بَيْتِي

کہ آپ میرے پہلو اور سینہ کے درمیان تھے اور میرے گھر میں دفن ہوئے۔

جناب صدیقہ طیبہ طاہرہ عظیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی یہ وہ فضیلت ہے جس کی عظمت کو بیان کرنا ناممکن ہے۔ ۳۔ دورانِ علالت جب نماز کا وقت ہوا تو حضور نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی جگہ امامت کرنے کا حکم دیا اور حضور نے اسی حجرہ مبارکہ سے پردہ اٹھا کر دیکھا تھا کہ صحابہ کرام حضرت صدیق اکبر کی اقتدار میں فجر کی نماز ادا کر رہے ہیں۔ ۴۔ حضور کے روضہ پاک کی تولیت و عمارت کی سعادت حضرت عائشہ صدیقہ کو ملی۔ حضرت صدیق اکبر کا جب وصال ہوا تو ان کی وصیت اور حضور کی واضح اجازت کے مطابق آپ کو بھی حضور کے پہلو میں دفن کیا گیا۔ حضرت امام فاروق اعظم بھی حضرت عائشہ صدیقہ کی اجازت سے اسی حجرہ مبارکہ میں دفن ہوئے۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں۔ حضور علیہ السلام اور میرے والد حضرت ابوبکر کے دفن کے بعد میں حجرہ مبارکہ میں بلا جھجک غاضی دیتی تھی۔ لیکن جب حضرت فاروق اعظم بھی یہاں دفن ہو گئے تو اب

محدث عیسیٰ علیہ السلام | حضرت امی عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نے سلام نہ دیا جب حضرت بنابرؓ نے حضرت امی عیسیٰ علیہ السلام آسمانی سے نزول کر کے گئے تو وفات کے بعد میرے ساتھ دفن ہوں گے یہی فرمایا۔ **شَوَّيْمُوتْ**، **فِيْدَهْنِ مَعِيْ** **فِيْ قَبْرِیْ فَا قُوْمْ اَنَا وَ عِیْسٰی** ابن مریم **هٰنْ قَبْرِیْ وَ اَحَدَیْنِ اَبِیْ بَکْرٍ وَ عَمْرِو** (ابن ابی شیبہ)۔

حضور بنی کریم علیہ السلام نے فرمایا: **فَدَکِ قَوْمٌ فَرَدِیْنِ** بن مریم حاکم اور امام عادل جو کہ آئیں گے اور مرد شایع عام کے لئے حج امرہ کو پیش کرتے۔

وَلَا یَا بَیْنَ - مَوٰی - اَنْ یَّمِیْنُوْا عَلَیْکُمْ | اور مرد مرے سلام کے لئے مری قر و مری یئر کے ولادت: **یَا غَلِبَہ** (سنہ ۱۱۴۰)۔

نَبَیْنِہُ خُصْنِیْ | حضور اللہ سے اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد دوسرا مسند جو اصحاب کرام کو پیش آیا وہ آپ کے ذریعے متوفی ہوا کہ معاملہ میں حب اختلاف کی صورت پیدا ہوئی تو امر المؤمنین میں انصاف اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ میں نے بنی کریم علیہ السلام کو یہ تے جوئے شہابہ کہ ہر نبی جس حدوت پاتا ہے ۱۱۴۰ پُر دفن بھی ہوتا ہے۔ چونکہ مغرب کی وفات حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے غزوہ نوی میں ہوئی۔ اس بنا پر تم نے اتحاد و اجتماع کے ساتھ حجاز کی آئندہ کو حجاز کے حج اور ان کی طوہ فرمانی کے لئے متوقف کر لیا اور جب سے لے کر حج ایک عمر عائشہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جلوس ہوا ہے۔ اور قیامت تک رہے گا۔ (ابن سعد برویہ صحیح)۔ (ابن ماجہ ذکر وفات النبی)

تو یہ بات یاد رکھنے کی ہے۔ مسجد نبوی کے پہلو میں حجرہ عائشہ صدیقہ میں حضور کی قبر مبارک کا سوا حضور کے حکم سے ہے کہ کوئی حضور کا شہ ہے۔ چنانچہ جس جگہ وہاں پاتا ہے اسی جگہ دفن ہوتا ہے اور امام صحابہ کرام خلفاء راشدین تابعین عظام و ائمہ مجتہدین علیہم الرحمۃ والرضوان کا اس امر پر اتفاق و اجماع بھی ہے۔

حیات نبوی پر اجماع ہے | علامہ شیخ علی نقی ابن عربی علیہ الرحمۃ توفی ۱۰۴۲ھ اپنے رسالہ تعریف اہل الاسلام میں لکھتے ہیں کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام روح و جسم کے ساتھ حیات حقیقی رکھتے ہیں حضور کے جسم مبارک میں کوئی تغیر و تبدل نہیں ہوا اور حضور آج بھی انظار ارضی اور ملکوتی

وَابَہِ یَتَصَوَّفُ حَیْثُ شَآءَ فِیْ اَتَہَا وَ اِلَیْہَا | میں مجھے چاہیں تعریف فرمانے میں **وَفِی الْمَلٰٓئِکُوْثِ** (ابراہیم اجماع ۱ ص ۲۴۲)

علامہ جلال الدین سیوطی مرقاۃ المفردات میں لکھتے ہیں کہ حیات خدا کے بارے میں احادیث و روایات میں اختلاف ہے۔ حیات لاجزائہ ہے۔

حَیٰوۃُ اَدَبِیْ صلی اللہ علیہ وسلم علم فی صدرہ ہو **اَلْاَنْبَیَاءُ مَحْلُوْمَةٌ عِنْدَ نَا عَلَمًا قَطْعِیًّا** | نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات، یہی بزرگترین درام انبیاء کرام کی حیات اپنی اپنی قرین طریق قطعی اور یقینی سے

اور آیات قرآنی سے ثابت ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔

نبی کریم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: جبکہ دن کچھ پر کثرت سے درود پڑھو۔ تمہارا درود میرے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔ صحابہ نے عرض کی

کیف تعرض صلوٰتنا علیک وقد اومت یقولون
بابت فقال ان الله حرم على الارض ان تاكل
اجساد الانبياء اخرجه ابو داؤد و قال
البیهقی له شواهد وقال العلامة القادری
رواه ابن حبان في صحيحه والحاكم وصححه
وقال النووي اسناده صحيح موثق صفحہ ۲۱۰ ۲۲۔

صحابہ نے عرض کیا، ہمارا صلوٰۃ و سلام آپ پر کیسے پیش ہوگا، چلا کہ وفات کے بعد آپ کا جسم بوسیدہ اور بزرہ و ریزہ ہو چکا ہوگا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا یحییٰ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیروں پر عوام کیا کہ وہ انبیاء کے اجسام کو کھاتے۔ اس حدیث کے ابو داؤد نے روایت کیا۔ امام بیہقی فرماتے ہیں کہ اس حدیث کے اور بھی شواہد ہیں۔ امام نووی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے اور مشہور ابن ماجہ میں ابو داؤد سے روایت ہے کہ جبکہ روزِ عاصی طور پر کثرت سے درود پڑھو۔ ابو داؤد کہتے ہیں۔ وبعد الموت قال ان الله حرم على الارض ان تاكل اجساد الانبياء فنبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یونہی و بعد و لاہ ابن ماجہ۔ قال الدمیوی رجالہ ثقات کذا فی فیض القدیر (صفحہ ۲۶)۔

مسند ابی یعلیٰ میں انس ابن مالک سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: الانبياء احياء قبورهم یصلون انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ نماز اور نیازی میں منقول ہیں۔ شیخ جلال الدین سیوطی نے اس حدیث کو حسن فرمایا اور علامہ مناوی فیض القدر شرح جامع صغیر صفحہ ۱۸۴ ج ۳ میں فرماتے ہیں۔ ہذا حدیث صحیح زیارت و روضہ اقدس کے مستحق حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

من زارنی بعد موتی فکانما زارنی فی
حیاتی (طبرانی دارقطنی)
من حج ولو من رنی فقد جفائی
(دارقطنی)

مَنْ حَجَّ إِلَى مَكَّةَ ثُمَّ زَارَنِي فِي مَسْجِدِي
كَبَبْتُ لَهُ حَبَّتَانِ حَبْرٍ وَدَتَانِ (مسند الفردوس)
من زار قبر رسول الله صلى الله عليه وسلم
كان في جواره (ابن عساکر)

مدینہ منورہ کے مقامات زیارت مسجد نبوی کے ستون

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی علیہ السلام سے سوال کیا کہ وہ مسجد جس کی بنیاد بقعہ نبی پر رکھی گئی ہے کو کسی سے حضور نے فرمایا۔

تمہاری یہ مسجد مدینہ کی مسجد (مسلم) جابر الجعفی ابوہریرہ

مسجد کہ ہذا مسجد المدینہ

۱۔ **حنا** | یہ عراب یعنی صلے اللہ علیہ وسلم کے متصل ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس ستون کے پاس کھڑے ہو کر غنیمت شریف فرمایا کرتے تھے۔ یہی وہ خشک گکڑی ہے جو آپ کے فراق میں مدنی تھی۔

۲۔ **ستون عائشہ** | رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری محبوبہ میں ایک ایسی جگہ ہے کہ لوگوں کو اس کا پتہ چل جائے تو میرے دروازے ناز پڑھنا میری ذمہ ہو۔ اس جگہ کا تعین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کیا۔ اس ستون کے نزدیک دُعا مانگنی اللہ نوافل پڑھنے سے مستحب ہیں۔

۳۔ **ستون توبہ یا ستون ابی لبابہ** | ایک صحابی ابی لبابہ نے ایک تصور کے غدر میں خود کو اس جگہ باندھا تھا اور اور ناز کے دقت کھول دیا کرتے تھے۔ شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمایا کہ چونکہ انھوں نے اپنے آپ کو اللہ کے حضور میں پابند کر دیا ہے۔ اس لیے میں اللہ کے حکم کے بغیر نکھولوں گا۔ یہاں تک کہ یہ آیت شریفہ نازل ہوئی۔
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَخُونُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ
اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری نذر کرو۔

رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں کھول دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہاں نوافل ادا فرماتے اور بتنا قرآن پاکہ مانگے ہوتا لوگوں کو شانتے۔

۴۔ **ستون سرمدیہ** | یہاں سرمدیہ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعطاف فرمایا۔

۵۔ **ستون علی** | اسے اسطوانہ خمس بھی کہتے ہیں۔ یہاں حضرت علی اکثر نماز پڑھا کرتے تھے اور اسی جگہ بیٹھ کر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی پاسبانی فرماتے تھے۔

۶۔ **ستون وفود** | جب کبھی باہر سے لوگ اسلام لانے کی غرض سے حاضر ہوتے تو آجدار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم یہاں ہی جلوہ افروز ہو کر شرف زیارت بخشا کرتے۔

۷۔ **ستون تہجد** | یہاں عراب تہجد بھی ہے۔ یہاں پر ہی سیدہ انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نماز تہجد ادا فرمایا کرتے تھے

۸۔ **ضعفہ** | مسجد نبوی میں ایک بندہ قطع ہے جہاں پر سیدہ الامام صلی اللہ علیہ وسلم کے پردانے دن رات موجود رہتے تھے۔ حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت بلالؓ، حضرت انسؓ انھی خدام میں شامل تھے۔

اس مقام پر ستر صحابہ قیام پذیر تھے۔ ان کا مقصد حیات صرف حضور اکرمؐ کی پیروی اور غلامی کرنا تھا اور آپ کے اقوال و افعال کا قیمتی ذخیرہ جمع کرنا تھا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

مدینہ منورہ کی زیارتیں

مدینہ منورہ میں آجدار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی کے آخری دس سال گزارے ہیں۔ یہاں قدم قدم پر برکات ہیں کیونکہ شاہ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ان کچوں اور گلیوں میں آدورت فرماتے تھے۔ چند زیارات زیر تحریر ہیں۔

۱۔ **مسجد قیبرا** | دنیا نے اسلام کی سب سے پہلی مسجد ہے۔ مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پہلے یہیں پہنچے اور اپنے چند روزہ قیام میں یہ مسجد اپنے مبارک اطفال سے تعمیر فرمائی تھی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر شنبہ کے روز

مسجد محسن | یہ مسجد مدینہ منورہ سے قریناً ۲ میل محبت جنوب مشرق آ رہی ہے۔ یہاں ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قبلہ منورہ کی سرکول کے سلسلے میں چھ دن قیام فرمایا اور عازر ادا کیں، راستہ کیابہ اور اسی راستے پر مشہور میدان حاکم نفاہی آج کے

مسجد فتح | جبل سلج کے دامن میں ایک جھوٹے ٹیلے پر یہ مسجد ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرق مغربہ خندق و نزل ۳ سال ۳ دن غاروں اور ماریں۔ تیسرے دن بیت کی بنیاد میں کنہ آدمی کے ذریعے ایسے جگہ پر چرخہ جانی کی بہت زہریلی۔ حضرت جابر فرمایا کرتے تھے کہ جب انھیں کوئی مشکل پیش آتی۔ اسی وقت مسجد فتح میں جا کر دعا کرتے اور قبولیت کے ساتھ واپس آتے۔

۱۔ اے اللہ میری اُمتِ قُطْعے نہ مارنا۔ ۲۔ اے اللہ میری اُمت کو پانی میں غرق کر کے نہ مارنا۔ ۱۔ ۲۔ اے اللہ میری اُمت کو پانی میں غرق کر کے نہ مارنا۔ ۱۔ ۲۔ اے اللہ میری اُمت کو پانی میں غرق کر کے نہ مارنا۔

مسجد نبوی سے - صف بن مغزل جاسے - قبا کو جاتے - اے جد بک ساجد - یک پہر - اے مہر - اے مہر - اے مہر -

مسجد علی - ۲ - مسجد ابوبکر - ۲ - مسجد بلال - ۲ - مسجد عمر - ان صحابہ میں بھی داخل پڑھنے متحکم ہیں۔ ان کے قریب مسجد واقع ہے۔ جہاں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عیدین کی نمازیں پڑھتے تھے۔ اس کے علاوہ مندرجہ ذیل مساجد بھی قابلِ زیارت ہیں:

۱ - مسجد اُبی - بقیع کے متصل ہے۔ اس جگہ حضرت اُبی ابی کعبہ کا مکان تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر یہاں ٹہرتے اور نماز پڑھتے۔

۲ - مسجد بقیع - مسجد شمس کے مشرق میں واقع ہے۔

۳ - مسجد عشرہ اُمّ ابراہیم - یہ مسجد حضرت مارہہ قبطیہ والدہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے باغ میں واقع ہے۔

۴ - مسجد بنی ظہر - بقیع سے مشرق کی طرف واقع ہے۔ ان کے علاوہ مسجد نقیب، مسجد ابو زرعہ، محلہ مسجد اودادی اور مسجد سقیمی سرور اہل بیت کے علاوہ کئی دوسرے کی جائے مسجود ہیں۔

حَقُّ الْبَقِيعِ

یہ مسجود کا عیدہم ربیع ثانی سے۔ حقت البقیع میں اہل بیت کے علاوہ کئی ہزار صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور ان کے اولاد اللہ مدفن ہیں۔ مسلمان اللہ یہاں کا چہرہ چمکنا مبرا ہے کہیں سادہ دعو عالم کے حقت قد ہیں کہیں نواسے کہیں اور کہیں الہامۃ المؤمنین و کہیں جنت کی شہزادیاں۔ روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اکثر اس قبرستان میں تشریف لے آتے اور بول دیا کرتے۔

السلام علیکم اے قوم مومنین کے گھر والو۔ جس چیز کا تم کو وہ دیا گیا ہے وہ پورا ہو چکا ہے۔ ہم انشاء اللہ تم سے ملنے والے ہیں۔ اللہ اس قبرستان کے رہنے والوں کو بخش دے۔

لَا رَیْبَ عَلَیْكَ فَوْقَ رَفْعِ مَوْتِیْنِی وَ اَنَا كَفَرٌ
عَدُوٌّ وَاَنَا اِنْ شَاءَ اللّٰهُ سَكُوْا لِحَقِیْقُوْنَ
وَاَعْقِبُوْا لَا هِلَ یَفْنِیْعُ الْغَوْثُ

قبور کی زیارت کا مقصد طریقہ یہ ہے کہ ہفتہ میں ایک مرتبہ خصوصاً حجرات کو زیارت کے لیے آتے۔ مقصد یہ ہے کہ میت کے سامنے کھڑا ہو اور سلام عرض کرے۔ اس کے بعد سورۃ فاتحہ اور سورۃ اخلاص ۳ بار پڑھے اور ان کلمات کا ثواب دے کر پھرتے۔ حقت البقیع میں ہزاروں صحابہ کرام کی قبریں موجود ہیں۔ چند اہم حضرات کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

۱ - امیر المؤمنین حضرت عثمان غنی - ۲ - سیدنا حضرت ابراہیم ابن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم - ۳ - حضرت سیدنا عباسؓ
۴ - سیدنا حمزہؓ ۵ - سیدنا محمدؐ ۶ - حضرت سیدنا جعفر صادقؑ ۷ - اہل بیت کے مطابق سرکار دوعالم کی سب سے
ماجنازادی سیدنا فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا آرام فرارہی ہیں اور ایک روایت یہ ہے کہ حضرت فاطمہؑ مسجد نبوی کے
پیشانی کے شمال میں غرا سزاقت ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دیگر صاحبزادیاں بھی حقت البقیع میں آرام فرارہی ہیں۔
۲ - حضرت زینبؓ ۳ - حضرت اُمّ کلثومؓ یہ تینوں صاحبزادیاں رسول مقبول کی حیات میں فوت ہوئیں۔

۴ - امیر المؤمنین کے مزارات - ۱ - اُمّ سوسین حرب دینب برب حزینہؓ ۲ - اُمّ المؤمنین ربیب ست عیشہؓ ۳
حضرت سورہہ ۴ - اُمّ المؤمنین حرب خضرہؓ ۵ - اُمّ المؤمنین حرب حنینہؓ ۶ - اُمّ المؤمنین حضرت حمزہؓ ۷ - اُمّ المؤمنین
حضرت علیہ سعیدہؓ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی چھ بیویاں کی قبریں بھی یہیں ہیں۔

۸ - جمیع مزارات کے ہر طرف حاسب و شہر بقری ہیں۔ ایک حضرت ابوسعید خدریؓ اور دوسری حضرت سعد بن معاذؓ

کی اور ایک قول کے مطابق حضرت علیؑ کی والدہ حضرت فاطمہ بنت اسدؓ بھی بیس دفن ہیں۔ آخر میں سورۃ فاتحہ اور سورۃ اخلاص پڑھ کر تمام اہل بیت علیہم السلام کو خواب پہنچاتے۔ جنت البقیع میں تمام صحابہ کرام کی قبروں کے نشانات منادیتے گئے ہیں۔

شہدائے اُحد

مدینہ منورہ کے شمال میں تقریباً ۲ میل کے فاصلے پر وہ مقدس پہاڑ ہے جس کے متعلق شاہ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا: "اُحد ہم کو محبوب رکھتا ہے۔ ہم اُحد کو محبوب رکھتے ہیں۔"

اُحد کی زیارت جمہرات کے دن فجر کی غاڑ کے بعد مقب ہے۔ اس منورہ میں ستر مسلمان شہید ہوئے تھے جن میں سید الشہید حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے۔ یہاں شہدار کے پاس عبداللہ بن جحشؓ اور مصعب بن عمیرؓ مدفون ہیں۔ روایت ہے کہ ۹۹ جوشی شہدار کی چند قبروں کو نہر کھدوانے کے لیے کھولایا تو ان کے اجسام ترو تازہ پائے گئے اور بعض شہدار نے اپنے ہاتھ زخموں پر رکھے ہوئے تھے۔ ہاتھ اٹھانے سے تازہ خون جاری ہو جاتا اور اگر ہاتھ اٹھا کر چھوڑ دیتے تو پھر وہیں زخم پر جا پھرتا اور خون بند ہو جاتا۔ انہ حضرات کی زیارت نہایت سکون اور وقار اور پردے آداب سے کی جانی چاہیئے۔

مقبرہ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ اس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے والد محترم کا مزار بھی مدینہ شریف ہی میں ہے۔ مسجد نبوی کے مغربی جانب ایک چوک ہے۔ اسی چوک کے شمال مغرب کی طرف سے ایک چوک مدینہ منورہ کی آبادی میں جاتی ہے۔ اسی پر چلیں تو ایک بل کھاتے ہوئے تنگ کو چہ میں حضرت عبداللہ کا مزار ہے۔ اس کو چہ میں کھڑے ہو کر سلام دوغا کرنی چاہیئے۔ مگر شاہ ابابہؓ یہ خبر مبارکہ بھی بتائی نہیں رکھا گیا۔

بیت ابوالثوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ مسجد نبوی کے جنوب مغرب گوشہ کے بالمقابل منبر کے پار حضرت ابوالثوب انصاریؓ کا مکان ہے۔ ہجرت کے بعد رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ کی سواری اونٹنی اور خود اسی مکان پر آکر ڈکی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تقریباً سات ماہ اسی میں قیام فرمایا۔ آج اس گھر میں شیشے کی منتقل الماری میں وہ تیر مکان بھی محفوظ ہے جس کے بارے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ اُحد میں حضرت سعدؓ کو کفار پر تیر میلانے کا حکم دیا تھا۔

بیت امام حسین علیہ السلام۔ بیت ابوالثوب انصاری کے بالمقابل ہی حضرت امام حسین علیہ السلام کے رہائش گاہ کی جگہ ہے۔ جہاں اب ایک لائبریری ہے جس میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا کتبہ جو قرآن مجید بھی ہے۔

مقبرہ مالک بن سنان رضی اللہ عنہ۔ آپ جنگ اُحد میں شہید ہوئے۔ مقبرہ مدینہ منورہ کے قدیمی حصہ کے بازار میں واقع ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا۔ جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے۔ تو ابو بکر صدیقؓ اور بلالؓ کو بخار چڑھا دیا۔ ابو بکرؓ کو جب بخار چڑھا تو وہ یہ شعر پڑھتے۔ گھر میں اپنے صبح کرتا ہے ہر ایک فرد بشر۔ موت اس کی جوئی کے تھے سب زیادہ تیرے اور بلالؓ کا بچہ رجبؓ آج جاتا تو وہ رو کر بلند آواز سے یہ شعر پڑھتے

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ لَمَّا قَدِمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ وَعَلَّكَ أَبُو بَكْرٍ وَبِلَالٌ فَكَانَ أَبُو بَكْرٍ إِذَا أَحْذَنَهُ الْحَيَّ يَقُولُ كُنْ أَمْرِي مُصْبِحٌ فِي أَهْلِهِ وَالْمَوْتُ أَذُنٌ مِنْ مِثَالِهِ نَعْلِهِ وَكَانَ بِلَالٌ إِذَا فُتِحَ عَنْهُ الْحَيَّ يَقُولُ عَقِيْقَتُهُ

يَقُولُ الْاَوَّلِيَّةُ شَيْخِي هَلْ اَسَمِيَّ لَيْسَتْ
بِقَادِرٍ وَحَوْلِي اَذْهَبَ وَجَلِيلٌ وَهَلْ اَرَدْنَا
كَفَرًا قَسِيًّا مَحْصَةً وَهَلْ بَيَدُنَا لِي
كَطَمْنِيْلٍ قَالَ اَفَلَمْ اَلْعَنَ مَسْنِيَةً بَنِي
دَبِيْعَةَ وَعُثْبَةَ بَنِي رَيْبَةَ وَامْتِيَةَ بَنِي خَلْفٍ
كَمَا اَخْرَجُوْنَا مِنْ اَرْضِنَا اِلَى اَرْضِ الْوَبَاءِ
ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
اَللّهُمَّ حَبِّبْ اِلَيْنَا الْمَدِيْنَةَ لِحُبِّنَا مَكَّةَ
اَوْ اَسْأَلُكَ اَللّهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي صَاعِنَا وَفِي
مُدِّنَا وَصَبِّحْهَا لَنَا وَاقْلِبْ حَتَمَهَا اِلَى
الْجُحْفَةِ فَالْتَمَسَتْ وَفَدِمْنَا الْمَدِيْنَةَ وَهِيَ
اَنْ بَارِئُ اَرْضِ اللهِ قَالَتْ فَكَانَ بِطَحَانَ يَجْعَلِي
نَحْلًا تَغْنِي مَاءَهُ اِحْنًا

کاش پھر مگر کئی عادی میں رہوں۔ میں ایک رات سب طرف
میری اگے ہوں وہاں جلیل اذہب نبات اور میں پانی مجنہ کے
جو کسی آب حیات۔ کاش پھر دیکھوں میں شامہ کاش پھر
دیکھوں طفلی۔ اسے میرے اندر شہید بن ریجہ اور مقتد بن
ریجہ اور امیتہ بن غلغٹ ابن مردود بن پر لغت کر جنھوں نے
ہمارے ملک سے ہمیں نکال کر ہمارے ملک میں دھکیل دیا۔
آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا۔ یا اللہ! مدینہ
میں ہم کو کہ کی طرح یا اس سے زیادہ پسندیدہ کر دے۔ یا اللہ!
ہمارے صانع میں اور مدینہ میں برکت دے اور مدینہ کی ہوا
صحت نیز کر دے اور مدینہ کا بخار جو منتقل فرما دے حضرت
عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔ جب ہم مدینہ آئے تو مدینہ
کی زمین اللہ کی تمام زمینوں سے بڑھ کر بادلانی تھی۔ اور مدینہ میں
بھلان ایک نالہ تھا اس میں ذرا ذرا پانی بہتا رہتا۔ وہ بھی بد مزہ اور

بہتر اور بھلا

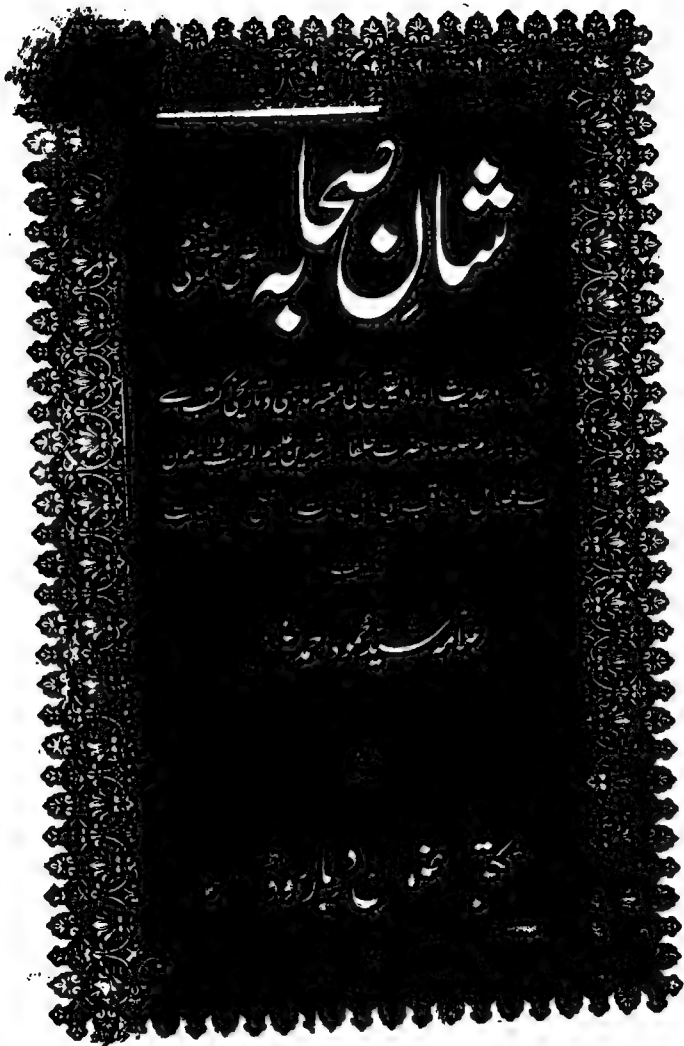
(بخاری)

فوائد

۱۔ اس حدیث کو تمام مسلم نے کتاب الحج میں ذکر کیا ہے۔ ۲۔ حضور ضرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم
آنحضرت نے دوران کے وقت ۱۲ ربیع الاول سنہ ہجریہ منورہ جلوہ فرمایا۔ مدینہ جس کا نام پہلے
یثرب تھا یعنی گرد آلود شہر۔ موسم قریب پانی گھاری۔ اس پر مزید یہ کہ یہاں بھار کی دہائی ہو چوٹی تھی۔ صحابہ کرام حضور کے جلوہ مدینہ
آئے تو حضرت بلال کو بھار لگیا۔ جب عافہ مرثیہ تو حضرت بلال کو گویا ذکر کرتے تھے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یہاں کے شہادت
پر حرف شکایت زبان پر نہ لائے۔ وہ تھوڑا تھوڑا اور وطن کو یاد کیا بلکہ یہ فرمایا۔ ملاو مصیبت یا موت بہر حال مقدرات سے ہے
خواہ آدمی کہیں ہو۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ کیفیت ملاحظہ فرمائی تو دعا فرمائی۔ اے الہی مدینہ ہمیں کہ سے زیادہ محبوب بنائے
حضور کی اسی دعا کا ثمرہ ہے کہ اہل ایمان مدینہ منورہ کو تمام شہروں میں بخشنے لگے۔ یہی زیادہ محبوب رکھتے ہیں۔ حضور نے مدینہ کے
صانع و مدینہ میں برکت کی دعا فرمائی کہ اس کی تاب و برور کو عین محبت ہر سنگ کی دعا فرمائی۔ مدینہ کو بخار کر جو میں منتقل کی دعا
فرمائی اور یہ تمام دعائیں قبول ہوئیں۔ مدینہ جو بلاؤں کا شہر تھا۔ حضور کے اور وہاں کی برکت سے خیرات و حسنات کا مخزن بن گیا
عن زید بن اسلم عن ابیہ عن عقیل قال قال اللہم
دُرِّقْنِي شَهَادَةً فِي سَبِيلِكَ وَاجْعَلْ حَسْبِي
فِي بَيْتِكَ رَسُولِكَ (بخاری)

علامہ عینی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ جناب فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب یہ سنا کہ حضور نے یہ دعا فرمائی ہے
الہی مدینہ کو ہمارے لیے محبوب کر دے۔ کہ سے ہی زیادہ مدینہ کی محبت ہمارے دلوں میں پیدا فرما دے۔ تو حضرت فاروق اعظم



دینِ مذہب کا خیر بنو ہر سنی مسلمان کے لیے ضروری ہے

دین اسلام کی تعلیمات اور مسلک اہل سنت سے صحیح واقفیت کے لیے حضرت علامہ سید محمود احمد رضوی کی مندرجہ ذیل تالیفات کا مطالعہ کیجئے، اسلامی تقریبات کے موقع پر ان اہم دینی کتابوں کو اپنے حلقہ میں تقسیم کر کے ثواب دارین حاصل کیجئے۔ ان حضرات بریلوی علیہ الرحمۃ کا ترجمہ قرآن مجید اور تمام اہل سنت علماء کی تصانیف مکتبہ رضوان سے طلب فرمائیے۔

فیوض الباری شرح صحیح البخاری حصہ ۹	دین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم قیمت ۵۶ روپے	مقام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم قیمت ۱۸ روپے	روح ایمان قیمت ۱۸ روپے	روشنی قیمت ۳۶ روپے
جامع الصفا قیمت ۳ روپے	خصال مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم قیمت ۲ روپے	بصیرت قیمت ۳۹ روپے	معراج النبی قیمت ۸ روپے	مسائل نماز قیمت ۲۱ روپے
یشان صحابہ قیمت ۳ روپے	اسلامی تقریبات قیمت ۲۱ روپے	سیدی ابوالبرکات قیمت ۱۴ روپے	باغ فدا قیمت ۷ روپے	حدیث قرطاس قیمت ۵ روپے
فتاویٰ برکات العلوم قیمت ۹ روپے	بیعت رضوان قیمت ۶ روپے	رضوی گوہری قیمت ۵ روپے	ماہنامہ رضوان سالانہ چھپنے ۲۰ روپے	حصہ کی نماز جنازہ قیمت ایک روپیہ

پتہ: مکتبہ رضوان گنج بخش روڈ لاہور فون ۳۲۳۵۶۳

وَمَا أَكْبَرُ إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ۚ تَعَالَىٰ عَمَّا يُشْرِكُونَ
 احادیث نبویہ کا محبوب مقبول فیروز قرآن کی حدیث صحیح کتاب
 امام الدنیا امیر المؤمنین فی الحدیث وکس المحدثین اساتذہ افاضہ ابو عبد اللہ محمد بن یحییٰ بخاری
 قدس سرہ الباری کی تالیف، صحیح البخاری کا تیسرا اردو ترجمہ اور مکمل شرح

فیوض الباری

فی ہر جلد

صحیح البخاری

حصہ ہشتم

علامہ سید محمود احمد رضوی

ناشر: مکتبہ رضویان، داتا دار روڈ، لاہور

تَحْمِيْلًا وَتَحْمِيْلًا عَلَى رَسُولِ الْكَرِيمِ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

حضورِ عالم نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم طیب ظاہر و معصوم رسول ہیں جن کا نام نامی اسم گرامی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے جسکی زبان مرضی الہی کی ترجمان جن با لفظ لفظ خدا جن کا حکم خدا ہے مَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ جن کی شان جو مرکزدین محمد شریعت، امر و نواہی معصوم رسول ہیں جن کا قول بھی معصوم فعل بھی معصوم اور وہ خود بھی معصوم ہیں۔ آپ ہی کائنات کیلئے روشنی کا میزاریں۔ دین بھی وہی، ایمان بھی وہی اور قرآن بھی وہی ہے

نگاہ عشق و متی میں وہی اول وہی آخر

وہی قرآن وہی ایمان وہی ایس وہی طہ

قرآن کیا ہے؟

اِسْمًا لِقَوْلِ رَسُولٍ كَرِيمٍ وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ (الحاقہ ۵)

ہم نے آپ پر یہ ذکر قرآن نازل کیا تاکہ آپ واضح طور پر بیان کر دیں جو ان کی طرف اترا۔

پس حضور نے قرآن کے اجمال کی جو توضیح اور اس کے اصولوں کی جو تبیین فرمائی اس کا نام سنت ہے۔ بخاری شریف سنت نبوی کا نہایت معتبر اور پاکیزہ مجموعہ ہے پوری دنیا کے لئے مشعل راہ ہے اور فیوض الباری اسی سنت نبویہ کی تفسیر و ترجمانی ہے۔

ایمان ہے قال مصطفائی

قرآن ہے قال مصطفائی

سید محمد صالح المنجد
مدیر مکتب

فتنۃ انکارِ حدیث



جو لوگ حدیثِ نبوی کو دین کا ماخذ و مرکز تسلیم نہیں کرتے اور سنتِ رسول کے واجب العمل ہونے کا انکار کرتے ہیں ان کا مقصد یہ ہے کہ قرآنی احکام کی تعبیر و توضیح اپنی مرضی و منشاء کے مطابق کر سکیں۔ اور اس طرح قرآن و اسلام کو اپنی ذاتی خواہشوں اور نفسی تقاضوں کے تابع بنا لیا جائے۔ یہی وجہ ہے یہ لوگ حدیثِ نبوی کے متعلق مختلف قسم کے خائنہ ساز شبہات و شکوک پیدا کر کے حدیث کی آئینی اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریعی حیثیت کو مضلل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور قرآن کو اس کے لانے والے (رسول) کی قولی و عملی تشریح و توضیح سے اور اس نظام فکر و عمل سے جو حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی رہنمائی میں قائم فرمایا تھا الگ کر کے محض ایک کتاب کی حیثیت میں ماننے پر زور دیتے ہیں۔

”حدیثِ رسول حجت ہے واجب العمل ہے، دین کا مرکز و محور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی ہے۔“ اس موضوع پر فیض الباری جلد اول کے مقدمہ میں تفصیل سے گفتگو ہو چکی ہے۔ آج کی مجلس میں تو ہمیں صرف یہ بتانا ہے کہ منکرینِ سنت کا مذکورہ بالا مقصد اسی صورت میں پورا ہو سکتا ہے جبکہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو عام انسانوں کی سطح پر لا کر کھڑا کر دیا جائے۔ اور ان آیات کو جن میں حضور کے بشر ہونے کا ذکر ہے اور ان احادیث کو جن میں خود جنسِ انسانی کے بطور تواضع و انکسار اپنے بشر و انسان ہونے کا اقرار فرمایا ہے اس اہتمام اور اس انداز سے پیش کیا جائے کہ عام لوگ یہ تاثیر لینے پر مجبور ہو جائیں کہ حضور بھی ہماری طرح ایک انسان ہی تھے، قطع نظر اس کے کہ کوئی سلیم العقل انسان حضور کے بشر اور اللہ کا بندہ و مخلوق ہونے کا انکار نہیں کر سکتا، کمنا صرف یہ ہے کہ بشریت رسول سے متعلق آیات و احادیث کو اس انداز سے پیش کرنا کہ خصوصاً نصِ نبوت و رسالت منصبِ نبوت کا جلال و اکرام تک مجروح ہو جائے، فتنۃ انکارِ حدیث کی جڑوں کو پانی دینا نہیں تو اور کیا ہے؟ منکرینِ سنت بھی اپنے مقصد کے حصول کے لیے بڑے اہتمام سے ان آیات و احادیث کو پیش کرتے ہیں جن میں حضور کی بشریت کا واضح لفظوں میں ذکر ہے اور ان آیات و احادیث کو

چھپاتے ہیں جن میں جنس کے خصائص، معجزات، مرتبہ و مقام کی عظمت اور آپ کی تشریف جانشینیت کا بیان ہے جس سے ان کا مقصد سوائے اس کے اور کچھ نہیں ہوتا کہ :-

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات تنویدہ صفات کے متعلق یہ تاثر دیا جائے کہ وہ تو ایک انسان تھے ہماری طرح انسان۔ پھر ان کے قول و عمل کی دین میں کیا ضرورت ہے؟ — چنانچہ مخدوم دوی صاحب کو جب منکرینِ ہدایت سے واسطہ پڑا تو انہیں بھی حضور سرورِ عالم نورِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت کے متعلق وہی موقف اور وہی انداز اختیار کرنا پڑا جو موقف اور انداز اہل سنت و جماعت بریلوی مکتبہ نمبر کا ہے چنانچہ وہ دوی صاحب کی ہدایت کی تائید کرتے ہیں۔

ان کا نقطہ نظر یہ تھا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم تک قرآن پینچانے کے لیے مامور کیے گئے تھے۔ سو انھوں نے وہ پہنچا دیا۔ اس کے بعد محمد بن عبد اللہ ویسے ہی ایک انسان تھے جیسے ہم ہیں۔ انھوں نے جو کچھ کہا اور کیا وہ ہمارے لیے حجت کیسے ہو سکتا ہے۔ (ترجمان القرآن جلد ۶، عدد ۶۔ منصب رسالت نمبر ۱۸)

پھر حضور کی بشریت کے متعلق لکھتے ہیں :-

آپ قرآن سے یہ دھوری بات نقل کر رہے ہیں کہ حضور بار بار اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ فرماتے تھے۔ پوری بات جو قرآن نے کہی ہے وہ یہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسے بشر ہیں جسے رسول بنایا گیا ہے (قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيَ هَلْ كُنْتُ إِلَّا بَشَرًا رَسُولًا) اور حضور ایک ایسے بشر ہیں جس پر خدا کی طرف سے وحی آتی ہے (قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحِي إِلَيَّ) کیا آپ ایک عالم بشر اور رسالت و وحی پانے والے بشر کی پوزیشن میں کوئی فرق نہیں سمجھتے؟ جو بشر خدا کا رسول ہو، وہ تو لامحالہ خدا کا نمائندہ ہے اور جس بشر کے پاس وحی آتی ہو وہ خدا کی براہ راست ہدایت کے تحت کام کرتا ہے۔ اس کی تنہیت اور ایک عالم بشر کی حیثیت کیسا ل کیسے ہو سکتی ہے۔ (منصب رسالت ص ۱۸)

اگرچہ یہ بات درست ہے کہ حضور بشر ہیں۔ اللہ کے بندے اور اس کی مخلوق ہیں۔ مگر کیسے بشر ہیں؟ سہ

۱۔ مولانا اس فقرہ کے بابزن کے متعلق کہتے ہیں: میں اس کی ابتداء کرنے والے سرسید احمد خاں اور مولوی چراغ علی تھے۔ پھر مولوی عبداللہ کھوکھڑی اس کے علمبردار بنے۔ اس کے بعد مولوی احمد الدین امرتسری نے اس کا بیڑا اٹھایا۔ پھر مولانا مسلم حیراچ پوری اسے لے کر آگے بڑھے اور آخر کار اس کی ریاست چودھری غلام احمد قزلباش کے حصے میں آئی۔ جنھوں نے اس کو خلافت کی انتہائی تک پہنچا دیا۔ (منصب رسالت ص ۱۸)

وہ حسن بے حد نظر کا حال ہے ؟ دیکھئے رخِ نبی کسے تابِ مجال ہے

اور خود حضور سرورِ عالم ﷺ صبا کرام علیہ الرحمۃ والرضوان کو مخاطب بنا کر فرماتے ہیں:-

- اِنِّی لَسْتُ مِثْلَکُمْ اِنِّی اُطْعَمُ وَاَسْقٰی۔
- لَسْتُ کَاَحَدٍ مِنْکُمْ اِنِّی اُطْعَمُ وَاَسْقٰی۔
- اِنِّی لَسْتُ کَهَیئَتِکُمْ اِنِّی اَبِیتُ بِنِی مُطْعَمٍ وَاَسْقٰی یَسْقِیَنِ۔
- اِنِّی لَسْتُ کَهَیئَتِکُمْ اِنِّی یُطْعَمُنِی سَرَبِّی وَاَسْقِیَنِ۔
- اَیُّکُمْ مِثْلِی اِنِّی اَبِیتُ یُطْعَمُنِی سَرَبِّی وَاَسْقِیَنِ۔
- لَسْتُ کَهَیئَتِکُمْ اِنِّی اَبِیتُ بِنِی مُطْعَمٍ یُطْعَمُنِی وَاَسْقٰی یَسْقِیَنِ۔

میں تمھاری مثل نہیں ہوں مجھے کھلایا پلایا جاتا ہے۔
میں تم میں سے کسی طرح نہیں ہوں مجھے کھلایا اور میرا کیا جاتا ہے۔
میں تمھاری طرح نہیں ہوں میں رات اس طرح گزارتا ہوں۔
کہ ایک کھلانے والا کھلاتا ہے اور پلانے والا پلاتا ہے۔
میں تمھاری طرح نہیں ہوں مجھے میرا ب کھلاتا اور پلاتا ہے۔

تم میں میرا مثل کون ہے؟ میں رات گزارتا ہوں مجھے میرا ب کھلا اور پلا دیتا ہے۔
میں تمھاری طرح نہیں ہوں۔ میں رات گزارتا ہوں ایک کھلانے والا مجھے کھلا دیتا ہے اور پلانے والا مجھے

پلا دیتا ہے۔ (بخاری ج ۱ صفحہ ۳۶۳، ۳۶۵)

✽

چنانچہ صحابہ کرام بارگاہِ نبوت میں عرض کیا کرتے تھے۔

قَالُوا اِنَّا لَسْنَا کَهَیئَتِکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ (بخاری ج ۱ ص ۱)

یا رسول اللہ ہم آپ کی طرح نہیں ہیں

اس لئے میری گزارش ہے کہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی عبدیت و بشریت کے اظہار و بیان میں بڑی احتیاط کی ضرورت ہے۔ اور ایمان کا تقاضہ بھی یہ ہے، حضور سرورِ کائنات کا ذکر جب کیا جائے تو آپ کے مرتبہ و مقام کی عظمت کا خیال رکھا جائے۔ جو لوگ اس معاملہ میں غلو و شدت سے کام لیتے ہیں وہ دین کی کوئی خدمت نہیں کرتے بلکہ منکرینِ حدیث کو تقویت پہنچاتے ہیں ؟

ترتیب :

فطر آدین
فہرست مضامین

کتاب الصوم

- روزہ کی تعلیف
- روزہ کے درجے
- روزہ کب فرض ہوئے
- فضائل رمضان
- رویت ہلال
- مسائل سحری
- روزہ کی نیت
- تفت
- روزہ نہ رکھنے کے عذر
- روزہ ٹوڑنا گناہ ہے
- روزہ کے مکروہات
- روزہ ناسد نہ ہونے
- کی صورتیں
- روزہ کے مضادات
- روزہ کا فدیہ
- روزہ کا کفارہ
- صدقہ فطر
- افطار
- مسائل تراویح
- احکام اعتکاف

مختصر فہرست مضامین فیوض الباری پارہ شتم

۱۳	باب جو شخص بجمالت روزہ	۱۳	لیلۃ القدر
۳۳	باب سحری اور نماز فجر میں کے متعلق۔	۱۴	عید کی سنتیں
۳۴	باب سحری اور نماز فجر میں کتنا وقفہ ہوتا تھا	۱۵	عید کے مستحبات
۳۵	باب سحری کھانا مستحب ہے	۱۶	نماز عید کا وقت
۳۶	حضور کی مشربیت	۱۷	نماز عید کی ترکیب
۳۷	باب اگر روزے کی نیت دن میں کی	۱۸	شوال کے روزے
۳۸	باب روزہ دار کا صبح کو بجمالت جنابت اٹھنا	۱۹	باب رمضان کے روزے
۳۹	باب روزہ دار کا اپنی بیوی سے مباشرت کرنا۔	۲۰	کی فرضیت
۴۰	باب بجمالت روزہ بیوی کا بوسہ لینا۔	۲۱	باب روزے کی فضیلت
۴۱	باب روزہ دار کا غسل کرنا	۲۲	باب روزہ گناہوں کا کفارہ
۴۲	انبیاء و کرام اختلام سے پاک ہوتے ہیں۔	۲۳	ابو جانا ہے
۴۳	باب بجمالت روزہ بھول کر کھانا پینا۔	۲۴	باب روزہ دار کے لیے ریان
۴۴	باب بجمالت روزہ تریاشک مسواک کرنا	۲۵	دروازہ سے داخل ہوگا۔
۴۵	بجمالت روزہ مسواک کے مسائل	۲۶	حضرت صدیق اکبر کو جنت کے ہر دروازہ سے بلایا جائے گا۔
۴۶	باب بجمالت روزہ ناک میں پانی لینا	۲۷	باب رمضان اور شہر رمضان کتنا
۴۷	باب بجمالت روزہ تصدق جمع کرنا	۲۸	باب رمضان کا چاند
		۲۹	چاند کے مسائل
		۳۰	باب جس نے رمضان کے روزے ایمان و احتساب کے ساتھ رکھے
		۳۱	باب حضور و رمضان میں سب سے زیادہ جواد ہوتے تھے
		۳۲	باب ایت و کھلاوا داشر لہ الخ کے متعلق
		۳۳	باب ہلال کی انان تہیں سحری کھانے

۸۸	منوع ہے	نفل روزہ توڑنے کے لیے	باب جو شخص مر گیا اور اس کے ذمہ روزے تھے	باب بحالت روزہ جماع کرنا اور کفارہ میں خیرات کی چیز دینا۔
۸۹	کب کچھ دن خاص کیے جاسکتے ہیں؟	نفل روزہ بعد از بلوغ	وفات شدہ کی طرف سے فرضی روزہ رکھنے کے متعلق مکمل بحث	باب کفارہ کا کھانا اپنے محتاج اہل عیال کو کھلانا
۹۰	غزوہ کے دن کا روزہ	توڑنے کے مسائل	باب روزہ کس وقت افطار کرنا چاہیے۔	باب روزہ دار کا تے کرنا اور بچھنے لگانا۔
۹۱	نویں زاد الحج کا روزہ	باب شعبان کے روزوں کے متعلق	افطار میں جلدی کرنا مستحب ہے	باب سفر میں روزہ اور افطار کے متعلق۔
۹۲	عید الفطر کا روزہ	نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روزہ رکھنے اور نہ رکھنے کے متعلق روایات	باب جو چیز میسر ہو اس سے افطار کرے	باب رمضان کے کچھ روزے رکھنے کے بعد سفر کرنا
۹۳	قربانی کے دن کا روزہ	روزہ میں مہمان کا حق	افطار میں جلدی کرنا رمضان میں اگر افطار کرے بعد سورج نکل آیا	باب سفر میں روزہ رکھنا مناسب نہیں۔
۹۴	پانچ دن جن میں روزہ رکھنا منوع ہے	روزہ میں جسم کا حق	بچوں کا روزہ صوم وصال اور جنوں نے یہ کیا کرات میں روزہ نہیں پڑتا	باب صحابہ کرام بحالت سفر روزہ رکھتے اور کوئی نہ رکھتا اور کوئی کسی پر اعتراض نہ کرتا۔
۹۵	باب عاشورہ کے روزہ کے متعلق	ساری عمر روزے سے	ایک دن کا روزہ حضرت داؤد علیہ السلام کا روزہ	باب بحالت سفر لوگوں کو دکھانے کے لیے روزہ نہ رکھنا
۹۶	نماز متحب و صوم عاشورہ	روزہ میں بیوی کا حق	ایک دن افطار	باب آیت علی الذین یطیعونہ خذ یہ الخ کے متعلق
۹۷	پیر کے دن نفل روزہ بعض دوسرے دنوں کے نفل روزے	ایک دن روزہ اور	حضورت داؤد علیہ السلام کا روزہ	باب رمضان کے نقصان روزے کب رکھے؟
۹۸	ہفتہ کا روزہ - پیر اور جمعرات کا روزہ	نفل روزوں کے احکام	نفل روزوں کے احکام	باب حاضرہ عورت نماز روزہ چھوڑ دے
۹۹	شوال کے روزے	جس نے کچھ لوگوں سے ملاقات کی اور ان کے یہاں جا کر روزہ نہیں توڑا	ایسا ہی بعض یعنی تیرہ، چودہ اور پندرہ کے روزے	
۱۰۰	باب رمضان میں تراویح کی فضیلت	ایسا ہی بعض یعنی تیرہ، چودہ اور پندرہ کے روزے	میسے کے آخر کا روزہ	
		جس کے دن کا روزہ	کیا جمعہ کے دن روزہ رکھنا	

کتاب التراویح

تراویح کے متعلق بعض اہم حقائق

۱۱۱	اعتکات	حائضہ متکلف کے سر میں لنگھا کرتی ہے۔	۹۵	تراویح میں رکعت ہے اس مسئلہ پہل بحث
۱۱۲	استحاضہ عورت کا اعتکات	متکلف گھر میں بلا ضرورت نہ آئے	۹۶	شب قدر کی فضیلت
۱۱۵	شہر سے اعتکات میں بیوی کا ملاقات کے لیے جانا	۱۰۶	شب قدر کی تلاش	رمضان کی آخری راتوں میں
۱۱۵	عشرہ میں اعتکات	۱۰۷	شب قدر کی تلاش	آخری عشرہ کی طاق راتوں میں
۱۱۵	اعتکات کا ارادہ ہوا	۱۰۸	رمضان کے آخری عشرہ میں عمل	آخری عشرہ میں اعتکات
۱۱۳	لیکن پھر مناسب معلوم ہوا کہ اعتکات نہ کریں	۱۰۹	خواہ کسی مسجد میں ہو	تک جاسکتا ہے؟
۱۱۳	جو اپنے اعتکات سے صبح کے وقت باہر نکلا	۱۱۰		
۱۱۳	شوال میں اعتکات			
۱۱۳	اعتکات کے لیے جرورہ ضروری نہیں سمجھتے			
۱۱۳	ختم شد			



جلوے بکھیر دیں، شب غم کی سحر کریں
عشق نبی کی آگ کو کچھ تیز تر کریں
جلوے بھی دیکھ لیں تو طواف نظر کریں
وہ چاہیں تو خوف کو خیریت گہر کریں
چاہیں تو اک اشارے سے قمر کریں

آؤ کہ ذکر حسن شہر بحسرو بر کریں
مل کر بیاں محاسن خیر البشر کریں
جو حسن میرے پیش نظر ہے، اگر اسے
وہ چاہیں تو صدف کو دُرِ بے بہا ملے
فرمائیں تو طلوع ہو مغرب سے آفتاب

کوہِ نبی کو محیط ہے سرکار کا کرم
سرکار! آپ ہم پر کرم کی نظر کریں

حافظ مظہر الدین



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

کِتَابُ الصَّوْمِ ○ کِتَابُ رُزْءِ کے بیان میں

۱۔ رمضان - رمضان سے شتن ہے۔ اس کے معنی چلنے کے ہیں جس سال رمضان کے روزے فرض ہوئے وہ سخت گرمی کا مہینہ تھا۔ اس لئے اس کا نام رمضان ہو گیا۔ حدیث میں آیا ہے جِئْتَ تَرْمُضَ الْفَصَالِ یا اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ روزہ دار کے گناہ چل جاتے ہیں۔

از روزے لغت صوم کے معنی راسک کے ہیں۔ قرآن مجید میں حضرت مریم علیہا السلام کے متعلق فرمایا:-

۲۔ روزہ کی تعریف

اِنِّیْ نَزَّلْتُ الرَّحْمٰنِ صَوْمًا۔ اس آیت میں صوم سے مراد محض بولنے سے ترک جانا ہے۔ اور عزت شرع میں روزہ یہ ہے کہ مسلمان بریتِ عبادت صبح صادق سے غروب آفتاب تک اپنے کو تصدق کھانے پینے اور جماع سے باز رکھے۔ عورت کا حیض و نفاس سے خالی ہونا شرط ہے۔ یہ تو نفس روزہ کی تعریف ہے جس سے فرض ادا ہو جاتا ہے۔ لیکن روزے کے کچھ ادب بھی ہیں جن کا لحاظ روزہ میں رہیں پیداکرتا ہے۔ اسی بنا پر صحابی اور موفیائے روزہ کے تین درجے مقرر کئے ہیں۔

اولے - عام لوگوں کا روزہ : وہ یہ ہے کہ کھانا پینا اور جماع کرنا ترک کر دے۔

روزہ کے تین درجے

دوم - خاص لوگوں کا روزہ : وہ یہ ہے کہ کان - آنکھ - زبان - ہاتھ - پاؤں اور باقی اعضاء کو گناہوں سے محفوظ رکھے۔ اس کی تکمیل چھ چیزوں سے ہوتی ہے۔

۱۔ آنکھ کو مذہم و مکروہ اور ہر اس چیز سے بچائے جو کرکراہی سے غافل کرتی ہو۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا: بُرئِ لُفْرُ شَیْطَانٍ کے زمر آؤ تیروں سے ایک تیر ہے۔ پس جو بُرئِ لُفْر کو خرب الہی سے چھوڑے گا۔ تو اللہ تعالیٰ ایسا ایمان عطا فرمائے گا۔ جس کی حلاوت قلب میں محسوس ہوگی۔

۲۔ زبان کو بکواس جھوٹ۔ غیبت۔ فحش گوئی سے محفوظ رکھے۔ عبد بنوری میں عورتوں نے روزہ رکھا۔ دن کے آخری حصہ میں جھوکا اور بکواس نے اس قدر ستاؤ کر جان پر گئی۔ حضور رسید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آدی بھیج کر روزہ توڑنے کی اجازت طلب کی۔ آپ نے ایک پیالہ بھیجا اور حکم دیا کہ جو کچھ ان دونوں نے کھا یا ہے اس کو اس پیالہ میں تھے کر کے نکال دیں چنانچہ ایک نئے کی ترے تھے میں اُدھا خالص تازہ خون تھا اور اُدھا تازہ گوشت اور دوسری عورت کی تھے میں بھی خون اور گوشت نکلا۔ لوگوں کو اس سے تعجب ہوا تو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان دونوں عورتوں نے روزہ رکھا اور اللہ تعالیٰ کی حلال کی ہوئی چیزوں کے استعمال سے اپنے آپ کو بچایا۔ مگر اس کی حرام کی ہوئی چیز کا ارتکاب کیا۔ ان میں سے ایک دوسرے کے پاس جا کر بیٹھی اور دونوں نے ل کر لوگوں کی غیبت کی۔ کسی آدی کی غیبت کرنا اس کا گوشت کھانا ہے۔ یہ گوشت جتنے میں نکلا وہی غیبت ہے۔

۳۔ کان کو نیزہ اثر آواز کے سننے سے بچائے۔ اگر کسی مجلس میں غیبت ہوتی ہو تو وہاں سے اٹھ جائے۔ حدیث میں فرمایا غیبت کرنے والا اور سننے والا دونوں گناہ میں شریک ہیں۔

۴۔ بوقتِ افطار تازہ کھانے کو سپٹ تن جائے۔

۵۔ افطار کے بعد دل خوت و اُمید کے درمیان ہے۔ کیا معلوم کر اس کا روزہ قبول ہوگا۔ لیکن اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو۔

مسموم۔ خاص الحاح حضرت کا روزہ یہ ہے کہ مذکورہ بالا باتوں کے علاوہ دل ذہنی خیالات سے پاک مصات رہے۔ ہر لمحہ دوسرا حق کا ناست ہی کی طرف لوگی رہے۔ اسوائی اللہ کا خیال نہ آئے۔ اسی کے ذکر و فکر و مراقبہ میں دن اور رات گزر جائیں۔ ایسا روزہ انبیاء و کرام اور صدیقین و مقربین کا ہوتا ہے۔ کسی بزرگ نے اسی کیفیت کو یوں بیان کیا ہے :-

الدُّنْيَا دُورٌ وَلَكَا فِيهَا صَوْمٌ

دنیا کی عمر ایک مگن ہے اور ہم اس میں روزے سے ہیں۔

روزے کب اور کس طرح فرض ہوئے

غذا اور زکوٰۃ کی فرضیت کے بعد ارشادِ تعظیم ﷺ میں اس مبارک مہینے کے روزے فرض ہوئے۔ اس سے پیشتر عاشرہ نبویؐ و کس محرم کا روزہ فرض تھا۔ پھر اس

بجائے ہرمہینہ میں نبیؐ یوم البیتر ہوئی چودھوی پندرھوی کے روزے فرض ہوئے جن کو ایامِ نبیؐ کہتے ہیں پھر ان کے بجائے رمضان کے روزے فرض ہوئے۔ لیکن اختیار دیا گیا تھا کہ اگر روزہ نہ رکھے تو ہر روزہ کے قدر میں کسی مسکین کو نصف صاع گندم یا ایک صاع خجودا کرے۔ پھر ہر روزہ رکھنا ہنتر قرار دیا۔ کچھ نہ لے کے بعد یہ اختیار منسوخ ہوا اور روزہ رکھنا لازم قرار دے دیا گیا۔ مگر اس طرح کہ دن اور رات دونوں میں روزہ ہونا صرف غروب آفتاب سے نماز پڑھنے یا سونے تک کھالے پینے اور ہم بستری ہونے کی اجازت تھی۔ اگر عشاء سے پہلے آدمی سو جائے تو اب بھی یہ تینوں باتیں حرام ہو جاتیں۔ ایک مرتبہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بعد نماز عشاء اپنے مکان پر پہنچے۔ خوشبو محسوس ہوئی جس سے قلب میں انبساط اور ترقی میں انتشار پیدا ہوا۔ اہل بیت سے ہم بستری ہو گئے۔ ناراض ہونے کے بعد عدلِ حکمی کے احساس سے طبیعت متاثر ہوئی۔ اپنے نفس پر ملامت کرنے لگے اور ٹوٹے ہوئے بارگاہِ شفیع المذہب میں حاضر ہوئے۔ واقعہ عرض کیا۔ یہ سن کر مجلس میں کچھ اور حضرات بھی کھڑے ہوئے اور اور محدث پیش کرنے لگے جس سے تم کا ارتکاب ہوا تھا۔ اس پر وحی نازل ہوئی اور پوری شب میں ہم بستری ہونا حلال فرما دیا گیا۔

فیس بن مہر الغفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے۔ یہ مدبر شریف کے باغات میں مزدوری کرتے تھے۔ شام کو کچھ عرصے کے مکان پر آئے اور اعلیٰ سے کہا کہ ان کے بدلے میں کسی سے آٹے لو۔ وہ پڑوس میں آٹا بدلنے گئیں۔ یہ ہارے تھکے تھے ہی بیٹھے ہوئے آٹا کھانے لگے اور سو گئے۔ جب وہ واپس آئے انہیں سوتا دیکھ کر انہیں کڑاؤس کرنے لگیں اور کہا نامراد رہے کسی طرح رات گزری صبح ہوئی۔ مگر ان کی حالت درست نہ رہی جب دوسرے کو تو بیہوش ہو گئے۔ حجت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہ واقعہ بیان کیا گیا۔ وحی آئی اور غروب آفتاب سے آخر شب تک کھانا بیہ حلال کر دیا گیا۔ (تفسیر احمدی وغیرہ)۔

زیرِ عنوان احادیث کی تفصیل و ترجمانی سے قبل مناسب معلوم ہوتا ہے کہ روزہ اور اس کے متعلقات کے احکام و مسائل، مطابق مذہبِ حق بطور خلاصہ پیش کر دیے جائیں۔ تاکہ تاجرنِ نفس مسائل سے یکجا مکمل طور پر واقف ہو جائیں۔

حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے شعبان کی آخری تاریخ میں خطبہ دیا جس میں فرمایا۔ ایک مہینہ آرہا ہے جو بہت مبارک ہے اس میں ایک رات ہے (لیلۃ القدر) جو ہزار ماہ سے بڑھ کر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے روزہ کو فرض فرمایا اور اس کی رات کے

فضائلِ رمضان

قبام کو ثوابِ عظیم نیا یا جو شخص اس ماہ میں کسی نیکی کے ساتھ اللہ کا قرب حاصل کرے گا ایسا ہے جیسا کہ غیر رمضان میں تیر سو ادا کرے۔ یہ ماہ مبارک ہے اور ہر بار بدرجہت ہے۔ یہ مہینہ لوگوں کے ساتھ غمخواری کا ہے۔ اس میں رزق بڑھا دیا جاتا ہے۔ نیز فرمایا۔ اس ماہ میں جنت کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ دوزخ کے دروازے بند ہو جاتے ہیں۔ روزہ وصال ہے۔ لہذا روزہ داکر کو چاہیے کہ خش بات نہ کہے۔ جہالت سے کام نہ لے کہ اگر کوئی شخص اس سے جھگڑے یا اسے کالی دے تو وہ دوزخ میں کر دے یہی روزہ دار ہوں۔ نیز فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ روزہ دار کے

مذکر خوشبو المٹر کے نزدیک مشک کی خوشبو سے زیادہ مہرب ہے۔ روزہ والا پانا کھانا پینا اپنی خواہش میں سے لیے چھوڑ دیتا ہے۔ روزہ میرے ہٹے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا۔ ہر نیکی کا ثواب دس گنا ہے۔ لیکن روزہ کا اجر اللہ تعالیٰ خود عطا فرمائے گا۔ غرضیکہ یہ بارہ برکتوں اور نعمتوں کا خزانہ ہے۔ مسلمانوں کا فرض ہے کہ اس کی حرمت و عزت کو ملحوظ رکھیں۔ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور دیگر احکام الہیہ کی پابندی کریں۔ دن میں تورا اور رات میں ندرتیں۔ زیادہ وقت تلاوت قرآن، ذکر الہی اور دود و شریف کے ورد میں گزاریں اور بحضورِ عالمی خلوص قلب کے ساتھ ملک و ملت کی سہلائی اور اپنے گناہوں کی بخشش کی دعا مانگیں۔

روحیت ہلال شریعت میں رویت ہلال کا اعتبار ہے جو واضح طور پر یا شرعی شہادت سے ثابت ہو، چاند دیکھنے کی نشاندات شہر کے مقتدر عالم کے سامنے پیش کرنی چاہیے۔ اگر ۲۹ شعبان کو چاند نظر نہ آئے تو شعبان کے ۳۰ دن پورے کریں۔ یونہی ۲۹ رمضان کو چاند نظر نہ آئے اور شرعی شہادت سے بھی اس کا ثبوت نہ ملے تو رمضان کے ۳۰ دن پورے کر کے عید کریں۔ شک کا روزہ رکھنا گناہ ہے۔

مسائل مسحری مسحری کھانا سفت ہے اور باعثِ برکت۔ اگرچہ ایک نعمت ہی کھائے۔ مسحری میں تاخیر مکتب ہے۔ مگر اتنی نہیں کہ کہ وقت میں شک ہو جائے۔ اگر وقت میں گنجائش نہ ہو تو بحالتِ حیات مسحری کھا سکتا ہے۔ ویسے غسلِ جنابت میں تاخیر نہیں کرنی چاہیے۔ وضو میں کلی ایسی کو منہ کے سر پر زہ پانی بہ جائے۔ اور ناک میں اس طرح پانی لینا جہاں نرم ہانسہ پانی پہنچ جائے، سفت ہو کر ہے اور غسلِ جنابت میں فرض ہے کلی اور ناک میں پانی نہ لیا جائے تو غسل ہی نہ ہوگا۔ اس لیے روزہ دار کو غسلِ فرض میں اس احتیاط کا رکھنا چاہیے کہ منہ کے سر پر زہ پانی بہ جائے مگر حلق سے نیچے نہ اترے اور ناک میں پانی اس احتیاط سے لیا جائے کہ نرم ہانسہ کھل جائے اور پانی نہ حلق میں اترے۔ نہ دماغ میں چڑھے۔ اور اس کا احسان طریقہ یہ ہے کہ مثلاً مسحری کے وقت اٹھا اور نہانے کی حاجت یعنی فونی اٹھا، خوب اچھی طرح کلی کر لے، ناک میں پانی لے لے اب جب بحالتِ روزہ نہانے کا تو کلی دناک میں پانی لینے کی دوبارہ ضرورت نہ رہے گی۔

ضروری مسئلہ مسحری کھا کر سو یا دن میں سویا۔ احتلام ہو گیا۔ تو روزہ میں کچھ فساد نہیں آئے گا۔ غسل کر لے۔ یونہی اپنی بیوی کا بحالتِ روزہ بوسہ لیا۔ حرج نہیں۔ بشرطیکہ انزال نہ ہو۔ بعض لوگ ذکی الحس ہوتے ہیں۔ بعض اوقات بحالتِ روزہ بیوی کو دیکھ کر انتشار ہو جاتا ہے اور مذی نکلتی ہے۔ اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ مذی اور ودی وہ رطوبت ہے جو جنسی کے نکلنے سے پہلے ظاہر ہوئی۔ صرف اس کے نکلنے سے غسل واجب نہیں ہوتا۔ ہاں وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ استنجہ کر کے وضو کر لیں۔

روزہ کی نیت نیت کا وقت بعد غروبِ آفتاب سے منجھوئی کبریٰ تک ہے۔ ہر روز کے لیے نیت لازم ہے۔ نیتِ زبان سے بہتر ہے اور نیتِ منجھوئی کبریٰ سے پہلے کرے تو روزہ ہوگا۔

تَوَيْتُ اَنْ اَصُومَ عَدَّ اللّٰهُ تَعَالٰى لِمَنْ فَرَضَ رَمَضَانَ
اگر نیت دن میں کرے تو یوں کہے:-

تَوَيْتُ اَنْ اَصُومَ هَذَا الْيَوْمَ لِلّٰهِ

مسحری نیت ہے جبکہ کھاتے وقت یہ ارادہ ہو کہ روزہ رکھوں گا۔

روزہ کی حقیقت نماز اور زکوٰۃ کی ذمیت کے بعد ۱۷ شعبان ۱۲۸۵ میں رمضان کے روزے فرض ہوئے۔ عن شرح میں مسلمان

کا بنیت عبادت صبح صادق سے غروب آفتاب تک اپنے کو قہراً کھانے پینے جماع سے باز رکھنا روزہ ہے۔ عورت کا حیض و نفاس سے خالی ہونا شرط ہے۔ رمضان المبارک کا روزہ رکھنے کے ساتھ ہر روزہ دار پر یہ بھی ضروری ہو جاتا ہے کہ وہ صحت کھانے پینے اور مباحات سے ہی اجتناب نہ کرے بلکہ قول فضل، لین دن اور دیگر معاملات میں بھی پرہیزی اختیار کرے۔ جیسا کہ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ سے ظاہر ہے۔ روزہ کی حالت میں آدمی یا عورت کو کسی بھی بُرے کام کے لیے حرکت نہ دے گا لیکن گلوچ، غیبت جیسی خرافات زبان پر نہ لائے۔ نہ کان میں پڑنے دے۔ اس کی آنکھ بھی غیر شرعی کام کی طرف نہ اٹھے۔ بلکہ انسان تقویٰ کا عملی نمونہ بن جائے۔ اگر رمضان المبارک کے روزے ان قیود و شرائط کو نہ نظر رکھ کر پورے کئے جائیں تو اختتام رمضان پر تقویٰ و پرہیزگاری کا پیارا ہوجانا لازمی امر ہے۔

روزہ نہ رکھنے کے شرعی عذر جب آدمی ایسا بیمار ہو کہ روزہ رکھنے سے جان جائے یا مرض کے بڑھنے یا دیر پا ہوجانے کا اندیشہ ہو تو روزہ نہ رکھنا جائز ہے۔ جب صحت ہو جائے فضا دکرے۔ ایسا توڑا ہوا کہ روزہ برور کر دے مگر ذاب روزہ رکھنے پر قادر اور نہ ظاہر آئندہ قادر ہو سکے گا، ہر روزہ کے بدلے فدیہ دے یعنی ایک مسکین کو کھانا کھلائے۔ یہ توڑا شخص جو فدیہ دینا رہا پھر روزہ پڑنا قادر ہو گیا تو فدیہ نفل ہوگا۔ اور روزہ کی فضا لازم ہے۔ جو ایسا مریض یا بوڑھا ہو کہ گرمیوں میں روزہ نہ رکھ سکتا ہو تو اب انتظار کرے جائز میں رکھے۔ حاملہ عورت یا دودھ پلانے والی جب انہیں اپنی ذات یا بچہ کا اندیشہ ہو تو ان کو روزہ نہ رکھنا جائز ہے لیکن فضا لازم ہے۔

روزہ توڑنا گناہ ہے روزہ رکھ کر بلا عذر شرعی توڑ دینا سخت گناہ ہے۔ ان اگر ایسا بیمار ہو گیا کہ روزہ نہ توڑنے سے جان جائے یا خطرہ ہو یا بیماری کے بڑھ جانے کا احتمال قوی ہو یا ایسی شدید بیماری ہو کہ جانے کا خطرہ ہو تو ایسی صورت میں روزہ توڑ دینا جائز بلکہ واجب ہے۔ البتہ صحت ہو جانے پر فضا لازم ہے۔ مسئلہ جن کا روزہ فاسد ہو جائے ان پر وجہیں و نفاس والی چرب دن میں پاک ہوں۔ نابالغ چرب دن میں بالغ ہو۔ مسافر چرب دن میں مقیم ہو و واجب ہے کہ پورے دن روزہ دار کی طرح رہیں، مسئلہ نابالغ جو بالغ ہوگا کافر جو مسلمان ہو ان پر اس دن کی فضا واجب نہیں۔

روزہ کے مکروہات کسی چیز کا بلا عذر چکھنا چہ اناکہ بایں طور کہ حلق سے نیچے نہ اترے۔ جھوٹ۔ جھپٹی۔ غیبت۔ گالی گلوچ۔ کوسنا۔ ناحق ایذا دینا، بے ہودہ فضول کہنا۔ چیخنا۔ چلانا۔ لڑنا۔ کسی بھی خلاف شرع کام میں مصروف ہونا یا منہ میں ہست ساختہ کچھ کے نکلے جانے والی ادناک میں پانی ڈالنے میں مبالغہ کرنا۔ یہ تمام امور مکروہات روزہ سے ہیں۔ اگرچہ ان باتوں کے ارتکاب سے روزہ فاسد نہیں ہوتا تاہم جب آدمی روزہ رکھ رہا ہے جو ایک قسم کی مشقت ہے، بھوک کی تکلیف اٹھا رہا ہے تو مذکورہ بالا چیزوں سے پرہیز ہی کرنا چاہیے۔ تاکہ روزہ کے ثواب میں اضافہ ہو۔

ان صورتوں میں روزہ فاسد نہیں ہوگا جھول کر کھانا پینا، جماع کرنا، بلا اختیار گرد و غبار، دعوائی، مکھی یا مجھیر کا حلق میں آکھ میں دوائی ڈالنا۔ دن میں سوتے ہوئے احتلام ہو جانا، دانٹوں میں جو چیز رہ گئی چنے کی مقدار سے کم ہو اس کو نکل لینا، نکل دانٹوں میں رہ گیا۔ اس کو نکل لیا۔ بیوی کا لوسر لیا، چھو اور انزال نہ ہوا، ان سب صورتوں میں روزہ فاسد نہ ہوگا۔ مسئلہ بحالت روزہ سر نہ لگانا، سر اور بدن پر تیل مٹا، مسواک کرنا، خوشبو وغیرہ نہ کھینچنے سے روزہ فاسد نہ ہوگا اور یہ باتیں روزہ کو مکروہ نہیں کرتیں۔

روزہ کے مفسدات کل کرنے میں پانی صلیق کے نیچے اتر گیا۔ تاک میں پانی ڈالنے میں دماغ تک چڑھ گیا۔ قصداً منہ بھر کھانے، پیت یا خون کی نئے، منہ بھر کرتے خود کوئی اور چیز برابر یا زیادہ نکل لی جسے برابر یا زیادہ کھانا یا پانی دانتوں میں اٹکا تھا نکل گیا۔ تاک میں دوا ٹھک لی۔ کان میں دوا تیل ڈالا جھنڈا لیا۔ صبح صادق کے قریب یا بھلی کر جماع میں مشغول تھا صبح ہونے پر یا یاد آنے پر الگ نہ ہوا۔ مباشرت فاحشہ کرنے پر بیٹھے، چھوٹے سے انزال ہو گیا، جھٹ، بیڑی، سگٹ، سگار وغیرہ پینے، پان کھانا اگرچہ پیک تھوڑا ہے، صلیق تک نہ جائے۔ ان تمام صورتوں میں روزہ وار ہونا یا دے تو روزہ جاتا رہا اور نقصا لازم ہے۔ دانتوں سے خون نکلا اور صلیق میں داخل ہو گیا۔ اگر تھوڑا غالب ہے تو روزہ فاسد نہ ہوگا اور اگر خون غالب ہے تو روزہ فاسد ہوگا۔ قصداً اور صلہ پہنچا یا خواہ وہ کسی چیز کا ہو۔ اگر قوی سگتی تھی اس کے دھوئیں کو ناک میں کھینچا۔ منہ میں نگینے دھار رکھا، تھوڑا رنگین ہو گیا۔ اس کو نکل لیا یا منہ میں سنوار لی۔ ان صورتوں میں روزہ جاتا رہا نقصا لازم ہے۔ مسئلہ کان میں تیل چھپا یا دماغ کی جھلی تک زخم تھا۔ دوا لگائی اور دماغ نکت پتھر گئی یا جھنڈا یا تاک سے دوا چڑھائی یا پتھر، کسکر، روٹی، کاغذ، گھاس وغیرہ ایسی چیز کھائی جس سے لوگ گھن کرتے ہیں، یا رمضان المبارک میں بلا نیت روزہ کی طرح رہا یا صیوم کی نیت کی تھی یا دن میں زوال سے پیشتر نیت کی اور بعد نیت کیا تھا یا روزہ کی نیت کی تھی۔ مگر روزہ رمضان کی نیت نہ تھی یا اس کے صلیق میں میز کی لونڈ یا اول چلا گیا۔ بہت سے آئینہ لپیٹ لنگ گیا۔ ان صورتوں میں صرف روزہ کی نقصا لازم ہے کفارہ نہیں۔ انجکشن سے روزہ نہیں ٹوٹا لیکن روزہ کی صورت میں نہ چاہیے کہ تعزین علی افساد ہے۔ ہاں اگر جوہر دماغ یا جوہر معدہ میں انجکشن سے دوا یا غذا نیچے تو روزہ فاسد ہو جائے گا۔ قصداً اگر روزہ یا دوسرے ہٹے کھا یا پیاجامہ کیا۔ بھول کر کھاپی رہا تھا۔ روزہ یا دوسرے پر یا سحر کھا رہا تھا صبح صادق ہونے پر نہ کھانا کھوٹ نکل گیا تو روزہ جاتا رہا۔ قصداً کفارہ دونوں واجب ہو گئے۔ اسی طرح جن کو تنہا کی عادت ہو اس نے بجا کرتے روزہ جھٹ سگریٹ پیا تو قصداً کفارہ دونوں لازم ہیں۔

روزہ کا فدیہ اگر روزہ کے بدلے ہر روز دونوں وقت سکین کو پیٹ بھر کر کھانا کھلانا یا صدقہ فطر کی مقدار سکین کو دینا۔ باندی غلام آزاد کرنا (یہ بیان مکمل) تو پے درپے ساتھ روزہ رکھنا۔ اس کی بھی طاقت نہ ہو تو ساٹھ سکینوں کو دونوں وقت پیٹ بھر کر کھانا کھلانا۔

روزہ کا کفارہ برائے مسلمان پر جو حاجت اخیلا سے فاضل نصاب کے برابر مال کا مالک ہے واجب ہے۔ اپنی طرف سے اور اپنے بچوں کی طرف سے جن کا مال نقد اس کے ذریعہ۔ صدقہ فطر دینا واجب ہے۔

افطار افطار میں جلدی سنت دوموجب برکت ہے۔ غروب کا غالب گمان ہونے پر افطار کر لیا جائے۔ اگر میں جلدی نہ کی جائے، نماز سے پہلے افطار کریں۔ کھجور چھوڑے، یہ نہ پون تو پانی سے۔ ان تینوں سے سنت ہے۔ کھانے میں مشغول ہو کر نماز میں تاخیر نہ کریں۔ مرد حاجت کھانے کی وجہ سے چھوڑیں۔ وقت افطار پر دعا پڑھیں۔ اللّٰهُمَّ لَكَ صُحُوتٌ وَ لَكَ اَمْنٌ وَ عَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَ عَلَيَّ رِزْقُكَ اَفْطَرْتُ فَاعْظُرْنِي مَا قَدَّمْتُ وَ مَا اَخَّرْتُ۔

مسائل تراویح ۱۰ رکعت تراویح پر غیر معذور مرد و عورت کے لیے سنت ہے۔ مستورات گھر میں پڑھیں اور مردوں کے لیے مسجد میں جماعت سے پڑھنا سنت کفایہ ہے۔ نیت سنت تراویح کریں۔ تراویح کا وقت فرض عشاء کے بعد سے صبح صادق تک ہے۔ قبل و ترپہ میں یا بعد از مسئلہ ہر چار رکعت تراویح کے بعد بقدر چار رکعت جیسا کہ بیچ و قبل یا دو در شریعت پڑھنا مستحب ہے۔ جامع الرموز میں نہیں ہے اس سبب کا پڑھنا مستحب کما ہے۔ سُبْحَانَ ذِي الْمُلْكِ وَالْمَلَكُوتِ سُبْحَانَ ذِي الْعِزَّةِ وَالْعَظَمَةِ وَالْهَيْبَةِ وَالْقُدْرَةِ وَ

الْكَبِيرُ يَأْمُرُ بِالْجَنَّةِ وَتُؤْتَى لَهُ سُبُحَاتُ الْفَلَكِ الَّتِي لَا يَمُوتُ وَلَا يَمُوتُ مُسْتَبَحٌ قَدْ دُوسَ وَتَبَا وَرَبُّ الْعَالَمِينَ
وَالزُّوجِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ نَسْتَغْفِرُكَ اللَّهُ وَنَسْأَلُكَ الْجَنَّةَ وَنَعُوذُ بِكَ مِنَ النَّارِ مُسْأَلٌ تَرَادُّجٌ كَلِمَةٌ كَلِمَةٌ كَلِمَةٌ
ہو تو نہ بیٹھیں مسئلہ تراویح جماعت کے ساتھ گھر میں پڑھی جائیں تو جماعت کا ثواب مل جائے گا مگر مسجد کے ثواب سے محروم رہے گا۔
مسئلہ اگر اپنی مسجد میں ختم قرآن نہ ہو یا جماعت تراویح نہ ہو یا دوسری جگہ امام خوش الحان خوش عقیدہ صحیح خوان متبع سنت ہو اور ان وجوہ
سے مسجد چھوڑ کر دوسری جگہ جائے جائز ہے مسئلہ امام غلطہ یا عقیدہ ہو تو دوسری مسجد میں جانا ضروری ہے مسئلہ ایک امام کو مسجد میں
پوری تراویح پڑھانا جائز نہیں مسئلہ ایک امام کے پیچھے پوری تراویح پڑھنا افضل ہے مسئلہ اگر کسی نے عشاؤ کی نماز جماعت سے نہیں
پڑھی تو اس کو تر جماعت سے پڑھنا مکروہ ہے اگرچہ وتر ادا ہو جائیں گے۔

۲۰ رمضان المبارک کی عصر سے عید کا چاند دیکھنے تک اعتکاف کرنا سنت و مکروہ کفارہ ہے یعنی تمام شہر کے باقی محلے
احکام اعتکاف مسلمانوں سے ایک شخص بھی اگر اعتکاف کرے گا تو سب بری الذمہ ہو جائیں گے گو ثواب سے محروم رہیں گے لیکن ترک
سنت کا الزام کسی پر نہ رہے گا مسئلہ اعتکاف ایسی مسجد میں کرنا چاہیے جس میں بیچ و نشر نماز جماعت سے ہوتی ہو مسئلہ بعدیت اعتکاف
حد مسجد سے نکلتا بجز انسانی حاجتوں اور شرعی ضرورتوں کے حرام ہے مسئلہ انسانی حاجتیں منیاب پانچاد اور نہانا ہے ناگرنے کی حاجت ہی
اور استنجائز اور وضو کرنا ہے مسئلہ اگر کوئی گھر سے مسجد میں کھانا لانے والا نہ ہو تو کھانے کے واسطے بعد مغرب گھر تک جانا جائز ہے بہتر یہ ہے کہ
کھانا گھر سے لائے اور مسجد میں کھائے مسئلہ اور حاجات شرعی نماز جمعہ ہے لہذا اگر جو کو ایسے وقت جائے کہ وہاں جا کر چار سنتیں پڑھ کر خطہ میں
لے اور بعد چھ رکعت سنت پڑھے بلا ضروریات مذکورہ منکف کو مسجد سے باہر نکلتا مکروہ ہے مگر جب تک کہ اسی دن سے زیادہ مسجد سے باہر
نہ رہے گا اعتکاف نہ ٹوٹے گا اعتکاف میں منکف کو کھانا پینا سونا دین کی کتابوں کا پڑھنا پڑھانا مسائل دینی کا بیان کرنا بزرگان دین انبیاء اکرام
کے حالات بیان کرنا اگر ضرورت پڑے تو نیک لائے مال کے مسجد میں خرید و فروخت جائز ہے۔

سالی کی راتوں میں شب قدر افضل ترین ہے یہ رمضان کی ستائیسویں شب ہے اس رات اللہ تعالیٰ رحمت خصوصی
لیلیۃ القدر طور پر متوجہ فرمائش ہوتی ہے تلاوت قرآن و ذکر الہی اور دو شریف کی کثرت کیجئے جتنی تو فیقی ہو فصل پڑھے اور اس
رات میں کثرت سے یہ ذلیق پڑھے جو کہ حضرت علیؓ نے حضرت عائشہؓ کو تعلیم فرمایا تھا۔
اللَّهُمَّ ارْزُقْنَاكَ عَفْوَ حَبِّ الْعَفْوَ عَفْ عَفْ (ترمذی)

عید کی سنتیں غسل کرنا، مسواک کرنا، خوشبو لگانا، عمدہ لباس پہننا، عید گاہ کو پیادہ یا جاننا، ایک راہ سے جانا اور دوسری راہ سے
واپس ہونا، عید الفطر میں عید گاہ جانے سے قبل کوئی شیریں چیز کھور دینی و کھانا داسی بنا کر ہمارے ملک میں سب کو
مروج ہیں کھانا شیریں ہو اور سنت بھی ادا ہو جائے اور عید الفطر میں قبل نماز کچھ نہ کھانا۔

صدقہ کی کثرت کرنا، باہر ملنا، مبارک باد دینا، خوشی کا اظہار کرنا، مصافحہ اور مصافحت کرنا ارشاد ولی اللہ
مباحات اور مستحبات صاحب فتوے ہیں امام قوی کا قول نقل کر کے فرماتے ہیں۔ لَکُنْ اَنِيبُخِ اَنْ يَّقَالَ فِي الْمَصَافَحَةِ
یوم العید والمصافحتہ یوم العید اور ہلایمیں ہے کن المصافحۃ بل ہی ستۃ عقیب الصلوۃ کلتھا راہ میں
تکبیر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر واللہ الحمد آہستہ پڑھنا مستحب ہے۔

عید کی نماز کا وقت آفتاب کے بقدر درمیان بلند ہونے سے زوال تک ہے۔ اگر نماز پڑھنے میں زوال کا وقت آگیا تو نماز قاصد ہو جائے گی۔

عید کی نماز کا وقت

عید کی دو رکعت نماز ہر اقل بالغ مقیم قدرست پر شرمیں واجب ہے۔ گاؤں میں عید اور جمعہ کی نمازیں جائز نہیں۔ مگر وہ بڑے گاؤں یعنی قصبے جو شہر کا شہر کا حکم رکھتے ہیں۔ ان میں جمعہ اور عید دونوں کی نمازیں جائز ہیں۔ جمعہ اور عید دونوں کی نمازوں کی صحت اور ادا کی شرطیں ایک ہیں۔ مگر یہ فرق ہے کہ جمعہ میں خطبہ فرض ہے اور عید میں سنت۔ دوم جمعہ میں خطبہ نماز سے قبل ہے اور عید نماز کے بعد۔ اگر کسی نے عید کی نماز کے بعد خطبہ پڑھا، یا نماز سے قبل پڑھ لیا، دونوں صورتوں میں نماز تو ہو گئی۔ مگر یہ شخص گنہگار ہوا۔

نماز عید

پہلے یوں نیت کرے نیت کی کہ میں نے دو رکعت نماز عید الفطر واجب کی چھ زمانہ تکبیروں کے ساتھ اس امام کے پیچھے اکابر شریفیت کی طرف منکر کے پھر کاؤں تک ہاتھ لے جا کر تکبیر پڑھ کر ہاتھ باندھ لے اور ثانی پڑھے پھر دوم مرتبہ کاؤں تک ہاتھ لے جا کر تکبیر کہتے ہوئے چھوڑ دے۔ تیسری مرتبہ کاؤں تک ہاتھ لے جا کر تکبیر کہہ کر ہاتھ باندھ لے اور بطریق معمول ایک رکعت پڑھے۔ دوسری رکعت میں بعد از است قبل رکوع تین مرتبہ کاؤں تک ہاتھ لے جا کر تکبیر کہتا ہوا چھوڑ دے۔ چوتھی مرتبہ کاؤں تک ہاتھ لے جائے۔ بغیر تکبیر کہہ کر رکوع کرے اور حسب دستور نماز پوری کرے۔ نماز کے بعد امام خطبہ پڑھے۔ تمام مقتدی سنیں اور خاموش رہیں خواہ خطبہ کی آواز پیچھے خواہ نہ پیچھے۔ بعد خطبہ دعا مانگیں۔ سلام، مصافحہ و مالتقریبیں۔

بڑا صاحب نصاب پراپی اور اپنے بچوں کی طرف سے ۲ سیرتیں چھانک گندم واجب ہے۔ گندم کی قیمت بھی دے سکتے ہیں۔ صدقہ فطر اس کا مصرف وہی ہے جو رکوع کا ہے (۲) نابالغ اور بچوں مالک نصاب پر بھی صدقہ فطر واجب ہے۔ ان کا سرپرست ان کے مال سے ادا کرے (۳) صدقہ فطر ادا کرنے سے روزہ میں جو ضل واقع ہو اس کی غائی ہو جاتی ہے (۴) عورت بالکچھ نصاب ہوتی ہے پر بھی صدقہ فطر واجب ہے (۵) صدقہ فطر فجر عید کی طلوع کے بعد واجب ہوتا ہے۔ جو اس سے پہلے مر گیا اس پر صدقہ فطر واجب نہیں اور جو اس سے پہلے پیدا ہوا اس کا صدقہ واجب ہے (۶) روز عید سے پہلے بھی صدقہ فطر کا دینا جائز ہے۔ وہ پورے یا مرے جس سے روزہ ساقط ہو گیا ہے صدقہ فطر اس پر بھی واجب ہے (۷) مستحب یہ ہے کہ فطرہ عید گاہ جانے سے پہلے پہلے ادا کر دیا جائے۔

نشوال کے لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے عید الفطر کے بعد چھ روزہ رکھ لیے تو اس کو پورے سال کے روزوں کا ثواب ملے گا۔ ان روزوں کا متفرق رکھنا افضل ہے اور اگر تواتر چھ روزے رکھ لیے تو بھی حرج نہیں۔

بَابُ وَجُوبِ صَوْمِ رَمَضَانَ

باب رمضان کے روزوں کی فرضیت کے متعلق

اور اللہ عز وجل کا ارشاد ہے۔ اے ایمان والو تم پر روزہ فرض کیا گیا۔ جیسا کہ ان پر فرض ہوا تھا جو تم سے پہلے ہوئے۔ تاکہ تم گنہگار نہ رہو۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ

(بخاری)

۱۔ اس آیت سے روزوں کی فرضیت ثابت ہوئی۔ اور یہ کہ روزے عبارت قدیم ہیں۔ زمانہ آدم علیہ السلام سے شروع ہوئے ہیں۔

چلے آئے۔ اگرچہ روزوں کے دن اور احکام مختلف تھے۔ مگر اصل روزے سب امتوں پر لازم رہے۔ لہذا کہ متفقون۔ یعنی روزہ پر پیرہا روں کا شمار ہے اور کفر نفس کا سبب ہے۔

۲۔ حضرت تنادہ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام کی امتوں پر رمضان کے روزے فرض کیے۔ نوان کے پادریوں نے دس دن اپنی طرف سے اضافہ کر کے چالیس کر لیے۔ پھر ان کا ایک بڑا لوپ بیمار ہوا تو اس نے نذرانی کر کے اگر مجھے شفا ہوگی تو دس روزوں کا مزید اضافہ کروں گا۔ چنانچہ اسے شفا ہوئی اور اس نے مزید دس زیادہ کر کے پچاس کر دیے۔ مگر میں یہ لوگ پچاس روزے نہ رکھ سکے تو انھوں نے رمضان کی جگہ ربیع کے موسم میں رمضان کو منتقل کر دیا (تفسیر قرطبی) اس سے واضح ہوا کہ روزہ ہر امت میں کسی طرح رائج رہا ہے۔

حضرت کلین بن عبید اللہ سے مروی ہے کہ ایک اعرابی جو کرا گندہ بالوں والا تھا بحضور نبوی حاضر ہوا اور عرض یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے خبر دیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر کتنی نمازیں فرض کی ہیں؟ آپ نے فرمایا پانچ نمازیں۔ ہاں اگر تو نفل زیادہ پڑھے تو یہ اور بات ہے۔ پھر اس نے سوال کیا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر کتنے روزے فرض کیے ہیں؟ آپ نے فرمایا رمضان کے بیسے کے۔ ہاں اگر تو نفل روزے رکھے (تو بڑی مرضی ہے) پھر اس نے عرض کی مجھے بتائیے اللہ نے مجھ پر زکوٰۃ سے کیا فرض کیا۔ راوی نے کہا الغرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے شرائع اسلام یعنی زکوٰۃ کا نصاب بتا دیا۔ اعرابی نے عرض کی اس ذات کی قسم جس نے آپ کی تکریم کی ہے میں اس میں سے جو اللہ نے مجھ پر فرض کر دیا ہے، اپنی طرف سے نہ کچھ بڑھاؤں گا اور نہ گھٹاؤں گا۔

اسے حضور نے فرمایا اگر اس نے سچ کہا ہے تو کامیاب ہو گیا (یا آپ نے یہ فرمایا) اگر سچ کہا ہے تو جنت میں جائے گا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضور علیہ السلام نے عائشہ سے کا روزہ رکھا اور لوگوں کو بھی اس کا حکم دیا۔ جب رمضان فرض ہوا تو عائشہ سے کا روزہ موقوف ہو گیا۔ عبداللہ بن عمر عائشہ سے کے دن روزہ نہ رکھتے۔ مگر

جب ان کے روزے کے دن آن پڑتا

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ قریش جاہلیت کے زمانہ میں عائشہ سے کے دن روزہ رکھتے۔ پھر

۱۔ عَنْ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللَّهِ أَنَّ أَعْرَابِيًّا جَاءَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَثَرُ الرَّأْسِ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَخْبِرْنِي مَاذَا فَرَضَ اللَّهُ عَلَيَّ مِنَ الصَّلَاةِ فَقَالَ الصَّلَاةُ الْخَمْسُ إِلَّا أَنْ تَطَوَّعَ شَيْئًا فَقَالَ أَخْبِرْنِي مَاذَا فَرَضَ اللَّهُ عَلَيَّ مِنَ الصِّيَامِ فَقَالَ شَهْرٌ رَمَضَانَ إِلَّا أَنْ تَطَوَّعَ شَيْئًا فَقَالَ أَخْبِرْنِي بِمَا فَرَضَ اللَّهُ عَلَيَّ مِنَ الزَّكَاةِ فَقَالَ فَأَخْبَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِشَرَائِعِ الْإِسْلَامِ - قَالَ وَلَيْدِي أَكُونُ مَلِكًا لَا أَتَطَوَّعُ شَيْئًا وَلَا أَتَقْصُرُ مِمَّا فَرَضَ اللَّهُ عَلَيَّ شَيْئًا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَمَّا إِذَا صَدَقَ أَوْ دَخَلَ الْجَنَّةَ إِنَّ صَدَقَ (بخاری)

۲۔ عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ صَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ عَاشُورَاءَ وَآمَرَ بِصِيَامِهِ فَلَمَّا قَرِئَ رَمَضَانَ تَرَكَهُ وَكَانَ عَبْدُ اللَّهِ لَا يَصُومُهُ إِلَّا أَنْ يُؤَافِقَ صَوْمَهُ (بخاری)

۳۔ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّ قُرَيْشًا كَانَتْ تَصُومُ يَوْمَ عَاشُورَاءَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ ثُمَّ آمَرَ رَسُولُ اللَّهِ

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس دن روزے کا حکم دیا۔ یہاں تک کہ رمضان کے روزے فرض ہوئے اور (اس وقت) آپ نے فرمایا جو کچھ چاہے وہ عاشورے کا روزہ رکھے، جس کا جی چاہے، نہ رکھے

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِحَيَاتِهِ حَتَّى فُرِصَ رَضَّانَ وَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ شَاءَ فَلْيَصُمْهُ وَمَنْ شَاءَ أَفْطَرْ (بخاری)

تینوں حدیثوں کا باب سے تعلق یہی ہے کہ ان میں رمضان کی فرضیت کا بیان ہے۔ حدیث نمبر ۱۱۱۱ باب سے مناسب یہ الفاظ ہیں اخیر فی ما فرض الله على من الصيام اور یہ حدیث کتاب الامیان باب الذکرۃ من الامیان فی فیوض الہدی پارہ اول ص ۲ پر مکمل ترجمان کے ساتھ درج کیا ہے۔ مزید مطالعہ کیجئے (۲) حدیث نمبر ۱۲ ونبی سے واضح ہوا، صوم عاشورہ پہلے واجب تھا۔ پھر جب رمضان کے روزے فرض ہوئے تو اس کا وجوب ختم ہو گیا۔

بَابُ فَضْلِ الصَّوْمِ

باب روزے کی فضیلت کے متعلق

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا روزہ (روزہ) کی سپر ہے۔ روزے میں بخش باتیں ذکر کرے، زحمت کی باتیں، اگر کوئی آدمی اس سے لڑے یا لگا دے تو دوبارہ کہنے میں روزہ دار ہوگی۔ قسم ہے اس کی جس کے ہاتھ میری جہاں ہے روزہ دار کے منہ کی بوا اللہ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے بہتر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے روزہ دار میرے لیے اپنا کھانا، پینا اور اپنی شہرت چھوڑتا ہے۔ روزہ میرے لیے ہے میں ہی اس کا بدلہ دوں گا۔ اور وہ کئی نیکیوں کا ثواب

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «الصَّيَّامُ جَنَّةٌ كَلَّا يَزُفْتُ وَلَا يَكْفُلُ وَإِنْ أَمْرُو قَاتِلَهُ أَوْ شَأْنُهُ فَلْيَقُلْ رَأَيْتُ صَائِمًا قَرَّتَيْنِ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَيَقُولَنَّ قَدْ صَامَ طَيْبٌ عِنْدَ اللَّهِ تَعَالَى مِنْ رَجُلٍ أَمْسَكَ يَتْرُكُ طَعَامَهُ وَشَرَابَهُ وَشَهْوَتَهُ مَنْ أَحْبَلَ الصَّيَّامُ لِي وَأَنَا أَحْضِي بِيهِ وَالْحَسَنَةُ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا (بخاری)

اصل نیکی سے دس گنا ہوتا ہے۔

حدیث ہذا اسباب ذیل پر مشتمل ہے۔

- ۱۔ روزہ دوزخ کے لیے سپر ہے۔ اس لیے حضور علیہ السلام نے فرمایا اس ماہ کا اول حصہ رحمت ہے اور اس کے درمیان حصہ سے مغفرت شروع ہو جاتی ہے اور آخری حصہ جہنم سے آزادگی مل جاتی ہے۔
- ۲۔ بحالت روزہ سرفش، بخش کلامی، اگر کوئی اور انفعال جاہلیت وغیرہ پر سبب مژدہ رہی ہے۔
- ۳۔ اور اگر کوئی گالی دے یا لڑے تو یہ کہہ دینا چاہیے کہ میں روزہ سے ہوں۔
- ۴۔ حَلَّوْف سے مراد سن کی وہ دہائی ہے جو جمعہ کے خالی ہونے کی وجہ سے پیدا ہو جاتی ہے۔ تفسیر سراج حدیث کے اس کے متعلق تقریباً اٹھ قول ہیں۔ تین قول باہر ہیں۔

اولے: اللہ عزوجل آخرت میں اس بدلو کا بدلہ اور ثواب خوشبو سے عطا فرمائے گا جو شک سے زیادہ عمدہ ہوگی۔

دوم: نیت میں جب قبروں سے اٹھیں گے تو روزہ دار کے مُرنے سے ایسی خوشبو آئے گی جو شک سے بھی بہتر ہوگی۔ سوم: دنیا ہی میں اللہ عزوجل کے نزدیک اس لوگ قدر شک سے زیادہ ہے۔

۵۔ وَاَنَا أَجْزَى بِهِ، کیونکہ روزہ ایک پُر خلوص عبارت ہے۔ اس لیے اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ ہر نیک عمل کا ثواب بڑی بڑی کامیابی دیا جاتا ہے۔ مگر روزہ کا ثواب میں خود عطا فرماتا ہوگا کیونکہ روزہ خالص میرے لیے رکھا جاتا ہے۔

بعض شائخے سے منقول ہے کہ یہ لفظ أَجْزَى بِهِ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ روزہ دار کو روزہ کے بدلے میں خود اپنے کو تیار پالو۔

۶۔ وَالْحَسَنَةُ سِتُّ مِائَاتٍ سَوَاقِطٌ بَلَدًا سِوَى مَعْنَى زِيَادَةٍ عَطَا فَرِيَا جَاتِيَةً۔ قرآن مجید میں فرمایا: تَمَازُؤُا فِيْ اَوْصَافٍ مِّنْ اَوْجَدْتُمْ لِبَعْدِ حِسَابِ مِمَّ صَارُوا كَوْنِ حِسَابِ كَيْفَ عَطَا فَرِيَا مِائَاتٍ۔ اور اکثر مفسرین نے صابون سے صابون تیار کیا ہے اور ظاہر ہے کہ روزہ میں ہر وضو سے کام لیا جاتا ہے۔ انسان محض حکم الہی و رضا الہی کے لیے لذات دنیوی سے پرہیز کرتا ہے اور بھوک و پیاس کی تکلیف اٹھاتا ہے تو اللہ تعالیٰ ثواب بھی بے حدود غایت عطا فرماتا ہے۔

بَابُ الصَّوْمِ كَفَّارَةً

باب روزہ کفارہ بنتا ہے۔

حضرت: حذیفہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ عمر رضی اللہ عنہ

نے پوچھا، فتنہ کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے بارے میں؟ حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا

فَمَا كَانَ انْصَافَ يَكْفِي اس کے گھر والے، اس کا مال اور اس کے بیٹے کی فتنہ از آغوش امتحان ہیں۔ جن کا کفارہ نماز، روزہ اور صدقہ

بن جاتا ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں اس کے متعلق نہیں پوچھتا، میری راہ تو اس فتنہ سے سختی جو سندر کہ طرح سختی میں

ارہے گا۔ اس پر حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ کے اور اس فتنہ کے درمیان ایک بند دروازہ ہے یعنی آپ کے دور

میں وہ فتنہ شروع نہیں ہوگا، عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا وہ دروازہ کھولا جائے گا یا توڑ دیا جائے گا۔ حضرت حذیفہ نے کہا کہ توڑ دیا جائے گا۔ حضرت عمر نے فرمایا پھر تو قیامت تک کبھی بند نہ ہو جائے

ہے نہ سرفروشی سے کہا آپ حذیفہ سے پوچھئے کہ کیا حضرت عمر کو معلوم تھا کہ وہ دروازہ کون ہے؟ چنانچہ سرفروشی سے پوچھا تو آپ نے فرمایا

عَنْ حَدِيْفَةَ قَالَ قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مَنْ يَحْفَظْ حَدِيثًا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْفِتْنَةِ قَالَ حَدِيْفَةُ أَنَا سَمِعْتُ يَقُولُ فِتْنَةُ التَّجْمِلِ فِي أَهْلِهِ وَمَالِهِ وَجَارِهِ وَتَكْفُرُهَا الصَّلَاةُ وَالصِّيَامُ وَالصَّدَقَةُ قَالَ أَلَيْسَ أَسْأَلَ عَنْ ذِكْرِ النَّاسِ أَسْأَلَ عَنِ النَّبِيِّ تَتَوَجَّعُ كَمَا يَتَوَجَّعُ الْخَيْرُ قَالَ وَإِنْ دُونَ ذَلِكَ بَابًا مَّغْلَقًا قَالَ فَبِقَافِهِمْ أَفِي يَكْتُمُ قَالَ ذَلِكَ أَجْدَرُ أَنْ لَا يُغْلَقَ إِلَى دَوْمِ الْفِتْنَةِ فَقُلْنَا لَيْسَ دُونَ سَلَةِ أَكُنْ عُمَرُ يَكْتُمُ مِنَ الْبَابِ فَسَأَلَهُ فَقَالَ نَعَمْ كَمَا يَعْلَمُ أَنَّ دُونَ عِدِّ الْبَيْلَةِ۔

کھولا جائے گا یا توڑ دیا جائے گا۔ حضرت حذیفہ نے کہا کہ توڑ دیا جائے گا۔ حضرت عمر نے فرمایا پھر تو قیامت تک کبھی بند نہ ہو جائے

میں حاصل ہوگی۔ زکری نے کہا کہ سیران غفلان کے وزن پر ہے۔ اس کے معنی میں کثیر الارسی، یعنی بہت زیادہ سیرانی والا۔ چونکہ روزہ داروں کی جھوک پیاس پر کثرت سیرانی کے ساتھ یہ جزا دی جائے گی۔ اس لیے یہ نام رکھا گیا۔

حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے لشکر کے راستے میں جوڑا جوڑا خرچ کیا، اسے بہت کے دروازوں سے بلایا جائے گا کہ اللہ کے بندے! وہ اچھا ہے، جو شخص نمازی ہوگا اسے نماز کے دروازے سے، جو مجاہد ہوگا اسے جہاد کے دروازے سے، جو روزہ دار ہوگا اسے باب سیاتین سے اندر جہنم کے دروازے سے بلایا جائے گا۔ اس پر ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا میرے ماں باپ آپ پر قربان یا رسول اللہ اگر کوئی ان دروازوں میں سے کسی ایک دروازے سے بھی بلایا جائے تو بھی کوئی حرج نہیں لیکن کوئی ایسا بھی ہوگا جو ان سب دروازوں سے بلایا جائے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اتَّقَى زَوْجَيْنِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ تَزَوَّجَ مِنْ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ يَأْتِيهِ مِنْ هَذَا خَيْرٌ فَخَيْرَ كَانٍ مِنْ أَهْلِ الصَّلَاةِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الصَّلَاةِ وَمَنْ كَانَتْ مِنْ أَهْلِ الصِّيَامِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الذِّكْرِ وَمَنْ كَانَتْ مِنْ أَهْلِ الصَّدَقَةِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الصَّدَقَةِ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ كَيْفَ يَأْتِي رَسُولَ اللَّهِ مَا عَلَى مَنْ دُعِيَ مِنْ تِلْكَ الْأَبْوَابِ مِنْ مَكْرُومَةٍ فَهَلْ يَدْخُلُ أَحَدٌ مِنْ تِلْكَ الْأَبْوَابِ كُلِّهَا قَالَ نَعَمْ وَأَدْخُلُوا أَنْ تَكُونُوا مِنْهُمْ رَجَاوِي

ایسے لوگ بھی ہوں گے اور مجھے اُمید ہے کہ تم ان لوگوں میں سے ہو گے

حضرت صدیق اکبر کو جنت کے سب دروازوں سے بلایا جائے گا
اس حدیث روزہ دار کے فضل و شرف کا بیان ہے اگر اس کا اعتراف نہ ہوگا کہ جنت میں ایک خاص دروازہ سے داخل ہوگا اور اس کے ساتھ ساتھ تمام المؤمنین اصدق الصادقین امام الیقینا سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جنت بزرگی کا بیان بھی ہے کہ آپ تمام حسنات و خیرات کے جامع ہیں اور تقویٰ کے نہایت بلند ترین پرفاخر ہیں اور آپ کی خصوصیت یہ ہے کہ آپ کو جنت کے ہر دروازہ سے بلایا جائے گا۔

بَابُ هَلْ يُقَالُ رَمَضَانُ أَوْ شَهْرُ رَمَضَانَ وَمِنْ رَأَى كَلَّهُ وَاسْعَا

باب رمضان یا ماہ رمضان کیا کہیں اور اس کی دلیل جو دونوں طرح کہنا درست جانتا ہے اہل علم کا اس میں اختلاف ہے کہ رمضان کو شہر رمضان کہنا مناسب ہے یا صرف رمضان۔ بعض صرف رمضان کہنے اور بولنے کو مکروہ قرار دیتے ہیں۔ مگر زہری و ان احادیث میں خود حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان بغير لفظ شہر اور لفظ شہر کے ساتھ ارشاد فرمایا ہے۔ لہذا دونوں طرح بلا کر بہت جائز ہونا چاہیے۔

حضور علیہ السلام نے فرمایا جو شخص رمضان کے روزے

رکھے اور نماز یا رمضان سے آگے روزے۔

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَامَ رَمَضَانَ وَقَالَ لَا تَقْبَلُ مَوْتًا

انہ دنوں تعلیقات سے اور ان کے بعد کی احادیث کو ذکر کر کے امام بخاری نے یہ واضح کیا ہے کہ شہر رمضان اور رمضان دونوں طرح حدیث نبوی میں وارد ہو رہے۔ اور یہی ان احادیث کی عنوان سے مناسبت ہے۔

حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا جب رمضان آتا ہے تو جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب ماہ رمضان آتا ہے تو آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہیں اور دروازے کے مدار سے بند

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا جَاءَ رَمَضَانُ فَتُجْتَبَأُ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ (بخاری)

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ شَهْرُ رَمَضَانَ فَتُجْتَبَأُ أَبْوَابُ السَّمَاءِ وَتُغْلَقُ أَبْوَابُ جَهَنَّمَ وَتُسَلِّسَلُ السُّبُطُ طِينٌ

کیے جاتے ہیں اور شیطان زنجیروں میں کس دیے جاتے ہیں

۱۔ جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔ بعض شارحین نے اس سے کثرت طاعات فرمادیا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ ماہ رمضان میں نیکی کی توفیق بڑھ جاتی ہے۔ آدمی اس ماہ مبارک میں اور بخیر کی طرف زیادہ متوجہ ہو جاتا ہے۔ حدیث نمبر ۱۸۱۱ میں سما سے مراد جنت ہے۔ ایک حدیث میں ابواب رحمت کے لفظ مروی ہوئے ہیں اور اس سے بھی جنت مراد ہے۔ کیونکہ ابواب رحمت کا اطلاق ابواب جنت پر۔ حدیث اجتمع الجنة والنار سے واضح ہے۔

۲۔ اور یہ جو فرمایا کہ شیطان رمضان کے مہینے میں قید کر دیے جاتے ہیں۔ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس ماہ مبارک میں شرعی کی پہچان ہو جاتی ہے۔ سوال کیا جاتا ہے کہ اگر شیطان قید ہو جائے تو جب رمضان میں لوگ کوئی گناہ ہی نہ کریں؟ جواب یہ ہے یہ ان لوگوں کے لیے ہے جو روزہ کو اس کے مکمل آداب کے ساتھ ادا کرتے ہیں۔ بعض نے یہ جواب دیا۔ شیاطین الجبن تو قید ہو جاتے ہیں مگر انسانوں میں جو شیطان ہیں وہ قید نہیں ہوتے۔ وہ ہی گناہوں کا سبب بن جاتے ہیں۔ یا انسان کی مشغولی قوت سبب گناہ بن جاتی ہے۔ علامہ ابن حنفی علیہ الرحمہ نے فرمایا والمقصود تفتیل الشیطان لئلا یغفل عما لا یحکم فیہ ہے کہ ماہ مبارک میں شر اور شرارت میں کمی ہو جاتی ہے۔

محدثین کرام نے فرمایا: انسانوں کے دروازے کھولنا رحمت نازل کرنے سے کیا ہے اور جنت کے مدار سے کھولنا نیکیوں کی توفیق عطا کرنے سے، کیونکہ وہ دخول جنت کا سبب ہے اور جہنم کے مداروں کا بند کرنا روزے داروں کو سما سے امن دینے سے کیا ہے لیکن امام نووی نے فتح۔ و غلق میں دونوں صحیحین جائز رکھی ہیں۔ حقیق معنی بھی اور مجازی معنی بھی۔ یعنی دونوں میں سے کوئی سائنسی اختیار کیا جاسکتا ہے۔

بَابُ رُؤْيَا الْهَلَالِ

باب رمضان کے چاند کے متعلق

أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْوَلِيدِ بْنِ عُرْفَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا كَتَبَتْ تَحْتَهُ. يَمِينُ أُمِّ خُرَيْمٍ

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِذَا
رَأَيْتُمُوهُ فَصُومُوا وَإِذَا دَأَبْتُمُوهُ فَافْطُرُوا
فَإِنَّ عَمَلَكُمْ عَلَيْهِ فَاذِلُّوا لَهُ.

صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپ فرماتے تھے جب تم رمضان کا
چاند دیکھو تو روزہ رکھو اور جب شوال کا چاند دیکھو تو روزہ
موقوف کرو اور اگر پر تو ہمینہ کے تیس دن پورے کرو۔

فائدہ و مسائل

عربی میں تیسری شب کے چاند کو بلالؓ اور اس کے بعد کی راتوں کے چاند کے قرار پر چوبیس شب کے چاند کو بند کہتے ہیں
یہاں رمضان کی پہلی شب کا چاند مراد ہے۔ اکثر عبادات اسلامی کا مدار چاند پر ہے۔ اس لیے ہرمید کا چاند دیکھنے کا اہم
ہونا چاہیے۔ خصوصاً شبِ بَرَات، رمضان، شوال، عید الاضحیٰ کے چاند کے لیے تو خاص اہتمام ہونا چاہیے۔ فُصُوْمُوْا کے خطاب تمام مسلمان ہیں
راہِ بیتوہ میں لاخیر کا مرجع چاند ہے۔ جس سے واضح ہو کہ بعض کا چاند دیکھنا کل مسلمانوں کے لیے کافی ہے۔ چاند میں اختلاف مطالعہ کا اعتبار
نہ ہوگا۔ جیسا کہ امام شافعی علیہ الرحمہ کا خیال ہے۔ مطلب حدیث یہ ہے کہ جب رمضان یا شوال کا چاند ثابت ہو جائے تب روزہ رکھو اور
اور عید مناوے شک و شبہ کی بنا پر نہ روزہ رکھو اور درعید کرو۔ فَإِنْ عَجَّ عَلَيَكُمْ اور اگر بارِ غبار کی وجہ سے چاند دکھائی نہ دے تو مہینہ کا
اندازہ کر لو (فاقداً والہ) یعنی تیس دن پر سے کر لو کیونکہ قمری مہینہ ۲۹ دن سے کم اور ۳۰ دن سے زیادہ نہیں ہوتا۔

واضح ہو کہ شعبان کی ۲۹ تاریخ کو

صَوْمُ الرُّبُوعِ يَوْمَ الْاِفْطَرِّ وَالرُّبُوعِ يَوْمَ عَمَّ
الْهِلالِ فَالْكُلُوْا عِدَّتِ شَعْبَانَ ثَلَاثِينَ
يَوْمًا۔ (ابوداؤد)

حضور نے فرمایا روزہ رکھو چاند دیکھ کر اور افطار کرو
(یعنی عید کرو) چاند دیکھ کر۔ اگر بارِ غبار کی وجہ سے چاند نظر
نہ آئے تو شعبان کے تیس دن پورے کرو۔

اسی طرح اگر ۲۹ رمضان کو چاند نظر نہ آئے تو ۳۰ روزے پورے کر کے عید کر دیں۔

۱۔ اگر ۲۹ شعبان کو مطلع صاف نہ ہو اسان پر بارِ غبار کی وجہ سے چاند نظر نہ آئے لیکن ایک مسلمان چاند دیکھنے کی خبر دے تو اس کی خبر پر
اعتماد کر کے روزہ رکھا جائے گا جیسا کہ حدیث صحیح میں وارد ہوا ہے۔

حضور کی خدمت میں ایک اعرابی حاضر ہوا۔ عرض کیا
میں نے چاند دیکھا ہے۔ فرمایا کیا تو کو اسی دیتا ہے کہ اللہ کے
سوا کوئی معبود نہیں؟ عرض کیا بیشک۔ فرمایا کیا کو اسی دیتا
ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں؟ عرض کیا۔

اعْرَابِي فَقَالَ اِنِّي سَأَيْتُ الْهِلالَ قَالَ اَتَشْهَدُ اَنْ
لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ قَالَ نَعَمْ قَالَ اَتَشْهَدُ اَنْ مُحَمَّدًا
رَّسُوْلُ اللّٰهِ قَالَ نَعَمْ قَالَ يَا بِلَالُ اِذْنِي فِي النَّاسِ
فَلْيَصُومُوْا۔

یقیناً۔ حضور نے فرمایا۔ ۱۰ سے بلالؓ اسلان کرو۔ لوگ روزے رکھیں

اسے حدیث کی بنا پر فقہاء کرام نے فرمایا۔ اگر ۲۹ شعبان کو مطلع صاف نہ ہو تو ایک مسلمان کی خبر رویت سے رمضان کا ثبوت ہو جائے گا۔

۲۔ شرح قنابریں ہے وقت بلادعربی ولفظ اشھد للصوم مع غیر خبر فرد۔ ورمختار میں ہے۔ قبل بلادعربی بلا لفظ اشھد
وبلا حکم و مجلس فضلاء لا تہ خبر لا شہادۃ للصوم مع علۃ کغیر و معاً س خبر عدل و مستوی۔ الخ۔ وقال انشائی
رَآتْهَا السَّوَادِيَةُ اَيْضًا ورد المختار

- اور اس صورت میں لفظ اشہد، مجلس قضاء وغیرہ کی حاجت نہیں ہے۔ علامہ شامی علیہ الرحمہ نے تصریح فرمائی کہ یہ بھی ظاہر الروایت ہے۔
- ۲۔ اگر ۲۹ رمضان کو مطلع صاف نہ ہو اور غبار ہو تو ایسی صورت میں اگر دو عادل مسلمان چاند دیکھنے کی گواہی دی تو ان کی شہادت پر عید کی جائے گی۔
- ۳۔ اور اگر ۲۹ رمضان کو مطلع صاف ہو، اور غبار نہیں ہے تو ایسی صورت میں جمیع عظیم کی گواہی سے عید کر سکیں گے۔ بصورت دیگر ۳۰ روزے پورے کر کے عید کی جائے گی۔

فائدہ باب میں اختلاف ہے۔ امام ابو یوسف کی رائے میں ۵ آدمی جم غفیر ہیں۔ اور بعض نے کوئی تعداد مقرر نہیں کی۔ بلکہ اس کو قاضی و عالم کی صوابدید پر چھوڑ دیا گیا ہے کہ جس قدر افراد سے اسے ظن غالب ہو جائے، کافی ہے اور بات بھی یہی ہے کہ جب عظیم کی قید کا مقصد سوائے اس کے اور کچھ نہیں ہے کہ قاضی یا اس زمانہ میں مفتی کو چاند دیکھنے کے دعویداروں کی بات پڑن غالب ہو جائے، عالمگیری میں ہے وان لم یکن فی السماء علة لحد ثقليل الا شهادة جمع عظیم ليقع العلم بخبرهم

× × × وسواء فی ذلک رمضان وشوال وذو الحجة۔ ومنتار میں ہے وقيل بلا علة جمع عظیم ليقع العلم النشعي وهو غلبتا الظن بخبرهم وهو مفرغ من إلى سري الامام من غير تقدير بعد۔ علی المذهب و عن الامامانہ یکتفی بشاھدین واختاره فی البحر

پسے جب ظاہر الروایۃ دو گواہوں کی ہے تو مطلع صاف ہونے کی صورت میں بھی دو گواہوں کی گواہی سے عید کی جاسکتی ہے۔ خصوصاً ایسی صورت میں جبکہ صاحب بحر نے تصریح فرمائی (واختاره فی البحر) حیث قل وینبغي العمل علی ہذا۔ الروایہ فی زماننا (رد المحتار) اور علامہ شامی نے بطور فیصلہ فرمایا فتعین الاختاء بالروایۃ الاخری۔ لہذا صفاء مطلع کی صورت میں ہمارے علماء کا جمع عظیم ہی کی شرط کو بہر صورت و بہر حال پیش نظر رکھنا اور دو کی شہادت کو کافی قرار دینا

لہ ہدایہ شرح البروج ہے۔ واذکان بالسواء علتہ لثقل فی ہلال العظ الا شہادۃ رجلین۔ اور جل و امرتین — والاضحیٰ کالقط فی ظاہر الروایۃ وهو الاصح خلا فالعاری عن ابی حنیفۃ رحمہ اللہ انہ کہل رمضان لانہ تعلق بہ نفع العباد وهو التوسع بالحکم الاضاحی — علامہ ابن ہام علیہ الرحمہ نے اس کی شرح میں فرمایا: قوله لانہ تعلق بہ نفع العباد۔ تعلیل ظاہر الروایتہ۔ وفي التفتہ رجع روایۃ النوادر فقال والصحیح انہ یقبل فیہ شہادۃ الواحد لان ہذا من باب الخبر فیلزم الخبر اولاً ثم ینتجی منہ الی غیرہ — فساد کہلال رمضان فی تعلق حق اللہ تعالیٰ بہ یقبل فی الخیر الواحد العدل ولا یقبل فی الصحر الا التواتر اور ما بلکہ یہ ہے کہ صحیح کو اصرار ترجیح ہے لا نہما اتفاقاً علی انہ صحیح والاخذ بالمتفق اذنی۔ اس مذکورہ بالا روایت جو کہ صحیح ہے کہ دوسے بجانب ابو غبار ایک مرد عادل مسلمان کی گواہی سے بھی عید اضحیٰ کر لینی جائز ہے۔

درست نہیں ہے۔ جب ہمارے امام علیہ الرحمہ سے ظاہر لڑائی دو گواہوں کی شہادت قبل کر کے عید کرنے کی ہے تو اس کو نظر انداز کریں کیا جاتا ہے

يَا بَنِي إِسْرَءِيلَ أَتَىٰكَ الْفِتْنَةُ ۖ أَفَلَا حَسْبَابٌ لَّيْسَ

باب، جس نے رمضان کے روزے ایمان کے ساتھ حصولِ ثواب کے ارادہ اور نیت سے رکھے

وَقَالَتْ عَالِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُبْعَثُونَ عَلَى بَنَاتِهِمْ -

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَامَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ إِيمَانًا
وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَفُتِحَ
صَلَمُ رَمَضَانَ إِنَّا نَاوِئًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا
تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ -

عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالہ سے فرمایا کہ لوگوں کو ان کی امتیاز کے مطابق اُٹھایا جائے گا۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص شب قدر میں ایمان کے ساتھ اور جھوٹے ثواب کے ارادہ سے عبادت کرتا رہا۔ اس کے پچھلے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ اور جس نے رمضان کے روزے ایمان کے ساتھ اور جھوٹے ثواب کے ارادہ سے رکھے اس کے پچھلے

گناہ مُعاف ہو جاتے ہیں۔

۱۰ اُردو مسائل

مَنْ صَامَ مَصْنَعًا، یعنی ایمان و اعتساب کے ساتھ روزہ رکھنے والے کے پچھلے گنہ معاف ہو جاتے ہیں۔

مَنْ قَامَ لَيْلَةَ الْقَدَرِ مِنْ خَاصِّ مَصْنَعٍ كِي رَاتٍ مُرَادُہے جسے لیلۃ القدر کہتے ہیں۔ جیسے

ہے لیکن تراویح کو ملاوینا زیادہ صحیح ہے۔ شب قدر ہر رمضان میں آتی ہے۔ یہ غالباً سترائیسویں رمضان کی رات ہے۔ اس رات میں عبادت ہزار مہینوں کی عبادت سے بہتر و افضل ہے۔ احمد و نسا کی حدیث میں ہے:-

مَنْ حُرِمَ خَيْرَهَا فَقَدْ حُرِمَ

یعنی جس نے یہ رات گناہوں میں گزاری یا اس رات

بھی ملا علی شریعی عشا و فجر کا جماعت سے بڑے بڑے وہ اس کی خیر و برکت سے کلی طور پر محروم ہو گیا۔ کیونکہ کثرتِ تہجد میں عبادت کی ایک قسم عشا و فجر کا جماعت سے ادا کرنا ہے تو جس نے یہ بھی نہ کیا وہ محروم ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیقِ عبادت عطا فرمائے۔

احقسابا: حسب سے اس کے معنی سمجھنے گمانی کئے کے ہیں یعنی وہی روزہ بارگاہ الہی میں شرف قبولیت پائے گا جو ایمان و اعتساب طلب ثواب اور عباد الہی کے حصول اور غلوں کے ساتھ رکھا جائے۔ یہی ہے کہ خداوند شریفین کے رشتہ کار انہیں ثواب دے گا۔ کیونکہ ان میں ایمان میں اور اسی طرح جو عمل ان میں مخالف علامت کے ہیں وہ روزہ رکھنے کا ثواب سے محروم رہے گا کہ یہاں ایمان تو ہے مگر اعتساب طلب ثواب نہیں ہے۔

[illegible]

عبادت سے کیا معاف ہو؟ جواب یہ ہے کہ روزہ کی برکت سے گناہ وغیرہ معاف ہوئے اور زیادہ کیے کیسے، معین و قرار پائے اور لیلۃ القدر کی عبادت سے درجات بلند ہوئے

بَابُ أَجْوَدَ مَا كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكُونُ فِي رَمَضَانَ

باب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں سب سے زیادہ عبادت کرتے تھے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عبادت اور خیر کے معاملہ میں سب سے زیادہ سعی تھے اور آپ کا جو اس وقت اور بڑھ جاتا تھا جب جبریل علیہ السلام آپ سے رمضان میں ملے تھے۔ جبریل علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے رمضان کی ہر رات میں ملتے تاکہ رمضان کا معینہ گزر جائے اور حضور اور جبریل علیہ السلام کا دور کرتے۔ اور جب حضرت جبریل آپ سے ملنے آتے تو آپ نہایت ناز ہوئے رحمت سے بھی زیادہ کئی اور عبادت ہر جتنے تھے۔

قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَجْوَدَ النَّاسِ بِالْخَيْرِ وَكَانَ أَجْوَدَ مَا يَكُونُ فِي رَمَضَانَ حِينَ يَلْقَاهُ جَبْرَائِيلُ وَكَانَ جَبْرَائِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَلْقَاهُ كُلَّ لَيْلَةٍ فِي رَمَضَانَ حَتَّى يَسْكُنَ بَيْتَهُ عَلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْقُرْآنَ فَإِذَا لَقِيَهُ جَبْرَائِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ أَجْوَدَ بِالْخَيْرِ مِنَ الرَّجُلِ الْمُسْئِلِ

یہ حدیث باب کیفیت کان بداء الوجی فیض الباری جلد اول میں مستخرج ہے گزر چکی ہے حضور علیہ السلام سب سے زیادہ عبادت کرتے۔ لیکن رمضان کے مبارک مہینہ میں آپ کی سخاوت اور جو در کم بہت بڑھ جاتا تھا۔ کیونکہ رمضان کے مہینہ میں ثواب گناہ طلبے نیز رمضان میں روزہ ہے جو اشرف العبادات ہے۔ لیلۃ القدر ہے اور رمضان کی راتوں میں جبریل علیہ السلام آتے تھے اور حضور کے ساتھ قرآن پاک کا دور کرتے تھے۔

بَابُ مَنْ لَمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّورِ وَالْعَلَّ بِهٖ فِي الصَّوْمِ

باب جو شخص روزے میں جھوٹ بولنا اور دغا بازی کرنا نہ چھوڑے۔

ہر یہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص جھوٹ بولنا اور دغا بازی کرنا نہ چھوڑے تو اللہ تعالیٰ کو یہ احتیاج نہیں کہ اس کا چاکہ ناپانی چھوڑ دے۔

هُزَيْفَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّورِ وَالْعَلَّ بِهِ فَلَيْسَ لِلَّهِ حَاجَةٌ فِي أَنْ يَبْدَعَ طَعَامَهُ وَشَرَابَهُ

قول الزور سے جھوٹ بولنا، حتیٰ سے اعراض کرنا، باطل کو اختیار کرنا، تہمت لگانا مراد ہے۔ مطلب حدیث یہ ہے لوگ عمر ان بیمار یوں میں مبتلا ہوتے ہیں تو روزہ کا تقاضا یہ ہے کہ آدمی تمام کاموں اور برائیوں سے پرہیز کرے۔ خصوصاً روزہ رکھ کر جھوٹ بولنا، تہمت لگانا، جھوٹ بولنا، حدیث ہذا میں فلیس للہ حاجۃ کے جملے سے کذب و افتراء

فوائد و مسائل

تحت ایسے گناہوں کی سنگینیت کو بیان فرما کر ان سے بچنے کی تلقین فرمائی گئی ہے کہ یا ایسے گناہ ہیں کہ روزہ کے ثواب میں کمی کر دیتے ہیں لہذا مسلمانوں کو بجا بہت روزہ گناہوں سے پرہیز کر کے روزہ کا پورا ثواب حاصل کرنا چاہیے۔

بَابُ هَلْ يَقُولُ إِنِّي صَائِمٌ إِذَا شِئْتُ

باب کوئی اس کو گالی دے تو یہ کہہ سکتا ہے۔ میں روزہ دار ہوں

ابو صالح جو گھمی بیٹھا تھا، اُس نے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا وہ کہتے تھے انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ آدمی کا ہر نیک عمل اُس کے لیے ہے۔ مگر روزہ، وہ خاص میرے لیے ہے اور میں جس کا بدلہ دوں گا اور روزہ گناہوں کی سہ ہے۔ اور جب تم میں کوئی روزہ رکھے تو خوش باطنی نہ کرے، نہ غل چائے۔ اگر کوئی اُس کو گالی دے یا اُس سے لڑے تو کہہ دے میں روزہ دار آدمی ہوں۔ قسم اُس کی جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے۔ روزہ دار کے منہ کی بوائے کو شک کی خوشبو سے زیادہ پسند ہے۔ روزہ دار کو خوشبیاں ہیں، ایک خوشی روزہ اٹھا کر کے کے وقت اور دوسری لقاء الہی کے موقع پر جبکہ روزہ کا ثواب

عَنْ أَبِي صَالِحٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَبَاهُ يُرِيدُ
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللَّهُ كُلُّ عَمَلٍ ابْنِ آدَمَ
لَهُ إِلَّا الصَّيَامَ فَإِنَّهُ لِي وَأَنَا أَجْزِي بِهِ
وَالصَّيَامُ حُبُّهُ وَإِذَا كَانَ يَوْمُ صَوْمٍ أَحَدُكُمْ
فَلَا يَزِفُّ مَنَّهُ وَلَا يَفْحَبُ فَإِنْ سَأَتَهُ أَحَدٌ أَوْ
قَاتَلَهُ فَلْيَقُلْ إِنِّي أَمْرٌ صَائِمٌ وَالَّذِي لِنَفْسِي
مُحَمَّدٌ بِبَيْنٍ لَتَحْلُوتَ فَمِ الصَّائِمِ أَطِيبُ عِنْدَ
اللَّهِ مِنْ رِيحِ الْمِسْكِ لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ
يَفْرَحُهُمَا إِنْ أَفْطَرَ فَرِحَ وَإِذَا لَقِيَ رَبَّهُ
فَرِحَ بِصَوْمِهِ۔

حاصل کر کے خوش ہوگا

مقصود عنوان یہ ہے کہ روزہ دار کو اگر کوئی گالی دے یا لڑائی جھگڑا کرے تو روزہ کے تقدس کا اتنا خیال ہے کہ آدمی جواب میں یہ کہے کہ میں روزہ سے ہوں۔ حدیث زیر عنوان میں بھی اسی کا بیان ہے۔ حدیث مذاہب میں روزہ کی عظمت کا بیان ہے کہ روزہ کا ثواب اللہ تعالیٰ خود عطا فرمائے گا۔ اور یہ کہ روزہ دار کو ہر حال صبر و ضبط سے کام لینا چاہیے۔ برائیوں، فضول و لغو باتوں، لڑائی جھگڑے سے پرہیز کرنا چاہیے۔

(۲) روزہ دار کو بوقت افطار روزہ کے پورا ہونے کی خوشی ہوتی ہے اور دوسری خوشی لقاء الہی کے وقت ہوگی جبکہ روزہ دار گناہ الہی میں مرتبہ جہل نہ پڑے گا۔ اور ثواب عطا فرمایا جائے گا۔

کل عمل ابن آدم : مطلب یہ ہے کہ ایک نیکی کا ثواب دس گنا سے لے کر سات سو گنا تک عطا فرمایا جاتا ہے۔ قرآن مجید میں فرمایا۔

عَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ أَثْمَانِهَا

اگر آج رہے اور جو بدی کیبر کرے گا تو اس کو اتنا ہی بدلہ دیا جائے گا جتنا اس نے قصور کیا ہے (سورہ انفام) سورہ نساء میں فرمایا۔

وَإِنْ تَكَ حَسَنَةً لِيُضَافْهَا وَبُيُوتَ مِنْ ثَمَرِهِ أَجْرًا

اگر کوئی ایک نیکی کرے تو اللہ تعالیٰ اسے دو چند کرتا ہے اور پھر

عَظِيمًا (سورة نساء)

اپنی طرف سے بڑا اجر عطا فرمائے۔

اور اتنا عطا فرمائے کہ بندہ کہ دم و گمان میں بھی نہیں ہوتا۔ اور اس کا فضیل خاص ہے جس کو چاہے نواز دے تو عام اعمال خیر کے لیے تو یہی طریقہ ہے کہ ایک نیک کتاب دس سے سیکر سات سو عطا فرمایا جاتا ہے۔ لیکن روزہ کے متعلق ارشاد باری یہ ہے:-

إِلَّا الصَّوْمَ فَإِنَّ فِي

نَوَافِلَ رَزَقَ كَے روزہ کو تومیر ہے۔ اگرچہ تمام عبادتیں

اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہیں۔ مگر روزہ کے متعلق خاص طور پر یہ فرمانا "رَزَقَ مِیرَے لیے ہے" اس کی چند وجہیں ہیں۔

- ۱۔ تمام عبادات میں ریا و مکر ہو سکتا ہے کیونکہ ان عبادات کی کوئی مذکورئی ظاہری صورت ہوتی ہے۔ جیسے نماز میں سجدہ رکوع و قیام، حج میں طواف کعبہ وغیرہ۔ زکوٰۃ میں مال کا غریب کو دینا کہ غنا پر ٹھنسنے والا، حج کرنے والا، زکوٰۃ دینے والا پہچانا جاتا ہے۔ مگر روزہ کی ظاہری صورت نہیں ہے۔ اس کا تعلق تو صرف اللہ تعالیٰ سے ہے۔ جو روزہ رکھتا ہے وہ مخلص ہی ہے کیونکہ یہ ایک عبادت ہے کہ کھانسی کا اظہار کر سکتا ہے تو روزہ بہر حال ایک مخلصانہ عبادت ہے۔ اس لیے فرمایا یہ تومیر سے لیے ہے اور انا اُجِزْ شِیْءٌ۔ اور میں ہی اس کا ثواب عطا فرماؤں گا۔ انا اُجِزْ شِیْءٌ معرود کے معنی یہ ہوں گے کہ روزہ کا ثواب براہ راست میں خود دوں گا۔ کتنا دل کا تو اس کو مقرر نہیں فرمایا۔ اور اُجِزْ شِیْءٌ مجھ پر چھوڑا جائے تو معنی یہ ہوں گے کہ تمام عبادات کا ثواب جنت ہے۔ مگر روزہ ایک ایسی مخلصانہ عبادت ہے کہ اس کا ثواب میری ذات ہے۔ بندہ کو روزہ کے ثواب میں میں ہل جاؤں گا۔ غور کیجئے فقہاء الہی کے مقابل بھی کوئی ثواب یا درجہ ہے؟
- ۲۔ قیامت کے دن دوسری عبادتوں کا ثواب اہل حق کو دیا جاسکتا ہے جتنی کہ قرض خواہ مقروض سے سات سو نازیں قرض کے عوض میں حاصل کر کے گا۔ لیکن روزہ کسی حق والے کو دیا جائے گا کہ روزہ تو خاص اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔

۳۔ کفار و مشرکین قرآنی، حج، خیرات، سجدہ وغیرہ قبول کے لیے کرتے ہیں۔ مگر کوئی کافر نیت کے لیے روزہ نہیں رکھتا۔ کافر روزہ رکھتا بھی ہے تو صفائی نفس کے لیے تاکہ قبول سے قرب حاصل ہو سکے۔ تو روزہ ایسی عبادت ہے جو غیر اللہ کے لیے نہیں کی جاتی (مزمناوات واشتقاقیات)

بَابُ الصَّوْمِ لِمَنْ خَافَ عَلَى نَفْسِهِ الْعَزْوَبَةَ

باب جو شخص زنا میں مبتلا ہونے کا خوف کرے وہ روزہ رکھے

فَقَالَ مِنْ اسْتِطَاعَ انْبَاءَةً فَلْيَتَزَوَّجْ فَإِنَّهُ أَغْنَىٰ
لِلْبَصَرِ وَاحْصَنُ لِلْفَرْجِ وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ
بِالصَّوْمِ فَإِنَّهُ لَهُ وَجَاءُ قَالَ ابْوَعْبِدَ اللَّهُ انْبَاءَةً
النِّكَاحُ۔

حضرت علیہ السلام نے فرمایا جو نکاح کی طاقت رکھتا ہے
اسے نکاح کرنا چاہیے۔ نکاح آنکھوں کو بچا کرتا ہے۔ اور شرک
کا محافظ ہے اور جو اس کی طاقت نہیں رکھتا تو روزہ سے کولانم
پکڑے کیونکہ روزہ اس کے لیے قاطع شہوت ہوگا۔ امام ابو عبد اللہ

بخاری نے فرمایا باءۃ کے معنی نکاح کے ہیں۔

مطلب حدیث واضح ہے کہ نکاح جذبات لطیفانہ میں کمی کا باعث ہوتا ہے۔ آدمی میں اپنے جذبات کو کنٹرول کرنے کی طاقت پیدا ہوتی ہے اور اسی طرح بے راہ روی سے محفوظ رہ جاتا ہے۔ اسی طرح روزہ قاطع شہوت ہے اور روزہ بھی جذبات و احساسات انسان میں اعتدال کا ذریعہ بنتا ہے۔

بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا رَأَيْتُمُ اللَّيْلَ فَصُومُوا وَإِذَا سَأَيْتُمُوهُ فَافْطِرُوا

باب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد کہ جب چاند رمضان کا دیکھو تو روزے رکھو اور جب (عبدا) چاند دیکھو تو روزے رکھنا چھوڑ دو
وَقَالَ صَلَّهٌ مِّنْ عَمَادٍ مِّنْ صَاعِدٍ يُؤَمُّ الشَّيْءَ فَقَدْ
عَصَى أَبَا الْقَاسِمِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَكَرَ مَصِيَانَ فَقَالَ لَا تَصُومُوا
حَتَّى تَرَوْا الْهَيْلَالَ وَلَا تَفْطِرُوا حَتَّى تَرَوْهُ فَإِنْ عَمَّ
عَلَيْكُمْ فَأَقْدِرُوا لَهُ۔

باب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد کہ جب چاند رمضان کا دیکھو تو روزے رکھو اور جب (عبدا) چاند دیکھو تو روزے رکھنا چھوڑ دو
وَقَالَ صَلَّهٌ مِّنْ عَمَادٍ مِّنْ صَاعِدٍ يُؤَمُّ الشَّيْءَ فَقَدْ
عَصَى أَبَا الْقَاسِمِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَكَرَ مَصِيَانَ فَقَالَ لَا تَصُومُوا
حَتَّى تَرَوْا الْهَيْلَالَ وَلَا تَفْطِرُوا حَتَّى تَرَوْهُ فَإِنْ عَمَّ
عَلَيْكُمْ فَأَقْدِرُوا لَهُ۔

یہ حدیث باب هل یقال رمضان اوشهر رمضان میں گزر چکی ہے۔ اس حدیث میں شمس کا روزہ رکھنے کو ممنوع قرار دیا گیا ہے۔

یوم الشک کا روزہ ممنوع ہے جس دن کی رمضانیت میں شک ہو اس دن کا روزہ بائیں نیت رکھنا اگر یہ دن رمضان کا ہے تو روزہ رمضان کا اور نہ نفل کا۔ اس طرح کا روزہ مکروہ ہے، لیکن جو لوگ ہر مہینے کے آخر میں نفل روزے رکھنے کے عادی ہیں یا خالص نفل کی نیت کرنے پر قادر ہیں، ان کو بغیر نفل روزہ رکھنا جائز ہے۔

فَلَا بَأْسَ عَصَى اللَّهُ عَنْهُمَا يَقُولُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الشَّهْرُ هَكَذَا وَهَكَذَا وَحَسَنَ إِلَّا بَهَامَ فِي الثَّالِثَةِ۔ (بخاری)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مہینے دنوں اور راتوں دنوں کا ہوتا ہے۔ اور تیسری بار آپ نے انکو صاف دیا۔

حضرت عبداللہ بن عمر سے مروی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مہینے دنوں اور راتوں کا ہوتا ہے تو روزہ نہ رکھو حتیٰ کہ چاند دیکھو۔ پھر اگر تم پر چاند شبہ ہو جائے تو تیس دن کی گنتی پوری کرو۔

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الشَّهْرُ تِسْعٌ وَعِشْرُونَ يَكُونُ فَلَا تَصُومُوا حَتَّى تَرَوْهُ فَإِنْ عَمَّ عَلَيْكُمْ فَالْهِلَالُ الْوَحْدَةَ ثَلَاثِينَ۔ (بخاری)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یا ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا چاند دیکھ کر روزے شروع کرو اور چاند دیکھ کر موقوف بھی کرو، اگر اب ہو جائے تو شعبان کے تیس دن پورے کرو (بخاری)

عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «إِنَّ الشَّهْرَ الَّذِي أَفْلَحَ مَطْلَى تِسْعَةَ عَشْرَ مِنْ يَوْمِ مَا عَدَا أَذْكَرَ فَقِيلَ لَهُ إِنَّكَ خَلَفْتَ أَنْ لَا تَدْخُلَ شَهْرًا أَفْعَلَ إِنَّ الشَّهْرَ يَكُونُ تِسْعَةَ عَشْرَ يَوْمًا».

عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّ الشَّهْرَ الَّذِي أَفْلَحَ مَطْلَى تِسْعَةَ عَشْرَ مِنْ يَوْمِ مَا عَدَا أَذْكَرَ فَقِيلَ لَهُ إِنَّكَ خَلَفْتَ أَنْ لَا تَدْخُلَ شَهْرًا أَفْعَلَ إِنَّ الشَّهْرَ يَكُونُ تِسْعَةَ عَشْرَ يَوْمًا».

ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی بیویوں سے ایک مہینے کا ایلا کیا رحمت نہ کر کے کسی قسم کھائی۔ جب انتیس دن گزر گئے تو جمع سویرے یا تیسرے پر کو آپ ان کے پاس آ گئے۔ لوگوں نے عرض کیا آپ نے تو ایک مہینہ انگہ ہے کی قسم کھائی تھی۔ آپ نے فرمایا مہینہ انتیس دن کا بھی ہوتا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ازواج مطہرات سے ایلا کیا۔ آپ کے ہاؤں میں مورچ لگتی تھی۔ آپ انتیس راتوں تک ایک بالافلحے میں رہے۔ پھر وہاں سے اترے۔ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ نے ایک مہینہ کا ایلا کیا تھا۔ آپ نے فرمایا

مہینہ انتیس دن کا بھی ہوتا ہے۔ (بخاری)

فوائد و مسائل ان تمام حدیثوں کا مطلب یہ ہے کہ عربی مہینہ بھی ۲۹ دن کا ہوتا ہے (لیکن ۲۹ سے کم اور تیس سے زیادہ نہیں ہوتا) اگر ۲۹ کو چاند نظر نہ آئے تو پھر تیس دن پورے کر کے رمضان یا عید کرنی چاہیے۔ مثلاً اگر ۲۹ شعبان کو چاند نظر نہ آئے تو شعبان کے تیس دن پورے کیے جائیں گے۔ اسی طرح اگر ۲۹ رمضان کو چاند نظر نہ آئے تو رمضان کے تیس دن پورے کر کے عید کی جائے گی۔

بَابُ شَهْرٍ أَعِيدَ لَا يَنْقُصَانِ

باب عید کے دونوں مہینے ناقص نہیں رہتے

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ دو مہینے ناقص نہیں ہوتے۔ رمضان اور ذوالحجہ کے دونوں مہینے۔

ابو عبد اللہ بخاری نے کہا کہ احمد بن حنبل نے فرمایا۔ اگر رمضان ۲۹ کا ہو تو ذوالحجہ تیس کا ہوگا۔ اور اگر ذوالحجہ ۲۹ کا ہو تو رمضان تیس کا ہوگا۔

ابو الحسن نے فرمایا کہ حضرت اسحق بن راہویہ فرماتے تھے کہ وہ مہینہ کا مطلب یہ ہے کہ فیصلہ نہ ہو کہ تیس ہوگا۔ خواہ مہینہ ۲۹ کا ہو یا ۳۰ کا۔

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «شَهْرَانِ لَا يَنْقُصَانِ شَهْرُ رَمَضَانَ وَذُو الْحِجَّةِ».

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ: «وَقَالَ أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ: «إِنْ نَقَصَ رَمَضَانُ تَحْرُزُوا الْحِجَّةَ وَإِنْ نَقَصَ ذُو الْحِجَّةِ تَحْرُزُوا رَمَضَانَ».

وَكَانَ أَبُو الْحَسَنِ كَانَ اسطخ بن راہویہ يَقُولُ لَا يَنْقُصَانِ فِي الْفَضِيلَةِ إِنْ كَانَ تِسْعَةَ عَشْرَ يَوْمًا أَوْ ثَلَاثِينَ (بخاری)

فوائد و مسائل بعض علماء نے اس حدیث پر یہ شبہ کیا ہے کہ اگر ایک سال میں رمضان اور ذوالحجہ دونوں انتیس دن کے نہیں ہوتے یا دونوں تیس کے ہوں گے یا ایک انتیس کا دوسرا تیس کا۔ لیکن یہ غلط فہم لینا درست نہیں ہے۔ مثلاً اگر

یہ بتاتا ہے کہ رمضان و ذوالحجہ کبھی درولی تیس دن کے ہوجاتے ہیں اور کبھی دونوں تیس دن کے۔

۲- صحیح یہ ہے کہ احادیث ہذا میں کمی سے مراد وہ نہیں ہیں بلکہ ثواب کی کمی مراد ہے۔ مطلب حدیث یہ ہے کہ رمضان و ذوالحجہ ہر تیس دن کے ہوں یا ان تیس دن کے، ثواب بہر حال اللہ تعالیٰ اپنے نفع سے ہر دے دن کا ہی عطا فرمائے گا۔

فائدہ حضور سرور عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی حیات مبارک میں نور رمضان باٹے جن میں دیتے تھے اور سات تیسے (ترتیباً)

قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَكْتُبُ وَلَا تُحْسَبُ

باب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم لوگ حساب کتاب نہیں کرتے

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ إِنَّا أُمَّةٌ أُوتِيَتْ لَا تَكْتُبُ وَلَا تُحْسَبُ الشَّهْرُ هَكَذَا وَهَكَذَا يَغْفِي مَرَّةً لِنِشْعَةٍ وَعِشْرَيْنَ وَمَرَّةً ثَلَاثِينَ

مطلب حدیث یہ ہے کہ ہم حجاز کے رہنے والے عموماً حساب کتاب نہیں کرتے۔ مہینہ ۲۹ دن یا تیس دن کا ہوتا ہے۔

فوائد مسائل

اَنَا أُمَّةٌ أُوتِيَتْ: شارحین نے اس کے متعدد معنی و مفہوم بیان کئے ہیں۔ سب سے زیادہ مناسب معنی علامہ داوری علیہ الرحمہ نے لکھے ہیں۔ "ہم سابقہ کی کتابوں سے برابرت نہیں حاصل کرتے۔ ہم توحید الہی سے رہنمائی حاصل کرتے ہیں۔"

لَا تَكْتُبُ وَلَا تُحْسَبُ: نہ لکھیں نہ حساب لگائیں، کا یہ مطلب نہیں ہے کہ لکھنا یا حساب کرنا نہیں جانتے۔ پھر یہ بھی امر واقعہ ہے کہ کچھ بھی تھے اور حساب بھی لگاتے تھے۔ قرآن مجید میں فرض وغیرہ کو لکھنے کی برابرت موجود ہے۔ اس بارہ لا نکتب کا مفہوم یہ ہے کہ عموماً لکھتے نہیں اور لا تحسب کا مطلب یہ ہے کہ ہمارا حساب کتاب فتنہ، تحقیر، انذار اور علم نجوم پر مبنی نہیں ہے بلکہ حقائق پر موقوف ہے۔ اس تقریب سے خط کشیدہ جملوں کی مناسبت رمضان کے چاند سے بالکل واضح ہوجاتی ہے اور وہ یہ ہے کہ اسلامی عبادات اور ان کے اوقات کے معاملہ میں ہم علم نجوم کے محتاج نہیں ہیں۔ بلکہ اسلامی عبادات کے اوقات اعلام ظاہرہ و امور واضحہ پر مبنی ہیں۔

بَابُ لَا يَتَقَدَّرُ مَنْ رَمَضَانَ بِصَوْمِ يَوْمٍ وَلَا يَوْمَيْنِ

باب رمضان سے پہلے ایک یا دو دن کے روزے نہ رکھے جائیں

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَتَقَدَّرُ مَنْ أَحَدُ كُمْ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی شخص رمضان سے پہلے شہان

۱- قَالَ الدَّوْدِيُّ أُمَّةٌ أُوتِيَتْ لَمْ يَأْخُذْ عَنْ كِتَابِهَا إِلَّا مَعَهَا قَبْلَهَا. إِنَّمَا أَخَذَتْ عَمَّا جَاءَ عَالِوُجِي (عَلَيْهِ) ۲- وَالْمَلَدُ بِالْحِسَابِ مَعَهَا حِسَابُ النُّجُومِ.

رَضَّانَ يَصُومُ كَيْفَ مَرَّ يَوْمًا لَا أَنْ يَكُونَ رَجُلٌ
كَانَ يَصُومُ صَوْمًا فَلْيَصُمْ ذَلِكَ الْيَوْمَ -

کی آخری تاریخوں میں، ایک یا دو دن کے روزے نہ رکھے۔
البتہ اگر کسی کو ان میں روزے رکھنے کی عادت ہو تو وہ سب دن ہی روزہ رکھے۔

فوائد و مسائل

مقصود ماغت رمضان وغیر رمضان میں التباس سے بچنا ہے کہ اگر ۲۰ یا ۲۹ شعبان کو نفلی روزہ رکھا گیا تو لوگوں کو رمضان کے چاند کا شبر ہو سکتا ہے اور وہ صحیح میں شاید روزہ رکھنے والے نے رمضان کا چاند بھی دیکھا ہے۔ بعض اہل ممانت تنزیہی ہے اور عوام کے لیے ہے۔ بخاص لڑکے علماء و صلیا اگر روزہ رکھیں اور ظاہر نہ کریں تو درست ہے یا اگر کسی مسلمان کی عادت ہے کہ وہ ہر پیر یا جمعرات اجماع کو نفلی روزہ رکھتا ہے اور اتفاق سے اسے یسویں شعبان اسی روزہ کی تو اسے بالاکراہت نفلی روزہ رکھنا جائز ہے۔ کیونکہ یہ شک کے دن کا دن نہیں بلکہ اپنی عادت کے مطابق روزہ رکھتا ہے۔ جب تک کہ احادیث سے واضح ہے کہ خود حضرت علی علیہ السلام شعبان کے نفلی روزے رمضان سے ملا دیتے تھے (۲) رہے قضا و قدر کے روزے تو وہ ان دنوں میں بالاکراہت جائز ہیں۔

بَابُ قَوْلِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ

بَابُ التَّذَرُّعِ وَجَلِّ كَارِشَاد

روزوں کی راتوں میں اپنی عورتوں کے پاس جانا تھا ہے
لیے حلال ہو۔ وہ تنہا ہی لباس میں اور تم ان کے لباس -
اللہ تعالیٰ نے جانا کہ تم اپنی جانوں کو نجات میں ڈالتے تھے تو
تو اس نے تمہاری توبہ قبول کی۔ تو اب ان سے صحبت کرو۔ اور

أَحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصَّيَا وَالرَّفَثِ إِلَى نِسَائِكُمْ هُنَّ
لِبَاسٌ لَكُمْ وَأَنْتُمْ لِبَاسٌ لَهُنَّ عَلِمَ اللَّهُ أَنَّكُمْ كُنْتُمْ
فِتْنَةً أَنْفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنْكُمْ
فَالَا نَبَا ذُنُوبِهِمْ وَابْتَغُوا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ - (قُرْآن)

طلب کرو جو اللہ نے تمہارے نصیب میں لکھا ہو

فوائد و مسائل

۱۔ پہلی سورتوں میں افطار کے بعد کھانا پینا، جماعت کرنا تاڑ عشاء تک حلال تھا۔ بعد تاڑ عشاء یہ سب چیزیں شب میں حرام
بوجہ حالت تھیں۔ چنانچہ حکم زمانہ اقدس تک باقی تھا بعض صحابہ سے جن میں جناب عمر فاروق بھی شامل ہیں۔ رمضان کی
بعد عشاء مباشرت وقوع میں آئی۔ اس پر یہ حضرات نام نہ ہوئے اور بارگاہ نبوت میں عرض حال کیا۔ اللہ تعالیٰ نے مذکورہ بالا آیت میں معافی کے
اعلان کے ساتھ ساتھ اُعدہ کے لیے رمضان کی راتوں میں مغرب سے صبح صادق تک جماعت کو حلال قرار دیا۔

۲۔ آیت میں غیبت تھے جماعت ملا ہے جو قبل اباحت رمضان کی راتوں میں مسلمانوں سے سرزد ہوئی اور جس کی مُصافی کا اعلان فرما کر
اللہ تعالیٰ نے ان کی تسکین فرمادی

۳۔ فالان، یا مبرا اباحت کے لیے ہے کہ اب رمضان کی راتوں میں کھانے پینے جماع کرنے کی ممانعت اُٹھا دی گئی ہے۔ لہذا رمضان کی
راتوں میں اپنی بیوی سے قربت کی جا سکتی ہے۔ وَابْتَغُوا مَسْجِدًا مَقْصُودًا کہ مباشرت نسل و نسل حاصل کرنے کی نیت سے ہونا چاہیے
جس سے مسلمان بڑھیں اور دین قوی ہو یا اس کے معنی یہ ہیں کہ مباشرت موافق حکم شرع ہو یعنی جس عمل میں جس طریقہ سے مباح کی گئی ہے اس
سے تجاوز نہ کیا جائے (تفسیر احمدی) وَابْتَغُوا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ کے متعلق ایک قول یہ بھی ہے کہ اس سے مراد رمضان کی راتوں میں کثرت عبادت
اور بیدار رہ کر شب قدر کی تلاش و جستجو کرنا ہے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ كَانَ أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَانَ الرَّجُلُ صَائِمًا فَحَضَرَ الْإِفْطَارُ قَالُوا قَبْلَ أَنْ يَفْطُرَ لَمْ يَأْكُلْ يَتَلَهَّى وَلَا يُدْعَى حَتَّى يُبْسِي وَيَأْتِيَنَّ بَنُ مَرْثَةَ الْأَنْصَارِيِّ كَانَ صَائِمًا فَلَمَّا حَضَرَ الْإِفْطَارُ أَقْبَى أَمْرًا ثُمَّ قَالَ لَهَا عِنْدَكَ هَآمٌ قَالَتْ لَا وَلَكِنْ أَتُطْلِقُ فَاطْلُبْ لَكَ وَكَانَ يَوْمَهُ يَحْمِلُ فَعَلَيْتَهُ عَيْنًا فَجَاءَتْهُ أَمْرًا ثُمَّ قَالَتْ إِنَّهُ خَبَأَ لَكَ فَلَمَّا انْصَلَفَ النَّهَارُ عَشِيَ عَلَيْهِ فَعَدَّ لَكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَرَرْتُ هَذِهِ الْآيَةَ أَجَلَ لَكُمْ لَيْلَةَ الْيَقِينِ الْمَرْفُوعُ إِلَى نَسَاكُمْ فَفَرَّجُوا لَهَا فَرَحًا شَدِيدًا وَتَرَكْتُ دُمُوءًا شَرِبُوا حَتَّى يَبْتَلِينَ لَكُمْ الْخَيْطُ إِلَّا بَيْضَ لَكُمْ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْغَيْبِ (بخاری)

حضرت براد نے فرمایا: آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب کا یہ قاعدہ تھا ان میں کوئی روزہ دار نہ پڑتا اور افطار کے وقت وہ افطار کرنے سے پہلے سوجھتا تو پھر رات کو کچھ دکھا سکتا نہ دوسرے ہی جب شہم ہوتی تو کھا سکتا ایسا ہوا کہ قیس بن مسرہ انصاری روزہ دار تھے، افطار کے وقت وہ اپنی بی بی کے پاس آئے اور پوچھا کچھ کھانے کو ہے۔ انھوں نے کہا نہیں، لیکن میں جاتی ہوں انہیں سے ڈھونڈھ کر کچھ لاتی ہوں قیس سارے دن مزدوری محنت کیا کرتے تھے ان کی آنکھ لگ گئی، ان کی بیوی لوٹ کر آئی دیکھا تو وہ سو گئے ہیں، اس نے کہا بٹے بڑھیب دوسرے دن دوپہر کو وہ بیوش ہو گئے، بھوک کے مارے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کا ذکر آیا۔ اس وقت یہ آیت روزہ کی رات میں تم کو اپنی عورتوں سے محبت درست کی گئی (نازل ہوئی)، اس پر صحابہ محبت خوش ہوئے اور انہی

جب تک سفید دھاری کالی دھاری سے تم پر کھل نہ جائے۔ کھلتے پھٹتے رہو (بخاری)
اس حدیث سے واضح ہوا کہ رمضان کی راتوں میں کھانا پینا، جماع کرنا پہلے منع تھا، لیکن اب ممانعت نہیں رہی۔

بَابُ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى

بَابُ التَّعَالَى بِالْإِشْرَافِ

وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْغَيْبِ ثُمَّ أَتَخَوُّوا الْيَقِينَ إِلَى التَّيْلِ (قرآن مجید)

اور کھاؤ اور پیو۔ بیان تک کہ تمھارے لئے ظاہر ہو جائے سفیدی کا ڈھیرا سیاہی کے دھڑے سے پوچھ کر پھر رات تک روزے پر رہ کر دھڑا قباب تک اپنے دھڑے پہنچے

فوائد ومسائل ۱۔ حضرت براد سے روایت ہے یہ آیت حضرت عمر بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں نازل ہوئی۔ آپ مجتبیٰ آدمی تھے ایک دن بحالت روزہ دن ہجراتی زمین میں کام کر کے شام کو گھر آئے۔ بیوی سے کھانا مانگا وہ پکوانے میں مصروف ہوئی یہ تنگے مانگے تھے آنکھ لگ گئی جب کھانا تیار کر کے انہیں بیدار کیا انھوں نے کھانے سے انکار کر دیا کیونکہ اس زمانہ میں سوجھنے کے بعد روزہ دار پر گھب بھی کھانا پینا منع ہو جاتا تھا۔ حضرت عمرؓ نے اسی حالت میں دوسرا روزہ رکھ لیا صفت انتہاء کو پہنچ گیا۔ درپہر کو نشی گئی۔ ان کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی۔ اور رمضان کی راتوں میں ان کے سبب کھانا پینا مباح فرمایا گیا۔

۲۔ رات کو سیاہ دھڑے سے اور صبح صادق کو سفید دھڑے سے تشبیہ دی گئی۔ مطلب یہ ہے رمضان کی راتوں میں مغرب سے صبح تک

کھانا پینا صباح ہے (۲) صبح صادق تک اجازت دینے میں اشارہ ہے کہ جنابت روزے کے منافی نہیں جس شخص کو بحالت جناب صبح ہوئی وہ غسل کرے اس کا روزہ جائز ہے۔ اسی سے علامہ نے یہ مسئلہ نکالا کہ رمضان کے روزے کی نیت دن میں جائز ہے۔

آیت مذکورہ میں صبح صادق تک کھانے پینے جماع کی اجازت دینے میں اشارہ ہے کہ جنابت روزے کے منافی نہیں تو جس شخص کو بحالت جناب صبح ہوئی وہ غسل کرے اس کا روزہ جائز ہے (تفسیر احمدی) اسی سے علامہ نے یہ مسئلہ نکالا کہ رمضان کے روزے کی نیت دن میں جائز ہے۔

حضرت مسلم بن سعد رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ آیت نازل ہوئی کھاؤ پیو، تا آنکہ تم ہمارے لیے سفید دھاری سیاہ دھاری سے متنازع ہو جاؤ۔ لیکن تم الفجر (صبح کی) کے الفاظ نازل نہیں ہوئے تھے، اس پر کچھ لوگوں نے یہ کہا کہ جب روزے کا ارادہ ہو تا تو سیاہ اور سفید دھاگے کر پاؤں میں باندھ لیتے تھے اور جب تک دونوں دھاگے پوری طرح دکھائی نہ دیتے گئے، کھانا پینا بند نہ کرتے تھے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے من العقر

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ أُنْزِلَتْ وَكَلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّى يَبَيِّنَ لَكُمْ الْخِطَا لَا بَيْضَ مِنَ الْخِطَا إِلَّا سُودٌ وَلَمْ يَنْزِلْ مِنَ الْفَجْرِ وَكَانَ رَجُلٌ إِذَا أَدَّاهُ كَالصُّومِ سَلَبَ أَحَدُهُمْ فِي سَجَةِ الْخَيْلِ لَا بَيْضَ وَالْخِطَا إِلَّا سُودٌ وَلَمْ يَنْزِلْ يَأْكُلُ حَتَّى يَبَيِّنَ لَهُ رُؤْيَاهُمْ فَأَنزَلَ اللَّهُ بَعْدَ مِنَ الْفَجْرِ فَعَلِمُوا أَنَّهُ يَبْعَثُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ (بخاری)

کے الفاظ نازل فرمائے پھر لوگوں کو معلوم ہوا کہ اس سے مراد رات اور دن ہے۔ ان صحیح حدیثوں سے واضح ہوا کہ رات کے دوسرے سے صبح کا جب اور سفید سے صبح صادق مراد ہے اور یہ کہ ابتداء میں رمضان کی راتوں میں کھانا پینا جماع کرنا ممنوع تھا۔ لیکن اب اس کی اجازت دے دی گئی۔

حضرت عقیل بن حاتم رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: "تا آنکہ تمنازع ہو جاؤ ہمارے لیے سفید دھاری سیاہ دھاری سے" تو میں نے ایک سیاہ رسی لی اور ایک سفید اور دونوں کو ٹکڑی کے شے رکھ لی، پھر انہیں میں رات میں بکھٹا رہا کہ جب دونوں ایک دوسرے سے متنازع ہوں تو کھانے پینے کا وقت ختم ہو جائے (لیکن رات میں) ان کا رنگ ایک دوسرے سے متنازع ہوا۔ جب صبح ہوئی تو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور آپ سے اس کا ذکر کیا، آپ نے فرمایا کہ اس سے تو رات کی تاریکی (صبح کا جب اور دن کی سفیدی) واضح صادق مراد ہے (سفید اور رات کے دوسرے کا متنازع ہونا مراد نہیں ہے)۔

عَنْ عَقِيلِ بْنِ حَاتِمٍ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ حَتَّى يَبَيِّنَ لَكُمْ الْخِطَا لَا بَيْضَ مِنَ الْخِطَا إِلَّا سُودٌ وَعَبَدْتُ إِلَى عَقَالٍ أَبَيْضَ فَعَلَّيْتُهُمَا تَحْتَ وَسَادَ فِي فَجَعَلْتُ الظُّرُ فِي اللَّيْلِ فَلَا يَسْتَبِينُ بِي فَخَدَّوْتُ عَلَى وَسُولِي اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرْتُ لَهُ ذَلِكَ فَقَالَ إِنَّمَا ذَلِكَ سُودُ اللَّيْلِ وَبَيَاضُ النَّهَارِ۔

بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَمْنَعُكُمْ مِنْ صُحُورِكُمْ أَذْ بَلَالٍ

باب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد۔ بلال کی زبان تمہیں سحری کھانے سے نہیں روکتی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ بلال رضی اللہ

عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ بِلَالَكَانَ يُؤَدِّنُ بِلَالِي فَقَالَ رَسُولُ

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کُنْ اَوْ اَشْرُؤْ اَحْمٰی یُوْذِنُ
ابْنُ اُمِّ مَكْتُومٍ فَاِنَّهُ لَا یُؤْذِنُ حَتّٰی یُطْلَعَ الْعَجْرُ قَالَ
اَلْقَاسِمُ وَلَمْ یَكُنْ یَبْقٰی اِذَا اِنْهَدَا اِلَّا اَنْ یَّیْسَ فِیْ ذَا
یُنْزِلُ ذَا۔

رات میں اذان دیا کرتے تھے (رمضان کے مہینہ میں) اس لیے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تک ابن ام مکتوم
رضی اللہ عنہ اذان نہ دیں تم کھانے پیتے رہو، کیونکہ وہ صبح صادق
کے طلوع سے پہلے اذان نہیں دیتے۔ قاسم نے بیان کیا کہ دونوں کی

اذان کے درمیان صرف اتنا فاصلہ ہوتا تھا کہ ایک چڑھتے (اذان دینے کے لیے) تو دوسرے اُتے ہوئے ہوتے (اذان دے کر)

فوائد و مسائل

- ۱۔ اس حدیث سے واضح ہوا کہ سحری کا وقت صبح صادق ہے۔ جب صبح صادق ہو جائے تو کھانے پینے سے رک جانا چاہیے۔
- ۲۔ حضرت بلال صبح صادق سے بہت پہلے اذان دے دیا کرتے تھے جو سحری کے لیے جوئے کو ہوتی تھی۔ اور حضرت ابن مکتوم
طلوع صبح صادق پر ختم وقت سحری، اذان دیتے تھے۔ اس لیے حضور نے فرمایا: بلال کی اذان کو سحری کے وقت کا ختم ہو جائنا نہ سمجھا جائے۔
- ۳۔ دونوں کی اذان میں اُترنے اور چڑھنے کا وقفہ ہوتا تھا۔ حضرت قاسم بن محمد کے اس ارشاد کا مطلب علماء نے یہ بیان فرمایا کہ حضرت بلال
اذان دینے کے بعد درود وظیفہ میں مشغول ہو جاتے تھے۔ اور طلوع فجر کا انتظار کرتے۔ جب صبح صادق یعنی سحری کا وقت ختم ہونے کے
قریب ہوتا تو حضرت بلال اُترنے اور حضرت ابن مکتوم اذان دینے کے لیے چڑھتے تھے۔

بَابُ تَاخِيرِ السُّكُورِ

باب سحری میں تاخیر کے بیان میں

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ كُنْتُ اَلْتَسَحَّرُ فِیْ اَهْلِ نَمَ
تَكُونُ سُرْعَتِیْ اَنْ اَذْیَرَكَ السُّكُورَ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ۔

حضرت سہل بن سعد سے روایت ہے: اُنہوں نے کہا:
میں اپنے گھر میں سحری کھانا پھر مجھ کو جلدی ہوتی کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے ساتھ صبح کی نماز پالوں۔

اس حدیث سے بھی سحری میں تاخیر کا مستحب ہونا واضح ہوا کہ حضرت سہل اخیر وقت میں سحری کھاتے پھر حضور کے ساتھ نماز فجر میں
شامل ہو جاتے تھے۔

بَابُ قَدَرِ كَمَ بَيْنِ السُّكُورِ وَصَلَاةِ الْفَجْرِ

حضرت زید بن ثابت ثابت فرماتے ہیں: ہم نے آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سحری کھائی۔ پھر آپ صبح کی نماز کے لیے کھڑے
ہوئے (اس نے کہا) میں نے پھر سحری میں اور صبح کی اذان میں کتنا

عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ تَسَحَّرْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّی
اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَامَ اِلَى الصَّلَاةِ فَلَمْ تَكُنْ
كَانَ بَيْنَ الْاَذَانِ وَالسُّكُورِ قَالَ قَدَرُ ثَمْنَيْنِ اِلَیْہِ۔

فاصلہ ہوتا۔ اُنہوں نے کہا پچاس آیتیں پڑھنے کے موافق۔

- ۱۔ واضح ہوا کہ سحری کا وقت صبح صادق تک ہے اور حضرت زید کا یہ بیان کہ سحری اور اذان کے درمیان پچاس آیتیں
کے پڑھنے کا وقفہ ہوتا تھا تو یہ ضابطہ کلی نہیں ہے۔ ان کا یہ اندازہ تھا۔ مگر یہ ظاہر ہے کہ وہ جب سحری کھا چکے تو سحری
کا وقت اتنا باقی رہا ہوگا جس میں پچاس آیتیں پڑھی جاسکتی ہیں۔

۲۔ سُحُور۔ سین کے پٹے سے اور زبر سے۔ مگر زبر سے زیادہ فیض ہے۔ صبح صادق سے پہلے کے وقت کو سحر کہتے ہیں اور اس وقت کے کھانے کو سحری۔ یعنی آخری رات کا کھانا۔ سحر کا وقت آدھی رات سے شروع ہو جاتا ہے۔ مگر سنت یہ ہے کہ رات کے آخری چوتھے حصے میں سحری کھا جائے۔

بَابُ بَرَكَةِ السُّحُورِ مِنْ غَيْرِ اِيجَابٍ لِانَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاصحابه واصلوا ولم يذكروا السُّحُورَ

باب سحری کھانا مستحب ہے واجب نہیں کیونکہ حضور اور آپ کے اصحاب نے پے درپے روزے رکھے اور میں سحری کا ذکر نہیں۔
عن عبد الله بن عمر عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: «أنا نأكل السُّحُورَ فَإِذَا أَصَلَ النَّاسُ فَشَقَّ عَلَيْنَا أَنْ نَأْكُلَ فَإِذَا أَصَلَ النَّاسُ فَشَقَّ عَلَيْنَا أَنْ نَأْكُلَ فَإِذَا أَصَلَ النَّاسُ فَشَقَّ عَلَيْنَا أَنْ نَأْكُلَ فَإِذَا أَصَلَ النَّاسُ فَشَقَّ عَلَيْنَا أَنْ نَأْكُلَ»
حضرت عبداللہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پے درپے روزے رکھے تو لوگوں نے بھی ایسے ہی کیا۔ تو یہ روزے ان پر شاق گزرے۔ حضور نے ان کو منع کیا۔ انھوں نے عرض کی آپ تو ایسے روزے رکھتے ہیں جسٹور نے فرمایا، میں تمھاری طرح نہیں، میں تو رابرا بکھلا یا پلا یا جاتا ہوں حضرت انس سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ سحری کھایا کرو۔ اس میں برکت ہے۔

۱۔ مطلب عنوان یہ ہے کہ سحری کھانا مستحب ہے کیونکہ حضور علیہ السلام نے پے درپے روزے رکھے اور اس میں سحری کھانے کا ذکر نہیں کیا گیا۔

فوائد ومسائل

- ۱۔ سحری کھانے میں برکت ہے۔ روزہ آسانی سے پورا ہو جاتا ہے۔
- ۲۔ صوم وصال یہ ہے کہ شب کو بغیر انتظار کے باور کچھ کھا پئے دوسرا روزہ رکھ لیا جائے حضور علیہ السلام صوم ایک دن کا نہیں بلکہ متواتر کئی روز کا وصال فرماتے تھے۔ صحابہ کرام نے بھی حضور کے اتباع میں وصال کرنا شروع کیا تو ان پر اس طرح کے روزے شاق گزرے حضور علیہ السلام نے صحابہ کرام کو صوم وصال سے منع فرما دیا۔ صحابہ نے عرض کی حضور آپ تو وصال فرماتے ہیں تو ہمارے لیے ممانعت کیوں؟ حضور نے فرمایا تم میں مجھ جیسا کوئی نہیں (۴) اَبَيْكُمْ فَبَشَلِي۔ میں تمھاری طرح نہیں ہوں۔
- ۳۔ لَشَقَّ عَلَيْنَا أَنْ نَأْكُلَ۔ یعنی میرا حال اور ہے۔ تم میری برابری نہیں کر سکتے۔ مجھے تو میرا راب کھلانا پلانا ہے۔ اس سے واضح ہوا کہ صوم وصال حضور کے خصائص میں سے ہے اور عوام کو صوم وصال جائز نہیں ہے۔
- ۴۔ ابیکھ۔ صحابہ کرام اور تمام انسانوں سے خطاب ہے۔ غور کیجئے جب صحابہ کرام حضور کی مثل نہ ہو سکے اور حضور نے واضح الفاظ میں انسان فرما دیا کہ میں تمھاری طرح نہیں ہوں تو کسی کا کیا منہ ہے جو حضور سے ہمسر یا کا دعویٰ کر سکے۔
- ۵۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حضور بصر ضرور دیکھتے تھے۔ مگر آپ کی بشریت تمام انسانوں کی بشریت سے افضل والی ہے اور کوئی بشر حضور علیہ السلام کی شریعت کا مثل و نظیر نہیں ہو سکتا۔ یعنی ۵

تو وہ بشر کہ جس پر پرانے آدمی ہیں

میں وہ بشر جس سے ہر آدمی کو نفرت

ہماری بشریت کی کیفیت یہ ہے کہ پھول اٹھائیں تو کانٹے بن جاتے ہیں اور حضور کی بشریت کا یہ عجز ہے کہ کانٹے اٹھائیں تو پھول بن جاتے ہیں۔ میری نگاہ سے تجھ گئے جسے بٹھوئے چراغ تیری نگاہ سے میکہ سے آباد ہو گئے

بَابُ إِذَا نَوَى بِالنَّهَارِ صَوْمًا

باب اگر روزے کی نیت دن میں کی

ام درود و صنی اللہ عنہا نے فرمایا کہ ابو درود رضی اللہ عنہ پوچھتے ایک کچھ کا نام نہ رہے پاس ہے اگر ہم جواب نفی میں دیتے تو فرماتے کہ پھر کچھ میرا روزہ رہے گا۔ اسی طرح ابو طلحہ ابو ہریرہ ابن عباس اور حفصہ رضی اللہ عنہم نے بھی کیا۔

وَقَالَتْ أُمُّ الدَّيْشَاءِ كَانَ أَبُو الدَّيْشَاءِ إِذَا بَقِيَ عِنْدَ كُمُ طَعَامٍ فَإِنْ قُلْنَا لَا قَالَ فَإِنِّي صَائِمٌ يَوْمِي هَذَا فَعَلَهُ أَبُو طَلْحَةَ وَأَبُو هُرَيْرَةَ وَابْنُ عَبَّاسٍ وَحَدَّثَ ثِقَّةٌ

فوائد ومسائل

مطلب عنوان یہ ہے کہ صبح صادق کے بعد (زوال سے قبل) روزہ کی نیت کی تو جائز ہے۔ حضرت امام غنی و ثوری و سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ و ابو یوسف و محمد و زکریا بھی یہی مذہب ہے کہ رمضان۔ نذرین اور نفلی روزہ کی نیت اگر دن میں صبح صادق کے بعد اور زوال سے قبل کر لی تو درست ہے۔

مسائل اگر ع سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عاشوراء کے دن ایک شخص کو یہ اعلان کرنے کے لیے بھیجا کہ جس نے کھانا کھا لیا ہے وہ اب (دن دُوبنے تک روزہ کی حالت میں) پورا کرے یا (یہ فرمایا کہ) روزہ رکھے، اور جس نے نہ کھایا ہو وہ

عَنْ سَلَمَةَ ابْنِ الْأَكْوَعِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ رَجُلًا يَبْأِذِي فِي النَّاسِ يَوْمَ عَاشُورَاءَ أَنْ مَنْ أَكَلَ فَلْيَصُمْهُ أَوْ فَلْيَصُمْهُ وَمَنْ لَمْ يَأْكُلْ فَلَا يَأْكُلْ - (بخاری)

(تو ہر حال روزہ رکھے نہ کھائے۔ (بخاری)

- ۱۔ اس حدیث سے بھی واضح ہوا جس نے رات کو روزہ کی نیت نہ کی۔ صبح صادق کے بعد زوال سے پہلے نیت کر لی۔ اس کا روزہ درست ہے خواہ رمضان کا روزہ ہو یا نفلی ہو یا نذر کا روزہ ہو کیونکہ حضور علیہ السلام نے دن کے حصے میں روزہ کی نیت کرنے کا حکم دیا۔
- ۲۔ دس محرم کا روزہ ابتداء میں فرض یا واجب تھا۔ جب رمضان کے روزے فرض ہوئے تو حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ مَنْ شَاءَ صَامَ وَمَنْ شَاءَ تَزَلَّجَ ابے دس محرم کا روزہ رکھنا مستحب ہے۔ یا عث اجر و ثواب ہے۔

بَابُ الصَّائِمِ يُضَيِّعُ جَنْبًا

باب روزے دار صبح کو جناب میں اٹھے (تو یک حکم ہے)

حضرت عائشہ اور مسلمہ نے بیان کیا کہ حضور علیہ السلام کو گوہر صبح ہو جاتی اور آپ جماع کی وجہ سے صبحی ہوتے پھر غسل فرماتے

أَنَّ عَائِشَةَ وَأُمَّ سَلَمَةَ أَحْبَبَتَا أَنْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَبْذُرُ الْغُفْرَانَ وَهُوَ

اور روزہ رکھتے۔

جُنُبٌ مِّنْ أَهْلِهَا تَحَرَّيْشِلُ وَيَصُومُ (بخاری)

فائدہ مسائل اس حدیث سے واضح ہوا کہ روزہ کے بعض حصہ میں جنبی رہنا روزہ کو ناسد نہیں کرتا۔ خواہ روزہ فرض ہو یا نفل اور اس کی تاثیر فالان باشرط ذہن اور احل لکھ لیکن الصیام المکتفٰی الیٰ نساء کھر سے بھی ہوتی ہے۔ کیونکہ جب صبح صادق (یعنی سحری کا وقت ختم ہونے تک) کھانے پینے جماع کرنے کی اجازت ہے تو جس نے آخری حصہ وقت میں جملہ کیا۔ وہ غسل بہر حال صبح صادق کے بعد ہی کرے گا۔

۲۔ درختنا میں ہے کہ جنابت کی حالت میں صبح کی، بلکہ اگر سارا دن جنبی رہا، روزہ نہ گیا۔ مگر اتنی دیر تک قطعاً بلا غرض غسل نہ کرنا کہ نماز قضا ہو جائے حرام ہے۔ حدیث میں ہے کہ جنب جس گھر میں ہو وہاں رحمت کے فرشتے نہیں آتے۔

اور مروان نے عبدالرحمن بن حارث سے کہا میں تم کو خدا کی قسم دیتا ہوں تم یہ حدیث ابوہریرہ کو ٹھوک بجا کر سناؤ اور ان دنوں مروان مدینہ کا حاکم تھا۔ ابوہریرہ عبدالرحمن نے کہا عبدالرحمن نے اس بات کو پسند نہیں کیا۔ پھر ایسا اتفاق ہوا کہ ہر سب ذوالحلیفہ میں اکٹھے ہوئے اور وہاں حضرت ابوہریرہ کی زمین تھی تو عبدالرحمن نے ابوہریرہ سے کہا۔ میں تم سے ایک بات بیان کرتا ہوں اور اگر مروان نے مجھ کو قسم نہ دی ہوتی تو میں تم سے اس کو بیان نہ کرتا۔ پھر انہوں نے حضرت عائشہ اور ام سلمہ کی حدیث بیان کی۔ ابوہریرہ نے کہا میں کیا کروں، مجھ سے تو فضل بن عباس نے حدیث بیان کی تھی وہ جا میں۔ اور عامر بن عبداللہ بن عمر نے حضرت ابوہریرہ سے حدیث عائشہ و ام سلمہ زیادہ معتبر ہے۔

وَقَالَ مَرْوَانُ لِعَبْدِ الرَّحْمَنِ الْحَارِثِ أَقْبِمْ بِاللَّهِ لَسْتُ عَنْ يَمَانٍ أَبَاهُ نَزِيَّةٌ وَمَرْوَانُ يُؤْمِنُ عَلَى الْعَيْنِ نَزِيَّةٌ هَذَا أَبُو بَكْرٍ فِكْرَةٌ ذَلِكَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ لَمْ يَقْدِرْ لَنَا أَنْ يَجْتَنِبَ بَذَى الْحَلِيفَةِ وَكَانَتْ لِي فِي هَذِهِ نَزِيَّةٌ هَذَا لَكَ أَرْضٌ فَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ لِي فِي هَذِهِ نَزِيَّةٌ لِي فِي ذَاكَ لَكَ أَرْضٌ وَقَوْلَا مَرْوَانُ أَقْبِمْ عَلَى فِيهِ لَمْ أَذْكُرْ لَكَ لَكَ نَزَاكَ قَالَ عَائِشَةُ وَأُمُّ سَلَمَةَ وَكَذَلِكَ حَدَّثَنِي الْفَقِيهُ ابْنُ عَسَايَسَ وَهُوَ عَلَمٌ وَقَالَ هَذَا مَرْوَانُ ابْنُ عَبْدِ اللَّهِ ابْنِ عَمْرِو عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْمُرُ بِالْفِطْرِ وَالْأَوَّلِ أَشَدُّ دُخَارًا

یوں روایت کی کہ ایسی حالت میں (یعنی جبکہ روزہ دار جنابت کی حالت میں صبح کرے) حضور علیہ السلام انکار کا حکم دیتے تھے مگر

فائدہ مسائل واضح ہو کہ جو شخص اختلام یا عجمت کی وجہ سے صبح صادق سے قبل سحری کھنے وغیرہ کی وجہ سے غسل نہ کر سکا تو وہ صبح صادق کے بعد غسل کرے مگر اگر روزہ اس کا درست ہے لیکن حضرت ابوہریرہ یہ فتویٰ دیتے تھے کہ ایسا شخص جس نے بابت جنابت صبح کی روزہ درست نہیں اس پر مروان نے جو امیر معاویہ کی طرف سے مدینہ کا والی تھا عبدالرحمن کو حکم دیا کہ ابوہریرہ کو اس فتوے سے روکو۔ حضرت عبدالرحمن اس وقت تو خاموش ہو گئے مگر پھر موقع پا کر ابوہریرہ سے اس مسئلے کا ذکر کیا۔ اور حضرت عائشہ و ام سلمہ کی حدیث سنائی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایسی حالت میں روزہ رکھ لیا کرتے تھے۔ ابوہریرہ نے یہ حدیث سن کر فرمایا: ٹھیک ہے وہ آپ کی حالت خوب جانتی تھیں میں نے تو فضل بن عباس سے حدیث سن کر یہ فتویٰ دیا تھا۔

فتح الباری میں ہے کہ فضل کی حدیث اس وقت کے لیے تھی جب کہ رمضان کی راتوں میں کھانا پینا اور جماع کرنا منع تھا۔

فَدَلَّ عَلَى أَنَّ حَدِيثَ عَائِشَةَ كَأَسَمَحَ بِحَدِيثِ الْفَقِيهِ وَكَأَسَمَحَ بِجَلْبِ الْفَضْلِ وَلَا أَبَاهُ نَزِيَّةٌ النَّاسِخُ فَاسْتَمْتَوَا

اَبُو هُرَيْرَةَ تَمَرَّجَهُ عَنْهُ بَعْدَ ذَالِكَ لَمَّا بَلَغَهُ۔

منہج پہنچا تو فوراً اپنے فتوے سے رجوع کر لیا۔

۱۔ اس حدیث سے واضح ہوا کہ کسی مسئلہ میں نزاع پیدا ہو جائے تو کتاب و سنت کو حکم بنا کر اس کے فیصلہ کو تسلیم کر لیا جائے۔ جیسا کہ جناب ابو ہریرہ نے رجوع فرمایا۔

۲۔ اگر بکے ساتھ حرمِ ادب سے پیش آنا چاہیئے۔ یہی وجہ ہے کہ عبدالرحمن اس وقت خاموش ہو گئے۔ پھر موقعِ محلِ دیکھ کر ادب کے ساتھ جناب ابو ہریرہ سے مسئلہ مذکورہ کے متعلق بات کی۔

بَابُ الْمُبَاشَرَةِ لِلصَّائِمِ

باب روزہ دار کا اپنی بیوی سے مباشرت کے متعلق

وَقَالَتْ عَالِشَةُ يُخْرِجُ مِنْ عَلَيْهِ قَرْجُهَا | اور حضرت عائشہ نے فرمایا روزہ دار پر بیوی، کی شرمگاہ حرام ہے

(یعنی جماع کرنا)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بوسہ لینے اور مباشرت کرنے اور پُر زہ دار ہوتے۔ مگر بات یہ ہے کہ آنحضرت تم سب سے زیادہ اپنی خواہش پر اختیار رکھتے تھے۔ ابن عباس نے کہا سورہ طہ میں جی مآرب

کا لفظ ہے اُس کے معنی حاجت کے ہیں۔ طائوس نے (سورہ نور میں جو) غیر اولی الاربعہ سے اس کے معنی بیوقوف کے ہیں بخاری

۱۔ مباشرت سے میانِ عورت بوس و کنار گئے لگنا حرام ہے۔ جماع مراد نہیں۔

۲۔ بحالتِ روزہ اپنی عورت کا بوسہ لینا، گلے لگانا، بدن چھونا مکروہ ہے۔ جبکہ اندیشہ ہو کہ انزال ہو جائے گا یا جماع میں مبتلا ہوگا۔ حضور علیہ السلام صبر و ضبط والے تھے۔ اس لیے حضور کا معاملہ دوسرا ہے۔ واضح ہو کہ اگر بوسہ لیا یا عورت کی شرمگاہ کی طرف دیکھا۔ مگر باغداد نہ لگایا اور انزال ہو گیا۔ اگرچہ بار بار دیکھنے یا جماع وغیرہ کے خیال کرنے سے انزال ہو تو ایسی صورت میں روزہ نہیں ٹوٹتا۔ اور اگر عورت کے ہونٹ چومے یا عورت کا بدن چھوا اور بدن کی گرمی محسوس کی اور انزال ہو گیا تو ایسی صورت میں روزہ ٹوٹ جائے گا۔ قطعاً واجب ہے۔

بَابُ الْقُبْلَةِ لِلصَّائِمِ

باب بحالتِ روزہ (بیوی،) کا بوسہ لینا

وَقَالَ جَابِرُ بْنُ زَيْدٍ إِنْ لَقِيتُ نَافِثِي يَتِيمَةٍ صَوْمَتِ | حضرت جابر بن زید سے مروی ہے کہ اگر روزہ دار نے

(شہوت سے) دیکھا اور منی نکل آئی تو اپنا روزہ پورا کرے۔ یعنی روزہ نافذ نہیں ہوا۔ (بخاری)

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ إِنَّ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْضُ أَزْوَاجِهِمْ وَهُوَ صَائِمٌ ثُمَّ فَجَّكَتْ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی بعض بیویوں کا بوسہ لینے کے بعد روزہ سے ہوتے پھر مسکرا دیں۔

۱۔ اس حدیث سے واضح ہوا کہ روزہ دار اپنے نفس پر کبھی طور پر تجاوز نہ کرے۔ بحالتِ روزہ اپنی بیوی سے بوسہ کرنا کر سکتا ہے اور جو نکاحوں کے وہ ایسا نہ کرے۔ اسی لیے جناب عائشہ نے تصریح فرمادی کہ حضور علیہ السلام اپنی انہی حاجت پر تجاوز کرتے تھے۔
۲۔ اور یہ کہ اگر لاشعوتِ محرمت کو دیکھا اور نہ مال ہو گیا تو روزہ ناسد نہ ہوگا۔

فوائد و مسائل

عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ بَيْنَمَا أَنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْحَيْضَةِ إِذْ جِئْتُ فَأَسْكَلْتُ فَأَخَذَتْ يَتِيبَ جِئْتِي فَقَالَ مَا لَكَ أُنْفِصْتُ قُلْتُ نَعَمْ فَقَدْ خَلْتُ مَعَهُ فِي الْحَيْضَةِ وَكَانَتْ هِيَ وَسَأَلَ اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْتَكِرُ لَانِ مِنْ أَنَاءِ وَاحِدٍ وَكَانَ يُقْبِلُهَا وَهُوَ صَائِمٌ (بخاری)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں حضور کے ساتھ ایک چادر میں بیٹھی ہوئی تھی کہ مجھے حیض آ گیا۔ اس لیے آہستہ سے نکل آئی اور اپنا حیض بیکراہ میں لیا حضور نے فرمایا کیا حیض آ گیا، عرض کی ہاں، پھر میں آپ کے ساتھ اسی چادر میں چلی گئی۔ ام سلمہ اور حضور علیہ السلام ایک ہی رتن سے غسل فرمایا کرتے تھے۔ اور حضور روزہ سے ہونے کے باوجود ان کا بوسہ لیتے تھے۔

باب سے مناسب حدیث کے آخری الفاظ ہیں کہ حضور بحالتِ روزہ ازواج کا بوسہ لے لیا کرتے تھے۔ یہ حدیث فیوض الباری میں حضور دم باب النسل میں موثر شرع و توضیح کے گرد لکھی ہے۔

بَابُ اغْتِسَالِ الصَّائِمِ

باب روزہ دار کا غسل کرنا

۱۔ وَرَبُّ ابْنِ عَبَّاسٍ قَوْلًا قَالَ قَالَ عَلَيْهِ وَهُوَ صَائِمٌ
۲۔ وَدَخَلَ الشَّعْبِيُّ الْحَتَّامَ وَهُوَ صَائِمٌ ۳۔ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَا بَأْسَ أَنْ يَتَغَطَّحَ الْفَقِيرُ أَوْ الشَّيْءُ ۴۔ وَقَالَ الْحَسَنُ لَا بَأْسَ بِالْعُصْمَةِ وَالتَّبَرُّكِ لِلصَّائِمِ
۵۔ وَقَالَ ابْنُ مَسْعُودٍ إِذَا كَانَ صَوْمًا أَحَدُكُمْ فَلْيَصْبِغْ دَهْنًا مَتَّحِلًا ۶۔ وَقَالَ أَنَسُ بْنُ إِدْرِيسٍ أَفْتَحْهُ فِيهِ وَأَنَاصِلُهُمْ وَتَبَيَّنْ كَرَمَ عَيْنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ اسْتَاكَ وَهُوَ صَائِمٌ ۷۔ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَسْنَاكَ أَكَلُ النَّهَارِ وَاجْتِرَاةُ اللَّيْلِ رَفِيقٌ ۸۔ وَقَالَ عَطَاءُ بْنُ أَبِي سَرْدِيقَةَ لَا أَقُولُ لُبُّهُ ۱۰۔ وَقَالَ

۱۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک کپڑا تڑکے اپنے جسم پر ڈال لیا، حالانکہ آپ روزے سے تھے ۲۔ شعبی روزے سے تھے ۳۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ باندی یا کسی چیز کا مزہ معلوم کرنے میں کوئی حرج نہیں ۴۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب کسی کو روزہ رکھنا ہو تو وہ صبح کو اس طرح کھائے کہ نہ بھرا اور نہ کھانگا کیا ہوا ہو۔ ۵۔ انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرے پاس ایک آئینہ (حوض کی طرح چمڑکا بنا ہوا ہے) جس میں روزے سے ہونے کے باوجود داخل ہوجاتا ہوں ۶۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت ہے کہ آپ نے روزہ میں سواک کی سختی۔

اِنَّ مَّبِيْرِيْنَ لَا يَأْتِيَنَّكَ السَّوَالُكَ الرَّطْبُ قِيْلَ لَهُ كُلْهُ
قَالَ وَالْمَاءُ لَهُ طَعْمٌ قَاْنَتْ تَبْصِيْعِيْ يَوْمَ ۱۱
وَكَمْ يَرَاكَ اَنْ تَحْسَنَ وَارْتَابَهُمْ بِالْكُحْلِ
لِلصَّائِيْمِ بَاسًا۔ (بخاری)

۸۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ دن کی ابتداء اور انتہا
ہر وقت میں مسواک کر لے، البتہ اس کا متھوک نہ لگے۔
۹۔ عطاء رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر متھوک لگ گیا (یعنی
مسواک کرنے کے بعد تو میں یہ نہیں کہتا کہ روزہ ٹوٹ گیا۔

۱۰۔ ابن سرین علیہ الرحمۃ نے فرمایا۔ ترمسواک کرنے میں کوئی حرج نہیں کسی نے کہا اس کا تو مزہ ہوتا ہے۔ آپ نے جواب دیا۔ کیا
پانی کا مزہ نہیں ہوتا۔ حالانکہ تم اس سے کلی کرتے ہو۔ ۱۱۔ انس رحمۃ اللہ علیہ روزہ دار کے لیے سر لگانے میں کوئی حرج نہیں
خیال کرتے تھے۔ (بخاری)

ان آثار و تعلیقات سے حسب ذیل مسائل معلوم ہوئے۔

فوائد مسائل

بحالت روزہ غسل کرنا، سر لگانا، بدن کو پانی یا برت سے ٹھنڈک پہنچانا، کسی چیز کا بغزورت مزہ چکھنا۔ اس
احتیاط سے حلق سے کوئی ذرہ نیچے نہ اترے۔ کلی کرنا صبح و شام مسواک کرنا، مسواک تہہ ہوا خشک، احام میں نہانا، یا حوض میں داخل ہو کر نہنا،
منہ کے اندر اندر رہی متھوک کا نکل جانا، آنکھوں میں سر لگانا۔ ان باتوں سے روزہ میں کوئی خرابی پیدا نہیں ہوتی۔ حضرت ابی سعید کے ارشاد
کا مطلب یہ ہے۔ روزہ دار سر میں تیل ڈالے ہوئے اٹھے تو دن میں دماغ تروتازہ رہے گا۔ حضرت عطاء کے ارشاد کا مطلب یہ ہے۔ کہ
مسواک کرنے کے بعد خالص لعاب دہن کے نکل جانے سے روزہ میں فساد نہیں آئے گا۔ اثر انس و ابوسعیم رحمۃ اللہ علیہما سے واضح ہوا کہ کالیت
نہا، جاتر ہے۔ امام اعظم ابوحنیفہ شافعی و مالک کا یہ کہا مذہب ہے۔ اسی طرح آنکھ میں کسی قسم کی دوائی ڈالنے سے روزہ میں فساد نہیں
آتا، اگرچہ دوا کا رنگ یا مزہ حلق میں محسوس ہو تو بھی روزہ کو مضرت نہیں۔

اگرچہ بوقت ضرورت محض ذائقہ چکھنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا، بشرطیکہ اس چیز کا کوئی ذرہ حلق سے نیچے نہ اترے لیکن ایسا ہر بحالت روزہ
فائدہ | ابہا نہ کرنا مستحب ہے۔

قَالَتْ عَائِشَةُ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يَذِيْرُ لَكَ الْفَحْشَى فِيْ رَمَضَانَ مِنْ غَيْرِ حِلٍّ يَنْفَعُكَ
وَيَصُومُ (بخاری)

جناب عائشہ فرماتی ہیں کہ رمضان میں فجر کے وقت حضور
اختلام سے نہیں (چکھا اپنی ازواج سے ہمبستری کی وجہ سے)
غسل فرماتے اور روزہ رکھتے۔

• حضرت ابوبکر بن عبدالرحمن کہتے ہیں کہ میں اپنے والد کے ساتھ جناب عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں گئے۔ تو
قَالَتْ اَشْهَدُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
اَنْ كَانَ لِيَصُومُ جُبْنًا مِنْ جَبَاعٍ غَيْرِ حِلٍّ يَنْفَعُ
يَصُومُهُ ثُمَّ دَخَلْنَا عَلَيْهِ اَوْ سَلَّمَهُ فَقَالَتْ مِثْلُ
ذَلِكَ (بخاری)

جناب عائشہ نے فرمایا میں گواہی دیتی ہوں کہ حضور علیہ
السلام صبح صبحی ہونے کی حالت میں کرتے، اختلام سے نہیں،
بلکہ جبام کی وجہ سے۔ پھر آپ روزہ سے رہتے (یعنی غسل فجر
سے پہلے سحری کا وقت ختم ہوجانے کے بعد کرتے تھے) اس کے
بعد ہم ام سلمہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے بھی یہ ہی بیان کیا۔

۱۔ علماء فرماتے ہیں انبیاء و کرام کو خواب سے احتلام نہیں ہوتا۔ کیونکہ احتلام شیطانی اثر سے ہوتا ہے۔ شیطان عورت کی شکل میں خواب میں آتا ہے اور انبیاء و کرام کے اظہار کے لیے ہے کہ حضور علیہ السلام کو نہلے کی حاجت مقاربت سے ہوتی تھی احتلام سے نہیں۔

۲۔ جناب عائشہ صدیقہ کا حضور کے ساتھ اپنے تعلق کی جو بیات کو بیان فرماتا مسئلہ شرعی کے بیان کے لیے ہے۔ اگر حضرت صدیقہ ان امور کو بیان نہ فرماتیں تو مسائل شرعیہ سے آگاہی نہ ہوتی (۱۲) اس حدیث سے واضح ہوا کہ جنابت مفہوم صوم نہیں ہے۔

بَابُ الصَّائِمِ إِذَا أَكَلَ أَوْ شَرِبَ نَاسِيًا

باب اگر روزہ دار بھول کر کھاپی لے (تو روزہ نہیں جاتا)

اور عطا دے گا اگر روزہ دار ناک میں پانی ڈالے اور پانی حلق میں آرائے تو روزہ نہ جائے گا اگر اس کو نکال نہ سکے۔ اور امام حسن لمبری نے کہا اگر روزہ دار کے حلق میں کھٹی گھس جائے تو روزہ نہیں جاتا۔ اور حسن اور مجاہد نے کہا اگر کھجور

وَقَالَ عَطَاءٌ إِنْ أَشْتَرْتُمْ كَذَخَلِ الْمَاءُ فِي حَلْقِهِ لَا نَاسِيَ إِنْ لَمْ يَكِلْهُ وَقَالَ الْحَسَنُ إِنْ دَخَلَ حَلْقُهُ الذَّيْبُ فَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ وَقَالَ الْحَسَنُ وَنَجَاهُ لِمَنْ جَاءَهُ نَاسِيًا فَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ۔

سے جماعت کرے تب بھی روزہ نہیں جاتا۔

۱۔ ان لم یملک کا مطلب یہ ہے جو پانی حلق سے اتر رہا ہے اس کے دیکھنے پر قادر نہ تھا۔

۲۔ بھول کر کھانے پینے جماعت کرنے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا (شرط یہ ہے جب بھی روزہ یاد آجائے فوراً ترک جائے۔ جو نہ میں باقی ہے اس کو تھوک دے)۔

بھولے سے ہے کہ روزہ دار کو روزہ بالکل یاد نہ رہے اور وہ ارادہ کھاپی لے۔ اس صورت میں نہ نفضا ہے نہ کفارہ اور وہ درست ہے۔ خطا یہ ہے کہ روزہ یاد ہے مگر بلا ارادہ پانی حلق سے نیچے اتر گیا۔ جیسے کلی یا غرغره کرنے میں احتیاط کے باوجود حلق سے پانی اتر جائے۔ اس صورت میں روزہ ٹوٹ گیا اس کی قضاء کر لے کفارہ نہیں۔

عقل یہ ہے کہ روزہ یاد ہونے کے باوجود قصد و ارادہ سے کھائے پئے۔ جماعت کرے۔ ایسا کرنا سخت گناہ ہے۔ روزہ فاسد ہو گیا۔ نفضا و کفارہ دونوں لازم (۳) مکھی خود بخود حلق میں چلی گئی۔ اسی طرح گرد و غبار (خواہ وہ آٹے کا ہی ہو) اگر حلق میں پہنچا۔ روزہ نہ گیا۔ یا بھول کر اپنی بیوی سے قربت کی، روزہ نہ گیا۔

حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے نبی علیہ السلام نے فرمایا جب بھولے سے کوئی روزہ دار کھاپی لے تو وہ اپنا روزہ پورا کہے۔ اللہ نے اسے کھلا دیا۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا لَحِصَ فَأَكَلَ وَشَرِبَ فَلْيَتِمَّ صَوْمَهُ فَإِنَّمَا أَطَعَمَهُ اللَّهُ وَسَقَاهُ۔

مطلب حدیث یہ ہے روزہ دار نے بھول کر جو کھایا یا پیو تو گویا اللہ تعالیٰ نے اس کو کھلا دیا۔ کیونکہ روزہ دار نے تو حکم خداوندی کی تعمیل میں

پوری احتیاط کی اور بالیقہ کھانے پینے سے باز رہا۔

فلیتم صومہ سے واضح ہو کہ نفل روزہ شروع کر دینے سے واجب ہو جاتا ہے۔ پس اگر کسی نے نفل روزہ رکھا اور پھر کسی وجہ سے افطار کر لیا تو اب اس کی تقاضا واجب ہے۔

بابُ سَوَالِ الرَّطْبِ وَالْيَاسِ لِلصَّائِمِ

باب روزہ دار کے لیے تر یا خشک مسواک

عابر بن ربیع رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی جاتی ہے کہ انھوں نے فرمایا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو روزہ کی حالت میں اتنی مرتبہ مسواک کرتے دیکھا جیسے میں شہر میں نہیں لاسکتا۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث بیان کی کہ اگر میری ہمت پر شائق ذکر زنا تو میں ہر صومہ کے لیے مسواک کا حکم دے دیتا۔ اسی طرح کی حدیث حار اور زید بن خالد رضی اللہ عنہما کی بھی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے ہے۔ اس میں ان حضوروں نے روزہ وغیرہ کی کوئی تخصیص نہیں کی تھی۔ غرض رضی اللہ عنہا سے عطا دو قناد نے

وَيَذْكُرُ عَنْ عَامِرِ بْنِ رَبِيعَةَ قَالَ كَرِهْتُ أَنْ يَتَّبِعَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَاكَ وَهُوَ صَائِمٌ مَا لَا أَحْصِيهِ أَوْ أَعَدَّ وَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَوْلَا أَنْ أَشَقَّ عَلَى أُمَّتِي لَا مَرْلَهُمْ بِالْيَسَاكِ عِنْدَ كُلِّ وَضُوءٍ وَيُزَوِّي نَحْوَهُ عَنْ جَابِرٍ وَزَيْدِ بْنِ حَالِلٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يَخْصُ الصَّائِمَ مِنْ غَيْرِهِ وَقَالَتْ عَائِشَةُ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَطْلَعَةٌ لِلْفَقْرِ مَضَاةٌ لِلرَّيِّ وَقَالَ عَطَاءٌ وَقَتَادَةُ بَيْنَهُمَا سِرْقَةٌ۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کیا کہ (مسواک) منہ کو پاک رکھنے والی اور رب کی رضا کا سبب ہے۔ عطا دو قناد نے کہا اس کا حقوق بھی نکل سکتا ہے۔

بحال روزہ مسواک کرنا جائز ہے

۱۔ ان آثار و احادیث کی بنا پر سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ بحال روزہ ہر وقت مسواک کر سکتے ہیں۔ زوال سے قبل کرے یا بعد مسواک تر ہو یا خشک، حلال

ہو یا کراہت جائز ہے۔ امام شافعی کے ہاں زوال کے بعد مسواک کرنا مکروہ ہے اور امام احمد کے نزدیک آخرون میں مسواک کرنا مکروہ ہے لیکن مذہب حنفی ہر حال قوی ہے۔

۲۔ دارقطنی کی حدیث میں ہے کہ روزہ دار کا بہترین شغل مسواک ہے۔

۳۔ طبرانی کی حدیث میں حضرت معاذ ابن جبل نے فرمایا، دن کے ہر حصہ میں روزہ دار مسواک کر سکتا ہے۔

۴۔ بخاری کی حدیث میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے بحال روزہ مسواک کی۔

۵۔ حضرت عطاء کا ارشاد کہ روزہ دار حقوق نکل سکتا ہے، کا مطلب یہ ہے کہ مسواک کرنے کے بعد منہ کا آب نکل جانے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا۔ جیسے لکھنوی اور بانی بالکل بھینک دیا۔ صرف کچھ تری منہ میں باقی رہ گئی۔ حقوق کے ساتھ اسے نکل گیا۔ روزہ نہ گیا۔

عطا ابن زید اور وہ حمران سے راوی انھوں نے عثمان کو

عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ جُمَيْرِ بْنِ زَيْدٍ أَنَّ رَأَيْتُ عُثْمَانَ تَوَضَّأَ

حلق تک پہنچ گئی تو روزہ فاسد ہو جائے گا۔ اسی طرح روزہ دار سر ملکا سکتا ہے۔ اگرچہ سر ملکا نہ اس حلق ہی مخصوص ہو، بلکہ تنہا میں سر ملکا رنگ بھی دکھائی دے جب بھی روزہ نہیں ٹوٹا۔

فَاتِ اسْتَشْنَوْا فَكَلْ الْمَاءَ حَلَقَةً لَا بَأْسَ بِكَاتٍ
لَعْنَةُ الْبَلَدِ۔ (بخاری)

حضرت عطاء نے فرمایا اگر کسی نے ناک میں پانی ڈالا اور پانی (غیر اختیار) طور پر حلق کے اندر چلا گیا تو اس میں کوئی حرج نہیں کیونکہ یہ چیز اس کے اختیار سے باہر تھی۔
مگر صحیح یہ ہے کہ ناک میں پانی ڈالا اور حلق سے نیچے اتر گیا۔ تو اسی صورت میں روزہ ٹوٹ جائے گا۔ فقہاء واجب ہے۔ اگرچہ گناہ گار نہ ہوگا کیونکہ حلق میں پانی غیر اختیار) طور پر گیا ہے۔

وَقَالَ عَطَاءُ إِنْ تَمَضَّضْتُ نَسْتُمْ أَفَرَعُ مَا فِي فِيهِ مِنَ
الْمَاءِ لَا يَضِيْرُكَ إِنْ لَمْ يَزِدْ سِرْدِي لِقَةٍ وَمَا ذَا بَقِي
رَفِيْهِ رَحْمَتِي،

حضرت عطاء نے فرمایا اگر تمضمض کیا اور پھر اپنے منہ کے پانی کا لٹکی کر دی تو کوئی حرج نہیں، لیکن اس کا تنہا نہ ٹھکانا چاہیے اور اب اس کے منہ میں باقی رہ ہی گیا۔
یعنی ہلکی اور پانی بالکل پھینک دیا صرف کچھ تری منہ میں باقی رہ گئی تھی، تنہا کے ساتھ اسے نکل گیا، روزہ نہ گیا۔
وَلَا يَضِيْرُكَ إِنْ لَمْ يَزِدْ سِرْدِي لِقَةٍ وَمَا ذَا بَقِي
أَقُولُ إِنَّهُ يَفْطُرُ وَلَكِنْ يُثْبِتُ عَنْهُ۔

حضرت عطاء نے فرمایا مصطکی نہ چھانی چاہیے۔ اگر کوئی مصطکی کا تنہا نکل گیا تو میں یہ نہیں کہتا کہ اس کا روزہ ٹوٹ گیا، البتہ اس سے روکنا چاہیے۔
یعنی اگر مصطکی چھانی یا ہر چوسنی اور تنہا نکل گیا، مگر تنہا کے ساتھ ہڑیا مصطکی کا کوئی حرج حلق میں نہ پہنچا، روزہ نہ گیا، مگر ایسا نہ کرنا چاہیے۔
علک عرب کا مشورہ گوند ہے جسے دانوں کی صفائی و مضبوطی کے لیے چھایا جاتا ہے۔ مصطکی کی طرح دانہ دار ہوتا ہے۔ اس قسم کی چیزوں کو جب تک تنہا دینا مکروہ ہے کہ ممکن ہے گوند کے کچھ اجزاء حلق میں اتر جائیں۔ لیکن جو شخص یہ گوند چبا کر خوب اچھی طرح تنہا دے پھر تنہا نکلے، اگرچہ گوند کا نام معلوم ذرے حلق سے اتر جائیں، روزہ فاسد نہ ہوگا۔

بَابُ إِذَا جَامَعَ فِي رَمَضَانَ

باب اگر جان کو بچھ کر رمضان میں جماع کیا

وَيُذَكِّرُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَفَعَهُ مَنْ أَفْطَرَ
يَوْمًا مِنْ رَمَضَانَ مِنْ غَيْرِ عَذْرٍ وَلَا مَرَضٍ
لَمْ يَقْضِهِ صِيَامُ اللَّهِ هِيَ وَإِنْ صَامَهُ وَبِهِ قَالَ
ابْنُ مَسْعُودٍ قَالَ سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ وَالشَّعْبِيُّ
وَإِبْنُ جُبَيْرٍ وَإِبْرَاهِيمُ وَقَتَادَةُ وَحَدَّثَ يَقْضِي
يَوْمًا مَكَانَهُ۔

اور ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ جس نے رمضان میں بے عذر و بے مرض ایک دن روزہ نہ رکھا تو ساری عمر کے روزے اس کا بدل نہیں بن سکتے۔ ابن مسعود نے بھی یہ ہی فرمایا تھا۔ سعید بن مسیب شعی، ابن جبر، ابوسعید، قتادہ اور حماد رحمہم اللہ نے فرمایا کہ اس کے بدلے میں ایک دن روزہ رکھنا چاہیے۔

(بخاری)

فوائد و مسائل

۱۔ مطلب عنوان یہ ہے کہ اگر روزہ دار نے قضاء عدا جماع کیا تو اس پر قضا دو کفارہ دونوں لازم ہیں۔ یعنی روزہ رکھ کر توڑ دینا سخت گناہ ہے اور قضا دو کفارہ بھی واجب ہے۔

۲۔ حدیث البوریہ کا مطلب یہ ہے رمضان کے ایک روزے کو ایک روزے کے برابر شریک چھوڑ دیا (یعنی سرے سے رکھا ہی نہیں) تو رمضان کے ایک روزہ کا جو ثواب ہے وہ ساری عمر کے روزوں سے بھی حاصل نہ ہوگا۔

۳۔ حضرت سعید بن مسیب شہی ابراہیم وقتادہ و صحابہ کے ارشاد کا شارحین نے یہ مطلب لیا ہے کہ اگر کسی نے جو کوئی حالت میں قضاء عدا کھایا پیا تو اس پر صرف اعتقاد کفارہ نہیں۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ قضا دو کفارہ دونوں لازم ہیں اور مجہور کا مذہب بھی یہ ہی ہے۔

حضرت عیاد بن عبد اللہ بن زبیر سے روایت ہے انہوں نے حضرت عائشہ سے سنا وہ کہتی تھیں ایک شخص (ربیع یا جہان بن جحر) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو رم یا ادر عن کی میں (دور رخ میں) جل چکا آپ نے فرمایا کیوں کیا تم؟ عرض کی میں نے رمضان میں اپنی عورت سے صحبت کی۔ پھر آپ کے پاس کھجور کا ایک تنبیلا آیا جس کو کوئی کتے ہیں۔ آپ نے فرمایا وہ دور رخ میں جلنے والا کما ہے؟ اُس نے کہا

عَنْ عَيَّادِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ ابْنِ الزُّبَيْرِ أَخْبَرَنَا أَنَّهُ سَمِعَ عَائِشَةَ تَقُولُ إِنَّ سَرَّحَلًا أَيْ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنَّهُ اخْتَرَقَ قَالَ مَا لَكَ قَالَ أَصْبَحْتُ أَهْلِي فِي دِمَاصَاتٍ فَأَفَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَكْتَبِي يُذِخُنِي الْعُرْقُ فَقَالَ آيَةُ الْمُخْتَرَقِ قَالَ أَنَا قَالَ تَصَدَّقْ بِهَذَا (بخاری)

میں حاضر ہوں یا رسول اللہ! اس سے فرمایا تو خیرات کر دے۔

بَابُ إِذَا جَامَعَ فِي رَمَضَانَ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ شَيْءٌ قَصْدًا عَلَيْهِ فَلْيُكْفِّرْ

باب اگر کوئی رمضان میں قضاء جماع کرے اس کے پاس خیرات کو بھی کچھ نہ ہو پھر اس کو کمین سے خیرات مل جائے تو وہی کفارہ میں دے دے

حضرت البوریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو رم یا ادر عن کے پاس بیٹھے تھے اتنے میں ایک شخص آیا (مسلم بن صخر یا ہامان بن صخر) اُس نے عرض کیا یا رسول اللہ میں تباہ ہو گیا۔ آپ نے فرمایا کیوں کیا تم؟ وہ کہنے لگا میں اپنی حوروں سے لگ گیا اور میں روزہ دار تھا۔ آپ نے فرمایا تم کو آزاد کرنے کے لیے ایک بار وہ مل سکتا ہے؟ اُس نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا: خیر تو دو مہینے لگاتا رہو روزے رکھ سکتے ہو؟ اُس نے کہا نہیں آپ نے فرمایا تو ساٹھ سکینوں کو کھانا کھلا سکتے ہو؟ اُس نے کہا نہیں۔ میں کر آپ طھر رہے۔ ہم لوگ بھی سب بیٹھے تھے اتنے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھجور کا ایک تنبیلا آیا جس کو کوئی کتے ہیں، خرے کی چھال سے نئے ہیں؟ آپ نے پوچھا

أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ نَبِيًّا أَخْبَرَنِي جُلُوسٌ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ جَاءَهُ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ هَلَكْتُ قَالَ مَا لَكَ قَالَ وَقَعْتُ عَلَى امْرَأَةٍ وَأَنَا صَائِمٌ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ تَعِدُّ رَقَبَةً لِنَفْسِكَ قَالَ لَا قَالَ فَهَلْ تَسْتَطِيعُ أَنْ تَصُومَ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ قَالَ لَا فَقَالَ فَهَلْ تَجِدُ اطْعَامَ سِتِينَ مِسْكِينًا قَالَ لَا قَالَ فَهَكَذَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَيْنَا نَخُنْ عَلَى ذَلِكَ أَيْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْرِقُ فِيهَا نَسْرًا وَالْعَرَقُ الْمَكْتَلُ قَالَ آيَةُ الْمَكْتَلِ أَنَا قَالَ خُذْهَا فَتَصَدَّقْ بِهِ فَقَالَ الرَّجُلُ أَعَلَى

أَفَقَرْتُ مَتْنِي يَا رَسُولَ اللَّهِ فَوَاللَّهِ مَا بَيْنَ لَابَتَيْنِهَا كَيَوْمِ
الْحَوِثَيْنِ أَهْلُ بَيْتِي أَفْقَرُ مِنْ أَهْلِ بَيْتِي فَفَعَلْتُ
الَّتِي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى بَدَأَتْ أَنْيَابُهُ
تَعْرِقُ قَالَ أَطْعَمَهُ أَهْلُكَ.

وہ شخص کما گیا۔ کہنے لگا۔ حاضر ہوں۔ آپ نے فرمایا یہ تھیلہ
اس کو خیرات کر دے۔ وہ کہنے لگا خیرات تو اس پر کر لی جو مجھ
سے زیادہ محتاج ہو۔ قسم خدا کی میں کی دلوں طرف سے پیچھے نہ آؤں
میں کوئی گھر والے مجھ سے زیادہ محتاج نہیں۔ یہ سُن کر آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم ہنس دیے۔ بیان تک کہ آپ کی کچیلیں کھل گئیں۔ آپ نے فرمایا اچھا اپنے گھر والوں کو کھلا دے۔

بَابُ الْجَمَاعِ فِي سَرْمَضَانَ هَلْ يُطْعَمُ أَهْلُهُ مِنَ الْكَفَّارَةِ إِذَا كَانُوا مُحَافِظِينَ

باب رمضان میں اپنی بیوی سے ہم بستر ہونے والا شخص، کیا اگر اس کے
گھر والے محتاج ہوں تو وہ انہیں کفارہ کا کھانا کھلا سکتا ہے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنَّ الْأَخْرَجَ وَقَعَ
عَلَيَّ أَمْرٌ أَنَّهُ فِي رَمَضَانَ فَقَالَ أَتَجِدُ مَا
تَصُومُ رَقِيعَةً قَالَ لَا قَالَ فَتَقْطِيعُ مَنْ تَصُومُ
شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ قَالَ لَا قَالَ أَفَتُحِدُ مَا تَطْعِمُ
بِهِ سِتِّينَ مُشْكِيئًا قَالَ لَا قَالَ فَأَنَّى النَّبِيُّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجُزِّي فِيهِ لَمْ يَمْزُ وَهُوَ الرَّبِيعُ
قَالَ أَطْعِمُ هَذَا عَنكَ قَالَ عَلَى أَخْوَجَ مِنْ
مَا بَيْنَ لَابَتَيْنِهَا أَهْلُ بَيْتِي أَخْوَجُ مِنْكَ قَالَ فَطَعَّمَهُ
أَهْلُكَ (بخاری)

فرمایا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ ایک شخص نبی کریم صلی
اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ یہ بھیسب
رمضان میں اپنی بیوی سے جماع کر رہا ہے۔ اُن حضور نے
دریافت فرمایا کیا تمہارے پاس اتنی استطاعت ہے کہ ایک
غلام آزاد کر سکو؟ اس نے کہا کہ نہیں۔ آپ نے فرمایا کیا تم پاپے
دو مہینے کے روزے رکھ سکتے ہو؟ اس نے کہا کہ نہیں۔ آپ نے
دریافت فرمایا کیا تمہارے اندر اتنی استطاعت ہے کہ ساتھ سکنیوں
کو کھانا کھلا سکو؟ اب اس کا جواب نفی میں تھا۔ راوی نے بیان
کیا کہ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک لڑکا لایا گیا۔
جس میں عجیبی بھینس، عروق زمیں لگتے ہیں۔ اُن حضور نے فرمایا

کرے جاؤ اور اسے اپنی طرف سے (محتاجوں کی کھلا دے۔ اس شخص نے کہا، اپنے سے بھی زیادہ محتاجوں کو، حالانکہ ان دو سکنیوں کے
درمیان کوئی گھر نہ ہو۔ اس نے فرمایا کہ پھر اپنے گھر والوں ہی کو کھلا دے۔

یہ حدیث مسائل ذیل پر مشتمل ہے۔

فوائد ومسائل

۱۔ ماہ رمضان میں جماعت روزہ دن میں اپنی بیوی سے قصداً صحبت کر لینے سے کفارہ واجب ہو جاتا ہے۔

۲۔ چنانچہ آیت تَحَرُّوا الصِّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ سے روزے کی آخری حد معلوم ہوتی ہے اور یہ مسئلہ ثابت ہو چکا ہے۔ ۳۔ روزہ روزوں میں جماعت
برابر کے (قصداً عمدلاً) تکلیف سے کفارہ لازم ہو جاتا ہے (مدارک)

۲۔ قصداً غذا کھانے پینے سے بھی کفارہ واجب ہے کیونکہ کفارہ کا سبب قصداً روزہ توڑنا ہے تو جیسے جماع سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے ایسے ہی کھانے پینے سے بھی روزہ فاسد ہو جائے گا۔

۳۔ روزہ توڑنے کا کفارہ غلام آزاد کرنا، دو ماہ مسلسل روزے رکھنا، ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے اور اس میں ترتیب شرط ہے یعنی اگر غلام آزاد نہ کر سکے تو پھر دو ماہ مسلسل روزے رکھے یہی ذکر کر کے تو پھر ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے۔

۴۔ دارقطنی میں بروایت ابو ہریرہ و سعید بن المسیب ہے کہ ایک شخص نے رمضان کے دن بجا لت روزہ غذا کھایا تو اسے حضور نے غلام آزاد کرنے کا حکم دیا۔ ایک شخص نے رمضان کا روزہ رکھ کر توڑ دیا حضور نے اسے بھی کفارہ کا حکم دیا۔ الخضر رمضان میں کسی طرح بھی قصداً غذا روزہ توڑے اس پر کفارہ واجب ہے۔ احاث کا یہ ہی مسلک ہے۔

۵۔ کفارہ اگر ساٹھ مسکینوں کو کھلایا جائے تو ہر مسکین کو نصف صاع کھدوے یا ایک صاع کھجور دے۔ صبح مسلم میں ہے فامره ان یجلس فحذاء عن تان فیہما طحا فامره ان یتصدق بدم - عرق ۱۵ صاع تھا۔ ۲ عرق ۳۰ صاع ہوئے تو ساٹھ مسکینوں میں ہر ایک کے حصہ میں نصف آیا۔

۶۔ جن جریموں میں حد نہیں ہے۔ اگر کوئی شخص قاصی یا امام کے سامنے اس جرم کا اعتذار کرے تو اس کو سزا نہیں دی جائیگی۔ جیسے باعزالی جس نے رمضان کا روزہ توڑ کر رمضان کی بے حرمتی کی حضور علیہ السلام نے اس کی کوئی سزا اس کو نہ دی۔

واضح ہو کہ کوئی شخص اپنا کفارہ یا زکوٰۃ نہ خود کھا سکتا ہے نہ اس کے بیوی بچے۔ مگر یہاں حضور نے اس اعلیٰ کو یہ اجازت دی کہ اپنا کفارہ خود ہی کھا لے اور اپنے گھر والوں کو کھلا دے۔ نیز کفارہ ادا ہو جائے گا۔ تو حضور کے خصوصیات سے ہے۔ امام زہری و دیگر محدثین نے بھی اسے اس شخص کے خصوصیات سے مانا ہے (مرقات اشعة اللمعات)۔ چنانچہ بدایہ میں ہے۔

تُو اور تیرے عیال کھالیں یہ صفت تجھے جائز ہے
تیرے بعد اور کسی کو نہیں۔

اور دارقطنی کی حدیث میں ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا تو اور تیرے بیوی بچے کھالیں۔

فَقَدْ كَفَّرَ اللَّهُ عَنْكَ | اِنَّهُ تَعَالٰی نے تیری طرف سے کفارہ قبول فرمایا

انے حدیث تقریبات سے واضح ہوا کہ کفارہ کا خود ہی کھانا اس شخص کے لیے خاص تھا اور حضور علیہ السلام کے اختیارات خدا وادی کیفیت پر بھی روشنی پڑھی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اختیار دیا ہے۔ آپ جس کو چاہیں جس حکم شرعی سے چاہیں مستثنیٰ فرما دیں۔

بَابُ الْحَجَامَةِ وَالْقِيَاءِ لِلصَّائِمِ

باب روزہ دار کا قے کرنا — اور پھینچنے لگنا

عمر بن حکم بن ثوبان نے حضرت ابو ہریرہ سے سنا
جب کوئی قے کرے تو روزہ نہیں ٹوٹتا۔ کیونکہ اس سے جو
چیز باہر آتی ہے اندر نہیں جاتی۔ اور ابو ہریرہ ہی سے روایت

عَنْ عُمَرَ بْنِ حَكَمِ بْنِ ثَوْبَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ
إِذَا قَاءَ فَلَا يَفْطُرُ إِنَّمَا يَخْرُجُ وَلَا يُؤْخَذُ بِهِ وَلَا يَكُونُ
عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّهُ يُفْطِرُ وَالْأَوَّلُ أَصَحُّ

کہ اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ مگر پہلی روایت زیادہ صحیح ہے۔
ابن عباس اور کوفی اللہ تعالیٰ عنہم نے فرمایا: ٹوٹتا ہے
ان چیزوں سے جو اندرجاتی ہیں۔ ان سے نہیں جو باہر آتی ہیں۔
ابن عمر روزہ کی حالت میں پھینکا گوتے تھے۔ مگر بعد میں
اس کو ترک کر دیا تھا۔ اور اس میں پھینکا گوتے تھے۔ ابو ہریرہ
نے بھی رات میں پھینکا لگوایا تھا۔

سعد و زید بن ارقم اور ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے
روایت ہے کہ انھوں نے روزہ کی حالت میں پھینکا لگوایا۔ مگر
نے اعلیٰ سے کہ ہم حضرت عائشہ کے ہاں روزہ کی حالت میں پھینکا
لگواتے تھے اور آپ ہمیں روکتی نہیں تھیں۔

حسن رحمۃ اللہ علیہ سے متعدد افراد مروی روایت کرتے

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَفِيكُمْ مِمَّنْ مِمَّا دَخَلَ وَلَيْسَ
مِمَّا خَرَجَ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَخْتَجِمُ وَهُوَ صَائِمٌ ثُمَّ
تَوَلَّى فَكَانَ يَخْتَجِمُ بِاللَّيْلِ وَاحْتَجَمُوا لَوْ مُوسَى
لَيْلًا وَيَذْكُرُ عَنْ سَعْدٍ وَزَيْدِ بْنِ أَرْقَمٍ وَأُمِّ سَلَمَةَ
أَخْتَجَمُوا صَيَامًا وَقَالَ لُبَيْدٌ عَنْ أُمِّ عِلْقَمَةَ كُنَّا
نَخْتَجِمُ عِنْدَ عَائِشَةَ فَلَا تَنْهَى وَزَيْدٌ عَنِ الْحَسَنِ
عَنْ غَيْرِ وَاحِدٍ مِّنْهُمْ قَالُوا فَانْقَالَ احْتَجَمُوا
الْمُعْجَمُونَ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى
حَدَّثَنَا يُونُسُ عَنْ الْحَسَنِ هُنَالَهُ قِيلَ لَهُ عَرَفَ
النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَعَمْ ثُمَّ قَالَ
اللَّهُ أَغْلَمُ (بخاری)

ہیں کہ حضور نے فرمایا: پھینکا لگنے والے اور لگوانے والے دونوں کا روزہ ٹوٹ گیا۔

(۱) یعنی خود بخود تھے جب ان سے روزہ فاسد نہیں ہوتا۔ ہاں اگر قصداً نہ بھرتے کی اور روزہ دار مرنے والا تھا تو مطلقاً
روزہ جاتا رہا۔

فوائد ومسائل

۲۔ بحالت روزہ فصد لگوانے اور کھینے لگوانے سے بھی روزہ نہیں ٹوٹتا۔ کراہت بھی اسی صورت میں ہے۔ جبکہ اس عمل سے ضعف کا اندیشہ ہو
اور ضعف کی وجہ سے روزہ افطار کرنے پر مجبور ہو جائے۔ یہی وجہ ہے کہ ابن عمر اور دیگر صحابہ رات کو کھینے لگواتے تھے۔

۳۔ چونکہ صحیح حدیثوں سے یہ واضح ہے کہ خود حضور علیہ السلام اور صحابہ کرام بحالت روزہ کھینے لگواتے تھے۔ اس لیے یہ حدیث (جس میں یہ ہے
پھینے لگوانے اور لگنے والے کا روزہ ٹوٹ گیا) حدیث ابن عباس سے منسوخ قرار پائے گی۔

بعض شارحین نے اس حدیث کی تاویل کی ہے کہ وہ دونوں بوقت فصد غیبت کر رہے تھے۔ اس لیے اس غیبت کی وجہ سے
حضور نے فرمایا ان کا روزہ جاتا رہا۔ لیکن ظاہر ہے یہ تاویل محض تاویل ہے اس میں متعدد وجوہ سے کوئی وزنی نہیں ہے۔

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
أَخْتَجَمَ وَهُوَ فَحِيْرٌ وَاجْتَجَمَ وَهُوَ صَائِمٌ عَنْ
ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ أَخْتَجَمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
سَائِمًا وَهُوَ صَائِمٌ (بخاری)

علیہ وآلہ وسلم نے احرام کی حالت میں اور جب آپ روزہ دار
تھے پھینکا لگا۔ ابن عباس سے کہا کہ اے اللہ علیہ وسلم نے
روزہ میں پھینکا لگا۔

فوائد ومسائل

۱۔ مطلب حدیث یہ ہے کہ حضور نے بحالت احرام فصد کرائی اور بحالت روزہ بھی فصد کرائی ہے۔ تو
فصد سے احرام میں کوئی خرابی ہوتی ہے اور نہ روزہ فاسد ہوتا ہے۔ البتہ بحالت احرام روزہ جاری ہے کہ
فصد کرنے سے بالے نہ اٹھیں۔ روزہ کفار ملازم ہوگا۔

- ۲۔ اس حدیث سے واضح ہو کہ رمضان سے روزہ فاسد ہو تا ہے اور نہ مکروہ۔ امام عظیم علیہ السلام کا یہی مذہب ہے۔
۳۔ ترمذی میں بروایت ابو سعید مروی ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا تین چیزیں روزہ نہیں توڑتیں۔ کچھنا، قے آنا اور احتلام ہو جانا۔ تو اگر بھری سنگی لگوائی یا تے خود خود اگئی یا بجالت روزہ سو یا اور احتلام ہو گیا تو روزہ فاسد نہیں ہو گا۔

آدم بن ابی ایاس نے یاس بن کیا کو کہم سے شعبہ نے کہا میں نے ثابت بنانی سے سنا وہ انس بن مالک سے پوچھ رہے تھے کیا تم روزہ دار کو کھین لگانا مکروہ سمجھتے تھے۔ انھوں نے کہا نہیں فقط صنعت کے خیال سے ہم اس کو بڑھا جانتے تھے اور شاہ نے شعبہ سے اس روایت میں اتنا زیادہ کیا۔ انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں۔

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ أَبِي إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ ثَابِتَ بْنَ الْبُنَاتِيِّ يَقُولُ أَسْأَلُ عَنْ مَا لَمْ أَكُنْ تَكْرَهُونَ الْحِجَابَةَ لِلصَّائِمِ قَالَ لَا إِلَّا مِنْ أَحْبَلِ الصُّعْفِ وَرَأَى شُعْبَةُ لَعَلَّ عَنْهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (بخاری)

اس سے واضح ہوا بجالت روزہ فساد کھلوانا، کچھنے لگانا مکروہ نہیں ہے جبکہ صنعت کا اندیشہ نہ ہو۔ اور اگر اندیشہ ہو، تو مکروہ ہے۔ اس پر ایسے کہ غروب آفتاب تک مؤخر کرے۔

بَابُ الصَّوْمِ فِي السَّفَرِ وَالْإِفْطَارِ

باب سفر میں روزہ اور افطار

ابو اسحاق شیبانی سے روایت ہے، انہوں نے ابن ابی اوفیٰ سے سنا، کہا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں تھے۔ روزہ کی حالت میں، آپ حضور نے ایک صاحب سے فرمایا کہ اگر تم کریم سے یہے سنا گھول لو۔ انھوں نے عرض کی یا رسول اللہ ابھی تو سورج باقی ہے۔ آپ نے پھر فرمایا کہ اگر تم سنا گھول لو۔ اب کی تیرہ بھی انھوں نے عرض کی، یا رسول اللہ سورج ابھی باقی ہے، لیکن آپ حکم اب بھی یہی تھا کہ اگر تم کریم سے یہے سنا گھول لو چنانچہ چودھارے اور سنا گھول لیا۔ پھر آپ نے ایک طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ جب تم کو کھجور کرات یہاں سے شروع ہو چکی ہے تو روزہ دار کو افطار کر لینا چاہیے

عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ الشَّيْبَانِيِّ سَمِعْتُ ابْنَ أَبِي أَوْفَى قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ فَقَالَ لِرَجُلٍ يَا ابْنُ أَوْفَى قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَتَمْسُ قَالَ ابْنُ أَوْفَى قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ الشَّمْسُ قَالَ ابْنُ أَوْفَى قَالَ فَنُكِّلُ فَجَعَلَ حَلَّهْ فَشَرَبَ ثُمَّ سَمِعَ يَبِيدُ هُمْنًا ثُمَّ قَالَ إِنْ كَانَ مِنْكُمْ اللَّيْلُ أَتَمْسُ جِئْتُ هُمْنًا فَقَدْ أَفْطَرَ الصَّائِمُ تَابَعَهُ جَدِّي وَابْنُ كُبَيْسٍ بْنُ عَمِيْنٍ عَنِ الشَّيْبَانِيِّ عَنِ ابْنِ أَبِي أَوْفَى قَالَ كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ

(یعنی اس وقت سورج غروب جاتا ہے، اس کی متابعت جبر اور ابوبکر بن عباس نے شیبانی کے واسطے سے کی ہے اور اس سے ابوالاؤنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں تھے۔

۱۔ واضح ہو کہ بجالت سفر روزہ رکھنا اور نہ رکھنا جائز ہیں۔ عنوان کا مقصود یہی ہے۔

۲۔ حضرت عبداللہ بن ابی کا خیال یہ تھا کہ سورج کے غروب ہو جانے کے بعد جو آسمان پر سرخی رہ جاتی ہے، جب تک

فوائد و مسائل

یہ سخی زائل نہ ہو جائے اس وقت تک افطار نہ کیا جائے۔ اسی لیے بار بار الشمس الشمس عرض کرتے رہے حضور علیہ السلام نے ان پر واضح کر دیا کہ روزہ اس وقت افطار کر لیا جائے کہ جب سورج کی پوری ٹکڑی غروب ہو جائے۔

۳۔ کہتے ہیں کہ باب سے اس حدیث کی متابعت یہی ہے کہ حضور نے بجا لت سفر روزہ رکھا۔ لیکن اس حدیث نے اس امر پر کوئی دلالت نہیں ہے کہ حضور کا یہ سفر رمضان کے مہینہ میں تھا۔ فافہم

حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ حمزہ بن عمر اسلمی نے یارسول اللہ! ہمتو تو روزے رکھتا ہوں۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ حمزہ بن عمر اسلمی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ میں مغرب میں ہمیشہ روزے رکھتا ہوں۔ وہ روزے کثرت رکھا کرتے تھے حضور نے فرمایا اگر جی چاہے تو روزہ رکھے اور چاہے تو افطار کرے۔

(بخاری)

عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ حَمَزَةَ بْنَ عُمَرَ الْأَسْلَمِيَّ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنْ أَشْرُدُ الصَّوْمَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا سَوْجُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ حَمَزَةَ بْنَ عُمَرَ الْأَسْلَمِيَّ قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَصُومُ فِي السَّعْيِ وَكَانَ لِكَثِيرِ الصِّيَامِ فَقَالَ إِنْ شِئْتَ فَصُمْ وَلَا تَشِئْتَ فَافْطِمْ (بخاری)

فوائد و مسائل

۱۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے جوابی کلمات اِنْ شِئْتَ فَصُمْ میں اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ اگر چہ سفر کو روزہ نہ رکھنے کا اختیار ہے۔ مگر روزہ رکھ لینا افضل و بہتر ہے۔ تاکہ مسلمانوں سے موافقت ہو جائے اور رمضان کے بعد گراں نہ گزرے۔ یہی وجہ ہے کہ حضور نے روزہ رکھنے کو پہلے ذکر کیا۔

۲۔ واضح رہے کہ مسافر کو روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے لیکن رمضان کی بے حرمتی کرنا جائز نہیں ہے کہ علانیہ کھاتا بیٹھا پھرے۔ بلکہ مسافر کو چاہیے پوشیدہ طور پر کھانی لے۔ جیسے عین و فاس والی عورتوں کو حکم ہے کہ چھپ کر کھائیں۔

۳۔ شریعت میں مسافر وہ ہے جو اپنے شہر سے تین منزل یعنی چھتیس کوس (۵۶ میل) کے ارادہ سے روانہ ہو۔ پھر جب تک وہ گھر لوٹ نہ آئے یا کسی جگہ پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت نہ کرے مسافر ہی ہے گا۔ مسافر کے لیے فرض نماز میں قہر واجب ہے اور روزہ فضا کرنے کی اجازت ہے سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ مالک و شافعی و ثوری کے نزدیک مسافر کو افطار جائز اور روزہ رکھنا بہتر ہے۔

بَابُ إِذَا صَامَ أَيَّامًا مِنْ رَمَضَانَ ثُمَّ سَافَرَ

باب رمضان کے کچھ روزے رکھنے کے بعد کسی نے اگر سفر کیا

ابن عباس سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم روانہ ہوئے (غزوہ تبوک) میں چار شنبہ کے دن (بعد) آپ نے روزے رکھے۔ حتیٰ کہ جب آپ مقام کدیر پہنچے تو پہنچے تو افطار کیا۔ لوگوں نے بھی افطار کیا۔ ابو عبد اللہ نے کہا کہ کدیر مدینہ

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَجَّ إِلَى مَكَّةَ فِي رَمَضَانَ فَصَامَ حَتَّى بَلَغَ الْكَدِيرَ فَأَفْطَرَ فَأَقْبَلَ النَّاسُ وَقَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ وَكَانَ الْكَدِيرُ مَاؤُهُ مِلْحِينَ عَشْفَانًا وَقَدْ نَبَذَ

سے سات منزل پر عصفان اور قدید کے درمیان ہے۔

یہ غزوہ فتح کا واقعہ ہے۔ حضور دس رمضان گزر جانے کے بعد بدھ کے روز بعد نماز عصر روانہ ہوئے۔ جب مصلصل پہاڑ جو کڈوا جبلینہ کے پاس ہے پہنچے تو ایک منادی نے ندا کی جو چاہے روزہ رکھے جو چاہے افطار کرے۔ حتیٰ کہ حضور کو دید کے مقام پر پہنچے تو آپ نے سواری پر افطار فرمایا۔ تاکر لوگ وکیلین اور انہیں مسئلہ معلوم ہو جائے کہ بحالت سفر روزہ نہ رکھنا جائز ہے۔

علامہ علی قاری نے نزوات میں لکھا ہے کہ حضور نے فتح کو مدینہ کے موقع پر رمضان میں سفر کیا۔ ان دو مسافروں کے علاوہ اور کبھی **فائدہ** رمضان میں سفر ثابت نہیں (مزقات)

۲۔ حضور علیہ السلام فتح مکہ کے لیے ۲ رمضان ۸ھ بعد از نماز عصر مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے اور عین رمضان کو مکہ فتح ہوا (مرفعات)

بعض مؤرخین نے دسویں رمضان کو روانگی بیان کی ہے۔
عَنْ أَبِي الْكَرْدِ أَوْ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَعْضِ أَشْفَادِهِ فِي يَوْمٍ مَحَارِبٍ سَحَنِي كَيْفَ الدَّجَلُ يَكْأَعْلَى رَأْسِهِ مِنْ شِدَّةِ الْحَرِّ وَمَا فَنِيَّا صَالِحَهُ إِلَّا مَا كَانَ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَابْنُ كَرَّادَةَ۔

ابو بردا سے روایت ہے انھوں نے کہا ہم کسی سفر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ ایسی گرمی تھی کہ آدمی سر پر پتھر رکھتا۔ گرمی کی شدت سے آدمی میں کوئی روزہ سے نہ تھا۔ حضرت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور عبد اللہ بن رواحہ روزہ دار تھے۔ (بخاری)

۱۔ اس حدیث سے واضح ہوا کہ بحالت سفر روزہ رکھنا یا افطار کرنا دونوں مباح ہیں۔ یہی وجہ ہے تمام مسافروں میں صرف حضور اور ابن رواحہ روزہ دار تھے اور باقی صحابہ روزہ سے نہ تھے (۱۲) اس حدیث سے بھی واضح ہوا کہ ترکِ مسجبت گناہ نہیں۔

بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمَنْ ظَلَّلَ عَلَيْهِ وَاشْتَدَّ الْحَرُّ لَيْسَ مِنَ الْإِبْرَةِ الصَّوْمُ فِي السَّفَرِ

باب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اس شخص کے لیے جس پر سایہ کیا گیا تھا اور سخت گرمی ہو رہی تھی یہ فرمانا کہ سفر میں روزہ رکھنا اچھا نہیں۔

حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری سے روایت ہے انھوں نے کہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک سفر میں تھے ایک جگہ جویم آیا اور ایک شخص دقتیں غامری کو دکھایا لوگ اس پر سایہ کیے ہیں۔ آپ نے حال کو چھچھا لوگوں نے کہا روزہ دار ہے۔

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ فَرَأَى رَجُلًا وَرَجُلًا قَدْ ظَلَّلَ عَلَيْهِ فَقَالَ مَا هَذَا أَفَقَالُوا صَالِحَهُ فَقَالَ لَيْسَ مِنَ الْإِبْرَةِ الصَّوْمُ فِي السَّفَرِ۔

آپ نے فرمایا سفر میں روزہ رکھنا بہتر نہیں۔

یہ غزوہ تبوک کا واقعہ ہے یا فتح کا جو صاحبِ روزہ کی وجہ سے بحال ہوئے ان کا نام تیس یا تیسرا ورنہ کنیت ابو سرائل ہے۔ سخت گرمی تھی اور نصیر سحری نے روزہ رکھا تھا۔ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ مساجد کرام نے اپنی چادروں سے ان پر **فوائد و مسائل**

سایک ۱۰ اس موقع پر حضرت علیہ السلام نے فرمایا: "ایسے سخت سفر اور بے سروسامانی میں روزہ مناسب نہیں۔ قرآن مجید میں بھی یہی ہدایت ہے
يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ اس سے بھی واضح ہوا کہ شریعت نے جن امور میں آسانی دی ہے ان کو اپناتا
تقویٰ کے خلاف نہیں ہے۔"

بَابُ لَمَّا يَعْبُ أَصْحَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ بَعْضُهُمْ

بَعْضًا فِي الصَّوْمِ الْأَفْطَارِ

باب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب کوئی سفر میں روزہ رکھتے، کوئی انتظار اور کوئی کسی پر عیب نہ لگاتا۔
عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ لَمَّا سَافَرْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَعْبُ أَصْحَابُ النَّبِيِّ عَلَى الْمُفْطِرِ وَلَا الْمُفْطِرُ عَلَى الصَّائِمِ (بخاری)
اس حدیث میں اس امر کا بیان ہے کہ بحالت سفر سفر کر روزہ نہ رکھنا مباح ہے اور روزہ رکھنا افضل و بہتر
و مستحب ہے، لیکن بھی حضور کے ہمراہ سفر کرتے، بعض روزہ نہ رکھتے، بعض سبب پل کرتے ہوئے روزہ رکھ لیتے۔ عمر
ایک دوسرے پر عیب نہ لگاتے، اس سے واضح ہوا کہ سبب پر اعتراض جائز نہیں ہے۔ اس حدیث میں ان لوگوں کا رد ہے جو خانہ ساز تقویٰ
میں مبتلا ہو کر سبب کے تارک پر اعتراض کرتے ہیں اور عبادات و ریاضت میں تقویٰ و تشدد کو تقویٰ کا نام دیتے ہیں۔

بَابُ مَنْ أَفْطَرَ فِي السَّفَرِ لِيَرَاهُ النَّاسُ

باب جس نے سفر میں اس لیے روزہ چھوڑا، تاکہ لوگ دیکھ لیں۔

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْمَدِينَةِ إِلَى مَكَّةَ فَصَامَ حَتَّى بَلَغَ عَشْرَ أَفْطَارٍ فَرَفَعَهُ إِلَى يَدَيْهِ لِيُرِيَهُ النَّاسُ فَأَنطَحَ حَتَّى قَدِمَ مَكَّةَ وَدَا إِلَيْكَ فِي رَمَضَانَ فَكَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَقُولُ قَدْ صَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَفْطَرَ ثَمَنِينَ شَاءَ صَامًا وَمَنْ شَاءَ أَفْطَرَ (بخاری)
حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ سے مکہ سفر کرنے لگے تو روزہ رکھتے رہے
حتیٰ کہ عشاء پہنچ گئے، آپ نے پانی لگایا اور اسے اٹھایا، تاکہ
لوگ دیکھ لیں، پھر حضور افطار فرماتے رہے حتیٰ کہ مکہ پہنچ گئے
لے آئے، حضرت ابن عباس فرمایا کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم نے سفر میں روزہ رکھا بھی اور نہیں بھی رکھا، اس
لیے جس کا جی چاہے روزہ رکھے اور جس کا جی چاہے نہ رکھے۔

۱۔ اس حدیث سے واضح ہوا بحالت سفر سفر کر روزہ رکھنا اور نہ رکھنا دونوں جائز ہیں لیکن روزہ رکھنا افضل ہے (۲) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے
اس دن روزہ رکھا ہی نہ تھا، پانی پا کر حضور نے سلسلہ شرعی بیان فرمایا کہ سفر میں افطار جائز ہے۔

بَابُ وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ قَدِيَّةٌ

باب وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ قَدِيَّةٌ کے متعلق

حضرت ابن عمر اور سلم بن اکوع نے فرمایا آیت يطيقونه کو منسوخ کر دیا اس آیت نے — فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ — (رجس کا ترجمہ یہ ہے)

رمضان کا مہینہ جس میں قرآن اترے۔ لوگوں کے لیے ہدایت اور رہنمائی اور فیصلہ کی روشنی باتیں۔ تو تم میں جو کوئی یہ مہینہ پائے مہرور اس کے روزے رکھے اور جو بیمار یا سفر میں ہو تو اتنے روزے اور دنوں میں، اللہ تم پر آسانی چاہتا ہے اور تم پر دشواری نہیں چاہتا۔ اور اس لیے تم کو گنتی پوری کرو اور اللہ کی بڑائی بولو، اس پر کہ اس نے تمہیں ہدایت کی اور کہیں تم ہی گمراہ ہو۔ ابن زبیر نے بیان کیا کہ ہم نے اُس نے حدیث بیان کی، ان کے عربوں نے حدیث بیان کی، ان سے ابن ابی بکر نے حدیث بیان کی اور ان سے محمد بن ابی علیہ وسلم کے صحابہ نے بیان کی کہ رمضان میں وجب روزے کا حکم، نازل ہوا تو بہت سے لوگوں پر بڑا دشوار گزرا چنانچہ بہت سے لوگ جو روزانہ ایک مسکین کو کھانا کھلا سکتے تھے، انھوں نے روزے چھوڑ دیے۔ حالانکہ ان میں روزے رکھنے کی طاقت تھی۔ بات یہ تھی کہ انہیں اس کی اجازت

قَالَ ابْنُ عُمَرَ وَسَلَمَةُ بْنُ الْأَكْوَعِ سَخَّحْنَا شَهْرَ رَمَضَانَ الَّذِي أُتْرِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هَذِهِ ثَلَاثٌ وَبَيَّضْتُ مِنَ الْهَدْيِ وَالْعَزَّ قَانُ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ وَمَنْ كَانَ مَرِيضًا أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِمَّنْ آتَاهُ آخِرُ يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللَّهَ عَلَى مَا هَذَا لَكُمْ وَلِتُكْمِلُوا تَشْكُرُونَ وَقَالَ ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ مَرْثَةَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي لَيْلَى حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَزَلَ رَمَضَانَ فَشَقَّ عَلَيْهِمْ فَكَانَ مَوْثُ أَطْعَمَ كُلَّ يَوْمٍ مِثْلَيْنَا تَرَكَ الصَّوْمَ مِمَّنْ يُطِيقُهُ وَسَرَّحَ لَهُمْ فِي ذَلِكَ فَسَخَّحْنَا وَأَنْ تَصُومُوا خَيْرٌ لَكُمْ فَاِمُرُوا بِالصَّوْمِ.

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَدْ أَفْدِيَةٌ طَعَامُ مِثْلَيْنِ

قَالَ هِيَ مَنَسُوحَةٌ (بخاری)

بجودے دی گئی تھی (قرآن کی اس آیت میں ذکر لوگوں کو روزہ کی طاقت ہے ان پر فدیہ ہے) پھر اس اجازت کو آیت تمہارے لیے یہی بہتر ہے کہ تم روزے رکھو۔ نے منسوخ کر دیا اور اس طرح لوگوں کو روزے رکھنے کا حکم ہو گیا۔

حضرت ابن عمر نے آیت فدية طعام مسکین تلاوت کی اور کہا یہ منسوخ ہے۔ (بخاری)

انزل فيه القرآن کے معنی میں مفسرین کے چند اقوال ہیں۔

۱۔ رمضان۔ وہ جس کی شان و شرافت میں قرآن پاک نازل ہوا۔

۲۔ قرآن پاک کے نزول کی ابتداء رمضان میں ہوئی۔

۳۔ قرآن پاک تمام رمضان المبارک کی شب قدر میں لوح محفوظ سے آسمان دنیا کی طرف اُتار دیا گیا اور بیت العزت میں رہا یہ اسی آسمان پر ایک مقام ہے۔ یہاں سے دُعا فرشتہ حسب اقتضا و حکمت جتنا جتنا منظور الہی ہوا جبریل امین لاتے رہے یہ زوالی شمس سال کے عرصہ میں ہوا

- دُفْعَ كَانِ مَرِيضًا اَوْ عَلَى سَفَرٍ - ۱۔ سفر سے دوسرا وہ ہے جس کی مسافت تین دن سے کم نہ ہو اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مریض اور مسافر کو رخصت دی کہ اگر اس کو رمضان المبارک میں روزے رکھنے سے مرض کی زیادتی یا ہلاکت کا اندیشہ ہو یا سفر میں شدت و تکلیف محسوس ہو تو وہ مرض و سفر میں روزہ نہ رکھے اور بجائے اس کے اور دنوں میں ان کی قضا کرے (لیکن نقصان یا پانچ دنوں میں نہ کرے جن میں روزہ رکھنا جائز نہیں - ایام منہیہ یہ ہیں - عید الفطر - عید اضحیٰ اور ذوالحجہ کی ۱۱ - ۱۲ - ۱۳ تاریخ)
- ۲۔ مریض کو محض وہم پر روزے کا افطار جائز نہیں۔ جب تک دلیل یا تجربہ سے اسے یہ ظن غالب حاصل ہو کہ روزہ مرض کے طول یا زیادتی کا سبب بنے گا۔ یا نیک خلائق حکیم یہ کہے کہ روزہ مرض کی زیادتی یا طول کا سبب بن جائے گا۔
- ۳۔ جو شخص بالفعل بیمار ہو مگر مسلمان طیب یہ کہے کہ روزہ رکھنے سے بیمار ہو جائے گا وہ بھی مریض کے حکم میں ہے۔ اسی طرح حاملہ اور دودھ پلانے والی عورت کو روزہ رکھنے سے اپنی یا بچے کی جان ہانے یا بچہ کے بیمار ہو جانے کا اندیشہ ہو تو اس کو بھی افطار جائز ہے۔
- ۴۔ واضح ہو کہ جس مسافر نے طلعہ فجر سے پہلے سفر شروع کیا اس کو تو روزے کا افطار جائز ہے۔ لیکن جس نے بعد طلعہ فجر سفر شروع کیا یعنی روزہ رکھ کر سفر شروع کیا اس کو اس دن کا افطار جائز نہیں۔
- ۵۔ اگرچہ مسافر و مریض کو افطار کی اجازت ہے۔ لیکن زیادہ بہتر و افضل روزہ رکھنا ہی ہے۔ اسی لیے قرآن مجید میں فرمایا:-
فَمَنْ تَطَوَّعَ حَيْثُ فَهُوَ حَيٌّ لَّهُ
عَلَى الدِّينِ يُطِيقُوهُ - ۱۔ اس آیت کے متعلق ایک جماعت کی رائے یہ ہے کہ یہ حکم اس وقت شروع ہوتا ہے جب تک وہ بیمار ہو جائے اور وہ روزہ رکھے وہ فدیہ دے دے) منسوخ ہے۔ جیسا کہ زیر بحث حدیث میں مذکور ہے۔ نسخ کا قول کرنے والے حدیث سلمہ و ابن عمر و معاذ سے استدلال کرتے ہیں حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ، حسن، شعبی ابن شہاب کا بھی یہی قول ہے۔ اور
- ۲۔ حضرت علی، ابن عباس، ابو ہریرہ، انس، سعید ابن جبیر، طاؤس، سعید نا نام اعظم، ابو سعید خدری، اوزاعی، احمد بن حنبل کی رائے یہ ہے۔ یہ آیت شیخ فانی کے لیے ہے۔ وہ ہر روزہ کے عوض فدیہ دے دے۔
- ۳۔ جس بڑے مرد یا عورت کو پیرائے سال کے ضعف سے روزہ رکھنے کی قدرت نہ رہے اور آئندہ قوت حاصل ہونے کی امید بھی نہ ہو اس کو شیخ فانی کہتے ہیں۔ اس کے لیے جائز ہے کہ افطار کرے اور ہر روزہ کے بدلے نصف صاع گیسوں یا اس کا آٹا یا صاع بھر جو بطور فدیہ دے دے۔ اگر فدیہ دینے کے بعد روزہ رکھنے کی طاقت آگئی تو روزہ واجب ہوگا۔
- ۴۔ اور اگر شیخ فانی ناوار ہو اور فدیہ دینے کی قدرت نہ رکھے تو اللہ تعالیٰ سے استغفار کرے اور اپنی عجز و نقیصہ کی دعا کرتا رہے۔

بَابُ مَتَى يُقْضَى قِضَاءُ رَمَضَانَ

باب رمضان کے قضا روزے کب رکھے جائیں

اور ابن عباس نے کہا کہ جو حج نہیں اگر قضا کے روزے

پے درپے درکے جائیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اتنا فرمایا۔ دوسرے دن

میں گنتی پوری کرلو۔ اور سعید بن مسیب نے کہا کہ جو کے دن غفلت

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَا بَأْسَ أَنْ يَفْرَقَ يَقُولُ اللَّهُ تَعَالَى نِعِدَ مَتَى آيَا هَآخِرَ وَقَالَ سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ فِي صَوْمِهِ الْعَشْرَ لَا يُضَاهَى حَتَّى يَبْدَأَ بِرَمَضَانَ -

- ۱۔ واضح رہے کہ رمضان کے روزے اگر بوجہ بیماری یا سفر یا حیض و نفاس رہ جائیں تو جتنے روزے رو گئے ہیں ان کی قضا دوسرے دنوں (سوا ان دنوں کے جن میں روزہ رکھنا حرام ہے) میں کرے۔ قضا کے روزے متفرق طور پر بھی رکھ سکتا ہے۔
- ۲۔ جس پر رمضان کے روزوں کی قضا ہو اسے نقلی روزے رکھنے مناسب نہیں۔ پہلے فرض ادا کرنا چاہئیں۔

فائدہ یہاں قضاء سے ادا مراد ہے۔ یعنی ایفاء۔ عرب کہا کرتے ہیں اذیت حق فلان ۱۰ اسی اذیت ۱۰ واو سے معنی شرعی مراد نہیں ہیں۔ ادا کے معنی شرعی یہ ہیں۔ تسلیم عین الواجب اور برباب ممکن نہیں

اور بارہم نخی نے کہا۔ اگر رمضان کی قضا نہ رکھے اور دوسرا رمضان آگیا تو دونوں کے روزے رکھے اور دوسرا اس پر واجب نہیں اور ابوہریرہ سے مرسلًا اور ابن عباس سے منقول ہے کہ وہ فقہروں کو کھانا بھی کھلائے اور اللہ نے تو اپنی کتاب میں کھانا کھلانے کا ذکر نہیں کیا۔ اتنا ہی فرمایا کہ دوسرے

وَقَالَ ابْنُ اَهْلِيْمٍ اِذَا قَطَطَ حَتَّى جَاءَ رَمَضَانُ اَخْرَجُوْهُمُهَا وَلَمْ يَدْخُلُوْهُ عَلَيْهٖ طَحَاوًا وَبَيْنَ كُمْ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنْ سَلَامَةَ بْنِ عِيَّاسٍ اَنَّهٗ يُطْعِمُوْا لَمْ يَدْخُلُوْا لِلّٰهِ اِلَّا طَحَاوًا اِنَّمَا فَالْ فَعِلٌ لَّهٗ مِّنْ اَيَّامٍ اَخْرَجَ (بخاری)

دونوں میں گنتی پوری کرے (بخاری)

واضح ہو۔ ایک جماعت صحابہ کرام میں جناب ابوہریرہ و ابن عباس بھی شامل ہیں ان کی رائے یہ ہے کہ اگر کسی نے رمضان کی وجہ سے رمضان کے روزے نہ رکھے اور صحت یابی کے بعد قضا بھی نہ کیے۔ حتیٰ کہ دوسرا رمضان آگیا تو دوسرے رمضان کے روزے رکھنے کے بعد پہلے رمضان کے روزوں کی قضا کرے اور ہر دن کے بدلے ایک سے کمین کو کھانا بھی کھلائے۔ جمہور بھی یہی رائے ہے اور امام حمادی بھی جمہور کی طرف مائل ہوئے ہیں۔

امام بخاری فرماتے ہیں۔ نزل مجید میں صرف یہ حکم ہے فَعِلْ لَّهٗ مِّنْ اَيَّامٍ اَخْرَجَ۔ دوسرے دنوں میں قضا کرے۔ فدیہ کا ذکر نہیں ہے تو تاخیر قضا کی بنا پر فدیہ لازم کرنا درست نہیں ہے۔ اس سلسلہ میں سیدنا امام اعظم و مخنی علیہ الرحمہ کی رائے بھی یہی ہے کہ فدیہ لازم نہیں ہے۔

ابو سلمہ سے روایت ہے میں نے حضرت عائشہ سے سنا وہ کہتی تھیں مجھ پر رمضان کی قضا باقی ہوتی تھی۔ میں اُس کو رکھ نہ سکتی تھی۔ یہاں تک کہ شعبان آجاتا۔ مجھے لگے کہ اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مشغول رہیں۔

عَنْ اَبِي سَلَمَةَ قَالَ سَمِعْتُ عَائِشَةَ تَقُوْلُ كَاَنْ يَّحْكُوْنَ عَلَيَّ الصَّوْمُ مِنْ رَّمَضَانَ لَمَّا اسْتَطِيعَ اَنْ اَقْضِيَ اِلَّا فِي شَعْبَانَ قَالَ لَيْحِي الشُّغْلُ مِنْ النَّبِيِّ اَوْ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ (بخاری)

- ۱۔ واضح ہو کہ بخاری دن کی قضا جلد رکھنی چاہیے۔ کیونکہ زندگی کا کیا بھروسہ۔ بیماری و سفر یا حیض و نفاس کی وجہ سے جو روزے چھوٹ جائیں ان کی قضا بھی جلد رکھنی چاہیے۔ بالفرض قضا نہ کی اور دوسرا رمضان آگیا تو فوراً شدہ روزوں کی قضا ساقط نہ ہوگی۔
- ۲۔ جناب عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی جلد قضا کی سعی فرماتی تھیں۔ اور اگر وہ ایسا نہ کر سکتیں تو دوسرا رمضان آنے سے پہلے فوت شدہ روزوں اور نازاں کی (جو کہ بوجہ جہش یا بیماری رہ جاتے تھے) قضا کرتی تھیں۔

بَابُ الْحَائِضُ تَتْرُكُ الصَّوْمَ وَالصَّلَاةَ

باب حائضہ روزہ و نماز چھوڑ دے

الوارثانہ کے منہ سنتیں اور حق باتیں بظاہر رائے کے خلاف معلوم ہوتی ہیں، لیکن مسلمانوں کو بہر حال ان کی پیروی کرنی چاہیے، حائضہ روزہ و قضا کرے، نماز کی قضا داس پر نہیں ہے۔

حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا جب عورت حائضہ ہوتی ہے تو نماز اور روزہ سے نہیں چھوڑ دیتی؟ یہ ہاں کہہ دیں کا نقصان ہے۔

• وَقَالَ أَبُو الزَّيْنَوَاتِ السُّنَنُ وَوَجْهَهُ الْحَقُّ لَنَا فِي كَثِيرٍ عَلَى خِلَافِ السَّائِي خُصَّامُ الْمُجْدُ الْمُسْلِمُونَ بَدَأُوا تَبَاعُهَا مِنْ ذَلِكَ أَنَّ الْحَائِضَ تَقْضِي الصِّيَامَ وَلَا تَقْضِي الصَّلَاةَ۔ (بخاری)

• عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَيْسَ إِذَا أَحَاضَتْ لَمْ تَصَلِّ وَلَمْ تَصُمْ فَذَلِكَ لِقَضَائِهَا فِيهَا۔ (بخاری)

فوائد و مسائل

مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے حکم کی حکمت کا ہماری سمجھ میں آجانا ضروری ہے، ایک مسلمان کا فرض مذہبی یہ ہے کہ وہ اللہ و رسول کے حکم کے آگے سر جھکا دے اور ہمہ قلب سے اسے قبول کر لے، پس اگر حائضہ عورت و نوزد کے لیے نماز کی نہیں، اسی نوع سے ہے، سوال پیدا ہوتا ہے کہ نمازوں کی قضا کیوں نہیں، چنانچہ مسلم شریعت کی حدیث میں ہے معاذہ اللہ یہ

نے جناب عائشہ سے یہی سوال کیا۔

مَا بَالُ الْحَائِضِ تَقْضِي الصَّوْمَ وَلَا تَقْضِي الصَّلَاةَ | کہ روزہ بھی فرض اور نماز بھی فرض اللہ حقیق و نقاس دونوں کو مانے

پھر روزہ کی قضا ہے، نماز کی کیوں نہیں؟

تو جناب عائشہ صدیقہ نے نہایت ایمان افروز جواب دیا: — فَمَنْ هُوَ لِقَاءِ الصَّوْمِ — ہمیں تو اس حالت میں روزہ کی قضا کا حکم دیا جاتا ہے اور نماز کی قضا کا نہیں، یعنی میری عقلی حکمتوں سے کیا غرض، ہم تو حکم کے بندے ہیں، بیا طیب کے نسخہ پر عمل کرتا ہے نسخہ کی حقیقت و ماہیت پر غور نہیں کیا کرتا، حصہ علیہ السلام طیب کائنات ہیں، ہمیں تو بہر حال میں ان کے حکم کی تعمیل کرنی چاہیے۔
۲۔ فقہاء کرام نے فرمایا کہ روزہ کی قضا میں آسانی ہے، سال میں اتفاق سے سات آٹھ روزہ قضا کرنے پڑتے ہیں، برخلاف نماز کے کہ ہر روز میرا پنج دن یا آٹھ دن کی نمازیں قضا ہوتی ہیں، تو نماز کی قضا میں دشواری ہے اس لیے نمازوں کی قضا نہیں روزوں کی ہے، واللہ و رسولہا علم۔

بَابُ مَن مَّاتَ وَعَلَيْهِ صَوْمٌ

باب جو شخص مر گیا اور اس کے ذمہ روزے تھے

اور سن نے فرمایا اگر اس کی طرف سے تمہیں آمیزش نے ایک دن روزہ رکھ لیا تو جائز ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے رسول اللہ

• وَقَالَ الْحَسَنُ إِنْ صَامَ عَنْهُ ثَلَاثُونَ رَجُلًا يَوْمًا وَاحِدًا اجَازَ۔

• عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

قَالَ مَنْ مَاتَ وَعَلَيْهِ صِيَامٌ عَنْهُ وَلَيْتَهُ تَابَهُ
ابْنُ وَهْبٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ وَاصِلٍ وَابْنِ أَبِي جَعْفَرٍ
عَنِ ابْنِ أَبِي جَعْفَرٍ -

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اگر کوئی شخص مرجائے اور اس
کے ذمے روزے واجب ہوں تو اس کے دل کو اس کی طرف
سے روزے قضا کرنے چاہئیں۔ اس روایت کی متابعت

ابن وہب نے عمر کو واسطے کی ہے۔ اس کی روایت یحییٰ بن ابی ناسر نے واسطے سے بھی کی ہے

فوائد ومسائل | اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے۔ اسی حدیث سے بعض علماء نے یہ استدلال فرمایا کہ جو شخص مر گیا اور اس کے ذمہ
اور سیدنا امام عظیم علیہ السلام کا مسلک یہ ہے کہ اس کا دل اس کی طرف سے ذمہ دے (لغت صاع گیسوں یا ایک صاع جو) چنانچہ ہوا شریف
کی حدیث میں ہے جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس مسئلہ کے متعلق پوچھا جاتا تو آپ فرماتے :-
لَا يَصُومُ أَحَدٌ عَنْ أَحَدٍ وَلَا يُصَلِّي أَحَدٌ
عَنْ أَحَدٍ (مشکوٰۃ)

اور محمدی شریف میں صحیح حدیث ہے۔ عمرو بن عبد الرحمن نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ سے عرض کی، میری والدہ کا انتقال ہو گیا
اور ان پر رمضان کے روزے ہیں تو کیا میں ان کی طرف سے قضا کروں :-

ايصالح عن اقصى عنها فقال لا ولكن لقد قى
عنها مكان كل يوم على مسكين .

فرمایا نہیں۔ لیکن تو ان کی طرف سے ہر روزہ کا ذمہ
دے مسکین کو ۱۷

قرآن مجید میں بھی روزے کی طاقت نہ رکھنے والوں کو ذمہ دینے کا حکم ہے۔ وعلى الذين يطيقونه فدية طعام مسكين . میت بھی
اب روزہ کی طاقت نہیں رکھتی۔ لہذا اس کی طرف سے ذمہ ہی دیا جائے۔ علاوہ انہی پر مبالغہ بھی ہے۔ بدنی عبادات بندے کو خود ہی
کرنا ہوتی ہیں۔ دوسرے سے نہیں کرا سکتا۔ قرآن مجید میں فرمایا: ليس للافسان الا ما سعى اور قیامی بھی یہی چاہتا ہے کہ میت کی طرف
سے کوئی نماز نہیں پڑھتا۔ نماز کا بھی ذمہ ہی دیا جاتا ہے، تو روزے کیسے رکھ سکتا ہے۔ جبکہ نماز بقا بلکہ روزہ زیادہ اہم ہے۔ نیز

ملے۔ اگر مرنے والے نے وصیت کر دی ہے تو وصیت تنہا ہی مل جائی ہوگی۔ اور اگر وصیت نہ کی ہو تو اپنی طرف سے ذمہ دینے کو جائز ہے۔ مگر ولی پر ذمہ
دینا واجب نہیں ہے۔

۱۷۔ اس پر اجماع کے عبادات بدنیہ میں نیابت جاری نہیں ہوتی، یعنی یہ جائز نہیں ہے کہ ایک شخص دوسرے شخص کی طرف سے روزہ رکھے یا نماز پڑھے۔ یہ گفتگو
محض عبادات بدنیہ نماز روزے میں نیابت کے متعلق ہے۔ رہا اپنے کسی بھی نیک عمل (عبادات) کا ثواب بخشنا۔ یہ دوسری چیز ہے اور بالاتفاق جائز ہے۔

۱۸۔ یہ حدیث اگرچہ مؤلف ہے مگر فروغ کے حکم میں ہے۔ کیونکہ صحابہ کے وہ اقوال جو عقل سے دراء ہوں وہ فروغ کے حکم میں ہوتے ہیں کہ انہوں نے حضور علیہ السلام
سے سن کر ہی ایسا فرمایا ہے۔ لہذا اس مسئلہ میں ام عظم ابو حنیفہ کے دلائل بہت قوی ہیں۔ خصوصاً ایسی صورت جبکہ حدیث زیر بحث جس سے ولی کو
روزہ رکھنے کا استدلال کیا جا رہا ہے۔ غیر محفوظ ہے۔ علامہ ابن قسطلانی نے تصریح فرمائی ہے فقال ابو عبد الله ليس بمحظوظ هذا من قبل عبید الله
بن ابی جعفر وهو منكر الاحاديث وكان فقيها۔ واما الحديث فليس هو فيه بذلك (یعنی)

کی خدمت میں عرض کی کہ میری والدہ کا انتقال ہو گیا ہے اور ان پر پندرہ دن کے روزے واجب تھے۔
اس حدیث سے بھی یہ استدلال کیا گیا کہ جس کے دفتر رمضان کے روزے ہوں اور وہ مرجائے تو اس کا دلی اس کی طرف سے روزے رکھے۔ احسان کی طرف سے اس استدلال کا جواب یہی ہے جو اوپر حدیث عائشہ سے متعلق بیان ہوا۔ مزید یہ کہ آیات قرآنہ:
ان لیس لانسان آما سغی - ولا تکسب کل نفس الا علیہا - ولا تجزوا ذلک و ذلک اخری سے یہ واضح ہے
کہ عبادات بذریعہ نیابت جاری نہیں ہوتی۔

نیز یہ حدیث اس حدیث کے معارض ہے جسے امام نسائی نے حضرت ابن عباس ہی سے روایت کیا ہے کہ:
لا یصلی احد عن احد ولا یصوم احد عن احد -
کوئی شخص کسی طرف سے روزے رکھے اور نہ کسی کی
طرف سے نماز پڑھے لیکن ہر روز کی جگہ ایک صیغہ کو کھانا
کھلا دیے۔ لہذا مذکورہ بالا استدلال درست نہیں۔

بَابُ مَتْنِ یَجِلُّ فِطْرُ الصَّائِمِ

باب روزہ کس وقت انکار کرنا چاہیے۔

• وَأَفْطَرَ أَبُو سَعِيدٍ ابْنُ الْخُدْرِيِّ حَتَّى جَاءَتْ غَابَ
قُرْصُ الشَّمْسِ
• سَمِعْتُ عَاصِمَ بْنَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ عَنْ أَبِيهِ
قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
رَأَا أَقْبَلَ اللَّيْلُ مِنْ هَهُنَا وَآذْبَرَ النَّهَارُ مِنْ
هَهُنَا وَغَدَا بَتِ الشَّمْسُ فَقَدْ أَفْطَرَ الصَّائِمُ
اور ابوسعید خدری نے اس وقت روزہ انکار کیا
جبکہ سورج کی نگہیں ڈوب گئی۔
حضرت عاصم ابن عمر بن الخطاب اپنے والد سے
راوی ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا جب رات ادھر سے
رج کرے اور دن ادھر سے پیڑھ مڑے اور سورج غروب
ہو جائے تو روزے کے انکار کا وقت ہو گیا۔
مطلب حدیث یہ ہے۔ سورج کے غروب ہو جانے کے بعد فوراً روزہ انکار کر لینا چاہیے۔ چنانچہ ابو داؤد اور ابن ماجہ کی حدیث

۱۵۔ میں نے فرقا بن زکریا سے کہ امام نسائی نے حضرت ابن عباس سے یہ فتویٰ نقل فرمایا کہ کوئی کسی کی طرف سے روزے رکھے بلکہ اس کی طرف سے مسکین کو
کھانا کھلا دے۔ سیّدنا امام مالک نے فرمایا۔ مجھے نے کسی صحابی یا تابعی کے متعلق یہ نہیں سنا کہ انھوں نے کسی کو کسی کی طرف سے روزہ یا نماز ادا کرنے کی
اجازت دی ہو۔ رواہ النسائی عن ابن عباس ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لا يصوم احد عن احد ولا عن
يطعم عنه وعن ابن عمر قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من مات وعليه صوم شهت فليطعم عنه مكان
كل يوم مسكيناً. قال القنطري في مشروح اعوطا اسناداً حسن. اور صاحب ابی روایت کے خلاف روایت کرنا نسخی
دلیل ہے کیونکہ صحابی سے یہ ممکن نہیں ہے کہ جو بات اس نے حضور سے روایت کی اس کے خلاف روایت کرے یا فتویٰ دے۔ لہذا سب سے چہ
جواب یہ ہے کہ میت کی طرف سے روزہ تصاکر کرنے والی روایت منسوخ ہے۔

میں بیان تک فرمایا:

لَا يَزَالُ النَّبِيُّ ظَاهِرًا مَا عَجَلَ النَّاسُ الْفِعْلُ
رَبِّهِ كَيْدُكُمْ مَيُودُ نَصَارَى افطار میں تاخیر کرتے ہیں۔
رَبِّهِ كَيْدُكُمْ مَيُودُ نَصَارَى افطار میں تاخیر کرتے ہیں۔

فوائد ومسائل مطلب حدیث یہ ہے کہ سورج کے غروب ہوتے ہی فوراً افطار کر لیا جائے۔ تاخیر نہ کی جائے۔ آیت لَعَنَ اللَّهُ الْفَاسِقَ إِلَى اللَّيْلِ فَرَأَى اللَّيْلَ مِنْ جِلْدِي كَيْدُكُمْ آیت میں فی اللیل نہیں فرمایا۔ بلکہ إِلَى اللَّيْلِ فرمایا۔ جس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ روزے کو رات میں داخل نہ کرو۔ بلکہ رات آتے ہی فوراً روزہ افطار کر لو۔

افطار میں جلدی کرنا مستحب افطار میں جلدی کرنے کا مطلب یہ ہے کہ جب سورج کے غروب ہو جانے کا یقین ہو جائے فوراً افطار کر لیا جائے غروب کے بعد دیر نہ کی جائے یہ مکرم سے قبل افطار کر لیا جائے۔ مغرب کی نماز پڑھ کر افطار کرنا بدعت حدیث کے خلاف ہے۔ اسی طرح تاروں کے روشن ہو جانے تک افطار میں دیر کرنا مکرم ہے۔ کہ اس وقت پہلوی افطار کرتے ہیں۔ جلدی افطار کرنے میں اللہ تعالیٰ کے حضور اپنی بندگی و عجز کا اظہار اور اس کی دی ہوئی عبادت کو جلدی قبول کرنا ہے (مرقات)

ترمذی کی حدیث میں ہے حضور نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندوں میں مجھے

أَحَبُّ عِبَادِي إِلَيَّ أَتَجَاهَهُمْ فِطْرًا۔
وہ بہت پیارے ہیں جو افطار جلدی کریں۔

ترمذی کی حدیث میں ہے کہ حضور علیہ السلام نماز مغرب سے پہلے چند کھجوروں سے روزہ افطار فرماتے تھے۔ يُفْطِرُ وَقَبْلَ أَنْ يُصَلِّيَ جس سے واضح ہوا کہ روزہ واکر نماز مغرب سے قبل افطار کرنا چاہیے۔ یہ ہی سنت ہے۔ تین یا پانچ کھجوریں افطار کے وقت کھانا مسنون ہے۔

حدیث البراءہ میں ہے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب تم میں کوئی

إِذَا سَمِعَ الْإِنْدَاءَ أَحَدُكُمْ وَالْإِنْدَاءُ فِي يَدَيْهِ فَلَا
يُفْطِرُ حَتَّى يُفْضِيَ حَاجَتَهُ مِنْهُ
اذان سنے اور برتن اس کے ہاتھ میں ہو تو اپنی ضروریات پوری کیے بغیر اسے نہ رکھے۔

مطلب حدیث یہ ہے کہ اگر بوقت افطار اذان ہو تو ہوتی ہے۔ تم افطار کرتے ہو اور افطار کے بعد مغرب کی نماز پڑھو یا سحری کے وقت اگر اذان فجر ہو جائے اور تمہیں معلوم ہو ابھی صبح صادق نہیں ہوئی، سحری کا وقت باقی ہے۔ مؤذن نے غلطی سے جلدی اذان کہہ دی، تو اس صورت میں سحری کھاتے رہو۔ ہاں جب وقت ختم ہو جائے یا اذان ٹھیک ختم سحری پوری جائے تو پھر نہ کھاؤ۔

حضرت انس سے روایت ہے کہ حضور سید عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نماز مغرب سے قبل چند
يُفْطِرُ وَقَبْلَ أَنْ يُصَلِّيَ عَلَى دُطَابَاتِ (ترمذی)،
ترک کھجوروں سے روزہ افطار فرماتے تھے۔

فوائد ومسائل اس حدیث سے واضح ہوا نماز مغرب سے پہلے روزہ افطار کیا جائے۔ نماز مغرب کے بعد افطار کرنا سنت کے خلاف ہے اور دیر کے تین یا پانچ کھجوروں سے افطار کرنا مسنون ہے۔

• کھجور سے روزہ افطار کرنا حضور علیہ السلام کی سنت ہے۔ نیز خالی پیٹ میٹھی چیز کھانا صحت کے لیے مفید ہے۔ خصوصاً لفظ کے لیے اسی لیے حضور نے فرمایا کہ روزہ کھجور سے افطار کرو۔ فَإِنَّهُ بَرَكَةٌ کہ اس میں برکت ہے۔

اگر کھجور ملے تو پھر پانی سے افطار کر لو۔ — فَإِنَّهُ طَهُوْرٌ — کہ یہ پاک کرنے والا ہے

بَابُ يُفْطِرُ بِمَا تَيْسَّرُ بِالْمَاءِ وَغَيْرِهِ

باب جو میسٹر ہو اس سے افطار کر لے پانی یا کوئی اور چیز

اسی عنوان کے ماتحت امام بخاری نے حدیث ابن اوفیٰ ذکر کی ہے جو اسی حصہ کے ص ۲ پر گزر چکی ہے۔ جس میں یہ ہے حضور علیہ السلام نے ستوں سے روزہ انظار فرمایا۔ جس سے یہ واضح ہوا کہ کھجور سے روزہ انظار کرنا واجب و لازم نہیں ہے پانی یا جو چیز ہواس سے روزہ انظار کیا جاسکتا ہے (۲)، حدیث من وجہ تہا فلیفط ومن لا فلیفط علی الماء میں اگر وجوب کے لیے نہیں ہے۔ امام بخاری نے عنوان میں اسی کی طرف اشارہ کیا ہے۔

بَابُ تَعْمِيلِ الْإِفْطَارِ

باب روزہ افطار کرنے میں جلدی کرنا

حضرت یحییٰ بن ساعدی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تک لوگ روزہ افطار کرنے میں جلدی کر سکیں گے جیلائی میں رہیں گے۔

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَزَالُ النَّاسُ يُخَيِّرُ مَا تَحْكُمُوا الْفِطْرَ.

اس حدیث میں بہرہ و فضاہی کا رو ہے جو تاروں نکلے تک افطار میں تاخیر کرتے ہیں۔ افطار میں جلدی اور سکری میں تاخیر مستحب ہے۔ صحابہ کرام کا یہی معمول تھا (۲)، اسی عنوان کے تحت امام بخاری نے حدیث عبد اللہ بن ابی اٹنی ذکر کی ہے جو اوپر صراحت پر گزر چکی ہے۔ جس سے یہی واضح رہتا ہے کہ افطار میں جلدی مستحب ہے۔ باب کے مناسب حدیث کے الفاظ یہ ہیں :

حضور علیہ السلام نے فرمایا جب تم رات کو دیکھو کہ اس طرف سے آگ لگتی ہے تو روزہ دار کو روزہ کھول دینا

إِذَا رَأَيْتَ اللَّيْلَ قَدْ أَقْبَلَ مِنْ ههنا
فَقَدْ أَفْطَرَ الصَّائِمُ -

جائے۔ (سجاری)

(منجاری)

بَابُ إِذَا أَفْطَرْنَا رَمَضَانَ ثُمَّ طَلَعَتِ الشَّمْسُ

باب جب کہ کوئی (یہ سمجھ کر کہ سورج غروب ہو گیا) رمضان کا روزہ کھول لے اور عمر سوچ نکل آئے (تو کیا کرے)

حضرت اسماعیلؑ بنت الیٰ کو کہتے ہوئے ہے! اُنھوں نے کہا ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ابراہیمؑ کو روزہ افطار کر لیا کہ سورج غروب ہو چکا ہے، پھر تقویٰ دیکھ لیں سورج نکل آیا، ہشام

عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ قَالَتْ أَفْطَحْنَا عَلَى
عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ
غَيْمٍ ثُمَّ طَلَعَتِ الشَّمْسُ قَبْلَ الْهِشَامِ فَأَمَرُوا
بِالْقَضَاءِ قَالَ بَدْرٌ مِّنْ قَضَاءٍ وَقَالَ مُعَمَّرٌ

سَمِعْتُ هِشَامًا لَّا أَذْرِي أَقْنُوْا أَمْرًا۔ | سے دریافت کیا گیا کیا انہیں اس روزہ کی قضا کا حکم دیا گیا تھا؟ انہوں نے کہا قضا کے بغیر کوئی چارہ ہی نہ تھا۔ اذر معمر نے کہا میں نے ہشام سے سنا کہ مجھے معلوم نہیں کہ انھوں نے اس کی قضا کی یا نہیں (بخاری)۔

فوائد ومسائل | اس مسئلہ میں بھی اختلاف ہے حضرت ابن سیرین و سعید بن جبیر و داؤد زاعمی قوری امام مالک و شافعی و احمد و اسحاق کا یہ ہی مذہب ہے کہ مذکورہ بالا صورت سے صرت قضا لازم ہے کفارہ نہیں جیسا کہ حدیث زیر بحث سے واضح ہے۔ — بحر حال مسئلہ یہ ہے:

- اگر غروب سمجھ کر افطار کر لیا۔ حالانکہ دن باقی تھا۔ سورج غروب نہیں ہوا تھا۔ تو جو دن باقی رہ گیا ہے اسے روزہ کی طرح گزارنا لازم ہے۔ اور اس دن کی قضا کر لے کفارہ نہیں۔
- علامہ ابن حجر نے اس حدیث کے تحت یقیناً بیچ کی ہے کہ جو بڑے کے نزدیک قضا واجب ہے۔ اور
- امام محمد علیہ الرحمۃ نے موطا میں فرمایا جس نے اس گمان پر کہ سورج غروب ہو گیا روزہ افطار کر لیا پھر معلوم ہوا کہ سورج غروب نہیں ہوا تھا تو یقیناً دن روزہ کی طرح گزار دے اور اس روزہ کی قضا کر لے۔ مسیئرا امام اعظم اور تمام ائمہ کا یہ ہی مذہب ہے (مرقات)
- لا ادری اقصوا ام لا۔ وظاہرہ ہذا تعارض التی قبایہا لکن جمیع بان حزمہ بالقضاء محمول انہ اسند فیہ الی دلیل اخر و اما حدیث اسماء فلا یحفظ فیہ اثبات القضاء ولا نفیہ۔ فافہم۔

بَابُ صَوْمِ الصَّبِيَّانِ

باب بچوں کے روزہ کا بیان

عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فِي رَمَضَانَ وَتِلْكَ ذَصِبْيَانُنَا
جِبَارٌ فَصَّرَ بِهِ (بخاری)
اور حضرت عمرؓ نے رمضان میں شراب میں دو بوش آدمی سے فرمایا۔ اور نصیب! ہمارے بچے تو روزہ سے ہیں۔ اور انہوں نے شراب پی رکھی ہے۔ پھر اسے حد لگائی۔

عَنْ الرَّبِيعِ بْنِ ثَعْلَبَةَ قَالَ أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَدَاةً عَاشُورَاءَ إِلَى قُرَيْشٍ الْأَنْصَارِ مِنْ أَصْحَابِ مُطَّلٍ أَقْبَلْتُهُمْ بِقِيَّةِ يَوْمِهِ وَمَنْ أَصْبَحَ صَائِمًا فَلْيَصُمْ قَالَ لَكُمْ نَصْرٌ مَدَّ بَعْدُ وَلَصَوْمُ صَبِيَّانَنَا وَتَجَعَلُ

حضرت ربیع بنت معوذ سے مروی ہے۔ انھوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے محرم کی دسویں تاریخ کی صبح کو انصار کے محلوں کی طرف ایک آدمی کو براہ اعلان کرنے کے لیے بھیجا کہ جس نے روزہ نہیں رکھا وہ یقیناً دن بغیر کھا پئے گا۔ اور جس نے روزہ رکھا ہے وہ روزہ رکھا ہے۔

لہ۔ امام احمد کہ رائے یہ ہے کہ مذکورہ بالا صورت میں جہاں کیا تو کفارہ لازم ہے۔ اور جہاں نہ ملے وہ عذرہ بن الزبیر کہتے ہیں کہ یہ نہیں۔ جیسے سہرا کھایا۔ یہ بھی اسی قبیل سے ہے (عینی)

ربیع نے کہا اس کے بعد تم کو بھی روزہ رکھتے تھے اور اپنے بچوں کو بھی رکھواتے تھے۔ اور ان کے کھیلنے کے لیے ایک کھلونا بنا دیتے تھے۔ جب ان بچوں میں سے کوئی بچہ کھانے کے لیے روتا تو ہم وہ کھلونا اسے دے دیتے وہ اس سے بہل جاتا۔ حتیٰ کہ روزہ کھولنے کا وقت ہو جاتا۔

لَهُمُ اللَّعِبَةُ مِنَ الْعُثْبِ وَأَذَا بَنِي أَحَدِهِمْ عَلَى الطَّعَامِ أَعْطَيْنَاكَ ذَاكَ حَتَّى يَكُونَتْ عِنْدَ الْأَفْطَارِ - (بخاری)

۱۔ اگرچہ نابالغ پر نماز روزہ فرض نہیں ہے۔ مگر عہد نبوی میں بچے بھی روزے رکھتے تھے تاکہ ان کو عادت پڑے اور بالغ ہو کر آسانی سے اس عبادت کو ادا کر سکیں۔

فوائد ومسائل

- ۲۔ بچہ جب گیارہویں سال میں قدم رکھے تو ولی پر لازم ہے کہ وہ ان سے روزہ و نماز کی پابندی کرائے اور اس معاملہ میں سختی کرے۔ مگر یہ سختی کا حکم اس صورت میں ہے جبکہ بچہ روزہ رکھنے کی طاقت رکھے اور روزہ اس کی صحت کو متضرر نہ ہو۔ اگر نابالغ بچہ ایسا کر دہے کہ روزہ کی طاقت نہیں رکھتا۔ تو ایسی صورت میں ولی کو یہ جائز نہیں ہے کہ وہ بچہ کو روزہ رکھنے پر مجبور کرے۔
- ۳۔ اس حدیث سے واضح ہوا کہ نابالغ کی عبادت صحیح و درست ہے۔

بَابُ الْوَصَالِ وَمَنْ قَالَ لَيْسَ فِي اللَّيْلِ صِيَامٌ

باب متواتر روزے رکھنے کا بیان اور جس نے یہ کہا کہ رات کو روزہ نہیں ہو سکتا

اللہ تعالیٰ نے (سورہ بقرہ میں) فرمایا: رات تک روزہ پورا کرو اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت پر مہربانی اور ان کی طاقت برقرار رکھنے کے لیے پے درپے روزے رکھنے سے منع فرمایا ہے اور عبادت میں سختی کرنا مکروہ ہے۔

• لِقَوْلِهِ تَعَالَى ثُمَّ أَتَمُّوا الصِّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ وَكَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْهُ رَحِمَةً لَهُمْ وَإِنْقَاءَ عَلَيْهِمْ وَمَا يُكْرِهُ مِنَ التَّعَتُّقِ

حضرت انس سے مروی ہے نبی علیہ السلام نے فرمایا بلا سحر و افسار مسلسل روزے نہ رکھا کرو (موم وصال صحابائے عرض کی آپ تو وصال فرماتے ہیں حضور نے فرمایا میں تم میں سے کسی طرح نہیں ہوں مجھے کھلایا ہلایا جاتا ہے میں اس طرح رات گزارتا ہوں کہ مجھے کھلایا اور سیراب کیا جاتا ہے۔

• عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَوَاصِلُوا قَالُوا إِنَّكَ تَوَاصِلٌ قَالَ لَسْتُ كَأَحَدٍ مِنْكُمْ إِنِّي أَطْعَمُ وَأُشْفِي أَوْ أَفِي أَبَيْتٍ أَطْعَمُ وَأُشْفِي۔

حضرت عبداللہ بن عمر سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے موم وصال سے منع فرمایا تو صحابائے عرض کی کہ آپ تو وصال کرتے ہیں؟ آن حضور نے فرمایا کہ میں تمہاری طرح نہیں ہوں۔ مجھے تو کھلایا اور سیراب کیا جاتا ہے۔

• عَنْ عَبْدِ اللَّهِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ الْوَصَالِ قَالُوا إِنَّكَ تَوَاصِلٌ قَالَ إِنِّي لَسْتُ بِمِثْلِكُمْ إِنِّي أَطْعَمُ وَأُشْفِي۔

کہا حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ

• عَنْ أَبِي سَعِيدٍ أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

علیہ وسلم سے ملنا، اُن حضور فرما رہے تھے کہ مسلسل رزق و افطار روزے نہ رکھو۔ ہاں اگر کوئی وصال کرنا ہی چاہے تو وہ صبح کے وقت تک ایسا کر سکتا ہے۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ تو وصال کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا، میں تمہاری طرح نہیں

لَقَبُولُ لَا تَوَاصِلُوا فَإِنَّكُمْ إِذَا سَادَ أَنْ تَوَاصِلَ
فَلْيُؤَا صِلَ حَتَّى السَّحَرِ قَالُوا فَإِنَّكَ تَوَاصِلُ يَا
رَسُولَ اللَّهِ قَالَ إِنِّي لَسْتُ كَهَيْئَتِكُمْ إِنِّي أَبَيْتُ
مُطْعَمَ يَطْعُمُنِي وَسَائِ يَشْقِيَنِي

میں تو رات اس طرح گزارتا ہوں کہ ایک کھانے والا کھاتا ہے اور ایک کھانے والا پلاتا ہے۔
• عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ عَنِ الْوِصَالِ رَحِمَهُ اللَّهُ فَقَالُوا يَا تَكُ
تَوَاصِلُ قَالَ إِنِّي لَسْتُ كَهَيْئَتِكُمْ إِنِّي يَطْعُمُنِي
سَرَقِي وَيَشْقِيَنِي لَمْ يَذْكُرْ عُثْمَانُ رَحِمَهُ اللَّهُ

مجھے تو میرا ب کھانا اور پلاتا ہے۔ عثمان بن ابی شیبہ نے لفظ رحمہم ذکر نہیں کیا۔

بَابُ التَّنْكِيلِ لِمَنْ أَكْثَرَ الْوِصَالِ

باب جو وصال کے بکثرت روزے رکھے اُسے سزا دینا

اس کو حضرت انس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔ امام زہری سے مروی ہے۔ انھوں نے کہا مجھ سے ابو سلمہ بن عبدالرحمن نے بیان کیا کہ حضرت ابو ہریرہ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روزوں کو ملا کر رکھنے سے منع فرمایا مسلمانوں میں سے ایک آدمی نے آپ سے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! آپ بھی تو روزے ملا کر رکھتے ہیں ساکب نے فرمایا۔ تم میں سے کون میری طرح ہے۔ مجھے تو میرا ب رات کے وقت کھانا اور پلاتا ہے۔ جب کہ وہ وصال سے باز نہ آئے تو آپ نے ان کے ساتھ ایک دن کچھ نہ کھایا۔ پھر دوسرے دن بھی کچھ نہ کھایا۔ پھر عید کا چاند نظر آ گیا۔ آپ نے فرمایا۔ اگر چاند نظر نہ آتا تو میں اور (کئی دن) نہ کھانا۔ گویا یہ اُن کو بطور سزا کے فرمایا، جب کہ وہ وصال سے باز نہ آئے تھے۔

حضرت ہمام سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت

• رَوَاهُ الْأَسَدُ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
• عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ
عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ أَبَاهُ رَوَاهُ قَالَ نَهَى رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْوِصَالِ فِي الْقَوَا
فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ إِنَّكَ تَوَاصِلُ يَا
رَسُولَ اللَّهِ قَالَ وَأَنْتَ كَهَيْئَتِي إِنِّي أَبَيْتُ يَطْعُمُنِي
سَرَقِي وَيَشْقِيَنِي فَلَمَّا أَكْبَدَ أَنْ يَنْتَهَوْا عَنِ الْوِصَالِ
وَأَمَلَ بِهِمْ كَيْدُ مَا تَحَرَّكَوْا مَا تَحَرَّكَوْا مَا تَحَرَّكَوْا
فَقَالَ لَوْ تَأَخَّرَ لَوْ تَكْتُمُ كَالْتَّنْكِيلِ لَهْمُ حِينَ
أَكْبَدَ أَنْ يَنْتَهَوْا

• عَنْ هَمَّامٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَاهُ يَرْوَاهُ عَنِ النَّبِيِّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِيَّاكُمْ وَالْوِصَالَ
مَرَّتَيْنِ قِيلَ إِنَّكَ تَوَاصِلُ قَالَ إِنِّي أَبَيْتُ
يَطْعُمُنِي رَقِي وَيَشْقِيَنِي فَأَكْفُوا مِنَ الْعَمَلِ

مَا تَطْعَمُونَ۔ ابو ہریرہ سے سنا۔ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ وصال کے روز بچے سے بچہ۔ دودھ نہ فرمایا۔ کہا گیا۔ آپ بھی تو وصال کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا۔ مجھے تو رات کو میرا رب کھلا اور پلا دیتا ہے۔ تم اتنی ہی تکلیف اٹھاؤ۔ جتنی تم کو طاقت ہے۔

بَابُ الْوَصَالِ إِلَى السَّحَرِ

باب سحری تک وصال کرنا

حضرت ابو سعید خدری سے روای ہے۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپ فرماتے تھے۔ ملا کر روزے مت رکھو۔ اگر کسی کا ارادہ ہی وصال کا ہو تو سحری کے وقت تک وصال کر سکتا ہے۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ تو وصال کرتے ہیں۔ آن حضور نے فرمایا۔ میں تمہاری طرح نہیں ہوں رات کے وقت ایک کھانے والا مجھے کھلاتا ہے اور ایک پلانے والا مجھے پیاب کرتا ہے۔

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخَدْرِيِّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَوَاصِلُوا تَكُونُوا أَزْوَاجًا تَلْبَسُ الْوَصَالَ حَتَّى السَّحَرِ فَإِنَّا نَكُونُ أَزْوَاجًا يَلْبَسُ الْوَصَالَ قَالَ أَسْتَكْفِيكُمْ إِفْتِئَاتِي أَذِيْتُ لِي مَطْعَمٌ يَطْعُمُنِي وَسَاقِي يَشْقِيْنِي۔

یہ تمام احادیث مسائل ذیل پر مشتمل ہیں۔

۱۔ بلا سحر و افطار متواتر مسلسل روزے رکھنا مطلوب و محمود نہیں۔

۲۔ عبادت و ریاضت میں میاں رومی کو اختیار کرنا چاہیے۔ اپنی طرف سے زیادتی و شدت نہیں کرنی چاہیے۔

۳۔ فہما حصہ حضور نے صوم وصال سے منع فرمایا۔ علامہ رافعی نے فرمایا۔ یہ بھی تحریمی ہے یا تنزیہی۔ اس میں اختلاف ہے۔ والفاظہوا کا قول۔ اور ظاہر یہ ہے کہ بھی تحریمی ہے۔

۴۔ سیدنا امام اعظم، ابو حنیفہ، شافعی، مالک اور اہل فقہ کی ایک جماعت نے صوم وصال کو مکروہ قرار دیا ہے۔ (یعنی)

وامم محمد نے مطا میں فرمایا کہ موصوم وصال مکروہ

وقال محمد بن الموطا الوصال مکروہ وهو قول

ہے۔ امام اعظم کا بھی یہی قول ہے

ابی حنیفہ علیہ الرحمۃ

وامم ہر کہ صوم وصال یعنی بلا سحر و افطار متواتر مسلسل روزے رکھنا ممنوع ہے۔ یا اس لیے بھی کہ رات کا روزہ شروع نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ رات تک روزہ پورا کرو۔ نیز عبادت و ریاضت میں سختی و شدت شارع علیہ السلام کو مطلوب نہیں ہے۔

اور حضور علیہ السلام کا صوم وصال رکھنا۔ یعنی مسلسل اور متواتر بلا سحر و افطار روزے رکھنا، تو اس کا جواب خود حضور نے ارشاد فرما دیا کہ میرا معاملہ دوسرا ہے۔ تم میری مثال کوئی ہے؟ یعنی کوئی نہیں۔ اس لیے صوم وصال حضور کی خصوصیات سے قرار پایگا۔ اور عام لوگوں کے لیے ممنوع۔

لوگوں کے لیے ممنوع۔

۵۔ فاکلفو من الاعمال الخ سے واضح ہوا کہ عبادت و ریاضت میں اپنی طرف سے سختی و شدت اسلامی شریعت میں مشروع نہیں ہے۔

آدی کو کسی قدر عبادت کرنی چاہیے جس کو نشاط کے ساتھ ہمیشہ کرتا رہے۔ ان احادیث میں ان تقویٰ باذن اور خازن ساز مقفیوں کے

کے لیے بھی سبق ہے۔ جو شریعت اسلامیہ میں اپنی طرف سے زیادتی۔ شدت اور سختی اختیار کرنے کے تلقین کرتے ہیں۔

حضور کی بشریت

۱۔ ان احادیث میں یہ تقریر ہے کہ جب صحابہ کرام کو حضور نے صوم وصال سے منع فرمایا تو انہوں نے عرض کی کہ حضور آپ تو وصال فرماتے ہیں۔ تو حضور نے اس کے جواب میں فرمایا:

- اَنِّیْ لَسْتُ مِثْلُکُمْ اَنِّیْ اُطْعَمُ وَاَسْقٰی۔
- لَسْتُ کَا حِدٍ مِّنْکُمْ اَنِّیْ اُطْعَمُ وَاَسْقٰی۔

میں تمہاری مثل نہیں ہوں مجھے کھلایا جاتا ہے۔
میں تم میں سے کسی طرح نہیں ہوں۔ مجھے کھلایا اور سیراب کیا جاتا ہے۔

کیا جاتا ہے

- اَنِّیْ لَسْتُ کَہٰیئَتِکُمْ اَنِّیْ اَبِیْتُ لٰی مُطْعَمٍ وَّسَاقٍ یُّشْقٰی۔
- اَنِّیْ لَسْتُ کَہٰیئَتِکُمْ اَنِّیْ یُطْعَمُنِیْ سَرَبٌ وَّیَسْفٰی۔
- اَنِّیْ لَسْتُ کَہٰیئَتِکُمْ اَنِّیْ اَبِیْتُ یُطْعَمُنِیْ سَرَبٌ وَّیَسْفٰی۔

میں تمہاری طرح نہیں ہوں میں رات اس طرح گزارتا ہوں کہ ایک کھلانے والا کھلاتا ہے اور پلانے والا پلاتا ہے۔
میں تمہاری طرح نہیں ہوں۔ مجھے میرا رب کھلاتا اور پلاتا ہے۔

تم میں میرا مثل کون ہے؟ میں رات گزارتا ہوں مجھے میرا رب کھلاتا اور پلاتا ہے۔

- لَسْتُ کَہٰیئَتِکُمْ اَنِّیْ اَبِیْتُ لٰی مُطْعَمٍ یُّطْعَمُنِیْ (بخاری ج ۱ ص ۶۳)

میں تمہاری طرح نہیں ہوں، میں رات گزارتا ہوں ایک کھلانے والا مجھے کھلاتا ہے اور پلانے والا مجھے پلاتا ہے۔

۲۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ان جوابات میں اپنی بشریت کے متعلق واضح طور پر یہ تقریر فرمادی کہ اگرچہ میں انسان ہوں بشر ہوں۔ اللہ کا بندہ اور اس کی مخلوق ہوں۔ مگر میری بشریت عام لوگوں کی بشریت کی طرح نہیں ہے۔ غور کیجئے کہ ایک مشلی کے مخی طبع کون ہیں؟ صحابہ کرام علیہ الرحمۃ والرضوان کرم کے مرتبہ و مقام کی عظمت کا یہ عالم ہے کہ عام لوگ تو عام لوگ ہیں میں عزت و قطب افتاد و ابال۔ علماء و صلحاء و اولیاء بھی ان کی برابری نہیں کر سکتے۔ حضور ان کو مخاطب بنا کر فرماتے ہیں:

اَیْکُمْ مِثْلٰی۔ تم میں میرا مثل کون ہے؟ لَسْتُ کَا حِدٍ مِّنْکُمْ۔ تم میں کوئی بھی میری طرح نہیں ہے؟
جب صحابہ کرام کا مقدس گروہ حضور کی مثل نہیں۔ حضور کی طرح نہیں تو آپ حضور کی مثل اور حضور کی طرح کیسے ہو سکتے ہیں؟
سچی بات تو یہ ہے کہ

بشر ضرور میں پر داخل انام نہیں | شمار دائرہ تبیج میں امام نہیں
چنانچہ صحابہ کرام بارگاہ نبوت میں عرض کیا کرتے تھے:

قَالُوا اِنَّا لَنَسْنَا کَہٰیئَتِکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ (بخاری ج ۱ ص ۶۳)
اس لیے یہ گناہ حق و صواب ہے کہ حضور سرور عالم نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ مطہرہ سے ہماری و برابری کا دعویٰ کرنا اعلیٰ درجہ کی گمراہی و بے دینی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو حضور کی تعظیم و توقیر کی توفیق و رفیق عطا فرمائے۔

يَا أَيُّهَا الْمُسْلِمُونَ إِخِيهِ يُقِطِرُ فِي التَّطَوُّعِ وَلَمْ يَدْعَ عَلَيْهِ قَضَاءً
إِذَا كَانَ أَوْفَقَ لَهُ

میں سرگرم رہتے تھے۔ حضرت ابوہریرہؓ کو اہل بیتؑ بھی بڑی درجہ کی صحابہ اور صحابی کی صاحبزادی تھیں۔ مگر ان کی غیر معمولی طور پر عبادت میں جدوجہد و مشقت کو پسند کرتی تھیں۔ حضرت سلمان فارسیؓ نے انہیں سمجھا یا کہ عبادت میں اتنی زیادتی کر بندوں کو حاجی حقوق بھی ادا کیے جائیں ٹھیک نہیں ہے اور یہ کہ جب اللہ تعالیٰ نے دیہے تو ایسی صورت میں ردی اور بچے پڑنے پڑوں میں گزر کر ناجی ٹھیک نہیں ہے۔ یہی حضور کی ہدایت اور آپ کا حکم ہے۔

۲۔ واضح ہو کہ نفلی روزہ خواہ عذر کی وجہ سے یا بلا عذر توڑ دیا جائے تو اس کی قضا واجب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے نفلی عبادات کا انسان کو رکھتے نہیں بنایا۔ لیکن جیسے نذر مان لینے سے واجب ہو جاتی ہے۔ ایسے ہی نفل شروع کرنے سے واجب ہو جاتے ہیں اس لیے اگر کسی نے نفلی روزہ یا نماز شروع کر دی، پھر توڑ دی تو اس کی قضا واجب ہوگی۔

۳۔ نفلی روزہ بلا عذر توڑنا ٹھیک نہیں۔ عذر ہو توڑنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ جیسے مہمان آگئے۔ اگر خورد کھائے تو ان کے ملاطفت کا سبب ہوگا۔ اس لیے توڑ دے تو حرج نہیں۔

۴۔ امام بخاریؒ کی رائے یہ ہے کہ اگر نفلی روزہ کسی عذر کی وجہ سے توڑ دے تو قضا واجب نہیں۔ امام بخاریؒ زیر بحث حدیث سے بایں طور استدلال کرتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہؓ نے سلمان فارسیؓ کے لیے کھانا پکا یا اور وہ نفلی روزے سے تھے تو انہوں نے افطار کر لیا۔ حضورؐ کو اطلاع دی گئی تو آپؐ نے قضا کا حکم نہیں دیا۔ لیکن امام بخاریؒ کا یہ استدلال متعدد وجوہ سے درست نہیں۔ اول۔ اس لیے کہ قضا کا وجوب متعدد دوسری حدیثوں سے بالقرینہ ثابت و واضح ہے۔

حضرت حفصہ و عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے نفلی روزہ افطار کر لیا تو حضورؐ نے فرمایا: کہ

إِقْضِیَا یَوْمًا آخِرَ مَکَانَةٍ

اس کی جگہ دوسرا روزہ رکھو۔

دوم۔ نیز قرآن مجید میں فرمایا لَا تَطْلُبُوا أَعْمَالَکُمْ۔ اعمال عام میں خواہ روزہ ہو یا نماز۔ ان کو باطل کرنے سے منع کیا گیا۔ لہذا قضا واجب قرار پائی۔ تاکہ جو عبادت کو آدمی نے شروع کر کے باطل کیا ہے اس سے عہدہ بکا ہو سکے۔

بَابُ صَوْمِ شَعْبَانَ

باب شعبان کے روزوں کے متعلق

عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روزہ رکھنے لگتے تو ہم (اپس میں) کہتے کہ اب آپ روزہ نہیں رکھیں گے اور جب روزہ چھوڑنے لگتے تو ہم کہتے کہ اب آپ روزہ نہ رکھیں گے۔ میں نے رمضان کو چھوڑ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی پورے مہینہ کا روزہ رکھتے نہیں دیکھا اور

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُومُ حَتَّى يَقُولَ لَا يَقِطُّ وَلَا يَقِطُّ حَتَّى يَقُولَ لَا يَصُومُ فَمَا أَثَبْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَشْتَكَمَكَ صَبَا شَهْرٍ إِلَّا رَمَضَانَ وَمَا دَأَيْتُهُ أَكْثَرَ صِيَامًا مِنْهُ فِي شَعْبَانَ

جتنے روزے آپ شعبان میں رکھتے تھے، میں نے کسی مہینہ میں اس سے زیادہ روزے رکھتے آپ کو نہیں دیکھا۔

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ حضور شعبان سے

أَنَّ عَائِشَةَ حَدَّثَتْهُ قَالَتْ لَمْ يَكُنِ النَّبِيُّ

سے زیادہ اور کسی معینہ میں روزے نہیں رکھتے تھے۔
 شعبان کے اکتراہام میں آپ روزے سے رہتے۔ آپ
 فرمایا کرتے تھے عمل دہی اختیار کرو جس کی تم میں طاقت ہو۔
 کیونکہ اللہ تعالیٰ (ثواب عطا فرمائے) نہیں کرتا جب
 تک تم خود ہی مذاکرہ جاؤ۔ حضور اس ناز کو سب سے
 زیادہ پسند فرماتے جس پر ہمیشگی ہو۔ خواہ کم ہی کیوں نہ ہو۔
 چنانچہ حضور جب کوئی نفل مانا شروع فرماتے تو اسے ہمیشہ ادا کرتے تھے۔

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُومُ شَهْرَ الْكُثُومِ
 شُعْبَانَ فَإِنَّهُ كَانَ يَصُومُ شُعْبَانَ كُلَّهُ وَكَانَ
 يَقُولُ حَذُّوا مِنِّي لَعَلَّ مَا تُطِيعُونَ فَإِنَّ
 اللَّهَ لَا يَمْلِكُ حَتَّى تَمُوتُوا وَإِذَا حَبَّتِ الصَّلَاةُ إِلَى
 النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا دُفِعَ عَنْهُ عَلَيْهِ
 وَلَا مَنَعَتْ وَكَانَ إِذَا صَلَّاهُ صَلَاةً دَاوَمَ عَلَيْهَا.

بَابُ مَا يَذْكُرُ مِنْ صَوْمِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَفْطَارِهِ

باب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روزہ رکھنے کے متعلق روایات

ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رمضان کے
 سوا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی پورے مہینے کا روزہ
 نہیں رکھا۔ آپ روزہ رکھنے لگتے تو یکے بعد والا کرتا کرتا بخیرا
 اب آپ بے روزہ نہیں رہیں گے اور اسی طرح جب روزہ
 چھوڑ دیتے تو کہتے کہ بخیرا اب آپ روزہ نہیں رکھیں گے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مَا صَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ شَهْرًا كَامِلًا قَطُّ غَيْرَ رَمَضَانَ وَيَصُومُ
 حَتَّى يَقُولَ الْقَائِلُ لَا وَاللَّهِ لَا يَقِطُّهُ وَلَا يَقِطُّ حَتَّى
 يَقُولَ الْقَائِلُ لَا وَاللَّهِ لَا يَقُومُ.

حمید نے انس رضی اللہ عنہ سے سنا۔ آپ نے بیان کیا کہ
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی مہینہ میں بے روزہ کے ہوتے تو
 یہیں خیال کرتا کہ اس مہینہ میں آپ روزہ رکھیں گے ہی نہیں
 اسی طرح کسی مہینہ میں روزے رکھنے لگتے تو یہ خیال کرتے کہ اب
 اس مہینہ کا ایک دن بھی بغیر روزے کے نہیں گزرے گا۔ جب
 چاہتے ان حضور کو رات میں ناز پڑھتے دیکھ سکتے تھے اور جب
 چاہتے تو نماز پڑھ کر دیکھ سکتے تھے۔

عَنْ حُمَيْدٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسًا يَقُولُ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقِطُّ مِنَ الشَّهْرِ حَتَّى
 نَقُفَ أَنْ لَا يَصُومَ مِنْهُ وَيَصُومُ حَتَّى نَقُفَ أَنْ
 لَا يَقِطُّ مِنْهُ شَيْئًا وَكَانَ لَا تَشَاءُ تَرَاهُ مِنْ
 اللَّيْلِ مُصَلِّيًا إِلَّا سَأَلْتَهُ وَلَا تَأْمُرُ إِلَّا رَأَيْتَهُ.

حمید نے کہا میں نے انس رضی اللہ عنہ سے حضور
 کے روزوں کے متعلق روایات سنی ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ جب
 ہم چاہتے کہ آپ کو روزے سے دیکھیں تو روزے سے دیکھ
 لیتے اور بغیر روزے کے چاہتے تو بے روزے سے دیکھ لیتے۔
 رات میں بھی حالت قیام دیکھنا چاہتے تو نماز پڑھتے ہوئے
 دیکھ لیتے۔ اور اگر حالت آرام دیکھنا چاہتے تو اس حالت

أَخْبَرَنَا حُمَيْدٌ قَالَ سَأَلْتُ أَنَسًا عَنْ صِيَامِ النَّبِيِّ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا كُنْتُ أَجِدُ أَنْ
 أَرَاهُ مِنَ الشَّهْرِ صَائِمًا إِلَّا سَأَلْتُهُ وَلَا أَقِطُّ
 إِلَّا رَأَيْتُهُ وَلَا مِنَ اللَّيْلِ قَائِمًا إِلَّا سَأَلْتُهُ وَلَا
 نَائِمًا إِلَّا سَأَلْتُهُ وَلَا مَسْتَحْذَةً وَلَا حَبِيرَةً
 أَلْبَنَ مِنْ كَفِّ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

میں بھی دیکھ لیتے۔ میں نے نبی کریم کے دست مبارک سے زیادہ نرم و نازک خرد و حیرت انگیز کونہ پایا اور نہ شک و غمیر کو آپ کی خوشبر سے زیادہ پاکیزہ پایا

وَسَلَّمَ وَلَا شَمِئْتُ وَشَكَّةً وَلَا عَيْثُكَ الْجَبِي
رَاحِمَةً مِنْ شَرِّ أَحْبَبْتُمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

بَابُ حَقِّ الصَّيْفِ فِي الصَّوْمِ

باب روزہ میں مہان کا حق

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے بیان تشریف لائے پھر انھوں نے پوری حدیث بیان کی، یعنی یہ کہ تمہارے طلعات کا بھی تم پر حق ہے اور تمہاری بیوی کا بھی تم پر حق ہے۔ اس پر میں نے پوچھا اور داؤد علیہ السلام کا روزہ کیسا تھا؟ تو آپ نے

قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ وَابْنُ الْخَاصِ
قَالَ دَخَلَ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ وَذَكَرَ الْحَدِيثَ يَخْبِي إِنْ لَزُوهُمَا عَلَيْكَ
حَقًّا وَإِنْ لَزُوهُمَا عَلَيْكَ حَقًّا فَقُلْتُ وَمَا
صَوْمُ دَاوُدَ قَالَ نِصْفُ الدَّهْرِ

فرمایا کہ ایک دن کا روزہ اور ایک دن بے روزہ سے رہنا (صوم داؤدی ہے)

بَابُ حَقِّ الْجَسَمِ فِي الصَّوْمِ

باب روزے میں جسم کا حق

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ عبداللہ! کیا یہ اطلاع صحیح ہے کہ تم دن میں تو روزہ رکھتے ہو اور ساری رات نماز پڑھتے ہو؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صحیح ہے۔ ان حضروں نے فرمایا۔ لیکن ایسا نہ کرو، روزہ بھی کھو اور بے روزہ کے بھی رہو، نماز بھی پڑھو اور سوؤ بھی۔ کیونکہ تمہارا جسم کا بھی تم پر حق ہے۔ تمہاری آنکھوں کا بھی تم پر حق ہے۔ تمہاری بیوی کا بھی تم پر حق ہے اور تم سے ملاقات کرنے والوں کا بھی تم پر حق ہے۔ بس یہی کافی ہے کہ یہ سب تین دن روزہ رکھ لیا کرو۔ کیونکہ تیس ہر نیکی کا بدلہ دس گنا ملے گا۔ اور اس طرح یہ ساری عمر کا روزہ ہو جائے گا۔ لیکن میں نے اپنے بھتیجے چاہی تو مجھ پر سختی کر دی گئی۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ

قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ وَابْنُ الْخَاصِ
قَالَ دَخَلَ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْتِي
أَلَمْ أَخْبَرَ أَنَّكَ تَصُومُ النَّهَارَ وَتَقُومُ اللَّيْلَ فَقُلْتُ
بَلَى يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ فَلَا تَفْعَلْ صُمْ وَأَفْطِنْ وَ
تَعْمُرْ وَلَمْ فَإِنْ لَجَسِدُكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَإِنْ
لَبَيْنُكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَإِنْ لَزُوهُمَا عَلَيْكَ
حَقًّا وَإِنْ لَزُوهُمَا عَلَيْكَ حَقًّا وَإِنْ لَجَسِدُكَ
أَنْ تَصُومَ كُلَّ شَهْرٍ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ فَإِنَّ لَكَ بِكُلِّ
حَسَنَةِ عَشْرٍ مِثْلَهَا فَإِنَّ ذَلِكَ صِيَامُ الدَّهْرِ
كُلُّهُ فَشَدَّدْتُ فَشَدَّدْتُ دَعَانِي ثَلَاثَ أَيَّامٍ رَسُولُ اللَّهِ
إِنِّي أَجِدُ قُوَّةً قَالَ فَصُمْ صِيَامَ نَبِيِّ اللَّهِ دَاوُدَ
عَلَيْهِ السَّلَامُ وَلَا تَزِدْ عَلَيْهِ قُلْتُ وَمَا كَانَ

صِيَامُ نَحْيَ اللَّهِ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ نَفَعْتُ
اللَّهُ هَؤُلَاءِ فَكَانَ عَبْدُ اللَّهِ يَقُولُ لَكُنْ مَا كَبُرَ
بِالْكِبْتِيِّ ثَمَلْتُ رُخْصَةً النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

میں اپنے میں قوت پاتا ہوں۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ پھر اللہ
کے نبی داؤد علیہ السلام کا روزہ رکھو اور اس سے آگے نہ بڑھو
میں نے پوچھا، اللہ کے نبی داؤد علیہ السلام کا روزہ کیا تھا؟
آپ نے فرمایا: ایک دن روزہ سے اور ایک دن بے روزہ کے۔
بعد میں جب ضعیف ہو گئے۔ تو عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے
کا ش میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دی ہوئی رخصت مان لیتا۔

بَابُ صَوْمِ الدَّهْرِ

باب ساری عمر روزے سے رہنا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا یا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم تک میری یہ بات پہنچائی گئی کہ تمہاری
قسم زندگی بھر میں دن میں تو روزے رکھوں گا اور ساری
رات عبادت کروں گا۔ (آن حضور کے دربارت فرمانے پر)
میں نے عرض کی، میرے ماں باپ آپ پر ندامتوں میں نے
یہ کہا ہے۔ آن حضور نے فرمایا: لیکن تمہارے اندر اس کی
طاقت نہیں۔ اس لیے روزہ رکھو، لیکن بے روزہ کے
بھی رہو اور عبادت بھی کرو، لیکن سو بھی۔ ماں میں نے
تین دن کے روزے رکھا کرو، نیکیوں کا بدلہ دس گنا ملتا ہے
اس طرح یہ ساری عمر کا روزہ ہو جائے گا۔ میں نے کہا کہ میں
اس سے بھی افضل کی طاقت رکھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا:
کو پھر ایک دن روزہ رکھا کرو اور دو دن بے روزہ کے
رہا کرو۔ میں نے پھر کہا کہ میں اس سے افضل کی طاقت رکھتا
ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ اچھا ایک دن روزہ رکھو اور ایک دن
بے روزہ کے رہو کہی داؤد علیہ السلام کا روزہ ہے اور روزہ کا سب سے افضل طریقہ ہے۔ میں نے پھر عرض کی مجھے اس سے
بھی افضل کی طاقت ہے۔ لیکن اس مرتبہ آپ نے فرمایا کہ اس سے افضل کوئی روزہ نہیں۔

أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَمْرِو قَالَ أَخْبَرَنِي سَوْدَةُ سَمِعَتْ
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنِّي أَقُولُ وَاللَّهِ لَا صَوْمَ مِنِّي
النَّهَارَ وَلَا لَيْلَةَ مِنِّي اللَّيْلَ مَا عَشْتُ قُلْتُ لَهُ قَدْ
قُلْتُ يَا بَنِي آدَمَ وَأَنَا قَالَتْ كَأَنَّكَ لَا تَسْتَطِيعُ ذَلِكَ
فَصُمْ وَأَفْطِرْ وَفَصُمْ وَفَصُمْ مِنَ الشَّهْرِ ثَلَاثَةَ
أَيَّامٍ فَإِنَّ الْحَسَنَةَ بِعَشْرِ أَثْمَالِهَا وَذَلِكَ مِثْلُ
صِيَامِ الدَّهْرِ قُلْتُ إِنِّي أَطِيقُ أَفْضَلَ مِنْ ذَلِكَ
قَالَ فَصُمْ يَوْمًا وَأَفْطِرْ يَوْمَيْنِ ثَلَاثَ أَيَّامٍ
أَفْضَلَ مِنْ ذَلِكَ قَالَ فَصُمْ يَوْمًا وَأَفْطِرْ يَوْمَيْنِ
قُلْتُ إِنِّي أَطِيقُ أَفْضَلَ مِنْ ذَلِكَ قَالَ فَصُمْ يَوْمًا
وَأَفْطِرْ يَوْمًا فَذَلِكَ صِيَامُ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ
وَهُوَ أَفْضَلُ الصِّيَامِ فَقُلْتُ إِنِّي أَطِيقُ أَفْضَلَ مِنْ
ذَلِكَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا
أَفْضَلَ مِنْ ذَلِكَ۔

بَابُ حَقِّ الْأَهْلِ فِي الصَّوْمِ

باب روزه میں بیوی کا حق
رواه أبو حنیفہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم

اس کی روایت ابو حنیفہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کی ہے

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍاءَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَبَلَغَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنِّي أَسْرَدُ الصَّوْمَ وَأُصَلِّيَ اللَّيْلَ فَأَمَّا أَرْسَلَ إِلَيَّ وَأَمَّا لِقَيْتُهُ فَقَالَ أَلَمْ أَخْبَرَكَ تَصُومُ وَلَا تَفْطُرُ وَتُصَلِّيُ فَصُومْ وَأَفْطِرْ وَكُنْ فَيَا لِعَيْنِدَهُ عَلَيْكَ خَطَاؤَانِ لِنَفْسِكَ وَأَهْلِكَ عَلَيْكَ خَطَاؤَانِ إِنْ لَمْ تَفُي لَذَلِكَ قَالَ فَصُومْ صِيَامَ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ وَكَيْفَ قَالَ كَانَ يُصُومُ يَوْمًا وَيَفْطُرُ يَوْمًا وَلَا يَغْتَبِرُ أَذًا لَمْ يَأْكُلْ قَالَ هُنَّ لِي بَهْلِي يَا نَبِيَّ اللَّهِ قَالَ عَلِمْتُ أَنَّكَ لَا تَدْرِي كَيْفَ ذَكَرَ صِيَامَ الْأَبَدِ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا صَامَ مِنْ صَامٍ إِلَّا بَدَأَ مَرَّتَيْنِ

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے سنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا کہ میں مسلسل روزے رکھتا ہوں اور ساری رات عبادت کرتا ہوں اب یا ان حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو میرے پاس بھیجا مجھے ملانے کے لیے یا خود بھی نے آپ سے ملاقات کی آپ نے دریافت فرمایا کیا یہ اطلاع صحیح ہے کہ تم (مرد و عورت) روزے رکھتے ہو اور ایک بھی نہیں چھوڑتے اور رات بھر نماز پڑھتے رہتے ہو روزہ بھی رکھو اور بے روزہ بھی رکھو عبادت بھی کرو اور سو بھی کیا نہ تمہاری آنکھ کا بھی تم پر حق ہے تمہاری جان کا بھی تم پر حق ہے اور تمہاری بیوی کا بھی تم پر حق ہے عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مجھ میں اس سے زیادہ کی طاقت ہے تو ان حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر

داؤد علیہ السلام کی طرح روزہ رکھا کرو انھوں نے کہا کہ وہ کس طرح ؟ فرمایا کہ داؤد علیہ السلام ایک دن روزہ رکھتے تھے اور ایک دن بے روزہ کے رہتے تھے اور جب دشمن سے مقابلہ ہوتا تو چمچ نہیں بھیتے تھے اس پر عبداللہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اے اللہ کے نبی! میرے لیے یہ کیسے ممکن ہے کہ میں فراغتیا کروں ؟ عطاء نے بیان کر مجھے یاد نہیں (اس حدیث میں) صوم دہر کا کس طرح ذکر ہوا (البتہ انھیں آنا یاد تھا) کہ ان حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو صوم دہر رکھتا ہے گویا وہ روزہ ہی نہیں رکھتا روزہ نہ راکھنے پر فرمایا

بَابُ صَوْمِ يَوْمٍ وَافْطَارِ يَوْمٍ

باب ایک دن روزہ اور ایک دن افطار

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍاءَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَعَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ صُمُّوا مِنْ الشَّهْرِ ثَلَاثَةً أَيَّامًا قَالَ أَهْلِيئِنْ أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ فَمَا أَرَأَى حَتَّى تَقَالَ صُمُّ يَوْمًا

عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مہینہ میں ضرور تین دن کے روزے رکھا کرو انھوں نے کہا کہ مجھ میں اس سے بھی زیادہ کی طاقت ہے

وَأَفْطَرْتُ مِنْ غَدَاةٍ أَفْطَرْتُ فِيهَا الْقُرْآنَ فِي مَكِّي شَعْبَةً قَالَ رَأَيْتُ أُطِيقُ
 الْكَفَرُ فَمَا أَلْ حَشَى قَالَ فِي ثَلَاثٍ .
 اس طرح دوہرا کرتے ہے کہ مجھ میں اس سے بھی زیادہ بات
 ہے، یہاں تک کہ ایک حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ایک
 دن کا روزہ رکھو اور ایک دن بے روزہ کے برابر۔ آپ نے۔ آپ نے اس سے یہ بھی فرمایا کہ صیغہ میں ایک قرآن مجید شرم کیا کرو
 انھوں نے اس پر بھی کہا کہ اس سے زیادہ کی یہ طاقت رکھتا ہوں اور برابر بھی کہتے رہے تاکہ ان حضور نے فرمایا کہ تین دن میں
 (ایک قرآن مجید شرم کیا کرو)

بَابُ صَوْمِ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

باب داؤد علیہ السلام کے روزہ کے متعلق

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ النَّاصِ قَالَ قَالَ لِي النَّبِيُّ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّكَ لَتَصُومُ الدَّهْرَ وَتَعُومُ
 اللَّيْلُ فَقُلْتُ نَعَمْ قَالَ إِنَّكَ إِذَا مَنَعْتَ ذَلِكَ هَجَمَتْ
 لَهُ الْفِتَنُ وَنَفَعَتْ لَهُ النَّفْسُ لَا صَامَ مِنْ صَامِ
 الدَّهْرِ صَوْمٌ ثَلَاثَةٌ أَيَا صَوْمِ الدَّهْرِ كَيْفَ قُلْتُ
 نَابِي أُطِيقُ الْكَفَرُ مِنْ ذَلِكَ قَالَ فَصَوْمُ دَاوُدَ
 عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ يَصُومُ يَوْمًا وَيُفْطِرُ يَوْمًا
 وَلَا يَفْطِرُ إِلَّا لَاقِي

عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت
 ہے۔ انھوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 نے مجھ سے دریافت فرمایا، کیا تم ہر روزہ رکھتے ہو اور
 رات بھر عبادت کرتے ہو، میں نے اثبات میں جواب دیا تو
 آپ نے فرمایا کہ اگر تم کو یہی کہتے رہے تو تمھاری آنکھیں غصے
 جاگیں گی اور تم خود کو در پر جاؤ گے۔ یہ بھی کوئی روزہ ہے
 کہ زندگی بھر رجب تا فروردین، روزہ رکھے جاؤ تین دن کا
 اور صیغہ میں، روزہ، مہدی زندگی کے روزہ کے برابر
 ہے (نواب ہیں) میں نے اس پر کہا کہ مجھ اس سے بھی زیادہ کی طاقت ہے، تو آپ نے فرمایا کہ پھر داؤد علیہ السلام کا روزہ
 رکھا کرو۔ آپ ایک دن روزہ رکھتے تھے اور ایک دن بے روزہ کے رہتے تھے۔ اور جب دشمن کا سامنا ہوتا تو فار
 نہیں اختیار کرتے تھے جو حضور علیہ السلام نے فرمایا :-

صوم داؤد علیہ السلام سے کوئی روزہ بہتر نہیں۔

ایک دن روزہ رکھو ایک دن افطار کرو۔

لا صوم فوق صوم داؤد مظهر الدھر صوم

یومًا و افطر یومًا (بخاری)

نفلی روزوں کے احکام

واضح ہو کہ نفلی عبادت کو طوع کہتے ہیں۔ یعنی طوع سے بنا ہے۔ اس کے معنی رغبت و خوشی کے ہیں۔
 مطلب یہ کہ نفلی عبادت انسان کی اپنی مرضی پر منحصر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے لازم و واجب نہیں فرمائی۔ مذکورہ
 احادیث میں نفلی روزوں کے متعلق حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا مکمل ذکر اس بات کی ہدایت کا خلاصہ یہ ہے :-

۱۔ عبادات نفلی میں حضور نے امت کو میناہِ رومی کی تعلیم دی ہے۔ نفلی روزوں اور نمازوں میں ایسے انتہاک سے متنبہ رہو جس کی
 وجہ سے بندوں کے حقوق اور غریبوں کی ضرورت کے تحت مجبور ہو جاؤ یا فرائض و واجبات کی ادائیگی میں کوتاہی ہو جس سے نفلی عبادت
 میں میناہِ رومی اختیار کرنے کی تلقین نہ آئے۔ اور فرمایا تمھاری بیوی کا بھی تم پر حق ہے۔ ملاقاتیں نہ کی جاویں اور خود اپنے نفس کا بھی

اس میں یہ تعلیم بھی ہے کہ نفلی عبادت خوش دلی و شوق، حضور قلب اور خلوص کے ساتھ ادا ہونی چاہیے۔ اور یہ بات اسی صورت میں حاصل ہوگی۔ جبکہ اعتدال کا دامن نہ چھوڑا جائے۔

۲۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو ابن العاصؓ پانچ منوعہ دنوں کے علاوہ سال بھر مسلسل روزے رکھتے تھے۔ اور رات میں عبادت و ریاضت میں مشغول ہو جاتے۔ روزوں میں انظار کرتے اور رات میں سوتے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ایسا کرنے سے منع فرمایا، وَلَا تَفْعَلْ، اور نہ نیت حکیمانہ انداز میں انہیں بتایا کہ:

لَجَسَدٌ لَكَ عَلَيْكَ حَقًّا۔ تم پر تمہارے جسم کا بھی حق ہے۔ جب مسلسل روزے رکھو گے تو کمزوری ہوگی۔ اور اس انہماک سے خطرہ ہوگا کہ نِسْرَ الْفَنِّ دواجات کی ادائیگی میں قتل پیدا ہو۔

لَعَيْنُكَ عَلَيْكَ حَقًّا۔ تمہاری آنکھوں کا بھی تم پر حق ہے۔ جب ساری رات شب بیداری میں گزار دو گے تو نگاہ کمزور ہوگی۔ جوانی میں نہ سہی۔ آخری عمر میں اس ریاضت شدیدہ سے تکلیف ہوگی۔

لِزَوْجِكَ عَلَيْكَ حَقًّا۔ تم پر تمہاری بیوی کا بھی حق ہے۔ جب ساری رات عبادت میں اور دن روزے سے گزارے گا تو بیوی کے حقوق تلف ہوں گے۔ بچے تمہاری شہقت و محبت اور تعلیم و تربیت سے محروم ہو جائیں گے۔

لِذَوِّكَ عَلَيْكَ حَقًّا۔ تم پر تمہارے ملاقاتی کا بھی حق ہے۔ جب رات دن عبادت ریاضت صوم و صلوة و تلاوت قرآن و ذکر و اذکار میں گزار دے گا تو دوست و احباب کے حقوق متاثر ہوں گے۔

اسے لیے عبادت و ریاضت میں ایسا انہماک جس سے حقوق اللہ و حقوق العباد تلف ہوں۔ بہت ہی غیر مناسب ہے۔ اسی لیے حضور نے فرمایا جس نے عمر بھر روزے رکھے اس نے دنے رکھے ہی نہیں۔

لَا صَامَ مَنْ صَامَ الدَّهْرَ
(بخاری)

صحیح طریقہ اور حضور کی عام تعلیم یہ ہی ہے کہ عبادت نفلیہ میں اعتدال و توازن ضروری و لازمی ہے۔ اور اس کی صورت یہ ہے کہ ہر مہینہ میں تین روزے رکھے جائیں۔ ساری عمر کے روزے رکھنے کا ثواب ملے گا۔

صَوْمُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ صَوْمُ الدَّاهِدِ
کَلْبَةٍ۔ (بخاری)

واضح ہو۔ صحابہ کرام کی ایک جماعت (جن میں امیر المومنین فاطمہؓ و ابن عمرؓ و ابوالوامر و جناب عائشہؓ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی ہیں) نے مسلسل روزے رکھے ہیں۔ مگر ان حضرات کی بات و برسی ہے۔ ان کا عبادت و ریاضت میں انہماک انہیں حقوق العبادات سے نہیں روکتا تھا۔ لہذا کائنات عام لوگوں کے لیے قرار پائے گی۔ خواص کے لیے نہیں۔

• مذکورہ بالا احادیث مسائل ذیل پر مشتمل ہیں:-

۱۔ یہ کہ جب کافروں سے مقابلہ ہو تو مومن کی شان یہ ہے کہ جہاد سے بھاگتا نہیں۔

۲۔ صومہ داؤد یعنی سیدنا داؤد علیہ السلام کا روزہ ایک دن انظار ایک دن روزہ، یہ طریقہ بھی نفلی روزہ کے لیے بہترین طریقہ ہے۔ بفضل و کمال میں اس سے زیادہ اچھا اور کوئی طریقہ نہیں ہے۔

- ۳۔ رات میں نوافل پڑھنا مستحب ہے۔
- ۴۔ ہر مہینہ میں فعلی روزہ رکھنا مستحب ہے۔ مگر فعلی روزے کے لیے کوئی دن لازمی طور پر مختص نہیں ہے کہ ہر روز اسی دن میں فعلی روزہ رکھا جائے۔
- ۵۔ حضور علیہ السلام نے رات بھر قیام نہیں فرمایا۔ اور کسی مہینہ میں پورے تیس دن فعلی روزے رکھے۔ عبادت و ریاضت میں آپ نے طریق وسط کو اختیار فرمایا۔ کسی دن فعلی روزہ رکھا اور کسی دن انظار فرمایا۔ رات کو عبادت بھی کی اور کسی رات آرام فرمایا۔ حضور نے اپنے عمل و کردار سے امت کو اعتدال اور میان روی کی تعلیم فرمائی اور علو و شدت و سختی سے پرہیز کی ہدایت فرمائی ہے۔
- ۶۔ حضور علیہ السلام شعبان کے مہینہ میں سب مہینوں سے زیادہ فعلی روزے رکھتے تھے۔
- ۷۔ حضور سرور عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم اقدس مشک و عنبر سے زیادہ خوشبودار تھا اور ہاتھ کی پستیلی رشیم سے زیادہ لطیف تھی اور یہ بات بھی حضور کے خصائص و معجزات سے ہے۔ اس نوع کے مسائل کی تفصیل کے لیے ہماری تالیف "خصائص مصطفیٰ" اور جامع الصفات کا مطالعہ فرمائیے جو مکتبہ رضوان لاہور سے مل سکتی ہیں۔

يَا أَيُّهَا مَنْ مَرَّ أَسْرَ قَوْمًا فَلَمْ يَفِطْرْ عِنْدَهُمْ

یاب جس نے کچھ لوگوں سے ملاقات کی اور ان کے یہاں چھوڑ کر روزہ نہیں توڑا

حضرت انس سے روایت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے یہاں تشریف لے گئے، انھوں نے آپ کی خدمت میں کھجور اور گھی حاضر کیا، لیکن آپ نے فرمایا یہ گھی اس کے برتن میں رکھ دو اور یہ کھجوریں بھی برتن میں رکھ دو۔ کیونکہ میں روزے سے ہوں، پھر ان حضور نے گھر کے ایک گوشے میں کھڑے ہو کر نفل نماز پڑھی اور ام سلمہ اور ان کے گھر والوں کی دعا کی۔ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی کہ میرا ایک لالہ لایا ہے تو ہے، فرمایا کون؟ انھوں نے کہا، آپ کے خادم انس! ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے بیٹے، پھر ان حضور نے دنیا اور آخرت کی کوئی خیر و بھلائی نہیں چھوڑی جس کی ان کے لیے دعا نہ کی ہو۔ آپ نے دعا میں فرمایا: اے اللہ! انھیں مال اور اولاد عطا فرما اور اس میں برکت دے (انس رضی اللہ عنہ کا بیان تھا کہ، چنانچہ میں انصار میں سب سے زیادہ مالدار ہوں۔ اور مجھ سے میری بیٹی امینہ نے بیان کیا۔ کہ حجاج کے بصرہ آنے تک صرف میری اولاد میں تقریباً ایک سو بیس کا انتقال ہو چکا تھا۔

عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ إِنَّهُ يَتَبَسَّ وَتَسْمِيْنُ قَالَ أَعْيَدُوا سَمْنَكُمْ فِي سِقَايِهِ وَتَمْرَكُمْ فِي وَعَائِهِ فَإِنِّي صَائِمٌ ثُمَّ قَامَ إِلَى الْحَاجَةِ مِمَّنْ أَنْبِيتُ فَصَلَّى غَيْرَ الْمَكْتُوبَةِ فَقَدَّ عَلَا رُسُلِيهِمْ وَأَهْلُهُ بَنِيهَا فَقَالَتْ أُمُّ سَلَمَةَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ لِحْ حُوقِصَةً قَالَتْ مَا هِيَ قَالَتْ خَادِمُكَ أَنَسُ فَمَا تَرَكَ خَيْرَ أُخْرَةٍ وَلَا دُنْيَا إِلَّا دَعَا بِهِ قَالَ اللَّهُمَّ اسْرِدْهُ مَا لَا وَدُّكَ أَوْ بَابِكَ لَهُ فَإِنِّي لَمِنَ أَكْثَرِ الْأَنْصَارِ مَا لَا وَحَلَّ شَيْءٍ أَنْبِيتُ أُمِّيْنَةَ أَنَّهُ قَالَ دُونَ لَصْلِي مَقْدَرِ حَاجٍ وَالْبَصْرَةَ يَبْصَحُ وَعِشْرَةُ ذَنْ وَمِائَةُ

وے (انس رضی اللہ عنہ کا بیان تھا کہ، چنانچہ میں انصار

میں سب سے زیادہ مالدار ہوں۔ اور مجھ سے میری بیٹی امینہ نے بیان کیا۔ کہ حجاج کے بصرہ آنے تک صرف میری اولاد میں تقریباً ایک سو بیس کا انتقال ہو چکا تھا۔

فوائد و مسائل

حضرت ام سلیم بنت سلمان جناب انس کی والدہ ہیں۔ ظاہر یہ ہے کہ حضور ان کے ہاں بغیر من ملاقاات جلوہ فرما ہوئے لقاعدہ و عورت نہ تھی۔ حضرت ام سلیم نے بھی کھانے کا اہتمام نہ کیا تھا۔ اس وقت کھجور و گھی موجود تھا جو بطور خاطر تواضع پیش کر دیا۔ معلوم ہوا کہ مہمان کی خاطر تواضع کرنا سنون ہے۔

۷۔ حضور نے روزہ کا اظہار فرمایا تاکہ حضرت ام سلیم کو حضور کے نہ کھانے کا علل نہ ہو۔ اس حدیث سے واضح ہوا کہ نفلی روزہ والے کو اگر یہ معلوم ہو کہ میرا یہ روزہ مطلع ہو کر نہ کھانے پر رنجیدہ نہ ہوگا تو اس صورت میں نفلی روزہ نہ توڑنا افضل ہے۔ اور اگر رنجیدہ ہونے کا اندیشہ ہو روزہ توڑ دینا اور کھالینا اچھا ہے۔ بعد میں نضا کی جائے۔ کیونکہ میزبان کو خوش کرنا یہ بھی نفلی روزہ توڑنے کے لیے عذر ہے۔

بَابُ صِيَامِ الْبَيْضِ ثَلَاثَ عَشْرَةَ وَارْبَعَةَ عَشْرَةَ وَخَمْسَ عَشْرَةَ

باب ایام بیض۔ یعنی سہا تیرہ۔ چودہ اور پندرہ کے روزوں کے متعلق

جناب ابو ہریرہ فرماتے ہیں۔ میرے غلیل حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ہر مہینہ میں تین روزے رکھنے، اور چاشت کے نفل پڑھنے اور سونے سے قبل دتر پڑھ لینے کی وصیت فرمائی۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ أَمَّا بِيَّ خَلِيلِي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَ صِيَامٍ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ وَسَرَّ لِعَنِي الصَّغِي وَأُوْتِدَ قَبْلَ أَنْ أَنَاهُ۔ (بخاری)

۱۔ اگرچہ ان تین روزوں کے متعلق علماء کے قول میں ہیں۔ لیکن جمہور کے نزدیک ان سے ہر مہینہ کی تیرہ، چودہ، پندرہ تا تاریخ کے روزے مراد ہیں۔ جیسا کہ امام بخاری نے عنوان سے واضح کیا ہے۔

۲۔ ایتھر بیضی۔ یعنی وہ دن جن کی راتیں چمکدار ہوں۔ حضور علیہ السلام اکثر ایام بیضی کے روزے رکھتے تھے۔ روایت ترمذی عن ابن مسعود کے الفاظ یہ ہیں :-

حضور علیہ السلام ہر مہینہ کی پہلی تین تاریخوں کا روزہ رکھتے اور جمعہ کے دن بہت کم اظہار فرماتے۔

يَصُومُ مِنْ عَرَّةٍ كُلِّ شَهْرٍ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ وَقَلَمًا كَانَ يُفْطِرُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ۔ (نسائی ابوداؤد)

یعنی ایام بیضی کے روزے بھی حضور نے اکثر رکھے ہیں اور جمعہ کے دن کا روزہ بھی۔ کیونکہ جمعہ کے دن کی نیکی کا ثواب ستر گنا عطا ہوتا ہے، واضح ہو مرن جمعہ کا روزہ رکھنے کی ممانعت بھی آئی ہے۔ مگر یہ مانعت اس صورت میں ہے جبکہ مرن جمعہ کے دن ہی نفلی روزہ رکھنے کو واجب یا فرض سمجھ لے ورنہ نہیں۔

بَابُ الصَّوْمِ مِنْ آخِرِ الشَّهْرِ

باب مہینے کے آخر کا روزہ

عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا یا رسول

عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَا سَأَلَهُ أَوْ سَأَلَ

رَجُلًا وَكَعْصًا أَنْ يُصْبِحَ فَقَالَ يَا أَبَا عَلَافٍ أَمَا
صُمْتَ سَكَرَ هَذَا الشَّهْرُ قَالَ أَطْنَهُ قَالَ يَعْنِي
وَمَصَّنَاتُ قَالَ الرَّجُلُ لَا يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ فَإِذَا
أَطْنَتِ نَفْسُكَ يَوْمَ مِثْنِ لَمْ يَكُنْ الصَّلَاتُ أَكْتَهُ
يَعْنِي وَمَصَّنَاتُ قَالَ أَبُو عُبَيْدٍ اللَّهُ وَقَالَ ثَابِتٌ عَنْ
قَطْرِ بْنِ عَن عَشَرَ أَنَّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ مِنْ سَوِيْرٍ شَعْبَانَ -

نے یہ کہا کہ سوال تو کسی اور نے کیا تھا، لیکن وہ سن رہے
تھے، اہل حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے ابو فلان!
کیا تم نے اس مہینے کے آخر کے روزے نہیں رکھے، ابو نعیم
نے کہا میرا خیال ہے کہ راوی نے کہا کہ آپ کی راوی رمضان سے
تھی، ابو عبد اللہ (امام بخاری) نے کہا کہ ثابت نے بیان کیا، ان
سے طرف نے، ان سے عمران نے اور ان سے نبی کریم صلی اللہ علیہ
وسلم نے رمضان کے آخر کے بجائے اشہان کے آخر میں بیان کیا۔

امد و مسائل سر اور اسرار مبینہ کے اول دنوں کو بھی کہتے ہیں۔ درمیانی اور آخری کو بھی۔ مگر زیادہ تر اس کا اطلاق مہینہ کی آخری
رات کے لیے ہوتا ہے۔ کیونکہ اس میں چاند بالکل چھپ جاتا ہے۔ یہ صاحب مہینہ کے آخر میں روزہ رکھنے کے عادی
تھے اور حضور نے شعبان کے آخری دن میں روزہ کی ممانعت فرمائی ہے۔ اس لیے انھوں نے نہ رکھا۔ اس بنا پر حضور نے ان سے فرمایا —
میں سے علوم ہو کہ جو لوگ مہینہ کے آخری دن میں روزہ رکھنے کے عادی ہیں، انہیں روزہ رکھنا جائز ہے، ممانعت صوم غیر متباد ہے۔

بَابُ صَوْمِ يَوْمِ الْجُمُعَةِ

باب جمعہ کے روزہ کے متعلق

فَإِذَا أَصْبَحَ صَائِمًا يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَعَلَيْهِ أَنْ
يُفْطِرَ يَحْتَنِي إِذَا لَمْ يَصُمْ قَبْلَهُ وَلَا يُرِيدُ أَنْ
يَصُومَ مَرَّةً لَا عَنْ مُحَمَّدٍ بْنِ عُبَادَةَ قَالَ سَأَلْتُ
جَاهِزًا أَلَسَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
عَنْ صَوْمِ الْجُمُعَةِ قَالَ لَعَمْرُؤِ (بخاری)
وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ - قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا يَصُومُ مَنْ أَحْدَكَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ
إِلَّا يَوْمًا قَبْلَهُ أَوْ بَعْدَهُ (بخاری)

جمعہ کے دن نفل روزہ رکھے تو توڑ دے؛ یعنی جبکہ اس
سے ایک دن قبل روزہ نہ رکھا ہو اور نہ ایک دن بعد رکھنے
کا ارادہ ہو۔

محمد بن عباد کہتے ہیں میں نے حضرت جابر سے پوچھا کیا نبی
صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کے دن روزہ سے منع فرمایا، انھوں نے کہا:
حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں میں نے حضور نبی کریم صلی
اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا آپ نے فرمایا کوئی شخص جمعہ
کے دن اس وقت تک روزہ نہ رکھے جب تک اس سے ایک

دن پہلے یا اس کے ایک دن بعد روزہ نہ رکھا ہو۔

حضرت جویریہ بنت حارث کا بیان ہے کہ حضور ان کے گھر جمعہ کے دن نشر لعین لائے۔ وہ روزہ سے تھیں۔ آپ نے فرمایا: کیا تم نے
کل گزشتہ روزہ رکھا تھا۔ انہوں نے عرض کی نہیں۔ آپ نے فرمایا:۔

تَعَالَى أَصْنَمُ امْسِكْ قَالَتْ لَا قَالَ أَتُرِيدِينَ أَنْ تَصُومِي
عَدًّا قَالَتْ لَا قَالَ فَافْطِرِي - فَأَمْرًا فَافْطَرْتُ۔
کیا آئندہ کل روزہ رکھنے کا ارادہ ہے۔ جواب: یا نہیں نے
فرمایا کہ پھر یہ روزہ توڑ دو، تو انھوں نے روزہ توڑ دیا۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَصُومُ أَحَدٌ كُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ إِلَّا أَنْ يَصُومَ قَبْلَهُ أَوْ يَصُومَ بَعْدَهُ (بخاری)

حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں کوئی صوم جمعہ کے دن کا روزہ نہ کرے مگر یہ کہ اس کے آگے پیچھے بھی روزہ رکھے (بخاری)

جمعہ کے دن روزہ کی ممانعت

ظاہر حدیث سے صوم جمعہ کے روزہ کی ممانعت ظاہر ہوتی ہے، مگر اصل یہ ہے صوم جمعہ کے دن روزہ رکھنا جائز و مباح بلکہ حسن ہے۔ سیدنا امام مالک علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: میں نے کسی بھی اہل علم کو صوم جمعہ کا نفل روزہ رکھنے سے منع کرتے ہوئے نہیں سنا (الممانعت) سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ دامام محمد بھی جواز کے قائل ہیں۔ اور خود حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم بھی اکثر صوم جمعہ کے دن نفل روزہ رکھاتے تھے۔ روایت ترمذی ابن مسعود میں ہے: وَ قَلَمَا كَانَ يَفْطُرُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ۔ جو کہ دن حضور بہت کم افطار فرماتے تھے۔

تو وجہ ممانعت یہ ہے کہ جمعہ کے دن روزہ کو لازم و واجب سمجھا جائے۔ چنانچہ اس رائے کی تائید حدیث ابو ہریرہ سے ہوتی ہے بنی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جمعہ کی رات کو دیگر راتوں سے شب بیداری کے لیے خاص ذکر و اور

لَا تَخْصُوا لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ بِقِيَامٍ بَيْنَ اللَّيْلَتَيْنِ وَلَا تَخْصُوا يَوْمَ الْجُمُعَةِ بِصِيَامٍ مِنْ نَيِّ الْأَيَّامِ إِلَّا أَنْ تَكُونُوا فِي صَوْمٍ يَصُومُهُ أَحَدُكُمْ (مسلم)

جمعہ کے دن کو دیگر دنوں میں روزے سے خاص ذکر و مگر یہ کہ جمعہ اس تاریخ میں آجائے جس میں تم میں کوئی روزہ رکھتا ہو۔

جس سے واضح ہوا کہ جمعہ کے دن نفل روزہ رکھنا اس صورت میں بدعت و ممنوع ہے جبکہ صوم جمعہ ہی کے دن روزہ رکھنے کو لازم و واجب سمجھے در نہ نہیں۔ چنانچہ حضور نے یہ بھی واضح فرمادیا: اگر جمعہ اس تاریخ میں آجائے جس میں تم میں سے کوئی روزہ رکھتا ہو تو حرج نہیں۔ مثلاً کوئی شخص ہرمینہ کی ۱۲-۱۳-۱۵ کو روزہ رکھتا ہے اور اتفاق سے اس دن جمعہ آجائے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ معلوم ہوا صحیح جمعہ کے دن روزہ رکھنا ممنوع نہیں ہے بلکہ ممانعت کا مدار اختصاص و لزوم پر ہے۔

بَابُ هَلْ يَخْصُ شَيْئًا مِنَ الْأَيَّامِ

باب کیا روزہ کے لیے کچھ دن خاص کیے جاسکتے ہیں؟

حضرت علقمہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ وغیرہ عبادات کے لیے کچھ دن مخصوص و متعین کر رکھے تھے۔ انھوں نے فرمایا کہ نہیں بلکہ آپ کے ہر عمل میں ملاومت ہوتی تھی۔ اور دوسرا کون

عَنْ عَلْقَمَةَ قَالَتْ لِعَائِشَةَ هَلْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْصُ مِنْ الْأَيَّامِ شَيْئًا قَالَتْ لَا كَانَ عَمَلُهُ دِينَةً وَأَنْتُمْ يُعْطِينَ مَا كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْطِينَ۔

ہے؟ چہر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جتنی طاقت رکھتا ہو۔

مطلب حدیث یہ ہے کہ کسی بھی دن نفل روزہ رکھنے کو واجب و لازم جاننا درست نہیں ہے اور اس نیت سے خاص طور پر کسی دن نفل روزہ نہیں رکھنا چاہیئے۔ رہا حضور کا سالہ تو جناب عائشہ نے تفصیل فرمادیا کہ حضور جتنی طاقت میں ہے؟

بَابُ صَوْمِ عَرَفَةَ

باب عرفہ کے روزے کے متعلق

حضرت ام الفضل بنت حارث فرماتی ہیں کہ لوگ عرفہ کے دن حضور کے روزہ کے متعلق گفتگو کر رہے تھے بعض کا خیال تھا کہ آپ روزہ سے ہیں بعض نے کہا روزہ سے نہیں ہیں۔ اس پر انھوں نے جعفر بن زبیری دودھ کا ایک پیالہ پیش کیا (تا کہ بات کھل جائے)

حضور اپنے اوٹ پر سوار تھے۔ آپ نے دودھ

پلایا (یہ حجۃ الوداع کا واقعہ ہے)۔

حضرت میمونہ فرماتی ہیں عرفہ کے دن لوگوں کو حضور کے

روزہ کے متعلق شک ہوا۔ اس پر انھوں نے آپ کی

خدایت میں دودھ بھیجا۔ آپ اس وقت عرفہ میں دوڑتے ہوئے تھے۔

آپ نے دودھ نوش فرمایا اور سب لوگ یہ نظر دیکھ رہے تھے۔

فَاذْهَبْتُ اِلَيْهِ لِقَدْ حَلَبْتُ لَهُ وَهُوَ رَاقِعٌ عَلٰی

كَبِيْرِهِ فَشَرِبَهُ۔

عَنْ مَيْمُوْنَةَ اَنَّ النَّاسَ شَكَّوْا فِي صِيَامِ النَّبِيِّ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ عَرَفَةَ فَاذْهَبْتُ

اِلَيْهِ بِحَلَبٍ وَهُوَ رَاقِعٌ فِي الْمَوْقِفِ فَشَرِبَ

مِنْهُ وَالنَّاسُ يَنْظُرُوْنَ۔

روایت الوداد عن ابی ہریرہ میں حضور نے مقام عرفات میں نویں ذوالحجہ کا روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے۔ یہ مانعت

فوائد ومسائل

بھی اس بنا پر ہے کہ حاجی روزہ کی وجہ سے کمزور نہ ہو جائے اور افعال حج بخوبی نہ ادا کر سکے۔ یہی وجہ ہے کہ

جناب عائشہ صدیقہ نویں ذوالحجہ کا روزہ رکھتی تھیں۔ حضرت عطاء فرماتے ہیں سردیوں میں رکھ لیتا ہوں، اگر سبوں میں نہیں۔ لہذا

غیر حاجی کے لیے عرفہ کا روزہ مناسب وجائز ہے۔ اور حاجی کے لیے مانعت اس صورت میں ہے جبکہ لوہر روزہ افعال حج کی

ادائیگی متاثر ہو۔ حضور علیہ السلام نے بھی اپنے عمل سے عرفہ کے دن روزہ دار نہ ہونا ظاہر فرمادیا۔

اس حدیث سے واضح ہوا کہ حالت سواری یا کھڑے کھڑے پانی یا دودھ پینا جائز و مباح ہے۔ جو لوگ کھڑے ہو کر پانی پیئے گونا گونے

و حرام کہتے ہیں وہ اللہ و رسول پر افتراء کرتے ہیں۔

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام صوم عاشورہ اور صوم رمضان کی وجہ فضیلت تلاش د

نویں ذوالحجہ کا روزہ

جستجو و انتظار فرمایا کرتے تھے (بخاری، اور مسلم شریفین کی حدیث میں فرمایا)۔

عرفہ کے دن کا روزہ مجھے اللہ تعالیٰ کے کرم سے اُمید

ہے کہ ایک سال، اگلے ایک سال پچھلے گناہوں کا کفارہ ہو جائے

اور عاشورہ کا روزہ مجھے اللہ کے کرم سے توقع ہے کہ

پچھلے سال کے گناہوں کا کفارہ ہو جائے۔

صِيَامُ يَوْمِ عَرَفَةَ أَحْسَبُ عَلَى اللَّهِ أَنْ يَكْفِرَ

السَّنَةَ الَّتِي تَقْبَلُهُ وَالسَّنَةَ الَّتِي تَبْدُو صِيَامُ

يَوْمِ عَاشُورَاءَ أَحْسَبُ عَلَى اللَّهِ أَنْ يَكْفِرَ

السَّنَةَ الَّتِي تَقْبَلُهُ (مسلم)

عرفہ - نویں ذوالحجہ کا روزہ بھی باعث برکت ہے۔ مگر حاجی کے لیے بہتر نہیں ہے۔ کیونکہ روزے سے افعال حج میں کوتاہی

کا امکان ہے۔ چنانچہ حدیث الوداد عن ابی ہریرہ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

(عرفات میں) عرفہ کے روزے سے منع فرمایا۔

نَهَى عَنْ صَوْمِ عَرَفَةَ يَوْمَئِذٍ (الوداد)

بعرفۃ کا لفظ بھی یہ بتا رہا ہے کہ مخالفت اس شخص کے لیے ہے جو حج کے لیے عرفات میں قیام کرے۔ اور روزہ کی وجہ سے افعال حج صحیح طریقہ پر ادا نہ کر سکے۔ یہ مخالفت بھی تنزیہی ہے۔

بَابُ صَوْمِ يَوْمِ الْفِطْرِ

باب عید کے روزہ کے متعلق

ابن ازہر کے موالی ابو عبد اللہ نے بیان کیا کہ عید کے دن میں عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر تھا۔ آپ نے فرمایا۔ ورون ایسے میں جن میں حضور نے روزے کی مخالفت فرمائی ہے۔

(رمضان کے) روزوں کے بعد افطار کا دن (عید الفطر) اور وہ دن جس میں تم اپنی قربانی کا گوشت کھاتے ہو۔

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عید الفطر اور قربانی کے دنوں کے روزوں کی مخالفت کی تھی۔ صبر سے بھی آپ نے روکا تھا۔ ایک کپڑے میں اکتھا کر کے سے بھی روکا تھا۔ اور صبح اور عصر کی نماز کے بعد نماز پڑھنے سے بھی۔

يَوْمَ فِطْرِكُمْ مِنْ صِيَامِكُمْ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ
تَاْكُلُونَ فِيهِ مِنْ تَسْلُكِكُمْ (بخاری)

عن ابوسعید بن الخدری قال قال نبي النبي صلى
الله عليه وسلم عن صوم يوم الفطر والنحر
وعين الصماء وان تجتبي الرجل في ثوب واحد
وعن صلوة بعد الصبح والعصر (بخاری)

بَابُ صَوْمِ يَوْمِ النَّحْرِ

باب قربانی کے دن کا روزہ

عطاء بن یسار مینا ابو ہریرہ کے واسطے سے حدیث بیان کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دو روزے اور دو قسم کی خرید و فروخت سے منع فرمایا تھا عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے روزے سے اور ملازمت اور منابذت کے ساتھ خرید و فروخت سے۔

عن عطاء بن ميثب قال سمعته يحدث عن
أبي هريرة قال يمتنع عن صيامين وسبعين
الفطر والنحر والملازمة والمناذرة۔

زیاد بن جبیر نے بیان کیا کہ ایک شخص ابن عمر رضی اللہ عنہما کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ ایک شخص نے ایک دن کے روزے کی نذر مانی ہے، کہا کہ یہ خیال ہے کہ وہ پیر کا دن ہے، اتفاق سے وہی دن عید کا دن پڑ گیا ہے۔ ابن عمر نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے نذر پوری کرنے کا حکم دیا ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دن روزہ رکھنے سے (اللہ کے حکم سے) منع فرمایا ہے۔

عن زياد بن جبير قال جاء رجل الى ابن عمر
فقال رجل نذرت ان يصوم يوم ما قال اظنته
قال الا تنبين فوافق يوم عید فقال ابن عمر
امر الله يوم فاء النذر ومنه النبي صلى
الله عليه وسلم عن صوم هذا اليوم۔

قرنہ کہتے ہیں میں نے ابو سعید خدری سے سنا (آپ نبی کریم کے ساتھ بارہ غزوات میں شریک ہوئے تھے)۔

قَدَعَهُ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا سَعِيدٍ وَابْنَ خَدْرَةَ
كَانَ غَدَاةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى

عَشْرَةً عَزَّ وَكَلَّ قَالَ سَمِعْتُ أَرْبَعًا مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَاخِبَتَنِي قَالَ لَا تُسَافِرُ الْمَنَازِلَ
 مَسِيرَةَ يَوْمَيْنِ إِلَّا وَمَعَهَا زَوْجُهَا أَوْ ذُو عَمَلٍ
 وَلَا صَوْمَ فِي يَوْمَيْنِ الْفِطْرِ وَالْأَضْحَى وَلَا صَلَاةَ
 بَعْدَ الصُّبْحِ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ وَلَا بَعْدَ الْعَصْرِ
 حَتَّى تَغْرُبَ وَلَا تُشَدُّ الْإِخَالُ إِلَّا إِلَى ثَلَاثَةِ
 مَسَاجِدَ مَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَسْجِدِ الْأَقْصَى وَ
 مَسْجِدِي هَذَا -

وہ فرماتے تھے۔ میں نے نبی کریم سے چار باتیں سنی ہیں جو مجھے
 بہت پسند آئیں۔ (۱) کوئی عورت دو دن کا سفر نہ کرے
 جب تک اس کے ساتھ اس کا شوہر یا محرم نہ ہو عید الفطر
 وعید الاضحیٰ کے دن روزہ نہیں ہے (۲) فجر کی نماز کے بعد
 سورج نکلنے تک اور عصر کی نماز کے بعد سورج ڈوبنے
 تک کوئی نماز نہیں ہے۔ تین مساجد کے سوا کسی کے لیے
 (نبیت زبانی) کو اب سفر نہ کیا جائے مسجد حرام۔ مسجد اقصیٰ
 اور میری مسجد (بخاری)

بَابُ صِيَامِ أَيَّامِ التَّشْرِيقِ

باب ایام تشریق کے روزے کے متعلق

وَقَالَ ابْنُ مُحَمَّدَ بْنِ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ
 هِشَامَ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبِي كَانَتْ عَائِشَةُ تَصُومُ
 أَيَّامَ مَرِيٍّ وَكَانَ أَبُوهُ يَصُومُهَا -

اور مجھ سے محمد بن مثنیٰ نے بیان کیا۔ ان سے یحییٰ نے
 حدیث بیان کی، ان سے ہشام نے بیان کیا کہ مجھے میرے
 والد نے خبر دی کہ عائشہ رضی اللہ عنہا ایام مریٰ (ایام تشریق)
 کے روزے رکھتی تھیں اور ہشام کے والد عمرہ بھی ان دنوں کا روزہ رکھتے تھے۔

عَنْ عَائِشَةَ وَعَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي عُثْمَانَ قَالَ لَمْ
 يُرَخَّصْ فِي أَيَّامِ التَّشْرِيقِ أَنْ يَتِمَّ سُنُّهُ إِلَّا لِمَنْ
 لَمْ يَجِدِ الْهَدْيَ -

حضرت عائشہ اور ابن عمر رضی اللہ عنہما دونوں نے
 بیان کیا کہ سوا اس شخص کے جس کے پاس (حج میں) قربانی
 کا جانور نہ ہو تمتع کرنے والا حاجی کے، اور کسی کو ایام تشریق

میں روزے کی اجازت نہیں ہے۔

عہ - یوم نحر یعنی اقصیٰ کی دسویں تاریخ کے بعد ایام تشریق آتے ہیں اس میں اختلاف ہے کہ یوم نحر کے بعد دو دن ایام تشریق کے ہیں یا تین
 دن۔ بہر حال احسان کے یہاں ایام تشریق میں بھی روزے رکھنا مکروہ تحریمی ہے۔ اس میں قائل اور تمتع وغیرہ کا کوئی فرق نہیں۔ لیکن بعض نے
 ان دنوں کے روزے کی مطلقاً اجازت دی ہے اور بعض نے تمتع کرنے والے حج کو اجازت دی ہے۔ ۱۱۱۰م بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک
 تمتع حج کرنے والے کے لیے اجازت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ ابن عمر اور عائشہ رضی اللہ عنہما کی روایت لائے ہیں۔ روزہ دوسری روایات حضرت
 علی اور عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہم سے احسان کے مسلک کی تائید ہوتی ہے۔

۱۱۔ اس حدیث پر فصل وکل بحث فیض الباری پارہ چہارم، صفحہ ۸۹، پر گزرجکی ہے۔ ضرور ملاحظہ فرمائیے۔

عَنْ ابْنِ عُثْمَانَ قَالَ السَّيِّدُ لَمْ يَمْنَعْ بِالْعَمَةِ
إِلَى الْحَجِّ إِلَى يَوْمِ عَرَفَةَ ثُمَّ لَمْ يَحُدِّ هَذَا
وَلَمْ يَصْحَ صَاحِبُ أَيَّامٍ مِنْ هَذِهِ ابْنِ شِهَابٍ
عَنْ عَزْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ مِثْلَهُ تَابِعَهُ ابْنُ أَبِي هُرَيْرَةَ
سُخِّدَ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ

ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ جو حاجی، حج اور عمرہ
کے درمیان حج کرتے ہیں انھیں یوم عرَفہ تک روزہ رکھنے کی
اجازت ہے لیکن اگر قربانی کا جانور نہ لے اور نہ اس نے روزہ
رکھا تو ایامِ شریقی (ایامِ تشریق) میں روزہ رکھے۔ ابن شہاب
عزوسے اور انھوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے اسی طرح

روایت کی ہے۔ اس کی روایت ابراہیم بن سعد نے بھی ابن شہاب کے واسطے کی ہے

پانچ دنوں میں روزہ رکھنا ناجائز ہے

واضح ہو کہ سال میں پانچ دن ایسے ہیں جن میں روزہ رکھنا برا حالِ ممنوع ہے۔
(۱) عید الفطر (دسمبر، ۱۰) عیدِ اضحیٰ (۱۱ ذوالحجہ) (۱۲، ۱۳) ایامِ تشریق یعنی
ذوالحجہ کی ۱۱ - ۱۲ - ۱۳ تاریخیں۔

- ۱۔ حدیث بخاری عن ابی سعید الخدری میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے عید و قربانی کے دن روزہ رکھنے سے منع فرمایا۔ دوسویں
ذوالحجہ قربانی کا دن ہے۔ ذوالحجہ کی ۱۱ - ۱۲ قربانی کا دن بھی ہے اور تشریق کا بھی اور ۱۳ روزہ الحجرت تشریق کا دن ہے۔
- ۲۔ حدیث میں ذوالحجہ کی ۱۰ - ۱۱ - ۱۲ پر بخرا کا اطلاق تغلیباً ہے کہ ان ایام کے اکثر میں قربانی ہوتی ہے۔
- ۳۔ جو شخص ان مذکورہ بالا دنوں میں روزہ کی نذر مان لے اگر تلاش کے نزدیک اس کی نذر درست نہیں ہے لیکن امامِ عظیم
علیہ الرحمہ کا مسلک یہ ہے کہ نذر درست ہے مگر ان پانچ دنوں میں نذر کا روزہ نہ رکھے۔ دوسرے دنوں میں نذر کر لے۔
- ۴۔ حدیث مسلم میں عن نبیہ میں ہے حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

أَيَّامُ التَّشْرِيقِ أَيَّامٌ أَكَلٍ وَشَوْبٍ وَذِكْرِ
لِللَّهِ (مسلم)

تشریق، یعنی کھانے پینے اور اللہ کے ذکر
کے دن ہیں۔ (مسلم)
ذوالحجہ کی تیرہ تاریخ تک اہل عرب قربانی کا گوشت کھاتے تھے۔ اس لیے ان دنوں کو تشریق کہتے تھے، دھوپ دکھانے کے ایام
موسم کیلکیا جنھوں نے فرمایا یہ دن کھانے پینے اور اللہ کا ذکر کرنے کے ہیں۔ اس لیے اس دن میں روزہ رکھنا گویا اللہ تعالیٰ کی دعوت کو
رد کرنا ہے۔ اس لیے ان دنوں میں روزہ رکھنا ممنوع قرار دیا۔ واللہ اعلم

بَابُ صِيَامِ يَوْمِ عَاشُورَاءَ

باب عاشورہ کے روزے کے متعلق

سالم اپنے باپ سے راوی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا۔ عاشورہ کا روزہ چاہو رکھو۔ چاہو نہ رکھو۔
حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے عاشورہ کا روزہ رکھنے کا حکم دیا۔ پھر جب رمضان کے

عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ عَاشُورَاءَ إِنْ شَاءَ صَامَ
عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ بِصِيَامِ يَوْمِ عَاشُورَاءَ فَلَمَّا

فُرِضَ رَمَضَانُ كَانَ مِنْ شَأْنِ صَامٍ وَكَانَتْ
شَأْنًا أَنْظَرُ۔

روزے فرض کیے گئے۔ تو اب جو چاہتا رکھتا اور جو چاہتا

حضرت عائشہ سے مروی ہے عاشورہ کے دن جاہلیت کے دور میں قریش روزہ رکھتے تھے اور حضور بھی رکھتے تھے۔ یہ جب آپ مدینہ تشریف لائے تو آپ نے یہاں بھی عاشورہ کا روزہ رکھا اور اس کا لوگوں کو حکم دیا۔ جب رمضان کے روزے فرض ہوئے تو آپ نے آپ نے عاشورہ کے روزہ کا (الزّوام) پھجور دیا۔

فَأَمَّا فُرِضَ رَمَضَانُ تَرَكْتُ يَوْمَ عَاشُورَاءَ فَتَمَنَّنَا
شَاءَ صَامَهُ وَكَانَ شَأْنًا تَرَكَهُ۔

اور جو چاہتا رکھتا، اور جو چاہتا نہ رکھتا۔

(بخاری ص ۷)

حیدر بن عبد الرحمن اور انھوں نے معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ سے یوم عاشوراء کے متعلق سنا کہ انہوں نے فرمایا کہ اے اہل مدینہ تمہارے علماء کہاں ہیں؟ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ یہ عاشوراء کا دن ہے۔

اس کا روزہ تم پر فرض نہیں ہے لیکن میں روزہ سے ہوں اور تم میں سے جس کا بھی چاہے روزہ سے ہے اور جس کا بھی چاہے نہیں ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے۔ آپ نے یہودیوں کو بھی دیکھا کہ وہ عاشوراء کے دن کا روزہ رکھتے ہیں۔ آپ نے ان سے اس کا سبب دریافت فرمایا تو انھوں نے بتایا کہ یہ ایک اچھا دن ہے۔ اسی دن اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو دشمن کے (فرعون) سے نجات دلانی بخشی۔ اس لیے موسیٰ علیہ السلام

• عَنْ حَكِيمِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّهُ سَمِعَ مُعَاوِيَةَ بْنَ أَبِي سَفْيَانَ يَوْمَ عَاشُورَاءَ عَامَ حُجَّجٍ عَلَى الْمَدِينَةِ يَقُولُ يَا أَهْلَ الْمَدِينَةِ إِنِّي عُلَمَاؤُكُمْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ هَذَا أَيُّومُ عَاشُورَاءَ وَلَمْ يَكُنْ عَلَيْكُمْ صِيَامُهُ وَأَنَا صَائِحٌ فَكُنْ شَاءَ فَلْيَصُمْ وَمَنْ شَاءَ فَلْيُفِطْ۔

• عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةُ قَدْ آتَى الْيَهُودَ نَصْرُ يَوْمِ عَاشُورَاءَ فَقَالُوا هَذَا أَتَالُوهَذَا أَيُّومُ صَالِحٍ هَذَا أَيُّومُ لَقِيَ جِجِّي اللَّهُ وَبَنِي إِسْرَءِيلَ مِنْ عَذَابِهِمْ فَصَامَهُ مُوسَى قَالَ فَإِنَّا أَحَقُّ بِمُوسَى مِنْكُمْ فَصَامَهُ وَأَمْ كَلَّ بِصِيَامِهِ۔

نے اس دن کا روزہ رکھا تھا۔ ان حضور نے فرمایا کہ پھر ہم موسیٰ علیہ السلام کے (شریک مسرت) بنے ہیں تم سے زیادہ تمہی ہیں چنانچہ آپ نے اس دن روزہ رکھا اور مجاہد کو بھی اس کا حکم دیا۔

• عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ كَانَ يَوْمَ عَاشُورَاءَ نَعْدًا لِلْيَهُودِ عِنْدَ أَقَالِ الْيَهُودِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَصْرُ يَوْمِهِ انْتَهَرَ۔

ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ عاشوراء کے دن کو یہودی عبد اور عوشی کا دن سمجھتے تھے۔ اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم بھی اس دن روزہ رکھا کرو۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سواہر اس عاشوراء کے دن اور اس رمضان کے میسنے کے اور کسی دن کو دوسرے دنوں سے افضل جان کر خاص

• عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْتَهِرُ سِوَا يَوْمِ قُضِلَتْ عَلَى عَتِيبَةَ إِلَهُ هَذَا الْيَوْمِ عَاشُورَاءَ وَهَذَا الشَّهْرُ رَمَضَانُ۔

پیر کے دن نفلی روزہ

کے متعلق حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا :- اسی دن ہم پیدا ہوئے اور اسی دن ہم پر فسخان پاک مٹا گیا۔

یعنی پیر کے دن دنیا والوں کو دو نعمتیں ملی ہیں۔ ایک حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس اور دوسری قرآن پاک۔ غرض کہ میں پہلی وحی رافضیہ پیر کے ہی آئی تھی۔ لہذا پیر کے دن روزہ رکھنا مناسب ہے۔

اس حدیث سے یہ بھی واضح ہوا کہ وقت جبکہ اور دن تبرک واقعہ سے تبرک و اشرف ہو جاتے ہیں۔ پیر کے دن میں فضیلت کی وجہ ولادت نبوی اور نزول قرآن کی ابتدا ہی ہے۔ حضرت امام مالک علیہ الرحمہ نے اسی حدیث کی بنا پر جمعہ پیر کے دن کی فضیلت کا قول کیا ہے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت مبارک اللہ تعالیٰ کی عظیم و عظیم نعمت ہے تو جس دن اللہ تعالیٰ کی کسی نعمت کا ظہور رہا اس کی یادگار ماننا جائز و مباح ہے۔ جیسے عید میلاد النبی وغیرہ تقریبات۔ ہاں یہ فردی ہے تقریب اس طرح منائی جائے کہ ان میں کوئی بات خلاف شرع نہ ہو حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ منورہ لائے تو یہود کو عاشورہ کا روزہ رکھتے ہوئے دیکھا۔ حضور نے ان سے فرمایا یہ کیا دن ہے

هَذَا يَوْمٌ عَظِيمٌ أَفْجَى اللَّهُ فِيهِ مُوسَى وَتُورَهُ
وَعَسَىٰ فِي فِجْرِكَ نَوْمٌ وَتُورَهُ فَصَامَهُ مُوسَى
شُكْرًا فَخَنَّا نَصُومُهُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَنَّا أَحَقُّ وَأَوْفَى بِمُوسَى
وَمِنْكُمْ فَصَامَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ وَأَمَّا بِصِيَامِهِ

جس میں تم روزہ رکھتے ہو۔ یہ روزہ کہہ کر وہ عظمت والا دن ہے۔ جس میں اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو نجات دی۔ فرعون اور اس کی قوم کو ڈوبایا۔ موسیٰ علیہ السلام نے شکر یہ میں روزہ رکھا۔ ہم بھی رکھتے ہیں حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ ہم موسیٰ علیہ السلام کے شریک مسرت ہوئے ہیں۔ تم سے زیادہ حقدار میں تو حضور نے عاشورہ کا روزہ رکھا

اور روزہ کا حکم بھی دیا۔ دیکھو! حضور علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام کی فتح کی یادگار میں روزہ رکھا۔ جس نے واضح ہوا کہ یہ حصولِ نعمت الہی کی یادگار نام کرنا جائز و مباح ہے۔

بعض دوسرے دنوں کے نفلی روزے

روایت ترمذی عن عائشہ میں ہے کہ حضور ایک عید میں ہفتہ اتوار و پیر کا روزہ رکھتے تھے۔ اور دوسرے میں منگل و بدھ و جمعرات کا۔ روایت ابوداؤد عن ام سلمہ

میں ہے کہ حضور مجھے ہر عید میں تین روزوں کا حکم فرماتے۔ جس میں پہلا روزہ پیر یا جمعرات کا ہوتا۔ اس سے حدیث سے واضح ہوا کہ نفلی روزے کے لیے کوئی خاص دن متعین نہیں ہے کہ ضرور اسی میں رکھا جائے۔ بلکہ جس دن بھی ذوق و مشوق عبادت تقاضہ کرے نفلی روزہ رکھا جاسکتا ہے۔ البتہ کسی بھی دن میں نفلی روزہ رکھنے کو ضروری و لازمی نہ سمجھنا چاہیے۔ اور جن احادیث میں بعض دنوں میں نفلی روزہ کی مخالفت آئی ہے تو ان ایام میں کی غلبہ روزہ منوع نہیں ہے۔ بلکہ مخالفت کی وجوہات مختلف ہیں۔ جیسا کہ ہم نے احادیث متعلقہ پر بحث کے دوران عرض کیا ہے۔

• حدیث احمد بن اسلم میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہفتہ اتوار کو روزہ رکھتے تھے اور حضور فرماتے تھے کہ یہ دو دن سیو و نصاریٰ کی عید کے دن ہیں چاہتا ہوں کہ ان کی مخالفت کروں۔

يَوْمَ التَّيْنِ وَيَوْمَ الْأَحْزَابِ اَتَقُومُ صَوْمَهُ
مِنَ الْيَاثَرِ وَاقُولُ اَللّٰهُمَّ اَيُّ مَا عِنْدَ الْمَشْرِقِ

فَاَنَّا اُخْبِرْنَا اَنَّ اَخَالَفَهُمْ۔

غور کیجئے؛ حضور علیہ السلام نے ہفتہ اور اتوار کا روزہ

رکھا اور یہ بھی فرمادیا کہ یہ دونوں دن یہود و نصاریٰ کی عید کے دن ہیں اور میں ان کی مخالفت کرنے کے لیے روزہ رکھتا ہوں جس سے یہ بات واضح ہوگئی۔ یہود و نصاریٰ کی مخالفت کی نیت سے روزہ رکھنا درست ہے۔ اور اس نیت سے ان دنوں میں روزہ رکھنا کہ یہود و نصاریٰ ان دنوں کی تعظیم کرتے ہیں ممنوع ہے تو مخالفت کا مدار واصل نیت و عقیدہ پر ہے۔

روایت ترمذی عن صحابین ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ہفتہ کا روزہ

لَا تَقْصُوْهُمُوْا لَكُمْ اَسْبَبْتُ

ہفتہ کے دن رکھو فرض روزے کے نفلی روزہ نہ رکھو۔

بلکہ یہاں تک فرمایا کہ ہفتہ کے دن اگر تم میں کوئی انگوڑی چھال یا درخت کی لکڑی کے سوا کچھ نہ پائے تو اسے بھی چبا لے۔

(احمد - ابوداؤد و ابن ماجہ)

شارعین نے لکھا ہے ہفتہ کے دن کی یہود بہت تعظیم کرتے ہیں۔ گو کہ روزہ نہیں رکھتے۔ تو ہفتہ کے دن نفلی روزہ رکھنے سے منع فرمایا گیا تاکہ ان سے اشتباہ نہ ہو۔ لیکن بایں کہ جو ہر علماء کا قول یہ ہے کہ ہفتہ کے دن روزہ رکھنے کی مخالفت تخریجی ہے اور اگر ہفتہ کے ساتھ اور دن کا بھی روزہ رکھ لیا تو نہ مشابہت رہے گی نہ مانعت (لمعات و مرقات)

فیہما افتراض علیکھ میں فرض روزے سے رمضان، نفاذ رمضان، نذر و کفارہ کے روزے مراد ہیں۔ انہیں ہفتہ کے دن رکھنا بلا کراہت جائز ہے (لمعات و مرقات)

یونہی ایام بھی اگر ہفتہ کو واقع ہو جائیں تو بھی ہفتہ کا روزہ بلا کراہت جائز ہے۔

روایت ترمذی و نسائی عن عائشہ میں ہے کہ آپ پر اور حجرات کا روزہ رکھتے تھے۔

پیرو اور حجرات کا روزہ

حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا: اعمال پیرو اور حجرات کو بخسور

تَحْضَرُ مِنَ الْاَعْمَالِ يُؤْمَرُ الْاَشْثَنُ وَالْحَجْمِشُ فَاجِبٌ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ پیش کیے جاتے ہیں۔ لہذا میں چاہتا ہوں کہ

اَنْ یَّعْضَ عَنْ عَمَلِیْ ذَا نَا حَصْرًا لِّحَرْ۔ (نسائی)

میرے عمل اس حال میں پیش ہوں کہ میں روزہ سے محروم۔

پیرو کا دن و لاوت نبوی کا دن ہے۔ پیرو حجرات کو اعمال بارگاہ الہی میں پیش ہوتے ہیں۔ اگرچہ بندوں کے اعمال چوبیس گھنٹوں

میں دوبار اٹھائے جاتے ہیں۔ دن کے اعمال رات سے پہلے اور رات کے اعمال دن سے پہلے مجموعی طور پر ہفتہ میں دوبارہ پیش ہوتی ہے۔

تَحْضَرُ مِنَ الْاَعْمَالِ کا شارحین نے یہ مطلب بھی لیا ہے کہ اعمال تو چوبیس گھنٹوں میں روزانہ دوبارہ پیش ہوتے ہیں۔ (مرقات)

مگر یہ حجرات کو لکھنے والے فرشتے، اعمال نامے ان فرشتوں پر پیش کرتے ہیں جو اعمال ناموں کی نقل اپنے رجسٹروں میں کرتے ہیں (لغات العلماء)

حضور علیہ السلام نے فرمایا جو شخص رمضان کے روزے رکھے،

شوال کے روزے

مَنْ صَامَ رَمَضَانَ ثُمَّ اَشْبَعَهُ

پھر شوال کے چھ روزے رکھے تو ساری عمر کے

بِسَامِ شَوَّالٍ كَانَتْ كَصِيَامِ الدَّهْرِ (مسلم)

روزوں کی طرح قرار پائے گا۔

علامہ علی قاری نے لکھا۔ یہ حدیث تقریباً تیس صحابہ کرام سے مروی ہے۔ ترمذی نے اسے حسن قرار دیا۔ باقی انتہائی اسنادیں

منابہ صحیح ہیں۔ چنانچہ امام طبرانی۔ بزار۔ ابن ماجہ۔ نسائی۔ ابن خویمرہ۔ ابن حبان۔ امام احمد و بیہقی نے حضرت ابوہریرہ سے منقول

توبان، براء بن عازب، ابن عباس، سعد بن سبید، ابو ایوب انصاری اور جناب عائشہ صدیقہ سے روایت کیا ہے۔
۷۔ سال کے تقریباً تین سو ساتھون ہوتے ہیں ساڑھ ہجری کا ثواب دس گنا ملتا ہے۔ اس حساب سے رمضان کے تیس روزے تین سو
رفعتوں کے برابر ہوتا ہے۔ پھر روزے ساڑھ روزوں کے مساوی۔ اس طرح شوال کے پچھ روزے رکھ لینے سے پورے سال کے روزوں کا
ثواب اعلیٰ ہوگا۔

بَابُ فَضْلِ مَنْ قَامَ رَمَضَانَ

باب رمضان میں تراویح کے متعلق

حُفْرَةُ الْبُؤْرَةِ فَرَاتِي مِیْنِیْ نَیْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی
عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمُ کُوْفَرَاتِیْ مِیْنِیْ شَاکِرُ شَخْصِیْ اِسْمِیْ اِبْرٰہِیْمُ
اَحْسَابُ کَیْ سَاقِدِ قِیَامِ لَیْلَیْ کَھَرُ اِہْوَا، اِس کَی
پچھلے تمام گناہ معاف ہو جائیں گے (بخاری)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

کِتَابُ التَّرَاوِیْحِ ○ کِتَابُ التَّرَاوِیْحِ کے بیان میں

روایت کسکی میں کتاب التزویج کے الفاظ مروی ہیں۔ تراویح
تروویحات، تروویح کی جمع ہے۔ تروویح کے اصل معنی جلسے کے ہیں۔ اس کو
تروویح اس لیے کہنے لگے کہ چار رکعت کے بعد سستہ لانے کے لیے بیٹھتے
ہیں۔ پھر نماز اہر چار رکعت کو تروویح کہنے لگ گئے۔

- ۱۔ یہ حدیث گذشتہ صفحات میں مکمل ترجمانی کے ساتھ گزر چکی ہے۔ دیکھیے ص ۱۰۰۔ ابن المنذر نے کہا ہر حدیث سے یہ ہی واضح
رمضان میں قیام کرنے والے کے تمام پچھلے گناہ صغیرہ ہوں یا کبیرہ معاف ہو جائیں گے۔
- ۲۔ امام نووی نے فرمایا علماء کا مشہور دستور مذکور قول یہ ہے کہ صغیرہ معاف ہو جائیں گے۔ امام الحرمین نے بھی اسی کو قطعاً اختیار کیا، اور
مذہب اہل سنت بھی یہی ہے۔ بحال اتنی بات واضح ہے کہ رمضان کی راتوں میں قیام (تراویح پڑھنا) باعثِ برکت موجبِ رحمت ہے
اور مغفرت کا ذریعہ وسیلہ ہے۔

۳۔ علامہ کرمانی کہتے ہیں قیام رمضان سے تراویح مراد ہونے پر سب کا اتفاق ہے۔ امام نووی نے فرمایا قیام سے مراد تو تراویح ہے۔ مگر علامہ کرمانی نے اتفاق کا دعویٰ کہاں سے کیا ہے، بلکہ قیام سے مطلق قیام مراد ہے کم ہوا زیادہ۔

ابن شہاب نے کہا کہ پھر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی۔ اور بات یوں ہی رہی۔ اس کے بعد خلافت ابوبکر اور حضرت عمر کے اجتہاد کی دور خلافت میں بھی یہ ہی صورت رہی۔

وَقَالَ ابْنُ شِهَابٍ مُّتَوَفَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْأَمْرُ عَلَى ذَلِكَ تَحْكُمَاتِ الْأَمْرِ عَلَى ذَلِكَ فِي خِلَافَةِ أَبِي بَكْرٍ وَصَدْرًا مِنْ خِلَافَةِ عُمَرَ (بخاری ص ۵)

یعنی قیام رمضان کی صورت و کیفیت یہی رہی کہ ہر شخص اپنے طور پر گھر میں مسجد میں جیسے مناسب ہوتا، تراویح پڑھ لیتا، جناب صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے دور اول تک یہی صورت رہی تا کہ تاخلاق اعظم نے باقاعدہ جماعت تراویح پڑھنے کا حکم فرمایا۔ اور ابن شہاب ہی سے روایت ہے انھوں نے عروہ بن زبیر سے

• وَعَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَبْدِ الْقَادِرِ أَنَّهُ قَالَ خَرَجْتُ مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ لَيْلَةً فِي رَهْطَانِ إِلَى الْمَسْجِدِ فَإِذَا النَّاسُ أَوْذَاعٌ مُتَفَرِّقُونَ يُصَلِّيُ الرَّجُلُ لِنَفْسِهِ يُصَلِّيُ الرَّجُلُ يُصَلِّيُ بِصَلَاتِهِ أَوْ هُطُفًا قَالَ عُمَرُ إِنِّي لَأَرَى لَوْ جُمِعَتْ هَؤُلَاءِ عَلَى قَابَرِي وَ أَحَدٍ لَكَانَ أَهْلًا لَمْ عَزَمَ فُجِّعَ بِهِ عَلَى أَبِي بَكْرٍ لَكَيْتُ لَمْ خَرَجْتُ مَعَهُ لَيْلَةً أُخْرَى وَ إِنَّا نَسَى يُصَلِّيُ بِصَلَاةٍ قَابِلِهِمْ قَالَ عُمَرُ نِعْمَ الْبَدِيعَ هَذِهِ وَ إِنِّي بِنَاوُونَ عَنْهَا أَفْضَلَ مِنْ الْبَنِي يَقُولُونَ يُؤَيِّدُ آخِرَ اللَّيْلِ وَ كَانَ النَّاسُ يَقُولُونَ أَوَّلَهُ۔

اور انھوں نے عبد الرحمن بن عبد القادری سے بیان کیا کہ انھوں نے بیان کیا کہ میں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ رمضان کی ایک رات کو مسجد میں گیا، سب لوگ متفرق اور منتشر تھے، کوئی اپنا نماز پڑھ رہا تھا اور کسی کے پیچھے جمت سے لوگ اس کی نازی انتہا کیلئے کھڑے تھے۔ اس پر عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، میرا خیال ہے اگر تمام غازیوں کی ایک امام کے پیچھے جماعت کر دی جائے تو زیادہ اچھا ہو۔ چنانچہ آپ نے جماعت بنا کر ان کی ہر ایک کو اس کا امام بنایا پھر دوسری رات میں آپ کے ساتھ ہی نکلا تو لوگ اپنے امام کے پیچھے نماز (تراویح) پڑھ رہے تھے، دیر نہ ہو کہ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ بڑا طریقہ کسی قدر بہتر اور مناسب ہے۔ لیکن راستہ (دہ حصہ جس میں یہ سوجانے ہیں) اس سے بہتر اور افضل ہے جس میں یہ نماز پڑھتے ہیں۔ آپ کی مرادات کے آخری حصہ کی فضیلت سے

سنی کیونکہ لوگ نمازات کے شروع میں پڑھ لیتے تھے۔ (بخاری ص ۵)

عروہ بن زبیر نے اور ان سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبردست عادت رضی اللہ عنہما نے بیان کیا۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی اور یہ رمضان میں ہوا تھا۔

• عَنْ عُرْوَةَ ابْنِ زُبَيْرٍ عَنْ عَائِشَةَ وَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى وَ ذَلِكَ فِي رَهْطَانِ۔

حضرت عروہ نے خبر دی اور انھیں عائشہ رضی اللہ عنہا نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ رمضان کی نصف شب میں تشریف لے گئے اور مسجد میں نماز پڑھی

• أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ أَنَّ عَائِشَةَ أَخْبَرَتْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ لَيْلَةً مِمَّنْ جَزَيْتِ اللَّيْلُ نَصَلْتُ فِي الْمَسْجِدِ وَ صَلَّيْتُ وَ رَجَلْتُ بِصَلَاةِهِ

فَأَصْبَحَ النَّاسُ فَعَدُّوا فَا جَمَعَ أَكْثَرُ مِنْهُمْ
فَصَلُّوا مَعَهُ فَأَصْبَحَ النَّاسُ فَعَدُّوا فَا كَثُرَ
أَهْلُ الْمَسْجِدِ مِنَ الثَّلَاثَةِ فَخَرَجَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلَّاهُ فَصَلُّوا
يُصَلُّوهُ فَلَمَّا كَانَتِ الثَّلَاثَةُ الرَّابِعَةُ عَجَزَ
الْمَسْجِدُ عَنْ أَهْلِهِ حَتَّى خَرَجَ يُصَلُّوهُ فَصَلَّاهُ
فَلَمَّا قَضَى الْفَجْرَ أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ فَتَشَرَّدَ
ثُمَّ قَالَ مَا لَعَدْتُ أَنْتُمْ لَمْ يَخَفْ عَلَى مَكَانِكُمْ
وَلَكِنِّي خَشِيتُ أَنْ تَفْتَرِضَ عَلَيْكُمْ فَتَعْجِزُوا
عَنْهَا فَخَوَّفِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَالَا مُرْعَى لَكَ .

کچھ صحابہ بھی آپ کے ساتھ نمازیں شریک ہو گئے۔ صبح
ہوئی تو ایک نے دوسرے سے کہا، چنانچہ دوسرے
دن لوگ پہلے سے زیادہ جمع ہو گئے۔ اور آپ کے ساتھ
نماز پڑھی، دوسری صبح کو اور چرچا ہوا اور تیسری
رات اس سے بھی زیادہ لوگ جمع ہو گئے۔ ان حضور
نے (اس رات بھی) نماز پڑھی اور لوگوں نے آپ
کی اقتداء کی۔ چوتھی رات یہ عالم تھا کہ مسجد میں نماز
پڑھنے آنے والوں کے لیے جگہ بھی جگہ بھی باقی نہیں رہی
تھی (لیکن اس رات آپ تشریف لائے، بلکہ صبح کی
نماز کے لیے باہر تشریف لائے۔ جب نماز پڑھ لی تو لوگوں
کی طرف متوجہ ہوئے اور شہادت کے بعد فرمایا: اما بعد

تمہاری موجودگی کا مجھے علم تھا لیکن مجھے خوف اس کا ہوا کہ کہیں یہ تم پر فرض نہ کر دی جائے اور پھر تم اس کی ادائیگی
سے عاجز، ورنہ ماند رہ جاؤ۔ پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو بات جو ان کی توں تھی (یعنی نماز تراویح
باجاغت نہیں ہوتی تھی) :

فوائد ومسائل

واضح ہو کہ یہ احادیث نماز تراویح کے متعلق ہیں۔ عبد بنوری میں نماز تراویح تین دن ہوئی، اس کے بعد حضور
نے اس کو ترک فرمایا۔ جس کی وجہ بھی حدیث میں بیان فرمادی کہ کہیں یہ فرض نہ ہو جائیں، کیونکہ زمانہ نزول
وحی کا تھا، حتیٰ کہ عبد صدیق اکبر و عبد فاروقی کے اول حضرت میں اسی طرح ہوتا رہا کہ لوگ اپنے طور پر پڑھ لیتے تھے۔ تاہم بعد مسجد میں
جماعت نہ ہوتی تھی۔ اس کے بعد جناب فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھا کہ لوگ متفرق ہو کر اور کچھ جمع ہو کر تراویح پڑھ رہے
ہیں تو آپ نے اس کی جماعت بنادی اور حضرت ابی بن کعب جو بہترین قاری تھے۔ انہیں امام مقرر فرمایا اور اس طرح جب
سے لیکر اب تک مسلمان نماز تراویح باجماعت مسجد میں ادا کرتے ہیں

• نعم البدل، عہدہ ہذا: حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تراویح کو بدعت حسنہ قرار دیا، معلوم ہوا کہ بدعت کو بدعت
سیئہ قرار دے دینا درست نہیں ہے۔ ہر نیا کام اگر شریعت کے خلاف نہیں ہے تو کم از کم مباح کے درجہ میں ہے۔ ہر نئے کام کو
حرام دینا جائز قرار دے دینا زیادتی ہے، بلکہ حضرت علامہ عبد الغنی المالکی رضی اللہ عنہ نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ اس نماز
میں مختلف وضع قطع و درجہ اہل کے ملبوسات کھانے پینے اور رہنے کے نئے نئے انداز اور طریقے شرعاً بدعت نہیں قرار پاتے

۱۔ علامہ مقدس سرہ العریض فرماتے ہیں: فلا تتناول البدع من حيث معناها الشرعي شيئا من انواع العادات اصلا
جمع عادة۔ وهو كل امر يقصد به حصول غرض ديني كالملابس المختارة في هذا الزمان وابق مزمار

فائدہ

امام بخاری علیہ الرحمہ نے اس کے بعد حدیث عائشہ ذکر کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضور علیہ السلام رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعت سے زیادہ نہیں ادا فرماتے تھے۔ اس حدیث پر مکمل و مفصل گفتگو فیض الباری پارہ پنجم باب قیام النبی صلی اللہ علیہ وسلم باللیل فی رمضان وغیرہ ۲۳۹ پر ہو چکی۔ مختصر مکرر لکھی جاتی ہے۔

عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ عَائِشَةَ
أُمَّهُ سَأَلَتْ عَائِشَةَ كَيْفَ كَانَتْ صَلَوةُ رَسُولِ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي رَمَضَانَ فَقَالَتْ
مَا كَانَ سَأْؤُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَزِيدُ
فِي رَمَضَانَ وَلَا فِي غَيْرِهِ عَلَى إِحْدَى عَشْرَةَ
رَكْعَةً يُصَلِّي أَرْبَعًا فَلَا تَشَأَلُ عَنْ حُسْنِهِنَّ
وَطُولِهِنَّ ثُمَّ يُصَلِّي أَرْبَعًا فَلَا تَسْأَلُ عَنْ حُسْنِهِنَّ
وَطُولِهِنَّ ثُمَّ يُصَلِّي ثَلَاثًا تَأْتِي عَائِشَةَ بِقُلُوبِ
يَا رَسُولَ اللَّهِ أَتَمَامَ قَبْلِ أَنْ تَوُضُو فَقَالَ يَا عَائِشَةُ
أَنْتِ عَيْنِي تَمَامُ وَلَا يَمَامُ قُلْتُ (بخاری)

حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمن سے مروی ہے۔
انھوں نے خبر دی کہ انھوں نے حضرت عائشہ سے پوچھا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رمضان میں رات کی،
نماز کیوں کرتی تھی؟ تو انھوں نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعتوں سے
زیادہ نہیں پڑھا کرتے تھے۔ آپ (پہلے) چار رکعتیں
پڑھتے۔ پس تو ان کے حسن اور طول کے بارے میں پوچھ
پھر چار رکعتیں پڑھتے اور ان کے (بھی) حسن اور طول کے
بارے میں پوچھ۔ پھر تین رکعتیں (دو رکعتیں) پڑھتے۔
حضرت عائشہ کہتی ہیں۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ
کیا آپ وتر پڑھنے سے پہلے سو جاتے ہیں؟ آپ نے فرمایا اسے عائشہ بے شک میری آنکھیں سوتی ہیں اور میرا
دل نہیں سوتا (بخاری)

اس حدیث سے غیر مستدل کہتے ہیں کہ تراویح آٹھ رکعت ہیں کیونکہ اس سے واضح ہوا حضور علیہ السلام
سرمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعت ادا کرتے تھے۔ ان رکعتوں میں تین وتر ہوتے تھے اور آٹھ افضل
رمضان میں یہ آٹھ باجماعت تراویح شمار ہوتے تھے۔ اور غیر رمضان میں بغیر جماعت کے وہی آٹھ رکعت تنہا تسلسل
پاتی تھیں۔ لیکن یہ استدلال بھی درست نہیں اور مذکورہ بالا حدیث سے تراویح کا آٹھ رکعت ہونا امر کو ثابت نہیں ہوتا۔
کیونکہ یہ ثابت شدہ حقیقت ہے کہ تنہا تراویح کی نمازیں الگ الگ ہیں۔

لہ اور دلیل اس کی یہ ہے کہ تنہا کی نماز ہجرت سے پہلے ابتداء اسلام میں فرض ہوئی تھی جیسا کہ حدیث ابوداؤد (باقی ص ۹۱)

(بقیہ حاشیہ ص ۸۹) : والمساکن۔ والمالک والمشارب مما اتخذہ الناس انواعا منوعة فلا یسعی فی
الشرع بدعة۔ لانه ليس فی الدین بل فی الدنیا ومشرط البدعة فی الشرع ان یکون فی الدین حدا
مک۱۳ اور آیتہ قل من حرم مزینة الله التي الحکم کے ماتحت حضرت علامہ تحریر فرماتے ہیں۔
فیه دلیل علی ان الاصل فی المطاعم والملابس والنوع التجملات الا باحاجة

نماز تہجد حضور نے عشر شریف میں کبھی ایک مرتبہ بھی اول شب میں ادا نہیں فرمائی ہے۔ بلکہ ہمیشہ سونے کے بعد بیدار ہو کر جو نبیل یا آخر شب میں ادا فرمائی ہے۔ اور نماز تراویح حضور نے ہمیشہ اول نفل میں پڑھی ہے۔ اگرچہ فراغت

البقیۃ حاشیہ ص ۹)۔ ابو داؤد باب صلوة البیل ج ۱۹ ازل کشور سے ثابت ہے۔ ظاہر ہے کہ اس وقت تک رمضان کے روزے اور تراویح کی مشیت کا کوئی وجود نہ تھا۔ صحابہ کرام رمضان اور غیر رمضان میں نماز تہجد ادا کرتے تھے۔ پھر عجمی جب رمضان کے روزے فرض ہوئے تو حضور علیہ السلام نے شعبان کے آخری دن کے خطبہ میں فرمایا:-

جعل الله صيامه فريضةً وقيامه تطوعاً
بہمی (مشکوٰۃ ص ۱)

اللہ تعالیٰ نے رمضان کے روزے کو فرض کیا اور اس

کے قیام کو نفل قرار دیا۔

اور حدیث الرسول کے الفاظ یہ ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

مسئلہ: اللہ تعالیٰ نے تم پر رمضان کے روزے فرض

کیے اور میں نے تمہارے لیے اس کا قیام سنون کیا۔

کتب الله عليكم صيامه وسنت لكم

قيامه (ابن ماجہ ص ۱۵)

ان دونوں حدیثوں نے ثابت ہو کر تراویح اور تہجد الگ الگ نمازیں ہیں۔ اگر قیام رمضان سے نماز تہجد مراد ہوئی تو وہ رمضان شریف سے پہلے ہی مشروع تھی۔ رمضان سے اس کا کوئی خاص تعلق نہ تھا۔ اس سے مسلم ہو کر قیام رمضان سے صلوة تہجد مراد نہیں ہے۔ بلکہ وہی خاص نماز تراویح مراد ہے۔ جو رمضان کے علاوہ کسی دوسرے وقت میں مشروع نہیں ہوئی۔ اسی طرح حدیث دوم میں حضور علیہ السلام کا اس کو سنون قرار دینا بھی اس امر کی واضح دلیل ہے کہ قیامہ سے نماز تہجد مراد نہیں ہے۔ کیونکہ وہ تو پہلے ہی سے اللہ کے حکم سے مشروع ہو چکی تھی۔ بلکہ نماز تراویح مراد ہے۔ ثابت ہو کر نماز تہجد اور نماز تراویح دو الگ الگ نمازیں ہیں۔

سلف تہجد میں اس نماز کو کہتے ہیں جو نماز عشاء پڑھ کر سونے کے بعد بیدار ہو کر پڑھی جائے۔ یہ ہی وجہ ہے حضور علیہ السلام نے ہمیشہ نماز تہجد سو کر اٹھنے کے بعد آخر شب یا نصف شب میں پڑھی ہے۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں حضور علیہ السلام نماز تہجد کے لیے (اذا سمع الصبح - بخاری ج ۱ ص ۱۵۲) مرغ کی آواز سن کر اٹھتے تھے۔ یہ حدیث اس دعویٰ پر جس مرتبے کے حضور نے نماز تہجد ہمیشہ آخر شب میں ادا فرمائی ہے۔ نبی صلوٰۃ کا مضمون ہے کہ حضور علیہ السلام اول نفل میں آرام فرماتے و بقیہ آخر وہ (بخاری) اور آخرات میں اٹھ کر نماز پڑھتے۔

طبرانی نے حجاج بن عمرو کی حدیث بروایت کثیر بن العباس روایت کی جس کے الفاظ یہ ہیں:-

کیا تم لوگ یگانہ کرتے ہو کہ جب بھی رات میں صبح تک

نماز پڑھ لیا کرو تو تہجد کی نماز ادا ہو جائے گی۔ جو بی شیت کہ

تہجد وہ نماز ہے جو سونے کے بعد ہو۔ یہ تین مرتبہ فرمایا۔ پھر کہ-

حضور کی نماز اسی طرح ہوتی تھی۔ یعنی خواب سے بیدار ہو کر نماز

ایحسب احدکم اذا قام من اللیل یصلی حتی یصلح

ان قد تہجد انما التہجد لجد سائذہ (ریحلمہ

تین دفعہ ہے) تلک کانت صلوة رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم (یعنی ج ۳ ص ۱۲)

تہجد ادا فرمایا کرتے تھے۔

اس حدیث میں الصلوٰۃ لجد سائذہ کی تکرار محض تاکید کے لیے ہے۔ ان الفاظ سے روزہ دشمن کی طرح واضح ہو کر تہجد کے لیے سو کر (باقی ص ۱۶)

کبھی نصف شب میں ہوئی۔ اور کبھی تمام شب میں۔ مگر نماز تراویح کا آغاز حضور نے ہمیشہ ہر دفعہ اول رات میں ہی فرمایا ہے۔ جس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ جناب عائشہ کی یہ حدیث نماز تراویح کے متعلق نہیں ہے بلکہ صلوٰۃ تہجد کے متعلق ہے۔ اس لیے کہ نماز تراویح

ربیعہ حاشیہ ص ۱۰۔ اُمتنا ضروری ہے۔ نیند کیے بغیر اگر کوئی شخص تمام رات صبح تک نماز پڑھتا رہے تو اس کی نماز تہجد نہ ہوگی۔ نیز حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ:-

کان اذا قام الى الصلوة من جوف الليل۔ حضور علیہ السلام جب شب کے درمیان شب میں صلوٰۃ تہجد کیلئے کھڑے اسے حدیث میں صلوٰۃ سے مراد تہجد ہی ہے کیونکہ یہی حدیث بخاری نے باہیں الفاظ روایت کی ہے اذا قام من الليل یتھجد اور اس خبر پر نے اذا قام للتھجد کے الفاظ سے روایت کی ہے۔ غرضیکہ ان روایات سے واضح ہے کہ نماز تہجد وہی ہے جو عشاء کے بعد خواب سے بیدار ہو کر پڑھی جائے اور یہ کہ حضور علیہ السلام نے نماز تہجد ہمیشہ جوف لیل سے قبل کبھی ادا نہیں فرمائی۔

۱۱۔ حضور علیہ السلام نے نماز تراویح ہر دفعہ اول شب میں شروع فرمائی ہے۔

حضرت ابو ذرؓ سے روایت ہے کہ میں نے حضور کے ساتھ روزے رکھے تو حضور نے ہمارے ساتھ رمضان میں قیام نہ فرمایا۔ اسی دن والے رمضان کے سات دن رو گئے تو حضور نے ہمارے ساتھ قیامیہ شب کو قیام فرمایا۔ حتیٰ کہ ایک سال رات گزر گئی۔ پھر جب چھٹی رات یعنی چوبیسویں شب ہوئی تو ہمارے ساتھ قیام نہ فرمایا۔ پھر جب اسی حساب سے پانچویں شب ہوئی یعنی چھبیسویں تو حضور نے ہمارے ساتھ قیام نہ فرمایا۔ حتیٰ کہ نصف شب گزر گئی۔ پھر مچنے والی کی یا رسول اللہ! کاش اس رات کے قیام کو ہمارے لیے زیادہ فرماتے حضور نے فرمایا جب کوئی شخص امام کے فارغ ہونے تک اس کے ساتھ نماز پڑھتا رہے تو اس کے لیے تمام رات کا قیام لکھا جاتا ہے۔ پھر جب اسی حساب سے چوتھی رات یعنی چھیسیویں شب آئی تو حضور نے ہمارے ساتھ قیام نہ فرمایا۔ اس کے بعد پھر تیسری حضور نے ہمارے ساتھ قیام کیا اور صبح کرام کو جمع کیا اور ہمارے ساتھ قیام کیا۔ حتیٰ کہ کم دوڑے۔ پھر بقیہ مہینہ حضور نے ہمارے ساتھ قیام نہ فرمایا۔

عن ابی ذر۔ قال صنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلم یقربنا شیئاً من الشہر حتی یقی سبع فقام بنا حتی ذہب ثلث اللیل فلما کانت السابعة لم یقربنا فلما کانت الحامسة قام بنا حتی ذہب شطر اللیل فقلت یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لو فلتنا قتیام هذه اللیلۃ فقال ان الرجل اذا صلی مع الامام حتی ینصرف حسب له قیام لیلۃ فلما کانت الرابعۃ لم یقربنا فلما کانت الثالثۃ جمع اهلہ وسانئہ والناس فقام بنا حتی خشینا لیفوتنا الفلاح قلت ما الفلاح قال السحور ثم لم یقربنا بقید الشہر۔

(ابوداؤد۔ ترمذی۔ نسائی۔ ابن ماجہ)

شب مذکور آئی۔ تو حضور نے اپنی ازواج مطہرات اور اہل وعیال اور صحابہ کرام کو جمع کیا اور ہمارے ساتھ قیام کیا۔ حتیٰ کہ کم دوڑے کہم سے فلاح فوت نہ ہو جائے۔ میں نے کہا۔ فلاح کیا ہے؟ کہا کہ یہی۔ پھر بقیہ مہینہ حضور نے ہمارے ساتھ قیام نہ فرمایا۔ اسے حدیث سے واضح ہو کہ رمضان شریف کی ان تینوں راتوں میں حضور علیہ السلام نے اول شب میں نماز تراویح شروع فرمائی۔ پہلی رات میں تعاقب حضور نے پرفراغت ہوئی۔ دوسری رات میں نصف شب گزر جانے پر بدقتیری رات اولیٰ سے آخر تک نماز پڑھنے میں گواہی۔ جس سے ثابت ہوا حضور نے نماز تراویح تینوں راتوں میں اول وقت ہی میں ادا فرمائی ہے۔ گو فراغت کبھی نصف شب میں ہوئی اور کبھی تمام شب میں اور (باقی ص ۹۳ پر)

صرف رمضان میں ہوتی ہے۔ اور حدیث زریحہ میں رمضان اور غیر رمضان کی نماز کا ذکر ہے۔ رمضان اور غیر رمضان میں رات کی نماز تراویح نہیں بلکہ نماز تہجد ہے جس سے واضح ہوا کہ حضرت عائشہ حضور کی نماز تہجد کو بیان فرما رہی ہیں۔ نماز تراویح کو نہیں۔ لہذا اس حدیث سے نماز تراویح کا ذکر رکعت ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ کیونکہ اس حدیث میں تو صرف نماز تہجد کا بیان ہے۔ نیز ہمارے اس دعویٰ کی تائید و توثیق اسی حدیث کے ان جملوں سے بھی ہوتی ہے۔ حضرت عائشہ نے عرض کی:-

اتنا وقبل ان توتر | حضور کیا آپ وتر پڑھنے سے پہلے سو جاتے ہیں؟
حضور نے جواب دیا:-

تمام عینی ولا بینا مقلبی | اسے عائشہ میری آنکھیں سوتی ہیں، دل نہیں سوتا۔
اور یہ بات مخالفین کو بھی تسلیم ہے کہ ان گیارہ رکعتوں میں تین وتر اور آٹھ نفل ہوتے تھے۔ اور یہ آٹھ وتر میں یعنی پوری گیارہ رکعتیں حضور ایک ساتھ پڑھتے تھے تو جب وتر سے قبل حضور کا سو جانا اس حدیث سے ثابت ہوا تو وہ آٹھ نفل جو وتر کے ساتھ حضور پڑھتے تھے ان سے پہلے بھی حضور کا نیند فرمانا ثابت ہو گیا۔ اس سے واضح ہوا کہ حضور کی گیارہ رکعت والی نماز تراویح نہیں بلکہ تہجد اور وتر کی نماز تھی۔ اس لیے کہ نیند سے بیدار ہو کر جو نماز پڑھی جائے وہی نماز تہجد ہے۔

چنانچہ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اسی گیارہ رکعت والی حدیث کے متعلق فرماتے ہیں:-

روایت محمول بر نماز تہجد است کہ در رمضان وغیر رمضان
میکسار بود غالباً بعد یا زودہ رکعت مع الوتر می رسد۔
دلیل برین چل آن است کہ راوی این حدیث ابوسلمہ
است در تتمہ این روایت می گوید کہ ثالث عائشہ اتنا
قبل آن توتر الخ و ظاہر است کہ نوم قبل از وتر در نماز تہجد
متصور می شود در غیر آن۔
(فتاویٰ عربی ج ۱ ص ۱۱۱ مجتہدائی)

حضرت عائشہ کی گیارہ رکعت والی روایت نماز
تہجد پر محمول ہے اس لیے کہ رمضان تہجد رمضان اور غیر رمضان
میں یکساں تھی جس کا عدد وتر کے ساتھ غالباً گیارہ تک پہنچتا
تھا اور اس روایت کے تہجد پر محمول ہونے کی دلیل یہ ہے
کہ راوی حدیث ابوسلمہ اس روایت کے تہجد میں کہتے ہیں
کہ حضرت عائشہ نے فرمایا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)
کیا آپ وتر پڑھنے سے پہلے سو جاتے ہیں؟ حضور نے
فرمایا ہاں! آنکھیں سوتی ہیں دل نہیں سوتا اس حدیث کو بخاری و مسلم نے روایت کیا اور ظاہر ہے کہ وتر سے پہلے سونا صلوٰۃ

تہجد ہی میں تصور ہو سکتا ہے نہ اس کے بغیر ہیں۔

نیز علامہ ابن حجر عسقلانی نے بھی گیارہ رکعت والی نماز کو صلوٰۃ تہجد اور وتر ہی قرار دیا ہے۔

۱۔ علامہ ابن حجر کے الفاظ یہ ہیں:- وظہر لی ان الحکمۃ فی عدم الزیادۃ علی احدى عشرۃ ان

التہجد والوتر مختص بصلوٰۃ اللیل (فتح الباری ج ۳ ص ۱۱)

(بقیہ حاشیہ ۱۱) تہجد کے متعلق احادیث ساتھ سے واضح ہے کہ حضور نے ہمیشہ آخری شب میں ادا کی ہے۔ نماز تہجد حضور نے ساری رات کبھی نہیں پڑھی۔ چنانچہ عائشہ نے تصریح فرمائی ولا علم فی اللہ تراء القرآن کلہ فی لیلة ولا صلی لیلة الی الصبح (مسلم) میں نہیں جانتی کہ حضور نے ایک رات میں کبھی سارا قرآن پڑھا اور نہ یہ جانتی ہوں کہ حضور نے کسی رات میں صبح تک نماز پڑھی ہو۔ نا فہم

عن جنیکہ حدیث زبجٹ کے آخری حصہ سے بھی یا مرنرز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ اس حدیث میں جن نماز کا ذکر ہے وہ نماز تراویح نہیں بلکہ صلوٰۃ التجدد ہے۔ لہذا اس حدیث سے اٹھ رکعت تراویح کے مسنون ہونے کا استدلال درست نہیں۔

• اس حدیث سے یہ بھی واضح ہوا حضور کی نیند ناقص وضوء نہیں۔ علامہ ابن عربی علیہ الرحمۃ نے لکھا کہ نیند بھی ایک آفت ہے جس کی وجہ سے نفس کو جو تعلیم بدن پر حکومت حاصل ہوتی ہے وہ ختم ہو جاتی ہے۔ لیکن اللہ عزوجل نے حضور علیہ السلام کو اس سے محفوظ رکھا ہے۔ آپ کی صوفت آنکھوں پر نیند طاری ہوتی قلب اقدس ہمیشہ بیدار رہتا۔

مذکورہ بالا حدیث جس سے نیز مقلد وہابی اٹھ رکعت تراویح کا استدلال کرتے ہیں ان کے بھی خلاف جاتی ہے۔ کیونکہ اگر لطیفہ اس سے بالفرض اٹھ رکعت تراویح ثابت مانی جائے تو تین رکعت وتر کا ثبوت بھی ہوتا ہے۔ لیکن وہابی حضرات ایک رکعت پڑھتے ہیں۔ گویا ان کا یہ حال ہے کہ حدیث کی ایک بات کا اقرار کر رہے ہیں، دوسری بات کا انکار۔

دوم یہ کہ اگر اس حدیث میں نماز تراویح مراد ہے اور حضور نے اٹھ تراویح پڑھی تھی تو جناب عمر نے میں تراویح کا حکم کیوں دیا؟ اور نماز صحابہ کرام نے اس حکم کو کیوں قبول کیا؟ خود حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ نے کیوں نہیں صحابہ سے یہ فرمایا کہ حضور تو اٹھ پڑھتے تھے اور تم میں پڑھ رہے ہو یہ تو سنت کے خلاف ہے۔

سوم۔ اگر غیر مقلد وہابی حضرات کے نزدیک بیس رکعت تراویح پڑھنا بدعت سیئہ اور خلاف سنت ہے تو یہ خلفاء راشدین و ائمہ دین جو بیس رکعت تراویح کے قائل و عامل تھے ان کے متعلق ان کا کیا فتویٰ ہو گا۔ کیا معاذ اللہ وہ بھی بدعت تھے اور تنوید باللہ خلاف سنت کام کیا کرتے تھے۔ سوچئے اگر آپ کے اس بے جا غلو و تشدد کی زد میں وہ محترم سنیائیں بھی آجاتی ہیں جن کا ایمان و تقویٰ اور قبیح سنت ہونا انتساب سے زیادہ واضح و ثابت ہے۔

تراویح بیس رکعت بھی مسنون ہے اگرچہ مسئلہ خالص فردی ہے مگر حیرت ہے کہ بعض لوگ یہاں تک دعوئی کر دیتے ہیں کہ بیس رکعت تراویح کا کوئی ثبوت نہیں ہے اور یہ کہ بیس رکعت تراویح پڑھنا بدعت مذکورہ ہے۔ اس کے جواب میں سب سے پہلے تو یہ کہہ دینا کافی ہے کہ مذکورہ بالا دعویٰ کرنے والے انشاء اللہ العزیز قیامت تک کسی مرتب صحیح غیر مجروح حدیث و آثار صحابہ کرام و ائمه دین سے رضائی میں نماز تراویح کا اٹھ رکعت ہونا اور بیس رکعت تراویح کا بدعت مذکور ہونا ثابت نہیں کر سکتے۔

ثانیاً۔ بیس رکعت تراویح کا ثبوت عمد نبوی و عمد خلفاء اربعہ و اقوال ائمہ کرام سے واضح و ثابت ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ

عہد نبوی

إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَصِلُ فِي رَمَضَانَ عَشْرِينَ رَكْعَةً (بہیقی ج ۲ ص ۲۹۱)

حضور علیہ السلام روزانہ میں بیس رکعت تراویح ادا فرماتے تھے۔

مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۳۹۴

ساب فرماتے ہیں کہ لوگ زمانہ عمر میں ماہ رمضان میں بیس تراویح پڑھتے تھے۔ اور سوسے زائد آیتوں والی سورتیں

عہد فاروقی و عثمانی

پڑھتے اور حضرت عثمان کے زمانہ میں شدت قیام کی وجہ سے
لاہنجیوں پر ٹمک لگاتے تھے۔
(سنن کبریٰ سیقی ج ۲ صفحہ ۲۹۶۔ قیام اللیل)

بعشرین رکعة قال وكانوا يقرءون بالمئين وكافوا
بتركون على عصيتهم في عهد عثمان من
شدّة القيام۔

ہیں، علی رضی نے ایک شخص کو حکم دیا کہ مسلمانوں کو رمضان میں

عبداللہ رضی

ان علیا امر رجلا یصلی
بہم فی رمضان عشرين رکعت

بیس رکعت تراویح پڑھ لے۔ (الجمہر صفحہ ۴۹۵)
الشیخ علی سنن صفحہ ۴۹۶ البیہقی ج ۱، یعنی جلد ۲ صفحہ ۵۹۸

عن ابن ابی شیبہ ج ۲ صفحہ ۳۹۳

ابن ابی کعب فرماتے ہیں کہ حضرت عمر نے آپ کو رمضان
کی راتوں میں تراویح پڑھانے کا حکم دیا تو آپ نے لوگوں کو
بیس تراویح پڑھائیں :
(کنز العمال صفحہ ۴۸۳ ج ۲۔ آثار السنن ج ۲ صفحہ ۵)

شیخ الاسلام امام ابن حجر فرماتے ہیں صحابہ کرام نے
اس بات کا اتفاق کیا کہ تراویح بیس رکعت ہیں۔

ام تراویح ابن ابی کعب
عن ابن ابی کعب
ان عمر بن الخطاب

امرہ ان یصلی باللیل فی رمضان فصلی بہم
عشرين رکعة ابن منیع۔

اجماع صحابہ کرام
اجمع الصحابة علی
ان التراويح عشرون

رکعة۔
(مجموع فتاویٰ عبدالحی ج ۱ صفحہ ۳۳ مطبوعہ مکتبہ رقات ج ۳ صفحہ ۹)

امام شافعی فرماتے ہیں:

امام ابو حنیفہ

ہمارے (یعنی حنفیوں کے) نزدیک تراویح بیس رکعت
(پہلے سوائے وتر کے) مبسوط امام سرخسی ج ۲ صفحہ ۳۳ مطبوعہ مصر

انما عشرون سوى الوتر عندنا

امام مالک امام اہل مدینہ کے نزدیک اصل تراویح بیس رکعت ہیں۔ مگر چونکہ اہل مدینہ ہر ترویج (چوگانہ) کے بعد طوات
کعبہ کیا کرتے تھے۔ اس لیے اہل مدینہ نے مکروالوں کے طوات کی جگہ چار چار رکعت نوافل پڑھالیے جن کی تعداد
تسور ثبتی ہے۔ تراویح میں ملا کہ چھتیس رکعات۔ اسی لیے بعض فقہا امام مالک سے بیس تراویح نقل کرتے ہیں اور بعض ۳۶ رکعات۔
الما لکیتہ قالوا عدد التراويح عشرون رکعت۔
ما کیوں نے فرمایا کہ تراویح کی تعداد بیس رکعت ہے۔

(الفقہ علی المذاہب طبع ۳۲۲ ج ۱ الاربع مطبوعہ مصر)
امام مالک رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ تراویح چھتیس رکعات
ہیں۔ (مبسوط سرخسی صفحہ ۱۴۲ مطبوعہ مصر)

قال مالك رحمه الله ستة وثلاثون ركعة

امام شافعی فرماتے ہیں کہ بیس رکعت تراویح کو پسند کرتا
ہوں اور بیس تراویح ہی اہل مکہ بھی پڑھتے ہیں۔

امام شافعی و اہل مکہ
الشافعي و احب الي عشرين
و كذا لك بقومون بمكة۔ (قیام اللیل مروزی صفحہ ۹۱۔ نہایتہ المحتاج الی شرح المنہاج صفحہ ۱۱۲ فی حائل اول)

امام احمد بن حنبل

نے فرمایا: قال الحنابلة والتراویح
عشرون ولا یاس بالزیادة

لصناہ عن الامام احمد ویدہ قال۔

امام عبد الوہاب شجرانی

فرماتے ہیں۔ قول ابی حنیفہ
والشافعی و احمد ان

صلوة التراویح فی شہر رمضان عشرون رکعة

مع قول مالک فی احد الروایات عمدانہا ستہ

وثلاثون رکعة

امام ترمذی

نے تصریح فرمائی ہے کہ اکثر اہل علم اس پر عامل ہیں جو علی رضی و حضرت عمر سے مروی ہے اور ان کے علاوہ نبی

وغیرہما من اصحاب النبی صلی اللہ

علیہ وسلم عشربین رکعة وقول سفیان الثوری

وابن المبارک والشافعی وقال الشافعی وھکذا اکثر

ببلدنا ہمکة یصلون عشربین رکعة۔ (ترمذی ج ۱)

الخضرة صدر اول سے لیکر آج تک صحابہ و تابعین و ائمہ دین کا بیس تراویح پر عمل ہے۔

والذی استقر الامروا شتھ من الصحابة

والتابعین ومن بعدھما اجمعین هو العشر

عن الصدوق الاول الی الان (ما ثبت من السنن)

علامہ شامی فرماتے ہیں:

علیہ عمل الناس شرقاً وغرباً (ج ۲ ص ۲)

حتیٰ کہ علامہ ابن تیمیہ نے بھی یہ تصریح کی ہے۔

والترابیح ان صلاھا کمذھب ابی حنیفہ و

الشافعی و احمد عشربین رکعة و کمذھب

مالک ستہ وثلاثین رکعة الخ

بلکہ تراویح کا بیس رکعت ہونا اتنا واضح و ثابت ہے کہ نواب صدیقی حسن خاں مہر پالی کو بھی یہ کہنا پڑا:-

و در قدر صلوة ابی اختلاف است۔ از یازدہ تا بہت

و بہت و یک بہت و سہ و با لجمہ عدلے معین اور مرفوع

نیا دہ و تکبیر نفل و تطوع سود مند است۔ پس منع از بہت

حنبل نے فرمایا۔ تراویح بیس رکعت ہیں اور بیس

سے زیادہ میں بھی کوئی حرج نہیں۔ امام احمد نے اس کی تصریح

فرمائی ہے اور یہی ان کا قول ہے (نقطہ طانی شرح بخاری ج ۲ ص ۲)

امام ابو حنیفہ، شافعی و احمد کا قول یہ ہے کہ تراویح

ماہ رمضان میں بیس رکعت ہیں۔ امام مالک کا قول ایک

روایت میں ۳۶ رکعت ہیں

رمضان الشریعۃ الکبریٰ ج ۱ ص ۱۴۱

رحمۃ الامرنی اختلاف لا تخرج لہ بطور

کریم کے اصحاب سے بیس رکعت تراویح ہی روایت کی گئی

ہیں۔ امام سفیان ثوری ابن مبارک امام شافعی کا قول بھی

بیس رکعت تراویح ہے اور امام شافعی نے فرمایا کہ مفسر

میں میں نے لوگوں کو بیس رکعت تراویح پر ہٹتے پایا۔

اور وہ جس پر صحابہ و تابعین اور ان کے بعد والوں

کا فیصلہ قرار پایا اور مشہور ہوا صدر اول سے لے کر آج تک

وہ بیس رکعت تراویح پڑھتا ہے۔

بیس تراویح مشرق و مغرب کے مسلمانوں کا عمل ہے

امام ابو حنیفہ و شافعی اور احمد کا مذہب یہ ہے کہ

تراویح بیس رکعت ہیں۔ امام مالک کا مذہب یہ ہے کہ ۳۶

رکعات ہیں۔ (مجموع فتاویٰ ابن تیمیہ ج ۲ ص ۲)

یعنی ابی ابن کعب کی قدر نماز تراویح میں اختلاف

ہے۔ گیارہ سے لے کر ۲۰ اور ۲۱ اور ۲۳ رکعات تک۔ بحال

مرفوع حدیث میں تراویح کی معین تعداد نہیں آئی۔ اور نوافل

وزیادہ جزئیہ نیست۔
 کو زیادہ کرنا فائدہ مند ہے۔ پس میں رکعت تراویح یا زیادہ

سے منع کرتا کوئی چیز نہیں (یعنی فضول، غلط ہے۔) (عن المجادی ص ۱۷۷۔ مطبوعہ بھوپال)
 انصاف کیجئے! ہمیں رکعت تراویح پر صحابہ و تابعین و ائمہ دین کا عمل ہے۔ اس حقیقت کے باوجود بعض لوگ ہمیں رکعت تراویح کو بدعت مذمومہ قرار دے رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ خداوند تعصب سے ہر مسلمان کو بچائے اور حق قبول کرنے کی توفیق رفیق عطا فرمائے۔

باب فِضْلِ لَيْلَةِ الْقَدْرِ

باب شب قدر کی فضیلت کے متعلق

وَقَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ
 وَمَا أَدْرَاكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ لَيْلَةُ الْقَدْرِ
 خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ تَنَزَّلُ الْمَلَائِكَةُ
 وَالرُّوحُ فِيهَا بِإِذْنِ رَبِّهِمْ مِنْ كُلِّ أَمْرٍ
 سَلَامٌ تَقْدِسُ فِيهَا حَتَّى مَطْلَعِ الْفَجْرِ

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ بیشک ہم نے اسے
 شب قدر میں اتارا۔ اور تم نے کیا جانا کیا ہے
 شب قدر؟ شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔
 اس میں فرشتے اور جبریل اترتے ہیں اپنے رب کے
 حکم سے ہر کام کے لیے۔ وہ سلامتی ہے صبح چلنے تک۔

سورہ قدر مدنی ہے اور ایک قول یہ ہے کہ یہ اس میں ایک کوع یا پانچ آیتیں نہیں کہے اور ایک سو بارہ حروف ہیں
 خلاصہ معنوں میں یہ ہے۔ قرآن مجید کا کوع محفوظ ہے آسمان دنیا کی طرف یکبارگی نزول شب قدر میں ہوا۔ شب قدر شرف و برکت
 والی رات ہے۔ اس کی شب قدر اس لیے کہتے ہیں کہ اس شب میں سال بھر کے احکام نافذ کیے جاتے ہیں۔ اور ملائکہ کو سال بھر کے نفاذ
 و خدمات پر مامور کیا جاتا ہے۔ شب قدر میں نیک عمل کرنا ہزاروں راتوں کے عمل سے بہتر ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ
 علیہ وسلم نے ایک گزشتہ کے ایک شخص کا ذکر فرمایا جو تمام رات عبادت کرتا تھا اور تمام دن جماد میں مصروف رہتا تھا۔ اس طرح اس
 نے ہزار مہینے گزار دیے مسلمانوں کو اس کی عبادت و ریاضت پر تعجب ہوا تو اللہ تعالیٰ نے حضور کو شب قدر عطا فرمائی اور یہ آیت
 نازل کی کہ شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے (ابن جریر) اور یہ اللہ تعالیٰ کا پسے حبیب مکرم پر کرم ہے کہ آپ کے اُمّت شب قدر کی ایک
 رات عبادت کریں تو ان کا ثواب پچھلے امت کی ہزارہا عبادت کرنے والوں سے زیادہ ہو۔ اس رات فرشتے اترتے ہیں اور زمین میں جو بند
 کوڑا یا بٹھیا یا دالہی میں مشغول ہوتا ہے اس کو سلام کرتے ہیں اور اس کے حق میں دُعا و استغفار کرتے ہیں۔

• حضرت انس سے مروی ہے رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جب لیلة القدر ہوتی ہے تو:

تَزَالُ جِبْرِئِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ
 الْمَلَائِكَةُ يَصْطَلُونَ عَلَى كُلِّ عَبْدٍ قَائِمٍ أَوْ
 قَاعِدٍ يَذْكُرُ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ

جبریل امین علیہ السلام فرشتوں کی جماعت کے ساتھ
 اترتے ہیں اور ہر اس کو کھڑے اور بیٹھے ہوئے کو دُعا
 دیتے ہیں ہوا اللہ عزوجل کا ذکر کر رہا ہو۔

• ام المومنین جناب عائشہ صدیقہ عقیقہ طیبہ ہر روز صبح اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ اگر میں یہ جان لوں کہ لیلة القدر
 کونسی رات ہے تو اس میں کیا پڑھوں۔ حضور نے فرمایا بارگاہ الہی میں یہ عرض کرو:-

اللَّهُمَّ إِنَّكَ عَفُوٌّ تَحِبُّ الْعَفْوَ

فَاغْفِرْ عَنِّي (ابن ماجہ، ترمذی)

• وَقَالَ ابْنُ عَيْنِيهِ مَا كَانَ فِي الْقُرْآنِ مَا أَذْكَأُكَ

فَقَدْ أَغْلَبَهُ وَمَا قَالَ وَمَا يُذْكَرُ

فَاتَّهَ لَمْ يُغْلِبْهُ (بخاری)

الہی تو کثرت فرماتے والا ہے۔ تمہاری کھپند فرماتا ہے۔ مجھے معافی دے دے۔

ابن عیینہ نے بیان کیا کہ قرآن میں ما اذکاک آیا ہے تو اسے اللہ تعالیٰ نے حضور کو تباہ ہے اور جس کے لیے ۱۰ سیر تک استعمال ہوا اسے نہیں بتایا۔

خاہر ہے کہ سفیان بن عیینہ کا بیان کردہ یرضایا بطان کی اپنی ہے اور یہ صحیح صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ آیت ما یدریک لعلہ ینذک حضرت ابن ام مکتوم کے حتی میں نازل ہوئی۔ اور باوجود اس بات کے یہاں یدریک آیا ہے حضور علیہ السلام ابن مکتوم کے حال سے واقف تھے۔ حتی کہ بعض شارحین نے یہ فرمایا: حافظ ضیاء کی روایت میں مذکورہ بالا جملے موجود نہیں ہیں۔

بَابُ التَّاسِ لَيْلَةُ الْقَدْرِ فِي السَّبْعِ الْآخِرِ

باب شب قدر کی تلاش آخری سات راتوں میں

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روای ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چند اصحاب کو شب قدر خواب میں رمضان کی سات آخری تاریخوں میں دکھائی گئی۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں دیکھ رہا ہوں کہ تمہارے خواب سات آخری تاریخوں پر متفق ہو گئے ہیں، اس لیے جسے اس کی تلاش ہو وہ ان سات آخری تاریخوں میں تلاش کرے۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَجُلًا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَدْرَأَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي الْمَنَامِ فِي السَّبْعِ الْآخِرِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَدْرَأَ يَكُمُ فَنَدَّ تَوَاطَاثُ فِي السَّبْعِ الْآخِرِ فَمَنْ كَانَ فَتَحَّرْ لَيْلَهَا فَلْيَتَحَرَّ هَا فِي السَّبْعِ الْآخِرِ -

اس حدیث سے واضح ہوا۔ شب قدر رمضان کے آخری عشرہ میں ہوتی ہے، طاق تاریخوں میں۔ قرآن مجید سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے

فوائد ومسائل

شہر رمضان الذی انزل فیہ القرآن: اس آیت سے معلوم ہوا کہ نزول قرآن ماہ رمضان میں ہوا۔ اور انا انزلہ فی لیلۃ القدر سے واضح ہوا کہ قرآن شب قدر میں نازل ہوا۔ تو پس ان دونوں آیتوں سے واضح ہوا۔ کہ شب قدر رمضان میں ہوتی ہے۔

۲۔ حضور علیہ السلام کے بعض صحابہ کو لیلۃ القدر رمضان کی سات آخری تاریخوں میں دکھائی گئی۔ کسی کو ۲۱۔ کسی کو ۲۳۔ کسی کو ۲۵۔ کسی کو ۲۷۔ کسی کو ۲۹۔ رمضان کو۔ حضور علیہ السلام نے صحابہ کرام کو مخاطب کر کے فرمایا۔ تمہارے خواب شخصی تمہارے میں تو مختلف ہیں۔ مگر عمومی تعین میں متفق ہیں۔ یعنی ہر شخص نے اسے رمضان کے آخری ہفتہ میں دیکھا۔ لہذا شب قدر کو رمضان کے آخری ہفتہ میں تلاش کیا کرو۔

ابو سلمہ نے بیان کیا کہ میں نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ

• اَبُو سَلَمَةَ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا سَعِيدٍ وَكَانَ لِي

صَدَّقَ فَقَالَ اعْتَمَلْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ الْعَشْرَةَ الْأَوَّلَةَ مِنْ سِتِّ مِائَةِ فَتَحَبَّجَ
صَبِيحَةَ عَشْرِ بَنِينَ فَطَعَمَنَّا وَقَالَ إِنِّي أُرِيتُ
لَيْلَةَ الْقَدْرِ ثُمَّ أُشْبِعُهَا فَأَتَسَوُّهَا فِي الْعَشْرِ
الْأَوَّلَةِ وَخَرَفِي الْوَيْلُ لِي إِنِّي أُرِيتُ إِنِّي أَشْجُدُ
فِي مَاءٍ وَطِينٍ فَمَنْ كَانَ اعْتَمَلَتْ مَعَ رَسُولِ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَزِدْ جَنَمَ فَرَجَعْنَا
وَمَا نَدَى فِي السَّمَاءِ قَرْعَةً تَجَاءَلَتِ سَحَابُهُ
فَمَطَرَتْ حَتَّى سَأَلَ مَسْفُتُ الْمَسْجِدِ وَكَانَ
مِنْ جَبْرِئِيلَ التَّخْلِ وَأُتِيَتْ الصَّلَاةُ فَرَأَيْتُ
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْجُدُ
فِي الْمَاءِ وَالطِّينِ حَتَّى سَأَيْتُ أَثَرَا الْبَطْنَيْنِ
فِي جَنَاحَيْهِ -

سے پوچھا۔ وہ میرے دوست تھے۔ انھوں نے جواب
دیا کہ تم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رمضان کے
دوسرے عشرہ میں اعتکات میں بیٹھے۔ مبین تاریخ کی
صبح کو ان حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور
ہمیں خطبہ دیا۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے لیلۃ القدر دکھائی گئی
لیکن بھلاؤ گیئی آپ نے یہ فرمایا، کہ میں خود بھول
گیا، اس لیے تم سے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں
تلاش کرو۔ میں نے یہ بھی دیکھا ہے خواب میں کہ میں
کیچڑ میں سجدہ کر رہا ہوں۔ میں جو لوگ رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اعتکات میں بیٹھے ہوں وہ
واپس ہو جاتے، چنانچہ ہم واپس آ گئے۔ اس وقت آسمان
پر ایک بادل کا ایک ٹکڑا بھی نہیں تھا۔ لیکن دیکھتے ہی
دیکھتے بادل آیا اور بارش اتنی ہوئی کہ مسجد کی چھت سے
پانی چھنے لگا۔ چھت کھجور کی شاخوں سے بنی ہوئی تھی۔ پھر نماز کی اقامت ہوئی تو میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کیچڑ میں سجدہ کر رہے تھے۔ میں نے مٹی کا اثر آپ کی پیشانی پر نمایاں دیکھا۔

فوائد ومسائل وہ احکام ومسائل جن کی تبلیغ کا فرض انبیاء کرام کو سونپا جائے۔ اس میں بھول چوک نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ
انبیاء کرام کو کسی حکمت کی بنا پر کوئی بات بھلا دے تو اس پر قائم نہیں رہتے دیتا اور جو امور ضروریات دین سے نہ ہوں اس میں بھول
مکن ہے۔ قرآن مجید میں ہے فَلَا تَنسَى الْآيَاتِ مَا شَاءَ اللَّهُ. علامہ عینی نے تفسیر میں کہا ہے: نسيان الاحکام التي يجب عليه
التبليغ لها لا يجوز ولو جاز ووقع لذكره الله تعالى (رج ۵ ص ۳۶۴)

انہی مسجد طلب یہ کہ مجھے خواب میں شب قدر دکھائی گئی اور اس کی علامت یہ بتائی گئی کہ اس سال شب قدر میں بارش
ہوگی۔ مسجد نبوی میں کیچڑ میں نماز پڑھا کر میں گئے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ آسمان پر ذرا بھی بادل نہ
تھے۔ مگر اچانک بادل اُترنے پر مسجد مبارک کی چھت (جو کھجور کے تنوں) اس کی شاخوں اور تنوں پر مشتمل تھی جس
سے دھوپ بھی چھین کر جاتی تھی، ٹپکی۔ پھر جب نماز فجر پڑھی گئی تو سجدہ کیچڑ میں ہوا حضور کی پیشانی اقدس پر کیچڑ کے آثار نمایاں تھے۔
۲۔ اس حدیث سے واضح ہوا کہ اس سال شب قدر رمضان کی اکیسویں شب کو ہوئی۔ لیکن ہمیشہ اکیسویں شب ہونا ضروری
نہیں ہے۔ البتہ بعض علماء نے اس حدیث کے پیش نظر یہ رائے قائم کی کہ شب قدر رمضان کی اکیسویں کو ہوتی ہے۔ لیکن ستائیسویں
کا قول کرتے ہیں۔

بَابُ تَحْرِيمِ لَيْلَةِ الْقَدْرِ فِي الْوَتْرِ مِنَ الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ

باب شب قدر کی تلاش، آخری عشرہ کی طاقے راتوں میں،

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

شب قدر کی تلاش، رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں کرو۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے اس عشرہ میں اعلان کرتے تھے جو مہینے کے بیچ میں پڑتا ہے۔ بیس راتوں کے گزر جانے کے بعد جب الکیسویں کی رات آتی تو آپ گھر واپس آجاتے تھے۔ جو لوگ آپ کے ساتھ اعتکاف میں ہوتے وہ بھی آپس آجاتے۔ ایک سال آپ جب اعتکاف کیے ہوئے تھے تو اس رات میں بھی (مسجد میں) مقیم رہے جس میں آپ کی عادت گھر واپس آجانے کی تھی، پھر آپ نے لوگوں کو خطاب کیا اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے چاہا، آپ نے لوگوں کو اس کا حکم دیا پھر فرمایا کہ اس (دوسرے) عشرہ میں اعتکاف کیا کرتا تھا لیکن اب مجھ پر حقیقت واضح ہوئی کہ اس آخری عشرہ میں مجھے اعتکاف کرنا چاہیے۔ اس لیے جس نے میرے ساتھ اعتکاف کیا ہے وہ اپنے مستکف ہی میں ٹھہرا رہے، مجھے یہ رات (شب قدر) دکھائی گئی تھی، لیکن پھر بھلا دی گئی۔ اس لیے تم لوگ اسے آخری عشرہ میں تلاش کرو۔ (راغب طبرسی) طاق راتوں میں۔ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں کچھ دیریں سجدہ کر رہا ہوں۔ اسی رات آسمان پر اکوڑ بولا اور بارش برسی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز پڑھنے کی جگہ پر اچھٹ

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَحْتَ ذَا الْيَلَةِ الْقَدْرِ فِي الْوَتْرِ مِنَ الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ شَرِّ مَضَانٍ -

• عَنْ أَبِي سَعِيدٍ وَالتَّحْدِثُ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُجَاوِزُ فِي شَرِّ مَضَانِ الْعَشْرِ الْكُتْبِ فِي وَسْطِ الشَّهْرِ فَإِذَا كَانَ جَيْتُنِ يَسْتَبِي مِنْ عَشْرَيْنِ لَيْلَةٍ مَضَى وَلَيْسَتْ قَبْلَ إِحْدَى وَعِشْرِينَ رَجَعَ إِلَى مَسْكَنِهِ وَسَجَّعَ مِنْ كَانَ يُجَاوِزُ مَعَهُ وَأَنَّ أَقَامَ فِي شَهْرِ جَاوِزِيهِ الْيَلَةِ الْكُتْبِ كَانَ يَزْجَعُ فِيهِ لَخَطَبِ النَّاسِ فَأَمَرَهُمْ بِأَشَاءَ اللَّهُ ثُمَّ قَالَ كُنْتُ أَجَاوِزُ هَذِهِ الْعَشْرَ ثُمَّ قَدْ نَبَأَ إِلَى أَنْ أَجَاوِزَ هَذِهِ الْعَشْرَ الْأَوَاخِرَ وَفَمَنْ كَانَ انْتَكَفَ مَعِيَ فَلْيَثْبُتْ فِي مُعْتَكِفِهِ وَفَإِنْ أُرِيتَ هَذِهِ اللَّيْلَةَ ثُمَّ اسْتَبَحَا فَاثْبُتْ هَاهُنَا فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ وَابْتَغُوا هَاهُنَا كُلَّ وَتْرٍ وَفَدَّ سَأَلْتُ فِي سَجْدَةٍ فِي مَاءٍ وَطَبِخٍ فَاسْتَهْلَكْتُ السَّمَاءَ فِي تِلْكَ اللَّيْلَةِ فَأَمَضَتْ فَأَكُفْتُ الْمَسْجِدَ فِي مَضَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةَ إِحْدَى وَعِشْرِينَ فَبَعَثَ نَبِيَّتِي نَظَرْتُ إِلَيْهِ أَمَعَتْ مِنَ الصُّلْحِ وَوَجَعُهُ مُسْتَلًى طَبِخًا وَنَمَاءً -

سے، پانی پینے لگا۔ یا الکیسویں کی رات کا ذکر ہے۔ میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ آپ بعد نماز فجر واپس ہوئے تھے اور آپ کے رُوسے اندر سے کچھ دیر لگی ہوئی تھی +

اہل دعبال کو بھی جگانا اور انہیں عبادت کی طرف توجہ دلانا باعث برکت و واجب رحمت ہے۔

• عَنْ عُبَادَةَ ابْنِ الصَّامِتِ قَالَ حَدَّثَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيُخْبِرَنَا بِكَلِمَةِ الْقَدَرِ قَتَلَا حَيًّا سَاجِدًا مِنَ الْمُسْلِمِينَ فَقَالَ حَرَجْتُ لِأَخْبَرِكُمْ بِكَلِمَةِ الْقَدَرِ قَتَلَا حَيًّا فَلَانٌ وَفَلَانٌ فَسُرِفَتْ وَعَسَى أَنْ يَكُونَ خَبِيرًا لَكُمْ فَالْتَمِسُوهَا فِي الثَّلَاثَةِ وَسَبْعَةِ وَالسَّابِعَةِ وَالْخَامِسَةِ (بخاری)

• قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هِيَ فِي الْعَشْرِ هِيَ فِي تِسْعٍ كَيْفَ تَصِفُ أَوْ فِي سَبْعٍ تَيْفِئِينَ يَغْنَى لِكَلِمَةِ الْقَدَرِ —
• عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ التَّمَسُّوْا فِي أَشْرَاجٍ وَغَيْرِهَا (بخاری)

• مَفْحُوث: مشارحین کرام نے اس کے متعدد معنی کیے ہیں۔ یہ کہ شنب قدر کی تاریخ کا علم اٹھالیا گیا۔ یہ کہ اس سال اس شنب کی رحمت و برکت اٹھائی گئی۔ یہ کہ کائنات جو نازل ہوئے ہیں۔ اس سال الہی کا نزول ان کے جھگڑنے کی وجہ سے نہ ہوا۔
۲۔ جھگڑنے والے عبداللہ بن حدر و کعب ابن مالک تھے۔

۳۔ شنب قدر کی تاریخ کو چھپا لیے ہیں چمکت ہے کہ لوگ اس کی تلاش اور اس کو پالنے کیلئے بہت لائق ہیں عبادت کریں۔
• روایت ابن عیینہ میں ہے انہ اعلم بعد ذالک بتعینہا (یعنی ج ۵ ص ۳۶۹) حضور علیہ السلام کو شنب قدر کا علم عطا فرمایا۔
۲۔ خرافت کا یہ مطلب نہیں ہے کہ شنب قدر کے وجود ہی کو ختم کر دیا گیا۔ کیونکہ اگر مطلب ہوتا تو حضور پر فرمائے کہ شنب قدر رمضان کی فلاں فلاں تاریخ میں تلاش کرو۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ اس کی صحیح تاریخ مخفی کر دی گئی۔

۳۔ حضرت کعب اور عبداللہ بن حدرج اپنے فرض کے سلسلہ میں جھگڑے تھے۔ ظاہر ہے کہ اپنے حق کی وصولی کے لیے اصرار کرنا بلکہ سب میں مطالبہ کرنا، کوئی بڑی بات نہ تھی۔ مگر چونکہ حضور نبویؐ کی آوازیں بلند ہو گئیں جو اگرچہ بے اختیار بلند ہوئیں۔ کیونکہ حضور تو اتفاقاً شنب قدر کی خبر دینے کے لیے مسجد تشریف لائے تھے۔ تاہم ان کا جھگڑنا یا لڑنا گناہ الہی میں ناگوار گزار اور شنب قدر کی صحیح تاریخ کو چھپا لیا گیا۔ مگر حضور کی رحمت نے اس موقع پر بھی ساتھ دیا اور آپؐ نے فرمایا اگرچہ تمہارے جھگڑنے کی وجہ سے شنب قدر کو اٹھا لیا گیا۔ مگر یہ بات بھی تمہارے لیے بہتر ہے۔ بہتر یہ ہے کہ رمضان کے آخری عشرہ میں اسے تلاش کرو۔ پھر اگر دانتی شنب قدر کو پا لو گے تو اس نعمت عظمیٰ کو حاصل کر لو گے اور اس کے ساتھ ساتھ شنب قدر کی تلاش میں جو ذقت محرت ہوا اس کے حصول کے لیے ہر رات میں جو عبادتیں کیں اس کا اجر علیحدہ مل جائے گا۔ اور شنب قدر

باب رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف، خواہ کسی مسجد میں ہو
 لَقَوْلِهِ تَعَالَى وَلَا تَبَاشِرُوهُنَّ وَأَنْتُمْ
 عَاكِفُونَ فِي الْمَسَاجِدِ ذَلِكَ جُذُودُ
 اللَّهِ فَلَا تَقْرَبُوهَا كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ
 آيَاتِهِ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ
 لگاؤ۔ جب تم مسجدوں میں اعتکاف سے ہو۔ یہ اللہ
 کی حدیں ہیں۔ ان کے پاس نہ جاؤ۔ اللہ کی ہی
 بیان کرتا ہے لوگوں سے اپنی امتیں کہ تمہیں انہیں
 پرستگاری ملے

فوائد امام بخاری نے فی المساجد کے لفظ سے عنوان قائم کیا جس سے واضح ہوا کہ اعتکات کے لیے مسجد شرط ہے۔ مسجد کے علاوہ کسی دوسری جگہ اعتکات درست نہیں ہے۔ البتہ اعتکات کے لیے کسی خاص مسجد کی شرط نہیں ہے۔ لغت میں اعتکات کے معنی ہکٹ و حبس یعنی رکھنے باز رہنے کے ہیں۔ اور شرع میں اعتکات مسجد میں نیت کے ساتھ پھرنے اور اس کو علی وجہ مخصوص لازم کر لینے کے ہیں۔ رمضان کے عشرہ آخرہ کا اعتکات سنت مؤکدہ کا قایم ہے۔ نذر مان لے تو واجب اعتکات کے لیے روزہ شرط ہے۔ اسی لیے امام اعظم کے نزدیک بوجوب روایات حسن کم سے کم اعتکات کی مدت ایک دن ہے۔ ائمہ اربعہ اعتکات کے لیے روزہ کو شرط مانتے ہیں۔ توضیح میں ہے کہ اس پر اجماع ہے کہ اعتکات واجب نہیں ہوتا۔ مگر جب اس کی نظر مان لے۔ آخرہ عشرہ رمضان اور نذر کے اعتکات میں روزہ شرط ہے۔ عشرہ رمضان کے اعتکات میں اگر مرض یا عذر شرعی کی بنا پر روزہ نہ رکھا تو سنت ادا نہ ہوئی بلکہ نفل ہوا۔

اعتکاف اور اس کے مختصر مسائل | از روئے لغت اعتکاف کے معنی ٹھہرنے کے ہیں اور شرعاً اعتکاف یہ ہے کہ مسجد میں اللہ کے لیے نیت کے ساتھ ٹھہرے۔ اس کے لیے مسلمان عاقل جنابت و حیض و نفاس سے پاک ہونا شرط ہے۔ بلوغ شرط نہیں۔ نابالغ بھی اگر نیت اعتکاف مسجد میں ٹھہرے تو یہ اعتکاف درست ہے۔ جیسے نابالغ کی نماز روزہ درست ہے۔ عورت کے لیے زیادہ بہتر یہ ہے کہ وہ اپنے گھر میں اس جگہ اعتکاف کے لیے بیٹھ جائے جو اس نے نماز پڑھنے کے لیے مقرر کر رکھی ہے۔

- ۲۔ اعتکاف مطلقاً مسجد میں صحیح ہے۔ اور ایسی مسجد جس میں باقاعدہ امام و مؤذن ہو اعتکاف کرنا زیادہ بہتر ہے۔
- ۳۔ اعتکاف تین قسم کا ہے۔ واجب کہ اعتکاف کی زبان سے سنت مانی، سنت کے رمضان کے پورے عشرہ آخریہ یعنی آخر کے دس دن میں اعتکاف کیا جائے۔ یعنی بیسیویں رمضان کو سورج ڈوبنے وقت یہ نہایت اعتکاف میں ہو اور بیسیویں کے غروب کے بعد یا اتیس (۲) چاند ہونے کی صورت میں مسجد سے نکلے۔
- ۴۔ اگر اور بیسیویں تاریخ کو بعد نماز مغرب نیت اعتکاف کی تو سنت ادا نہ ہوئی۔
- ۵۔ رمضان کے آخری عشرہ کا اعتکاف سنت کفایہ ہے۔ اور شہر میں ایک نے کر لیا تو سب کے لیے کافی ہو گیا۔
- ۶۔ اعتکاف سنت جو رمضان کے آخری عشرہ میں کیا جاتا ہے۔ اس کے لیے اور اعتکاف سنت کے لیے روزہ شرط ہے۔
- ۷۔ اعتکاف واجب و اعتکاف سنت میں مختلف کو مسجد سے بغیر نکلنا حرام ہے۔ اگر نکلا۔ اگرچہ معمول کر نکلا ہو اعتکاف جاتا رہا۔ مختلف کو مسجد سے نکلنے کے دو غدر ہیں۔ ایک حاجت طبعی جو مسجد میں پوری نہ ہو سکے۔ جیسے پانچا، پیشاب، استنجاء، وضو اور غسل کی ضرورت ہو۔ مگر غسل وضو میں یہ شرط ہے کہ مسجد میں نہ ہو سکیں، اور اگر مسجد میں وضو و غسل کی جگہ بنی ہو یا حوض ہو تو باہر جانے کی اجازت نہیں۔ قضاء حاجت کے لیے گیا تو طہارت کے بعد فوراً چلا آئے ٹھہرنے کی اجازت نہیں ہے۔ دوام حاجت شرعی عید وجہ کے لیے مسجد سے جانا۔
- ۸۔ مختلف کو اپنی بیوی سے جماع کرنا، بوسہ لینا، چھوڑنا، گلے لگانا حرام ہے۔ جماع قصد ہو یا بھول کر بہر حال اعتکاف فاسد ہو جائے گا۔ (۹) اختلام ہو جانے سے اعتکاف فاسد نہیں ہوتا۔

۱۰۔ نصف مسجد ہی میں کھائے پئے سوئے۔ ان امور کے لیے اگر مسجد سے باہر ہو گا۔ اعتکاف جاتا رہے گا۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف کرتے تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی وفات تک برابر رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف کرتے رہے اور آپ کے بعد آپ کی ازواج مطہرات اعتکاف کرتی رہیں۔ (بخاری)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے دوسرے عشرہ میں اعتکاف کرتے تھے۔ ایک سال (معمول کے مطابق) آپ نے اعتکاف کیا اور جب

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْتَكِفُ الْعَشْرَ الْوَاحِدَ مِنْ شَرِّ مَضَانٍ۔

عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُعْتَكِفُ الْعَشْرَ الْوَاحِدَ مِنْ شَرِّ مَضَانٍ حَتَّى تَوُفَّاهُ اللَّهُ ثُمَّ اعْتَكَفَ أَزْوَاجُهُ مِنْ بَعْدِهِ۔

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ بْنِ الْخُدْرِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُعْتَكِفُ فِي الْعَشْرِ الْاَوْسَطِ مِنْ شَرِّ مَضَانٍ فَاَعْتَكَفَ عَامًا حَتَّى إِذَا كَانَ لَيْلَةُ إِحْدَى وَعِشْرِينَ

وَجِيءَ اللَّيْلَةُ الَّتِي يَخْرُجُ مِنْ صَبِيحَتِهَا مِنْ غَتَاكَ
تَالِ مَنْ كَانَ اَعْتَكَفَ مَعِيَ فَلَيْتَ تَعَلَّفَ الْعَشْرَ
الْاَوَّلَ وَخَرَفَ اَمْرِي ثَلَاثَ لَيَالٍ لَيْلَةَ ثَمَّ
اُنْسِيَتْهَا وَقَدْ اَتَيْتُنِي اَسْتَعِذُّ فِي مَاءٍ وَطَبِيخٍ
مَنْ صَبِيحَتِهَا تَالِثُ لَيْلَتُهَا فِي الْعَشْرِ الْاَوَّلِ وَخَرَفَ
وَالْتَمَسُوْهَا فِي كُلِّ وَتَرٍ فَمَطَرَتِ السَّمَاءُ ثَلَاثَ
الْاَيَّامِ وَكَانَ الْمَسْجِدُ عَلَى عَرِيْشٍ فَوَكَفَ
الْمَسْجِدُ فَبَصُرْتُ عَيْنَايَ رَسُولَ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى جَبْهَتِهِ اَشْرَ
الْمَاءِ وَالطَّبِيخِ مِنْ صَبْحِ اَحَدٍ وَعَشْرَيْنِ.

اکیسویں کی رات آئی، یہ وہ رات ہے جس کی صبح کو آپ
اعتکاف سے باہر آجائے تھے۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا
کہ جس نے میرے ساتھ اعتکاف کیا ہو وہ اب آخری
عشرہ میں اعتکاف کرے، مجھے یہ رات (شب قدر)
دکھائی گئی تھی لیکن پھر بھلا دی گئی۔ میں نے یہ بھی دیکھا
کہ اسی کو صبح کو میں کچھ نہیں سمجھ کر رہا ہوں۔ اس لیے
تم لوگ اسے آخری عشرہ میں تلاش کرو۔ اور ہر طاق
رات میں تلاش کرو (آخری عشرہ کی) چنانچہ اسی رات
بارش ہوئی، مسجد کی چھت چونکہ کھجور کی شاخ سے بنی
تھی۔ اس لیے ٹپکنے لگی۔ اور خود میں نے اپنی آنکھوں
سے دیکھا کہ اکیسویں کی صبح کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی مبارک پر پھیر لگی ہوئی تھی (پھر میں مسجد کی درجے

فوائد مسائل ان حدیثوں سے واضح ہوا کہ رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف کرنا مستحب ہے۔ امام نووی شافعی علیہ السلام نے فرمایا۔ اس حدیث میں اس امر کی دلیل ہے کہ غور تو ان اعتکافات کرنا بھی درست ہے لیکن امام اعظم علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ مستورات کا مسجد بیت میں اعتکاف صحیح ہے۔ مسجد بیت وہ جگہ ہے جو گھر میں ایک خاص مقام کو صحت نماز پڑھنے کے لیے مقرر کر لیا جائے۔ عورت جب مسجد بیت میں اعتکاف کے لیے بیٹھے تو اس کے لیے بھی وہی احکام ہیں جو مرد کے لیے مسجد میں اعتکاف کے ہیں (۲) حدیث البیہد بخاری نمبر ۲ میں ہے:-

كَانَ لِبَعْثِكَ فِي الْعَشْرِ الْاَوْسَطِ
خَفِيَّةٌ الْقَدَرُ كَيْ تَعْلَمَ اَنَّكَ لَيْلَةُ الْقَدْرِ رَمَضَانَ كَيْ تَعْلَمَ اَنَّكَ لَيْلَةُ الْعَشْرِ مِنْ اَتَى بِه
تو آپ نے اس کے بعد رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف کرنا شروع فرمایا۔

بَابُ الْحَائِضِ تُرَجِّلُ الْمُعْتَكِفَ

باب حائضہ عورت معتکف کے سر میں لگھا کر سکتی ہے

حضرت عائشہ فرماتی ہیں۔ بنی کریم صلی اللہ علیہ
وسلم مسجد میں حجت ہونے اور سر مبارک میری طرف
جھکا دیتے پھر میں اس میں لگھا کر دیتی۔ حالانکہ میں

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ يُصْبِحُ اِلَيَّ سَرَّاسَةً وَهُوَ مُجَاوِزٌ فِي
الْمَسْجِدِ قَامًا سَجْدًا وَاَنَا حَائِضَةٌ. (بخاری)

حائضہ ہوتی تھی

بَابُ الْمُعْتَكِفِ لَا يَدْخُلُ الْبَيْتَ إِلَّا لِحَاجَةٍ

باب معتکف گھر میں بلا ضرورت نہ جائے

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد سے (بجائت اعتکاف) سیرا قدس میری طرف کر دیتے اور
وَكَانَ لَا يَدْخُلُ الْبَيْتَ إِلَّا لِحَاجَةٍ إِذَا كَانَ مُعْتَكِفًا. (بخاری)

عنوان اور زیر عنوان حدیث کا مفہوم واضح ہے کہ بجائت اعتکاف غسل کرنا، تیل لٹا، لنگھا کرنا جائز ہے
اور یہ کہ اگر کسی دوسرے آدمی سے لنگھا کرانے کی بات ہوئے۔ یہ بھی جائز ہے۔ یہ بھی جائز ہے کہ مسجد میں

بیٹھے بیٹھے اس طرح بات چیت یا سہوئے یا دھوائے کہ مسجد میں کوئی جھینٹ نہ پڑے۔ جیسے حضور اپنا سر مبارک مسجد
سے باہر کر دینے۔ اور جناب عائشہ خارج مسجد حضور کے سر مبارک کو دھو دیتی یا لنگھا کر دیتی تھیں (۲) اس حدیث سے یہ
بھی واضح ہوا کہ حائضہ عورت طاہر ہے۔ اس کا ٹھوٹا، اس کی چھوٹی ہونٹیں پاک ہے۔ الا مَنَعَ الدَّمُ (۳) عورت کے ہاتھ
پاؤں عورت نہیں ہیں۔ لان المسجد لا یخلو عن بعض الصحابة فاذا غسلت راسه شاهد وایداھا
(عینی ج ۵ صفحہ ۳۴) اس حدیث سے یہ بھی واضح ہوا کہ اعتکاف خارج مسجد جائز نہیں۔ والا لکان یخرج منه
لتزجل الساس (۵) یہ بھی معلوم ہوا کہ حج کے موقع کو مسجد سے نکال دینے میں اعتکاف میں کوئی فساد نہیں آتا۔ اسی
سے فقہاء کرام نے یہ مسئلہ نکالا کہ اگر کسی نے قسم کھائی کہ کوئی گھر میں نہ جائے گا۔ اب اس نے صرف اپنا سر مبارک لنگھا کر لیا
تو حاشا نہ ہوگا۔ یعنی قسم نہیں ٹوٹے گی (۶) یہ کہ معتکف کو بجز حاجت شرعی و طبعی جس کا بیان اوپر ہوا مسجد سے لنگھا جائز
نہیں ہے۔ حتیٰ کہ مرضی کی عیادت اور نماز جنازہ میں شرکت بھی نہیں کر سکتا۔ اگر عیادت و مرضی یا نماز جنازہ میں شرکت کے
لیے مسجد سے باہر نکلا۔ اعتکاف فاسد ہو گیا۔ لا یدخل البیت الا للحاجة۔ حضور علیہ السلام بجائت اعتکاف
مسجد سے گھر تشریف نہیں لے جاتے تھے۔ مگر حاجت کے لیے۔ اور سلم کی روایت میں الا للحاجة الا لفساد کے
کے لفظ ہیں یعنی بجائت اعتکاف حضور حاجت انسانی کے لیے گھر جاتے تھے۔ امام زہری نے حاجت سے پاخانہ پیشاب

مراد لیا ہے۔ چنانچہ حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ:

أَسْتَنَتْ عَلَى الْمُعْتَكِفِ أَنْ لَا يَبْغُوَ دَمْرَ فَيْضٍ
وَلَا لَيْشًا وَلَا حَنَازَةً وَلَا يَمَسَّ الْمَدَاةَ
وَلَا يَبْشُرُ دَهَا وَلَا يَخْرُجَ لِحَاجَةٍ إِلَّا
لِحَاجَةٍ مِنْهُ وَلَا إِعْتِكَافٍ إِلَّا بَصَوْهَ
وَلَا إِعْتِكَافٍ إِلَّا فِي مَسْجِدٍ جَامِعٍ۔

معتکف کے لیے سنت یہ ہے کہ نہ بیمار کی مزاج چُرسی کر
نہ جنازے کو جائے۔ نہ عورت کو ہاتھ لگائے نہ اسے
چھوئے نہ کسی کام کو جائے، سوائے ضروری کام کے
بغیر روزہ کے اعتکاف نہیں اور اعتکاف جامع مسجد
(ابو داؤد)

طلب حدیث یہ ہے۔ بیمار کی مزاج چُرسی و جنازہ میں شرکت کے لیے مسجد سے باہر نہ جائے۔ اپنی یوی کو شہوت سے

نہ چھوٹے۔ نہ صحبت کرے، صحبت سے اعتکات یقیناً جاتا رہے گا۔ اور بوس و کنار یا شہوت سے چھوٹنے سے ازالہ ہو گیا تو اعتکات جاتا رہا۔ روزہ سخت کر دہ فعل کا ترکب ہوا۔

لابد ہند سے انصر واپس پاشاب پاخانہ اور نہایت ضروری حاجت غسل جنابت کے لیے مسجد سے نکل سکتا ہے (۲) اعتکات فرض یا سنت کے لیے روزہ شرط ہے۔ نقلی اعتکات کے لیے نہ روزہ شرط ہے نہ وقت کی پابندی۔ ایک ساعت کے لیے مسجد میں نہایت اعتکات ٹھہر سکتا ہے (۳) مردوں کے لیے اعتکات فی المسجد شرط ہے۔ البتہ مسجد جس میں مؤذن و امام و پنج وقتہ نماز ہو۔ جمعہ والی مسجد شرط نہیں۔ البتہ مستحب ہے کہ جس مسجد میں جمعہ و ہاں اعتکات کے لیے بیٹھے واضح ہو کہ اعتکات ہر مسجد میں جائز ہے۔ قرآن مجید میں ہے و انتہر عاکفون فی المساجد البتہ سب سے افضل اعتکات حرم کعبہ مسجد حرام میں ہے۔ پھر مسجد نبوی میں پھر بیت المقدس میں۔ پھر وہاں جس مسجد کا امام نہایت متقی پر سیر گزار اور افضل ہو۔ پھر وہاں جہاں پھر تہجد نماز ہوتی ہو۔

بَابُ غُسْلِ الْمُعْتَكِفِ

باب معتکف کے سر کو دھونے کے متعلق

حضرت عائشہ فرماتی ہیں، میں حاضر ہوئی مگر کبھی حضور مجھے اپنے بدن سے لگا پٹے اور آپ معتکف ہوتے اور میں حاضر ہوئی اس کے باوجود آپ سر مبارک باہر کر دیتے (مسجد سے) اور میں اسے

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُبَاشِرُنِي وَأَنَا حَائِضٌ وَكَانَ يُخَدِّجُ رَأْسَهُ مِنَ الْمَسْجِدِ وَهُوَ مُعْتَكِفٌ فَأَغْسِلُهُ وَأَنَا حَائِضٌ (بخاری)

وہوئی تھی۔ مطلب حدیث یہ ہے کہ حضور علیہ السلام جناب عائشہ جبکہ وہ حیض سے ہوتیں، اپنے بدن سے لگائے تھے (غیر اعتکات کی حالت میں) اس ضمن میں کہ مستند حدیثیں باب معاشرۃ المحالض۔ باب غسل المحالض زوجہا فیوض الباری جلد دوم کتاب الحبض حصہ میں گزر چکی ہیں۔ عنوان سے مطابق اس حدیث میں وہاں بیخندج راہہ الخ کے جملے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سر مبارک مسجد سے باہر کر دیتے اور جناب عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حاضر ہوتے ہوئے آپ کے سر مبارک کو دھو دیتی تھیں۔ اس سے معلوم ہوا معتکف کی بیوی اس کا سر دھو دے، لنگھا کر دے تو جائز ہے۔ معتکف اپنے جسم کا کوئی ایک حصہ مسجد سے نکال دے جائز ہے۔ اعتکات فاسد نہ ہوگا۔ اسی طرح حاضر عورت اپنے جسم کا کوئی عضو مسجد میں داخل کر دے جائز ہے۔

بَابُ الْأَعْتِكَافِ لَيْلًا

باب رات میں اعتکات کرنا

عَنْ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ عُمَرَ سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ رَأْسِهِ فِي الْمَسْجِدِ لَيْلًا فَقَالَ لَا تَمَسُّهُ لَيْلًا (بخاری)

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كُنْتُ نَذَرْتُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ
أَنْ أَتَكْتَفِ لَيْلَةً فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ قَالُوا
فَأَوْتِ بِذَلِكَ -

نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا میں نے جاہلیت میں
یہ نذر مانی تھی کہ مسجد حرام میں ایک رات کے لیے اعتکاف
کروں گا؟ آپ حضور نے فرمایا کہ اپنی نذر پوری کرلو۔

فوائد مسائل ۱۔ اس حدیث کے لفظ لیلۃ امام شافعی و امام حنفی یہ استدلال فرمایا کہ اعتکاف کے لیے روزہ شرط نہیں ہے
ایکونکہ ایک رات کے اعتکاف میں روزہ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ روزہ دن میں شروع ہے۔ اور امام
اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کی تحقیق یہ ہے کہ اعتکاف کے لیے روزہ شرط ہے۔ جبکہ حدیث ابوداؤد میں تفسیح ہے کہ بغیر روزہ کے
اعتکاف درست نہیں۔

علاوہ ازیں حدیث ابوداؤد و نسائی میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے ایک دن رات کے لیے مسجد حرام میں اعتکاف کی نذر مانی
تھی اور رات طغی کی حدیث میں ہے کہ حضور نے جب انہیں نذر پوری کرنے کا حکم دیا تو اس کے ساتھ روزہ کا بھی حکم دیا (مرفوعاً)
جس سے یہ واضح ہوا کہ اعتکاف واجب کے لیے روزہ شرط ہے۔

۲۔ علامہ علی قاری فرماتے ہیں کہ حضور کا حضرت عمرؓ سے یہ فرمانا کہ اپنی نذر پوری کر وہ خافوت بندہ سارک حکم استجابی ہے۔ امام
اعظم عبدالحق رحمۃ فرماتے ہیں زیادہ کفر میں جو نذر مانی جائے۔ اسلام لانے کے بعد اس کو پورا کرنا واجب نہیں ہے کیونکہ نذرانہ کفر کے اعمال و
افعال کا شرعاً کوئی اختیار نہیں ہے۔

۳۔ نیز زیادت بخاری میں اگرچہ لیلۃ کا لفظ ہے۔ مگر روایت مسلم میں یوماً کا لفظ ہے۔ ابن حبان وغیرہ نے کہا۔ عرب دلی بول کر
اس کے ساتھ رات ۱۰ رات بول کر اس کے ساتھ دن بھی مراد لیتے ہیں۔ یہاں بھی ایسے ہی ہے۔

۴۔ امام شافعی و علاء دینی نے فرمایا کہ یہ حدیث اس امر پر دال ہے کہ اگر کجائیت کفر مانی ہوئی نذر اسلام کے موافق ہو رہی کسی
ایسے کام کی نذر نہ ہو جو اسلام کی رو سے ممنوع ہو تو ایسی صورت میں اسلام لانے کے بعد اس نذر کا پورا کرنا واجب ہے۔ لیکن
امام اعظم علیہ الرحمہ کی دلیل اس مسئلہ میں بہت قوی ہے۔

بَابُ اِغْتِكَافِ النِّسَاءِ

باب عورتوں کا اعتکاف

حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ
وسلم رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف فرماتے تھے میں
آپ کے لیے ایک خیمہ مسجد میں لگا دیتی اور آپ صبح
نماز کے بعد اس میں تشریف لے جاتے (اس طرح حضور
کا اعتکاف شروع ہو جاتا) پھر حضرت حفصہ نے عائشہ
سے خیمہ کی اجازت چاہی، انھوں نے دے دی اور ان کے

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ يَغْتَكِفُ فِي الْعَشْرِ الْآخِرِ مِنْ
رَمَضَانَ كُنْتُ أَضْرِبُ لَهُ خِيَابًا فَيُفِي
الصُّبْحِ تُعْرِيْدُ حُلَّةً فَأَسْتَأْذِنُتُ حَفْصَةَ
عَائِشَةَ أَنْ تَضْرِبَ خِيَابًا فَإِذْنَتْ لَهَا فَفَضَّ
خِيَابًا فَلَمَّا رَأَتْهُ سُرِّيْتُ أَبْنَةُ كُحَيْشٍ

صَبَّ بَثْ خَبَاءٍ أَخْرَقَلَمَّا صَبَّحَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَى الْأَخْبِيَةَ فَقَالَ مَا هَذَا أَفَأَخْرَقَلَمَّا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبَرُّ يَتَرَدَّدُونَ بِهِمْ فَتَزَلُّ الْأَعْنَكَ ذَلِكَ الشَّهْرُ ثُمَّ أَغْتَنَكَ عَشْرًا أَقْبَنَ شَرًّا لَ.

اعتکاف کے لیے بھی خیر لگا دیا گیا۔ جب حضرت زینب بنت جحش نے دیکھا تو انھوں نے بھی اپنے لیے ایک دوسرا خیر نصب کر لیا۔ صبح ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ متعدد صحابہ نصب ہیں۔ فرمایا یہ کیا ہے؟ عرض کیا گیا کہ ازدواج کے خیمے ہیں (برائے اعتکاف)۔

اس پر آپ نے فرمایا: اچھا اسے وہ اپنے لیے نیک عمل سمجھتی ہیں؛ پھر حضور نے اس مہینہ رمضان کا اعتکاف ترک کر دیا اعداد و شوال کے آخری عشرہ کا اعتکاف فرمایا۔

بَابُ الْأَخْبِيَةِ فِي الْمَسْجِدِ

باب مسجد میں اعتکاف کے لیے خیمے نصب کرنا

حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اعتکاف کا ارادہ کیا۔ جب آپ اس حکم تشریف لائے (مسجد میں) جہاں آپ نے اعتکاف کرنا تھا، تو کئی خیموں پر نظر پڑی۔ حضرت حفصہ و عائشہ و زینب کا خیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس پر آپ نے فرمایا: فَقَالَ الْبَرُّ تَقْوُونَ بِهِمْ تَحْرَقُ الْقَصَفَاتُ فَكَمْ يَغْتَنَكَ حَتَّى أَغْتَنَكَ عَشْرًا أَقْبَنَ شَرًّا لَ۔ اچھا اسے انہوں نے بھی سمجھ لیا ہے۔ پھر آپ واپس تشریف لے گئے اور اعتکاف نہیں کیا۔ حتیٰ کہ آپ نے شوال کے آخری عشرہ میں اعتکاف فرمایا۔ (بخاری)

فوائد ومسائل

حدیث البدر میں عزمہ استغفار انکاری ہے۔ برکے معنی نیک طاعت کے ہیں۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ کیا عورتوں نے مسجد میں اعتکاف کو نیک سمجھ لیا ہے۔ جس سے واضح ہوا کہ حضور نے مسکرات کے لیے مسجد میں اعتکاف کو پسند نہیں فرمایا۔ کیونکہ مسجد شوارع عام ہے لیکن لبراقوت روکا بھی نہیں کہ اعتکاف بہال کی تو ہے ہی ۲۔ اس حدیث میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے رمضان کے آخری عشرہ کے اعتکاف کا ارادہ فرمایا تو آپ صبح کی نماز کے بعد اعتکاف میں تشریف لے گئے۔ امام ازدحامی و ثوری و لیث نے اس سے بے استدلال کیا کہ مبتداء اعتکاف اول شمار ہے۔ لیکن اگر اول نصف شمار ہو، مابقی صلی سب متفق ہیں کہ اعتکاف کی ابتداء غروب آفتاب سے پہلے کی جائے۔ یعنی بیسویں رمضان غروب آفتاب سے قبل غیبت اعتکاف مسجد میں ہو۔ اور نبی صلی الصبح تشریف خلع کا مطلب یہ لیا جائے کہ حضور نماز فجر کے بعد اپنی اعتکاف گاہ میں ملے واضح ہو کہ روایت ابن ماجہ میں ہے صلی الفجر ثم دخل فی معتکفہ اور بخاری کی اس روایت میں بھی ثم دخل کا لفظ ہے جس کا صحت و مزاج مطلب یہ ہے کہ حضور اعتکاف گاہ النبی مسجد میں جو کو آپ کے اعتکاف کے لیے مقرر کی گئی اس میں داخل ہوئے۔ نہ کہ آپ نے نماز فجر کے بعد ہی اعتکاف شروع فرمایا، اعتکاف شروع کرنا ادب بات ہے اور اعتکاف گاہ میں داخل ہونا اور چہرہ ہے۔ بہال حدیث ہذا سے یہ واضح نہیں ہوتا کہ حضور نے بعد از نماز فجر اعتکاف شروع فرمایا۔ اس لیے امام ازدحامی و لیث کا حدیث کے جملے فیصل الصبح تشریف خلع سے یہ نیکان کہ اعتکاف رمضان کی ۲۰ تاریخ کو صبح ہوتے ہی یعنی نماز فجر کے بعد شروع کیا جانا چاہیے۔ درست نہیں ہے۔

تشریف لے گئے تھے۔ مگر اعتکاف کا ابتداء آپ نے نماز عصر کے بعد غروب آفتاب سے پہلے فرمائی تھی۔

● اس حدیث سے بھی واضح ہوگا کہ معتکف اعتکاف کو توڑ دے تو اس کی تقاضا کرے۔ جیسا کہ حضور نے سوال کے آخری عشرہ کا اعتکاف بطور قضا ادا فرمایا۔ حضرت علیؓ السلام نے یہ اعتکاف ازواج مطہرات کی خاطر واری کی لیے ترک فرمایا تھا۔ کیونکہ اگر حضور اپنے غیر میں معتکف رہتے تو ازواج کو طلال ہوتا کہ خود تو اعتکاف فرما رہے ہیں۔ ادھر میں بروک دیا کسی سے فقہاء کرام نے بیضا بطر بنایا کہ کسی افضل کام کو کسی مصلحت کی بنا پر ترک کیا جاسکتا ہے۔

بَابُ هَلْ يُخْرَجُ الْمُعْتَكِفُ لِحَوَائِجِهِ إِلَى بَابِ الْمَسْجِدِ

باب کیا معتکف اپنی ضروریات کے لیے مسجد کے دروازے تک جاسکتا ہے؟

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ صغیرہ رضی اللہ عنہا نے خبر دی کہ وہ رمضان کے آخری عشرہ میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعتکاف کیے ہوئے تھے، آپ سے ملنے مسجد میں آئیں۔ تھوڑی دیر تک باتیں کیں پھر واپس ہوئے کہ بے کھڑی ہوئیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی انہیں سچانے کے لیے کھڑے ہوئے جب وہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے دروازے سے قریب والے مسجد کے دروازے پر پہنچیں تو دروازہ صاری ادھر سے گر رہا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا، انھوں نے فرمایا کسی تامل کی ضرورت نہیں، یہ (میری) بیوی صغیرہ بنت جحش ہیں۔ ان دونوں صحابہ نے عرض کیا۔ سبحان اللہ! یا رسول اللہ! ان پر ان حضور کا یہ جملہ طرہ شائق گزرا۔ لیکن ان حضور نے فرمایا کہ شیطان، خون کی طرح انسان کے بدن میں دوڑتا رہتا ہے، مجھے یہ خطرہ ہوگا کہ میں تمہارے دل میں کوئی بدگمانی نہ پیدا ہو۔

أَنَّ صَفِيَّةَ زَادَتْ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبَرَتْهُ أَنَّهَا جَاءَتْ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَزَوُّرًا وَفِي عَتِكَاتِ الْمَسْجِدِ فِي الْعَشْرِ الْأَوَّلِ مِنْ شَرِّ مَضَانٍ. فَتَحَدَّثَتْ حِينَئِذٍ سَاعَةً ثُمَّ قَامَتْ تَنْقَلِبُ فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَهَا يَقْلِبُهَا حَتَّى إِذَا بَلَغَتْ بَابَ الْمَسْجِدِ عِنْدَ بَابِ أُمِّ سَلَمَةَ مَرَّ رَجُلَانِ مِنَ الْأَنْصَارِ فَسَلَّمَا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى رُسُلِكُمَا إِنَّمَا هِيَ صَفِيَّةُ بِنْتُ حُجٍّ فَقَالَ سُبْحَانَ اللَّهِ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَكَذَلِكَ عَلَيْهِمَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اسْتِثْنَاءَ بَلِيغٍ مِنَ الْإِنْسَانِ مَبْلَغُ الدَّهْرِ وَإِنِّي خَشِيتُ أَنْ يَقْدِرَ فِي قُلُوبِكُمَا شَيْءٌ.

یہ حدیث مسائل ذیل پر مشتمل ہے:-

فوائد مسائل

۱) معتکف کا امور مباحہ میں مشغول ہونا جائز ہے۔ جیسے کوئی ملنے آئے تو اس سے ملاقات کرنا اور بات کرنا، یا کسی ملاقاتی کا اس کے پاس ٹھہرنا، یا معتکف کی بیوی کا اس کے پاس آنا (۲) معتکف کو بحالت اعتکاف تلاوت قرآن مجید، ذکر و فرائض کے علاوہ غلو و مضیعت کرنا، دینی تعلیم دینا جائز ہے۔

اس حدیث میں شک کی جگہ سے بچنے اور معاملات کو واضح وصاف رکھنے کی تلقین بھی ہے۔ حضور حب جناب صغیر کو دروازہ مسجد تک پہنچانے کے لیے چلے اور دو انصاری حضرات کا ادھر سے گزر ہوا تو باوجود اس امر کے کہ صحابہ کرام کے دلوں میں حضور کے لیے جس درجہ کے پاک و صاف خیالات ہیں وہ کسی اور کے لیے نہیں ہو سکتے (لیکن بایں ہمہ حضور نے ان کے سامنے اصل صورت حال واضح فرادی کہ میرے ساتھ میری زوجہ حضرت صغیرہ ہیں۔ اس پر دونوں انصاری صاحبان نے سبحان اللہ کہا۔ یعنی تعجب کا اظہار کیا کہ حضور کے متعلق ہم کسی حالت میں بھی بدگمان نہیں ہو سکتے۔

• سیدنا امام شافعی علیہ الرحمہ نے فرمایا۔ اگر حضور پر بالفرض وہ بدگمان ہونے تو خوف تھا کا فرہم جاتے۔ اس بناء پر حضور علیہ السلام نے دونوں انصاری صاحبان کو معاملہ کی وضاحت فرادی (یعنی)

بَابُ الْأَعْتِكَافِ وَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَبِيحَةَ عَشْرِينَ

باب اعتکافات اندر بکریم صلی اللہ علیہ وسلم بیسویں کی صبح کو (اعتکافات سے) نکلے تھے۔

یحییٰ بن ابی کثیر نے حدیث بیان کی کہ میں نے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے سنا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تھا کہ کیا انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شب قدر کا ذکر کیا ہے تو انھوں نے فرمایا تھا کہ ہاں! ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رمضان کے دوسرے عشرہ میں اعتکافات کیا تھا۔ انھوں نے بیان کیا کہ پھر میں نے صبح کو ہم نے اعتکافات ختم کر دیا۔ اسی صبح کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خطاب کیا، آپ نے فرمایا کہ مجھے شب قدر کوئی کمی تھی مگر پھر عبادی گئی۔ اس لیے اب اسے عشرہ اخیرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔ میں نے دیکھا ہے (خواب میں) کہ میں سیکڑ میں سمجھ کر رہا ہوں اور جن لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اعتکافات کیا تھا وہ پھر دوبارہ کریں چنانچہ وہ لوگ مسجد میں دوبارہ آ گئے۔ آسمان میں کہیں نال کا ایک ٹکڑا بھی نہیں تھا کہ اچانک بادل آیا اور بارش

حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا سَعِيدٍ أَيْدِي عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا سَعِيدٍ عَنِ الْحَدِيثِ فَقَالَ هَلْ سَمِعْتُمْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ كُرِّيْلَةُ الْعَنْدَرِ قَالَ لَعِمَ اعْتِكَافُنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَشْرَ الْأَوَّلَ وَسَمِعْتُمْ شَرَّ مَضَانٍ قَالَ فَخَرَجْنَا صَبِيحَةَ عَشْرِينَ قَالَ فَخَطَبَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكُرِّيْلَةُ الْعَنْدَرِ فَقَالَ إِنِّي أُرِيْتُ لَيْلَةَ الْقَدْرِ وَإِنِّي لَسَمِعْتُهَا فَأَلَيْسُوا هَافِي الْعَشْرَ الْأَوَّلَ وَاجْرِفِي وَثَرِفَا فِي سَأَلْتُ أَنْ أَعْبُدَ فِي مَاءٍ وَجِلْبِيْنٍ وَمَنْ كَانَ اعْتَكَفَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلْيَرْجِعْ فَرَجَعَ النَّاسُ إِلَى الْمَسْجِدِ وَمَا نَزَلِي فِي السَّمَاءِ فَرَعَةً قَالَ فَمَجَّاءَتْ سَحَابٌ كَثِيرٌ فَطَمَرَتْ وَأَفْقِيَّتِ الصَّلَاةُ فَسَجَدَ رَسُولُ

لہ۔ قال شافعی معناه انہ خان علیہا الکفر لظنا به ظن التهمة فادرا الی اعلامہما بکمالہما فصیحة لہما۔

شروع ہوئی۔ پھر نماز کی اقامت ہوئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خطبہ میں سجدہ کیا۔ میں نے خود آپ کی ناک اور پیشانی پر یہ خطبہ لگا ہوا دیکھا۔

اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الطَّيْنِ وَالْمَاءِ
حَتَّى كَانَتْ الطَّيْنُ فِي أَرْبَعِينَ وَجْهَتِهِ

واضح ہو کہ حضور علیہ السلام نے رمضان کے دوسرے عشرہ میں لیلة القدر کی تلاش کے لیے اعتکافات فرمایا تھا۔ اسی میں رمضان کی صبح کو اعتکافات فرمایا تھا۔ اس کے بعد حضور نے اپنے خطبہ میں واضح فرمایا کہ لیلة القدر رمضان کے آخری عشرہ میں آئی ہے۔ اس لیے آئندہ رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکافات کیا جائے۔

امام بخاری نے اپنی عادت کے مطابق حدیث کے حملے صبیحة عتسب بن کا عنوان یاد دہایا۔ اس حدیث کے مسائل گذشتہ اوراق میں بیان ہو چکے ہیں اور آئندہ عنوانات کے ماتحت بھی یہی حدیث آ رہی ہے۔

بَابُ اِعْتِكَافِ الْمُسْتَحَاضَةِ

باب مستحاضہ عورت کا اعتکافات

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ کی ازواج میں سے ایک خاتون نے مستحاضہ ہونے کے باوجود اعتکافات کیا وہ سرخی اندر دی (یعنی استحاضہ کا خون) دیکھتی تھیں

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ اِعْتَكَفْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ امْرَأَةً مِنْ اَزْوَاجِهِ مُسْتَحَاضَةً فَكَانَتْ تَرَى الْحُمْضَ وَالْصَفْرَ فَرُبَّمَا وَضَعَا الطَّشْتَ نَحْمَهَا وَهِيَ نَاصِيَةٌ

اکثر طشت ہم ان کے نیچے رکھ دیتے اور وہ نماز پڑھتی رہتیں

مطلب عنوان اور زینون حدیث یہ ہے مستحاضہ کو مسجد میں اعتکافات کے لیے بیٹھنا اور نماز پڑھنا جائز ہے۔ بشرطیکہ سجدہ کے آلودہ ہونے کا خطرہ نہ ہو۔ استحاضہ کے مسائل اور اس حدیث پر تفصیل بحث کے لیے فیوض الباری کتاب الجفص صفحہ ۲۷۲ ملاحظہ کیجئے۔

بَابُ زِيَارَةِ الْمَرَّةِ نَرَوْجَهَا فِي اِعْتِكَافِهِ

شوہر سے، اعتکافات میں، بیوی کا ملاقات کے لیے جانا

علی بن حسین نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ صفیہ رضی اللہ عنہا نے انہیں خبر دی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں (اعتکافات کیے ہوئے) تھے، آپ کے پاس ازواج مطہرات بیٹھتی تھیں، وہ جب بیٹھنے لگیں تو آپ نے صفیہ بنت حم رضی اللہ عنہا سے فرمایا وہ جلدی کرو، میں تمہیں چھوڑنے چلتا ہوں۔ ان کا حرجہ اس امر رضی اللہ عنہ،

عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الشَّجِدِ وَعِنْدَهُ اَزْوَاجُهُ فَرُحْنُ فَقَالَ لَصَفِيَّةَ بِنْتُ حُجٍّ لَا تَحْصِلِي حَتَّى اَنْصُرْتَ مَعَكَ وَكَانَ يَنْتَهِي فِي دَارِ اُسَامَةَ فَحَرَّجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَهَا فَلَفِيَهُ سَجْلَانِ مِنْ

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَشْرَ الْأَوَّلَ
فَلَمَّا كَانَ صَبِيحَةَ عِشْرِينَ نَفَقْنَا مَنَاخَنَا فَأَتَانَا
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ
كَانَ اعْتَكَفَ فَلْيَرْجِعْ إِلَى مُعْتَكِفِهِ فَإِنِّي رَأَيْتُ
هَذِهِ اللَّيْلَةَ وَرَأَيْتُنِي أَعْبُدُ فِي مَاءٍ وَطِينٍ
فَلَمَّا رَجِعَ إِلَى مُعْتَكِفِهِ وَهَاجَتِ السَّمَاءُ فَطُيُنًا
فَوَالَّذِي بَعَثَنِي بِالْحَقِّ لَقَدْ حَاجَبَتِ السَّمَاءُ
مِنْ أَجْرِ ذَلِكَ الْبُيُوتَ وَكَانَ الْمُسْحِكُ عَرِيشًا
فَلَقَدْ رَأَيْتُ عَلَى أَنْفِهِ وَارْتَبَتْهُ أُنْزُ الْمَاءِ
وَالطِّينِ (بخاری)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دوسرے عشر میں لوگوں
کے لیے بیچھے بیسیوں کی صبح کو ہم نے اپنا سامان مسجد سے
خفیہ کر لیا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور
فرمایا کہ جس نے (دوسرے عشر میں) اعتکاف کیا تھا وہ صابو
اپنے اعتکاف کی جگہ چلے کیونکہ میں نے آج کی رات شہد
کی خواب میں دیکھا ہے میں نے یہ بھی دیکھا کہ میں کچھ میں
مسجد کو رہا ہوں پھر جب اپنے اعتکاف کی جگہ مسجد میں
آن حضور دوبارہ آگئے تو راجحاً بادل منڈلائے اور بارش
ہوئی اس فات کی قسم جس نے حضور کو رکوع کی ساتھی بھی تھا
آسمان اسی دن کے آخری عصر میں ابراہیم کو اٹھا مسجد کو
کی شاخوں سے بنی تھی اس لیے چھت سے پانی ٹپکا جب آپ نے نماز جمعہ کی تو میں نے دیکھا کہ آپ کی ناک پر کچھ کانٹا نازل
تھا کچھ میں سمجھ گیا کہ یہ وہی حدیث ہے جو اوپر گزری مطلب حدیث یہ ہے کہ حضور نے ابتداء میں رمضان کے
دوسرے عشرہ میں اعتکاف فرمایا تھا اور اس اعتکاف کو ۲۰ رمضان کی صبح کو ختم کیا تھا ۱۰ ماہ بخاری کے اس کا عنوان باندھ دیا۔

بابُ الْإِعْتِكَافِ فِي شَوَّالٍ

باب شوال میں اعتکاف

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ يَعْتَكِفُ فِي رَمَضَانَ وَإِذَا صَلَّى الْعِدَّةَ
دَخَلَ مَكَانَهُ الَّذِي اعْتَكَفَ قَالَ فَأَسْتَأْذِ
نَتُهُ عَائِشَةُ أَنْ تَعْتَكِفَ فَإِذَا نَفَعَتْ رُبَّتُ
فِيهِ قُبَّةٌ فَيَسْبِغُ لَهَا حَقِصَةً فَتَصْرُبُ
تَبَّةً وَتَسْمِعُ نَزِيهَةً يَهَافُضُ بِتَبَّةٍ أُخْرَى
فَلَمَّا انْصَرَفَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
مِنَ الْعِدَّةِ ابْصَرَ أَرْبَعَ قَبَابٍ فَقَالَ هَذَا أَخْبَرُ
خَبَرُهُنَّ فَقَالَ مَا جَعَلَهُنَّ عَلَى هَذَا إِلَّا بَرٌّ
أَنْزَعُوهُنَّ فَلَمَّا رَأَاهَا فَنَزَعَتْ كُلَّهُنَّ يَعْتَكِفُ فِي
رَمَضَانَ حَتَّى اعْتَكَفَ أَجْزَاءَ الْعَشْرِ مِنْ شَوَّالٍ

عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم رمضان میں اعتکاف کرتے تھے آپ صبح کی نماز
پڑھنے کے بعد اس جگہ جاتے جہاں آپ کو اعتکاف کے
لیے بیٹھا ہوتا انھوں نے بیان کیا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا
سہمی ان حضور سے اعتکاف کرنے کی اجازت چاہی ان حضور
نے انہیں اجازت دیدی اس لیے انھوں نے اپنے لیے
بھی مسجد میں ایک خیمہ لگا لیا حضور رضی اللہ عنہما زوج
مطہو بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی سنا تو انھوں نے
بھی اپنے لیے ایک خیمہ لگا لیا زینب رضی اللہ عنہا زوجہ
مطہو بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی سنا تو انھوں نے
بھی اپنے لیے ایک خیمہ لگا لیا صبح کو جب آن حضور صلی اللہ

علیہ وسلم تشریف لائے۔ تو چار خیمے نظر پڑے، دریافت فرمایا: یہ کیا ہے؟ آپ کو حقیقت حال کی اطلاع دی گئی تو آپ نے فرمایا: اس کام کے لیے داعی کیا تھا؟ کیا کہنے چلی ہیں؟ انھیں اکھاڑ دو۔ اب میں انھیں نہ دیکھوں چنانچہ وہ اکھاڑ دیے گئے اور آپ نے بھی اس سال رمضان میں اعتکات نہیں کیا۔ بلکہ شوال کے آخری عشرہ میں اعتکات کیا۔ یہ حدیث بھی صریح تعسیر و تفرج کی ہے۔ حضور نے چونکہ رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکات کی نیت کی تھی پھر اسے ترک فرمادیا تھا، اس لیے شوال کے مہینہ میں آپ نے اس کی قضا فرمائی؟

بَابُ مَنْ لَمْ يَرَعَلَيْهِ صَوْمًا إِذَا عَتَكَفَ

باب اعتکات کے لیے جو روزہ ضروری نہیں سمجھتے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے پوچھا، یا رسول اللہ! میں نے جاہلیت میں نذرانی تھی کہ ایک رات کے لیے مسجد حرام میں اعتکات کروں گا؟ آن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر اپنی نذر پوری کر لو۔ چنانچہ عمر رضی اللہ عنہ نے رات میں اعتکات کیا۔ یہ حدیث بھی اوپر گزر چکی ہے۔ آخر کا اس میں اختلاف ہے کہ اعتکات کے لیے روزہ شرط ہے یا نہیں۔ امام اعظم کی تحقیق یہ ہے، روزہ شرط ہے۔ جیسا کہ اسی کتاب کے صریح بیان ہوا۔

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ أَنَّهُ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي نَذَرْتُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ أَنْ أَعْتَكِفَ لَيْلَةً فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَدَّبْتُ نَذْرَكَ فَأَعْتَكِفْ لَيْلَةً۔

بَابُ إِذَا نَذَرَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ أَنْ يَتَعَتَكَفَ ثُمَّ أَسْلَمَ

اگر کسی نے جاہلیت میں اعتکات کی نذر مانی تھی پھر وہ اسلام لایا؟

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نذر جاہلیت میں مسجد حرام میں اعتکات کی نذر مانی تھی۔ عہد نے بیان کیا کہ سر خیال ہے کہ انھوں نے رات کا نذر کیا تھا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنی نذر پوری کرو۔

عَنْ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ عُمَرَ نَذَرَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ أَنْ يَتَعَتَكَفَ فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ قَالَ أَسْرَأُ قَالَ لَيْلَةً قَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَدَّبْتُ بِنَذْرِكَ۔

اس حدیث پر بھی صریح مفصل گفتگو ہو چکی ہے۔

بَابُ الْإِعْتِكَافِ فِي الْعَشْرِ الْأَوْسَطِ مِنْ رَمَضَانَ

باب رمضان کے درمیان عشرہ میں اعتکات

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال رمضان میں دس دن کا اعتکات

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَعَتَكَفُ فِي كُلِّ رَمَضَانَ عَشْرَةَ أَكْثَامٍ

کرتے تھے۔ لیکن جس سال آپ کی وفات ہوئی۔ اس سال
آپ نے بیس دن کا اعتکاف کیا

فَلَمَّا كَانَ الْعَامُ الَّذِي فُتِصَ فِيهِ اعْتَكَفَ
عِشْرِينَ يَوْمًا.

اس حدیث پر بھی صبر پر گفتگو ہو چکی ہے

بَابُ مَنْ ارَادَ أَنْ يَعْتَكِفَ ثُمَّ بَدَّلَهُ أَنْ يَخْرُجَ

باب اعتکاف کا ارادہ ہوا لیکن پھر مناسب یہ معلوم ہوا کہ اعتکاف نہ کریں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف کے لیے کہا، عائشہ رضی اللہ عنہا نے بھی آپ سے اجازت مانگی۔ آپ نے انھیں اجازت دیدی پھر حضرت رضی اللہ عنہا نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ ان کے لیے بھی اجازت لے دیں چنانچہ انھوں نے ایسا کر دیا۔ جب زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا نے دیکھا تو انھوں نے بھی خیر لگنے کے لیے کہا۔ اور ان کے لیے بھی خیر لگا دیا گیا۔ انھوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز کے بعد اپنے خیر کی طرف تشریف لائے تو بہت سی جیسے جیسے دکھائی دیے آپ نے دریافت فرمایا کیا یہ ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ عائشہ حضرت اور زینب رضی اللہ عنہم کے جیسے ہیں۔ اس پر آپ آنحضرتؐ نے فرمایا، اچھا نیکی کرنے چلی ہیں! اب میں بھی اعتکاف نہیں

عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَكَرَ أَنْ يَعْتَكِفَ الْعَشْرَ الْأَوَّلَ مِنْ رَمَضَانَ فَأَشْنَأَتْهُ عَائِشَةُ فَأَذِنَ لَهَا وَسَأَلَتْ حَفْصَةَ عَائِشَةَ أَنْ تَشْنَأَ لَهَا ففَعَلَتْ فَلَمَّا رَأَتْ ذَلِكَ رَبِيبُ ابْنَةِ جَحْشٍ أَمَرَتْ بِبَنَاءِ فَمَنْحَى لَهَا قَالَتْ وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى أَصْلَى انْصَرَفَ إِلَى بَنَاتِهِ فَمَضَى إِلَى ابْنَةِ بَنِيهِ فَقَالَ مَا هَذَا قَالُوا بَنَاءُ عَائِشَةَ وَحَفْصَةَ وَرَبِيبُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَا تَرَوْنَ أَنَذَا أَذِنَ لَهَا مَا أَنَا بِمُعْتَكِفٍ فَرَجَعَ فَلَمَّا أَفْطَرَ اعْتَكَفَ عِشْرًا مِنْ شَوَّالٍ.

نہیں کروں گا۔ پھر جب رمضان ختم ہو گیا تو ان حضور نے سوال میں اعتکاف کیا۔

اس حدیث پر بھی صبر پر گفتگو ہو چکی ہے۔ عنوان اور زیر عنوان حدیث سے واضح ہے کہ کسی مصلحت کی بنا پر اعتکاف کو ترک کیا جاسکتا ہے۔

بَابُ الْمُعْتَكِفِ يَدْخُلُ رَأْسَهُ الْبَيْتَ لِلْعُسْلِ

باب معتکف دھولے کے لیے اپنا سر گھر میں داخل کرتا ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ وہ حافظہ ہوتی تھیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں اعتکاف میں جوتے تھے پھر بھی وہ ان حضور کے سر میں اپنے جوہر لگے لگھا کرتی تھیں۔

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّهَا كَانَتْ تَدْخُلُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهِيَ حَالِصٌ وَهُوَ مُعْتَكِفٌ فِي الْمَسْجِدِ وَهِيَ فِي حُجْرٍ تَهَيَّأَتْ لَهَا

وَأَمَّا هَذَا (بخاری)

یہ حدیث بھی صریح رکھ چکی ہے۔ مطلب عنوان یہ ہے کہ حضور علیہ السلام مسجد میں تشریف رکھتے ہوئے اپنا سر مبارک خارج مسجد سے باہر کر دیتے۔ اور ام المؤمنین بالوں کو وضو دیتی اور کنگھی کرتی تھیں۔ اس حدیث سے واضح ہوا کہ مختلف کا اپنے ایک عضو کو مسجد سے نکال دینے سے اعتکاف میں کوئی خرابی پیدا نہیں ہوتی۔ اسی طرح حائضہ عورت کا اپنے کسی عضو مسجد میں داخل کر دینا جائز ہے اور یہ کہ جو کام مسجد میں رہ کر کیے جاسکتے ہیں۔ ان کے لیے مختلف مسجد سے نہ نکلے۔

نوٹ: کتاب الصوم اللہ کے فضل و کرم سے ختم ہوئی۔ اس کے بعد انشاء اللہ العزیز کتاب ابی البیوع سے تفہیم ترجمانی کا سلسلہ شروع ہوگا۔

فَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ وَالْبَرَكَاتُ

عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَاصْحَابِهِ أَجْمَعِينَ

وَالسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادَةِ الصَّالِحِينَ

جنوری ۱۹۶۴ء

مسائل نماز

- وضو
- غسل
- اذان
- اقامت
- نماز
- اداء

جمع کے نہایت اہم اور ضروری احکام و مسائل کا
مجموعہ

تالیف
(علامہ) سید محمود احمد رضوی



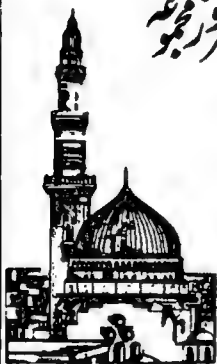


حضور ہادی عالم نور مجسم حبیب کبریا،
سرور انبیاء حضرت محمد مصطفیٰ علیہ الخیرۃ والثناء

کے
ارشادات کا ایمان افروز مجموعہ



(علامہ) محمد سید محمد امجد علی صاحب



شعبۂ تبلیغ دارالعلوم قرطب لاہور

دینِ مذہب کا خیر ہونا ہر سنی مسلمان کے لیے ضروری ہے

دین اسلام کی تعلیمات اور مسلک اہل سنت سے صحیح واقفیت کے لیے حضرت علامہ سید محمود احمد رضوی کی مندرجہ ذیل تالیفات کا مطالعہ کیجئے، اسلامی تقریبات کے موقع پر ان اہم دینی کتابوں کو اپنے حلقہ میں تقسیم کر کے ثواب دارین حاصل کیجئے۔ اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمۃ کا ترجمہ قرآن مجید اور تمام اہل سنت علماء کی تصانیف مکتبہ رضوان سے طلب فرمائیے۔

فیوض الباری شرح صحیح البخاری حصہ ۹	دینِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم قیمت ۵۲ روپے	مقامِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم قیمت ۱۸ روپے	روحِ ایمان قیمت ۱۸ روپے	روشنی قیمت ۳۶ روپے
جامع الصفا قیمت ۳ روپے	خصائصِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم قیمت ۲ روپے	بصیرت قیمت ۳۹ روپے	معراج النبی قیمت ۸ روپے	مسائل نماز قیمت ۲۱ روپے
یشانِ صحابہ قیمت ۳ روپے	اسلامی تقریبات قیمت ۲۱ روپے	سیدی ابوالخیر کا قیمت ۱۷ روپے	بارِ خفدک قیمت ۷ روپے	حدیث و قرآن قیمت ۵ روپے
فیادى برکات العلوم قیمت ۹ روپے	بعیتِ رضوان قیمت ۶ روپے	رضوی گوہر قیمت ۵ روپے	ہائے امراض ۳۰ روپے	حضور کی نماز خانہ قیمت ایک روپے

ملنے کا مکتبہ رضوان گنج بخش روڈ لاہور فون ۳۲۳۵۶۳

وَمَا أَتَانَا إِلَّا بِالنَّبِيِّينَ فَخَرْنَا لَهُمْ وَمَا كُنَّا نَمُنُّ بِهِمْ
 اعادة نبویہ کا مجموعہ مقبول فیروز قرآن کے بعد سب صحیح کتابیں صحیح بخاری
 امام الدین ابیہ المؤمنین فی الحدیث راس الحدیث اسناد الخلفاء ابو عبد اللہ محمد بن ابی بکر
 قدس سرہ الباری کی تالیف صحیح البخاری کا سلیس اردو ترجمہ اور مکمل شرح

فیوض الباری

فی شرح

صحیح البخاری

(پارہ ۸ جلد ۹)

کتاب البیوع تأشفعه

علامہ سید محمود احمد رضوی

ناشر: مکتبہ رضوان، داتا دار روڈ، لاہور

نام کتاب	فیوض الباری فی شرح صحیح البخاری
مصنف	علامہ سید محمود احمد رضوی
پارہ	بقیہ ہشتم
تعداد	کتاب البیوع تاشفعہ
تاریخ اشاعت	گیارہ سو
پریس	

محمود احمد پرنٹنگ پریس، گنج بخش روڈ، لاہور

فہرس فیوض الباری شہرح صحیح البخاری بقیہ پارہ ہتم

باب	مضمون	صفحہ	باب	مضمون	صفحہ
باب	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا منصب اور مقام		باب	وہ لوگ جنہوں نے دوسو سے وغیرہ کو شہبہ کی چیز نہیں سمجھا - اللہ تعالیٰ کا ارشاد کہ جب وہ لوگ تجارت کھیل کی چیز دیکھتے ہیں تو اس کی طرف دوڑ پڑتے ہیں - وہ شخص کہ اس کو کچھ پرواہ نہ ہو کہ مال کہاں سے حاصل کیا ہے ؟	۲۸
باب	ربوہ کے معنی اور اس کے شرائط	۹	باب	ربوہ کے معنی	۲۹
باب	ربوہ کے متعلق حضرت عمرؓ کا بیان	۱۰	باب	ربوہ کے متعلق حضرت عمرؓ کا بیان	۳۰
باب	سودی لین دین	۱۱	باب	سودی لین دین	۳۱
باب	ربوہ کی دوسری قسم	۱۲	باب	ربوہ کی دوسری قسم	۳۲
باب	حضورؐ کا تشریحی منصب	۱۳	باب	حضورؐ کا تشریحی منصب	۳۸
باب	ربوہ کی صورتیں	۱۴	باب	ربوہ کی صورتیں	۴۰
باب	شرح سود کچھ بھی ہو حرام ہے	۱۵	باب	شرح سود کچھ بھی ہو حرام ہے	۴۱
باب	سود کے متعلق حضورؐ کا خطبہ	۱۶	باب	سود کے متعلق حضورؐ کا خطبہ	۴۲
باب	سودی کاروبار کی حرمت	۱۷	باب	سودی کاروبار کی حرمت	۴۳
باب	باب ماجاء فی قول اللہ تعالیٰ اذا قضیت الصلوۃ	۱۸	باب	باب ماجاء فی قول اللہ تعالیٰ اذا قضیت الصلوۃ	۴۴
باب	تجارت کے متعلق اصولی ہدایات	۱۹	باب	تجارت کے متعلق اصولی ہدایات	۴۵
باب	حلال ظاہر ہے اور حرام ظاہر ہے	۲۰	باب	حلال ظاہر ہے اور حرام ظاہر ہے	۴۶
باب	اور ان دونوں کے درمیان مشتبہ	۲۱	باب	اور ان دونوں کے درمیان مشتبہ	۴۷
باب	چیزیں ہیں - تفسیر	۲۲	باب	چیزیں ہیں - تفسیر	۴۸
باب	مشتبہات کی تفسیر	۲۳	باب	مشتبہات کی تفسیر	۴۹
باب	شہبہ کی چیزوں سے پرہیز کرنا	۲۴	باب	شہبہ کی چیزوں سے پرہیز کرنا	۵۰
باب	وہ لوگ جنہوں نے دوسو سے وغیرہ کو شہبہ کی چیز نہیں سمجھا - اللہ تعالیٰ کا ارشاد کہ جب وہ لوگ تجارت کھیل کی چیز دیکھتے ہیں تو اس کی طرف دوڑ پڑتے ہیں - وہ شخص کہ اس کو کچھ پرواہ نہ ہو کہ مال کہاں سے حاصل کیا ہے ؟	۲۵	باب	وہ لوگ جنہوں نے دوسو سے وغیرہ کو شہبہ کی چیز نہیں سمجھا - اللہ تعالیٰ کا ارشاد کہ جب وہ لوگ تجارت کھیل کی چیز دیکھتے ہیں تو اس کی طرف دوڑ پڑتے ہیں - وہ شخص کہ اس کو کچھ پرواہ نہ ہو کہ مال کہاں سے حاصل کیا ہے ؟	۲۶
باب	ربوہ کے معنی اور اس کے شرائط	۲۶	باب	ربوہ کے معنی اور اس کے شرائط	۲۷
باب	ربوہ کے معنی	۲۷	باب	ربوہ کے معنی	۲۸
باب	ربوہ کے متعلق حضرت عمرؓ کا بیان	۲۸	باب	ربوہ کے متعلق حضرت عمرؓ کا بیان	۲۹
باب	سودی لین دین	۲۹	باب	سودی لین دین	۳۰
باب	ربوہ کی دوسری قسم	۳۰	باب	ربوہ کی دوسری قسم	۳۱
باب	حضورؐ کا تشریحی منصب	۳۱	باب	حضورؐ کا تشریحی منصب	۳۲
باب	ربوہ کی صورتیں	۳۲	باب	ربوہ کی صورتیں	۳۳
باب	شرح سود کچھ بھی ہو حرام ہے	۳۳	باب	شرح سود کچھ بھی ہو حرام ہے	۳۴
باب	سود کے متعلق حضورؐ کا خطبہ	۳۴	باب	سود کے متعلق حضورؐ کا خطبہ	۳۵
باب	سودی کاروبار کی حرمت	۳۵	باب	سودی کاروبار کی حرمت	۳۶
باب	باب ماجاء فی قول اللہ تعالیٰ اذا قضیت الصلوۃ	۳۶	باب	باب ماجاء فی قول اللہ تعالیٰ اذا قضیت الصلوۃ	۳۷
باب	تجارت کے متعلق اصولی ہدایات	۳۷	باب	تجارت کے متعلق اصولی ہدایات	۳۸
باب	حلال ظاہر ہے اور حرام ظاہر ہے	۳۸	باب	حلال ظاہر ہے اور حرام ظاہر ہے	۳۹
باب	اور ان دونوں کے درمیان مشتبہ	۳۹	باب	اور ان دونوں کے درمیان مشتبہ	۴۰
باب	چیزیں ہیں - تفسیر	۴۰	باب	چیزیں ہیں - تفسیر	۴۱
باب	مشتبہات کی تفسیر	۴۱	باب	مشتبہات کی تفسیر	۴۲
باب	شہبہ کی چیزوں سے پرہیز کرنا	۴۲	باب	شہبہ کی چیزوں سے پرہیز کرنا	۴۳
باب	وہ لوگ جنہوں نے دوسو سے وغیرہ کو شہبہ کی چیز نہیں سمجھا - اللہ تعالیٰ کا ارشاد کہ جب وہ لوگ تجارت کھیل کی چیز دیکھتے ہیں تو اس کی طرف دوڑ پڑتے ہیں - وہ شخص کہ اس کو کچھ پرواہ نہ ہو کہ مال کہاں سے حاصل کیا ہے ؟	۴۳	باب	وہ لوگ جنہوں نے دوسو سے وغیرہ کو شہبہ کی چیز نہیں سمجھا - اللہ تعالیٰ کا ارشاد کہ جب وہ لوگ تجارت کھیل کی چیز دیکھتے ہیں تو اس کی طرف دوڑ پڑتے ہیں - وہ شخص کہ اس کو کچھ پرواہ نہ ہو کہ مال کہاں سے حاصل کیا ہے ؟	۴۴
باب	ربوہ کے معنی اور اس کے شرائط	۴۴	باب	ربوہ کے معنی اور اس کے شرائط	۴۵
باب	ربوہ کے معنی	۴۵	باب	ربوہ کے معنی	۴۶
باب	ربوہ کے متعلق حضرت عمرؓ کا بیان	۴۶	باب	ربوہ کے متعلق حضرت عمرؓ کا بیان	۴۷
باب	سودی لین دین	۴۷	باب	سودی لین دین	۴۸
باب	ربوہ کی دوسری قسم	۴۸	باب	ربوہ کی دوسری قسم	۴۹
باب	حضورؐ کا تشریحی منصب	۴۹	باب	حضورؐ کا تشریحی منصب	۵۰
باب	ربوہ کی صورتیں	۵۰	باب	ربوہ کی صورتیں	۵۱
باب	شرح سود کچھ بھی ہو حرام ہے	۵۱	باب	شرح سود کچھ بھی ہو حرام ہے	۵۲
باب	سود کے متعلق حضورؐ کا خطبہ	۵۲	باب	سود کے متعلق حضورؐ کا خطبہ	۵۳
باب	سودی کاروبار کی حرمت	۵۳	باب	سودی کاروبار کی حرمت	۵۴
باب	باب ماجاء فی قول اللہ تعالیٰ اذا قضیت الصلوۃ	۵۴	باب	باب ماجاء فی قول اللہ تعالیٰ اذا قضیت الصلوۃ	۵۵
باب	تجارت کے متعلق اصولی ہدایات	۵۵	باب	تجارت کے متعلق اصولی ہدایات	۵۶
باب	حلال ظاہر ہے اور حرام ظاہر ہے	۵۶	باب	حلال ظاہر ہے اور حرام ظاہر ہے	۵۷
باب	اور ان دونوں کے درمیان مشتبہ	۵۷	باب	اور ان دونوں کے درمیان مشتبہ	۵۸
باب	چیزیں ہیں - تفسیر	۵۸	باب	چیزیں ہیں - تفسیر	۵۹
باب	مشتبہات کی تفسیر	۵۹	باب	مشتبہات کی تفسیر	۶۰
باب	شہبہ کی چیزوں سے پرہیز کرنا	۶۰	باب	شہبہ کی چیزوں سے پرہیز کرنا	۶۱

صفحہ	باب	مضمون	باب
۴۰	باب	مردودت کی چیزیں خود خریدنا	باب آدمی کا اپنے ہاتھ سے کھانا
۴۱	باب	چوپایوں اور گدھوں کا خریدنا	باب خرید و فروخت میں نرمی کرنا
۴۳	باب	وہ بازار جو جاہلیت کے زمانہ میں تھے	باب مال دار کو مہلت دینا
۴۴	باب	جس اونٹ کو استسقا کا مرض ہو گیا ہو	باب تنگدست کو مہلت دینا
۴۵	باب	یا عارض زہد اونٹ کی خرید و فروخت	باب قرض دار کو مہلت دینا کا رٹوائی
۴۶	باب	کیا امراض متعدی ہوتے ہیں ؟	باب قرض لے کر ادا نہ کرنا گناہ ہے
۴۷	باب	حدیث لامدوئی کا مطلب	باب بائع اور مشتری کا اپنے مال کی
۴۸	باب	قتلہ و فساد وغیرہ کے زمانہ میں ہتھیاروں	باب حقیقت نہ چھپانا -
۴۹	باب	کے بیچے کا بیان الخ	باب مختلف قسم کی لغویں
۵۰	باب	عطر کے متعلق اور مشک پہننا	باب وہ روایتیں جو گوشت بیچنے والے اور
۵۱	باب	پکچھے گلوانا	باب قصاب کے متعلق منقول ہیں -
۵۲	باب	ان چیزوں کی تجارت جن کا پہننا	باب بیع میں عیب کو چھپانے اور جھوٹ
۵۳	باب	مردوں کے لینے کردہ ہے	باب بولنے سے برکت چلی جاتی ہے -
۵۴	باب	جان دار کی تعویذ بنانے کی بحث	باب اللہ تعالیٰ کا ارشاد اسے ایمان والو!
۵۵	باب	مال کا مالک قیمت بیان کرنے کا زیادہ	باب سود کوئی گناہ نہ کھاؤ الخ
۵۶	باب	حق دار ہے -	باب سود کھانے والے اور اس کی گواہی
۵۷	باب	کب تک بیع کے فسخ کرنے کا	باب دینے والے اور اس کو لکھنے والے کا بیان
۵۸	باب	اختیار ہے -	باب قیامت کے دن سود خوردوں
۵۹	باب	خیار مجلس کا مطلب ؟	باب کی حالت زار -
۶۰	باب	بیع میں خیار کی صورتیں	باب سود کھلانے والے کا گناہ
۶۱	باب	اگر اختیار کی تعیین نہ کرے تو بیع	باب اللہ سود کو مٹاتا ہے -
۶۲	باب	جائز ہے -	باب بیع میں قسم کھانے کی گواہیت
۶۳	باب	بیچنے والے اور خریدنے والے کو	باب سنار کے پیشہ کے متعلق جو روایتیں
۶۴	باب	اختیار ہے جب تک دونوں جدا	باب آئی ہیں الخ
۶۵	باب	نہ ہوئے ہوں -	باب لوہاروں کا تذکرہ
۶۶	باب	جب بائع اور مشتری میں سے ایک	باب درزی کا تذکرہ
۶۷	باب	دوسرے کو اختیار دے تو بیع پوری	باب جولائے کا تذکرہ
۶۸	باب	ہو گئی -	باب برصی کا تذکرہ
۶۹	باب		

صفحہ	مضمون	باب	صفحہ	مضمون	باب
۱۱۷	اہل مکہ اور تمام اہل اسلام کا تقرب		۹۱	بیع و شراء میں	
۱۱۷	عید میلاد النبی منانا۔		۹۲	تفرق بالا قوالی اور تفرق بالابدان کی بحث	باب
۱۲۱	ذکر رسول کی عظمت و رفعت		۹۲	اگر بائع کیلئے اختیار ہو تو کیا بیع جائز ہے؟	باب
۱۲۵	تائز کے اندر درود و سلام		۹۲	جب کوئی چیز خریدے اور خدا ہونے سے پہلے اُسی وقت کسی کو ہبہ کر دے	باب
۱۲۶	صلوٰۃ علی النبی کی نفیلت		۹۵	بیع میں دھوکہ دینے کی ممانعت	باب
۱۲۶	حضور کی صفت شاہد کے معنی		۹۶	بازاروں کے متعلق جو کہا گیا ہے	باب
۱۲۸	اور مفسرین کے اقوال		۹۶	اس کا ذکر الخ۔	
۱۲۸	حضور کی صفت شاہد کے متعلق		۹۷	کعبہ شریف کی بے رحمی کرنا سخت	
۱۲۹	احادیث مبارکہ		۹۷	و شدید گناہ ہے۔	
۱۳۱	حضور کی رویت کی کیفیت		۹۹	حضرت امام حسن سے محبت علامت	
۱۳۱	حضور کی صفت مباشر کے معنی		۹۹	ایمان ہے۔	
۱۳۲	مالک جنت؟		۱۰۰	بوسہ کی قسمیں معانقہ کے مسائل	
۱۳۳	حضور کی صفت نذیر کے معنی		۱۰۰	مسئلہ تعقیب ابہامین	
۱۳۴	حضور کی صفت داعی کے معنی		۱۰۲	حضور کا نام اقدس سننے پر انگوٹھے چرنا	
۱۳۴	حضور کی صفت سراج منیر کے معنی		۱۰۷	ایک اعتراض کا جواب	
۱۳۶	توریت میں حضور کی صفات کا بیان		۱۰۸	حضرات حسنین کریمین سے محبت	
۱۳۸	حضور کی صفت متوکل کے معنی		۱۰۹	بازاروں میں شور و غل بچانے کی کراہت	باب
۱۴۰	ناپنے والے کی اجرت بیچنے والے	باب	۱۱۱	توریت میں حضور علیہ السلام کی صفات کا بیان	
۱۴۰	اور دینے والے پر ہے۔		۱۱۲	ذکر رسول کی محفل	
۱۴۲	نفلہ کا ناپنا مستحب ہے	باب	۱۱۳	حضور علیہ السلام نے خود اپنی ولادت کا تذکرہ فرمایا۔	
۱۴۳	بنی صلی اللہ علیہ وسلم کے صانع اور مد میں برکت ہے۔	باب	۱۱۴	حضور کیلئے خانہ کعبہ کا اظہار عقیدت	
۱۴۳	فضائل مدینہ		۱۱۴	ولادت مبارکہ پر ایلیس کی پریشانی	
۱۴۵	مکہ اور مدینہ کے حرم ہونے کا مطلب		۱۱۵	شیخ عبدالحق علیہ الرحمۃ کا عقیدہ	
۱۴۶	مکہ معظمہ کی حرمت ابدی ہے			محفل میلہ و میہ انوار کی بارش	
۱۴۷	حضور نے مدینہ کو حرم بنایا۔				
۱۴۷	خلیل و حبیب میں فرق				
۱۴۷	مکہ معظمہ کی عظمت و برکت				

باب	مضمون	صفحہ	باب	مضمون	صفحہ
باب	وہ روایات جو غلط سمجھے اور احتکار کے متعلق منقول ہیں۔	۱۴۹	باب	بیع منابذہ	۱۸۰
"	کیا ذخیرہ اندوزی ممنوع ہے ؟	۱۵۰	باب	بائع کے لئے ممنوع ہے کہ اونٹ لگائے اور گہری کو نہ دو ہے۔	۱۸۰
باب	قبل از قبضہ بیع کے مسائل	۱۵۰	باب	اگر چاہے تو معمرات جانور کو واپس کرے۔ الخ	۱۸۲
باب	حدیث رباعہ پر بحث	۱۵۱	باب	زانی غلام کی بیع	۱۸۴
باب	قبضہ کرنے سے پہلے غلط سمجھنے کا ذکر	۱۵۲	باب	عورتوں سے خرید و فروخت کرنا۔	۱۸۵
باب	جب کوئی شخص غلط انداز سے خریدے الخ	۱۵۲	باب	کیا شہری دیہاتی کے لئے بغیر اجر کے بیچ سکتا ہے الخ	۱۸۶
باب	جب کوئی سامان یا جانور خریدے اور اس کو بائع کے پاس رہنے دے الخ	۱۵۴	باب	بعض لوگوں نے دیہاتی کے لئے شہری کی بیع کو بغیر اجر کے مکروہ سمجھا ہے۔	۱۸۶
"	حضرت صدیق اکبر پر منقول کی خصوصی نوازش	۱۵۵	باب	شہری دیہاتی کے ساتھ دلالی سے نہ بیچے۔	۱۸۷
"	واقعہ ہجرت	۱۵۵	باب	آگے جا کر قافلہ والوں سے ملنے کی ممانعت الخ	۱۸۷
"	مقام سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۱۵۶	باب	مال والوں کی پیشوائی کس مقام تک ممنوع ہے۔	۱۸۸
باب	مناقب فضائل۔ مرتبہ و مقام اپنے بھائی کی بیع پر بیع نہ کرے	۱۵۷	باب	بیع میں ایسی شرطوں کا لگانا جو حائر نہیں۔	۱۸۹
"	شہری کا دیہاتی سے غلط خریدنے کے مسائل۔	۱۵۷	باب	کھجور کے عوض کھجور بیچنا	۱۹۱
"	بیع تاجش کی ممانعت	۱۵۷	باب	اشیاء سستہ کی خرید و فروخت کے احکام۔	۱۹۲
"	ایک بیع پر بیع کی ممانعت	۱۵۷	باب	یذا بیع کا مطلب اور اس مسئلہ پر مکمل بحث	۱۹۳
"	نکاح کے پیام پر پیام دینے کی ممانعت	۱۵۷	باب	فدائی اور کیل اشیاء کی تعریف	۱۹۴
"	خود نکاح کرنے کیلئے کسی عورت کو طلاق دلوانے کی ممانعت	۱۵۷	باب	قد و جنس کی تعریف	۱۹۵
باب	بیلام کی بیع	۱۵۷	باب	ہم جنس اشیاء کی خرید و فروخت کا ضابطہ شرعی	۱۹۵
باب	بولی کرانا	۱۵۷			
باب	دھوکے کی بیع اور جبل الجبلہ کی بیع	۱۵۷			
باب	بیع ملامہ	۱۵۷			

صفحہ	مضمون	باب	صفحہ	مضمون	باب
۲۱۰	کھجور کے باغ قابل امتناع ہونے سے پہلے بیچنا۔	باب	۱۹۶	مجلس نہ بدلنے کا مطلب ناپ کی مقدار اور برابری کا مطلب	
۲۱۱	جب کسی نے پھلوں کو قابل نفع ہونے سے پہلے پیدا پھر اس پر کوئی آفت آگئی تو نقصان بائع کا ہوگا۔	باب	۱۹۷	اگر قدر و جنس میں اختلاف ہو تو کسی بیشی کے ساتھ بیع جائز ہے	
۲۱۲	ایک مدت کے بعد سے پندرہ خریدا	باب	۱۹۷	قدر و جنس در لائن ہوں تو کسی بیشی سے	
۲۱۳	اچھی کھجور کے بدلے اگر کوئی خراب کھجور بیچنا چاہے۔	باب	۱۹۷	ادھار بیع و شراء جائز ہے۔	
۲۱۴	وہ شخص جو بیوند کی ہوئی کھجور یا زمین جس میں فصل لگی ہوئی ہو بیع دس یا مائیکہ پر دس۔	باب	۱۹۸	بیع ادھار قرض میں فرق	
۲۱۵	کعیق کا نذر کے عوض ناپ کے حساب سے بیچنا۔	باب	۱۹۹	منفی کے عوض منفی اور نذر کے عوض غلہ بیچنا۔	
۲۱۶	درخت کو جز سمیت بیچنے کا حکم بیع حاضرہ۔	باب	۲۰۰	خود کے عوض جز بیچنا۔	
۲۱۷	کھجور کے کاہو بیچنا اور اس کا کھانا خرید و فروخت، ٹھیکہ اور ناپ تول میں ہر شہر کے لوگوں کے عرف ۱۱ کے رسم و رواج قیمتوں اور شہر و طریقوں پر حکم جاری ہوگا۔	باب	۲۰۱	سننا کے عوض سونا فروخت کرنا	
۲۱۸	خاندان پر بیوی کا نان نفقہ واجب ہے! مالی تقیم میں بے جا تعثر ناجائز و حرام ہے۔	باب	۲۰۱	چاندی کے عوض چاندی بیچنا۔	
۲۲۱	ایک شریک کا دوسرے شریک کے ہاتھ بیچنا۔	باب	۲۰۲	دینار کے عوض دینار فروخت کرنا۔	
۲۲۲	شریک زمین، مکانات اور سامان کے بیچنے کا ذکر جو تقسیم نہ ہوا ہو۔	باب	۲۰۲	سونا کے عوض چاندی ادھار فروخت کرنا۔	
۲۲۳	اگر دوسرے کیلئے کوئی چیز اس کی اجازت کے بغیر خریدے پھر وہ باطلی ہو جائے	باب	۲۰۳	باب بیع مزایہ	
				مزایہ معاملہ کے معنی	
			۲۰۴	ظہور شرادہ صلاہ شرک کا مطلب	
			۲۰۵	سونا چاندی کے عوض درخت پر لگی ہوئی کھجور بیچنا۔	
			۲۰۶	قابل امتناع ہونے سے پہلے پھلوں کو فروخت کرنا	
			۲۰۸	ظہور شرے پہلے خرید و فروخت کے مسائل و احکام	
			۲۰۹	کبھی کبھی کے بیع کے احکام	
			۲۱۰	بیع باطل انصاف کی تعریف اس کے احکام	

صفحہ	مضمون	باب	صفحہ	مضمون	باب
۲۲۵	بیع فضولی کے احکام و مسائل		۲۲۵	بیع فضولی کے احکام و مسائل	
۲۲۵	مشرکین اور دار الحرب کے رہنے والوں سے خرید و فروخت کرنا۔	باب	۲۲۵	مشرکین اور دار الحرب کے رہنے والوں سے خرید و فروخت کرنا۔	باب
۲۲۷	حربی سے غلام خریدنا اس کا بہرہ کرنا اور آزاد کرنا۔	باب	۲۲۵	حربی سے غلام خریدنا اس کا بہرہ کرنا اور آزاد کرنا۔	باب
۲۲۸	حضرت عمار بن یاسر کے حالات۔	باب	۲۲۷	حضرت عمار بن یاسر کے حالات۔	باب
۲۲۸	حضرت سلمان فارسی کے حالات۔	باب	۲۲۷	حضرت سلمان فارسی کے حالات۔	باب
۲۲۹	حضرت صہیب کے حالات۔	باب	۲۲۸	حضرت صہیب کے حالات۔	باب
۲۳۰	حضرت بلال حبشی کے حالات۔	باب	۲۲۸	حضرت بلال حبشی کے حالات۔	باب
۲۳۱	رضق میں کمی بیشی اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہے۔	باب	۲۳۱	رضق میں کمی بیشی اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہے۔	باب
۲۳۱	تمام انسانوں کا معیشت میں برابر ہونا ناممکن ہے۔	باب	۲۳۱	تمام انسانوں کا معیشت میں برابر ہونا ناممکن ہے۔	باب
۲۳۲	دباغت کرنے سے پہلے مردار	باب	۲۳۲	دباغت کرنے سے پہلے مردار	باب
۲۳۳	حالی کی کھالیں پیچنے کا حکم	باب	۲۳۳	حالی کی کھالیں پیچنے کا حکم	باب
۲۳۴	سور مار ڈالنا۔	باب	۲۳۴	سور مار ڈالنا۔	باب
۲۳۵	مردار کی چربی نہ پھلائی جائے۔	باب	۲۳۵	مردار کی چربی نہ پھلائی جائے۔	باب
۲۳۶	ان چیزوں کی تصویر چھپا جن میں جان نہیں ہوتی۔	باب	۲۳۶	ان چیزوں کی تصویر چھپا جن میں جان نہیں ہوتی۔	باب
۲۳۷	شراب کی تجارت کا حرام ہونا۔	باب	۲۳۷	شراب کی تجارت کا حرام ہونا۔	باب
۲۳۸	اس شخص کا گناہ جس نے کسی آزاد کو بیچ دیا	باب	۲۳۸	اس شخص کا گناہ جس نے کسی آزاد کو بیچ دیا	باب
۲۳۹	حضور نے یہود کو اپنی زمین فروخت کرنے کا حکم دیا۔	باب	۲۳۹	حضور نے یہود کو اپنی زمین فروخت کرنے کا حکم دیا۔	باب
۲۴۰	غلام یا جانور کو جانور کے عوض ادھار فروخت کرنا۔	باب	۲۴۰	غلام یا جانور کو جانور کے عوض ادھار فروخت کرنا۔	باب
۲۴۱	ایک بکری کو دو بکریوں کے عوض فروخت کرنا جائز ہے۔	باب	۲۴۱	ایک بکری کو دو بکریوں کے عوض فروخت کرنا جائز ہے۔	باب
۲۴۲	غلام کی بیع و شراہ کے متعلق	باب	۲۴۲	غلام کی بیع و شراہ کے متعلق	باب
۲۴۳	بیع سلم کے لغوی فقہی معنی		۲۴۳	بیع سلم کے لغوی فقہی معنی	
۲۴۴	بیع سلم کے شرائط۔		۲۴۴	بیع سلم کے شرائط۔	
۲۴۵	بیع سلم کا حکم		۲۴۵	بیع سلم کا حکم	
۲۴۶	ایک معین ناپ میں سلم کرنا۔	باب	۲۴۶	ایک معین ناپ میں سلم کرنا۔	باب
۲۴۷	معین وزن میں سلم کرنا۔	باب	۲۴۷	معین وزن میں سلم کرنا۔	باب
۲۴۸	اس شخص سے سلم کرنا جس کے پاس اصل مال نہ ہو۔	باب	۲۴۸	اس شخص سے سلم کرنا جس کے پاس اصل مال نہ ہو۔	باب
۲۴۹	چھوٹوں میں سلم کرنا۔	باب	۲۴۹	چھوٹوں میں سلم کرنا۔	باب
۲۵۰	سلم میں ضمانت دینا۔	باب	۲۵۰	سلم میں ضمانت دینا۔	باب
۲۵۱	سلم میں گروہ رکھنا۔	باب	۲۵۱	سلم میں گروہ رکھنا۔	باب
۲۵۲	ایک مدت میں سلم کے وعدے پر سلم کرنا۔	باب	۲۵۲	ایک مدت میں سلم کے وعدے پر سلم کرنا۔	باب
۲۵۳	ادائیگی کے پیرچھنے تک سلم کرنے کا ذریعہ	باب	۲۵۳	ادائیگی کے پیرچھنے تک سلم کرنے کا ذریعہ	باب
۲۵۴	شفعہ کی تعریف		۲۵۴	شفعہ کی تعریف	
۲۵۵	شفعہ کے مسائل و احکام		۲۵۵	شفعہ کے مسائل و احکام	
۲۵۶	شفعہ اس زمین میں ہے جو تقسیم نہ ہوئی ہو۔	باب	۲۵۶	شفعہ اس زمین میں ہے جو تقسیم نہ ہوئی ہو۔	باب
۲۵۷	پہلے شفیع و شفیعہ نہیں کرنا۔	باب	۲۵۷	پہلے شفیع و شفیعہ نہیں کرنا۔	باب
۲۵۸	گوشا پڑوسی زیادہ قریب ہے۔	باب	۲۵۸	گوشا پڑوسی زیادہ قریب ہے۔	باب

حُضُورِ سَرَّاءِ رِکَايَاتِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا مَنَصَّبَ وَمُقَامُ

شیخ شمس الدین عظیمی

۱۔ نبوت و رسالت انسانیت کی معراج کمال ہے۔ یہ ایک ایسا عظیم و جلیل منصب ہے جس سے بالاتر منصب اور کمال عالم امکان میں نہیں ہے۔ اور انبیاء و مرسلین میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس تو وہی ہوگی کائنات اور سرشتہ حسات و درجات ہے اور آپ کے مرتبہ کی عظمت و رفعت اور آپ کے جلال و جلال کا ادراک انسان کی سرحد عقل سے باہر ہے۔ آپ کی نبوت عالمگیر اور آپ کی رسالت جہانگیر ہے۔ آپ ہادی عالم اور مژگی کائنات ہیں۔ اور تمام نئی نوع انسا کے لیے مبشر و نذیر اور داعی الی اللہ اور رسول کل اور ہادی جہان میں یعنی جس کا خدا رب ہے حضور اس کے رسول ہیں۔ آپ کی رسالت و نبوت کی آفاقیت کے متعلق رب کائنات کا اعلان ہے۔

تَبَارَكَ الَّذِي سَخَّرَ الْفُرْقَانَ عَلَى عَبْدِهِ
لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا
بڑی برکت والا ہے وہ جس نے اپنے عہد خاص پر
قرآن اتارا جو سارے جہانوں کیلئے نذیر ہے۔

جیسے مسلمان اور کافر مطیع و نافرمان سب اللہ کے بندے ہیں۔ ایسے ہی تمام کائنات کے انسان و جن جنسی کو انبیائے سابقین اور ان کی امتیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہیں۔ جنہوں نے آپ کی دعوت کو قبول کیا وہ امت اجابت ہے اور جنہوں نے آپ کی دعوت کو قبول نہ کیا وہ امت دعویت ہے اسی بنا پر حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے اُس سبھی مقدس کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ اگر موی علیہ السلام زندہ ہوتے تو۔ مَا ذِيعْتَ اِلَّا اَنْ يَتَّبِعْنِي تو میری پیروی کے سوا ان کو کوئی چارہ کار نہ ہوتا۔

۲۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خلافت و نیابت کے منصب جلیل کے متعلق علامہ ابن تیمیہ اپنی تالیف الصمام المسلمون میں لکھتے ہیں کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے حضور کی اطاعت کو اپنی اطاعت احضور کی نافرمانی کو اپنی نافرمانی۔ حضور کی بیعت کو اپنی بیعت احضور کے فعل کو اپنا فعل اور حضور کی نطق کو اپنی وحی قرار دیا ہے جس سے اس امر کا اظہار ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور رسول کا حق ایک دوسرے کیلئے لازم و فزوم ہیں اور رسول کی عزت اور وقار کی جہت ایک ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے امردہی۔ اخبار و بیان کے معاملہ میں فرمایا ہے۔

فَاَقَامَهُ اللّٰهُ مَقَامَ نَفْسِهِ فِيْ كَهْبِهِ وَ
اَمْرُهُ وَ اَخْبَارُهُ وَ بَيَانُهُ فَلَا يَجُوزُ
الْفَرْقُ بَيْنَهُ وَ بَيْنَ اللّٰهِ تَعَالٰى مِنْ
هَذِهِ الْاُمُوْرِ۔
حضور سید کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا نائب اور قائم مقام بنایا ہے۔ لہذا مذکورہ بالا امور کی کسی بات میں یہ ممانع نہیں ہے کہ خدا اور اس کے رسول میں فرق کیا جائے۔

اس لیے ایک مسلمان کا یہ دینی و مذہبی فریضہ ہے کہ وہ جب بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ستودہ صفات کے کسی پہلو کو بیان کرنا چاہے تو آپ کے رسول اللہ ہونے کے منصب جلیل کو نظروں سے اوجھل نہ ہونے دے۔

۳۔ دنیا کے بادشاہوں اور حاکموں کے حکم و احکام کی جو کیفیت ہے وہ محتاج بیان نہیں ہے۔ ان کے احکام کی حاکمیت اور آپ کی تشریحی حیثیت کی عظمت کا یہ عالم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر زمانہ اور ہر ماحول میں تمام دینی اور دنیوی

معاملات میں آپ کی حاکمیت کو جی جان سے قبول کرنے کو مومن ہونے کی لازمی شرط قرار دیا ہے اور آپ کے کسی حکم اور فیصلہ سے انکار یا اس پر تنقید یا دل ہی میں اسے غلط سمجھنے کو گراہی دے دینی بتایا ہے۔ سورۃ نساء میں ارشاد باری ہے۔
 فَلَا سَبَّكَ لَا يُوْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ
 فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي
 أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا
 تَسْلِيمًا۔
 اے رسول محترم یہ لوگ مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ اپنے تمام معاملات میں تمہارا حکم نہ مان لیں پھر جو کچھ آپ فیصلہ فرمائیں اپنے دلوں میں اس سے رکاوٹ نہ پائیں اور دل سے آپ کے فیصلے کو تسلیم نہ کریں۔

یہ آیت اس موقع پر نازل ہوئی تھی جب کہ امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس منافق مسلمان کا سر قلم کر دیا تھا جس نے حضور نبی کریم علیہ السلام کے فیصلے کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ اور جب قتول کے وراثہ نے حضرت عمرؓ کے خلاف دربار نبوت میں استفادہ کیا۔ تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مطالبہ کیا کہ یہ عرض کیا تھا کہ یا رسول اللہ آپ کے رب کی قسم یہ لوگ مومن نہیں ہو سکتے جب تک تمام معاملات میں آپ کی حاکمیت اور آپ کے فیصلوں کو تسلیم نہ کریں۔ اور اللہ تعالیٰ نے مذکورہ بالا آیت نازل فرما کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رائے کی توثیق فرمادی اور دربار نبوت سے حضرت عمرؓ نے فاروق کا لقب پایا۔ اسی طرح حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پھوپھی زاد بہن حضرت زینب بنت جحش کا نکاح اپنے آزاد کردہ غلام حضرت زینبؓ کی عادت سے کرنا چاہا۔ تو حضرت زینبؓ اور ان کے بھائی نے اپنی عالی نسب اور خاندانی وجاہت کی بناء پر پیغام نکاح کو رد کر دیا۔ اس موقع پر سورہ احزاب کی یہ آیت نازل ہوئی۔

مَا كَانَ لِلْمُؤْمِنِ وَلَا الْمُؤْمِنَةِ إِذْ أَقْبَضَ
 اللَّهُ دَسْأُولَهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمْ
 الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ۔
 کسی مرد مومن اور مومن عورت کو یقین نہیں ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسول حکم فرمادیں تو انھیں اپنے معاملہ کا کچھ اختیار رہے۔

قابل غور بات یہ ہے کہ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اس نکاح کے رد کر دینے کا اختیار حاصل تھا۔ ایک عاقل و بالغ کا نکاح اس کی مرضی و اجازت کے بغیر کر دیا جائے تو وہ باطل محض ہے اور کسی سربراہ مملکت اور حاکم وقت کو بھی یہ حق نہیں ہے کہ وہ ایک عاقل و بالغ فرد کے اس اختیار کو ختم کر دے لیکن حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حاکمیت اور آپ کے فیصلوں کا اعتراف و اکرام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت زینبؓ کے اختیار کو رسول کریمؐ کے حکم اور فیصلے کے مقابلے میں اختیار قرار دیدیا اور اس آیت کے نزول کے بعد حضرت زینبؓ برضا و رغبت حضرت زیدؓ سے نکاح کرنے پر رضی ہوئیں اور انھوں نے حکم رسول کے سامنے معیہ قلب کے ساتھ اپنے سر کو جھکا دیا۔

۴۔ رسول اللہؐ ہونے کی بناء پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی حاکمیت و سربراہی کو اللہ تعالیٰ نے یہ اعزاز بھی بخشا ہے کہ اگر کوئی شخص اللہ کی عبادت و ریاضت میں بھی مصروف ہو تو عین حالت نماز میں بھی اللہ کے رسول کی آواز پر لبیک کہنا اور ان کے حکم کی تعمیل کرنا لازم و واجب ہے۔۔۔ ارشاد باری ہے۔۔۔

إِذَا دَعَا إِلَهُا بِأَنَّ إِلَهًا مَّا إِذْ دَعَاكُمْ
 إِذَا دَعَاكُمْ لَعَلَّكُمْ تَكْفُرُونَ۔
 اللہ اور رسول جب تمہیں آواز دیں تو فوراً لبیک کہو۔
 اگر آپ کا کلمہ مطلق ہے اس میں نہ وقت کی قید ہے اور نہ ماحول و زمانہ کی اسی بناء پر مفسرین نے

فرمایا کہ نمازی کو بحالت نماز بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پر بلیک کہنا لازم و واجب ہے اور اس کی وجہ ایک تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو کل جہان کے لیے مستقل طور پر مطاع و حاکم، امام و پیشوا بنایا ہے و مستقل طور پر ہی آپ کی اطاعت کو لازم و واجب قرار دیا ہے۔

وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا۔ وَمَنْ يُعِصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُّبِينًا۔ جس نے اطاعت کی اللہ اس کے رسول کی اس نے بڑی مراد کو پایا۔ جس نے نافرمانی کی اللہ اور اس کے رسول کی۔ وہ کھل ہوئی گمراہی میں گیا۔

قرآن مجید میں جہاں جہاں حضور کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے۔ اسے عام رکھا گیا ہے کسی قید کے ساتھ خاص نہیں کیا گیا۔ بلکہ قرآن نے یہ تصریح کر رکھی ہے کہ رسول کی اطاعت ہی خدا کی اطاعت ہے اور اطاعت رسول کے بغیر اطاعت خدا ناممکن ہے۔ سورہ نساء میں ارشاد باری ہے:-

مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ۔ جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔ اس نے رسول کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے۔ اور رسول کی آواز پر بلیک کہنا اللہ کی آواز پر بلیک کہنا ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نطق رسول کو اپنی وحی قرار دیا ہے۔

مَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ۔ وہ اپنی خواہش سے نہیں بولتے وہ جو کچھ کہتے ہیں وحی سے کہتے ہیں جو ان پر کی جاتی ہے۔

إِنْ هُوَ إِلَّا فِي هُوَ نعيم کا مرجع نطق رسول ہے یعنی ہر اس بات کو وحی قرار دیا ہے جس پر نطق رسول کا اطلاق ہو کیونکہ اگر کسی ایک بات میں یہ شبہ ہو جائے کہ رسول خواہش نفس سے بولتا ہے اور اس کا نطق وحی الہی نہیں ہے تو ہر رسالت پر سے اعتماد اٹھ جائے گا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اعلان فرمایا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نطق وحی الہی ہے۔ اسی بنا پر حدیث بخاری میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان مبارک کی طرف اشارہ کر کے فرمایا:- فَوَ الْكَذِبِ نَفْسِي بَيِّدَةٌ مَا أَخَذَ مِنِّي۔ مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری

زبان ہے۔ میری زبان پر حق ہی جاری ہوتا ہے۔ (احمد، ابوداؤد) قرآن مجید کی ان تصریحات پر غور کیجئے کہ اس شان کا حاکم اور اس عظمت کا سربراہ جس کی زبان مرعوی الہی کی ترجمان جو جس کا نطق وحی رحمانی ہو جس کا فعل سبحان ہو جس کی بیعت بیعت یزدان ہو جس کی سیرت و صورت تفسیر قرآن ہو و جس سے جنت و عقیدت روبرو ایمان ہو اور جس کی تعظیم و توقیر ایمان کی جان ہو۔ ایسی طیب و طاهر و معصوم شخصیت عالم امکان میں صرف اور صرف حضور سید المرسلین، خاتم النبیین سید کائنات فخر موجودات حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی ذات ستودہ صفات ہے۔

۵۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اموہ حسنہ کو اپنا نئے اور آپ کی سیرت طیبہ و اخلاق کو یہ کو اختیار کرنے کی ہدایت فرمائی ہے۔ ارشاد باری ہے:-

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ۔ اے مسلمانو! تمہارے لئے رسول خدا کی ذات گرامی ایک عمدہ ترین نمونہ ہے۔

اسوہ حسنہ رسول کی عظمت و اہمیت کو جاننے کے لئے یہ ضروری ہے کہ آیات قرآنہ کی روشنی میں یہ معلوم کیا جائے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا منصب و مقام اور آپ کے اقوال و اعمال کی دین اسلام میں کیا حیثیت ہے؟ دوم یہ کہ کیا آپ کی زندگی اقدس کے حالات و واقعات محفوظ شکل میں موجود ہیں اور قیامت تک محفوظ شکل میں موجود رہیں گے۔

۶۔ سوال اول کے جواب کے لیے یہ بنیادی بات ذہن نشین رہنی چاہیے کہ نبی علیہ السلام صرف ایک قاصد پیامبر الہی یا دنیاوی حاکموں کی طرح ایک حاکم اور بادشاہ ہرگز نہ تھے۔ آپ کے منصب کی یہ کیفیت بھی نہ تھی کہ کسی مجلس مشاورت نے آپ کو اسلامی ریاست کا سربراہ منتخب کر لیا تھا یا آپ ان خود ذاتی حیثیت میں اس منصب پر فائز ہو گئے تھے۔ بلکہ آپ کی حیثیت اللہ تعالیٰ کے خلیفہ اعظم اور نائب اکبر اور اس کی ذات و صفات کے مظہر اتم کی ہے۔ آپ بامور من اللہ اور اللہ کے رسول ہیں۔ جیسے آپ کی نبوت وہی ہے ایسے ہی آپ کا علم و فعل بھی عطیہ خداوندی ہے۔ چنانچہ قرآن کریم کی متعدد آیات میں آپ کے منصب جلیل کی نشاندہی کی گئی ہے اور آپ کی ذات اقدس کو مستقل طور پر اوصافِ نابھی۔ مطاع اندشایع ہونے کی حیثیت سے پیش کیا گیا ہے۔ اور آپ کی اطاعت کو کسی زمانہ کے ساتھ خاص نہیں کیا گیا بلکہ مطلق رکھا گیا ہے اور یہ تصریح بھی کی گئی ہے کہ اطاعت رسول ہی اطاعت خدا ہے۔

مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ ط

جس نے رسول کریم کی اطاعت کی اُس نے اللہ کی اطاعت کی۔

سورہ حشر میں فرمایا۔

مَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا - (حشر ۱۵۴)

یہ رسول جو کچھ حکم دیں اُسے لے لو۔ جس سے منع کریں اُس سے رُک جاؤ۔

سورہ اعراف میں ارشادِ ربانی ہے۔

يَا مَعْزُومُ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَهُمُ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيَجْعَلُ لَهُمُ الظُّلُمَاتِ وَيُحَذِّرُهُمُ الْخَبَائِثَ (اعراف ۱۵۴)

اسی طرح سورہ نحل میں آپ کے شارح کتاب اللہ ہونے کے منصب کا بیان ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ - (نحل ۱۰۳)

اور اے نبی یہ ذکر (قرآن) ہم نے تمہاری طرف اس لیے نازل کیا ہے کہ لوگوں پر بوضوح کر دے اور اس تلبیہ کو جو ان کی طرف نازل کی گئی ہے۔

ان آیات میں قرآن کے امر و نہی کا ذکر نہیں ہے۔ بلکہ امر و نہی اور تہلیل و تحریم کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل قرار دیا گیا ہے جس سے اس امر کی نشاندہی ہوتی ہے۔ دین صرف قرآن ہی نہیں بلکہ قرآن کے ساتھ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول و عمل اور سیرت جو دار اور آپ کا اسوہ حسنہ بھی اللہ کا دین اور اس کی شریعت ہے۔ جیسے قرآن مجید کے احکام کو ماننا اور ان پر عمل کرنا ضروری ہے ایسے ہی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و عمل اور دین سے

متعلق آپ کی ہدایت کو تسلیم کرنا اور ان پر عمل کرنا بھی ضروری ہے۔
۷۔ رہا یہ سوال کہ کیا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مبارکہ کا محفوظ شکل میں موجود ہے تو قرآن کی روشنی میں یہ بات نظر میں الشمس ہے کہ حضور کی سیرت طیبہ اور آپ کے اقوال و اعمال کا قیامت تک محفوظ و معصون رہنا ضروری ہے۔ آیت لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ سے بھی اس سوال کا جواب ملتا ہے کیونکہ اس آیت میں حضور کے اسوہ حسنہ کو زندگی کا لازمہ عمل بنانے کی جو ہدایت دی گئی تو اس پر عمل اسی صورت میں ممکن ہے جبکہ آپ کی سیرت طیبہ قیامت تک محفوظ شکل میں محفوظ رہے۔ اسی طرح آیت وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ سے اس امر کی تائید ہوتی ہے۔

۸۔ ابتدائی دور میں صحابہ کرام شہید کف حضور کی حفاظت کے لئے پہرہ دیا کرتے تھے۔ ایک رات صحابہ کرام حسب دستور ہرے پر تھے کہ سورۃ مادہ کی آیت وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ نازل ہوئی۔ اس پر حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ اِنصُرُوْهُ اَفْكَدْ عَصَمْتَنِي اللّٰهُ لوگو! واپس ہو جاؤ میری حفاظت کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے لے لیا ہے۔ (توصی)

اگرچہ آیت کا شان نزول خاص ہے مگر اس کا عموم و اطلاق یہ بتاتا ہے کہ جب جسم نبوی حفاظت خداوندی میں آگیا تو ذات کے ساتھ صفات نبوی بھی اللہ کی حفاظت میں آگئیں پس جیسے قرآن حفاظت خداوندی میں آکر تحریف و تبدیل اور باطل کی آمیزش سے محفوظ و معصون ہے تو ایسے ہی اس آیت کی مدد و روشنی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات و صفات، قول و عمل اور آپ کی سیرت طیبہ اور اسوہ حسنہ کا اللہ تعالیٰ کی نگہبانی اور حفاظت میں آکر باطل کی آمیزش سے پاک و صاف رہ کر قیامت تک محفوظ رہنا بھی ضروری و لازمی ہے۔

چنانچہ یہ حقیقت ہے کہ صفات تاریخ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں دوسرے مذاہب کے بانفوں کی تصویریں و صندلی میں مثلاً زرتشت کے متعلق آج تک قطعی اور یقینی طور پر معلوم نہ ہو سکا کہ وہ کس ملک میں پیدا ہوا۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی کے صرف آخری تین سالوں کے کچھ حالات ملتے ہیں لیکن ان کی زندگی کے مکمل حالات و واقعات کے بیان سے تاریخ خاموش ہے یہی کیفیت اللہ تعالیٰ کے پیچھے اور رتخت انبیاء سابقین کی ہے کہ قرآن مجید اور انجیل کے توسط سے ان نقوش قدسہ کے کچھ حالات زندگی مجمل طور پر سامنے آجاتے ہیں۔ مگر ان کی مکمل سوانح حیات ایک راز مرستہ ہی ہے۔ اس کے برعکس حضور خاتم النبیین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی صرف ایک ایسی ذات گرامی ہے کہ آپ کی سیرت و صورت، اخلاق و کردار، اعمال و افعال آپ کی زبان مبارک کا ایک ایک لفظ اور آپ کی حیات مقدسہ کی ایک ایک لمحہ غریب آپ کی زندگی اقدس کے حالات اپنی تمام جزئیات کے ساتھ محفوظ ہیں۔ نہ صرف یہ بلکہ حضور کے طفیل جن قدسی صفات افراد صحابہ کرام کے زندگی کے تمام کوائف ان کا نام و نسب اخلاق و سیرت بھی محفوظ ہے۔ حتیٰ کہ ان بے زبان جانوروں اور بے جان چیزوں سے بھی دنیا ستارت ہو گئی جنہیں کسی نہ کسی موقع پر حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس سے نسبت ہو گئی۔

ایمان و دیانت سے غور کیجئے کہ عالم امکان میں صرف ایک ہی ایسی ہستی ہے جس کی سیرت و صورت، اخلاق و کردار اور جس کی زندگی کا ہر گوشہ محفوظ ہے محفوظ رہنے کی اس کے سوا اور کچھ وجہ نہیں ہے۔ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

مکمل ذات و صفات کا محافظ و نگہبان اللہ تعالیٰ ہے اس لئے قلب اسلامیکہ کا سب سے اہم فرض یہ ہے کہ وہ ہر لمحہ سر آن حضور سرور کائنات انفرجہ موجودات، محبوب خدا، حضرت محمد مصطفیٰ علیہ التیمۃ کے منصب جلیل کو پیش نظر رکھے۔ اور آپ کے اقوال و اعمال اور سیرت و کردار کو اپنا رہنما بنائے اور اپنے تمام دینی و دنیوی، داخلی و خارجی، سیاسی و تمدنی مسائل و سماجی مسائل اور الجھنوں کو حل کرنے میں قرآن اور صاحب قرآن کی حاکمیت و سربراہی کو دل و جان قبول کرے۔

اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اہمیت

حضور سرور عالم نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت صرف قرآنی احکام تک محدود نہیں ہے بلکہ آپ کی صورت و سیرت، اقوال و افعال بھی دین اور شریعت ہیں۔ قرآن مجید میں تصریح ہے۔

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ۚ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ
وہ اپنی خواہش سے کچھ نہیں کہتے لیکن وہی کہتے ہیں (پولاد)

پر وحی ہوتی ہے۔

اس لیے رسول کریم کی اطاعت دراصل اللہ تعالیٰ ہی کی اطاعت ہے۔

• مَنْ أَطَاعَ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ
• يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَ
أَطِيعُوا الرَّسُولَ وَلَا تَبْطُلُوا أَعْمَالَكُمْ
• يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ
وَ لِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ

اطاعت رسول کی طرف توجہ دلاتے ہوئے قرآن حکیم میں صرف ثانوی حیثیت ہی میں اس کا ذکر نہیں کیا گیا۔ بلکہ بالاعتقاد اس کا حکم دیتے ہوئے فرمایا ہے۔

مَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا
نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا

چنانچہ امام جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا
بِأَمْرٍ يَخِصُّ مَنْ شَاءَ بِمَا شَاءَ مِنَ الْأَحْكَامِ
منصب یہ ہے کہ آپ جسے چاہیں جس حکم شرعی سے مستثنیٰ
فمنہ ما دین۔ (خصائص کبریٰ جلد دوم)

چنانچہ امام قسطلانی نے اس کی تفسیر میں پانچ، امام جلال الدین سیوطی نے دس اور اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمہ نے پندرہ
واقعی صحیح معنیٰ احادیث سے نقل فرماتے جن میں سے چند یہ ہیں :-

سید یہ ہے کہ قربانی شہریوں کے لیے مبارک عید کے بعد کرنی چاہیے، اور بیوی یا بھرا جس کی قربانی کے
جائے۔ وہ پورے ایک سال کا ہونا چاہیے۔ لیکن بخاری و مسلم میں براہ ابن عازب سے ہے کہ اگر

قربانی کا جانور

ماہوں ابرودہ میں دینار نے نماز عید سے قبل قربانی کر لی۔ جب انہیں معلوم ہوا تو دربار نبوت میں حاضر ہوئے۔ عرض کی یا رسول اللہ میرے پاس چھ مہینے کا بکری کا بچہ ہے۔ مگر سال بھر والے سے اچھا ہے۔ فرمایا۔ جاؤ تم اس کی جگہ یہ چھ مہینے کا بکری کا بچہ ہی قربانی کر دو مگر یاد رکھو اتنی عمر کی بکری تمہارے بعد کسی کو

لَنْ تُجْزِيَ عَنْ أَحَدٍ بِعَدْلِكَ (بخاری) | قربانی کے لیے کافی نہ ہوگی۔

دیکھئے حضور نے ابرودہ کے لیے ششماہی بکری کے بچہ کی قربانی جائز فرمادی۔ حالانکہ کسی دوسرے کے لیے اس وقت بھی اور آج بھی ششماہی بکری کے قربانی کافی نہیں ہے۔

عویٰ حکم یہ ہے کہ کسی امر کے ثبوت کے لیے دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی ضروری ہے مگر حضور علیہ السلام نے ایک اعرابی سے گھوڑا فرمایا۔ وہ بیچ کر عمر کی اور گواہ مانگا۔ چونکہ یہ واقعہ کسی کے سامنے کا نہ تھا اس لیے کوئی گواہی دینے کے لیے تیار نہ ہوا۔ اتنے میں حضرت خزیمہ حاضر دربار ہوئے۔ چٹنگوٹن کر عرض کی۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ تو نے یہ گھوڑا

أَنَا أَشْهَدُ بِأَنَّكَ بَايَعْتَهُ | حضور کے ہاتھ فروخت کیا
حضور نے فرمایا۔ خزیمہ تم تو موجود نہ تھے تم نے گواہی کیسے دی؟ عرض کی یا رسول اللہ!
أَنَا أَصَدِّقُكَ عَلَى حَيْثُ لَمْ تَكُنْ وَاللَّهِ حُضِرَ | جب میں آسمان وزمین کی خبروں پر آپ کی تعصبات کرتا ہوں تو
أَلَا أَصَدِّقُكَ عَلَى الْأَعْرَابِ؟ | اعرابی کے مقابلہ میں تعصبات نہ کروں؟

حضور پر فرصل اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ خزیمہ جس کسی کے
مَنْ شَهِدَ لَهُ حَزِينٌ مِمَّنْ أَوْ شَهِدَ عَلَيْهِ خَسْبَةٌ | نفع یا ضرر کی گواہی دیں ایک انہیں کی شہادت بس ہے۔
مگر حضور حضرت خزیمہ کو اس حکم سے مستثنیٰ فرما رہے ہیں۔ معلوم ہوا کہ حضور مالک شریعت ہیں۔

بجاری و مسلم کی حدیث ہے کہ ایک شخص حضور کی خدمت میں حاضر ہوا عرض کی یا رسول اللہ میں ہلاک ہو گیا فرمایا کیا ہوا عرض کی رمضان میں اپنی بیوی کی نزدیکی کی حضور نے فرمایا غلام آنا دکر

رمضان کے روزہ کا کفارہ |

سکتا ہے۔ عرض کی نہیں۔ فرمایا لگاتار دو مہینے لمبے روزے رکھ سکتا ہے۔ عرض کی نہیں۔ اتنے میں مجھ کو دربار اقدس میں آپ نے فرمایا۔ ہاں انہیں محتاج ہیں تقیر کر دے۔ عرض کی یا رسول اللہ، مدینہ میں مجھ سے زیادہ کوئی محتاج نہیں ہے۔ سوال کی چٹنگوٹن سن کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہنس آگئی۔ یہاں تک کہ دندان مبارک ظاہر ہو گئے اور فرمایا:-

إِذْ هَبْ فَأَطْعَمْتُهُ أَهْلَكَ | جاؤ اور اپنے اہل و عیال کو کھلا دے

ہاں یہ یہ الفاظ درج ہیں:-
كُلْ أَنْتَ وَعِيَالُكَ تُجْزِيكَ وَلَا تُجْزِي أَحَدًا | جاؤ اور میرے عیال کھالیں۔ یہ صرف تجھے جائز ہے اور زبیر۔
بَعْدَكَ | بعد اور کسی کو نہیں۔

واظنی کے لفظ یہ ہیں کہ حضور نے فرمایا تو اور زبیر عیال کھالے۔

فَقَدْ كَفَرَ اللَّهُ عَنْكَ

| اشد نے تیری طرف سے کفارہ قبول کر لیا۔

سُبْحَانَ اللَّهِ! کیا مرتبہ ہے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کہ آپ نے اس شخص کے لیے کفارہ خود ہی کھا لینا فرمایا اور یہ اطلاع بھی دے دی کہ خاص طور پر تیرے لیے جو میں نے حکم دیا ہے وہ اشد کی رضا کے مطابق ہے۔ اشد تعالیٰ نے کفارہ کو قبول فرمایا۔

سونے کی انگوٹھی | مرد کے لیے سونے چاندی کے زیورات پہننا حرام ہے۔ لیکن حضرت برار ابن عازب کو خاص طور پر حضور علیہ السلام نے سونے کی انگوٹھی پہننے کی اجازت فرمائی۔

مسند احمد میں ہے کہ محمد بن مالک نے کہا کہ ہم نے حضرت برار کو دیکھا کہ وہ سونے کی انگوٹھی پہنے ہوئے ہیں۔ لوگوں نے اعتراض کیا کہ تم سونے کی انگوٹھی پہنتے ہو۔ حالانکہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔ حضرت برار نے جواب دیا کہ حضور علیہ السلام ایک مرتبہ مالی غنیمت تقسیم فرما رہے تھے۔ ایک یہ انگوٹھی باقی رہ گئی۔ آپ نے مجھے بلایا اور یہ انگوٹھی مجھے پہنا دی اور فرمایا۔

الْبَيْتُ مَا كَسَاكَ اللَّهُ وَكَسَوْنَا | پس تو جو کچھ تجھے اشد اور رسول پہناتے ہیں

حضرت برار ابن عازب نے یہ واقعہ بیان کر کے کہا کہ تم لوگ کیسے مجھے کہتے ہو کہ جو چیز رسول خدا نے مجھے پہنائی وہ میں اُتار ڈالوں۔ یہاں حضرت برار ابن عازب کے جوابی کلمات قابل غور ہیں۔ فرماتے ہیں۔

كَيْفَ تَأْمُرُونِي أَنْ أَضَعُ | تم کیونکر مجھے کہتے ہو کہ میں حضور علیہ السلام کی پہنائی ہونے والی انگوٹھی اُتار دوں۔

دو نماز کی شرط پر اسلام لانا | یہ تو سب کو معلوم ہے کہ ہر مسلمان مرد و عورت پر دن میں پانچ وقت نماز فرض ہے۔ مگر حضور نے ایک شخص کا اسلام اس شرط پر قبول فرمایا کہ وہ دو نمازوں

سے زائد نہ پڑھے گا۔ چنانچہ نصران عاصم ایک آدمی سے روایت کرتے ہیں کہ ایک صاحب خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور اس شرط پر اسلام لائے کہ

فَأَسْلَمَ عَلَى أَنْتَدَ لَا يُصَلِّي إِلَّا صَلَاتَيْنِ فَقِيلَ ذَالِكَ (مسند احمد)

دن میں صرف دو ہی نمازیں پڑھوں گا۔ حضور علیہ السلام نے ان کا اسلام قبول فرمایا۔

واضح ہو کہ اگر آج کوئی عیسائی یا ہندو اس شرط پر اسلام لائے کہ میں دو ہی نمازیں پڑھوں گا۔ نمازی ہی پر کیا موقوف ہے مہ کسی ایک رکعت اسلام کی رعایت ہی چاہے تو ہم ایسی شرطوں پر نہ اس کے اسلام کو قبول کریں گے اور نہ وہ مسلمان ہی قرار دیا جائیگا۔ اس وقت تو خود حضور علیہ السلام موجود تھے۔ چونکہ آپ مالک شریعت، شارع اسلام اور اللہ کے فیض اعظم اور اس کی ذات و صفات کے مظہر قائم تھے۔ اس لیے آپ کو یہ مرتبہ حاصل ہے کہ آپ جن شخص کو چاہیں اور جس حکم شرعی سے چاہیں مستثنیٰ فرمادیں۔ ہاوشما کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ اسلام کے ارکان میں کسی قسم کی بھی زیادتی یا کمی کرے۔ یہ منصب اگر حاصل ہے اور اللہ تعالیٰ نے یہ اختیار کسی ہستی کو عطا کیا ہے تو وہ صرف حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ کی ذات اقدس ہے۔

کتاب النبیۃ - کتاب خرید و فروخت کے بیان میں

وَأَحَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا | اور اللہ تعالیٰ نے حلال کیا بیع کو اور حرام کیا سود کو
بیع کے معنی اور اس کے شرائط | بیع کے معنی اذروٹے لغت مطلقاً مبادلہ کے ہیں۔ مثلاً اس کی ضد ہے اور اس کے
شرح میں بیع کے معنی یہ ہیں کہ دو شخصوں کا باہم مال کو مال سے ایک مخصوص صورت کے

ساتھ تب دکرنا۔

۲۔ بیع قول اور فعل دونوں سے ہر سکتی ہے۔ اگر قول سے ہو تو ایجاب و قبول اس کے ارکان ہیں۔ مثلاً ایک نے کہا میں نے
بیچا دوسرے نے کہا میں نے خریدا اور اگر فعل سے ہو تو چیز لینا اور دینا اس کے ارکان ہیں اور یہ لینا اور دینا ایجاب و قبول کے قائم مقام
ہو جاتا ہے۔ مثلاً اگر بیچنے والے پکارتے ہیں۔ اس گلاس کی قیمت ایک روپیہ، ایک روپیہ۔ خریدار آتا ہے ایک روپیہ دے دیتا ہے
اور گلاس اٹھا لیتا ہے۔ طرفین باہم کوئی بات نہیں کرتے مگر دونوں کا فعل ایجاب و قبول کے قائم مقام قرار پاتا ہے۔ اس قسم کی
بیع کو تعاملی کہتے ہیں۔

۳۔ بیع کے طریق میں سے ایک کو بائع اور دوسرے کو مشتری کہتے ہیں۔

۴۔ ایسے دو لفظ جو تملیک و ملک کا افادہ کریں۔ یعنی جن کا یہ مطلب ہو کہ چیز کا مالک دوسرے کو کر دیا یا دوسرے کی چیز کا مالک
ہو گیا۔ ان دونوں کو ایجاب و قبول کہتے ہیں۔ پہلا کلام ایجاب اور اس کے مقابل میں بعد والے کلام کو قبول کہتے ہیں مثلاً بائع نے
کہا میں نے یہ چیز اتنے دام میں بیچی۔ مشتری نے کہا میں نے خریدی تو بائع کا کلام ایجاب ہے اور مشتری کا قبول ہے۔
۵۔ بیع کے صحیح ہونے کے لیے چند شرائط ہیں۔

اول۔ بائع و مشتری کا عاقل ہونا۔ یعنی جنوں یا بالکل ناگجہ کی بیع صحیح نہیں، دوم عاقد کا متعدد ہونا یعنی ایک ہی شخص بائع
بھی ہو اور مشتری بھی، یہ نہیں ہو سکتا۔ سوم ایجاب و قبول میں موافقت ہو یعنی جس چیز کا ایجاب ہے اسی چیز کا قبول ہو۔ چہارم ایجاب
و قبول کا ایک مجلس میں ہونا پنجم بائع و مشتری کا باہم ایک دوسرے کے کلام کو سنا۔ ششم۔ بیع کا موجود ہونا۔ مال منقوم ہونا ملک ہونا
مقدور تسلیم ہونا ضروری ہے۔ یہ ہی وجہ ہے کہ عمل کو یا قبیضی ہو دودھ ہے۔ اس کی بیع جائز نہیں۔ ہو سکتا ہے کہ جانور کا پیٹ پھول گیا
ہو اور اس کے پیٹ میں بچہ نہ ہو اور دھن میں دودھ نہ ہو۔ خون اور مردار کی بیع جائز نہیں کی یہ مال نہیں۔ شراب و خمر پر کی بیع مسلمان
کے حق میں جائز نہیں کی یہ مال منقوم نہیں ہے پھل نمودار ہونے سے پہلے بیچنا صحیح نہیں۔ مہتم۔ بیع موقت نہ ہو۔ اگر موقت ہے مثلاً یہ بچہ
کہ یہ ساٹھ سال میں نہ ایک سال کے لیے بیچا تو یہ بیع صحیح نہیں۔ ہشتم۔ بیع و شن دونوں اس طرح واضح ہوں کہ نزاع پیدا نہ ہو سکے
اگر پھول جانور کا نزاع پیدا ہو سکتا ہے تو بیع صحیح نہیں۔ مثلاً بکریوں کے ریوڑ میں سے ایک بکری بغیر متعین کئے بیچ دی یا کہنا کہ یہ بکری واجبی
دام پر بیچنا ہوں یا کہنا۔ فلاں شخص جو دام اس کا مفرد کرے اس پر بیچنا ہوں تو یہ بیع درست نہیں کہ اس میں جھگڑا ہو سکتا ہے۔
۶۔ بیع کا حکم یہ ہے کہ مشتری بیع کا مالک ہو جائے اور بائع حق کا۔ جس کا یہ ہو گا کہ بائع پر واجب ہے کہ بیع کو مشتری کے حوالے

کر دے اور شری پر لازم ہے کہ بائع کو ثمن (قیمت) دیدے۔

ربو کے معنی | لغت میں ربو کے معنی زیادتی اور بھڑکی کے ہیں اور اصطلاح شرع میں ربو ایسی زیادتی کہتے ہیں، جو غیر کسی مال معاوضہ کے حاصل کی جائے۔ زمانہ جاہلیت میں عموماً ربو ایسی کو کہتے اور سمجھتے تھے جسے آج سود کہا جاتا ہے۔ یعنی ادھار کی میعاد پر معین شرح کے ساتھ زیادتی یا نفع لینا۔ عرب میں اکثر دواج یہ تھا کہ ایک معین رقم، معین مدت کے لئے معین مقدار سود پر قرض دیدی جاتی تھی۔ مفروض ہے اگر میعاد مقررہ پر رستم واپس کر دی تو مقررہ سود لے کر معاہدہ ختم ہو گیا اور اگر مفروض میعاد مقررہ پر رقم واپس نہ کر سکا تو آئندہ کے لیے مزید سود کا معاملہ طے کیا جاتا تھا۔

آٹھویں سال فتح مکہ کے موقع پر حبیب آیات دوانا زلی ہوئیں تو ان کو ٹھٹھے ہی ربو کے مترادف معنی جاہلیت عرب کے زمانہ میں قرض تھے۔ یعنی قرض کی رستم پر معین نفع لینا، کو سب نے سمجھ لیا اور اس کو قطعاً جان کر چھوڑ دیا۔ چنانچہ ربو کی یہ تعریف ایک حدیث میں ان اہل ظہیر کی ہے:-

كُلُّ قَرْضٍ حَبْرٌ مُنْفَعَةٌ فَهُوَ رِبَاٌ | ہر قرض نفع لائے وہ ربو ہے۔

اگرچہ اس حدیث کی سند پر جرح کی گئی ہے، حتیٰ کہ اس کی اسناد کو ضعیف بتایا گیا ہے، لیکن فقہاء کرام اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں اور سراج غیر میں اس حدیث کو حسن غیر قرار دیا گیا ہے۔ تاہم اگر کسی کو اس حدیث سے استدلال کرنے میں تامل ہو تو یہ بات تو بالکل واضح ہے کہ ربو کی جو تعریف حدیث مذکور میں بیان ہوئی ہے (یعنی قرض پر نفع لینا) آیات ربو کے نزول سے قبل بھی تمام عرب میں مشہور و معروف تھی اور جب آیات ربو نازل ہوئیں تو لوگوں نے مذکورہ بالا مفہوم کو دیکھا، اور اسی کو حرام قطعی جان کر ترک کر دیا تو اگر اس حدیث سے استدلال نہ بھی کیا جائے تو بھی لغت عرب اور دواج عرب اس کے مفہوم کو متعین کرنے کے لیے کافی تھا۔ لسان العرب میں ہے: الرِّبَاُ بَوَانٌ وَالْحَرَامُ كُلُّ قَرْضٍ يُؤْخَذُ بِهِ | ربو دو قسمیں ہیں۔ حرام ہر وہ قرض ہے جس پر کچھ زیادہ لیا اکثر ہٹاؤ یا عیب بہہ مُنْفَعَةٌ (لسان العرب) | جائے یا قرض پر کوئی منفعت حاصل کی جائے۔

لغت حدیث کی نہایت مستند کتاب نہایت اہم اثر میں ہے۔

تَكَوَّنَ ذَكَرُ الرِّبَا فِي الْحَدِيثِ وَالْأَصْلُ فِيهِ | احادیث میں بار بار ربو کا ذکر آیا ہے اور اصل اس باب میں الزِّيَادَةُ عَلَى رَأْسِ الْمَالِ مِنْ غَيْرِ عَقْدٍ تَبَايَعُ | یہ ہے کہ بغیر عقد بیع کے راس المال پر کوئی زیادتی لینا۔

علامہ ابن العربی بالکل علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔ لفظ ربو عرب میں مشہور و معروف تھا اور جس شخص نے یہ خیال کیا کہ یہ آیت مجمل ہے اس نے شریعت کے قطعی مقاصد کو نہیں سمجھا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو ایک ایسی قوم کی طرف بھیجا جس میں وہ خود شامل تھے اور انہیں کی زبان میں بھیجا اور اپنی کتاب (قرآن) ان کی زبان میں آماری تاکہ ان کے لیے آسان ہو جائے اور بالغت عرب میں زیادتی کو کہتے ہیں اور مراد وہ زیادتی ہے جس کے

وَالْعَوْدُ فِي الْآيَةِ كُلُّ زِيَادَةٍ لَا يَتَابَلَهَا | مقابلہ میں مال عوض نہ ہو۔

(احکام القرآن)

عوض | علامہ ابو بکر جصاص حنفی علیہ الرحمہ احکام القرآن میں فرماتے ہیں۔

ربا کی ایک قسم وہ ہے جو بیع میں ہوتا ہے اور دوسرا وہ جو بیع میں نہیں ہوتا اور یہی ربا اہل جاہلیت میں جاری تھا اور یہ ہے کہ قرض کسی میعاد کے لیے اس شرط پر دیا جائے کہ قرض لینے والا اس پر کچھ زیادتی ادا کرے۔

ان میں ایک کے معنی تو اسی ربا کے ہیں جس پر اہل جاہلیت کا تعامل تھا اور دوسرے کے معانی ناپے یا تولنے والی ایک نمک کے تلب ولام میں تفاضل کے ہیں۔

اس آیت سے اللہ تعالیٰ کی جو مراد تھی اس کو زیادہ تر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نص اور توقیف کے طور پر بیان فرمایا اور کچھ استدلال سے بھی واضح فرمایا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کی مراد دونوں طریقوں سے اہل علم پر واضح ہو گئی۔ جو ربوا اہل نبی کے ہاں معروف اور علما راجح تھے وہ سوائے اس کے اور کچھ نہ تھے کہ درہم و دینار کے میادی قرض پر کچھ زیادتی جس کی شرح باہمی رضا مندی سے مقرر ہوتی تھی۔ عرب اس ربا کے نقد کے بیع سے واقف نہیں تھے۔ جس میں کہ ہم جنس میں تفاضل کیب جاتے۔

اور ہم یہ بیان کر چکے ہیں کہ اساد شرع توقیفی ہیں دوم یہ کہ یہ معلوم و مشہور ہیں (اور وہ اس طرح) کہ ربا جاہلی پر تھا کہ قرض موبل ہوتا تھا جس میں زیادتی کی شرط ہوتی تھی۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس کو باطل قرار دیا اور حرام کیا، چنانچہ فرمایا اگر تم باز رہاؤ تو تمہارے لیے راس المال ہے، اور آگے فرمایا (پھر وہ جو باقی رہ گیا ہو سو دین سے) مدت کے بدلے میں معاوضہ لینے سے منع کیا۔ اگر کسی پر ہزار درہم ہوئے ایک مقررہ وقت تک تو جلدی ادا کیل کی صورت میں کچھ کم کر دینے جاتے۔

اگر اس وقت اس کے اوپر ہزار درہم ہوتے تو کتنا کہ مدت بڑھاؤ میں سو درہم بڑھاؤں گا تو یہ جائز نہیں ہے کہ یہ سو درہم معاوضہ

۱۱ فَمِنْ رَبِّمَا هُوَ بَيْعٌ وَمِنْهُ مَا لَيْسَ بَيْعٌ وَهُوَ رَبَا أَهْلِ الْجَاهِلِيَّةِ وَالْقَرْضُ مَشْرُوطٌ فِيهِ الْإِجْلُ وَزِيَادَةُ مَالٍ عَلَى الْمُسْتَقْرِضِ - (احکام القرآن)

۱۲ مَعْنَايَانِ أَحَدُهُمَا الرِّبَا الَّذِي كَانَتْ عَلَيْهِ أَهْلُ الْجَاهِلِيَّةِ وَالثَّانِي التَّفَاضُلُ فِي الْجِنْسِ الْوَاحِدِ مِنَ الْمَكِيلِ وَالْمَوْزُونِ - آگے فرماتے ہیں :-

۱۳ وَتَدْبِيرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَثِيرًا مِنْ مَرَادِ اللَّهِ بِالْأَلْيَةِ نَصًّا وَتَوْقِيفًا وَمِنْهُ مَا بَيَّنَّاهُ لِيُلاَءِ خَلْعُ يَخْلُ مَرَادُ اللَّهِ مِنْ أَنْ يَكُونَ مَعْلُومًا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ بِالتَّوْقِيفِ وَالْإِسْتِدْلَالِ - وَالرِّبَا الَّذِي كَانَتْ الْعَرَبُ تَعْرِفُهُ وَتَفْعَلُهُ إِنَّمَا كَانَ قَرْضَ الدِّمَارِ هُوَ وَالْدَّنَا سِيرًا إِلَى أَجَلٍ بِزِيَادَةٍ عَلَى مَقْدَارِ مَا اسْتَقْرَضَ مِنْ عَلَى مَا يَتَرَاهُونَ بِهِ لَوْ يَكُونُ يُعْرِضُونَ الْبَيْعَ بِالنَّقْدِ وَإِذَا كَانَ تَفَاضُلًا مِنْ جِنْسٍ وَاحِدٍ -

۱۴ وَتَدْبِيرِ بَيْنَا أَنْ اسْمَاءَ الشَّرْعِ تَوْقِيفٌ وَالثَّانِي مَعْلُومٌ أَنَّ رِبَا الْجَاهِلِيَّةِ إِنَّمَا كَانَ قَرْضًا مَوْجَلًا بِزِيَادَةٍ مَشْرُوطَةً فَكَانَتْ الزِّيَادَةُ بَدَلًا مِنَ الْإِجْلِ فَابْطُلَ مَا لَمْ يَلَمْ اللَّهُ تَعَالَى وَحَرَمَهُ وَقَالَ وَإِنْ تَبَيَّنَ فَلَكُمْ رُوسُ أَمْوَالِكُمْ وَقَالَ تَعَالَى وَذُرُوا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا حِطْرَانِ يُوْحِضُ لِلْأَجَلِ عَوْضٌ فَإِذَا كَانَتْ عَلَيْهِ الْفَتْ دَرَاهِمُ مَوْجِلَةٌ فَوَضَعَ عَنْهُ عَلَى أَنْ يُعْجِلَهُ -

۱۵ لَوْ كَانَ عَلَيْهِ الْفَتْ دَرَاهِمُ حَالَةً فَقَالَ لَهُ أَجْلُنِي وَإِذَا بَدَلْتُ فِيهَا مِائَةَ دَرَاهِمٍ لَا يَجُوزُ

لان المسألة عوض من الاجل۔

میں مدت کا۔

الغرض قرآن مجید نے جس ربا کو حرام قرار دیا ہے۔ اس کا مشہور و متعارف مفہوم قرض دے کر اس پر نفع لینا ہے۔ ربا کے اس مفہوم میں نہ کرن اُٹھا دے اور نہ ابھام۔ زمانہ نبوی سے لے کر آج تک تمام صحابہ کرام و ائمہ دین اس کے حرام قطعی پہنچے تشریح میں ربوا کی تشریح کے متعلق حضرت فاروق اعظم کا بیان

إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَضَىٰ وَكَلَّمَ يُقْسِرُ هَٰذَا فَتَحَدَّعُوا - الرِّبَا - وَالرِّبَا -

(ابن ماجہ و دارمی)

شائبہ ہو۔

اس کی پوری تشریح بیان نہیں فرمائی تھی کہ آپ کا وصال ہو گیا لہذا سو بھی چھوڑ دو اور ان کو بھی چھوڑ دو جن میں سود کا

دوسری روایت کا مضمون یہ ہے جناب فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔

تین مسائل ایسے ہیں کہ مجھے یہ بتا دے گا کہ اس حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے متعلق ہم پر مزید تشریح و توضیح فرمادے دو سکے تو میراث کے ہیں (یعنی داد اور کلاہ کی میراث) اور ربوا کے بعض ابواب و اقسام کی تشریح۔ (تفسیر ابن کثیر)

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذکورہ بالا ارشاد دراصل ربا کی قسم دوم ہی کے متعلق ہے جس کا بیان حدیث نبوی میں آیا ہے۔ اسی قسم دوم کی تشریحات کے متعلق جناب فاروق اعظم نے تشکیلی کا اظہار فرمایا۔ یعنی یہ حکم ان چیزوں کے ساتھ مخصوص ہے یا یہ چھ چیزیں بطور مثال کے بیان ہوئی ہیں اور دوسری اشیاء اسی حکم میں داخل ہیں اور اگر دوسری اشیاء بھی اسی میں داخل ہیں تو ان کا ضابطہ کیا ہے؟

یہ ہی وجہ ہے کہ آئمہ مجتہدین سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ امام شافعی دامام مالک دامام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اپنے اپنے اجتہاد سے ان چیزوں کا ضابطہ مقرر کیا اور دوسری اشیاء کو بھی اسی ضابطہ کے ماتحت اس حکم میں داخل قرار دیا۔

ربا کی قسم اول جسے قرآن نے بیان کیا ہے۔ حضرت فاروق اعظم کا مذکورہ بالا بیان اس کے متعلق ہرگز نہیں ہے کیونکہ قرض پر نفع لینا تو ربوا کا ایسا مفہوم ہے، جو آیت ربوا کے نزول سے قبل ہی مشہور و معلوم تھا۔ اور قرآن نے اس کو حرام قطعی قرار دیا۔ پس قسم اول کے ربوا کا حرام قطعی ہونا قرآن مجید و حدیث رسول اور اجماع امت سے ثابت ہے۔

سودی لین دین مفلسی و ناداری کی وجہ سے ہو یا تجارت کی غرض سے بہر حال حرام و ناجائز و منوع ہے

قراردیا ہے۔ یعنی قرض پر نفع لینا خواہ کسی بھی درجہ سے ہو بہر حال حرام ہے۔ سودی لین دین اپنی کسی مصیبت، ضلعی و ناداری کی بنا پر کیا جائے یا سرمایہ دار معمول تجارت کے لیے سودی معاملہ کرے۔ آیت حرم الربوا کے حرم و اطلاق کی بنا پر حرام قطعی ہے۔ کچھ لوگوں کا یہ کہنا ہے کہ غریب و مصیبت زدہ شخص کو قرض دے کر اس پر سود لینا حرام ہے۔ لیکن سرمایہ دار معمول تجارت کو قرض دے کر سود لینا جائز ہے۔ ایسا خیال قرآن مجید کی کھلی ہوئی تخریص ہے۔ قرآن مجید کی مختلف سورتوں کی تقریباً آٹھ سو آیات سے اور متعدد احادیث میں سود کی ممانعت کا ذکر ہے مگر ان آیات و احادیث میں مذکورہ بالا خیال کا اثر راہ تک نہیں ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے ربا کے معاملہ میں

اس فرق کو بیان نہیں فرمایا اور مطلقاً کہا کہ حرام قرار دیا ہے تو ایسی صورت میں کسی کو یہ حق کیسے پہنچتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے مطلق حکم کو بلا دلیل شرعی اپنی رائے سے معیار کر دے۔ اس لیے حق یہ ہی ہے۔ غریب و مصیبت زدہ کو قرض دے کر اس پر نفع لینا یا میرا یہ دار متول شخص اپنی تجارت ضرورت کی بنا پر قرض لے اور اس پر نفع لیا جائے۔ آیت حرم الربوا کے عموم و اطلاق کی بنا پر حرام قطعی ہے۔ چنانچہ یہ ایک حقیقت ہے اور آیات ربوا کے شان نزول سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کہ آیات ربوا کے نزول سے پہلے عرب اور بالخصوص قریش کے تجارت میں عیسائی تجارتی افراد کے لیے قرض لیتے تھے اور اس پر سود دیتے تھے۔ (یعنی)

عرب کے لوگ قرض پر نفع لینے کو خواہ وہ کسی بھی وجہ سے ہو، بیع کی طرح حلال سمجھتے تھے۔ قرآن مجید نے ان کے اس قول کی ترمیم فرمائی اور واضح لفظوں میں یہ فیصلہ فرمادیا۔ بیع و ربوا کو یکساں سمجھنا غلط ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال اور ربوا کو حرام قرار دیا ہے۔

ربا کی دوسری قسم | ربا کی ایک قسم، یعنی قرض پر نفع لینا، خواہ کسی وجہ سے اور غرض سے ہو کہ آیت حرم الربوا نے حرام و ممنوع قرار دیا اور حضور سرور عالم ﷺ علیہ وسلم جو نکرہ شرع بھی ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کو شرعی اختیارات بھی دیئے ہیں تو حضور نے اپنے اس منصب خاص کی بنیاد پر بیع و شراء کی خاص صورتوں کو ربوا قرار دے کر حرام فرمادیا۔ آپ نے فرمایا۔

سونا یا چاندی، گندم، جو، بھجور، نمک، کالین دین برابر برابر ہونا چاہیئے۔ ان چھ چیزوں کے باہمی تبادلہ بیع میں کمی بیشی کرنا ربوا ہے اور ادھار کا معاملہ کرنا اگرچہ برابر برابر ہو، یہ بھی ربوا ہے۔ (بخاری)

چونکہ ربا کی یہ قسم پہلے سے سلاب میں رائج و مشہور نہ تھی اور عام لوگ قرض پر نفع لینے کو ہی ربوا سمجھتے تھے۔ اس لیے بعض وہ لوگ جنہیں اس حدیث کا علم نہ ہوا۔ اس قسم کے ربوا کی غمٹ کے قائل نہ تھے۔ حتیٰ کہ امام فقہ و تفسیر سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما جیسے عظیم و جلیل صحابی بھی اس قسم کے ربوا کو حرام نہیں سمجھتے تھے۔ (مسلم) لیکن جب حضرت ابو سعید خدریؓ نے حضرت ابن عباسؓ کو مذکورہ بالا حدیث سنائی تو انھوں نے اپنے سابقہ فتویٰ و عمل سے رجوع کیا اور اپنی غلطی پر استغفار فرمایا۔

پس سود کی ایک قسم تو وہ ہے جیسے آیت حرم الربوا نے حرام قطعی قرار دیا اور سود کی دوسری قسم وہ ہے جسے سید عالم ﷺ علیہ وسلم نے اپنے شرعی اختیارات کی بنا پر حرام قرار دیا یعنی بیع و شراء کی وہ مخصوص صورتیں جن کا بیان احادیث صحیحہ میں آیا ہے اور جن کی توضیح و تشریح آئندہ صفحات میں بیان کی جائے گی (انشاء اللہ)

حضور علیہ السلام کا شرعی منصب | واضح ہو۔ حضور علیہ السلام قرآن کے شارح بھی ہیں، سورہ نحل کی آیت لَقَبْتُمْ ہمنے کی حیثیت سے حضور قرآن کے اجمال کی توضیح۔ اس کے جزئیات کی تفسیر اور اس کے ابہام کی قیہین فرماتے ہیں۔ اور حضور شارح بھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو شرعی اختیارات بھی دیئے ہیں۔ شارح ہونے کی حیثیت سے حضور کسی چیز کو حرام یا حلال فرماتے ہیں گویا اس کا ذکر قرآن مجید میں نہ ہو۔

سورہ اعراف کی آیت يَا مَعْشَرَ الْمَعْزُوفِ وَيَنْفُضُ عَنْ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الْعَلَيْتَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْغَبَاتِ سے واضح ہے کہ حضور کو شرعی اختیارات عطا ہوئے ہیں یعنی حلال و حرام و امرو نہی صرف وہی نہیں

کا اس معاملہ میں توضیح و تشریح نہ فرماتا بھی اللہ ہی کی مرضی اور اس کے حکم کے مطابق تھا۔ مرضی الہی یہ ہی تھی کہ خاص معاملہ محل دہم ہی رہے اور اگر محمد بن اپنے اجتہاد سے اسے طے کر لے اور اس طرح امت محمدیہ کے مجتہدین صواب کی صورت میں دواجر اور خطا کی صورت میں ایک اجر کے سخی ہو جائیں۔

شرح سود کچھ بھی ہو بہر حال حرام ہے | **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا الرِّبَا أَضْعَافًا مُّضَاعَفَةً وَاتَّقُوا اللَّهَ - ترجمہ :- اے ایمان والو! سود و دنا۔ دین نہ کھاؤ اور اللہ سے ڈرو۔**

زمانہ جاہلیت میں۔ سود خواری کا عام رواج یہ تھا کہ ایک خاص میعاد معین کے لیے ادھار پر سود کا معاملہ ہوتا اور جب وہ میعاد سر پر آجاتی اور قرضدار اس کی ادائیگی پر قادر نہ ہوتا تو اس کو مزید ہملت اس شرط پر دی جاتی کہ شرح سود بڑھادی جاتی۔ اس طرح دوسری میعاد پر بھی ادائیگی نہ ہوتی تو مزید ہملت کے لیے سود کی مقدار اور زیادہ کردی جاتی اور ایسا بار بار کیا جاتا جیسا کہ آج کل بھی سود خور کرتے ہیں اور اسے سود در سود کہتے ہیں۔ آیت مذکورہ میں جاہلیت عرب کے اس ظالمانہ طریقہ کی مذمت کی گئی اور اس کو ممنوع و حرام قرار دیا گیا۔ لہذا آیت کے یہ معنی کرنا کہ سود اضعاف و مضاعف نہ ہو تو حرام نہیں؛ قرآن مجید کی تشریحت معنی ہے کہ نہ کہ حرمت سود کی آیت حرم الربو ایسے سود کو واضح طور پر حرام قرار دیا گیا ہے۔ خواہ وہ اضعاف مضاعف ہو یا نہ ہو اور اس کی مثال ایسے ہی ہے جیسے قرآن مجید میں فرمایا۔

لَا تَشْتَرُوا بِآيَاتِي ثَمَنًا قَلِيلًا | میری آیتوں کے بدلے تھوڑی سی قیمت مت لو۔
 تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ قرآن مجید کی آیات اور اس کے احکامات میں تغیر و تبدل بہت زیادہ قیمت کے عوض کرنا جائز ہے و معاذ اللہ تو ایسے ہی اس آیت میں اضعافا مضاعفاً کے الفاظ عرب جاہلیت کے سود در سود لینے کے طریقہ پر ٹیکہ کر کے اور اسے انتہائی ذریعہ کاغذ لانا داخل قرار دینے کے لیے ہے۔ یہ الفاظ سود کی حرمت کے لیے شرط یا قید ہرگز نہیں ہیں۔ اس لیے شرح سود خواہ کچھ بھی ہو سودی لین دین بہر حال حرام و ناجائز ہی ہے۔

سالہ سود کا مطالبہ بھی حرام ہے۔
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَذَرُوا بُيُوتَ الرِّبَا إِن كُنتُمْ مُّؤْمِنِينَ فَنُتِلَّوْا حَتَّىٰ نَسْأَلَ اللَّهَ فَنَسْأَلُهُ | اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور چھوڑ دو جو باقی رہ گیا ہے سو لگے مسلمان ہو پھر گرا یا نہ کرو تو یقین کر لو اللہ اور اللہ کے رسول سے لڑائی کا۔

یہ آیت ان اصحاب کے حق میں نازل ہوئی جو سود کی حرمت نازل ہونے سے قبل سودی لین دین کرتے تھے اور ان کی گرانقدر سودی زمینیں دوسروں کے ذریعہ باقی تھیں۔ اس آیت میں حکم دیا گیا کہ سود کی حرمت نازل ہو جانے کے بعد سابق کا مطالبہ بھی واجب الکر ہے اور ہلا مقرر کیا ہوا سود بھی ا لین جائز نہیں ہے۔ اس کے بعد اس حکم کی خلاف ورزی کرنے والوں کو سخت و شدید وعید سنائی گئی کہ اگر تم نے سود چھوڑا تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف سے اعلانی جنگ ہے۔ یہ وعید شدید ایسی ہے کہ کفر کے سوا کسی بڑے سے بڑے جرم پر ایسی وعید کتاب و سنت میں نہیں ہے جس سے سود خوری کے گناہ کی شدت کا پتہ چلتا ہے۔ اس کے بعد فرمایا۔

وَأَنْ تَبْتَغُوا مِنْكُمْ دُونَ أَمْوَالِكُمْ لَا تَغْلِبُوا (بقوة)
 اگر تم تو بہ کرو۔ تو اپنا اصل مال لے لو۔ نہ تم کسی کو نقصان پہنچاؤ، نہ تمہیں نقصان ہو۔

یعنی سود کی رسم خواہ کتنی ہی ہو جائے اور وہ اضعاغا معاذ کی شکل ہی کیوں نہ اختیار کر جائے صرف دس اس لال اہل رقم ہی کے لینے کے حق دار ہو گے اور اصل رقم پر سود کا لینا ہر حال حرام و گناہ قرار پائے گا۔

شان نزول آنحضرت نے دوزو مابقی من الربو کا شان نزول یہ بیان فرمایا ہے۔ قبیلہ بنو نقیث کے خاندان۔ بنی عمرو بن عیاد اور قبیلہ بنی خزوم کے ایک خاندان بنو مغیرہ کے درمیان زما زجا ہلیت کے سود کا لین دین چلا آتا تھا۔ ان میں سے بنو مغیرہ مسلمان ہو گئے اور رسم میں قبیلہ نقیث جو طائف کے رہتے والے ہیں۔ ان کا ایک وفد عمرو بن عیاد کی قیادت میں حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں (مدینہ منورہ میں) حاضر ہو کر مشرف بر اسلام ہو گیا (البیاد یہ والنہایہ لابن کثیر) مسلمان ہونے کے بعد ان لوگوں نے آئینہ کے لیے سودی کاروبار سے تو بہ کر لی لیکن پچھلے معاملات کے سلسلہ میں بنو نقیث کی ایک بڑی سودی رسم بنو مغیرہ کے ذمہ واجب الادا تھی۔ جب انھوں نے اس کا مطالبہ کیا تو بنو مغیرہ نے جواب دیا۔ مسلمان ہونے کے بعد اب ہم سودا دائیں کریں گے کیونکہ جیسے سود کا لین حرام ہے۔ اسی طرح اس کا دینا بھی حرام ہے۔ اس جھگڑے کا مقدمہ حضرت عتاب بن اسید کی عدالت میں کمہ میں پیش ہوا۔

حضرت عتاب یا حضرت معاذ نے بخبر نبوی اس معاملہ کے متعلق عرض کیا کہ اس مقدمہ کا کیا فیصلہ کیا جائے۔ حضور علیہ السلام کی خدمت میں جب یہ ساری چیزیں آئیں تو سورہ بقرہ کی مندرجہ ذیل آیت نازل ہوئی۔

وَذَرُوا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا | اور چھوڑ دو جو باقی رہ گیا ہے سود

اس آیت میں واضح طور پر حکم دیا گیا کہ حرمت سود کی آیات کے نزول کے بعد جس کسی کے بھی ذمہ سود کی رقم واجب الادا ہے اب اس کا لینا اور دینا جائز نہیں ہے۔ حضور علیہ السلام نے حضرت عتاب بن اسید کو یہی جواب بجا دیا۔ چنانچہ آیت قرآنی سن کر بنو نقیث و بنو مغیرہ نے بالاتفاق تو بہ کی اور یہ عہد کیا کہ اب ہم سود کی رسم کا مطالبہ نہیں کریں گے۔

سود کے متعلق حضور کا ایک خطبہ چنانچہ سلسلہ جہود الاداء کے موقع پر بقیع منیٰ حضور علیہ السلام نے اپنے مقدس خطبہ میں اس شان فرمایا۔

خوب سمجھ لو جاہلیت کی تمام رسمیں میرے قدموں کے نیچے میل دی گئیں اور زما زجا ہلیت کے باہمی قتل و خون کے انتقام آئینہ کے لیے ختم کر دیئے گئے اور سب سے پہلا انتقام میں ساقط کرنا ہوا۔ و بیہر بن حارث کا جو قبیلہ بنی سعد بن رضاعت کے لیے دیئے گئے اور ان کو ہڈی لے کر قتل کر دیا تھا۔ (اسی طرح)

۱۔ حضرت عتاب بن اسید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور نے فتح مکہ کے بعد مکہ کا امیر مقرر فرمایا تھا اور حضرت معاذ ابن جبل کو ان کے ساتھ تعلیم قرآن و سنت کے لیے مقرر فرمایا تھا۔

۲۔ عینی شرح بخاری ج ۱۱ ص ۲۷۸ و مع والعیانی، تفسیر بحر محیط، تفسیر ابن جریر، تفسیر ابن کثیر، البیاد یہ والنہایہ۔

وَرَبَاءُ الْجَاهِلِيَّةِ مَوْضُوعَةٌ أَوَّلُ رُبَا أَصَحَّ
رَبَّاعَةً سَبْعًا بن عبد المطلب فَمَاتَتْ مَوْضُوعٌ
مكملہ - مسلم بروایت جابر بن عبد اللہ -

زنا زنا جاہلیت کا سود چھوڑ دیا گیا اور سب سے پہلا سود جو میں
ساقط کرتا ہوں وہ عباس بن عبد المطلب کا سود ہے وہ سب کا
سب ختم کر دیا گیا۔

حضور سید المرسلین خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ عظیم و جلیل خطبہ اسلام میں دستور و اصول کی حیثیت رکھتا ہے۔ حضور نے
(زنا زنا جاہلیت) کے قتل و خون کے انتقام ساقط کر دیئے۔ اسی طرح گزشتہ زمانہ کے سود کو بھی ختم کر دیا اور اس کی ابتدا و سب سے
پہلے اپنے خاندان سے فرمائی۔

۱۔ حضرت عباس اور خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا شرکت میں کاروبار تھا اور ان کا طائف کے بنی ثقیف کے ساتھ
لین دین تھا۔ حضرت عباس کی ایک بھاری رقم بحساب سود، بنی ثقیف کے ذمہ واجب الادا تھی۔ جب حضرت عباس نے
بنی ثقیف سے اپنی سودی رقم کا مطالبہ کیا تو حضور علیہ السلام نے حضرت عباس کو اپنی سودی رقم کے چھوڑ دینے کا حکم دیا۔
سودی لین دین گنہ عظیم ہے | میں چند احادیث نبویہ پیش کی جاتی ہیں۔ اللہ سے ڈرے والوں اور آخرت پر بخیر عقیدہ
رکھنے والوں کے لیے تو یہ ہی چند احادیث کافی ہیں۔

۱۔ التَّيْبَاءُ اثْنَانِ وَ سِتُونَ مِائَةً مِائَةً
مِثْلُ اثْنَانِ الْمَرْحَلِ امَّة
(مسلم، - بیہقی، - ابن ماجہ و ابن جریر)

۲۔ حضور سید المرسلین خاتم النبیین علیہ السلام نے سود لینے والے اور سود دینے والے سود کا کاغذ لکھنے والے اور اس کے
گواہوں پر لعنت فرمائی (بخاری)

مَلْعُونُونَ عَلَى لِسَانِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْقِيَمَةِ (ترمذی)

۳۔ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ سود کا ایک درہم جس کو جان کر کوئی کھائے۔ وہ

درہم و ربایا کملہ الرجل و هو یصلو اشدد
من سب و شلاشین ذنیۃ (احمد)

حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ شب معراج ساتویں آسمان پر پہنچ کر جب میں نے اپنے اوپر نظر اٹھائی تو چمک
کر نک اور گرج دیکھی۔ پھر مرا گذر ایک ایسی قوم پر ہوا۔

فَأَتَيْتُ عَلَى قَوْمٍ يَبْطُلُونَهُمْ كَالْبَيْوتِ فِيهِمَا
الْحَيَاتِ تَوَحَّى مَنْ مِنْ خَارِجٍ يَبْطُلُونَهُمْ قُلْتُ يَا
جِبْرَائِيلُ مَنْ هُوَ لَأَنَّ هَؤُلَاءِ هُمُ الْيَكْلَةُ التَّيْبَاءِ
(احمد ابن ماجہ)

جن کے پیٹ کروں کی طرح (بڑے بڑے) تھے۔ ان میں
سانپ جھے ہوئے تھے جو باہر سے نظر آتے تھے۔ میں
نے جب جبرائیل سے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؛ جبرائیل نے جواب
دیا یہ سود خوار ہیں۔

نیز حضورؐ نے فرمایا کہ میں نے سو دھارا کو خون کی نہریں دیکھا۔ جب وہ اس نہر سے نکلتا چاہتا تو گناہوں سے پرکھڑا ایک شخص اس کے منہ پر اس زور سے پھڑکاتا کہ وہ پھر اس خون کی نہریں گر جاتا۔ میں نے پوچھا کہ خون کی نہریں کون تھا؟ کہا اچھ کی البریہ۔ سو دھار (بخاری)

۱۲. اَلَا اَنْ تَكُوْنَ سَجَّارَةً حَاضِرَةً تَدِيُّوْنَهَا بَيْنَكُمْ (بخاری)

مگر یہ کہ کوئی سر دست کا سودا دست بدست ہو تو اس کے نہ کھٹنے کا تم پر حجت وہ نہیں۔

یہ سورہ بقرہ کی ایک طویل آیت کا ایک حصہ ہے جس کی ابتدا یا ایہا الذین امنوا ذاتیہم بیدین سے ہوتی ہے۔ ان آیات کا خلاصہ مضمون یہ ہے کہ جب مین دین کا کوئی معاملہ کرو تو پوری دیا مندی سے اسے لکھ لو تاکہ بھول چوک اور دیون کے کار کا اندیشہ نہ رہے اور جسے اللہ تعالیٰ نے وثیقہ فوسیقی کا علم دیا ہے اسے چاہیے کہ بلا کسی کمی بیشی کے جوڑے ہوا ہے وہ پوری ایمانداری سے لکھ دے اور اگر دست بدست سودا ہوا ہے تو اسے نہ کھٹنے کی اجازت ہے کیونکہ اس صورت میں مین دین ہر معاملہ ختم ہو گیا اور دلی اغریض باقی نہ رہا نیز دست بدست خرید و فروخت (جیسے بازاروں میں ہوتی ہے) بجزرت جاری رہتی ہے اس میں کتابت اور شہادہ کی پابندی لوگوں پر شاق و گراں ہوگی۔ اس بنا پر اگر ایسی خرید و فروخت نہ لکھی جائے چنداں حرج نہیں۔

سیدنا امام بخاری علیہ الرحمہ کی یہ عادت کر یہ ہے کہ عزوان کے مناسب آیات قرآنیہ لکھ دیتے ہیں۔ چنانچہ کتاب البیوع کے ابتدا میں آپ نے چند ایسی آیات قرآنیہ تحریر فرمادیں جن میں تجارت اور اس کے مابطلوں کا بیان ہے۔

اَبْ مَا جَاءَ فِي قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى فَإِذَا أَقَضْتُمْ بِضَلَّةً فَإِنَّ تَشْتَرُ فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللَّهِ وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۝ وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا انْفَضُّوا إِلَيْهَا وَتَرَكُوكَ قَائِمًا خُلِعَ مَعَهُ اللَّهُ خَيْرٌ مِنَ التِّجَارَةِ وَاللَّهُ خَيْرُ الرَّازِقِينَ ۝

پھر جب نب ز ہو چکے۔ تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو اور اللہ کو بہت یاد کرو۔ اس امید پر کہ فلاح پاؤ اور جب انھوں نے کوئی تجارت یا کھیل دیکھا اس کی طرف چل دیئے اور تمھیں غلبہ میں چھوڑ گئے۔ تم فرماؤ وہ جو اللہ کے پاس ہے کھیل اور تجارت سے بہتر ہے اور اللہ کارزق سب سے اچھا۔ (سورہ حجہ)

۱۔ یہ آیات سورہ حمد کی ہیں۔ حمید کا نام سب زبان میں مذکور تھا۔ سب سے پہلے جس شخص نے اس کا نام بتوڑ رکھا وہ کعب بن لوی ہیں۔ جب کہ وہ اس لیے کہتے ہیں کہ اس دن نماز کے لیے جماعتوں کا اجتماع ہوتا ہے ۲۔ پہلا جوہ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کے ساتھ پڑھا اس کے متعلق اصحاب یہ کہ بیان ہے کہ حضور علیہ السلام جب ہجرت کر کے مدینہ طیبہ تشریف لائے، تو بارہویں ربیع الاول بروز پیر، چاشت کے وقت مقام قبہ میں اقامت فرمائی، پیر، منگل، بدھ، جمعرات تک یہاں قیام فرمایا اور مسجد کی بنیاد رکھی۔ روزِ جمعہ مدینہ طیبہ کا عزم فرمایا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بطن وادی جب کہ وقت آیا۔ اس جگہ لوگوں نے مسجد بنائی حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں خطبہ دیا اور جمعہ پڑھایا۔ ۳۔ جب کہ دن سید الایام ہے جو مسلمان اس روز امتحان کرے حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے شہید کا ثواب عطا فرماتا ہے اور فقہ قرہ سے محفوظ رکھتا ہے۔ قرآن مجید میں فرمایا: اِذَا مَنَّ اللَّهُ

لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ إِذْ كُتِبَ عَلَيْكُمُ اتِّعَازُ الْمَسْجِدِ يَوْمَ ذَلِكَ خُذُوا مِنْكُمْ مِطَافًا ۚ وَمِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ مَرَدُّوا عَلَى الْمَدِينَةِ لَعَلَّكُمْ تَعْلَمُونَ ۚ وَالَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهَوْنَ فَأُولَٰئِكَ لَانْتِفَاعُونَ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ عَلِيمٌ ۚ

سبب ہوں سب کو ترک کر دو اور جب نماز جمعہ ختم ہو جائے تو اب مساجد کے کاموں میں مشغول ہونا جائز و مباح ہے ۴۔ اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ میں روز جمعہ خطبہ فرما رہے تھے۔ اس حال میں تاجروں کا ایک قافلہ آیا اور حسب دستور اس قافلہ کی آمد کی اطلاع کے لیے پھیل بھجوا گیا۔ یہ زمانہ بہت تنگی و گران کا تھا لوگ بائیں خیال اس قافلہ کی طرف چلے گئے کہ ایسا نہ ہو کہ یہ کرنے سے (اجناس) مال تجارت ختم ہو جائے اور ہم نہ پاسکیں اور مسجد شریف میں حُجُوت باہر آدمی رہ گئے۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو تَا كُنْ لَكُمْ اَمْوَالُكُمْ يَنْفَعُكُمْ بِالْاَسْطِطِلِ سے مت کھاؤ و گمراہ نہ رہو کہ لین دین ہو آپس میں غرضی سے۔

۱۔ یہ آیت مین دین کے متعلق ایک اصول و بنیاد دہیا کرتی ہے اس آیت نے ان تمام طریقوں کو حرام و ممنوع قرار دیا ہے جو باطل ہیں لفظ باطل ایک جامع لفظ ہے جس کے دائرہ میں ہر وہ چیز آجاتی ہے جو از روئے شرع حلال نہیں۔ جیسے سود، رشوت، خیانت، بدعتی غضب، دھوکا، فریب۔ ایسے جس قدر عوام طریقے ہیں سب باطل ہیں اور سب کی ممانعت ہے۔

۲۔ تجارة عن تواض منكم کے بعد سے خصوصی طور پر اس امر کو بیان کیا گیا ہے کہ جو معاملہ دین تجارت، باہمی رضامندی سے ہو جائز ہے اور جس میں جبر و اکراہ کو دخل ہو۔ جانیں کی رضامندی نہ ہو وہ حرام اور باطل ہے۔ اس سے واضح ہوا کہ کسی کے مال یا جائیداد پر زبردستی قبضہ کر لینا غواہ قبضہ کرنے والا کوئی ہو اور خواہ وہ کیسے ہی اچھے اور نیک کام کے لیے ایسا کرے اسلام کی رو سے ناجائز و حرام اور ظلم و ظلم ہے۔ حضور سید عالم نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اَلَا تَرَ كَيْفَ ظَلَمُوا اَوْلَادَكَ يَحِلُّ مَالُ امْرِئٍ بِالْاَوْطَانِ بِطَيْبٍ ۚ (بیوقوف، دار فانی، رشکوار)

خبردار ظلم نہ کرنا، خبردار کسی شخص کا مال دوسرے کو حلال نہیں کرنا اس کی رضا و اجازت سے۔

تیرے حضور نے فرمایا جو کوئی کسی کی ایک باشت بھر زمین ناحق حاصل کرے گا تو اس کے گھٹے میں طوقہ فی سبع ارضین (مسلم)

(قیامت کے دن) زمین کے یہ ساتوں طبق ہار کی طرح ڈالے جائیں گے۔

حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا کہ تم کہتے ہو کہ ابو ہریرہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت حدیثیں بیان کرتا ہے اور یہ بھی کہتے ہو کہ مجاہدین و انصار ابو ہریرہؓ کے برابر کیوں حدیثیں بیان نہیں کرتے۔ اور بات یہ ہے کہ میرے بھائی صاحبزادہؓ میں خرید و فروخت میں رہتے، اور میں تو جہاں پیٹ بھر گیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ہی رہتا۔ وہ غائب ہوتے ہیں آپ کے پاس حاضر رہتا۔ وہ بھول جاتے ہیں یاد رکھنا اور انصاری بھائی اپنی زمین کے کاموں میں

اِنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ ؓ قَالَ اَسْمَعُ تَقُولُونَ اِنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ ؓ يَكُنُّ الْمَحْدِثَ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَقُولُونَ مَا بَالُ الْمُهَاجِرِ يَدُوَّ الْاَنْصَارِ لَا يُحَدِّثُونَ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِيثِ اَبِي هُرَيْرَةَ ؓ اِنَّ اَخِي مِنْ الْمُهَاجِرِينَ لَيَسْعَلُ صَفْحًا بِالْاَسْوَاقِ وَكُنْتُ اَنْزِمُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى مِثْلِ بَطْنِي فَاَسْمَعُهُ اِذَا غَابُوا وَاحْفَظُهُ اِذَا اَسَوا وَكَانَ لِيَسْعَلَ اَخَوَاتِي مِنَ الْاَنْصَارِ

عَمَلٌ أَهْوَأَ لِمَنْ وَكُنْتُ أَمْرًا مُسْكِنًا قِنْ مَسَاكِينِ
الصُّمَّةِ أَيْ جَيْنَ يَسُونُ وَهَذَا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَدِيثٍ يُخْبِرُ أَنَّ لَنْ
يَبْسُطَ أَحَدٌ ثَوْبَهُ حَتَّى أَقْضَى مَقَالَتِي هَذِهِ
ثُمَّ يَجْمَعُ إِلَيْهِ ثَوْبَهُ إِلَّا وَجَدَ مَا أَقُولُ فَبَسْطَتْ
بِعَمْرَةٍ عَلَيَّ حَتَّى إِذَا أَقْضَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقَالَتَهُ جَمَعْتُهَا إِلَى صَدْرِي فَمَا
لَيْسْتُ مِنْ مَقَالَةٍ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
تَبْلُغُ مِنْ شَيْءٍ (بخاری)

رہتے۔ میں ایک فقیر آدمی تھا۔ صفحہ کے مساکین سے یہ بھول
جاتے میں یاد رکھتا تھا اور ایسا جھلیک با رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم حدیث بیان فرما رہے تھے۔ اتنے میں آپ نے فرمایا
کوئی میری ٹھنگو پر ہی ہونے تک اپنا کپڑا پھیلا دے۔ پھر سمیٹ
لے تو اس کو میری باتیں یاد رہیں گی۔ میں نے ایک کمل جو
اڑھے تھا بچا دی اور جب آپ ٹھنگو ختم فرما چکے میں نے اس کو
سمیٹ کر اپنے سینے سے لگایا پھر جو آپ نے فرمایا میں اس میں
سے کوئی بات نہ بھولا۔

فوائد و مسائل

۱۔ اس حدیث میں صفق یا الاسواق ترجمہ بازار ہے یعنی وہ تجارت جو جانین کی رضا سے ہو
حلال ہے اور جو جانین کی رضا سے نہ ہو حرام ہے۔ خورد فرمانیے کو جبر و اکراہ اور زبردستی سے کسی کی چیز
کو خرید لینا ممنوع ہے مالاںکو جو چیز لی جا رہی ہے اس کی قیمت ادا کی جا رہی ہے تو جب یہ ممنوع ہے تو بلا عرض جبر و اکراہ کر کے کسی
کی ذات یا مادہ یا زمین وغیرہ کو حاصل کرنا بطریق اولیٰ حرام و ناجائز قرار پائے گا۔ علامہ مبنی علیہ الرحمۃ نے تصریح فرمائی ہے۔

التجارة المحاصلة بالتراضي وهي حلال والآخر
التجارة المحاصلة بغیر التراضي وهي حرام
دل علیہ قولہ عز وجل لا تأکلوا اموالکم
ببینکم بالباطل۔

غریب و فروخت جانین کی مرضی سے ہو تو حلال ہے اور اگر
جانین کی مرضی سے نہ ہو تو حرام ہے۔ قرآن مجید کی اس آیت
کا بھی یہ ہی معنی ہے کہ آپس میں ایک دوسرے کا مال، باطل
طریقہ پر نہ کھاؤ۔

۲۔ اس حدیث کو امام مسلم نے فضائل میں۔ نسائی نے علم۔ میں ذکر کیا ہے۔

۳۔ حضرت ابو ہریرہؓ پر لوگ اعتراض کرتے تھے کہ آپ کثرت سے حدیثیں بیان کرتے ہیں۔ اس حدیث میں انھوں نے اس کی
وجہ بیان کر دی کہ ہماری انصاف تو کھیتی باڑی اور خرید و فروخت میں مشغول رہتے تھے۔ لیکن ابو ہریرہؓ تو ایک ایسا مسکین و فقیر
شخص ہے جو دنیاوی مشغول سے بے نیاز و رہنمی پر پڑا رہتا تھا۔ دوسری وجہ کثرت حدیث کی یہ ہے کہ میں نے حضورؐ کے ارشاد و
مطابق چادر پھیلائی اور پھر سمیٹ کر سینے سے لگائی۔ اب حضورؐ سے جو کچھ سنتا ہوں وہ سب مجھے یاد رہتا ہے۔ یہ حضورؐ کا مجھ سے کہنا ہے
حضرت ابو ہریرہؓ کو قربت حافظہ عطا فرما۔ اسی ضمن میں دوسری حدیث کے آخری جملے یہ ہیں۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں۔

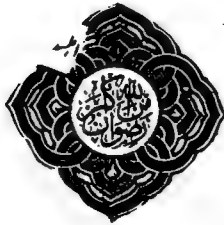
فَمَا لَيْسْتُ مِنْ شَيْءٍ بَعْدُ (بخاری)
فَمَا قَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْبٍ لَمَّا قَدَّ مَسَا
الْمَدِينَةَ أَخْبَرَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
بَيْنِي وَبَيْنَ سَعْدِ بْنِ الرَّبِيعِ فَقَالَ سَعْدُ بْنُ

اس کے بعد میں کوئی بات نہیں بھولا۔

عبد الرحمن بن عوف نے کہا جب ہم ہجرت کر کے مدینہ میں
آئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو اور سعد بن ربیع
انصاری کو بھائی بھائی بنا دیا۔ سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ

الرَّيْبِ إِلَى أَكْثَرِ الْأَنْصَارِ مَالًا فَافْتَسَحَ
لَكَ بَصُفَ مَالِي وَالْعَلَىٰ رَوْحِي هُوَ يَت
نَوَّلْتُ لَكَ عَنْهَا فَذَا حَلَّتْ فَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ
لَحَاجَّةٌ لِي فِي ذَٰلِكَ مَلَّ مِنْ سَوْقٍ
فِيهِ بَجَاهَةٌ فَقَالَ سَوْقٌ قِيَنْفَاعٌ قَالَ
مَنْ لَكَ عِنْدَ آخِافٍ بِأَقِطٍ وَشَمْنٍ قَالَ
ثُمَّ تَابَعَ الْعَدُوَّ فَمَا لَيْثَ أَنْ جَاءَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ
عَلَيْهِ أَثْنُ صُفْرَةٍ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَزَوَّجْتَ قَالَ نَعَمْ قَالَ وَمَنْ
قَالَ امْرَأَةٌ مِنَ الْأَنْصَارِ قَالَ كَمْ سَقَتْ قَالَ
زَسَرْتُ نَوَاةً أَوْ نَوَاةً مِنْ ذَهَبٍ مِنْ ذَهَبٍ فَقَالَ
لَهُ السَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقُولُ لَوْ لَوْ
بِسَاءَةٍ (بخاری)

نے کہا کہ میں انصار کے زیادہ مالدار افراد میں ہوں۔ اس لیے
اپنا اُدھال میں آپ کو دیتا ہوں اور آپ خود کچھ لیں کہ میری د
بیویوں میں سے آپ کو کرن زیادہ پسند ہے۔ میں آپ کے لیے انھیں
اپنے سے جدا کر دوں گا۔ جب ان کی عدت پوری ہو جائے گی تو آپ
ان سے شادی کر لیں۔ اس پر عبد الرحمن رضی اللہ تعالیٰ نے
فرمایا، مجھے ان چیزوں کی ضرورت نہیں ہے۔ (یہ بتائیے کہ کیا یہاں
کوئی بازار بھی ہے جہاں کا دوبار ہوتا ہو؟ سعد رضی اللہ عنہ نے سونے
قیض فاع کا نام لیا۔ جب صبح ہوئی تو عبد الرحمن رضی اللہ عنہ پیئر
اور گھل لائے (بچنے کے لیے) پھر وہ برابر دفرید و فروخت کے لیے بازار
جائے گئے کچھ دنوں بعد، آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت
میں حاضر ہوئے تو زرد رنگ کا نشان (کپڑے یا جسم پر) لگا ہوا تھا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا، کیا شادی کر لی؟ انھوں نے کہا کہ ہاں
آنحضرت نے دریافت فرمایا کہ کس سے؟ عرض کیا کہ ایک انصاری خاتون
سے، دریافت فرمایا۔ اور مہر کتنا دیا؟ عرض کیا کہ ایک ٹھٹھل برابر سونا یا
یاد یہ کہا کہ سونے کی ایک ٹھٹھل دی۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے
نے فرمایا۔ اچھا تو پھر ولیہ کرو، خواہ ایک بکری ہی کا ہو۔



تو یہ غیر مترقب نہیں کردہ ان گناہوں میں مبتلا ہو جائے جو بالکل واضح اور یقینی ہیں۔ نگاہ اللہ تعالیٰ کی حتیٰ ہے جو اس کے ارد گرد پرے گا۔ اس کا اس حتیٰ کے اندر چلا جانا غیر مترقب نہیں ہے۔ (بخاری)

فائدہ مسئلہ

یہ حدیث مغزین اور دروچ اسلام ہے۔ **الْحَلَالُ بَيْنُ**۔ کچھ چیزیں ایسی ہیں جن کا حلال جزائز بین یعنی کتاب و سنت و اجماع امت سے ان چیزوں کا حلال ہونا بالکل واضح و ثابت ہے۔ حلال بین اور کچھ اشیاء اور امور ایسے ہیں جن کی حرمت منصوص ہے یعنی ان کا حرام یا ناجائز ہونا کتاب و سنت سے ثابت اور بالکل واضح ہے۔ تو جن امور اور چیزوں کا دلائل شرعی سے حلال ہونا یا حرام یا ناجائز ہونا واضح طور پر ثابت ہے۔ ان میں نہ کوئی ایسا اور نہ کوئی شک و شبہ کی گنجائش۔ جیسے بکری یا گائے کا گوشت حلال ہونا اور شراب اور خنزیر کا حرام ہونا۔ ان کے علاوہ ایک تیسری قسم مشبہات کی ہے۔ مشتبہ وہ چیزیں ہیں جن کے حلال یا حرام ہونے کے متعلق دلائل متعارض ہوں۔ ایسے مشبہات سے احتیاطاً پرہیز کر جانے کیونکہ ان سے پرہیز نہ کرنے والا ممکن ہے عورات میں پھنس جائے۔ حضور علیہ السلام نے اس نکتہ کو ایک مثال سے ذہن نشین کرایا ہے۔ حلی۔ شاہی چراگاہ میں جانور چرانا حرام ہے۔ چروشیار اور بگودا درجہ دہے جانوروں کو شاہی چراگاہ سے دور رکھتے ہیں۔ تاکہ کوئی جانور بے قابو نہ ہو کر اس میں نہ پھنس جائے اور وہ جو چر رہا ہو۔ مگر بے احتیاط چرواہے شاہی چراگاہ کے قریب اپنے جانور لے جاتے اور اس بے احتیاطی کا نتیجہ ہر تہہ کے ان کے جانور وہاں پھنس جاتے ہیں اور چرواہے غم قرار پاتے ہیں۔ تو ایسے ہی مشبہات کو اختیار کرنے والے کے لیے یہ امکان ہے کہ وہ کبھی واضح حرام فعل کا ارتکاب کرے۔ اس لیے احتیاطاً کا تقاضا یہ ہے کہ مشبہات سے پرہیز کیا جائے۔

فائدہ

حلی۔ اس زمین کہتے ہیں۔ جسے شاہان عرب اپنے جانوروں کے لیے مخصوص کر دیتے تھے اور اس کی حدیں مقرر و متعین کر دیتے تھے۔ اس مخصوص زمین (شاہی چراگاہ) میں عام لوگوں کو اپنے جانور چرانا منع تھا۔ تو کسی طرح اللہ تعالیٰ نے بہت سی اشیاء کو حرام قرار دیا ہے اور یہ حرام چیزیں اللہ تعالیٰ کی مخصوص چراگاہیں ہیں۔ جن کی حرمت کو توڑنا گناہ ہے۔ تو حلال و حرام کے درمیان ایک گھاٹی ہے جسے مشبہات سے تعبیر کرتے ہیں۔ لہذا اس گھاٹی (مشتبہ) پر نہ چلنا زیادہ بہتر و انسب ہے۔

بَابُ تَفْسِيرِ الْمُشْتَبَّاتِ

باب مشبہات کی تفسیر کے متعلق

امام بخاری علیہ الرحمہ اس عنوان کے تحت چند ایسی حدیثیں لکھی ہیں۔ جن کا محور مشتبہ کے معنی و مفهوم کی وضاحت ہوتی ہے۔ ان حدیثوں میں حضور علیہ السلام نے مشتبہ کی بنا پر احتیاطی حکم دیئے ہیں۔ تعلیم امت کے لیے درجہ حضور علیہ السلام پر استدلال اصل و حقیقت منکشف تھی۔

حضرت حسان بن الی سنان نے فرمایا کہ درج سے زیادہ آسان چیز میں نے نہیں دیکھی۔ شہر کی چیزوں کو کھچوڑ کر وہ راستہ اختیار کرنا جس میں کوئی شبہ نہ ہو۔

قَالَ حَسَّانُ بْنُ سِنَانٍ مَا رَأَيْتُ شَيْئًا أَهْوَنَ مِنْ أَنْ تَزِجَ دَخَ هَا يُرِيدُ إِنْ مَا لَا يُرِيدُ (بخاری)

عقبہ بن حارث سے روایت ہے کہ ایک سیاہ فام عورت آن اور دھڑکی کیا کہ میں نے عقبہ اور ان کی بیوی کو دو دھڑکیاں دیا ہے۔ چنانچہ انھوں نے اس کا بیکہ حضور خیرہ اسلام سے کیا۔ حضور

عَنْ عَقْبَةَ بْنِ حَارِثٍ أَنَّ امْرَأَةً سَوْدَاءَ جَاءَتْ فَزَعَمَتْ أَنَّهَا ارْضَعُهُمَا فَذَكَرَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَعْرَضَ عَنْهُ

نے اعراض فرمایا اور ٹکرا کر فرمایا۔ اب جب کہ ایک بات کہہ دی گئی ہے تو اب تم دونوں (میاں بیوی) کی حیثیت میں کیسے رہ سکتے ہو۔ ان کے نکاح میں البراہاب نبی کی صاحبزادی تھیں۔

یہ بھی شہادت کی ایک مثال ہے۔ اگرچہ محض دودھ پلانے والی عورت کی بات پر نکاح منع نہیں ہوتا۔ تو تو وہ قانونی حیثیت ناقابل قبول ہی سہی مگر جب اس عورت نے دونوں کو دودھ پلانے کا دعویٰ کیا تو ایک شب ضرور پیدا ہو گیا کہ ممکن ہے اس عورت نے ان دونوں میاں بیوی کو دودھ پلایا ہو اور دونوں کو معلوم نہ ہو کہ ہم نے ایک ساتھ دودھ پیاتے ہیں۔ تو اس شبہ کی بنا پر حضور نے فرمایا کہ اب تم دونوں میاں بیوی کی صورت میں کیسے رہ سکتے ہو۔

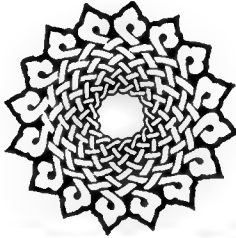
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ عقبہ بن ابی وقاص نے اپنے بھائی سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو درمے وقت وصیت کی تھی کہ زموں کی باندی کا لڑکا میرا ہے۔ اس لیے اسے تم اپنی زیر پرورش لے لینا۔ انھوں نے بیان کیا کہ فسخ کے موعود پر سعد بن ابی وقاص نے اسے لے لیا اور کہا کہ میرے بھائی کا لڑکا ہے اور وہ اسکے متعلق مجھے وصیت کرتے تھے۔ لیکن عبد بن زموں نے اٹھ کر کہا کہ یہ میرا بھائی ہے اور میرے باپ کی باندی کا لڑکا ہے انھیں کئے فرائض میں اس کی ولادت ہوئی ہے۔ آخر دونوں حضرات پر مقدمہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گئے۔ سعد نے عرض کیا، یا رسول اللہ! میرے بھائی کا لڑکا ہے مجھے اس کی انھوں نے وصیت کی تھی اور عبد بن زموں نے عرض کیا۔ یہ میرا بھائی ہے اور میرے باپ کی باندی کا لڑکا ہے۔ انھیں کئے فرائض میں اس کی ولادت ہوئی ہے۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ عبد بن زموں! لڑکا تو تمہارے ہی ساتھ رہے گا۔ اس کے بعد فرمایا۔ لڑکا فرائض کے تحت ہوتا ہے اور زانی کے حصے میں پتھر ہے۔ پھر سورد بنت زموں رضی اللہ عنہا سے جو آنحضرت کی بیوی تھیں، فرمایا کہ اس لڑکے سے پردہ کیا کرو کیونکہ آپ نے عقبہ کی شہادت اس لڑکے میں محسوس کر لی تھی۔ اس کے بعد اس لڑکے نے سورد رضی اللہ عنہا کو کہی نہ دیکھا۔ تا آنکہ اللہ تعالیٰ سے جا ملا۔

فوائد و مسائل | حضرت امام بخاری علیہ الرحمہ نے اس حدیث کو بھی شہادت کے متعلق بطور مثال کے پیش کیا ہے۔ ان کا کہنا یہ ہے کہ حضور نے حضرت سورد کو پردہ کا حکم اقطاعی طور پر شہرہ کی بنا پر دیا تھا۔ تفصیل اس اجمال کی یوں ہے قبل اسلام عرب میں یہ ہوتا تھا کہ کسی ایک عورت سے جو عام طور پر لڑکی جو کرتی تھی۔ ناجائز تعلق رہتا۔ پھر جب اس

وَبَشِّرَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَيْفَ وَقَدْ قِيلَ وَقَدْ كَانَتْ تَحْتَهُ ابْنَةُ أَبِي إِمَابٍ ذَاتُ اللَّيْنِ (بخاری)

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ عَقِبَةُ بْنُ أَبِي وَقَاصٍ عَمِدَةً إِلَى أَخِيهِ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَاصٍ أَنَّ ابْنَ وَلَدِيهِ زَمْعَةَ مَتْنِي فَأَقْبَضَهُ قَالَتْ فَلَمَّا كَانَ عَامَ الْفَتْحِ أَخَذَهُ سَعْدُ بْنُ أَبِي وَقَاصٍ وَقَالَ ابْنُ أَخِي عَمِدَةً إِلَيْ ذِيهِ فَعَامَ عَبْدُ بْنُ زَمْعَةَ فَقَالَ أَخِي وَابْنُ وَلَدِيهِ أَبِي وَلَدِ عَلِيٍّ فَرَأَاهُ فَتَسَاوَا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ سَعْدُ يَا رَسُولَ اللَّهِ ابْنُ أَخِي كَانَ قَدْ عَمِدَ إِلَيْ ذِيهِ فَقَالَ عَبْدُ بْنُ زَمْعَةَ أَخِي وَابْنُ وَلَدِيهِ أَبِي وَلَدِ عَلِيٍّ فَرَأَاهُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ لَكَ يَا عَبْدُ بْنُ زَمْعَةَ ثُمَّ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَوْلَا لِفَرَّاشٍ وَلِلْعَاهِرِ الْحَجَرُ ثُمَّ قَالَ لِسُودَةَ بِنْتُ زَمْعَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اخْتَبَيْ مِنْهُ لِمَا رَأَى مِنْ شَبَابِهِمْ بِعَلْبَةٍ ثُمَّ رَأَاهَا حَتَّى لَقِيَ اللَّهَ (بخاری)

کے بچہ پیدا ہونا۔ تو اس سے تعلق رکھنے والوں سے جو شخص اس بچہ کا دعویٰ کر جوتا۔ جاہلانہ رسم و رواج کے مطابق بچہ کا نسب اسی سے قائم کر دیا جاتا اور بچہ اسی کے زیر پرورش آجاتا۔ حدیث ہذا میں جس واقعہ کا ذکر ہے وہ اسی نوعیت کا ہے۔ متبرک کی موت کفر پر ہوئی وہ اسلام کا بدترین دشمن تھا۔ لیکن متبرک کے بھائی حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ اجدہ صحابہ کرام سے ہیں۔ زمرہ کی ایک باندھی تھی جس کے ساتھ عہدہ نے نہ کیا تھا۔ جب مرنے لگا تو حضرت سعد کو وصیت کر گیا کہ اس باندھی کے جب بچہ ہو تو اسے اپنی زیر پرورش لے لینا کیونکہ وہ میرا بچہ ہے۔ پھر حالات بدلے۔ حضرت سعد کے مدینہ آگئے اور مکہ والوں سے تعلقات منقطع ہو گئے۔ اس لڑکی کے بچہ پیدا ہوا۔ حضرت سعد اس کی پرورش کر کے جب کمر فوج ہوا تو حضرت سعد نے بھائی کی وصیت پوری کر لی اور اس بچہ کو اپنی زیر کفالت لینا چاہا۔ لیکن زمرہ کے صاحبزادے عبد بن زمرہ اڑے آئے اور کہا کہ یہ میرے والد زمرہ کی لڑکی کا بچہ ہے۔ بس لیے اس کا جائز مستحق میں ہوں۔ حضرت علیہ السلام نے بچہ کو عبد بن زمرہ کو دے دیا۔ (الولد للفراش) اور حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اس بچہ سے پردہ کا حکم دیا۔ امام بخاری نے اس واقعہ کو شبہات کی تفسیر کے لیے درج کیا کہ حضور علیہ السلام نے حضرت سودہ کو اس بچہ سے پردہ کا حکم دیا اور اس کے ساتھ ساتھ اس بچہ کو عبد بن زمرہ کی تحویل میں دے دیا تو اگر بچہ کا نسب زمرہ سے ثابت نہ تھا تو عبد بن زمرہ کو بچہ نہ ملنا چاہیے تھا اور اگر بچہ کا نسب واقعی زمرہ سے ثابت تھا تو حضرت سودہ کو اس بچہ سے پردہ کا حکم نہیں ہونا چاہیے تھا۔ کیونکہ حضرت سودہ زمرہ ہی کی بیٹی تھیں اور اس طرح وہ بچہ حضرت سودہ کا بھائی قرار پاتا تھا۔ قرآن مجید طہ علیہ الرحمۃ کے نزدیک حضرت سودہ کو پردہ کا حکم اسی اشتباہ کی وجہ سے احتیاط دیا گیا تھا کہ لڑکی کے ناجائز تعلقات عہدہ سے تھے اور بچہ میں اس کی شبہت آتی تھی۔



نفس کم کر دہی ایحد یارید ان جا

الولہ المعراض - میں ثبوت نسب کے متعلق اگر کما اختلاف ہے چونکہ یہ امور کتاب الشکار سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس لئے مفصل بحث کتاب الشکار میں ہوگی۔

عبدی بن حاتم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ”معراض“ دیکر شکار کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ اگر اس کے کھار کے طرف سے لگے تو کھانے پر اور اگر اسکے عرض کے طرف سے لگے تو نہیں کھانے کیونکہ وہ مردار ہے میں عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ وسلم میں اپنا کچھوٹا ہوں (شکار کے لئے) اور بسم اللہ پر بھرتا ہوں پھر اس کے ساتھ مجھے ایک ایسا کتا ملا ہے جس پر میں نے بسم اللہ نہیں پڑھی تھی میں یہ فیصلہ نہیں کر پاتا کہ دونوں کتوں میں سے کس نے شکار پکڑا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ ایسے شکار کا گوشت نہ کھاؤ کیونکہ تم نے بسم اللہ تو اپنے کتے کے لئے پڑھی تھی۔ دوسرے کے لئے نہیں پڑھی تھی۔

عَنْ عَبْدِ بْنِ حَاتِمٍ أَنَّهُ سَأَلَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ الْمِعْرَاضِ فَقَالَ إِذَا أَصَابَ بِحِدَّةٍ فَمَكَدَ إِذَا أَصَابَ بِعَرَضِهِ فَلَا تَأْكُلْ فَاتَهُ وَقَيْدُ فَكَلْتَ يَأْتِي حَوْلَ اللَّهِ - أُنْزِلَ كُلِّي وَأُتِمَّجِي فَتَأْكُلُ مَعَهُ عَلَى الْعَتِيدِ كَلْبًا آخَرَ لَمْ أُتِمَّ عَلَيْهِ وَلَا أَدْرِي أَيُّهُمَا أَحَدٌ قَالَ لَا تَأْكُلْ إِنَّمَا سَمَّيْتَهُ عَلَى كَلْبِكَ وَلَمْ تَسِّرْ عَلَى الْآخَرِ -

(بخاری)

حضرت امام بخاری علیہ الرحمۃ نے اس حدیث کو ذکر کر کے امور شنبہ کی ایک مثال دی ہے کہ شریعت میں کئے **فائدہ وسایل** اسے شکار ناجائز ہے جبکہ سدھایا ہوگا۔ بسم اللہ پڑھ کر شکار پر چھوڑا جائے۔ ایسی صورت میں اگر جانور زخمہ بل جلے تو اس کو ذبح کر لیا جائے اور اگر جائز کتے کے حملے کی تاب نہ لا کر مر جائے تو بھی حلال ہے لیکن مذکورہ فی الحدیث واقعہ میں جب اس سدھانے ہوئے کتے کے ساتھ ایک اور کتا پایا گیا تو شنبہ پیدا ہوا کہ شاید شکار کی موت اس دوسرے کتے کے حملے کی وجہ سے ہوئی ہو تو دوسرے کتے کی شرکت نے شنبہ پیدا کر دیا اس بنا پر حضور علیہ السلام نے احتیاطاً اس شکار کے کھانے سے منع فرمایا۔

بَابُ مَا يَتَنَزَّهُ مِنَ الشُّبُهَاتِ

باب شبہ کی چیزوں سے پرہیز کئے جانے سے متعلق

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ گزرتے ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر گر گئی ہوئی بکھر پر پڑی تو آپ نے ”تباہا اگر اس نے سدھ بجنے

عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِتَعْرِفِ شَقِوْطَةٍ فَقَالَ لَوْلَا أَن تَكُونَ صَدَقَةٌ لَأَكَلْتُمُوهَا وَقَالَ هُمَا مَرَعَانِ ابْنُ هُرَيْرَةَ عَنِ

السَّخِي صَلَّيَ اللَّهُ عَلَيْهِ قَالَ لَيْدَةُ مَسْرُوعَةً سَاقَطَةً
عَلَى مَسْرُوعَةٍ (بخاری)

کا احتمال نہ ہوتا تو میں اسے کھاتا۔ روایت ہے ہمارے
ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا میں اپنے بستر پر پڑتی ہوں کھجور کھاتا ہوں (لیکن
صدقہ ہونے کے احتمال سے نہیں کھاتا۔)

نہ | واضح ہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فعل ورع و تقویٰ پر معمول ہے دوسرے شریعت کا ضابطہ ہے کہ کسی چیز کو
دیکر وہ قرار دینے کے لئے واضح اور یقینی دلیل کی ضرورت ہے۔ یہ ذریعہ ۵ ص ۲۰ دیکھئے۔

بَابُ مَنْ لَمْ يَرِ الْوَسَاوِسَ وَنَحْوَهَا مِنَ الْمَشَبِّهَاتِ

باب جن کے نزدیک سوسہ وغیرہ مشبہات میں سے نہیں ہیں

حضرت جبار بن تمیم نے اور ان سے ان کے چچا
نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں ایک
شخص کا ذکر کیا گیا جسے نمازیں کچھ مشبہ (خروج ریاچ کا)
ہو جاتا ہے آیا اسے ناز توڑ دینی چاہیے؟ فرمایا کہ نہیں،
جب تک آواز نہ سن لے یا بدو دوسرے کر لے اس وقت
تک ناز نہ توڑنی چاہیے، ابن حنفیہ نے زہری کے واسطے
سے بیان کیا کہ (ایسے شخص پر) وضو واجب نہیں ہوتی، البتہ
وہ صورت سنی ہے جس میں بدو دوسرے کر لے یا آواز نہ خرج

عَنْ جَبَّارِ بْنِ تَمِيمٍ عَنْ عَمِّهِ قَالَ شَكِنِي إِلَى
السَّخِي صَلَّيَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الرَّجُلُ يُجِدُ فِي
الْعَلَّةِ شَبًّا أَفْطَحَ الْفَلَّةَ قَالَ لَا حَتَّى يَمُتَ
مَنْ نَا أَفْطَحَ رِيحًا قَالَ ابْنُ حَنْفِيَّةٍ سَعَتِ
الرَّهْرِي لَا مَضْرُوءَ الْأَيْمَانِ وَجَدَتْ السَّخِي
أَذْهَعَتِ الْمَضْرُوءَ

(بخاری)

ریاچ کی آن لے

ان دونوں حدیثوں سے واضح ہوا کہ شخص دوسرے اور شک و شبہ پر احکام مرتب نہیں ہوتے اور نہ اس کو مشبہات کا حکم دیا جاسکتا
ہے۔ امام بخاری نے ان دونوں حدیثوں کو کتاب الوضو میں ذکر کیا ہے فیوض الباری حصہ اول میں ان دونوں حدیثوں پر مکمل بحث
ہرچہ ہے۔

جناب ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے
روایت ہے کہ لوگوں نے مجھ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یا رسول اللہ
بہت سے لوگ ہمارے پاس گشت لاتے ہیں میں یہیں یہیں
نہیں ہوتا کہ انہوں نے برکت و روح اللہ کا نام دیا یا نہیں،
اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم بسم اللہ پڑھ کر

عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ قَوْمًا قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ
قَوْمًا يَأْتُونَنَا بِاللَّحْمِ لَا نَذَرِي أَذْكَرُ فَا إِنْهُمْ
اللَّهُ عَلَيْهِ آمَنَ لَا فَعَالَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ سَمِعُوا اللَّهَ عَلَيْهِ وَكُلُّهُ -

(بخاری)

اسے کھالو بخاری)

مطلب حدیث یہ ہے کہ مسلمان سے بن نکل رکھنا چاہیے شخص شک و شبہ کی بنیاد پر حکم نہیں لگانا چاہیے کیونکہ مسلمان کی شان سے یہ بے حدیث
 کردہ بوقت ذبح اللہ کا نام نہ لے۔ اور یہ جو فرمایا کہ سمعوا للہ و اطعوا ثم بسم اللہ پڑھ کر کھالو تو اس سے متصور یہ بتانا ہے
 کہ سنت یہ ہے کہ کھانے سے پہلے بسم اللہ پڑھ لی جائے۔ یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ جس ذبح کے متعلق یقینی طور پر یہ معلوم ہو جائے کہ اسے
 قصد بسم اللہ پڑھ کر ذبح نہیں کیا گیا تو اسے بھی بسم اللہ پڑھ کر کھالو کر و قرآن مجید میں تصریح ہے۔ یہ حکم ہر اس ذبح کے لئے عام ہے جس
 پر بوقت ذبح بسم اللہ پڑھی گئی ہو البتہ سہرا یا بھول کر بوقت ذبح بسم اللہ پڑھی تو ایسا ذبح بالاجماع حلال ہے لان مقروک التہمة
 صار امتثقی بالاجماع قطعی الباقی تحت العموم فافهم۔ قال ابن الجوزی لعین العزل یعنی انہ یجوزی عالم
 یسم علیہ ولیکن لون التسمیة علی الطعام سنة۔ قال فی الفتح وهو اصل فی تحسین الظن بالمسلم وان اعودہ
 محمولة علی الکمال لا سیما اهل ذالک العصر۔ حاشیہ بخاری ج ۱ ص ۲۹۷۔

فائدہ اس حدیث پر علامہ کرمانی اور دیگر شارحین نے بھی گفتگو کی ہے مگر وہ سب رطب و یابس ہے قابل غور و فکر
 نہیں ہے۔ دیکھو مینی ج ۱ ص ۱۷۷۔

باب قولہ اللہ تعالیٰ وَاِذَا رَاوُتَّجَارَةً اَوْ لَهْوًا
 نَ الْفَضْوَا اِلَیْہَا
 اللہ تعالیٰ کا ارشاد کہ جب تجارت یا تماشہ دیکھتے
 ہیں تو اس کی طرف دوڑ پڑتے ہیں۔

عَنْ سَالِمٍ قَالَ حَدَّثَنِي جَابِرٌ قَالَ بَسِمَاتُ غَنٍ
 فَصَلَّى مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اُقْبِلَتْ مِنْ
 الشَّامِ عَلَيَّ تَحْمِلُ طَعَامًا فَالْتَمَعْتُ اِلَيْهَا حَتَّى مَا
 بَقِيَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا اَشْنَا
 غَشِي رَجُلًا فَزَلْتُ وَ اِذَا رَاوُتَّجَارَةً اَوْ لَهْوًا
 الْفَضْوَا اِلَیْہَا۔
 (بخاری)

فائدہ اول کتاب البیوع میں اس آیت پر گفتگو ہو چکی ہے۔ ام بخاری نے اس آیت کو مکرر ذکر کر کے یہ واضح کیا ہے
 کہ اگرچہ تجارت کسب حلال کرنے کے درجے سے ایک اچھا کام ہے مگر نازبہر حال تجارت پر مقدم ہے فَزَلْتُ اِذَا
 وَتَّجَارَةً کے الفاظ ہیں۔



مَنْ لَمْ يُبَالِ بِحَيْثُ كَسَبَ الْمَالَ

جس نے کمائی کے ذرائع کو اہمیت نہ دی

عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال یأتی علی الناس زمان لا یبالی المرء ما اخذ منه امن الحلال ام من الحرام ۔
 ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگوں پر ایسا وقت آئے گا کہ انسان اپنے ذرائع آمدنی کی کوئی پرواہ نہیں کرے گا کہ حلال ہے یا حرام ۔ (بخاری)

مطلب حدیث یہ نہیں ہے کہ جب حضور کی پیش گوئی کے مطابق ایسا زمانہ آنا ہی ہے کہ لوگ حلال و حرام کی پرواہ نہیں کریں گے تو پھر اس سے بچنے کی کوشش کی جائے بلکہ مطلب حدیث یہ ہے کہ جب ایسا وقت آجائے کہ لوگ مال کی حرص و طمع میں ذرائع آمدنی کی پاکی و طہارت کا خیال نہ رکھیں تو بھی حلال روزی کمانے کے لئے ہر ممکن کوشش مزدوری ہے ۔ (۲) لا یبالی المرء ما اخذ محہ ترجمہ الباب ہے ۔

رزق حلال کی اہمیت روزی کے متعلق سب سے پہلے اسلام نے اپنے پیروؤں کو خوب اچھی طرح یقین دلایا ہے کہ دنیاؤ کا سب سے بڑا رزق کی تلاش اور تنگی و دونوں کام خدا کے ہیں اور حکومت سے ہیں ۔ دولت مند انسان یہ سمجھتا ہے کہ مجھ میں کوئی ایسی بات ہے یا مجھے ایسا ہنر یا طریقہ معلوم ہے جس سے یہ ساری دولت میرے چاروں طرف کھٹی چلی آ رہی ہے لیکن مذہبی تعلیم کے علاوہ دنیا کے واقعات پر گہری نظر اس یقین کو مٹانے کے لئے کافی ہے ۔

وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا ۚ وَيَعْلَمُ مَا فِي صَدْرِكُمْ ۚ وَلَئِنْ كُنْتُمْ إِلَّا قَوْمًا يَلْعَبُونَ ۚ
 اور زمین میں کوئی چلنے والا نہیں ، مگر یہ کہ اس کی روزی خدا کے ذمہ ہے ۔ (ہود - ۱)

لَهُ مَقَالِيدُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَن يَشَاءُ ۚ وَيَقْدِرُ ۚ إِنَّهُ بَكْلٌ شَعِی ۖ عَلِيمٌ
 اس کے ہاتھ میں ہیں آسمانوں اور زمین کی کینیاں وہ جس کے لئے چاہتا ہے رزق پھیلا دیتا ہے اور جس کے لئے چاہے تپ دیتا ہے ۔ وہ ہر ایک چیز کی خبر رکھتا ہے ۔ (شود - ۱)

لِلَّهِ خَزَائِنُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ وَلَهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ لَهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ
 زمین اور آسمان کے خزانے اسی کے ہیں ۔ خدا ہی کا ہے جو کچھ آسمان میں ہے اور زمین میں ہے ۔ آسمان و زمین کی ملکیت یا بادشاہی اسی کا ہے اللہ کی ہے ۔

قرآن مجید نے ان یقیناں کو بار بار بیان کر کے مسلمانوں کے ریشہ ریشہ میں اسی لئے رچایا ہے تاکہ ان میں فیاضی یا ثناء شکر ، قناعت پسندی اور بے طمعی کے جوہر پیدا ہو جائیں ۔

حصولِ رزق کی کوشش کرنا ہر مسلمان پر واجب ہے | روزی کا نام اور اصل انسانی زندگی کی ضروریات سے ہے اور مغرماً و مصللاً ہر مسلمان پر واجب ہے کہ وہ اپنی زندگی کی ضروریات کی تکمیل اور اصلاح کے لئے حصولِ رزق کی کوشش کرے، خواہ وہ تجارت و زراعت کی شکل میں ہو یا ملازمت و نوکری کی صورت میں۔ کتابِ جیمیں منبیا۔

خَلَقَ لَكُمْ مِمَّا فِي الْأَرْضِ جُوعِينَ
اور سورۃ مائدہ ۱۷ میں اللہ تعالیٰ نے زمین کی تمام چیزیں اللہ نے تمہارے لئے پیدا کی ہیں
رزقِ حلال خدا کا فضل ہے | منہ لیا ہے۔

يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّن رَّبِّهِمْ وَيَرْضَوْنَ
اپنے رب کا فضل اور خوشنودی تلاش کرتے ہیں۔
فَأَنْتُمْ فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ
زمین پر پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو۔
اللَّهُ - (جمعہ)

قرآن پاک کے عبادہ میں خدا کا فضل تلاش کرنے سے مقصود تجارت اور روزی کا کامانا ہوتا ہے معلوم ہوا کہ حصولِ رزق کی تلاش کرنا رزاقِ کائنات کا فضل ہے اور یہ زمین اس کے لئے بمنزلِ زمین کے ہے اور اس میدان کی تمام اشیاء انسان کے نفع کے لئے پیدا کی گئی ہیں لہذا ضروری ہوا کہ ایسے قواعد و ضوابط مقرر کر دیے جائیں جن کے ماتحت نفلِ الہی کی تلاش کی جائے کیونکہ رزق اور اس کے حصول کے لئے اگر کوئی تاحدہ اور ضابطہ نہ ہو تو ہر اس بے قیہ پھوڑ دیا جائے تو ہر اس بے اس طرح عدل و ظلم، امانت اور نیکیت پاک اور ناپاک، جائز اور ناجائز کی تمیز اٹھ جائے گی اور یہ بات نظامِ ملی کی تباہی و بربادی کا باعث ہوگی چنانچہ اسلام سے قبل دنیا کی کچھ ایسی ہی حالت تھی جس کے جی میں جو آنا اور جیسے آنا کا تھا جتنی کدھم و جھرسے کائی ہوئی دولت پر فخر کیا جاتا تھا۔ اسلام آ تو اس سے حصولِ رزق کے حدود مقرر کر دیے۔ جائز و ناجائز کی تفصیل پیدا کی۔ حلال و حرم کا ضابطہ مقرر کیا۔ پاک روزی ڈھونڈنے اسی نئے ضروریاتِ زندگی کو پرانے کرنے کی تاکید فرمائی۔ چنانچہ سورہ بقرہ میں فرمایا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُنْزُوا مِن حَلَالَاتِ مَا زَرَقْنَا فَاشْكُرُوا لِلَّهِ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ أَنْ تَتَّقُوهُ
اگر تم میں ایمان آئیے تو تمہارے لئے حلال کی اہمیت ظاہر ہوتی ہے گویا یہ بتایا گیا ہے کہ انسان کا اپنے رب کے ساتھ بندگی اور نیا زندگی کا تعلق ہے اور اس تعلق کا اہم تقاضا یہ ہے کہ اللہ کے بندے رزقِ ہلال کی کوشش کریں اور زائغ آمدنی کی محنت و ہلاکی کا خیال رکھیں۔

رزقِ حلال کی اہمیت کا ایک اہم پہلو | آج کل کے بہت سے اچھے خاصے وندہ و عقلوں میں بھی معاملات یعنی خرید و فروخت، امانت، قرض، نوکری اور مزدوری کی اصلاح کا اتنا اہتمام نہیں جتنا کہ ہونا چاہیے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ بہت لوگ جن کی حالت نماز، روزہ وغیرہ عبادات کے لحاظ سے کچھ غنیمت بھی ہے۔ کاروباران کے بھی پاک نہیں ہیں حالانکہ کاروبار کی ہلاکی اور معاملات کی محنت کے شعبہ کی اہمیت کا یہ عالم ہے اس کا تعلق بیک وقت اللہ کے حق سے بھی ہے اور بندے کے حقوق سے بھی۔ نماز، روزہ وغیرہ عبادات اگرچہ رکنِ دین ہیں اور اس حیثیت ایمان کے بعد انہیں کا درجہ ہے۔

روئے شخص ان میں کو باہی کرتا ہے تو صرف خدا کا مجرم ہوتا ہے۔ پھر اگر کچھ دل سے توبہ و استغفار کی جائے تو باگاہ خداوندی سے اس جرم کی معافی ہی کی امید ہے لیکن اگر عین دین میں خیانت واقع ہو جائے اور حصول رزق کے لئے ناجائز ذرائع کو اختیار کیا جائے تو اس طرح اللہ عزوجل کی نافرمانی بھی ہوگی اور کسی بندے کی حق تلفی بھی ایسی باتوں پر لازم قرار پائے گی۔

ناب خیال جیسے اللہ تعالیٰ کے کرم سے معافی کی ہی امید ہے۔ قیامت کے دن جس بندہ کی حق تلفی ہوئی ہے اس سے معافی حاصل کر لی جائے گی، تو اگرچہ اس کا امکان ضرور ہے مگر کون کہہ سکتا ہے جو بندے ہم جیسے کرم حاصل ہیں وہ قیامت کے دن ضرور ہی معاف کر دیں گے۔ پھر اگر وہ معاف نہ کریں تو؟۔

عرصات محشر میں حقدار مدعی بن کر انصاف کے طالب ہوں گے | **حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں** پڑھیں گے جن کی دنیا میں حق تلفی کی گئی ہے جن کے حقوق مارے گئے ہیں تو وہ مدعی بن کر انصاف کے طالب ہوں گے پھر اللہ تعالیٰ انصاف اور فیصلہ فرمائے گا اور نتیجہ یہ ہوگا کہ نماز، روزہ، صدقہ و خیرات کی قسم کی ان لوگوں کی ساری نیکیاں ان مدعیوں کو دلاوی جائیں گی اور جب ان نیکیوں سے بھی ان لوگوں کے حقوق پورے نہ ہوں گے تو ان مدعیوں کے کچھ گناہ ان لوگوں پر لا دیے جائیں گے اور بالآخر یہ لوگ جہنم میں ڈلا دیے جائیں گے۔

غالباً اسی حیثیت سے ایک حدیث میں معاملات کی اصلاح کو صراطِ نماز روزہ اور صدقہ و خیرات سے افضل بتایا گیا ہے۔ یہ بیش تر مذہبی و اہلِ دین میں حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن فرمایا:۔

الْأَخْذُ بِرُكْنٍ يَأْخُذُ بِأَفْضَلِ مِنْ ذَوَاتِ الْحَيَاتِ مِ
مِیں تم کو وہ چیز نہ بتاؤں جو روزہ، صدقہ اور نماز سے
بھی افضل ہے۔ وَالصَّدَقَةُ - الصَّلَاةُ

حاضرین نے عرض کی یا رسول اللہ ضرور بتائیے۔ آپ نے فرمایا۔

إِصْلَاحُ ذَاتِ الْبَيْنِ وَفَسَادُ ذَاتِ الْبَيْنِ
کی غزالی موند دینے والا استرا ہے۔ هِيَ الْخَالِقَةُ (ترمذی)

بال موندنے والا استرا نہیں بلکہ ثواب آخرت کا صفایا کر دینے والا استرا۔

رزق حلال کی اہمیت کا ایک اہم پہلو | معاملات کو دین کے دوسرے شعبوں کے مقابل یہ خاص امتیاز بھی حاصل ہے اس میں اپنی ذاتی منفعت و مصلحت اور اپنی خواہش نفس کی اور اللہ عزوجل کے احکام کی کشمکش بہ نسبت دوسرے تمام شعبوں سے زیادہ رہتی ہے۔ نفس کی خواہش عموماً یہی ہوتی ہے کہ بھوٹ پرچ اور جائز ناجائز کا لحاظ نہ کرے بغیر ہر سامان ہوا و برس طرح بھی نفع کی زیادہ امید ہو کر گزرا جائے۔

یہ اشیاء غرضی میں ملاوٹ، دھوکہ، فریب حتیٰ کہ بچوں کے استعمال کی معمولی درانی نمک کی بوتلوں میں جلی پیل لگا کر فروخت کرنا خواہش نفس ہی کے محرکات ہیں اور اللہ کا دین یہ کہتا ہے کہ نفع کم ہو یا زیادہ، تجارت میں فائدہ ہو یا نقصان، بھوٹ، فریب اور دھوکے کے ذریعہ حاصل رزق حرام و منوع ہے۔ لہذا بندے کی ہنگامی اور فزائبراری کا سب سے سخت امتحان معاملات کے متعلق ہوتا ہے۔

قرآن مجید میں مندرمایا۔

وَمَنْ يَذَّكَّرْ فَتَنْفُسُهُ فَمَا لَوَالِيَهُ هُمُ
الْمُفْلِحُونَ (حشر ۱۱)

سودہ شمس میں مندرمایا

قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكَّاهَا وَقَدْ خَابَ مَنْ
دَسَّاهَا۔ (شمس)

مطلب یہ کہ یہ حرص و طمع کا جذبہ ہی ہے جو انسان کو برائی اختیار کرنے کی راہ دکھائی دیتی ہے اور دوسرے کی جان لینے تک پرا بھارتا ہے۔
ان آیات کی تشریح میں حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

”ایمان اور حرص ایک دل میں جمع نہیں ہو سکتے۔“ (نسائی)

سبب ظاہر ہے کہ ایمان کا ل کا تہ تبریز نزل اور قناعت ہے اور حرص کا تہ تبرج ہے اعلیٰ نانی بے مبری اور ہوس ہے جو تمام برائیوں کا
سرچشمہ ہے۔ ایک اور حدیث میں فرمایا۔

”انسان بوجہ ہوا ہے گلاس کی دوچندیں جو ان بہتی ہیں۔ جیسے کہ غواہش اور مال کی حرص“ (ترمذی)
کئی صحابہ کا بیان ہے کہ آپ نے فرمایا۔

”بھڑے جو بھڑیوں کے ریڑیوں پر چھوڑ دیے جائیں وہ ان کو اتنا براؤ نہیں کر سکتے جتنی کہ مال و جاہ کی حرص انسان کے دین و ایمان کو برباد
کر دیتی ہے۔“ (ترمذی)

غرضیکہ دینی و دُخروی نلاح و فزاد نہیں کا حصہ ہے جو اپنی خواہش نفس پر قابو رکھتے ہیں اور نفس کی بڑی سے بڑی تھریکس انہیں مادہ
قے سے محروم نہیں کرتی ہے۔ لہذا جب تک انسان اپنی حرص و طمع کو روک کر حصولِ رزق کے جائز طریقے اختیار نہیں کرے گا وہ کامیابی حاصل
نہیں کر سکتا خواہ یہ کامیابی دین کی ہو یا دنیا کی۔

اصولاً حصولِ رزق سے متعلق عدل و انصاف پر مبنی جو اصول مقرر کیا ہے وہ ایک
صنوبل رزق کا ایک اور مرکزی اصول
ایسے مرکزی حیثیت کہ جس کو پیش نظر رکھ کر ہم یہ فیصلہ کر سکتے ہیں کہ حصولِ رزق
کے ذریعے میں سے کون سا ذریعہ حلال اور جائز ہے اور کون سا ناجائز اور حرام ہے۔ سودہ شمار میں فرمایا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ هُمْ يَحْتَسِبُونَ
بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَنْ تَكُونُوا تَجَارَةً عَنْ تَرَاهُنْ تَكُونُوا

یہ آیت لین دین کے متعلق ایک اصولی حیثیت رکھتی ہے اور اس نے لین دین کے ان طریقوں کو جو ایمان داری کے خلاف ہیں اور جن
کوئی حد نہیں ہے۔ ایک لفظ باطل سے بیان کر دیا۔ یعنی کسی کی چیز خواہ دھوکہ و فریب، ظلم و ہوس سے لی جائے یا چوری اور غصب، رشوت اور

بیعت اور سود کے ذریعہ حاصل کی جائے غرضیکہ جس ناجائز طریقے سے بھی دوسرے کا مال لیا جائے، اس آیت کے عموم و اطلاق کے
مرد داخل ہے۔

پھر اس سلسلہ میں اسلام کی تکمیل تعلیم کا یہ عالم ہے کہ اس نے ان نازک سے نازک ناجائز معاملوں اور دوسلوں کی بھی جنہیں عام طور پر باطل نہیں سمجھا جاتا یا انہیں بہت ہی کم درجہ کا جرم خیال کیا جاتا ہے نشان دہی کی ہے اور ان کو بھی عین عذریہ قراروں کی آتشیر کے ان کی اہمیت کو ظاہر کیا ہے اور اپنے پیروں کو اس سے بچنے کی تاکید کی ہے۔

معاملہ کا راستہ باز ہی آخرت کی کامیابی کا مستحق ہے | قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے جن لوگوں کے لئے اپنی مغفرت اور اجر کے بعد پہلا درجہ سچوں اور فہم کے معاملات میں راست بازوں ہی کا ہے۔ سورہ احزاب میں فرمایا ہے۔

وَالصَّادِقِينَ وَالصَّادِقَاتِ أَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ مَغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا
اور سچے مرد اور سچی عورتیں خدا نے ان کے لئے مغفرت اور بڑا اجر رکھا ہے۔ (احزاب ۵)

آخرت میں بھی یہ سچائی ہی کام آئے گی اور دلوں کی کامیابی کا ذریعہ بنے گی۔ قیامت کی نسبت فرمایا۔
هَذَا يَوْمُ يَنْتَعِ الصَّادِقِينَ صِدْقُهُمْ
یہ دن ہے کہ سچے بندوں کو ان کا سچ کام آئے گا۔ (مائتہ ۱۶)

اس سچائی کے مطابق آخرت میں اللہ عز وجل ثواب عطا فرمائے گا۔
لِيُجْزِيَ اللَّهُ الصَّادِقِينَ لِمِذْقِهِمْ
تاکہ اللہ سچے اتنے والوں کو ان کی سچائی کا عوض عطا فرمائے
پھر یہی نہیں کہ سچائی امتیاز کرنے کا ہی حکم دیا گیا بلکہ اس کی اہمیت اسلام میں اتنی بڑھادی گئی کہ ہمیشہ سچوں کا ساتھ دینے، سچوں ہی سے رابطہ و علاقہ رکھنے اور انہیں کو محبوب و معینت میں رہنے کی تاکید کی گئی ہے۔
اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ (توبہ ۱۱۵)

اسے ایمان والو! خدا سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ رہو۔
رزق حلال کی بنیاد صداقت و امانت پر ہے | یوں بھی صداقت و دیانت کو معاملات میں مرکزی حیثیت حاصل ہے اور اس کا مقصد یہ ہے کہ انسان اپنے کاروبار میں ایماندار رہو۔

سورہ نسا میں فرمایا۔
إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تَوَدُّوا لِأَهْلِيكُمْ
الحق اٰہلیہا۔
بے شک اللہ عز وجل تم کو حکم دیتا ہے امانتوں کو ان کے مالکوں کے حوالے کر دو۔

اگرچہ اس آیت کا شان نزول خاص ہے لیکن معنی کے لحاظ سے امانت کے ہر جز پر اس کا اطلاق کیاں ہوگا اسی لئے صاحب تفسیر کشاف و ابن جریر نے تصریح کی کہ اس کی وسعت میں وہ امانت الٰہی بھی داخل ہے جسے عدل و انصاف سے موسوم کیا جاتا ہے جس سے واضح ہوتا ہے کہ امانت کا دائرہ صرف روپے پیسے جائداد اور مالی اشیاء تک محدود نہیں بلکہ مالی، قانونی اور اخلاقی امانت تک وسیع ہے کسی کا بھید آپ کو معلوم ہے تو اس کو چھپانا بھی امانت ہے۔ کسی مجلس میں آپ ہوں اور وہاں آپ دوسروں کے متعلق کچھ باتیں سن لیں تو ان کو اسی مجلس تک محدود رکھنا اور دوسروں تک پہنچا کر فتنہ و ہنگامہ اور ملک کے وقار کو نقصان پہنچانے کا باعث نہ بننا بھی امانت ہے اگر کوئی شخص کسی کا ملازم ہے تو اس کو اس نوکری کی شرائط کے مطابق اپنی ذمہ داری کو محسوس کر انجام دینا بھی امانت ہے اگر کوئی کسی کا، گھنٹہ کا ملازم ہے اور وہ اس کی اجازت کے بغیر کچھ وقت چرائیٹا ہے یا بے سبب ستھ

کنا یا دیسے آیا وقت سے پہلے چلا جاتا ہے تو یہ بھی امانت کے خلاف ہے۔ یہی ناپ تول میں کمی بیشی کرنا، خرید و فروخت کے وقت بیع کے عیب کو چھپانا، جھوٹ اور فریب سے کام لینا یہی امانت و دیانت کے خلاف ہے۔

اشیا غرضی میں ملاوٹ بدترین قسم کا گناہ ہے | کیونکہ اس سے مرث ایک شخص کی حق ملی نہیں ہوتی بلکہ پورے معاشرہ کی حق ملی ہوتی ہے۔

ایک حدیث میں حضور در کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں سے اپنی بیزاری، بے تعلقی کا اعلان فرمایا ہے جو کاروبار میں ایمان داری اور دیانت داری کے اصول کی پابندی و کریں۔ ایک دن آپ غلہ کے ایک ڈھیر کے پاس سے گزرے آپ نے اپنا ہاتھ اس ڈھیر کے اندر داخل کر دیا تو اندر کچھ نمی و ترری محسوس ہوئی۔ آپ نے دکاندار سے دریافت فرمایا کہ یہ کیا تھہ ہے آپ نے تمہارا غلہ خشک ہے اور اندر سے گیسٹا ہے۔ اس نے عرض کی کہ کچھ بونہیں بڑگی تھیں جس سے غلہ تر ہو گیا تھا۔ آپ نے فرمایا پھر تم نے اس جھگے کو غلہ کے اوپر کیوں نہیں ڈالا کہ قریدار تمہارے غلہ کے گیلے پن کو دیکھ سکتا۔ اس کے بعد فرمایا:-

مَنْ عَشَّ فَلَيْسَ مِنِّي (مسلم) جو کوئی کاروبار میں ایسا دھوکا کرے وہ میرا نہیں۔

وہ مال اور دولت جو ناجائز طریقہ سے حاصل کیا جائے گا وہ برکت سے خالی ہوگا۔ دنیا میں تو یہوں کو ایسی دولت معاشرہ میں توازن ختم کر دے گی اور آخرت میں بیل کر:-

لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ لَخْمٌ مَبْتٌ مِنَ الشَّعْبِ وَكُلٌّ لَخْمٌ مَبْتٌ مِنَ الشَّعْبِ كَانَتْ النَّارُ أَوْ لَا بِه۔

خود کیجئے کہ اسلام میں رزق حلال کی کچھ ایسی ہیئت ہے اور معاملات میں اسلام جس سے کس قدر امتیاز کا مطالبہ ہے۔ الغرض جو مال و دولت ناجائز طریقہ سے حاصل کی جائے گی وہ برکت سے خالی ہوگی اور اس کے باقولات اس دنیا میں بھی ظاہر ہوتے ہیں چنانچہ بیماری پریشانی، ناگہانی آفتیں، بے ایمانی اور لالچی اولاد اسی کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ غور کیجئے، جو دولت سکون قلب سے انسان کو محروم کر دے وہ کس کام کی؟ واضح ہے کہ آدمی کے بُرے عملوں کا نتیجہ اس دنیا میں بھی ظاہر ہوتا ہے مگر ہم غفلت کی وجہ سے اس بات کو محسوس نہیں کرتے۔

رشتہ دینے والے اور لینے والے دونوں پر حضور نے لعنت فرمائی | اسی طرح کسی معاملہ میں رشوت دینا اور لینا بھی امانت و دیانت کے خلاف ہے۔ رشوت کا مطلب یہ ہے کہ اپنی

باطل غرض اور ناحق مطالبہ کی تکمیل کے لئے کسی ذی اختیار یا کارپرداز شخص کو کچھ دے کر اپنے فوائد کی کرے۔ قرآن نے اغراض باطلہ فاسدہ کے حصول کے لئے رشوت دینے کو یہودیوں کے جرائم میں سے ایک جرم شمار کیا ہے۔ وہ اپنے پیٹ کی خاطر اپنے عمار کو اس لئے رشوتیں دیتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جرمات و تورات میں ہیں وہ عام لوگوں کو سبائیں۔ قرآن مجید میں ان لوگوں کے بارے میں فرمایا:-

أُولَئِكَ مَا يَأْكُلُونَ فَنَفْ بَطْلُونِ سِفَرِ الْآثَارِ۔ یہ یہود اپنے پیٹوں میں آگ بھرتے ہیں

اس کے بعد قرآن نے مسلمانوں کو ہدایت دی کہ وہ یہود کی اس خصلت نہ اپنائیں۔

سورہ بقرہ میں فرمایا:-

وَنَذَلُوا إِلَيْهَا إِلَى الدُّكَّانِ لَنَا مَخْلُوقَاتُهَا مِنْ
أَمْوَالِ النَّاسِ بِالْإِذْنِ -

اسے ایمان ملا۔ آپس میں ایک دوسرے کا مال نہاں طریقہ
سے مت کھاؤ اور ذمال کو مالوں تک پہنچاؤ تاکہ لوگوں کے
مال کا کچھ حصہ گناہ سے کھا جاوے۔

یہ آیت اپنے ترجمہ کے ساتھ جس کو بعض مفسرین نے اختیار کیا ہے۔ رشوت کی ممانعت و حرمت میں صاف مترج ہے۔
حضرت سید عالم رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

”رشوت دینے والے اور لینے والے دونوں پر لعنت ہے۔“ (ابو داؤد)

رشوت لینے والے پر لعنت اس لئے ہے کہ وہ حرم کی اعانت کرتا ہے اور حرم کی اعانت بھی تو قانون و اخلاق کی مدد سے جرم ہی ہے
اسلام نے رشوت کا دروازہ بند کرنے کے لئے اس قدر احتیاط و احکام دیا ہے کہ حج و عمرہ پر صرف مساجد ہی پر رشوت بھی قبول نہ کریں کیونکہ اس طرح
حج و عمرہ پر رشوت کے دتار اور لوگوں کے اعتماد میں فرق پیدا ہوگا۔ (مواہم مالک، کتاب المساقہ)

مگر آج حالت یہ ہے کہ اللہ کے بندے خوب خوب رشوت لیتے بھی ہیں اور دیتے بھی ہیں اور ضلالت و زنا نہیں ڈرتے اور پھر لعنت
یسے کہ حرام کی کمائی ہوئی دولت سے جب عظیم اشران مل دلتے ہیں تو اس کے سرور و شرف پر انتہائی دھنسی اور بے شرمی کے ساتھ یہ بھی
لکھ دیتے ہیں ”هَذَا مِنْ فَعْلِنَا رَبِّي“ ایسے ہی افراد کے لئے حضرت علیہ السلام نے فرمایا۔

لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ جَسَدٌ غَدَعٌ -
جو جرم حرام غذا اور ناجائز آمدنی سے پلا ہو وہ جنت میں
نہ جاسکے گا۔

بالحذر -

ایک دوسری حدیث میں فرمایا۔

يَطْبَلُ السَّمَرُ أَشْعَثَ أَغْبَرِ يَمْدُ يَذِيهِ
إِلَى السَّمَاءِ يَارَبِّ رَمَطُهُ حَرَامٌ قِي
مَشْرَبَةٌ حَرَامٌ غَدَعٌ - بِالْحَرَامِ رَفَاقِي
بِشْتَبَابٍ لِّذَلِكَ -

دور دراز کا سفر کر کے اس حال میں آنے کہ بال پرانگہ ہوں
سر سے پانچ خبار میں اٹا ہوا آسمان کی طرت ہاتھ اٹھا کر
دُعا کر کے لے رہا ہے میرے رب! لیکن اس کا کھانا،
پینا حرام مال سے ہوا اور حرام مال ہی سے اس کی پرورش ہوئی
اس حالت میں اس کی دعا کو قبول ہوگی۔

(مسلم شریف)

یہ ہے حرام نوشی کمانے اور اس کو استعمال کرنے کا انجام کہ وہ ارحم الراحمین جو رب العالمین ہے اس کی بارگاہِ قدس میں ایسے شخص
کے الحاح و زاری کے ساتھ اٹھے ہوئے ہاتھ بھی باایاب نہیں ہوتے۔

آپ تول میں درستی اور صحت کی اہمیت | خیرید و فروخت کے سلسلہ میں ناپ تول کی درستگی کی بھی دین میں بڑی اہمیت ہے
اور تہذیب و تمدن میں اس کی صحت و درستگی پر بڑا زور دیا گیا ہے اور ناپ تول میں
کمی بیشی کو حرام قرار دیا گیا ہے۔

اور ناپ اور تول کو پر راکو۔

وَأَوْفُوا الْكَيْلَ وَ الْإِسْزَانَ

یہی ہدایت حضرت شعیب علیہ السلام نے اہل مدین کو دی تھی جو مشرق و مغرب کے تجارتی قافلہوں کے گزیر پر آتا دیکھتے۔

وَلَا تَنْفَعُكَ السَّيَالُ وَالْمِيزَانُ إِفَىٰ أَوَّلَكَ
يَحْذِرُ فَوَافِقُ أَخَاكَ عَلَيْكَ عَذَابٌ يَوْمَ يُحْطَبُ
اور ناپ تول میں کمی بیشی کے موزن میں خاص طور پر تاجر اور برپاری مبتلا رہتے ہیں اور چاہتے تو ہیں کہ اس بے ایمانی سے کچھ اپنا سڑیہ
اور نفع بڑھالیں گے گریہ آیت ہے کہ یہ خیال غلط ہے جو لوگ اس جرم کے شریک ہوتے ہیں۔ دنیا میں تو اس کا نتیجہ نکلتا ہے کہ ان کی
ساکھ جاتی رہتی ہے جو بالآخر بڑی تباہی کا باعث بن جاتی ہے اور آخرت میں اس کی سزا جہنم ہے۔ چنانچہ فرمایا۔
وَوَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِينَ الَّذِينَ إِذَا اكْتَالُوا عَلَى
النَّاسِ يَسْتَوْفُونَ ۖ وَإِذَا كَانُوا لَهُمْ أَوْ
وَزَنُوا يَخْسِفُونَ ۚ
اور سورہ بنی اسرائیل میں فرمایا۔

وَأَوْفُوا الْكَيْلَ إِذَا كِلْتُمْ وَزَنُوا بِالْقَيْسِ الْمُسْتَقِيمِ
ذَالِكَ خَيْرٌ وَأَخْسَنُ تَأْوِيلًا
آیت کا اخیر کا کلمہ بتاتا ہے کہ بے ایمانی کی ناپ تول سے خیر و برکت جاتی رہتی ہے اور گو شروع میں کتنا ہی فائدہ ہو مگر آخر میں یہ ہلائی
کا رو باہکی تباہی کا باعث بنتی ہے پھر اس جرم کی عکسگی اس وقت تو بہت ہی بڑھ جاتی ہے جبکہ یہ بد دنیا کی کسی غریب و نادار سے
لی جائے جسکو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مظلوم کی دھڑلے پختے رہنا کیونکہ اس کے اور خدا کے درمیان کوئی پردہ نہیں ہوتا۔ (بخاری،
جھوٹی قسم سے اللہ عزوجل کے مقدس نام کی بے حرمتی ہوتی ہے |
اپنی بات میں قوت و صداقت پیدا کر کے اس کو منوانے
کا جذبہ ہر شخص میں ہوتا۔ بات اگر سچی ہو اور جہاں تک
انسان کے علم تعلق ہے واقع کے خلاف بھی نہ ہو تو رقت ضرورت نفس قسم کھانا بھی ٹھیک نہیں پھر جھوٹی قسم کھانا اور بھی اللہ عزوجل کے
مقدس نام پر یہ تو اور بھی بُری بات ہے جھوٹی قسم دراصل جھوٹ کی ایک بدترین قسم ہے کیونکہ اس میں جھوٹ بولنے والا اپنے ساتھ
خدا کے نام کو بھی شریک کر لیتا ہے۔ قرآن کریم نے اسی لئے اس کو اہل نفاق کی حالت قرار دیا ہے۔

يَخْلُقُونَ عِظًا ۖ الْكَذِبُ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ۚ

منافقوں کی حالت یہ ہے کہ وہ جان بوجھ کر جھوٹی باتوں

پر تمسین کھاتے ہیں۔

(مجادلہ ۳)

انھوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا کر لیا ہے۔

إِخْتَدُوا أَيْنَمَا هُمْ تَجِدَهُ (مجادلہ ۳)

عوامات اور سوداگرچہ دن کی قیمت اور مال کی اصل حقیقت بتانے میں جھوٹ کے شریک ہوتے ہیں اور جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں اسلام
نے اس سے کچھ بھی ہدایت کی ہے۔ ایک دفعہ ایک معاملہ میں ایک شخص نے اسی طرح کی قسم کھانا چاہی تو آپ نے فرمایا۔
”اگر اس نے قسم کھائی مگر نہ ظلم سے مال لے لے تو خدا سے جب ملے گا تو خدا اس پر نظر رحمت نہ فرمائے گا (مسلم) لہذا معاملات میں جھوٹی
قسموں سے بچنا بھی ضروری ہے۔

ان گزارشات سے اس امر کی کافی وضاحت ہو جاتی ہے کہ معاملات میں اسلام ہم سے کیا چاہتا ہے اور کن امور کی پابندی کو لازم
ت قرار دیتا ہے۔

کتاب وسنت کی ان ہدایات سے یہ بھی واضح ہوا کہ اللہ عزوجل کی رضا و رحمت حاصل کرنے اور سچا مسلمان بننے اور دین دنیا میں کامیاب و کامران رہنے کے لئے جیسے نماز روزہ روزہ کی پابندی ضروری ہے، ایسے ہی معاملات کی درستی اور ذرائع آمدنی کی صحت و پاک بھی نہایت ضروری ہے۔

بَابُ التِّجَارَةِ فِي الشَّرِّ

باب حلالی میں تجارت کرنا

وَقَوْلُهُ رِجَالٌ لَا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ قَالُوا قَدْ أَتَىكَ الْفَوَاحِشُ قَالُوا لَا يَكْفُرُونَ وَلَكِنْ هُمْ إِذَا نَابَ لَهُمْ حَقٌّ حَقَّنْ حَقَّقُوا اللَّهَ لَا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ حَتَّى يُؤَدُّوا إِلَى اللَّهِ - (بخاری)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد کہ کچھ لوگ ایسے ہیں جنہیں تجارت اور خرید و فروخت اللہ کی یاد سے غافل نہیں کرتی۔ قہار نے فرمایا کہ کچھ لوگ ایسے تھے جو خرید و فروخت اور تجارت کرتے تھے مگر اللہ کے حقوق میں سے کوئی حق سامنے آجاتا تو ان کی تہمت اور غریب و فروخت انہیں اللہ کے ذکر سے غافل نہیں رکھ سکتی تھی تا آنکہ اللہ کے حق کو ادا نہ کر لیں۔

اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ اگرچہ حلال طریقہ سے روزی کمائی نفہ ایک اچھا کام ہے لیکن اس سے بھی اہم جو فرائض ہیں انہیں پہلے ادا کرنا ضروری ہے۔ بیع و دشر میں ایسا ہناک جائز نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حقوق تلف ہو جائیں، صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا طریق کار یہی تھا کہ انہیں تجارت و ذکر الہی سے غافل نہیں کرتی تھی۔ جب وہ بحالت بیع و دشر نماز کی اقامت سنتے تو اللہ تعالیٰ کے حق کو ادا کرنے کے لئے دوڑ پڑتے۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا یہ آیت ان مسلمانوں کے حق میں نازل ہوئی ہے جو نماز کے وقت اپنی دکانیں بند کر دیتے تھے اور نماز ادا کرنے کے لئے مسجد میں چلے جاتے تھے۔

تجارت کا لفظ بیع و دشر دونوں پر بولا جاتا ہے۔ پھر آیت میں بیع کا لفظ کیوں ہے؟ بعض نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ تجارت سفر میں ہوتی ہے اور بیع حضر میں (یعنی)

بَابُ الْخُرُوجِ فِي التِّجَارَةِ

باب تجارت کے لئے نکلنا

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے و جمعہ کی نماز ادا کر چو تو زمین میں

پھیل جاؤ اور اللہ فضل دھونڈو۔

وَقَوْلُ اللَّهِ تَعَالَى فَإِنْ أَنتُمْ فِي الْأَرْضِ

فَاتَّبِعُوا مِنْ فَضْلِ اللَّهِ - (بخاری)

خانا پکھڑا یعنی جہو کی نماز کے بعد معاش کے کاموں میں مشغول ہو جانا جائز ہے۔ یہاں امر اباحت کے لیے ہے۔ جیسے آیت واذا حللتم فاصطادوا میں امر کا صیغہ اباحت کے لیے ہے۔ واضح ہو کہ جہو کی اذان ہوتے ہی خرید و فروخت اور وہ تمام مثل غل دینو پر جو ذکر الہی (نماز جہو) سے غفلت کا سبب ہوں ممنوع ہو جاتے ہیں۔ مزید تفصیل کے لیے فیض الہاری حصہ کتاب المجموعہ پر ملاحظہ فرمائیں۔

ابن جریر نے بیان کیا کہ مجھے عمرو بن دینار اور عامر بن مصعب نے خبر دی۔ ان دونوں حضرات نے ابو المنہال سے سنا، انہوں نے بیان کیا تھا کہ میں نے براہین عازب اور زید بن ارقم رضی اللہ عنہما سے سونے چاندی کی خرید و فروخت کیے متعلق پوچھا تو ان دونوں حضرات نے فرمایا کہ ہم نبی کریم صلی علیہ وسلم کے عہد میں تاجر تھے۔ اس لیے ہم نے آپ سے سونے چاندی کی خرید و فروخت کے متعلق پوچھا تھا، آپ نے جواب دیا تھا کہ (یعنی دین) ہاتھوں ہاتھ ہو تو مروج نہیں لیکن ادھار کی صورت میں درست نہیں۔

قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ أَحَبُّ بَنِي عُمَرَ بَنِي دِينَارٍ وَ
عَامِرُ بْنُ مُصْعَبٍ أَنَّهُمَا سَمِعَا أَبَا الْمُنْهَالِ
يَقُولُ سَأَلْتُ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ وَزَيْدَ
بْنَ أَرْقَمٍ عَنِ الصَّرْفِ فَقَالَا كُنَّا تَاجِرَيْنِ
عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَسَأَلْنَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ
الصَّرْفِ فَقَالَ إِنْ كَانَ يَدُ ابْنِهِ فَلَا يَأْسَرُ
وَإِنْ كَانَ نَسَاءً فَلَا يَصْلُحُ (بخاری)

فائدہ و مسائل

کناتنا مسجدین کے الفاظ ترجمہ الباب ہیں (۲) بیع صرف۔ یعنی ٹن کو ٹن سے بیچنا۔ پس اگر چاندی سے چاندی کی یا سونے سے سونے کی بیع ہوئی۔ (یعنی دو نو طرت ایک ہی جنس ہے) تو اس کے جائز ہونے کی شرط یہ ہے کہ دو نو وزن میں برابر ہوں اور اسی مجلس میں دست بدست قبضہ ہو اور سونے چاندی کی میں اگر کسی طرت سے ادھار ہو تو یہ بیع ناسد ہے۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے عربی خطاب رضی اللہ عنہ سے اجازت چاہی (ملنے کی) لیکن اجازت نہیں ملی، غالباً آپ اس وقت مشغول تھے۔ اس لیے ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ واپس آگئے۔ پھر عمر رضی اللہ فارغ ہوئے تو فرمایا، کیا عبد اللہ بن قیس (ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ) نے آواز دی تھی انہیں اجازت دے دو۔ بیان کیا گیا ہے کہ ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ پھر آئے تو عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں جلایا۔ (واپس بلانے کی وجہ دریافت کر سنا ہے) ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہمیں اسی کا حکم (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے) تھا کہ تین مرتبہ اجازت چاہی جائے۔ اگر اجازت نہ ملے تو دس

إِنَّ أَبَا مُوسَى الْأَشْعَرِيَّ اسْتَأْذَنَ عَلَى عُمَرَ بْنِ
الْخَطَّابِ فَلَمْ يُؤْذَنَ لَهُ وَكَانَتْهُ كَانَ مَشْغُولًا
فَرَجَعَ أَبُو مُوسَى فَتَنَعَ عُمَرَ فَقَالَ الْوَأَسْمَعُ
صَوْتِ عَبْدِ اللَّهِ ابْنِ قَيْسٍ اسْتَدْعُوْهُ قِيلَ وَقَدْ
رَجَعَ فَدَعَاهُ فَقَالَ كُنَّا نَوْمُ بِذَلِكَ فَقَالَ
ثَابِتٌ يَمِينِي عَلَى ذَلِكَ بِالْبَيْتَةِ فَإِنَّا نَطْلُقُ إِلَى
مَجْلِسِ الْأَنْصَارِ فَسَأَلَهُمْ فَقَالُوا لَا يَنْتَهَدُكَ
عَلَى هَذَا إِلَّا أَضْعَفْنَا أَبُو سَعِيدٍ دَاخِلُ الْخُذْبِيِّ
فَدَهَبَ بِأَبِي سَعِيدٍ السُّدْرِيِّ فَقَالَ عُمَرُ خُفِيَ
عَلَى مِنْ أَمْرِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

الْهَافِ الصَّفَقُ بِالْأَسْوَاقِ لِيُعْطِيَ الْخُرُوجَ إِلَى
تِجَارَةٍ (بخاری)

پہلے جانا چاہیے)۔ اس پر عرضی اللہ عز نے فرمایا، کوئی گواہ
لاؤ، ابو موسیٰ، انصار کی مجلس میں گئے اور ان سے اس
حدیث کے متعلق پوچھا کہ کیا کسی نے آنحضرت سے سنا ہے
ان لوگوں نے کہا کہ اس کی گواہی ہم میں سب سے چھوٹے
ابوسعید خدری کے سوا اور کوئی نہیں دے گا۔ چنانچہ وہ
ابوسعید رضی اللہ عنہ کو ساتھ لائے۔ عرضی اللہ عز نے پھر
فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک حکم مجھے معلوم نہ ہو گا
افسوس کہ مجھے بازاروں کی خرید و فروخت نے مشغول رکھا
آپ کی مراد تجارت سے تھی۔

فوائد مسائل | الہاف الصفق کے الفاظ ترجمہ الباب ہیں۔ یہ حدیث مسابکی ذیل پر نقل ہے کسی
کے گھر جانے سے قبل اجازت لینا چاہیئے۔ قرآن مجید میں فرمایا۔

غیر کے مکان میں داخل ہونے سے قبل اجازت طلب کرنا ضروری ہے

لَا تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتَّىٰ تَسْتَأْذِنُوا وَتَسَلِّمُوا عَلَىٰ أَهْلِهَا
اے ایمان والو! اپنے گھروں کے سوا اور گھروں میں
نہ جاؤ جب تک اجازت نہ لے لو اور ان کے سناگون
پر سلام نہ کرو۔

اس آیت سے واضح ہوا کہ غیر کے گھر میں بے اجازت داخل نہ ہو اور اجازت لینے کا طریقہ یہ بھی ہے کہ بلند آواز
سے سبحان اللہ یا اللہ اکبر کہے یا کھنکارے یا دروازہ پر نصب گھنٹی بجائے یا چوکیدار کے ذریعے رابطہ پیدا کرتے تاکہ
مکان والے کو معلوم ہو کہ کوئی آنا چاہتا ہے یا یہ کہے کہ مجھے اندر آنے کی اجازت ہے؟ ۳۔ غیر کے گھر سے وہ گھر مراد ہے جس میں
غیر سکونت رکھتا ہو خواہ اس کا مالک ہو یا نہ ہو (مثلاً کرایہ دار ہو)۔ اگر اجازت مل جائے تو اسے اجازت نہ ملے تو
واپس ہو جائے ۴۔ غیر کے گھر جانے والے کی اگر صاحب مکان سے پہلے ہی طاقات ہو جائے تو اہل سلام کرے پھر اجازت
مانگے اور وہ مکان کے اندر ہو تو سلام کے ساتھ اجازت چاہے۔ اس طرح کہے ابسلام علیکم مجھے اندر آنے کی اجازت ہے؟
حدیث میں فرمایا کہ سلام کو کلام پر مقدم کرو ۵۔ اگر سامنے کھڑے ہونے میں بے پردگی کا اندیشہ ہو تو دائیں بائیں جانب
کھڑے ہو کر اجازت طلب کرے۔ اجازت مانگنے میں جبر یا اصرار و الماح نہ کرے۔ ۶۔ حضرت ابو موسیٰ نے جب حدیث
سنائی تو جناب عمر نے اس پر جو گواہ مانگا تو اس کی وجہ نہ تھی کہ آپ کے نزدیک خبر واد جہت نہیں ہے بلکہ آپ نے گواہ محض
احتیاط کے طور پر طلب کیا تھا۔ چنانچہ موطا کی حدیث میں ہے کہ حضرت عمر نے ابو موسیٰ سے فرمایا۔ لے اتمم
۷۔ یہ جو حضرت عمر نے فرمایا کہ تجارت میں مصروفیت کی وجہ سے حضور کی مذکورہ حدیث مجھ پر فحشی رہی تو یہ جملے آپ نے بطور

تواضع و انکسار فرماتے تھے ورنہ حضور کی حضوری و ملازمت تو آپ کو بہت حاصل تھی۔ حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ اگر اہل زمین کے زندہ افراد کے علم کو ایک پڑے میں اور ترازو کے دو سکہ پڑے میں حضرت عمر کا علم رکھ دیا جائے تو رجحان علم عمر تو عمر کے علم کا پڑا جھک جائے اور یہ بھی حقیقت ہے کہ حضرت عمر پڑے زاہد تھے۔ وہ تجارت تو کرتے تھے لیکن بقدر کفایت حاصل ہو جانے کے بعد روک جاتے تھے۔ وہ تمام تاجروں کی طرح تجارت میں منہمک نہیں رہتے تھے۔ اس لیے حضور کی بارگاہ اقدس میں ان کی غیر معمولی ماضی رہتی تھی۔

بَابُ التِّجَارَةِ فِي الْبَحْرِ

وَقَالَ مَطَرٌ لَا يَأْسُ بِهِ وَمَا ذَكَرَهُ اللَّهُ فِي الْقُرْآنِ إِلَّا بِحَقِّ شُقْرَتَلَا وَتَرَى الْفُلْكَ مَوَاجِرَ فِيهِ لِيَتَعَفَّوْا مِنْ فَضْلِهِ وَالْفُلْكَ الشُّغْنُ الْوَاحِدُ وَالْجَمْعُ سَوَآءٌ وَقَالَ مُجَاهِدٌ تَمَحَّرَ الشُّغْنُ الرِّيحَ وَلَا تَمَحَّرُ الرِّيحُ مِنَ الشُّغْنِ إِلَّا الْفُلْكَ الْعُوطَامُ وَقَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ رَبِيعَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ هُرْمُزٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ ذَكَرَ جُلًّا مِنْ نَبِيِّنَا سَيِّئًا يَلْخُذُ فِي الْبَحْرِ فَقَضَى حَاجَةً وَسَاقَ الْحَدِيثَ تَرْجُمًا أَوْ مَرَّعًا كَمَا اسْمُ فِي مَرْجٍ نَحْنُ نَسْمِيهِ أَوْ تَرَانِ فِي مَرْجٍ بِيَانٍ هُوَ هُوَ وَهِيَ هِيَ - پھر یہ آیت تلاوت کی۔ تم دیکھتے ہو کشتیوں کو کہ پانی کو چیرتی ہیں اللہ مجاہد نے کہا۔ کشتیاں ہوا کو چیرتی ہیں اور ہوا کو وہی کشتیاں چیرتی ہیں جو بڑی ہوا اور میٹھنے کہا۔ مجھ سے جعفر بن ربیعہ نے بواسطہ عبدالرحمن بن ہرمز۔ حضرت ابو ہریرہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا کہ آپ نے بنی اسرائیل کے ایک شخص کا واقعہ بیان فرمایا جو دنیا کے سفر کو نکلا اور اپنی ضرورت پوری کی اور پوری حدیث بیان مطلب عنوان و آیت یہ ہے کہ تجارت یعنی رزقِ ملال کے حصول کے لیے سمندر میں سفر کرنا جائز ہے۔ خروج فی البحر کے الفاظ ترجمۃ الباب ہیں۔ پوری حدیث باب الکفالت میں ذکر ہوئی۔ ویسے یہ حدیث کتاب الزکوٰۃ باب ما يخرج من البحر میں مع تشریح کے مذکور ہے۔ دیکھئے فیوض الباری پارہ ثم مشہ خروج فی البحر سے واضح ہوا کہ ذکوب فی البحر ابتداء ہی سے معروف و متعارف ہے اور یہ کہ گذشتہ انبیاء کی شریعت (جب تک اللہ و رسول کی طرف سے اس کی ممانعت نہ ہو) ہمارے لیے بھی مشروع ہے (یعنی)

اور جب تجارت یا کھیل دیکھتے ہیں تو اس کی طرف دوڑتے ہیں۔

اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد کہ "وَهُوَ لَكُمْ فِي تِجَارَتِكُمْ وَلَئِنْ كُنْتُمْ غَافِلِينَ" اور غریہ و فرخت اللہ کی یاد سے غافل نہیں کرتی" اور حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ کچھ لوگ کار را کیا کرتے تھے لیکن ان کے سامنے اللہ کے حق میں سے جب کوئی حق آتا تو کار و بار انہیں یاد خدا سے غافل نہیں کرتا جب

بَابُ وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا بِغَيْرِ مَعْنَى

وَقَوْلُهُ جَلَّ ذِكْرُهُ رَجَالٌ لَمْ تَلْهِهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَقَالَ قَتَادَةُ كَانَ أَهْلُهُمْ يَتَجَرَّدُونَ وَلَكِنَّهُمْ كَانُوا إِذَا تَأَمَّلُوا حَقَّقُوا مِنْ حَقْقِ اللَّهِ لَمْ تَلْهِهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ حَتَّى

يُؤَدُّهُ إِلَهُ اللَّهِ

عَنْ جَابِرِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ أَقْبَلْتُ
عِيسَى وَنَحْنُ نُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ الْجُمُعَةَ فَأَلْفَضَ النَّاسُ إِلَّا اثْنَيْ
عَشَرَ رَجُلًا فَتَرَكْتُ هَٰذِهِ الْآيَةَ وَادْرَأْتُ
تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا أَلْفَضُوا إِلَيْهَا وَتَرَكَوْكَ
فَتَأْتِيهِمْ

نوٹ :- اس آیت اور حدیث پر گزشتہ اوراق میں گفتگو ہو چکی ہے۔

بَابُ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى أَلْفَضُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا
كَسَبْتُمْ (بخاری)

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ النَّبِيُّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَلْفَضْتَ الْمَرْءُ
أَهْلًا مِنْ طَعَامٍ بَيْتَهَا غَيْرُ مُفْسِدَةٍ كَانَ
لَهَا أَجْرٌ مِثْلُهَا أَلْفَضْتُ وَلِزَوْجِهَا مِثْلُ
كَسْبِ وَلِلْحَايِزِ مِثْلُ ذَٰلِكَ لَوْ يَشْقُصُ
بَعْضُهُمْ أَجْرَ بَعْضٍ شَيْئًا (بخاری)

عَنْ قَتَادَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا أَلْفَضْتَ الْمَرْءُ
مِنْ كَسْبِ زَوْجِهَا مِنْ غَيْرِ أَمْرِهِ فَلَهُ
نِصْفُ أَحْبَبِ (بخاری)

اس معنیوں کی احادیث امام نے کتاب الزکوٰۃ میں بھی ذکر کیں اور فیوض الباری پارہ ششم ص ۳۷ پر ان احادیث پر گفتگو ہو چکی ہے۔

بَابُ مَنْ أَحَبَّ الْبَسِطَ فِي الرِّزْقِ

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ سَوَّاهُ أَنْ
يُبْسِطَ لَهُ رِزْقُهُ أَوْ يُنْسَأَ فِي
شَرِّهِ فَلْيَصِلْ رَحْمَةً (بخاری)

تک کہ وہ اس میں کوادانہ کر پاتے۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے
ہیں۔ ایک تجارتی قافلہ اس وقت آیا جب کہ ہم نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز جو پڑھ رہے تھے تو اس وقت
بارہ صحابہ کرام کے سوا باقی تمام قافلہ کی طرف چل پڑے۔

اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ اور جب سوداگری یا تجارت
کی کوئی شے دیکھتے ہیں تو آپ کو تنہا چھوڑ کر ادھر دوڑ پڑتے ہیں۔

اس بیان کا باب کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد اپنی پاک (حلال)
کمانی سے خرچ کرو۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے وی ہے فرماتی ہیں۔
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی عورت اپنے گھر
کا کھانا بغیر اسرات کے خرچ کرتی ہے تو اسے اس خرچ
پر اور اس کے شوہر کو لکھنے پر اجر و ثواب ملتا ہے اور
خراچی کو بھی ایسے ہی ثواب ملتا ہے۔ ایک کاتب و درکار
کے ثواب سے کسی شے کو کم نہیں کرتا۔

حضرت ہمام رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ
عنہ سے سنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب
عورت اپنے خاوند کی کمانی سے اسکی بلا اجازت بھی خرچ
کر دے تو اس کے شوہر کو آدھا ثواب ملتا ہے۔

باب جو شخص اپنے رزق میں فراخی و وسعت چاہتا
ہو تو کیا کرے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں
کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یوں فرماتے ہوئے
سنا کہ جو شخص رزق کی فراخی یا داری کی عمر کی مہلت چاہتا
ہو تو اسے چاہیئے کہ اپنے قرابت داروں سے اچھا

صلہ رحمی واجب ہے

اس حدیث سے واضح ہوا کہ قرابت داروں کے ساتھ حتی المقدور نیک سلوک کرنے سے ہلاقی میں برکت اور فراخی ہوتی ہے۔ اس سلسلہ کی بنیاد حدیث میں حضور سرور عالم صلی اللہ

علیہ وسلم نے صلہ رحمی کی اہمیت کو بیان فرمایا ہے۔ ان میں سے چند کا خلاصہ مفہوم یہ ہے۔ صلہ رحمی رشتہ داروں سے نیک سلوک کرنے سے عمر میں برکت، رزق میں وسعت، بڑی موت سے نجات حاصل ہوتی ہے (حاکم و مستدرک) رشتہ عرش الہی سے پیٹ کر یہ کہتا ہے جو مجھے ملائیگا اللہ اس کو ملائیگا اور جو مجھے کاٹے گا اللہ اسے کاٹے گا (بخاری) اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے۔ میں اللہ جوں اور میں رحمن ہوں۔ رحم یعنی رشتہ کو میں نے پیدا کیا اور اس کا نام میں نے اپنے نام سے مشتق کیا۔ لہذا جو اسے ملانے کا میں اسے ملاؤں گا اور جو اسے کاٹنے کا میں اسے کاٹوں گا۔ (ابوداؤد) رشتہ کاٹنے والا جنت سے محروم رہے گا (بخاری) صلہ رحمی اس کا نام نہیں کہ بدل دیا جاتے یعنی ایک نے احسان کیا دوسرے نے اس کے مستحق احسان کر دیا۔ بلکہ صلہ رحمی کرنے والا وہ ہے کہ دوسرے کا ٹانھا چائے اور یہ جوڑتا ہے (بخاری) ایک شخص نے عرض کی۔ یا رسول اللہ میں اپنے عزیز و اقارب کو بلاتا ہوں۔ ان پر احسان کرتا ہوں اور علم و برداری سے ہمیشہ آتا ہوں مگر وہ کاٹتے ہیں بُرائی کرتے اور جہالت سے پیش آتے ہیں۔ حضور نے جواب دیا۔ اگر ایسا ہے تو ان کو گرم راکھ چھنکاتے ہو اور جب تک تمہاری یہ کیفیت ہے اللہ کی طرف سے تمہارے ساتھ ایک مددگار ہے (مسلم) حضور نے فرمایا۔ اے عقبہ بن عامر دنیا و آخرت کے افضل اخلاق یہ ہیں کہ تم اس کو ملاؤ۔ جو تمہیں جدا کرنے اور جو تم پر ظلم کرے اسے معاف کر دو اور جو یہ چاہے کہ اس کی عمر میں درازی ہو، رزق میں وسعت ہو، وہ اپنے رشتہ داروں کے ساتھ صلہ دینیک سلوک کرے۔ (حاکم و مستدرک)

واضح ہو کہ صلہ رحمی کے معنی رشتہ کو جوڑنا رشتہ داروں کے ساتھ نیک سلوک کرنے کے ہیں۔ امت کا اس پر اجماع ہے۔ صلہ رحم واجب ہے اور قطع رحم حرام ہے۔ احادیث میں مطلقاً رشتہ داروں کے ساتھ نیک سلوک کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ قرآن مجید میں بھی مطلقاً ذی القربیٰ فرمایا گیا ہے مگر یہ بات ضرور ہے کہ رشتہ کے مختلف درجات ہیں۔ اس لیے صلہ رحم کے درجات میں بھی تفاوت ہے۔ والدین کا مرتبہ سب سے بڑھ کر ہے۔ سب سے پہلے والدین کے ساتھ صلہ رحم واجب ہے۔ پھر ذر رحم حرم اس کے بعد بقیہ رشتہ دار علی قدر مراتب صلہ رحم کے مستحق ہیں۔ یہ جو حضور نے فرمایا صلہ رحمی سے عمر میں زیادتی ہوتی ہے یا حضور نے فرمایا۔ تقدیر کو کوئی چیز دو نہیں کر سکتی مگر دعا اور احسان کرنے سے عمر میں زیادتی ملتی ہے تو اس سے قضاء معلق مراد ہے کیونکہ قضاء مبرم مل نہیں سکتی۔ قرآن مجید میں فرمایا۔ إِذَا جَاءَ أَحَدُكُم مِّنَ الْمَوْتِ فَلَا يَسْتَفِدِّهُمُ مِّنْ أَهْلِهِ مَاعَةٌ وَ لَا يَسْتَأْخِرُونَ۔

صلہ رحمی کی مختلف صورتیں ہیں مثلاً ان کو ہدیہ و تحفہ دینا۔ ان کی امداد و اعانت کرنا۔ ان کے ساتھ لطف و مہربانی

نہ بپ کے بعد داد اور بڑا بھائی بمنزلہ باپ کے ہے۔ حدیث عمر الرجل صنواً بید سے استدلال کرتے ہوئے بعض علماء نے چچا کو بھی باپ کی مثل قرار دیا ہے اور خالہ ماں کی جگہ ہے۔

سے پیش آنا۔ انھیں سلام کرنا۔ ان کے ساتھ ملاقات کرنا۔ ان کے پاس اٹھنا بیٹھنا۔ ان کے ساتھ خط و کتابت لکھنا۔ غرض کہ ہر وہ اچھا فعل جس سے جاہلیین میں محبت و اُلفت پیدا ہو صلہ رحم ہے۔ بہتر یہ ہے ملاقات میں ناخاکہ کرے۔ ایک دن ملے تو دوسرے دن نہ جائے کہ اس طرح محبت و اُلفت زیادہ ہوتی ہے۔

صلہ رحمی اس کا نام نہیں کہ اس نے سلوک کیا۔ تم نے بھی کر دیا۔ وہ تم سے ملنے آیا۔ تم بھی اس کے ہاں چلے گئے۔ یہ تو اولاد بلا ہے یعنی مکافات۔ بلکہ صلہ رحم یہ ہے کہ وہ کاٹے تم جوڑو۔ وہ بنے اُمتانی بنے اور تم رشتہ کے حقوق کی مراعات کرو۔ وہ سختی کرے تم نرمی برتو۔ وہ بھالت کا برتاؤ کرے اور تم علم و بردباری۔ سے پیش آؤ۔

فی زمانہ اگرچہ اس کردار کا مظاہرہ کرنا مشکل ہو گیا ہے۔ نیک کرنا کنواری میں ڈنسنے کے مترادف ہے۔ محسن کشتی، احسان فراموشی لوگوں کی طبیعت ثانیہ بن چکی ہے۔ (الامامہ اللہ) جو نیک کرنا بھی چاہتے ہیں وہ اس کے انجام سے خوف لکھا کر ہاتھ روک لیتے ہیں۔ یہ سب کچھ اسلامی تعلیم سے بے خبری کا نتیجہ ہے۔ لیکن بایں جو ہمیں ہمارے رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت یہی ہے کہ اندھیروں میں چراغ مولاؤ۔ نیک کا کوئی کیا بدلہ دیتا ہے اس سے بے نیاز ہو کر نیک کرو اور حق یہ ہے کہ ایسے پُر آشوب دور میں محض رضائے الہی کے لیے اور کسی کے غلط برتاؤ سے بے نیاز ہو کر نیک کرنا نیک کا بہت ہی اونچا درجہ ہے اور ایسی پُر خلوص نیک بارگاہ الہی میں مقبول و محمود ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیقِ عمل عطا فرمائے آمین۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اوصافِ فریدہ و فروخت کرنا

بَابُ سِرِّاءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالنَّبِيِّنَةِ

حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ ذَكَرْنَا عِنْدَ إِبْرَاهِيمَ الرَّهْمَنِيِّ فِي السَّلَامِ فَقَالَ حَدَّثَنِي الْأَسْوَدُ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اشْتَرَى طَعَامًا مِنْ يَهُودِيٍّ إِلَى أَحَبِّ وَرَهْنَةً دُرْعًا مِنْ حَدِيدٍ

ہمیں حضرت عائشہ علیہ الرحمۃ نے حدیث بیان کی کہ ہم نے حضرت ابراہیم کی مجلس میں گردی فریدہ و فروخت کا ذکر کیا تو انھوں نے فرمایا۔ مجھے اسود نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے حدیث بیان فرمائی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ غلہ ایک مقررہ مدت تک کے لیے ایک یہودی سے خرید لیا اور پھر اپنی لہجہ کی ایک زرہ اس کے ہاں رہن رکھی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پُرانا روغن اور جو کی دُٹی لے کر حاضر ہوئے جب کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زرہ مدینہ کے ایک یہودی کے پاس رہن رکھ کر اس سے اپنی اہل کے لیے جو لے لیے اور میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوں کہ اہل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے

عَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَخِيزَ شَعِيرٍ وَ إِهَالَةٍ سَخِيَةٍ وَ لَقَدْ رَهَنَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دُرْعًا بِالْمَدِينَةِ عِنْدَ يَهُودِيٍّ وَ أَحَدَ وَنَهُ شَعِيرًا رَاهِلِيَةً وَ لَقَدْ سَمِعْتُهُ يَقُولُ مَا أَهْسَى

یہاں کوئی شام ایسی نہ آئی جس میں ان کے پاس ایک صاع بھر گندم یا کوئی اور غلہ موجود رہا جو حالانکہ آپ کی ازواج و منکرات نہ تھیں (غلاوہ دیگر عیال اور محالوں کے)

عِنْدَ آلِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
صَاعٌ بَيْرٌ وَلَا صَاعٌ حَبٌّ وَإِنَّ عِنْدَهُ
لَتَسْعُ نِسْوَةٌ ۝

یہ حدیث سائل ذیل پر مشتمل ہے ۱۔ ادھاریع جائز ہے۔ حضور علیہ السلام کی متعدد ذرہ تھیں۔ جو زرہ آپ نے رہن (گروہی) رکھی اس کا نام ذات الفضول تھا۔ جس یہودی کے پاس رکھی اس کا نام ابوشحم تھا۔ یہ قعیض بنی ظفر سے تھا۔ یہ زرہ حضور کی وفات تک گروہی رہی۔ حضور کے وصال کے بعد حضرت ابوبکر نے چھڑائی اور حضرت علی کو دے دی۔ (یعنی وہ اشہد مرقات) شامین نے اس حدیث پر مختلف انداز میں بحث کی ہے۔ تفصیل کے لیے عینی، فتح الباری دیکھیے۔ لیکن بات یہی سی ہے اور وہ یہ کہ اس حدیث سے واضح ہوا کہ کافر سے خرید و فروخت اور قرض کا معاملہ جائز ہے۔ مگر یہ معلوم ہو کہ اس کی آمدنی، خالص حلال کی کائی سے نہیں ہے اور یہ کہ بوقت ضرورت، ہتھیار کا خرچہ اس کے پاس رہن رکھنے جائز ہیں۔

۲۔ علامہ عینی نے فرمایا۔ حدیث مذکورہ میں حضور کی جو معاشی کیفیت بیان ہوئی ہے اس کی وجہ یہ نہ تھی حضور غریب مسکین تھے بلکہ حضور کی یہ سادگی اور فقر اختیاری تھا۔ مال و زر کی فراوانی تھی مگر حضور اسے غریبوں میں تقسیم فرمادیتے تھے۔ آپؐ پاس کچھ جمع نہ رکھتے تھے۔ حضور کی شان تو یہ تھی ۷

الکب کونین ہیں گو پاس کچھ رکھتے نہیں دو جہاں کی نعمتیں ہیں ان کے خالی ہاتھ ہیں

۳۔ امام بخاری نے اس حدیث کو گیارہ مقامات پر ذکر کیا ہے۔ بیوع، جہاد، استقراض، سلم، شرکت مغازی میں اور امام مسلم و نسائی نے بیوع میں اور ابن ماجہ نے احکام میں ذکر کیا ہے۔

رہن کے لغوی و شرعی معنی | از روئے لغت رہن کے معنی ثابت رہنے، قائم رہنے، پابند ہوجانے کے ہیں۔ جیسے بولتے ہیں۔ ماءٌ رَاهِنٌ، ہتھرا ہرا پانی۔ نعمة رَاهِنَةٌ پائیدار نعمت۔ قرآن مجید میں فرمایا۔ كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِيْنَةً۔ ہر شخص اپنے کئے ہوئے میں گروہی ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ مومن کی جان قبر میں اس کے قرض کے باعث

نفس المومن رهونہ بدینۃ حتیٰ | قید رہے گی۔ حتیٰ کہ اسے ادا کر دیا جائے۔ یقضى عنه

یہاں رہن کے معنی پابندی اور قید کے ہیں۔

لہ مدد عینی کے الفاظ یہ ہیں۔ لِتَسْعَ - بِالنَّصِبِ لِأَنْفِهِ اسْمُ-ان۔ وَاللَّامُ فِيهِ لِلتَّحْكِيْدِ وَ فِيهِ بَيَانُ مَا كَانَ عَلَيْهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ التَّقَلُّلِ مِنَ الدُّنْيَا وَ ذَلِكَ كُلُّهُ بِاخْتِيَارِهِ وَ الْإِفْقَادِ أَنَّ اللَّهَ مَفَاتِيحُ خَزَائِنِ الْأَرْضِ فَزِدْهَا تَوَاضَعًا وَ رَضَىٰ بَنِي الْمَسَاكِينِ لِيَكُونَ أَرْفَعُ لِدَرَجَةٍ عَيْنِي ۝ ۱۴۳۱

رہن کا جواز کتاب و سنت و اجماع امت سے ثابت ہے۔ قرآن مجید میں فرمایا۔

وان كنتو على سفر ولم تجدوا كتابا، فهاهنا | اگر تم سفر میں ہو اور رکھنے والا نہ پاؤ۔ تو گروی ہو قبضہ مقبوضہ۔
دیا ہوا۔

یعنی حالت سفر میں قرض کی ضرورت پیش آئے اور تحریر کا موقع نہ ملے تو اطمینان کے لیے کوئی چیز۔ دائن (قرض دینے والے) کے پاس گروی رکھ دی جائے۔ اس آیت میں سفر کی قید اتفاقی ہے احترازی نہیں ہے اور حدیث سے بھی رہن کا جواز واضح ہے۔ حضور علیہ السلام نے ایک یہودی کے پاس اپنی زرہ گروی رکھ کر بیس صحابہ جو قرض لیے تھے۔ اسی طرح تمام آئمہ اسلام رہن کے جائز ہونے پر متفق ہیں۔

واضح ہو کہ رہن کرنے والے کو راہن۔ رہن رکھنے والے کو مرتن اور جس چیز کو رہن رکھا جائے اسے مرتن کہتے ہیں۔ مثلاً زید نے ایک ہزار روپے عرصے قرض لیے اور اپنا ملکیتی مکان عمر کے پاس رہن رکھ دیا تو زید کو راہن اور عمر کو مرتن اور مکان کو مرتن کہیں گے

۲۔ اپنے کسی حق مثلاً قرض کی وصولی کے لئے قرضدار کی کسی ایسی چیز کو روک لینے کو رہن کہتے ہیں جس کے ذریعے وہ اپنا قرض وصول کر سکے۔ جب راہن و مرتن کے درمیان ایجاب و قبول ہو جائے اور شئی مرتن مرتن کے قبضہ میں آجائے تو رہن لازم آجاتا ہے۔

۳۔ راہن جب قرضدار کو دے تو مرتن کے لیے لازم ہے کہ وہ شئی مرتن، راہن کو واپس کر دے۔

۴۔ مرتن کو شئی مرتن سے فائدہ اٹھانا جائز نہیں۔ اگرچہ راہن اس بات کی اجازت بھی دے دے۔ مثلاً مرتن شد مکان میں رہائش رکھنا یا رہن شدہ مشینری کو اپنے استعمال میں لانا۔

بَابُ كَسْبِ الرَّحْبِلِ وَحَمَلِهِ | انسان کا اپنے ہاتھ سے کمانا اور محنت کرنا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، خلیفہ منتخب ہوئے تو آپ نے فرمایا میرے ہم قوم یہ (بخوبی) جانتے ہیں کہ میرا کاروبار میرے اہل و عیال کی کفالت کے لیے ناکافی تھا اور اب میں مسلمانوں کے لیے (امور سلطنت) میں مشغول ہو گیا ہوں۔ لہذا ابوبکر کی اولاد اب انہی کے مال سے کھائیگی اور انہی کے کاروبار میں رہے گی۔

حضرت عروہ نے فرمایا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ خود مزدوری

بِسَبْدٍ
قَالَتْ لَمَّا اسْتَحْلَفَ أَبُو بَكْرٍ
الصِّدِّيقُ قَالَ لَقَدْ عَلِمَ قَوْمِي
أَنْ حِرْزَ حَقِّي لَمْ تَكُنْ تَعِجْزُ عَنْ مَوْتَةِ
أَهْلِي وَ شَغَلْتُ بِأَمْرِ الْمُسْلِمِينَ فَسَيَاكُلُ
أَلْفِي بَكْرٍ مِنْ هَذَا الْمَالِ وَيَحْتَرِفُ
لِلْمُسْلِمِينَ فَيَسِرُ

عَنْ عُرْوَةَ قَالَ قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا
كَانَ أَصْحَابُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ

کیا کرتے تھے۔ اس لیے ان کے بھروسے ہو آیا کرتی تھی تو ان سے کہا گیا کہ کاش وہ غسل کر لیا کرتے۔ اس حدیث کو ہمام نے ہشام سے اور انھوں نے اپنے والد صاحب سے اور انھوں نے حضرت عائشہ سے روایت کیا حضرت مقدم رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ آپ نے فرمایا۔ جس شخص نے اپنے ہاتھ کو کمانی سے کھایا۔ اس سے بہتر کسی آدمی نے روزی نہیں کھائی ہوگی۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت داؤد علی نبینا وعلیہ السلام اپنی دستکاری سے کھاتے تھے۔

حضرت ہمام ابن منبہ سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان فرمائی اور ان سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت داؤد علیہ السلام اپنی دستکاری سے کھاتے تھے۔

حضرت عبدالرحمن ابن عوف رضی اللہ عنہ کے غلام ابو عبید نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو یوں فرماتے ہوئے سنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے جو اپنی پیٹھ پر لکڑیوں کا گٹھا لا کر لاتا ہے تاکہ انھیں فرو کر کے اپنی روزی کما سکے (تو ایسا شخص) اس آدمی سے بہتر ہے جو (روزی) کے لیے کسی کے آگے سوال کرتا ہے وہ اسے کچھ دے یا نہ دے۔

حضرت زبیر ابن عوام سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم سے اگر کوئی اپنی ریمیں کو لیتا ہے تاکہ ان میں کڑیاں یا گھاس وغیرہ باندھ کر بیچے (تو ایسا آدمی گداگر سے بہتر ہے۔

ان احادیث سے واضح ہوا کہ محنت مزدوری فراغت اور صنعت و معرفت کے ذریعہ اپنی گزیر کے لیے سعی و کوشش کرنی چاہیے ۲۔ جناب امیر المومنین صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشاد سے واضح ہوا کہ جو شخص دینی و

وَسَلَّمَ عَمَّا لَآ أَنفُسُهُمْ وَكَانَ لَكُمْ أَذْوَجُ
فَصَيَّلَ لَهُمْ لَوْلَا لَعَلَّكُمْ رَوَاهُ هَمَّامٌ
عَنْ هَمَّامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ
عَنْهَا

عَنِ الْمَقْدَامِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا أَكَلَ أَحَدٌ
طَعَامًا قَطُّ حَنِيفًا مِنْ أَنْ يَأْكُلَ
مِنْ عَمَلٍ يَدِهِ وَإِنْ سَبَّحَ اللَّهُ دَاوُدَ عَلَيْهِ
السَّلَامُ كَانَ يَأْكُلُ مِنْ عَمَلٍ
يَدِهِ (بخاری)

عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ
عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
أَنَّ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ لَا يَأْكُلُ
إِلَّا مِنْ عَمَلٍ يَدِهِ (بخاری)

عَنْ أَبِي عُبَيْدٍ مَوْلَى عَبْدِ الرَّحْمَنِ ابْنِ
عُفُوفٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
لَنْ يَخْطُبَ أَحَدُكُمْ حُزْمَةً
عَلَى ظَهْرِهِ حَيْرٌ مِنْ أَنْ يَسْأَلَ أَحَدًا
فِيُعْطِيَهُ أَوْ يَمْنَعَهُ

عَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ قَالَ قَالَ
النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَكُمْ
يَأْخُذُ أَحَدُكُمْ أَحْبَلُهُ
حَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَسْأَلَ النَّاسَ (بخاری)

انور کی انجام دہی میں مشغول ہو جائے اسے بیت المال سے مناسب تنخواہ لینا جائز ہے۔

فائدہ

۱۔ اپنی ذات اور اپنے اہل اور چمن کا نفقہ اس کے ذمہ واجب ہے کی ضروریات زندگی کو پورا کرنے کے لیے (کسب) کا نافرمان ہے۔ اسی طرح قرضہ ادا کرنے کے لیے کما بھی فرض ہے۔ اور ماں باپ محتاج و تنگ دست ہیں تو قرضے سے کما کر انہیں بقدر کفالت دے (عالمگیری) ۲۔ جس کے پاس اس دن کے کھانے کے لیے مہرہ ہوا سوال کرنا منع ہے سائل اور گداگر اس طرح حرام مال حاصل کر کے جمع کرتے ہیں۔ وہ غیث مال ہے (عالمگیری)

بَابُ السُّؤْلَةِ وَالسَّمَاخَةِ فِي الشَّرَاءِ وَالْبَيْعِ
وَمَنْ طَلَبَ حَقًّا فَلْيَطْلُبْهُ فِي عِفَافٍ

(بخاری)

بَابُ مَنْ أَنْظَرَ مُوسِرًا

حَدَّثَنَا مَنْصُورٌ أَبَى رُبَيْعَ ابْنِ
حِرَاشٍ حَدَّثَنَا أَنَّ حُذَيْفَةَ حَدَّثَنَا
قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
تَنَفَّتِ الْمَلَائِكَةُ رُوحَ رَجُلٍ مِمَّنْ كَانَ
قَبْلَكُمْ قَالُوا أَعْمَلْتَ مِنَ الْحَسَنِ شَيْئًا
قَالَ كُنْتُ أَهْرُ فِتْيَانِي أَنْ يَنْظُرُوا وَيَتَجَا
وَرُوعًا عَنِ الْمُوسِرِ قَالَ قَالَ فَتَجَا وَرُوعًا
عَنْهُ وَقَالَ أَبُو مَالِكٍ عَنْ
رُبَيْعٍ كُنْتُ أَيْسَرُ عَلَى الْمُوسِرِ
وَأُنْظِرُ الْمُعْسِرَ وَتَابِعَهُ شُعْبَةُ عَنْ
جَعْدِ الْمَلِكِ عَنْ رُبَيْعٍ وَقَالَ أَبُو
عَوَّاسَةَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ عَنْ رُبَيْعٍ
أَنْظِرُ الْمُوسِرَ وَاتَّجَاوَزَ عَنِ الْمُعْسِرِ
وَقَالَ نَعِيمُ ابْنُ أَبِي هِنْدٍ عَنْ رُبَيْعٍ
كَأَقْبَلُ مِنَ الْمُوسِرِ وَأَتَجَاوَزُ
عَنِ الْمُعْسِرِ (بخاری)

یہ باب ہے غریب و فروخت میں نرمی و کشادگی (میں) ہر اپنا حق کسی سے مانگے تو اسے چاہیے کہ (مقروض یا مغتری) اس کی عزت نفس کا لحاظ رکھے۔

یہ باب اس بیان میں ہے کہ جس نے دولت مند مقروض کو مہلت دی۔

جہیں منصور نے حدیث بیان کی ربیع ابن حراش سے وہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ پہلی امتوں کے ایک کئی کی رُوح کے پاس فرشتے آئے اور کہنے لگے کیا تو نے کوئی اچھا کام بھی کیا ہے تو اس شخص کی رُوح بول کر میں اپنے ملازموں سے (اکثر) کہا کرتا تھا۔ فراخ دست (مقروض) سے درگزر کیا کرو اور سختی نہ کیا کرو۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ پھر فرشتوں نے بھی اس شخص کی رُوح سے درگزر کیا اور عذاب نہ کیا۔ اور ابو مالک نے ربیع سے بیان الفاظ روایت کیا۔ میں فراخ دست کو مہلت دیتا تھا اور اور تنگ دست سے درگزر کرتا تھا۔ اور ابو مالک کی متابعت (انہی الفاظ میں) شوبہ نے عبد الملک سے کی اور انحول نے ربیع سے اور ابو عوانہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے عبد الملک نے ربیع سے (ان الفاظ) میں حدیث بیان کی کہ میں فراخ دست کو ڈھیل دیتا تھا اور تنگ دست سے درگزر کرتا تھا۔ اور فیض بن ابی ہند نے فرمایا کہ مجھے بھی

نے ان الفاظ میں حدیث بیان کی کہ میں فراق دست کاغذ قبول کیا کرتا تھا اور تگلدست سے درگزر کیا کرتا تھا۔

باب، جس نے کسی تگلدست کو ڈھیل دی۔

عبد اللہ ابن عبد اللہ سے مروی ہے کہ انھوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک تاجر (اعم سابعہ) کو گن کو کچھ قرض دیا کرتا تھا۔ پھر جب کسی تگلدست کو دیکھتا تو اپنے ملازمین سے کہتا کہ ان سے درگزر کرنا شاید اللہ تعالیٰ ہم سے (اسی طرح) درگزر فرمائے تو اللہ تعالیٰ نے بھی اس سے درگزر فرمایا۔

بَابُ مَنْ أَطْلَقَ مُعْصِرًا
عَنْ عَبْدِ اللَّهِ ابْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّهُ سَمِعَ
أَبَا هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ قَالَ كَانَ تَاجِرٌ يَدَا
بَيْنَ النَّاسِ فَإِذَا دَاخَى مُعْصِرًا قَالَ
كَيْفَ بَيْنَهُ تَجَاوَزُوا عَنْهُ لَعَلَّ اللَّهَ
أَنْ يَتَجَاوَزَ عَنْهُ فَتَجَاوَزَ اللَّهُ عَنْهُ
(بخاری)

ان احادیث میں بیع و شراء۔ لین دین کے معاملات میں دیانت و امانت، نرمی اور درگزر کی ہدایت دی گئی ہے اور تگلدست کو مہلت دینے کی ترغیب۔ اور یہ بھی کہ دنیا میں نرمی اور درگزر کرنے کا فائدہ یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ بھی آخرت میں نرمی و درگزر فرمائے گا۔

قرض دار کو مہلت دینا کا ثواب ہے | قرض دار اگر تگلدست یا نادار ہو تو اس کو مہلت دینا یا قرض کا مجزی یا مکمل معاف کر دینا سبب اجر عظیم ہے۔ قرآن مجید میں فرمایا۔ اگر قرض دار تنگ والا ہے تو اسے مہلت دو آسانی تک اور قرض اس پر بالکل چھوڑ دینا تمہارے لیے اور بھلا ہے۔

وَإِنْ كَانَ ذُو عُسْرَةٍ فَنُظِرْهُ إِلَىٰ مَيْسَرَةٍ
وَأَنْ تَصَدَّقُوا خَيْرٌ لَّكُمْ

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے تگلدست کو مہلت دی یا اس کا قرض معاف کر دیا اللہ تعالیٰ اس کو اپنا سایہ رحمت عطا فرمائے گا۔ جس روز اس کے سایہ کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا۔ (مسلم شریف)

نیز حضور نے فرمایا جس کو یہ بات پسند ہو کہ قیامت کی سختیوں سے اللہ تعالیٰ اسے محفوظ رکھے تو وہ تگلدست کو مہلت دے یا معاف کر دے (مسلم)۔ بہر حال یہ بات تو واضح ہے کہ تگلدست کو مہلت دینا یا معاف کر دینا کا ثواب ہے حضور کی ہدایت یہ ہے کہ معاملات میں آدمی نرمی، تواضع اور خوش خلقی کا مظاہرہ کرے اور انصاف و دیانت کا دامن نہ رکھے۔ لیکن یہ تصویر کا ایک رخ ہے۔ اس کا دوسرا رخ جسے مسلمانوں نے بالکل نظر انداز کر دیا ہے (اما بنا اللہ) اس کی اہمیت کا ذیل کی احادیث سے اندازہ کیجئے۔

قرض لے کر ادا نہ کرنا سخت گناہ ہے | امام احمد نے حضرت عبد اللہ بن حبش رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ۔

کہتے ہیں ہم صحن مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ آسمان کی طرف بجا دعا اٹھائی۔ پھر پشانی پر ہاتھ رکھ کر فرمایا۔ سبحان اللہ کتنی سختی اتاری گئی ہے۔ صبح کو

ہم نے مقرر کیا وہ سختی کیا ہے، ہوا نازل ہوئی۔ حضور نے فرمایا قرض کے متعلق ہے۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے۔ اگر کوئی شخص اللہ کی راہ میں قتل کیا جائے، پھر زندہ ہو، پھر قتل کیا جائے۔ پھر زندہ ہو پھر قتل کیا جائے پھر زندہ ہو اور اس پر قرض ہو تو جنت میں داخل نہ ہوگا۔ جب تک کہ ادا نہ کر دیا جائے (امام احمد)

۲۔ بکیر و گناہ جن کی اللہ تعالیٰ نے ممانعت فرمائی ہے ان کے بعد اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب گناہوں سے بڑا یہ ہے کہ آدمی اپنے اوپر قرض چھوڑ کر مرے اور اس کی ادائیگی کے لیے کچھ نہ چھوڑا ہو (ابوداؤد)

۳۔ قرض کے علاوہ شہید کے تمام گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔ (مسلم)

۴۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس شخص کا نماز جنازہ نہیں پڑھاتے تھے جس پر کسی کا قرض ہوتا تھا۔ (بخاری)

حضور کی ان ہدایات کے برعکس ہماری حالت یہ ہے کہ قرض کی ادائیگی کی فکر نہیں کرتے۔ حق داروں کا حق ادا کرنے میں ٹال مٹول، ہستی و کمالی تو ایک عام مرض ہے، غراب تو برسے سے حق کا ہی انکار کر دیا جاتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ کسی مسلمان کی حاجت پوری کر دینے کا جو جذبہ مسلمانوں میں ہونا چاہیئے وہ مضاعف ہو رہا ہے اور جو لوگ کسی مسلمان کی حاجت پوری کرنے کی بطور قرض وسعت رکھتے ہیں وہ بھی اس کا برعکس ہاتھ روک لیتے ہیں۔ کیونکہ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ قرض کی وصولی تو جب ہوگی مگر قرض دے کر ذمہ پریشان اور بلا ویر کی دشمنی سے دوچار ہونا پڑے گا۔

بَابُ ۱۰ اِذَا بَيَّنَّ الْبَيْعَانِ وَلَوْ بَيَعْتُمَا وَ
نَصَحَا

جب خرید و فروخت کرنا ان کے بیچ کی پوری حقیقت و دفع کر دی اور عیب نہ چھپایا بلکہ ایک دوسرے کی خیر خواہی کی۔

۱۔ عرب کے کسی شیخ کے پاس نہایت عمدہ نسل کا ایک برق رفتار گھوڑا تھا لوگ اسے نہ مانگی قیمت پر خریدنے کے لیے تیار تھے مگر شیخ انکار کر دیا۔ ایک روز عرب کا ایک نامی گرامی شہسوار شیخ کے پاس آیا اور ایک خلیفہ رقم کے عوض گھوڑا خریدنے کی پیشکش کی اور کہا کہ اتنے اچھے گھوڑے کا سختی مجھ جیسا شہسوار ہی ہو سکتا ہے۔ شیخ نے مسکرا کر جواب دیا۔ میں تمہاری شہساری کا معترف ہوں مگر یہ گھوڑا مجھے بچہ عزیز ہے۔ میں اسے کسی قیمت پر فروخت نہیں کر سکتا۔ شہسوار نے مایوس ہو کر جواب دیا۔ اچھا شیخ میں چلتا ہوں مگر یہ بات یاد رکھنا۔ مجھے جو چیز پسند آجاتی ہے اسے حاصل کئے بغیر نہیں چھوڑتا۔

ایک عرصہ کے بعد ایک روز شیخ اپنے گھوڑے پر سوار جنگل میں جا رہا تھا کہ راستہ میں اس نے ایک بیمار آدمی دیکھا جو منزل پر پہنچنے کے لیے سواری کا محتاج تھا۔ شیخ کو اس پر ترس آگیا۔ گھوڑے سے اتر لاد اس بیمار شخص کو گھوڑے پر سوار کر دیا۔ سوار ہوتے ہی اس شخص نے گھوڑے کی بائیں ٹھانی اور کہا۔ میں وہی شخص ہوں جو تم سے یہ گھوڑا خریدنا چاہتا تھا اور تم نے انکار کر دیا تھا۔ آج اس تیل سے میں نے یہ گھوڑا حاصل کر لیا ہے۔ یہ کہہ کر اس نے گھوڑے کو اڑھ لگائی تو شیخ نے کہا۔ ذرا عطر دو۔ ایک بات سنئے جاؤ۔ میری ٹھانی ہے کہ اگر لوگ تم سے اس گھوڑے کے حصول کی بابت دریافت کریں تو ان سے یہ کہنا کہ یہ گھوڑا شیخ نے مجھے تحفہ دیا ہے کیونکہ اگر تم نے یہ کہا کہ میں نے شیخ کو جو بوقت بنا کر مکر و فریب سے یہ گھوڑا حاصل کیا ہے تو لوگ ضرورت مندوں پر بھروسہ کرنا چھوڑ دیں گے اور کوئی کسی کی مدد کے لیے تیار نہ ہوگا۔

بیان سے بائع و مشتری مراد ہیں۔ مطلب عنوان یہ ہے کہ جب بائع اور مشتری نے ایک دوسرے کی خیر خواہی کی اور بیع کی پوری حقیقت بتادی۔ کسی بھی عیب کو چھپایا نہیں تو اللہ تعالیٰ اس خرید و فروخت میں برکت عطا فرماتا ہے۔

اور حضرت عدا ابن خالد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔
آپ نے فرمایا کہ مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ نے یہ مکتوب دیا تھا کہ یہ وہ چیز ہے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عدا بن خالد کو فروخت کی جیسے ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو کوئی چیز بیچتا ہے کہ نہ اس میں کوئی نقص ہے اور نہ کوئی بد بامنی ہے اور نہ ہی غاٹہ ہے۔ اور حضرت قتادہ غاٹہ کا یوں معنی کیا ہے کہ غاٹہ زنا، چوری اور بھاگنے کی عادت کو کہتے ہیں اور حضرت ابراہیم سے کہا گیا کہ بعض جانوروں کے (دلال) (دھوکہ دہی کے طور) (جانوروں کے اصطل کے نام) یوں نام رکھتے ہیں۔ یہ فراسانی اصطل ہے اور یہ سجتانی اصطل ہے اور یوں کہتے ہیں (یعنی صاحب) یہ کل ہی فراسان سے آیا ہے اور یہ آج ہی سجتان سے منگوا یا ہے تو اس کہنے پر حضرت ابراہیم مخفی علیہ الرحمۃ نے سخت ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا اور حضرت عقبہ ابن عامر نے فرمایا کہ کسی بھی آدمی کے لیے یہ جائز نہیں کہ سامان میں نقص کو جانتے ہوئے بھی خریدار کو عیب و نقص نہ بتاتے۔

وَيَذْكُرُ عَنْ الْعَدَاءِ بْنِ خَالِدٍ قَالَ
كَتَبَ لِي الشَّيْخُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
هَذَا مَا اشْتَرَيْتُ مِنْهُ قَدْ سَمِعْتُ
اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ الْعَدَاءِ
ابْنِ خَالِدٍ يَبِيعُ الْمُسْلِمَ الْمُسْلِمَ لَدَا عَوْدٍ
لَا حَيْثُ وَلَا غَائِلَةً وَقَالَ قَتَادَةُ
الْعَائِلَةُ الْوُزْنُ وَالسَّرَقَةُ وَالْإِ
بَاقُ وَقِيلَ لِابْنِ أَبِي هُرَيْرَةَ
بَعْضُ النَّحَّاسِينَ يُسَمِّي أَرْبَعَ
خُرَاسَانَ وَسَجِسْتَانَ فَيَقُولُ حَبَاءُ
أَفْسٍ مِنْ خُرَاسَانَ حَبَاءُ الْيَوْمِ مِنْ
سَجِسْتَانَ فَكَمْ هَذِهِ كَوَاهِيَةُ شَدِيدَةٌ
وَقَالَ عَقْبَةُ بْنُ غَامِرٍ لَا يَجِلُّ لِزَمَرَةٍ
يَبِيعُ سِلْعَةً يَعْلَمُ أَنَّ بِهَا دَاءً
إِلَّا أَحْبَبَهُ

(بخاری)

مطلب حدیث یہ ہے کہ خرید و فروخت میں عدل و انصاف، دیانت و امانت کا دامن تھامے رہنا ضروری ہے اور جائز نہیں ہے کہ ایک چیز پاکستان کی بنی ہوئی ہے اور اسے جرمن کی بنی ہوئی کہہ کر بیچا جائے۔ یا بیع میں عیب ہو اور اس کو خریدار پر ظاہر نہ کیا جائے جو بھولتی قسم کھائی جائے اور دھوکہ اور فریب سے کام لیا جائے۔
حضرت علیہ السلام نے فرمایا۔ جو شخص جھوٹی قسم کے ذریعے مال بیچتا ہے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ نہ اس کی طرف نظر رحمت فرمائے گا اور نہ اس کے گناہ معاف فرمائے گا (مسلم)

جھوٹی قسم سے سامان بک جاتا ہے مگر برکت مٹ جاتی ہے (مسلم) اور وہ لوگ جو تجارت میں سچائی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے متعلق فرمایا۔

سچا اور دیانت دار تاہر قیامت کے دن پیغمبروں، صدیقیوں اور شہیدوں کے ساتھ ہوگا (ترمذی)

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْحَارِثِ رَفَعَهُ الْخَلِيفَةُ
حَكِيمُ بْنُ حِذَامٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبَيْعَانِ بِالْخِيَارِ
مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا أَوْ قَالَ حَتَّى يَتَفَرَّقَا
فَإِنْ صَدَقَا وَبَيَّنَّا بُورِكَ لَهُمَا وَفِي
بَيْعِهِمَا وَإِنْ كَتَمَا وَكَذَّبَا مُحِقَّتْ
بَرَكَةُ بَيْعِهِمَا

(بخاری)

عبداللہ ابن حارث حضرت حکیم ابن حزام رضی اللہ عنہ کی
طریقے راوی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد
فرمایا۔ خرید و فروخت کرنے والوں کو اس وقت تک مکمل لینے
دینے کا، اختیار رہتا ہے جب تک دونوں جہاد ہوں یا
آپ نے 'نالم یتفرقا' کے بجائے 'حتی یتفرقا' فرمایا پس اگر
دونوں نے صداقت سے کام لیا اور سامان کی تمام صورت حال
واضح کر دی تو دونوں کی خرید و فروخت میں برکت ہوتی ہے
لیکن اگر کوئی عیب چھپا رکھا یا غلط بیانی سے کام لیا تو ان کی
برکت ختم ہو جاتی ہے۔

فوائد و مسائل

اس حدیث میں بالخیار مالہ یتفرقا کے الفاظ خصوصی طور پر قابل توضیح ہیں (۱) خیار
خیر کے مشتق ہے۔ اس کے لغوی معنی بھلائی کی طلب و تلاش، چننے، چننے کرنے کے ہیں۔
بیع میں چار اختیار ہیں۔ خیار عقد۔ خیار رویت۔ خیار عیب۔ خیار شرط اور سیدنا امام شافعی علیہ الرحمۃ پانچ اختیار
کے قائل ہیں۔ چار یہ اور پانچواں خیار مجلس۔ یعنی ایجاب و قبول کے بعد بھی فریقین جب تک مجلس سے ہٹ نہیں
انھیں اختیار رہتا ہے کہ بیع کو قائم رکھیں یا ختم کر دیں۔ حضرت سعید بن المسیب، زہری، مبشام بن یوسف، حضرت
امام شافعی و احمد و سختی و ابو ثور محمد بن جریر الطبری اور اہل الظاہر کا بھی یہی مسلک ہے۔ یہ حضرات حدیث زہری
کے الفاظ مالہ یتفرقا سے تفرق بالابیان مراد لیتے ہوئے خیار مجلس کا قول کرتے ہیں۔ لیکن سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ
امام نخعی و ثوری مالہ یتفرقا سے تفرق بالا قوال مراد لیتے ہیں۔ یعنی عاقدین میں سے جب ایک نے ایجاب کیا مثلاً کہا
میں نے بچی تو دوسرے کو اختیار ہے کہ اسی مجلس میں قبول کر لے یا رد کر دے (اسی کو خیار عقد یا خیار قبول کہتے ہیں) لیکن
جب ایجاب و قبول دونوں ہو چکے تو بیع لازم و تمام ہو گئی۔ خواہ فریقین اسی مجلس میں یا چلے جائیں۔ مطلب یہ کہ احتیاط
کے نزدیک جب مجلس میں ایک نے کہا۔ میں نے بچی۔ دوسرے نے کہا میں نے خریدی تو ایجاب و قبول کے بعد بیع
لازم و تمام ہو گئی۔ اب دونوں میں سے کسی کو اس بیع کو فسخ کرنے کا اختیار نہیں ہے۔ سیدنا امام اعظم علیہ الرحمۃ
کا موقف بہت قوی ہے۔ متعدد آیات و احادیث سے بھی امام اعظم علیہ الرحمۃ کے موقف کی تائید ہوتی ہے۔

۱۔ قرآن مجید میں ہے وَأَنْ يَتَفَرَّقَا يَعْنِي اللَّهُ كَلَامًا مِنْ سَعَةِ۔ اگر مباح بیوی علیحدہ ہو جائیں تو
اللہ تعالیٰ انھیں اپنے فضل سے ایک دوسرے سے بے نیاز کر دے گا۔ اس آیت میں ان یتفرقا سے جہاں علیحدگی مراد
نہیں بلکہ طلاق کے ذریعہ مباح بیوی کا علیحدہ ہونا مراد ہے۔

۲۔ عقد، ایجاب و قبول سے پورا ہو جاتا ہے۔ بیع بھی ایک عقد ہے جب ایک نے کہا۔ میں نے بچا۔ دوسرے نے
کہا۔ میں نے فروخت کیا تو عقد پورا ہو گیا۔ بیع لازم ہو گئی اور بیع مشتری کی ملک میں آگئی۔ اب اگر ایجاب و قبول کے

بعد بھی خیال رکھ لیا جائے (جیسا کہ امام شافعی کی رائے ہے)
تو یہ بات دوسرے کے حق میں باطل کرنے کو مستلزم ہوگی حالانکہ قرآن مجید میں حکم ہے کہ لَا تَاْكُلُوا اَمْوَالَكُمْ
بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ۔

۳۔ ایجاب و قبول ہو گیا تو اب اس کی دفا لازم و ضروری ہے۔ قرآن مجید میں فرمایا اَوْفُوا بِالْعُقُودِ
۴۔ خیال رکھ لیں کے قول سے دوسرے کو نقصان لازم آئے گا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا لا ضرر ولا ضرار

فی الاسلام

باب مختلف قسم کی کھجوریں بیچنا
حضرت ابو سعید خدری نے بیان کیا۔ ہمیں مختلف طرح
کی کھجوریں ملتی تھیں۔ اچھی اور بُری اور ہم دو صاع
کھجور (خراہ) کھجور ایک صاع (اچھی کھجور) کے عوض
بیچتے تھے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ دو صاع
کھجور ایک صاع کھجور کے عوض نہ بیچی جائے اور نہ دو
درہم ایک درہم کے عوض۔ بیچا جائے۔

(بخاری)

بَابُ بَيْعِ الْخُلْطِ مِنَ التَّمْرِ
عَنْ أَبِي سَعِيدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ
كُنَّا نَذْرُقُ تَمْرًا الْجَمْعُ وَهُوَ الْخُلْطُ
مِنَ التَّمْرِ وَكُنَّا نَبِيعُ صَاعَيْنِ
بِصَاعٍ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا صَاعَيْنِ بِصَاعٍ
وَلَا دَرَاهِمَيْنِ بِدِرْهَمٍ

اس حدیث میں کما بیع الصاعین بصاع ترجمہ الباب ہے۔ مطلب حدیث یہ ہے کہ
کچھ روزہ کسی بھی قسم کی ہواٹے ہوا ادنیٰ تر بویا تک ہر حال جس واحد (کھجور) ہی ہے۔ لہذا کھجور
کی بیع میں تضائل اور ادھار جائز نہیں ہے۔ فروخت کرنی ہو تو برابر برابر فروخت کی جائے۔ جیسے ایک درہم دو درہم کے عوض
بیچنا ممنوع ہے اسی طرح ایک صاع کھجور دو صاع میں بیچنا ممنوع ہے۔ اس حدیث کے سائل آئندہ صفحات میں انشاء اللہ العزیز
تفصیل کے ساتھ آ رہے ہیں۔

بَابُ مَا قِيلَ فِي اللَّحْمِ وَالْجَزَارِ
عام طور پر لحام گوشت بیچنے والے جَزَارِ اوٹ ذبح کرنے والے اور قَتَابِ بھڑ بکری ذبح کرنے
والے کہتے ہیں۔ حدیث کے الفاظ لَحْمًا مَرْلًا قَتَابِ باب ترجمہ الباب ہیں۔

حضرت ابن مسعود سے روایت ہے کہ ایک انصاری جس کی
کنیت ابو شعیب تھی اس نے اپنے غلام سے کہا جو کہ قصائی
تھا مجھے آٹا کھانا تیار کر دے جو پانچ افراد کو کافی ہو کیونکہ میں
حضور رحمت پانچ افراد کی دعوت کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے
حضور کے چہرہ آئندہ اس میں بھوک کے آثار دیکھے ہیں۔ پھر اس

عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ حَبَاءُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ
الْأَنْصَارِيُّ يَكُنَّى أَبَا شُعَيْبٍ فَقَالَ لِعَلَّامٍ
لَهُ قَتَابٌ يَا أَجْمَلُ لِمَ طَعَمًا مَا يَكْفِي
خَمْسَةً فَإِنِّي أُرِيدُ أَنْ أَدْعُو النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَامِسَ خَمْسَةٍ فَإِنِّي قَدْ عَرَفْتُ

فِي رَجُلٍ مِنَ الْجُوعِ خَدَّاهُ فَجَاءَ مَعَهُ
رَجُلٌ فَقَالَ الشَّيْءُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
إِنْ هَذَا أَقْدَمَ سَعْنًا فَإِنْ شِئْتَ أَنْ تَأْذَنَ
لَهُ فَآذِنْ لَهُ وَإِنْ شِئْتَ أَنْ يَرْجِعَ رَجِعْ
فَقَالَ لَا يَزِلُّ قَدَّ أَذِنْتُ لَهُ (بخاری)

حضور کو بلایا۔ ایک شخص زیادہ آگیا۔ حضور نے فرمایا۔ یہ شخص
ہمارے ساتھ بن بلائے آگیا ہے۔ تمہیں اختیار ہے کہ اس
کو اجازت دو یا نہ دو اور اگر تم چاہو تو وہ لوٹ جائے۔ انصار
نے عرض کی۔ میں نے اس کو اجازت دی۔

اس حدیث سے واضح ہوا کہ قصاب کا پیشہ اختیار کرنا جائز ہے اور قصاب ہونا کوئی طعن کی بات نہیں۔ ۲۔ دعوت
کا قبول کرنا سنت ہے۔ ۳۔ بلا اجازت صاحب خانہ دعوت میں شریک ہونا جائز نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضور کے
ساتھ جو صاحب بن بلائے آگئے تھے حضور نے ان کے لیے صاحب خانہ سے اجازت طلب فرمائی۔ ۴۔ واضح رہے کہ حضور
سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اجازت طلب فرمانا صرف تعلیم امت کے لیے اور صاحب خانہ کی قطیبت نفس کے لیے تھا۔
ورنہ حضور کو اپنی امت کے مال میں بہر حال ہر قسم کے تصرف کا اختیار کامل حاصل ہے۔ خواہ مالک حاضر ہو یا غائب راضی
ہو یا ناراض۔ ہر صورت میں حضور کو اختیار ہے۔ علامہ عینی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں۔ مع کونہ صلی اللہ علیہ وسلم
ان یتصرف فی مال کل من الامة بغير حضوره و بغير رضاه ولكن لم يفعل ذلك
الا بالاذن تطييبا لقلوبهم (معنی ۱۱ ج ۱ ص ۱۹۸ مطبوعہ بیروت)

بَابُ مَا يَمْحَقُ الْكُذِبَ وَالْكَثْمَنُ فِي الْبَيْعِ

باب۔ بیع میں جھوٹ بولنے اور عیب چھپانے سے برکت جاتی رہتی ہے۔

عَنْ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنْ
النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْبَيْعَانِ
بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتَّفَقَا أَذْوَالُ حَتْمَا
يَتَّفَقَا فَإِنْ صَدَقَا وَبَيَّنَّا بَيْرَكَ لِمَا
فِي بَيْعِهِمَا وَإِنْ كَتَمَا وَكَذَبَا مُحِقَتْ
رَحْمَةُ بَيْعِهِمَا (بخاری)

حضرت حکیم بن حزام سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا۔ بائع اور مشتری دونوں کو اس وقت تک
اختیار ہے جب تک جُدا نہ ہوں۔ پھر اگر دونوں بچ بولیں
گے اور اگر عیب ہے تو اس کو ظاہر کر دیں گے تو اس
بیع میں برکت ہوگی اور عیب چھپائیں گے جھوٹ بولیں گے
تو بیع کی برکت جاتی رہے گی۔

یہ حدیث سابقہ صفحات میں مع ترجمانی کے گزر چکی ہے۔ اس حدیث سے واضح ہوا کہ معاملات میں دیانت و امانت
اور صداقت باعث خیر و برکت ہے اور جھوٹ۔ فریب بے برکتی کے موجب ہیں۔

بَابُ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَكُونُوا الرِّبَا أَصْعَاقًا مُضْعَعَةً وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ
اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اے ایمان والو! سود و دوا دونوں نہ کھاؤ اور اللہ سے ڈرو اس امید پر کہ تمہیں فلاح ملے

زمانہ جاہلیت میں سود خواری کا عام طریقہ یہ تھا کہ ایک خاص میعاد مقرر کر کے ادھار سود پر دیا جاتا اور جب وہ میعاد
آگئی اور قرض دار اس کی ادائیگی پر قادر نہ ہوا تو اس کو مزید مہلت اس شرط پر دی جاتی کہ سودنی مقدار بڑھادی جاتی۔ اس

آیت میں سود و سود کے اس طریقہ کو ممنوع قرار دیا گیا۔ آیت کے یہ معنی نہیں ہیں کہ اضعاف و مضاعف (دو دوں سود) نہ ہو تو حرام نہیں۔ کیونکہ سود بقر اور نہ۔ کی آیات میں رہا کہ مطلقاً حرام قرار دیا گیا ہے خواہ شرح سود کچھ بھی ہو۔ علاوہ انہی یہ ظاہر ہے کہ جب سودی کاروبار میں اصل قرض بدستور باقی ہے تو ایک زمانہ کے بعد ہر سود اصل قرض کا اضعاف و مضاعف ہی ہو جائے گا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ایک ایسا وقت آئے گا کہ انسان اس کی پرواہ نہیں کرے گا کہ اس نے کہاں سے حاصل کیا ہے۔ حلال طریقہ سے یا حرام طریقہ سے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيَأْتِيَنَّ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ لَا يُبَالِي الْمُسْلِمُ بِهَذَا أَحْذَرَ أَمْ لَا أَمْزَنَ حَكِيمًا (بخاری)

عنوان جو کہ آیت ہے اس حدیث کی مطابقت یہ ہو سکتی ہے کہ سود خود سود و سود حاصل کر رہا ہے اس بات کی پرواہ نہیں کرتا کہ یہ حلال طریقہ سے آ رہا ہے یا حرام سے۔ یہ ہی بات ہے جو حدیث میں ذکر کی گئی ہے۔ بہر حال آیت میں سود کھانے کی ممانعت اور تقویٰ اختیار کرنے کا حکم ہے اور حدیث میں فساد زمانہ کا ذکر ہے۔ ناسی کی حدیث جو حضرت ابو ہریرہ ہی سے مروی ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں۔ حضور ﷺ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لوگوں پر ایسا زمانہ بھی آئے گا کہ وہ سود کھائیں گے اور جو دکھائیں گے تو سود کا شمار ان کو بھی پہنچ جائے گا۔

يَأْتِي عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ يَأْكُلُونَ الرِّبَا فَمَنْ لَوْ يَأْكُلُهُ أَصَابَهُ غِبَارٌ

بَابُ أَكْلِ الرِّبَا وَمَشَاهِدِهِ وَكَاتِبِهِ

باب سود و غر، گواہ اور سود لکھنے والے کے متعلق

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ وہ جو کھاتے ہیں قیامت کے دن نہ کھڑے ہوں گے مگر جیسے کھڑا ہوتا ہے وہ جسے آسیب نے چھو کر مضبوط بنا دیا ہے۔ یہ اس لیے کہ انھوں نے کہا۔ بیع بھی تو سود ہی کی مانند ہے اور اللہ تعالیٰ نے حلال کیا بیع کو اور حرام کیا سود۔ تو جسے اس کے رب کے پاس سے نصیحت آئی اور وہ بازر با تو اسے حلال ہے جو پہلے لے چکا اور اس کا کام خدا کے سپرد ہے اور جو اب ایسی ممت کرے گا تو وہ دوزخی ہے وہ اس میں بدقول رہیں گے۔

وَقَوْلُهُ تَعَالَى الَّذِينَ يَأْكُلُونَ الرِّبَا لَا يَقُومُونَ إِلَّا كَمَا يَقُومُ الَّذِي يَخْجُطُهُ الشَّيْطَانُ مِنَ الْمَسِّ ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا إِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبَا وَأَحَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا فَمَنْ جَاءَهُ مَوْعِظَةٌ مِنْ رَبِّهِ فَاتَّهَمَ فَإِنَّهُ مَأْسُوفٌ وَأَمْدُهُ إِلَى اللَّهِ وَمَنْ عَادَ فَأُولَئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ۔

۱۔ اس آیت میں سود کی حرمت اور سود و غر کی ثبات کا بیان ہے۔ جیسے آسیب زدہ سیدھا کھڑا نہیں ہو سکتا

قیامت کے دن سود و غر مجبوظ الحواس اٹھے گا

مگر ناپڑتا رہتا ہے۔ قیامت کے دن سود و غر کا ایسا ہی حال ہوگا۔ سود سے اس کا پیٹ بہت بھاری اور بوجھل ہو جائے

اور وہ اس کے بوجھ سے گر کر پڑے گا۔

چونکہ اعمال کی سزا یا جزا اس کے مناسب ہو کرتی ہے۔ دنیا میں سود و غور کی کیفیت یہی ہوتی ہے کہ وہ بچے کے پیچھے دیرانہ وار دوڑتا ہے۔ مال کے طمع میں بدست و مدہوش رہتا ہے۔ لہذا قیامت کے دن وہ ایک مجنوں اور مجنوطا لحواس انسان کی صورت میں اٹھے گا۔

۲۔ ذالک بانہم الخ آیت کے اس جملہ میں سود خواروں کی مذکورہ بالا سزا کا سبب یہ بتایا گیا کہ ایک تو انھوں نے یہ مجرم کیا کہ سود جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا اس میں مبتلا ہو گئے۔ دوسرے اس حرام کو حلال بنانے کے لیے انھوں نے یہ کنہا شروع کر دیا۔ بیع و ربا میں فرق ہی کیا ہے؟ بیع بھی تو سود ہی کی مانند ہے۔ کتاب مجید نے ان کے اس نظریہ کی تردید کی اور فرمایا کہ اللہ نے بیع کو حلال کیا اور سود کو حرام۔ اگرچہ اس موقع پر مفسرین کرام اور علماء اسلام نے بیع و ربا میں جو فرق ہے اس پر تفصیل سے گفتگو کی ہے لیکن قرآن نے وجوہ فرق کو بیان نہیں کیا۔ بلکہ احکام نماز میں فیصد بڑیا کہ بیع حلال ہے اور ربا حرام ہے۔ یعنی وہ حاکم مطلق ہے۔ خالق و مالک ہے جو چاہے حکم دے اور جیسے چاہے حرام قرار دے۔ بندے پر تو اس کی اطاعت لازم و واجب ہے۔ اس لیے بیع کو ربا کے مانند کنہا غلط ہے۔ بیع حلال ہے اور ربا حرام ہے۔

۲۔ ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب سود کھانا یعنی سود سے نفع اٹھانا خواہ کسی بھی شکل میں ہر حرام و مکرہ ہے تو حرام سے قبل جن لوگوں نے سودی لین دین سے مال و دولت حاصل کی، جائیداد وغیرہ بنائی اس کا کیا حکم ہے؟ خلیفہ مہاسلف سے یہ بتایا گیا کہ حرمت سود سے قبل جو کچھ سودی لین دین سے مال و دولت حاصل کی، جائیداد وغیرہ بنائی اس پر اس حرمت کا اطلاق نہ ہوگا۔ وہ سب مال و جائیداد ان کی جائز ملکیت قرار پائے گی مگر ایسے افراد کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ دل سے توبہ کریں اور آئندہ کے لیے سودی لین دین سے مکمل پرہیز کریں۔

۴۔ فَمَنْ عَادَ آیت کے اس جملہ میں یہ بتایا گیا ہے کہ جو اس حکم قرآن کے بعد بھی سودی لین دین جاری رکھیں وہ جہنمی ہیں۔ یعنی جو سود کو حلال جانے وہ کافر ہیں۔ ہمیشہ جہنم میں رہے گا کیونکہ ہر حرام قطعی کو حلال جانے والا کافر ہے۔

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ جب سورہ بقرہ کی آخری آیات نازل ہوئیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں لوگوں کو سنائیں۔ پھر فرمائی کہ تجارت حرام قرار دی

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَمَّا سُرَّ لَتْ أَخُو الْبَقْرَةِ فَسَرَّاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْهِ فِي الْمَسْجِدِ ثُمَّ حَرَّمَ التَّجَارَةَ فِي الْخَمْرِ (بخاری)

عزراں (جو کہ آیت ہے) اسے اس حدیث کی مطابقت یہی ہے کہ سورہ بقرہ کی آخری سورہ میں سود کے احکام اور اس کی حرمت و مذمت کا ذکر ہے۔ اگرچہ حدیث میں کاتب و شاہد کا ذکر نہیں ہے۔ مگر کاتب و شاہد معاون ہیں اور حرام کے ساتھ دانا بھی حرام ہے۔ مسلم کی حدیث میں ہے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے سود خوار اس کا پر داز، سودی و سودی کے کاتب اور اس کے گواہوں پر لعنت کی اور فرمایا۔ وہ سب گنہگار ہیں برابر ہیں۔

سوالیہ نمبر ۱۱۱۱ سورہ مائدہ میں آئی ہے جو ربا کی ممانعت والی آیات سے بہت پہلے نازل ہو چکی تھی۔

جواب۔ تحریم خمر کا اعلان حضور نے اس وقت بھی فرمادیا تھا جب سورہ مائدہ نازل ہوئی تھی اور اب جب کہ رباً کی حرمت کی آیات نازل ہوئیں تو حضور نے بطور مبالغہ حرک تجارت کی حرمت کو مکرر بیان فرمادیا۔

حضرت عمر بن عبد بن حذاف نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، رات میں نے دو شخص دیکھے۔ وہ دونوں میرے پاس آئے اور مجھے بیت المقدس لے گئے۔ پھر وہ دونوں چلے یہاں تک کہ ہم ایک خون کی نہریں آئے، وہاں (نہر کے کنارے) ایک شخص کھڑا تھا اور نہر میں بھی ایک شخص کھڑا تھا۔ (نہر کے کنارے پر) کھڑے ہونے والے کے سامنے پتھر تھے، بیچ نہر والا آدمی آتا اور جوں ہی وہ چاہتا کہ باہر نکل جاتے فوراً باہر والا شخص اس کے منہ پر پتھر کھینچ مارتا جو اسے وہیں لوٹا دیتا تھا جہاں وہ پہلے تھا، اسی طرح جب بھی وہ نکلا چاہتا کہ اسے پر کھڑا ہوا شخص اس کے منہ پر پتھر مارتا اور وہ جہاں تھا وہیں پھر لوٹ آتا تھا۔ میں نے (اپنے ساتھیوں سے جو فرشتے تھے) پوچھا یہ کیا ہے تو انھوں نے جواب دیا کہ نہر میں آپ نے جس شخص کو دیکھا وہ سود کھاتا تھا۔

عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدَبٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا آتَيْتُ اللَّيْلَةَ مَرَّجُلَيْنِ أَسْيَانِي فَأَحْسَرَجَانِي إِلَى الْأَرْضِ مُقَدَّسَةٍ فَانْطَلَقَا حَتَّى آتَيْنَا عَلَى نَهْرٍ مِنْ دَمٍ فِيهِ رَجُلٌ قَائِمٌ وَعَلَى وَسْطِ النَّهْرِ رَجُلٌ بَيْنَ يَدَيْهِ حِجَارَةٌ فَأَقْبَلَ الرَّجُلُ الَّذِي فِي النَّهْرِ فَإِذَا ارَادَ الرَّجُلُ أَنْ يَخْرُجَ رَمَى الرَّجُلُ مُحْجَبٍ فِي فِيهِ فَرَدَّهَ حَيْثُ كَانَ فَجَعَلَ كُلَّمَا جَاءَ لِيَخْرُجَ رَمَى فِي فِيهِ بِحَجَرٍ فَيَذْجَعُ كَمَا كَانَ فَقُلْتُ مَا هَذَا فَقَالَ الَّذِي رَأَيْتُهُ فِي النَّهْرِ أَجَلَ الرَّبَا

(بخاری)

یہ اس طویل حدیث کا حصہ ہے جس میں مختلف قسم کے گناہوں کی نراؤں کا حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو شاہد کرایا گیا۔ مکمل حدیث فیض الباری پارہ ششم ص ۶ پر مذکور ہے۔ امام بخاری نے متعدد ابواب میں اس حدیث کو ذکر کیا ہے۔ امام بخاری علیہ الرحمہ نے یہاں حدیث کا وہ حصہ ذکر فرمایا ہے۔ جس میں سود و خرید کی نراؤں کھائی گئی ہے کہ وہ خون کے دیا میں پتھر کھاتا رہے گا۔ رب العزت جل مجدہ معاف فرمائے وہ غفور الرحیم ہے مگر ہم عبرت نہیں حاصل کرتے۔ گناہوں پر دلیر ہو گئے ہیں ظلم و ظلم ختم ہو گیا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

بَابُ مُوَكِّلِ الرَّبَا

باب سود دینے والا

اے ایمان والو، اللہ سے ڈرو اور چھوڑ دو جو باقی رہ گیا ہے سود اگر مسلمان ہو۔ پھر اگر ایسا نہ کرو تو یقین کر لو، اللہ اور اللہ کے رسول سے لڑائی کا اور اگر تم تو بہرہ و تر اپنا اصل مال لے لو۔ نہ تم کسی کو نقصان پہنچاؤ نہ تمہیں

لِقَوْلِهِ تَعَالَى يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَقَدْ ذُكِّرْتُمْ مَنَ الرَّبِّ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ فَإِنْ لَمْ تَفْعَلُوا فَأْذَنُوا بِحُزْبٍ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَإِنْ تُبْتِغُوا فَلََكُمْ عُذْرٌ وَسَى

أَمْوَالِكُمْ لَا تَظْلِمُونَ وَلَا تُظْلَمُونَ وَ
 إِنْ كَانَ دُؤُوسٌ فَلْيُطْرَقِ الْغَيْبُ
 فَإِنْ تَصَدَّقُوا خَيْرٌ لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ
 وَاتَّقُوا يَوْمًا تُجْعَلُونَ فِيهِ إِلَى اللَّهِ شُرَكَاءُ
 تُوَفَّى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ

نقصان ہو اور اگر قرضدار تنگی والا ہے تو اسے ہمت دواسان
 تک اور قرض اس پر بالکل چھوڑ دینا تمہارے لیے اور بھلا
 ہے اگر جانور ڈرو اس دن سے جس میں اللہ کی طرف پھردے
 اور ہر جان کو اس کی کمائی پوری بھردی جائے گی اور ان پر
 ظلم نہ ہوگا۔

۱۔ یہ آیت ان اصحاب کے حق میں نازل ہوئی جو سود کی حرمت نازل ہونے سے قبل سودی لین دین کرتے تھے اور ان
 کی گراں قدر تھیں دوسروں کے ذمہ باقی تھیں۔

۲۔ انھیں حکم دیا گیا کہ سود کی حرمت نازل ہونے کے بعد سابق کے مطالبے بھی واجب الزک ہیں۔ اور پہلا مقرر کیا ہوا
 سود بھی اب لینا جائز نہیں ہے۔ یہ حکم دینے سے پہلے اتقوا اللہ (اللہ سے ڈرو) فرمایا گیا۔ کیونکہ خوفِ خدا کے
 بغیر راہِ حق پر چلنا ناممکن ہے۔

۳۔ پھر اس حکم کی مخالفت کرنے والوں کو سخت و شدید وعید سنائی گئی کہ اگر تم نے سود کو نہ چھوڑا تو اللہ تعالیٰ اور
 اس کے رسول کی طرف سے اعلانِ جنگ سن لو۔ یہ وعید ایسی شدید ہے کہ کفر کے سوا کسی بڑے سے بڑے جرم و گناہ پر
 قرآنِ مجید میں ایسی وعید کہیں نہیں آئی جس سے سودی لین دین کا سخت و شدید گناہ ہونا واضح ہے۔ پھر کس کی مجال
 کہ اللہ و رسول سے جنگ کا تصور بھی کر سکے۔ چنانچہ اس آیت کے نزول کے بعد ان اصحاب نے اپنے سودی مطالبے
 ترک کر دیئے اور یہ کہتے ہوئے تائب ہو گئے کہ

اللہ و رسول سے لڑائی کی ہمیں کیا تاب

۴۔ وَإِنْ تَبَسُّوْا بَعْنَى اِذَا سُدَّ سُوْدُ رُوْبِكُمْ اَوْ اَسْتَدَّ مِنْكُمْ رُوْبُكُمْ اَوْ قَرْضُكُمْ
 سے صرف قرض کی اصل رقم (رأس المال) لینے کے حقدار ہو۔

۵۔ لَا تَظْلِمُونَ یعنی رأس المال سے زائد لینا ظلم ہے۔ اس آیت میں رأس المال قرض کی اصل
 رقم سے زائد رقم (سود) لینے کو ظلم قرار دے کر حرمتِ سود کی علت کی طرف اشارہ فرمادیا کہ قرض دے کر اس پر نفع لینا ظلم
 ۶۔ وَلَا تَظْلَمُونَ۔ اسی طرح قرض دار کا قرض کی ادائیگی میں دیر کرنا یا کسی کرنا بھی ظلم ہے۔ لوگ قرض لے کر وعدہ
 پر نہیں دیتے۔ مثال مثیل جیلے ہالنے بندتے رہتے ہیں۔ قرآن نے قرض لینے والوں کی اس روش کو بھی ظلم قرار دیا ہے۔

۷۔ اگر قرض دار تنگ دست یا نادار ہے تو اسے ہمت دینا یا قرض کا کچھ حصہ یا تمام قرض معاف کر دینا سببِ اجرِ عظیم
 ہے۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس نے تنگ دست کو ہمت دی یا اس کا قرض معاف کر دیا۔ اللہ تعالیٰ اس
 کو اپنا سایہ رحمت عطا فرمائے گا۔ جس روز اس کے سایہ کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا۔

۸۔ فَاتَّقُوا اللَّهَ اس دن سے ڈرنا چاہیئے جس دن اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہونا پڑے گا۔ نہ نیکیاں گھٹائی نہ تنگی

اور نہ بیاں بڑھائی جائیں گی۔ آخرت میں حق و انصاف سے کام لیا جائیگا۔ کسی پر غلام وزیارتی نہیں ہوگی۔

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ هَذِهِ آيَةُ نَزَلَتْ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (بخاری)

اس کے بعد حضرت اقدس صلی اللہ علیہ وسلم آئیں دوز دنیا میں جلوہ افروز رہے اور ایک قول میں نرشب اور ایک میں سات — شعبی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ روایت کی ہے کہ سب سے آخر آیت دہوا نازل ہوئی۔ واللہ اعلم

حضرت عون بن ابی جحیفہ کہتے ہیں۔ میں نے اپنے والد کو بچھنا لگانے والا غلام خریدتے دیکھا۔ یہ دیکھ کر میں نے ان سے اس کے متعلق پوچھا کہ کیا انھوں نے غلام کے پاس جو بچھنا لگانے کا سامان تھا اسے ترڈوا دیا تھا تو انھوں نے جواب دیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کئے کی قیمت بچھنا لگانے کی اجرت لینے سے منع فرمایا۔ آپ نے گودنے اور گدوانے والی سود لینے اور سود دینے والی کو (سود لینے یا دینے) سے منع فرمایا اور جاندار کی تصویر بنانے والے پر لعنت فرمائی۔

عَنْ عَوْنِ بْنِ أَبِي جَحِيْفَةَ قَالَ وَآيَةُ آتَتْ اسْتَرَى عَبْدًا حَبَا مَا فَسَلْتُهُ فَقَالَ نَبِيُّ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ ثَمَنِ الْكَلْبِ وَثَمَنِ الدِّمِّ وَثَمَنِ عَيْنِ الْوَأَيْشَةِ وَالْمَوْشُومَةِ وَاجْلِ الْوَبَا وَمَوْكِلِهِ وَلَعْنُ الْمُصَوِّرِ

فوائد و مسائل | عثمان سے مناسب اس حدیث کے الفاظ اُکھلے و موکھلے ہیں۔ صحیح جعفر اس آکر کہہ کتے ہیں جس سے فصد کی جاتی ہے۔ وشم کے معنی جھم کے کسی حصہ کو سوئی سے گود کر اس میں نیل یا نمر بھرتے ہیں۔ نماز جاہلیت میں اور فی زمانہ ہندو سکھ عیسائی، قبائل ہند کے بعض گروہ کے مرد اور خصوصاً ستورات کے اعضاء پر اس عمل کا رواج ہے۔ یہ حدیث مسائل ذیل پر مشتمل ہے۔

۱۔ ایسا غلام جو فصد لگانے کا کام کرتا ہو کو خریدنا جائز ہے ۲۔ کتے کی خرید و فروخت کے متعلق اللہ میں اختلاف ہے۔ حضرت حسن، ربیعہ، حماد بن سلیمان، اور اجماعی داؤد امام احمد امام شافعی کتے کی خرید و فروخت کو منوع اور اس کی قیمت کو حرام قرار دیتے ہیں اور حضرت عطاء بن ابی رباح، ابراہیم نخعی امام اعظم ابو حنیفہ، ابو یوسف و محمد و ابن کناز کا مسلک یہ ہے کہ وہ کتا جس سے نفع اٹھایا جائے جیسے شکاری کتا جس سے رکھوالا کا کام لیا جائے کی خرید و فروخت جائز ہے اور اس کی قیمت حلال و مباح ہے۔ احناف کے نزدیک سوار خنزیر کے تمام جانوروں مثلاً شیر، بھیتا، بیٹریا، ریچھ، گروہ، بلی وغیرہ کی خرید و فروخت جائز ہے (یعنی بدائع) علامہ عینی حنفی علیہ الرحمہ نے یہ تقریر کی ہے کہ شعر عندنا لا فرق بین المعلوم و غیریہ۔ وفی روایۃ الاصلی فی جوں بیعلہ کیف ما کان۔ البتہ امام اعظم کے نزدیک کلب عقول کی بیع جائز نہیں۔ امام اعظم ابو حنیفہ علیہ الرحمہ کا موقف یہ ہے۔ حدیث ہذا میں کتے کی قیمت کی جو ممانعت آئی ہے یا تو یہ مکروہ تنزیہی ہے (اور مکروہ تنزیہ جائز ہوتا ہے) یا یہ ممانعت اس وقت تک کے لیے بھی جب کتا پانا مطلقاً

منوع تھا۔ لیکن جب شکار و غنایت کے لیے کار کھنے کی اجازت دی گئی تو یہ ممانعت بھی منسوخ ہو گئی۔
۳۔ ثمن الدھر سے مراد حجام کی اُجرت ہے۔ پچھنے کی اُجرت کی جو ممانعت اس حدیث میں ہے۔ اس سے کراہت تزیہی مراد ہے۔ کیونکہ حضور علیہ السلام نے خود پچھنے لگوائے اور حجام کو اس کی اُجرت عطا فرمائی تھی۔ تو اگر یہ حرام ہوتی تو حضور حجام کو اس کی اُجرت عطا نہ فرماتے۔

۴۔ واشتہ گودنے اور گدوانے کی بھی حضور نے ممانعت فرمائی۔

۵۔ سود کھانے اور کھلانے والے (یعنی اور دینے) کی ممانعت فرمائی اور ان پر حضور نے لعنت فرمائی ہے۔

۶۔ جاندار کی تصویر بنانے والے پر لعنت فرمائی۔ اگرچہ ظاہر حدیث میں عموم ہے مگر مراد اس سے جاندار کی تصویر ہے۔ علامہ عینی علیہ الرحمہ نے تصریح کی ہے کہ جاندار کی تصویر بنانا بالاجماع حرام ہے اور اس سے فاعل پر لعنت آئی ہے نیز حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ قیامت کے دن معصروں سے کہا جائیگا کہ جو تصویر تم نے بنائی ہے اس میں جان ڈالو (اور وہ ایسا نہ کر سکیں گے)

عن ابن عمر قال احتجمر رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو محمد صائغ واعطى الحجام اجرة (ابن عدی فی الکامل) عینی ج ۵ ص ۹۶
حضرت ابن عمر فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے بحالت احرام دروزہ پچھنے لگوائے اور حجام کو اس کی اُجرت عطا فرمائی۔

بَابُ يَمْحَقُ اللَّهُ الرَّبَا وَيُزِيلُ الصَّدَقَاتِ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ أَثِيمٍ

اور ہلاک کر دیتا ہے سود کو اور بڑھاتا ہے خیرات کو اور اللہ کو پسند نہیں آتا کوئی ناشکرا بڑا گنہگار
صدقہ اور سود کی حقیقت میں بھی تضاد ہے اور غرض و غایت اور نتیجہ بھی مختلف ہے۔ سود خوار اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے بے پرواہ ہو کر اپنے مال پر ناجائز زیادتی کا طالب ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو برکت سے محروم کر دیتا ہے۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا۔ سود خوار سے اللہ تعالیٰ نہ صدقہ قبول کرے گا نہ حج نہ جہاد نہ صد۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

إِنَّ الرَّبَا وَإِنْ كَثُرَ فَإِنَّ عَاقِبَتَهُ تَصِيرُ
الْخُسْفَانِ
سود اگر کھینکتا ہی زیادہ ہو جائے مگر انجام کار اس کا
نتیجہ قلت ہے۔ (مسند احمد وابن ماجہ)

۲۔ جو شخص رضائے الہی کے لیے صدقہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے مال یا اس کے ثمرات و فوائد بڑھا دیتا ہے دُیَا

صَلِّ وَاجَاب الطُّحَاوِی عَنْ النُّهْمِ فِي هَذَا الْحَدِيثِ وَغَيْرِهِ اِنَّهٗ كَانَ حِينَ حُكْمِ الْكَلَابِ اَنْ تَقْتَلَ وَكَانَ لَا يَحِلُّ اِمْسَاكُهَا وَقَدْ وَرَدَتْ فِيهِ اَحَادِيثُ كَثِيرَةٌ فَمَا كَانَ عَلٰی هٰذَا الْحُكْمِ فَشْتَبَهَ حَرَامُ قَتْلِ مَا يَبِغِ الْاِسْتِنْفَاعَ بِالْكَلَابِ لِاصْطِدَادِ وَنَحْوِهِ وَنَهَى عَنْ قَتْلِهَا لِنَسْخِ مَا كَانَ مِنَ النُّهْمِ عَنْ بَيْعِهَا وَتَسَاوُلِ تَنْهَاهَا (طحاوی) عینی ج ۱۱ ص ۲۰۲

آخرت میں اس کا اجر عطا فرماتا ہے۔

حضرت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو ایک کھجور راہِ خدا میں صدقہ کرتا ہے۔

تُو اللہ تعالیٰ صدقہ دینے والے کے لیے اس کو بڑھاتا ہے جیسے کوئی اپنے بچے کو پالتا پر سنا ہے پھر وہ صدقہ بہاڑ کی مانند ہر جاتا ہے۔

تُشْمَرُ بِبِهَا لِصَاحِبِهِ كَمَا يَرَى أَحَدٌ كَمَ خَلَوَهُ حَقًّا مِثْلَ الْجَبَلِ

(علینی) ج ۱۱ ص ۲۰۶

یہ مثال سمجھانے کیلئے ہے بتانا یہ مقصود ہے کہ اگر کھجور بھی خلوصِ قلب اور محض رضائے الہی کے لیے راہِ خدا میں دی جائے تو رب تعالیٰ اس کو قبول فرماتا ہے اور اس میں برکت عطا فرماتا ہے۔ دنیا و آخرت میں اس کا اجر و ثواب عطا فرماتا ہے۔

۲۔ صدقہ کرنے والا محض رضا الہی کے لیے اپنا مال بغیر کسی معاوضہ کے دوسرے کو دیتا ہے اس لیے صدقہ و خیرات کرنے والوں کا مال آخرت میں ان کے لیے ابدی نعمتوں اور راحتوں کا ذریعہ بنے گا۔ یہی الصدقات کا یہی مطلب ہے۔
۳۔ واللہ لا یحب کل کفار اشیم ان محلوں پر آیت کو ختم کرنے سے یہ بتانا مقصود ہے کہ سودی لین دین کرنے والا اللہ کی طرف سے حلال روزی پر راضی نہیں ہوتا۔ کسبِ مباح کو اختیار نہیں کرتا اور باطل طریقے سے مال و دولت حاصل کرتا ہے تو ایسا شخص کفور بھی آئیم بھی۔ ناشکرا اور گناہگار۔ طلبِ آیت یہ ہے جو لوگ سود کو حرام سمجھنے کے باوجود علماء اس میں مبتلا ہیں۔ وہ گناہِ کبیرہ کے مرتکب ہیں اور جو سود کو حرام ہی نہ سمجھیں وہ کفر میں مبتلا ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ گناہ کا کام کرنے والے اور کفر کرنے والے کو پسند نہیں فرماتا۔

أَنَّ أَبَا هُدَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ أَلْحَلُّ مُنْفَقَةٌ لِلْسِّلَةِ مُحَقَّقَةٌ لِلْبَلَاكِ (بخاری)

یہ حدیث گو باب کی تفسیر ہے۔ کیونکہ زیادتی کو کہتے ہیں اور محقق نقصان کو تو یہ دونوں جمع کیسے ہو سکتے ہیں؟ تو حدیث نے وضاحت کر دی کہ جھوٹی قسم کھانے والا اگرچہ سود کو بیچ کر مال میں زیادتی کر لیتا ہے لیکن ایسے مال کی برکت جاتی رہتی ہے۔

۲۔ الْحَلْفُ حَا کے زیر اور لام کے زیر کے ساتھ۔ اس سے عینِ کاذب جھوٹی قسم مراد ہے۔ مُنْفَقَةٌ مفعلہ کے وزن پر۔ اسی طرح مُمَحَقَّقَةٌ اسم مکان ہے۔ مبالغہ کے لیے دراصل یہ مصدرِ میمی ہے۔ جو کہ مبالغہ کے لیے آتا ہے۔

سوال۔ الحلف مبتدا ہے۔ منفقہ اس کی خبر ہے۔ مبتداء و خبر میں تذکرہ و تانیث میں مطابقت ضروری ہے۔ جواب یہ ہے منفقہ و محققہ میں تا۔ تانیث کی نہیں بلکہ مبالغہ کے لیے ہے اور محققہ خبرِ مبتدا ہے۔ اس حدیث سے واضح ہوا کہ جھوٹی قسم کا کہ غریہ و فروخت کرنا گناہ ہے۔ منع ہے اور جھوٹی قسم کے ذریعہ جو

مال و دولت حاصل کیا جاتے وہ بے برکت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس بڑے فعل سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔

بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنَ الْخَلْفِ فِي الْبَيْعِ

باب خرید و فروخت میں قسم کھانا مکروہ ہے

یعنی بیع و شرا۔ میں قسم کھانا خواہ سچی ہو یا جھوٹی بہر حال مکروہ ہے۔ پھر اگر قسم سچی ہے تو کراہت تنزیہی ہے اور اگر جھوٹی ہے تو کراہت تحریمی ہے۔

حضرت عبداللہ ابی اوفیٰؓ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے اپنا سامان بازار میں لگایا اور لگا اللہ کی قسم کھانے لگے اس کی اتنی قیمت مل رہی تھی اور میں نے نہیں دی۔ وہ چاہتا تھا کہ ایک مسلمان کو دھوکہ دے۔ اس وقت سورہ آل عمران کی یہ آیت نازل ہوئی — وہ جو اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کے بدلے ذلیل دام لیتے ہیں۔ آخرت میں ان کا کچھ حصہ نہیں اور اللہ نہ ان سے بات کرے نہ ان کی طرف نظر فرمائے قیامت کے دن اور نہ انھیں پاک کرے اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَوْفَى أَنَّ رَجُلًا أَقَامَ سَلْعَةً وَهُوَ فِي السُّوقِ فَخَلَفَ بِاللَّهِ لَقَدْ أُعْطِيَ بِهَا مَا لَمْ يُعْطَ لِيُوقِعَ فِيهَا رَجُلًا مِّنَ الْمُسْلِمِينَ فَنَزَلَتْ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ بِعَهْدِ اللَّهِ وَآَيْمَانِهِمْ ثُمَّ أَفْلَحُوا أُولَئِكَ لَأَخْلَقَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ

حضرت ابی اوفیٰؓ کا نام علقمہ اسلمی ہے۔ یہ وہ ہیں جو کفر میں صحابہ کرام میں سب سے آخر میں فوت ہوئے۔ سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ نے جن صحابہ کرام کو دیکھا ان میں سے آپ بھی ہیں — یہ آیت یہود کے احبار اور ان کے رؤسا اور ارفع و کناہن ابی الحنفیہ و کعب بن اشرف و جی بن اخطب و ابن صوریہ کے حق میں نازل ہوئی۔ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کا وہ عہد چھپایا تھا۔ جو حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ان سے توریت میں لیا گیا۔ انھوں نے اس کو بدل دیا اور اس کی جگہ اپنے ہاتھوں سے کچھ کا کچھ لکھ دیا اور جھوٹی قسم کھائی کہ یہی اللہ کی طرف سے ہے اور یہ سب کچھ انہوں نے اپنی جماعت کے جاہلوں سے رشوتیں اور زرا حاصل کرنے کے لیے کیا۔

حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا۔ تین لوگ ایسے ہیں کہ روز قیامت اللہ تعالیٰ نہ ان سے کلام فرمائے اور نہ ان کی طرف نظر رحمت کرے نہ انھیں گناہوں سے پاک کرے اور انھیں دردناک عذاب ہے۔ اس کے بعد حضور نے آیت بالا کو تین مرتبہ پڑھا۔ حضرت ابوذرؓ (جو اس حدیث کے راوی ہیں) نے کہا۔ وہ لوگ ٹوٹے اور نقصان میں رہے۔ یا رسول اللہ وہ کون لوگ ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ تمہد کو (ازراہ کبر) شخصوں سے نیچا ٹکالنے والا۔ اور اپنے تجارتی مال کو جھوٹی قسم سے رواج دینے والا (مسلم)

حضرت البراءؓ کی حدیث میں ہے کہ عیدم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو کسی مسلمان کا حق مارنے کے لیے قسم

کہائے اور اللہ تعالیٰ اس پر رحمت حرام کرتا ہے اور دوزخ لازم کرتا ہے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ اگرچہ تھوڑی ہی چیز ہو۔ حضور نے فرمایا۔ اگرچہ بول کی شاخ ہی کیوں نہ ہو۔ نیز حضور نے فرمایا۔

جس نے کسی مسلمان کا ناحق مال لیا۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے بحالتِ ناراضگی اس کی ملاقات ہوگی۔

مَنْ أَقْطَعَ مَالَ امْرِئٍ مُسْلِمٍ بِغَيْرِ حَقٍّ
لَعَنَ اللَّهُ وَهُوَ غَضَبَان - احمد
ثَلَاثَةٌ لِيَشْنَأَهُمُ اللَّهُ التَّاجِرُ الْحَلْفُ
وَالْفَقِيرُ الْمُحْتَالُ وَالْبَخِيلُ الْمُنَانُ
(مسلم واحد)

بَابُ مَا قِيلَ فِي الصَّوَاغِ

باب سنار کے پیشہ کے متعلق

صَوَاغِ صاوغ کے زبر کے ساتھ فحال کے وزن پر تشدید کے ساتھ صواغ صائغ کی جمع ہے اس کے معنی سنار کے ہیں۔ اس عنوان اور اس کے بعد کے عنوانات سے امام بخاری علیہ الرحمہ نے یہ واضح کیا ہے۔ لوہار سنار وغیرہ چھو کے زمانہ میں بھی تھے اور حضور نے ان کی ممانعت نہ فرمائی۔ جس سے ان صنعتوں کا جائز و مباح ہونا ثابت ہوا اور جن صنعتوں کا احادیث میں ذکر نہیں ہے اور جن کی ممانعت پر کوئی دلیل شرعی نہیں ہے ان کو انہی پر قیاس کرتے ہوئے جواز کا قول کیا جائے گا۔

حضرت ابن عباس سے مروی ہے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ کٹھاس نہ کٹائی جائے۔ حضرت عباس نے عرض کیا مگر اذخر یعنی حضور اس کی اجازت عطا فرمائی جائے کیونکہ وہ سناروں کے اور گھروں کے کام آتی ہے۔ حضور نے فرمایا اذخر کی اجازت ہے۔

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ السَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَحْتَاطُ جَلَاهَا وَقَالَ الْعَبَّاسُ إِلَّا إِذَا ذُخِرَ فَإِنَّهُ لَقَيْنِيهِمْ وَيُؤْتِيَهُمْ إِلَّا إِذَا ذُخِرَ

۱۔ یہ حدیث کتاب الحج باب لا یفرض صید الحرم میں گزر چکی ہے۔ دیکھئے فیوض الباری پارہ ہفتم ص ۱۰۸، ۲۔ عنوان کے مطابق اس حدیث میں لقینہم کا لفظ ہے کیونکہ قین کے معنی لوہار و سنار کے آتے ہیں۔

حضرت حسین بن علی کہتے ہیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا، غنیمت کے مال سے میرے حصے میں ایک اونٹ آیا تھا اور ایک دوسرا اونٹ مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن سے دیا تھا۔ پھر جب میرا ارادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی فاطمہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی کرا کے لانے کا ہوا تو میں نے بنی قینقار

أَنَّ حُسَيْنَ بْنَ عَلِيٍّ أَخْبَرَهُ أَنَّ عَلِيًّا عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ كَانَتْ لِي شَارِفَةٌ مِنْ نُسَيْبِي مِنْ الْمُعْتَمِرِ وَكَانَ السَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْطَانِي شَارِفًا مِنْ الْخُمْسِ فَلَمَّا أَرَدْتُ أَنْ أَبْتِنِي بِمَسْطَمَةٍ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ بَنَتْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَعَذَّتْ وَحَبَلَتْ

صَوَّغَاتٍ بَنِي قَيْنَقَ الْبَنِي تَحْلَ
مَعِيَ فَنَاقِيًا بِذَخِيرٍ أَرَدْتُ أَنْ أَيْبَعَهُ
مِنَ الصَّوْغَاتِ وَاسْتَعْبَيْنِي بِهِ وَلَيْلَةً
عَرَبِيَّةً (بخاری)

کے ایک سارے طے کیا کہ وہ میرے ساتھ چلے اور ہم اذخر
گھاس (جمع کر کے) لائیں، کیونکہ میرا ارادہ یہ تھا کہ اسے
سنانوں کے ہاتھوں بیچ کر، اپنی شادی کے ولیمہ میں
اس کی قیمت کو لگاؤں۔

قوائد و مسائل

۱۔ شادف خاقل کے وزن پر اونٹ کے اس بچہ کو کہتے ہیں جس کی عمر دو سال ہو۔ اس کی جمع
شرف ہے نہ کہ لیے شادفہ مادہ کے لیے بولتے ہیں۔ معنم اسم مفعول غنم سے
جہاد اسلامی میں جرمال غنیمت حاصل ہوتا ہے وہ بھی اسی سے ماخوذ ہے۔ حضرت علی کو جہاد میں غنیمت میں طلاوہ
بدر کی غنیمت سے تھا۔ جس سے جہاد میں طلا۔ وہ غزوہ بدر سے پہلے غنیمۃ ابن جحش سے تھا۔ من بنی قینق
یہود مدینہ کا وہ گروہ تھا جس نے مسلمانوں سے کیا ہوا عہد توڑ دیا تھا اور بدر و احد میں مسلمانوں سے لڑے تھے حضور نے
ان کا محاصرہ فرمایا۔ حتی کہ وہ مطیع ہو گئے۔ اذخر ایک خوشبودار گھاس کپڑے دھونے اور سنانوں کے کام آتی ہے
اس زمانہ میں مکان کی چھتوں میں بھی استعمال کرتے اور قبروں کو پائنے کے لیے۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم
نے جب مکہ کی گھاس اکھاڑنے سے منع فرمایا تو جناب عباس نے عرض کیا۔ حضور یہ سنانوں اور مکانوں کے کام آتی
ہے اس کی ممانعت نہ فرمائی جائے۔ حضور نے اذخر گھاس کو کاٹنے کی اجازت عطا فرمادی جس سے واضح ہوتا ہے کہ
اللہ تعالیٰ نے حضور کو کسی ممنوع کو مباح کر دینے کا بھی اختیار عطا فرمایا ہے۔ فی ولیمۃ عربی ولیمہ مطلق طعام کو
بھی کہتے ہیں اور اس کو بھی جو شادی کے دو سحر دن کھلایا جاتا ہے۔ (ولیمہ کے مسائل گذشتہ صفحات میں گزر چکے ہیں۔
دیکھئے ص ۱۷) عربی خوشی کو کہتے ہیں۔ اگر اس کی نسبت زندہ کی طرف ہو تو اس سے عموماً شادی کا کھانا مراد
ہوتا ہے اور اگر وفات شدہ کی طرف اس کی نسبت ہو تو اس سے وہ کھانا وغیرہ مراد ہوتا ہے جو ان کے ایصال
ثواب کے لیے ہو۔ بزرگوں کے یوم وفات کو بھی عربی کہتے ہیں کیونکہ قبر میں انھیں ان کے نیک اعمال کی بنا پر جنت کا
مشاہدہ کرایا جاتا ہے۔ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار سے مشرف ہوتے ہیں اور انھیں کہا جاتا ہے سَحْرُ
كَفِّ مَصَّةِ الْعَرَبِ وَس۔ اب ایسے سو جا بیٹے دہن سوتی ہے۔ گویا یہی ان کی خوشی کا دن ہوتا ہے کہ انھیں
ان کو عربی کہتے ہیں اور وہ قبر کے امتحان میں پاس ہو جاتے ہیں۔

عرب کی حقیقت اس قدر ہے کہ بزرگ کی تاریخ وفات پر قرآن خوانی صدقہ خیرات کے ذریعے ان کی روح کو ایصال
ثواب کرتے ہیں۔ شامی جلد اول باب زیارة القبر میں ہے۔

روى ابن أبي شيبَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَأْتِي قُبُورَ الشُّهَدَاءِ بِأَحَدٍ عَلَى
رَأْسِ كُلِّ حَوْفٍ (ابن ابی شیبہ سے مروی ہے کہ حضور علیہ السلام ہر
سال شہدائے احد کی قبروں پر تشریف لے
جاتے تھے۔)

تفسیر کبیر و درمنثور میں اتنے لفظ اور ہیں کہ وَالْخُلَفَاءُ الْأَرْبَعَةُ هَكَذَا يَفْعَلُونَ اور خلفاء اربعہ بھی

ایسا ہی کرتے تھے۔

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ اللَّهَ حَرَّمَ مَكَّةَ وَلَمْ تَحِلَّ لِأَحَدٍ قَبْلِي وَلَا لِأَحَدٍ بَعْدِي وَأَمَّا حَلَّتْ لِي سَاعَةٌ مِنْ تَهَارٍ لَا يُخَالِي خَلَاءَهَا وَلَا يُعَصِّدُ شَجَرَهَا وَلَا يُنْقَرُ صَيْدُهَا وَلَا يُلْتَقَطُ لُقْطَتُهَا إِلَّا لِمُعَرِّفٍ وَقَالَ عَبَّاسُ بْنُ عُفَيْرٍ الْمُطْلَبُ إِلَّا أَنْ دَخَلَ لِصَاعَتِنَا وَلِسُقْفٍ مِثْوَتِنَا فَقَالَ إِلَّا أَنْ دَخَلَ فَقَالَ عِكْرِمَةُ هَلْ تَذَرِعُ مَا يَنْقَرُهَا هُوَ أَنْ تَنْجِيَهُ مِنَ الظِّلِّ وَتَنْزِلَ مَكَانَهُ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ عَنْ هَبَابٍ عَنْ خَالِدٍ لِصَاعَتِنَا وَفُجُورِنَا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ نے مکہ کو حرام قرار دیا، یہ نہ مجھ سے پہلے کسی کے لیے حلال ہوا تھا نہ میرے بعد کسی کے لیے حلال ہو گا۔ میرے لیے بھی ایک دن چند لمحے کے لیے حلال ہوا تھا۔ اس کی گھاس نہ کاٹی جائے اس کے درخت نہ کاٹے جائیں۔ اس کے شکار کو نہ پھینکا جائے اور اس میں گری ہوئی چیز نہ اٹھائی جائے صرف معرفت اگندہ چیز کو حاصل مالک تک اعلان کے ذریعہ پہنچانے والا، کو اس کی اجازت ہے۔ عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ (یا رسول اللہ گھاس سے) اذخر کا استنسا کر دیجئے کہ یہ ہمارے سناڑوں اور ہمارے گھر کی پختوں کے کام آتی ہے تو آپ نے اذخر کا استنسا کر دیا۔ عکرمہ نے فرمایا۔ یہ بھی معلوم ہے کہ حرم کو پھیلنے کا مطلب کیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ جانور سایہ میں بیٹھا ہو اور تم اسے ہٹا کر خود ہلایں بیٹھ جاؤ۔ عبد الوہاب نے خالد کے واسطے اپنی روتا میں یہ الفاظ بیان کئے کہ (اذخر) ہمارے سناڑوں اور ہماری قبروں کے کام کی چیز ہے۔

اس حدیث کی شرح سابقہ اوراق اور فیوض الباری جلد ہفتم ص ۲۱۶ گزرجلی ہے۔ عنوان کے مطابق حدیث میں لُصَاعَتِنَا کا لفظ ہے۔

بَابُ ذِكْرِ الْقَيْنِ وَالْحَدَادِ

باب کا ریگر اور لوبار کے متعلق

قین کے اصل معنی لوبار کے ہیں۔ پھر ہر قسم کے کاریگر کو قین کہنے لگے۔

۱۔ امام بخاری نے قین کے ساتھ حداد کا ذکر کر کے یہ بتایا ہے کہ اس سے مراد حداد لوبار ہے۔ کیونکہ قین کا لفظ متعدد معنوں میں استعمال ہوتا ہے غلام، لونڈی، گائے والی لونڈی کو بھی علی الترتیب قین و قینہ کہتے ہیں قرآن مجید کی اس آیت (انما اشکو بخی وحز فی الح) اللہ اور حدیث لیلینی منکوم ذووالاحلام والنہی میں عطف الشیخی علی مواد فہ ہے۔ امام بخاری علیہ الرحمۃ نے بھی عنوان میں یہی طریقہ اختیار فرمایا ہے

(۲) حدیث زیر عنوان میں قین کا ذکر ہے جس سے واضح ہوا کہ لوہار کا پیشہ جائز و مباح ہے۔ اگر ناجائز ہوتا تو حضور منع فرمادیتے۔

عَنْ خُبَّارٍ قَالَ كُنْتُ قَيْنًا فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَكَانَ بَنِي عَمْرِو بْنِ وَائِلٍ دِينَارًا فَاتَّبَعْتُهُ أَنْفَاصَهُ قَالَ لَا أُعْطِيكَ حَتَّى تَكْفُرَ بِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ لَا أَكْفُرُ حَتَّى يُمِيتَكَ اللَّهُ ثُمَّ شَبَعْتُ قَالَ دَعْنِي حَتَّى أَمُوتَ وَأُبْعَثَ فَسَأَوْنِي مَا لَوْ وَكَذَا فَأَفْضَيْكَ فَتَرَكْتُ أَفْرَأَيْتَ الَّذِي كَفَرَ بِالْإِسْلَامِ وَقَالَ لَاؤَتَيْنِ مَا لَوْ وَكَذَا أَطْلَعَ الْغَيْبِ أَمْ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمَنِ عَهْدًا

حضرت خباب بن ارت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں دور جاہلیت میں لوہار کا کام کرتا تھا۔ عاص بن وائل پر میرا قرض تھا۔ ایک دن تقاضا کرنے گیا تو اس نے کہا۔ جب تک تم حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا انکار نہیں کر دو گے تمہارا قرض نہیں دوں گا۔ میں نے جواب دیا۔ میں اس وقت تک حضور کا انکار نہیں کروں گا جب تک اللہ تعالیٰ تیری جان نہ لے لے اور پھر تو دوبارہ اٹھایا جائے۔ عاص نے جواب دیا تو پھر مجھے حملت دو کہ میں مرجاؤں، دوبارہ اٹھایا جاؤں اور مجھے مال و اولاد ملے۔

اس پر سورہ مہم کی یہ آیت نازل ہوئی۔ تو کیا تم نے اسے دیکھا جو ہماری آیتوں سے منکر ہوا اور کہتا ہے مجھے ضرور مال و اولاد ملیں گے۔ کیا غیب کو جھانک آیا ہے یا رخصن کے پاس کوئی قرار رکھا ہے۔ ہرگز نہیں ہم کھڑے رکھیں گے جو وہ کہتا ہے اور اسے غیب لبا عذاب دیں گے اور جو چیز کی کہہ رہا ہے ان کے ہمیں وارث ہوں گے اور ہمارے پاس اکیلا آئے گا۔

آیت کا شان نزول تو وہی ہے جو حدیث بالا میں ذکر ہوا ہے۔ ان آیات میں عاصی بن وائل کے دعویٰ کی تردید کی گئی اور یہ بتایا گیا جو وہ دعویٰ کرتا غلط ہے۔ وہ تو عذاب شدید کا مستحق ہے۔ قیامت کے دن بے یار و مددگار اکیلا ہی اٹھے گا۔

فوائد و مسائل | (۱) اس حدیث کو امام بخاری نے تفسیر، مغال، اجارہ میں بھی ذکر کیا ہے۔ ترمذی و نسائی نے تفسیر میں اور مسلم نے ذکر المنافقین میں ذکر کیا ہے۔ ۲۔ عنوان سے مناسب

کنت قینا فی الجاہلیہ کے الفاظ ہیں۔ حضرت خباب زمانہ نبوی میں بھی لوہار کا کام کرتے تھے۔ جس سے واضح ہوا کہ لوہار کا پیشہ اختیار کرنا جائز ہے ۳۔ عاص بن وائل، عقبہ بن ابی معیط، ولید بن مغیرہ، ابی بن خلف، زمانہ جاہلیت کے زنادقہ میں سے تھے۔

مقاتل کہتے ہیں کہ حضرت خباب نے عاص بن وائل کو زیور بنا کر دیا اور اجرت مانگی تو کہنے لگا۔ تم مسلمان اس بات کے قائل ہو کہ جنت میں چاندی، سونا، ریشم، حور و غلمان ملیں گے تو اجرت بھی جنت میں لے لینا۔ یہ بات عاص بن وائل نے مسلمانوں کے عقیدہ کا مذاق اڑاتے ہوئے کہی تھی۔ کیونکہ وہ حشر و نشر کا قائل نہ تھا۔ حضرت خباب

جو یہ کہا کہ میں اس وقت تک حضور کا انکار نہیں کروں گا جب تک اللہ تعالیٰ تمہاری جان نہ لے لے اور تم دوبارہ اٹھائے جاؤ تو یہ بات حضرت خباب نے عاص بن دأل کے عقیدہ کے مطابق کہی تھی کیونکہ وہ مرنے کے بعد دوبارہ اٹھے (بعث) کا قائل نہ تھا۔ لہذا حضرت خباب کے مذکورہ بالا جملوں کا مطلب یہ ہوا کہ میں کبھی بھی حضور کا انکار نہیں کر سکتا۔ علامہ ابوالفرج علیہ الرحمۃ نے فرمایا۔ لما کان اعتقاد هذا المخاطب انه لا یبعث فاطلبه علی اعتقاده فکانہ قال لا اکفر ابدا (یعنی ج ۱ ص ۲۹۶)

باب ذکر الخیاط

باب درزی کے متعلق

مقصود عنوان یہ ہے کہ درزی کا کام کرنا جائز ہے۔ حدیث میں درزی کا ذکر ہے۔ یہ ہی عنوان سے مطابقت

اسی بن عبد اللہ بن ابی طلحہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک سے سنا۔ وہ کہتے تھے۔ ایک درزی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کھانا تیار کیا اور آپ کو بلایا۔ انس نے کہا۔ میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گیا۔ اس نے آپ کے سامنے روٹی رکھی اور کدو کا شوربا اور بھنا ہوا گوشت۔ میں نے دیکھا۔ آپ پیالے کے کناروں سے کدو کے قلعے ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر کھاتے تھے۔ اس دن سے میں برابر کدو کو پسند کرتا ہوں۔

إِنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ إِنَّ خِيَّاطًا دَعَا رَسُولَ اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِطَعَامٍ صَنَعَهُ قَالَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ فَذَهَبْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى ذَلِكَ الطَّعَامِ فَقَرَّبَ إِلَيَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُبْزًا وَمَرَقًا فِيهِ دُبَاءٌ وَقَدِيدٌ قَرَأْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَبَعُ الدُّبَاءَ مِنْ حَوْلِي الْقَصْعَةَ قَالَ فَكَلِمَ أَذَلَّ أَحَبُّ الدُّبَاءِ مِنْ يَوْمِئِذٍ

فوائد ومسائل | ۱۔ اس حدیث کو امام بخاری و مسلم نے طبع میں۔ ترمذی نے ولیمہ و شمائل میں اور نسائی نے ولیمہ بعض نے مستحب کا قول کیا ہے ۲۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دعوت قبول کرنا سنت ہے۔ بعض نے وجوب اور مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تفصیلت یہ ہے کہ در حضور نے دالہا نہ عقیدت و محبت رکھتے تھے۔ ان کی حضور سے محبت کا یہ عالم تھا کہ جو چیز حضور نے پسند فرمائی وہ ان کی محبوب بن گئی۔ غالباً حضرت انس ہی کے متعلق ہے کہ ان کے صاحبزادے کی زبان سے یہ بات نکل گئی کہ مجھے کدو پسند نہیں ہے۔ آپس نے فرمایا تو پھر مجھے تو پسند نہیں ہے۔ کدو تو میرے مقدس رسول کو پسند تھا ۳۔ اصحابِ خفیفہ نے تصریح کی ہے۔

اگر کسی نے کہا کہ حضور کدو پسند فرماتے تھے۔ جہاں اس نے یہ کہہ دیا کہ مجھے کدو پسند نہیں تو اس پر خوفِ کفر ہے۔

وَذَكَرُوا أَصْحَابَنَا أَنَّ مَنْ قَاتَلَ إِبْنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحِبُّ الْقِرْعَ فَقَالَ أَخُو خَلِيبِ الْقِرْعَ يَخْشَى عَلَيْهِ عَنِ الْكُفْرِ (یعنی ج ۱ ص ۱۱۷)

معلوم ہوا کہ ایمان کی نشانی یہ ہے کہ ہر اس چیز سے محبت و عقیدت رکھے جس کو حضور سے نسبت ہو۔ خواہ انسان ہو یا حیوان، جمادات ہوں یا نباتات۔ خود حضور سرور عالم علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے محبت رکھنے کے متعلق جو الفاظ ارشاد فرمائے وہ یہ ہیں۔

جس نے صحابہ سے محبت کی تو میری محبت کی وجہ سے محبت کی اور جس نے ان سے بغض رکھا تو مجھ سے بغض رکھنے کی وجہ سے بغض رکھا۔

فَمَنْ أَحْبَبَهُمْ فَبِحُبِّي أَحْبَبَهُمْ وَمَنْ
ابْغَضَهُمْ فَبِابْغَضِي ابْغَضَهُمْ
(ترمذی)

گویا اسلام میں کسی سے عقیدت و محبت کا معیار حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات اقدس ہے۔ اگر کسی سے محبت ہے تو حضور کی وجہ سے اور اگر بغض ہے تو حضور کی وجہ سے۔ آج "بلال حبشی" کو حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے اور مانتے ہیں اور "ابو جہل" کا نام لینا گوارا نہیں کرتے کیوں نہ

اقبال کس کے عشق کا یہ فیض عام ہے رومی فنا ہوا حبشی کو دوام ہے

بَابُ ذِكْرِ النَّسَاجِ
بَابُ جَلَّاسٍ كَيْفَ مَتَلَقَ

حضرت ابو حازم نے کہا کہ میں نے سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے سنا۔ انھوں نے فرمایا کہ ایک عورت بردہ نے کرا آئی۔ سہل رضی اللہ عنہ نے پوچھا۔ تمہیں معلوم ہے کہ بردہ کے کہتے ہیں۔ کہا گیا کہ جی ہاں۔ چادر کو کہتے ہیں جس کے حاشیے بیٹے ہوئے ہوتے ہیں۔ تو اس عورت نے کہا۔ یا رسول اللہ! میں نے یہ چادر خود اپنے ہاتھ سے بنی ہے آپ کو پہنانے کے لئے۔ آنحضور نے اسے لے لیا جیسے آپ کو اس کی مزدورت رہی ہو۔ پھر آپ باہر تشریف لائے تو آپ اس چادر کو ازار کے طور پر پہنے ہوئے تھے۔ حاضرین میں سے ایک صاحب بولے۔ یا رسول اللہ! یہ مجھے دیدیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ لے لینا۔ اس کے بعد آنحضور مجلس میں تھوڑی دیر تک بیٹھے اور واپس تشریف لے گئے۔ پھر ازار کو طے کر کے ان کے پاس بھجوا دیا۔ حاضرین نے کہا کہ تم نے آنحضور سے یہ ازار مانگ کر اچھا نہیں کیا۔ کیونکہ تمہیں پہلے سے معلوم ہے کہ آنحضور کسی سائل کے سوال کو رد نہیں کرتے

عَنْ أَبِي حَازِمٍ قَالَ سَمِعْتُ سَهْلَ بْنَ سَعْدٍ
قَالَ جَاءَتِ امْرَأَةٌ بِبُرْدَةٍ قَالَتْ أَتَدْرُونَ
مَا الْبُرْدَةُ فَقِيلَ لَهُ لَعَنَ هِيَ النَّسْلَةُ مَنْسُجٌ
مِنْ حَاشِيَتِهَا قَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي لَنَجْتُ
هَذِهِ بِبَيْدِي أَلَسْتُ بِأَخَذْتُ النَّسْلَةَ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُحْتَاجًا إِلَيْهَا
فَخَرَجَ النَّاسُ أَنَّهَُا إِذَا فَقَالَ رَجُلٌ
مِنَ الْقَوْمِ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَلَسْنِيهَا فَقَالَ
لَعَنَ فَجَلَسَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فِي الْمَجْلِسِ ثُمَّ رَجَعَ فَطَلَوْهَا ثُمَّ أَرْسَلَ
بِهَا إِلَيْهِ فَقَالَ لَهُ الْقَوْمُ مَا أَحْسَنْتَ
سَأَلْنَاهَا إِيَّاهُ لَعَنَ عَلِمْتَ أَنَّهَا لَا يَرُدُّ
سَأَلْنَا فَقَالَ الرَّجُلُ وَاللَّهِ مَا سَأَلْتُه
إِلَّا لَأَكُونَ كَفَنِي يَوْمَ أَمُوتُ قَالَ سَهْلٌ
فَكَانَتْ كَفَنَهُ (بخاری)

اس پر ان صحابی نے کہا کہ میں نے تو صرف یہ چادر اس لئے مانگی تھی کہ جب میں مروں تو یہ میرا کفن بنے۔ سہل رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہ چادر ان کا کفن ہی بنی۔

فائدہ سائل عثمان کے مطابق حدیث کے منسوخ - آئی نسبتاً کھلے ہیں۔ یہ حدیث کتاب فیوض پارہ پنجم ص ۹۹ پر مع تفہیم و ترجمانی کے گزری چکی ہے۔ اس حدیث سے واضح ہوا کہ کپڑا بٹننے کا کام کرنا جائز ہے۔ حضور علیہ السلام صاحب خلقِ عظیم ہیں، سختی و جواد ہیں۔ آپ نے سائل کو کبھی نئی میں جواب نہیں دیا۔ آثارِ صالحین سے تبرک حاصل کرنا جائز و مباح ہے۔ صحابی نے چادر اپنے کفن کے لیے مانگی تھی اور وہ چادر ان کا کفن ہی بنی۔ معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کا یہ عقیدہ تھا کہ حضور کی چادر مبارک بھی تبرک اور باعثِ خیر و برکت ہے (۶) مرنے سے پہلے کفن وغیرہ تیار رکھنا جائز ہے۔ کیونکہ حضور نے جن کو چادر عطا فرمائی۔ یہ نہیں فرمایا کہ ابھی سے کفن کی کیا ضرورت؟ لہذا جو لوگ کسی بزرگ کی استعمال شدہ چادر یا آپ نازم میں ٹرکیا ہوا کپڑا پہلے سے اپنے کفن کے لئے رکھ لیتے ہیں جائز ہے۔

باب التَّحْبَارِ باب بڑھئی کے متعلق

ابو حاتم نے یہاں کہا کہ کچھ لوگ سہل بن سعد کے پاس منبر کے متعلق پوچھنے آتے تو انہوں نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فلان خاتون کے یہاں جن کا نام سہل نے لیا تھا ایک شخص کے ذریعے یہ پیغام بھیجا کہ وہ اپنے بڑھئی غلام سے کہیں کہ میرے لیے کچھ لکڑیوں کو جوڑ کر منبر تیار کر دے تاکہ لوگوں کو خطاب کرنے کے لئے میں اس پر جلوہ افروز ہوں چنانچہ اس خاتون نے اپنے غلام سے غابہ کے جھاوے کی لکڑی کا منبر بنانے کو کہا۔ پھر اسے انھوں نے حضور کی خدمت میں بھیجا وہ حضور کے حکم سے رکھا گیا اور آپ اس پر جلوہ فرما ہوئے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ ایک انصاری عورت نے حضور نبویؐ عرض کی کہ حضور اگر چاہیں تو میں اپنے غلام سے جو بڑھئی ہے۔ آپ کے لیے منبر بنادوں جس پر آپ جلوہ فرما ہوں۔ حضور نے فرمایا: تمہاری مرضی۔ تو اس خاتون نے حضور کے لئے منبر بنایا۔ جمعہ کے دن حضور اسی منبر پر جلوہ فرما ہوئے۔

کیونکہ میرا ایک غلام بڑھئی ہے۔ آپ نے فرمایا۔ اچھا تیری خوشی۔ خیر اس نے منبر تیار کیا۔ جب جمعہ کا دن ہوا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسی منبر پر جو

عَنْ أَهْلِ كَازِجٍ قَالَ أَتَى رَجُلًا إِلَى سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ يَسْأَلُ نَوْثَةً عَنِ الْمُنْبَرِ فَقَالَ بَكَتْ رَسُولُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى ثَلَاثَةِ أَمْزَاقٍ وَتَدَّ سَمَاءَهَا سَهْلًا أَنْ مَرِيءٌ غَلَامِكَ النَّجَّارَ يَعْمَلُ لِي أَعْوَادًا أَجْلِسُ عَلَيْهِنَّ إِذَا كَلَّمْتُ النَّاسَ فَأَمَرْتُهُ يَحْمِلُهَا مِنْ طَرَفِهَا إِلَى الْغَابَةِ فَشَرَّجَ بِهَا فَأَزَّ سَلْتُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهَا فَأَمَرَ بِهَا فَوُضِعَتْ فَجَلَسَ عَلَيْهِ

فَأَن لِّي غَلَامًا تَجَارًا قَالَ إِنْ شِئْتَ قَالَ فَعَمِلْتُ لَهُ الْمُنْبَرَ فَلَمَّا يَوْمَ الْجُمُعَةِ قَعَدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمُنْبَرِ الَّذِي

صُنِعَ فَصَاحَتِ النَّحْلَةُ الَّتِي كَانَ يَخْطُبُ
عِنْدَهَا حَتَّى كَادَتْ أَنْ تَشَقَّ فَنَزَلَ
النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى
أَحْذَاهَا فَصَمَّهَا إِلَيْهِ فَجَعَلَتْ تَنْتِنُ
أَنْبِنُ الصَّبِيِّ الَّذِي يُسَكَّتُ حَتَّى
اسْتَقَرَّتْ قَالَتْ بِكَتْ عَلَى مَا كَانَتْ تَسْمَعُ
مِنْ الذِّكْرِ (بخاری)

تیسرا ہوا تھا۔ جلوہ فرما ہوئے ترنا گاہ اس مجبور
کے تنے سے جس سے حضور (ﷺ) لگا کر خطبہ
ارشاد فرماتے تھے۔ رونے کی آواز آنے لگی۔ ایسا
معلوم ہوتا تھا کہ پھٹ جائے گا۔ یہ دیکھ کر حضور منبر سے
اُترے۔ مجبور کے تنے کو گلے سے لگایا۔ اس وقت وہ
تنہ اس بچہ کی طرح سرکیاں بھرتا معلوم ہوتا تھا جسے
چُپ کرانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ حتیٰ کہ وہ خاموش
ہو گیا۔ حضرت جابر کہتے ہیں کہ اس کے رونے کی وجہ یہ تھی
کہ اس کے قریب اللہ کا ذکر ہوتا تھا جسے وہ سُنتا تھا۔

فوائد قابل دونوں حدیثوں میں غلامک النجار، غلاما نجار کے کلمے عنوان کے مطابق ہیں جس
سے یہ واضح ہوا کہ بڑھتی کا پیشہ اختیار کرنا جائز ہے۔ یہ احادیث کتاب المہم باب الخطبۃ علی النبر
فیروض پارہ چہارم ص ۶۲ پر مع تفہیم و ترجمانی کے گزر چکی ہیں۔ واضح ہوا کہ جمع کے دن منبر پر خطبہ دینا مسنون ہے۔ یہ حضور
سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا عظیم و جلیل معجزہ ہے کہ مجبور کے خشک تن میں آپ کے ٹیکہ لگانے کی برکت سے زندگی
اُٹھ گئی۔ نہ صرف یہ بلکہ اس میں حزن و ملال، وصل و فراق جیسی انسانی صفات پیدا ہو گئیں۔ فیہ فضیلۃ الذکن
و معجزۃ ظاہرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعنی ج ۱۱ ص ۲۱۳

(۲) غابہ مدینہ شریف سے شام کی جانب ایک جگہ ہے جہاں جھاؤ کے بڑے بڑے درخت تھے۔ اس غلام
کے نام سے اختلاف ہے۔ یاقوم، قبیصہ، میمون، مینا، ابراہیم کلاب۔ بعض شارحین نے یہ تصریح کی ہے کہ نبی حضرت
تیم داری نے بنایا تھا۔

بَابُ شَرَاءِ الْحَوَائِجِ بِنَفْسِهِ

باب امام کا خود ضرورت کی اشیاء خریدنا

قَالَ ابْنُ عَصَمٍ اشْتَرَى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (۱) ابْنُ عَرَبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ نَعْلًا لِرَسُولِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

نے عرضی اللہ عنہ سے ایک اونٹ خرید لیا تھا۔ ۲۔ عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک مشرک بکریاں بیچنے کے لیے لایا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے ایک بکری خریدی۔ ۳۔ آپ نے جابر رضی اللہ عنہ سے بھی ایک اونٹ خرید لیا تھا۔ ۴۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کچھ غلہ ادھار خرید لیا اور اپنی زرہ اس کے پاس جمادی رکھی۔

وَسَلَّمَ جَمَلًا مِّنْ عُمَرَ وَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ
بْنُ أَبِي بَكْرٍ جَاءَ مُشْرِكٌ لِّسَلِّمْ فَاسْتَفَى
السَّجِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهُ شَاةٌ
وَأَسْتَفَى مِنْ جَابِرٍ بَعِيرًا عَنْ عَائِشَةَ
قَالَتْ اسْتَفَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
بِشَرِيَّةٍ وَرَهْنَةً وَزَعَا
(بخاری)

فوائد و مسائل | تعلق را کو امام بخاری نے کتاب البیہ میں را کو باب شرائ الابل الیم میں را کو آخر بیع میں وصل کیا را جو کہ جناب عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ اوائل بیع باب شرائ النبی بالنیہ میں ذکر کیا ہے جس کی تہمید و ترجمانی ص پر گزر چکی ہے۔ ان سب روایات سے یہ بتانا مقصود ہے کہ حاکم و امام اور بزرگ و معزز ترین شخصیت اپنی ضرورت کی چیزیں خود خرید سکتا ہے۔ یہ بات اس کے وقار کے خلاف نہیں ہے بلکہ اپنا کام اپنے ہاتھ سے انجام دینا سنت ہے۔

باب شَرَاءِ الدَّوَابِّ وَالْحَمِيرِ
باب گھوڑوں اور گدھوں کی خرید و فروخت

دواب جمع ہے دابہ کی۔ ہر وہ جانور جو زمین پر چلے اسے دابہ کہتے ہیں۔ پھر عرف میں ہر چار پاؤں والے جانور کو دابہ کہتے گئے۔

إِذَا اسْتَفَى دَابَّةً أَوْ جَمَلًا وَهُوَ عَلَيْهِ
مَلَأٌ يَكُونُ ذَلِكَ قَبْضًا قَبْلَ أَنْ يَنْزِلَ
امام بخاری نے اس سوال کا جواب ذکر نہیں کیا۔ کیونکہ اس مسئلہ میں اختلاف ہے۔ اخاف کے نزدیک بیع میں یہ شرط لگانا کہ خود عقد اس کا مقتضی ہے جائز ہے اور اسی شرط لگانا کہ اس کا مقتضی نہیں ہے ممنوع ہے۔

قَالَ ابْنُ عُمَرَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
سَلَّمَ لِعُمَرَ يُعْطِي جَمَلًا صَغِيرًا
یہ تعلق بھی کتاب البیہ میں آ رہی ہے۔ واضح رہے کہ زیر عنوان کسی بھی حدیث میں گدھے کی خرید و فروخت کا

کر نہیں ہے۔ حالانکہ عنوان حمیر گدھے کی فروخت کا ہے۔ تو غالباً امام بخاری نے گدھے کو اونٹ پر اس لئے قیاس لگایا کہ دونوں چوپائے ہیں اور سواری کے کام آتے ہیں۔

فِي جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَزَاةٍ فَابْتِطَأَ
حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایک غزوہ میں حضور علیہ السلام کے ہمراہ تھا۔ میرا

جَمَلِي وَأَعْيَا فَأَنَّى عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ جَابِرٌ فَقُلْتُ نَعَمْ قَالَ مَا شَأْنُكَ قُلْتُ أَبْطَأُ عَلَى جَمَلِي وَأَعْيَا فَتَخَلَّفْتُ فَنَزَلَ يُحْجُّهُ بِمِخْحَانِهِ ثُمَّ قَالَ أَرَاكَ كَبُفْرِكَيْتُ فَقُلْتُ دَأْبُكَ أَكْفَأُ عَنْ رَسُولِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَزَوَّجْتُ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ بِكُلِّ أَمٍّ شَيْبًا قُلْتُ بَلْ شَيْبًا قَالَ أَفَلَا جَارِيَّةٌ شَدَّ عِبْهَا وَتَلَا عَيْبَكَ قُلْتُ إِنَّ لِي أَخَوَاتٍ فَأَحْبَبْتُ أَنْ أَسْزُوجَ امْرَأَةً تَجْمَعُهُنَّ وَ تَمْشِي طُهُنَّ وَ تَقُومُ عَلَيْهِنَّ قَالَ أَمَّا اسْتِكَ فَإِدْمٌ فَإِذَا قَدِمْتُ فَالْكَيْسُ الْكَيْسُ ثُمَّ قَالَ أَتَبِيعُ جَمَلَكَ قُلْتُ نَعَمْ فَأَبِشْرَاهُ مِثِّي يَا وَقِيَّةُ ثُمَّ قَدِمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلِي وَقَدِمْتُ بِالْعَدَاةِ فَحَسْنَا إِلَهُ الْمَسْجِدِ فَوَجَدْتُ عَلَى بَابِ الْمَسْجِدِ قَالَ الْأَنْ قَدِمْتُ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ فَنَدَعُ جَمَلَكَ فَادْخُلْ فَصَلِّ رَكَعَتَيْنِ فَدَخَلْتُ فَصَلَّيْتُ فَأَمَرَ بِلَالٌ أَنْ يَزِنَ لَهُ أَوْقِيَّةً فَوَزَنَ لِي بِلَالٌ فَأَرْجَعَ فِي الْمَسْجِدِ فَأَنْطَلَقْتُ حَتَّى وَلَيْتُ فَقَالَ ادْعُ جَابِرًا قُلْتُ الْأَنْ سِرْدُ عَلَى الْجَمَلِ وَلَوْ يَكُنْ شَيْءٌ أَلْعَضُ إِلَى مَنْهُ قَالَ خُذْ جَمَلَكَ وَلَكَ ثَمَنُهُ

اونٹ تھک کر سست ہو گیا۔ حضور میرے قریب تشریف لائے۔ فرمایا کیا ہوا؟ میں نے عرض کی۔ میرا اونٹ تھک کر سست پڑ گیا۔ اس لئے میں پیچھے رہ گیا۔ پھر آپ اپنی سواری سے اترے اور میرے اونٹ کو چھڑی سے پکڑ کے لگائے فرمایا۔ اب سوار ہو جا۔ اب اس اونٹ کی تیز رفتاری کا یہ عالم ہوا کہ مجھے اس کو حضور کے برابر پیچھے لئے دوکنا پڑتا تھا۔ راستے میں آپ نے فرمایا۔ شادی کر لی کنواری سے یا بیاہتا سے۔ میں نے عرض کی۔ بیاہتا سے کہہے۔ فرمایا کنواری سے کیوں نہ کہ وہ تم سے اور تم اس کے ساتھ شگفتگی کے ساتھ ہنستے کیلتے۔ میں نے عرض کیا۔ میری کئی بہنیں ہیں۔ اس لئے میں نے یہ پسند کیا کہ ایسی عورت کے ساتھ شادی کروں جو انھیں جمع رکھ سکے ان کے لنگھا کرے اور ان کی نجان ہو۔ آپ نے فرمایا۔ اچھا اب تم پیچھے والے ہو۔ جب گھر پہنچو تو سب اختیار سے کام لینا۔ اس کے بعد فرمایا۔ اپنا اونٹ بیچو گے؟ میں نے عرض کیا جی۔ چنانچہ آپ نے ایک اوقیہ میں خرید لیا۔ حضور مجھ سے دینے پہنچے ہی پہنچ گئے اور میں دوسرے دن صبح کر پہنچا۔ جب مسجد میں آیا تو حضور کو مسجد کے دروازہ پر پایا۔ آپ نے دریافت فرمایا۔ کیا ابھی آئے ہو؟ عرض کی۔ جی۔ فرمایا۔ اپنا اونٹ چھوڑ دو اور مسجد میں دو رکعت نفل پڑھو۔ میں مسجد کے اندر گیا۔ دو رکعت نفل پڑھی۔ پھر آپ نے بلال کو حکم دیا کہ وہ میرے لیے ایک اوقیہ چاندی تول

دیں۔ انھوں نے تول دی۔ اور پلڑا (جس میں چاندی تھی) کو ٹھکا ہوا رکھا۔ میں اوقیہ چاندی لے کر چلا تو حضور نے فرمایا۔ جابر کو بلانا۔ میں نے سراپا۔ حضور اونٹ واپس کر دیں گے حالانکہ اس سے زیادہ ناگوار میرے لئے (اس موقع پر) اور کوئی چیز نہ تھی۔ آپ نے فرمایا۔ اپنا اونٹ سنبھالو اور اس کی قیمت بھی تمہاری ہے۔

امام بخاری علیہ الرحمۃ نے تقریباً بیس مقامات پر مختلف عنوانوں کے ماتحت اس حدیث کو ذکر کیا ہے اور مسلم و ابوداؤد و ترمذی و نسائی نے بھی مختلف الفاظ و سند کے ساتھ ذکر فرمایا۔

فوائد و مسائل

کیا ہے۔ محض ایسے عصا کو کہتے ہیں کہ اس کے سرے پر پھل لگا ہوتا ہے۔ جس سے گری ہوئی چیز انکا رکھائی جا سکتی ہے۔ (۶) حضرت جابر کو اونٹنی ایسی لاغر ہو گئی تھی کہ مدینہ پہنچنا اس کا مشکل تھا۔ (یعنی) اسی عجز عن الذہاب الخ المقصد (یعنی) مسلم کی روایت میں ہے۔ حضور نے اس اونٹنی کو ٹھوکر ماری اور دعا فرمائی۔ فصار سیرا لیس مثلہ۔ (اور بخاری کی دوسری روایت میں ہے۔ فصار سیرا لیس یسیر مثلہ۔) بخاری کی روایت کے الفاظ یہ ہیں۔ فصار مسیرۃ لیس یسیر مثلہا۔ بہر حال یہ حضور نبی کریم ﷺ کا عجز عن الصلوۃ والتسلیم ہے۔ حضور نے جب اس اونٹنی کے چوکا قیایا ٹھوکر لگائی۔ تو اب اس کی رفتار کا یہ عالم ہوا کہ سب سے آگے نکلنے لگی۔ حتیٰ کہ حضور کی سواری سے بھی آگے نکلنے کی نوبت آگئی۔ لیکن حضرت جابر کا ادب و احترام دیکھ کر فرماتے ہیں۔ اَکْفُهُ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ میں حضور کی سواری سے آگے اس کو جانے سے روک رکھتا تھا۔ ائمہ اکبر صحابہ کرام حضور کو اس درجہ احترام کرتے تھے کہ اپنی سواری کو بھی حضور کی سواری سے آگے نہ ہونے دیتے تھے اور آج کچھ بد نصیب ایسے ہیں کہ حضور سے ہمسری کا دعویٰ کر رہے ہیں۔

۳۔ ظاہر ہے کہ کنواری عورت شرم و شگ اور تکلف مزاج ہوتی ہے اور بیاہتا عورت میں بہر حال وہ شرمی نہیں رہتی۔ حضرت جابر جو ان تھے۔ اس لئے حضور نے ان کو کنواری عورت سے شادی نہ کرنے کی وجہ پوچھی۔ معلوم ہوا کہ ایک کنوارے مرد کے لئے بہتر یہی ہے کہ وہ کنواری عورت سے شادی کرے۔ حضرت جابر کے والد جب شہید ہوئے تو انہوں نے نو لڑکیاں چھوڑی تھیں۔ جن کی تربیت کی ذمہ داری حضرت جابر پر آ پڑی تھی۔ اس بنا پر حضرت جابر نے یہ عورت سے شادی کی تاکہ وہ نو خیز بچوں کی تربیت و نگرانی سنبھال سکے۔

کیس کے متعدد معنی ہیں۔ جماع، حفاظت، پرہیز، عقل والیکس شدة المحافظة علی الشہی۔

یہ حدیث مسائل ذیل پر مشتمل ہے (۴) امام وقادہ قوم کو اپنی قوم کے حالات سے باخبر رہنا چاہیے اور حالات کے مطابق انھیں صحیح مشورہ دینا چاہیے۔ سفر سے واپسی پر دو رکعت نفل پڑھنا مستحب ہے اور یہ کہ بوقت ضرورت گاہک کے لئے بڑا اچھا کر دینا مستحب ہے۔ اس حدیث میں ہے کہ حضور نے حضرت جابر سے اونٹ خریدی پھر انہیں کو بہرہ فرمایا۔ حدیث کے الفاظ فذبح جلک وانطلقت سے واضح ہے کہ حضور نے اونٹ پر قبضہ کر لیا تھا اور حدیث میں یہ تصریح بھی ہے کہ آپ نے اس کی قیمت بھی ادا فرادی تھی۔ جس سے واضح ہوا کہ مشتری مبیع پر قبضہ کے بعد بائع کو بہرہ کر دے تو جائز ہے۔ جیسا کہ حضور نے کہا۔ لیکن قبضہ سے پہلے خریدی ہوئی چیز کو مشتری بائع کو بہرہ نہیں کر سکتا۔ البتہ غیر بائع کو منقولہ اشیاء مشتری قبضہ سے پہلے بھی بہرہ یا صدقہ یا بطور عاریتہ یا قرض دے سکتا ہے۔

باب الاسواق

الَّتِي كَانَتْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ قَتَابَعٍ بَيْنَ النَّاسِ | باب دور جاہلیت کے بازار جن میں اسلام کے بعد

فِی الْإِسْلَامِ

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَتْ عَكَظٌ وَجَعَتْهُ وَ
ذُو الْمَجَانِ اسْوَأَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَلَمَّا كَانَ
الْإِسْلَامُ تَأَثَّمُوا مِنَ الشَّجَارَةِ فِيهَا فَأَنْزَلَ
اللَّهُ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِي مَوَاسِمِ الْحَجِّ
قِرَاءَ ابْنِ عَبَّاسٍ كَذَا

بھی مسلمانوں نے فرید و فروخت کی۔
حضرت ابن عباس فرماتے ہیں۔ عکاظ اور مجنہ اور ذوالحجہ
یہ سب جاہلیت کے بازار تھے۔ جب اسلام کا زمانہ آیا
تو مسلمانوں نے وہاں کا دوبارہ سمجھا۔ اس پر یہ
آیت نازل ہوئی۔ تم پر کچھ گناہ نہیں الخ۔ حضرت ابن
عباس کی قرأت ایسے ہی ہے۔

گزشتہ صفحات میں پر حدیث بالا گزر چکی ہے۔ امام بخاری نے کتاب الحج باب، التجارة ایام الموسم میں بھی ذکر کیا ہے
دیکھئے۔ فیروز پارہ ششم میں بتانا یہ مقصود ہے کہ وہ بازار جن میں جاہلیت کے زمانہ میں ہر طرح کا جائز و ناجائز کا دوبارہ ہوتا
تھا۔ وہاں جائز طریقہ سے تجارت کرنا جائز و مباح ہے۔ ان مواضع المعاصی و افعال الجاہلیہ لایمکن من
فعل الطاعة

فی مواسم الحج مجاہد اور سید بن جبیر، عکرمہ، منصور بن معتمر، قتادہ، ابراہیم نخعی سے بھی یہی قرأت
منقول ہے

بَابُ شِرَاءِ الْإِبِلِ الْهَيْمِ أَوْ الْأَجْرِبِ الْهَيْمِ أَوْ الْخَالِفِ لِلْقَصْدِ فِي كُلِّ شَيْءٍ

استسقا۔ کامریض یا غار شش زدہ اونٹ خریدنا۔ ھایم جو صحیح راستہ سے ہمیشہ بھٹکتا پھرے

حضرت سفیان نے بیان کیا کہ عمرو نے کہا۔ یہاں (مکہ
میں) ایک شخص فواس نامی تھا۔ اس کے پاس اونٹ
تھا، استسقا کامریض۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے شریک
سے وہی اونٹ خرید لیا۔ وہ شخص آیا تو اس کے شریک نے
کہا کہ ہم نے وہ اونٹ بیچ دیا۔ اس نے پوچھا کہسے بیچا؟
شریک نے کہا کہ ایک شیخ کے ہاتھوں جو اس طرح کے تھے۔
اس نے کہا۔ افسوس! وہ تو ابن عمر رضی اللہ عنہ تھے۔ چنانچہ
وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میرے شریک
نے آپ کو ایک استسقا کامریض اونٹ بیچ دیا ہے اور
آپ سے اس مرض کی وضاحت نہیں کی۔ ابن عمر رضی اللہ
عنہ نے فرمایا کہ پھر اسے واپس لے جاؤ۔ جب وہ اسے

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حَزْمٍ قَالَ قَالَ قَالَ عُمَرُ وَ
كَانَ هُنَا رَجُلٌ ابْنُ ابْنِ نَوَاسٍ وَكَانَتْ عِنْدَهُ
إِبِلٌ هَيْمٌ فَذَهَبَ ابْنُ عُمَرَ فَاسْتَوَى تِلْكَ
الْإِبِلَ مِنْ شَرِيكَ لَهُ فَجَاءَ إِلَيْهِ شَرِيكَهُ فَقَالَ
بِعْنَا تِلْكَ الْإِبِلَ فَقَالَ مَعْنَى بَيْعَهَا قَالَ مِنْ شَيْخٍ
كَذَا وَكَذَا فَقَالَ وَيَعْنِي ذَاكَ وَاللَّهِ بِنُحْمٍ
فَجَاءَهُ فَقَالَ إِنَّ شَرِيكَ بَاعَكَ إِبِلًا هَيْمًا وَ
لَمْ يَعْرِفْكَ قَالَ فَاسْتَفْهَمَهَا قَالَ فَلَمَّا ذَهَبَ
يَسْتَفْهَمُهَا فَقَالَ دَعَهَا رَضِينَا بِقَضَاءِ رَسُولِ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا عُدْوَى مِمَّ عَمْرُو سَفِيَانِ
عَمْرُو -

لے جانے لگا تو ابن عمر نے فرمایا۔ اچھا۔ یہیں رہتے دو۔ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ پر راضی ہیں۔ آپ
نے فرمایا تھا کہ "لا عدوی" (یعنی امراض متعدی نہیں ہوتے یا کسی پر ظلم و زیادتی نہ ہوتی چاہیے۔ یہ سفیان نے عمرو

سے سمجھنا۔

فوائد و مسائل | **ہیفرج** ہے **اھیسرک** - **موتھ** **ھیمار** ہے۔ اس جانور کو کہتے ہیں۔ جسے **استقد** کا مرض ہو۔ بعض نے **ھیم** کو **ھامک** کی جمع بتایا ہے۔ جیسے **بازل** کی جمع **بذل** آتی ہے۔ **ھیم** - ایک بیماری ہے۔ جو اونٹ کو ہوجاتی ہے۔ اسے پانی کا ہوکا ہو جاتا ہے۔ پیتا ہی چلا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ مر جاتا ہے۔ اس بیماری کے ساتھ **خارش** بھی ہو تو پھر اس کو **ھیم** کہتے ہیں۔ امام **بخاری** نے **الاجزی** کا لفظ اسی لئے استعمال فرمایا۔ **قرآن مجید** میں ہے۔ **فشار بون شرب الھیم**۔

(۴) یہ حدیث افراد بخاری سے۔ **عروے ابن دینار** اہل مراد ہیں۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عیب دار چیز کو خریدنا جائز ہے۔ اگر بیع میں عیب ہو تو مشتری پر اس کو ظاہر کر دینا بائع پر واجب ہے۔ چھپانا حرام و گناہ کبیرہ ہے۔ اگر بغیر عیب ظاہر کئے چیز بیچ دی تو معلوم ہونے کے بعد مشتری واپس کر سکتا ہے۔ اسی کو **خیار عیب** کہتے ہیں۔ عرف **شرع** میں عیب جس کی وجہ سے بیع کو واپس کر سکتے ہیں۔ وہ ہے جس سے تاجروں کی نظر میں چیز کی قیمت کم ہو جائے۔ اگر مشتری عیب دار چیز کے خریدنے پر آمادہ ہو جائے تو یہ دھوکہ میں شمار نہ ہوگا۔ **حضرت ابن عمر** عیب دار اونٹ کی بیع پر راضی ہو گئے تھے، تو اس صورت میں بیع لازم و تمام ہوجاتی ہے۔ اس حدیث سے یہ بھی واضح ہوا کہ کسی بھی مسلمان سے دھوکہ دفریب کرنا یا بیچنے وقت چیز کے عیب کو ظاہر نہ کرنا گناہ کبیرہ ہے۔ مگر کسی نیک و صالح مسلمان سے دھوکہ کرنا اور زیادہ گناہ کی بات ہے۔ و **خیدہ** **تجنب ظلم الصالح لقوله ویحک ذالک ابنت عمر**۔ یہی وجہ ہے کہ اس اونٹ کے مالک نے اپنے غلام سے کہا۔ تیرے لئے برائی ہو تو نے عیب دار اونٹ صحابی **جلیل** **حضرت ابن عمر** کو بیچ دیا اور عیب ان کو نہیں بتایا۔ وہ تاجر بھی کیسا دیانت دار تھا کہ فوراً **حضرت ابن عمر** کے پاس آیا اور انھیں بیع کے عیب پر مطلع کر دیا (۲) حضور **سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم** فرماتے ہیں۔ جس نے عیب والی چیز فروخت کی اور اس کو ظاہر نہ کیا۔ وہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی میں ہے یا فرشتے اس پر لعنت کرتے ہیں (ابن ماجہ) ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے۔ جب مسلمان اپنے بھائی کے ہاتھ ایسی چیز بیچے جس میں عیب ہو تو جب تک اسے بیان نہ کر دے۔ بیچنا حلال نہیں۔ (احمد ابن ماجہ و حاکم)

کیا امراض متعدی ہوتے ہیں | **لَاَعْدٰیَ اَوْ فِئَیْہِمْ اَعْدٰی** بعض اوقات سب سے پہلے اونٹ کو

کوئی بیماری ایک سے دوسرے کو نہیں لگ سکتی۔ کیونکہ یہ حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بعض امراض میں یہ تاثیر رکھی ہے کہ ان کے ہر ٹوٹے ایک جسم سے دوسرے جسم میں منتقل ہو کر دوسرے کو بھی بیمار کر دیتے ہیں۔ اس سلسلہ میں جو بات سمجھنے کی ہے وہ یہ ہے اسلام کی بنیادی تعلیم یہ ہے کہ خالق مالک اور موثر حقیقی ایک اللہ ہے۔ نفع و نقصان پہنچانے کی اللہ تعالیٰ کے سوا کسی میں کوئی قوت و طاقت نہیں ہے۔ اس کے اذن اور ارادہ کے بغیر ایک تنکا ادھر سے ادھر نہیں ہو سکتا۔ یہ تو ہے اسلام کا بنیادی اور ضروری عقیدہ جس پر ایمان لانا ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ

اشیاء میں اللہ تعالیٰ نے جو تاثیر رکھی ہے۔ اس کو ماننے کی اسلام نے مخالفت فرمائی ہے۔ پانی میں پیاس بجھانے کی تاثیر ہے۔ فقہاء اسلام تصریح کرتے ہیں کہ پانی کی تاثیر یقینی حتمی ہے۔ جس کا انکار ایک حقیقت کا انکار ہے۔ مگر بات یہ ہے کہ ہر مسلمان پانی کی اس تاثیر پر یقین تو رکھتا ہے۔ مگر اس کو موثر حقیقی نہیں جانتا۔ اس کا عقیدہ یہی ہوتا ہے کہ پانی میں جو تاثیر ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ ہے۔ خود بخود پانی میں پیاس بجھانے کی تاثیر ہرگز نہیں ہے۔

یہی وجہ ہے کہ فقہاء اسلام یہ تصریح کرتے ہیں کہ علاج معالجہ بھی اس صورت میں حرام و ناجائز ہے۔ جب کہ آدمی دوا بہی کو موثر حقیقی سمجھے اور علاج معالجہ اس صورت میں جائز ہے۔ جب کہ یہ عقیدہ ہو کہ شافی حقیقی اور شافی مطلق صرف اللہ تعالیٰ ہے اور اللہ تعالیٰ ہی نے دوا میں شفا رکھی ہے۔ عالمگیری نے خلاصہ یہ کہ عقیدہ کی درستگی کے ساتھ اشیاء میں تاثیر کو ماننے اور تسلیم کرنے سے اسلام نہیں روکتا۔ عام طور پر بولتے ہیں کہ ربیع نے فصل کو اگایا۔ گویا ربیع کی تاثیر کا اقرار ہر مومعد مسلمان بھی کرتا ہے۔ مگر اس کے ساتھ ساتھ وہ یہ عقیدہ رکھتا ہے۔ ربیع تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے محض ایک سبب ہے۔ اصل میں موثر حقیقی اور دانہ کو اگانے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے۔

سینکڑوں ہزاروں اشیاء ہیں جن کی تاثیر کو مانا اور تسلیم کیا جاتا ہے اور اسلام اس سے ہرگز منع نہیں کرتا جب کہ اصل بنیادی عقیدہ پر آدمی قائم و دائم رہے تو اسی طرح اگر کسی مرض میں ایسی تاثیر ہو یا ایسے جراثیم ہوں جو دوسرے جسم میں منتقل ہو کہ دوسرے کو بھی اسی بیماری میں مبتلا کر دیں۔ تو یہ ممکن بھی ہے اور مرض کی اس تاثیر کو ماننے سے اسلام منع بھی نہیں کرتا ہے۔

دور جاہلیت میں لوگوں کا عموماً یہ عقیدہ تھا کہ بیماریاں خود بخود متعدی ہوتی ہیں۔ یعنی بیماری میں دوسرے کو بیمار کر دینے کی جو تاثیر ہے وہ ذاتی ہے۔ خود بخود ہے۔ اللہ تعالیٰ چاہے یا نہ چاہے۔ بہر حال و بہر صورت اس بیمار کے پاس بیٹھنے والا۔ یا اس بیمار سے مصاحبت رکھنے والا بھی اسی بیماری میں مبتلا ہو جائے گا۔ بیماری ہی کیا، کسی بھی چیز میں جو تاثیر ہے۔ اس کو اس کی ذاتی تاثیر ماننا اسلام کی تعلیم کے خلاف ہے۔ اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لا عدویٰ کہ مرض متعدی ہونے کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ تو اس کا صحیح مطلب یہ ہے کہ کسی بھی بیماری میں دوسرے کو بیمار کر دینے کی تاثیر ذاتی اور حقیقی خود بخود نہیں ہے۔ ایسا عقیدہ خلاف اسلام ہے۔ ہاں اگر موثر حقیقی اللہ تعالیٰ ہی کو مانا جائے اور یہ سمجھا جائے کہ مرض میں جو دوسرے تک پہنچ جانے کی تاثیر ہے وہ خود بخود نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ ہے اور اس طرح مرض کو متعدی مانا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں اور نہ یہ بات حدیث لا عدویٰ کے مخالف ہے۔ یہاں امر بھی قابل ذکر

لہ امتنع عن الاكل حتى مات جوعاً اشرف وان عن التدوى حتى تلف مرضاً لان عدم الهلاك بالاكل مقطوع والشفاء بالمعالجة مظنون بنزائمه ۳۶
لہ الاشتغال بالتدوى لا باس به اذا اعتقد ان الشافي هو الله تعالى وانه جعل الدواء سبباً اما اذا اعتقد ان الشافي هو الدواء فلا كذا في الحديث عليه عالمگیری ج ۳ ص ۳۹

ہے کہ حدیث لاعدوی حدیث مرفوع نہیں بلکہ حدیث موقوف ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔
 الحدیث یكون موقوفاً (یعنی ج ۱۱ ص ۲۱۹)

چنانچہ شارحین حدیث خصوصاً علامہ بدرعلینی حنفی قدس سرہ العزیز نے بھی اس مضمون کی احادیث کا یہی مضمون لیا ہے
 ابو نعیم و امام بخاری علیہ الرحمۃ نے حدیث ابو ہریرہ ذکر کی
 ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال
 اتقوا المجرؤم کما یتقی الامس
 علامہ بدرعلینی اس کی شرح میں فرماتے ہیں۔

(۱) اعلیٰ ان اللہ تعالیٰ جعل ذلک سبباً
 فحذر من الضر الذی یغلب وجودہ عند
 وجودہ بفعل اللہ عز وجل
 یعنی ج ۲۱ ص ۲۲۴

(۲) ان هذه الامراض لا تعدی بطبعها
 ولكن الله تعالیٰ جعل مخالطة المريض
 بها للصحيح سبباً لاعداء مرضه
 یعنی ج ۲۱ ص ۲۲۴

(۳) فقار اسلام فرماتے ہیں۔ اگر کوئی شخص کسی بچہ کو اغوا کر کے ایسی جگہ لے جائے جہاں وبا کی مرض پھیلا ہوا ہو اور اس
 بیماری سے بچہ مر جائے تو اسے تادم دینا ہوگا۔ کیونکہ وہ اسے شکیف ہوائیں بھی انسانی جسم میں غذا کی طرح اثر کرتی ہیں۔ شامی
 جلد ۵ ص ۵۴۲ بزاز نے علی ہاشم ہندی ج ۶ ص ۳۸۶

(۴) حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے۔ حضور سید عالم ﷺ صلی اللہ علیہ وسلم
 حدیث لاعدوی کا مطلب

لاعدوی ولا صفر ولا هامہ
 ایک اعراب نے عرض کیا۔ حضور پھر کیا وجہ ہے کہ ایک خارش زدہ اونٹ درست اونٹوں سے ملتا ہے تو انھیں بھی
 خارش ہو جاتی ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔
 قال من عادى البعیر الاول (مسلم)
 تو پھر پہلے اونٹ میں خارش کس سے پیدا کی؟

ملاحظہ رہے اگر حدیث لاعدوی کا یہ مضمون لیا جائے تو صحیح میں الامعاذات ناممکن ہی ہے۔ ناظم
 ص ۱ واضح رہے کہ جب حضرت ابو ہریرہ پر یہ حدیث پیش کی گئی تو انھوں نے اس کی روایت سے انکار فرمایا اور اس کے
 برعکس یہ حدیث روایت کی لا المرضی علی الصحيح۔ بیمار کر کے والے شخص کو تندرست کے قریب مت لاؤ۔
 ندوی شرح مسلم ج ۲ ص ۲۳

اس حدیث کی شرح میں علامہ بدر عینی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

عرب یہ گمان کرتے تھے کہ بیماریاں خود بخود متعدی ہوتی ہیں تو حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں بتایا کہ بات یہ نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ ہی بیماری پیدا کرتا ہے اس لئے آپ نے فرمایا کہ پیٹے اوٹ میں (جو کہ بالکل تندرست تھا) خارش کہاں سے آگئی؟

كَانُوا يَقْنُونُ اِنَّ الْمَرَضَ يَنْفَسِدُ يَحْدِي فَاعْلَمَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْاَمْرَ لَيْسَ كَذٰلِكَ وَاِنَّمَا اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ هُوَ الَّذِي يَمْرُضُ وَيَنْزِلُ الدَّاءَ وَلِهٰذَا قَالَ فَمَنْ اَعْدَى الْاَوَّلِ اَيُّ مَنْ اَيْنَ صَارَ فِيْهِ الْجُورُ

ج ۲۱ صفحہ ۷۲۴

الغرض لاھدوی کے الفاظ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے عقیدہ کو درست کرنے کے لئے فرماتے کہ کوئی بیماری خود بخود بالذات متعدی نہیں ہوتی۔ ایسا عقیدہ غلط ہے۔ ہاں یہ ممکن ہے کہ کوئی مرض صحت مند کے مرض میں مبتلا ہو جانے کا سبب غالب بن جائے۔ چنانچہ جذامی سے دُور رہنے والی حدیث میں سبب غالب ہونے کا اثبات فرمایا ہے۔

بَابُ مَبِيعِ السَّلَاحِ فِي الْفِتْنَةِ وَعَنْهَا

باب فتنہ وفساد کے زمانہ میں اسلحہ کی فروخت کے متعلق

اور عمران بن حصین نے فتنہ کے زمانہ میں اسلحہ کی فروخت کو مکروہ قرار دیا ہے۔

وَكُرِهَ عُمَرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ بَيْعُهُ فِي الْفِتْنَةِ

عام حالات میں جب کہ کفار سے جہاد جاری نہ ہو تو اسلحہ کی فروختیجا زہرے۔ لیکن جب کفار۔ یہ جنگ ہو رہی ہو تو ایسی صورت میں اسلحہ فروخت کرنا ممنوع ہے۔ حدیث زیر بحث سے واضح ہے کہ حالت امن میں اسلحہ فروخت کرنے میں حرج نہیں۔

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم غزوہ حنین کے سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے۔ پھر حضور نے مجھے زہر عطا فرمائی اور میں نے اسے بیچ دیا اور اس رقم سے قبیلہ بنی سلم میں ایک باغ خریدا۔ یہ پہلا مال تھا جسے میں نے اسلام لانے کے بعد حاصل کیا۔

عَنْ اَبِي قَتَادَةَ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ حُبَيْنٍ فَاعْتَاهُ يَكْنِي دِرْعًا فَبَيْعْتُ الدِّرْعَ فَاَتَيْتُ بِمِائَةِ مَخْرَقَاتٍ فِي بَيْعِي سَلَمَةَ فَإِنَّهُ لَأَوَّلُ مَالٍ تَأْتَلَتْهُ فِي الْإِسْلَامِ

اس حدیث کو امام بخاری نے حسن، متاخری، احکام میں مسلم نے معاذی میں ابن ماجہ و ابوداؤد نے جہاد میں اور ترمذی نے سیر میں ذکر کیا ہے۔ یہ حدیث عمران کے ایک جزو غیر بار

کے مطابق ہے۔ کیونکہ حضرت قتادہ نے درج امن کے زمانہ میں فروخت کی تھی۔ اس حدیث سے واضح ہوا کہ بحالت امن اسلحہ کی فروخت میں حرج نہیں۔ مخرق کے معنی باغ ہیں۔ تأملتہ باب تغفل سے اس کے معنی جمع کرنے کے ہیں۔

(۲) حنین طائف کے قریب کہ مغرب سے تین میل کے فاصلہ پر ایک وادی ہے۔ یہاں فتح مکہ کے چند روز بعد ہی قبیلہ ہوازن و قحیف سے جنگ ہوئی۔ شوال ۶۸۰ اسلامی فوج جن کی تعداد چودہ ہزار تھی۔ اس سرورسلمان سے حنین کی طرف بڑھی کہ صحابہ کرام کی زبان سے بے اختیار یہ لفظ نکل گیا۔ ”آج ہم پر کون غالب آسکتا ہے۔“ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب یہ سخت شاق گزرے۔ کیونکہ حضور ہر حال میں اللہ تعالیٰ پر توکل فرماتے تھے۔ تعداد کی قلت و کثرت پر نظر نہ رکھتے تھے اور بارگاہِ خداوندی میں یہ نازش پسند نہ آئی۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ فتح کی بجائے اول ہی دہ میں مسلمانوں کے قدم اکھر گئے۔ حضور نے نظراٹھا کر دیکھا تو رفتار خاص میں چند کے سوا کوئی اور پہلو میں نہ تھا۔ قرآن مجید میں فرمایا۔

وَيَوْمَ حُنَيْنٍ إِذْ أَعْجَبَتْكُمْ كَثَافَتُكُمْ
ظَلَمْتُمْ تَفَنُّ عَنْكُمْ مَشِئًا وَصَفَاتٍ عَلَيْكُمْ
الْأَرْضِ بِمَا رَحُبَتْ الْخ

اور حنین کے دن جب تم اپنی کثرت پر اترا گئے تھے تو وہ تمہارے کچھ کام نہ آئی اور زمین اتنی وسیع ہو کر تم پر تنگ ہو گئی۔ پھر تم پیٹھ دیکر پھر گئے۔ پھر اللہ نے اپنی تسکین اتاری اپنے رسول پر اور مسلمانوں پر اور وہ شکر اتارے جو تم نے نہ دیکھے اور کافروں کو عذاب دیا۔

(توبہ)

حضرت ابو قتادہ بھی غزوہ حنین میں شریک تھے۔ ان کا بیان ہے کہ جب لوگ بھاگ نکلے تو میں نے ایک کافر کو دیکھا کہ ایک مسلمان کے پیٹ پر سوار ہے۔ میں نے عقب سے اس کے شانے پر تلوار مار دی جوڑہ کو کاٹ کر اندر آگئی۔ اس نے مڑ کر مجھ کو اس دوسرے دلوچہ کی میری جان پر بن گئی۔ لیکن وہ ٹھنڈا ہو کر گر پڑا (بخاری وغرہ حنین)۔ حضور نے ابو قتادہ کو جو درج عطا فرمایا۔ وہ اسی کافر کی جی بجے ابو قتادہ نے قتل کیا تھا۔

بَابُ فِي الْعَطَارِ وَبَيْعِ الْمُسْكِ

باب عطا اور مشک کی بیع کے متعلق

ابو بردہ بن ابی موسیٰ کے والد سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ صالح اور نیک ہمیشہ اور غیر صالح اور بُرے ہمیشہ کی مثال، بیچنے والے اور لوہار کی بھیڑی کی سی ہے۔ مشک بیچنے والے کے پاس سے تم دو اچھائیوں میں سے ایک نہ ایک ضرور حاصل کر لو گے، یا مشک ہی خرید لو گے۔ ورنہ کم از کم اس کی خوشبو سے تضرع ہی محفوظ ہو سکو گے۔ لیکن لوہار کی بھیڑی، یا تمہارے بدن اور کپڑے کو بھلا دے گی۔ ورنہ اس سے ایک بدبو تو تمہیں ضرور ملے گی۔

سَمِعْتُ أَبَا بُرْدَةَ بْنِ أَبِي مُوسَى عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الْجَلِيسِ الصَّالِحِ وَالْجَلِيسِ السَّوِّءِ كَمَثَلِ صَاحِبِ الْمَسْكِ وَكَبِيرِ الْحَدَادِ لَا يَتَحَدَّمُ مَلِكٌ مِنْ صَاحِبِ الْمَسْكِ إِمَّا تَشْتَرِيهِ أَوْ يَجِدُ رِيحَهُ وَكَبِيرُ الْحَدَادِ يُحْرِقُ بَدَنَهُ أَوْ تَوْبَكَ أَوْ يَجِدُ مِنْهُ رِيحًا خَبِيثَةً

(بخاری)

فائدہ و مسائل | اس حدیث سے واضح ہوا۔ نیک اور صالح صحیح العقیدہ کی ہم نشینی اور دوستی باعث خیر و برکت ہے اور بد مذہب، بے دین، گمراہ اور فاسق و فاجر سے دوستی و ہم نشینی باعث فساد ہے اور گمراہ۔

۲۔ ضرب الامثال مثال دیکر سمجھنا جائز بلکہ سنت ہے۔ عطاری کا پیشہ جائز و مباح ہے۔ مشک کی خرید و فروخت جائز ہے۔ اگر احسان نے فرمایا۔ مشک کی تجارت اور طہارت پر اجماع ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا المستطیب الطیب الطیب مشک بہترین خوشبو ہے (مسلم)

بَابُ ذِكْرِ الْحَجَّامِ

باب پھنکانے والے کے متعلق

باب موکل الرا میں امام بخاری نے جو حدیث ذکر کی اس میں ثمن الدم کے الفاظ سے جس کا ظاہر یہی تھا کہ پھنکانے کی اجرت لینا جائز نہیں ہے۔ اس باب میں امام نے دو حدیثیں ذکر کیں۔ جن میں پھنکانے لگانے اور اس کی اجرت لینے دینے کا جواز واضح ہے اور انہی دو حدیثوں کی بنیاد پر انہی ثمن الدم (کہ حضور نے پھنکانے لگانے کی اجرت لینے سے منع فرمایا) میں ممانعت سے ممانعت تنزیہی ہونا واضح ہوتا ہے۔

حضرت اش بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پھنکا لگایا تو آنحضور نے ایک صاع کھجور (بطور اجرت) انھیں دینے کے لئے کہا اور ان کے مالک سے کہا کہ ان کے خراج میں کمی کر دو۔

عَنْ أَشِّ بْنِ مَالِكٍ قَالَ حَجَّمَ أَبُو طَيْبَةَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَمَرَكَ بِصَاعٍ مِنْ تَمْرٍ وَأَمَرَ أَهْلَهُ أَنْ يَخْفَضُوا مِنْ خَرَاجِهِ

فائدہ و مسائل | اس حدیث سے پھنکانے لگانے اور اس کی اجرت دینے کا جائز ہونا ثابت ہوا (۲) حجاج سے یہاں زمین کا خراج مراد نہیں ہے۔ بلکہ کسی غلام سے روزانہ جو مالک وصول کرتا ہے۔ وہ مراد ہے۔ اس کی

مثال یہ ہوتی تھی کہ غلام اپنا آزادانہ کاروبار کرتے تھے۔ لیکن اپنے مالکوں کو روزانہ یا ماہانہ انھیں کچھ دینا پڑتا تھا۔ حضور نے غلام کے مالک کو اسی میں کمی کرنے کا حکم دیا تھا۔ معلوم ہوا کہ ایسی سفارش جس سے کسی کا حق نہ مارا جائے جائز ہے مثلاً مزدور اگر کمزور ہے تو مالک سے یہ سفارش کی جائے کہ اس کے کام میں کمی کر دو اور اجرت پوری دو۔

عَنْ عِكْرِمَةَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ أَحْتَجِّجُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَعْطَى النَّبِيَّ حَجَّامَهُ وَلَوْ كَانَ حَرًا مَا لَمْ يُعْطِهِ

یہ اور اسی مضمون کی دیگر احادیث حجام کی اجرت کے جائز ہونے میں نص ہیں۔ لہذا جن احادیث میں ممانعت آئی ہے یا تو وہ منسوخ قرار پائیں گی یا انہی سے تنزیہی مراد لی جائیں گی۔ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ امام ابو یوسف و محمد رحمہم اللہ کا بھی یہی مسلک ہے اور یہ احادیث حنفی مذہب کی مودہ ہیں۔

بَابُ التَّجَارَةِ فِيمَا يُكْرَهُ لِبُسِّهِ لِلرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ

باب مرد اور عورت کو جو چیزوں کا پہنا مکروہ ہے ان کی تجارت کے متعلق

واضح ہو۔ بعض اشیاء ایسی ہیں جو فی نفسہ قحطال و مباح ہیں۔ مگر ان کا استعمال مرد و عورت دونوں کے لئے منوع ہے یا مستورات کے لئے جائز ہے۔ مگر مردوں کو ناجائز ہے۔ جیسے سونے چاندی کے زیورات مستورات کو جائز اور مردوں کو حرام مگر سونے چاندی کے برتنوں میں کھانا پینا مرد و عورت دونوں کو منوع ہے۔ اسی طرح مرد کو خالص ریٹم پہنا منوع اور عورتوں کو جائز ہے۔

تو اگر کوئی ایسی چیز خریدے یا بیچے تو اس کا مضموم صرف اس قدر ہے کہ جب ایجاب و قبول ہو گیا تو بیع لازم تمام ہو گئی۔ خریدار اس چیز کا مالک ہو گیا۔ رہی یہ بات کہ خریدنے والے کے لئے اس چیز کا استعمال جائز بھی ہے؟ تو یہ بات خرید و فروخت کی حدود و جث سے خارج ہے۔ یہ تو خریدنے والے کو چاہیے کہ وہ یہ دیکھے جو چیزیں خرید رہا ہو ان اس کا حکم شرعی کیا ہے۔ تو اس باب کی احادیث سے یہ بتانا مقصود ہے۔ اگر کسی نے ایسی چیز خریدی یا بطور ہبہ دی۔ جس کا خود اس کو استعمال یا پہنا شرعاً منوع ہے تو یہ خرید و فروخت و ہبہ جائز ہے۔

حضرت ابن عمر سے مروی ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ حضور علیہ السلام نے حضرت عمر کو ایک ریشمی جوڑا یا دھاری دار ریشمی جوڑا عطا فرمایا۔ پھر آپ نے دیکھا کہ حضرت عمر اس کو پہنے ہوئے ہیں۔ آپ نے فرمایا یہ ریشمی جوڑا ہم نے نہیں اس لیے نہیں دیا تھا کہ تم اس کو پہنو۔ (کیونکہ) اس کو تو وہ پہنتا ہے۔ جس کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔ ہم نے یہ جوڑا تمہیں اسلئے دیا تھا کہ تم اس کو فروخت کر کے اپنے کام میں لاؤ۔

عَنْ ابْنِ عُمَرَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ أُرْسِلَ إِلَيْنَا صُفًى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى عُمَرَ بِحُلَّةٍ خَرِيْبَةٍ أَوْ سَيَرَاءٍ فَرَأَاهَا عَلَيْهِ فَقَالَ إِنِّي كَرِهْتُ أَنْ أُسَلِّمَ إِلَيْكَ لِثَلَاثَتِهِنَّ أَحَدًا يَلْبَسُهَا مَنْ لَا خَلْقَ لَهُ إِمَّا بَعَثْتُ إِلَيْكَ لَتَسْتَمْتِعَ بِهَا يَفْنَى تَبِيعُهَا

حلدہ یعنی چادر سیبراء دھاری دار۔ اس حدیث سے واضح ہوا۔ ایسی چیز کا کسی کو ہبہ دینا یا خریدنا یا فروخت کرنا جائز ہے جس کا استعمال یا پہنا خود اس کے لئے شرعاً منوع ہو۔

جیسے مرد کا سونا چاندی یا ریٹم خریدنا جائز ہے مگر اس کو پہنا مرد کے لئے حرام ہے۔ مگر اس کا رکھنا جائز ہے اور مستورات کو ریشمی کپڑے اور چاندی سونے کا زیور پہنا جائز ہے۔ لہذا خلاف کہ یعنی جو ریٹم پہنتا ہے۔ اس کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔ تو یہ جملہ مردوں کے لیے ہے۔ مستورات کے لیے نہیں۔ کیونکہ مستورات کو ریٹم پہننے کی حضور نے اجازت عطا فرمائی ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ انھوں نے ایک غالیچہ خریدی جس میں تصویر بنی ہوئی تھیں۔ جب حضور کی اس پر نظر پڑی تو آپ

عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ أَنَّهَا أَخْبَرَتْ أَنَّهَا اشْتَرَتْ كَمُرَ قَتَافِيهَا نَصَاوِيرَ فَلَمَّا رَأَاهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ

عَلَى الْبَابِ فَلَمْ يَدْخُلْهُ فَعَرَفْتُ فِي وَجْهِهِ
الْكُزَاهِيَةَ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَتُوبُ إِلَى
اللَّهِ وَإِلَى رَسُولِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا
أَذْنَبْتُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ أَتُوبُ إِلَى اللَّهِ وَ
إِلَى رَسُولِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا بَالَ هَذِهِ
الْمَرْقَةِ قُلْتُ أَشْتَرُ يَتَهَانُكَ لِنَفْعِكَ عَلَيْهَا
وَقَسَدَهَا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ إِنَّ أَصْحَابَ هَذِهِ الصُّورِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ
يُعَذَّبُونَ فَيَقَالُ لَهُمْ أَخْيُوا مَا حَلَقْتُمْ وَقَالَ
إِنَّ الْبَيْتَ الَّذِي فِيهِ الصُّورُ لَا تَدْخُلُهُ
الْمَلَائِكَةُ

دروازہ پر ہی کھڑے ہو گئے۔ اندر تشریف نہ لائے۔ تو
میں نے حضور کے چہرہ اقدس میں ناپسندیدگی کے آثار دیکھے
تو عرض کیا یا رسول اللہ میں بارگاہِ الہی میں توبہ کرتی ہوں
بارگاہِ رسول میں معافی مانگتی ہوں۔ حضور مجھے کیا قصور
اس پر آپ نے فرمایا یا غلیچہ کیسا ہے؟ میں نے عرض کی یہ
تو میں نے آپ ہی کے لئے خریدیا ہے کہ آپ اس پر جلوس
ہوں اور اس سے نیکہ لگائیں۔ حضور نے فرمایا اس طرح
کی تصاویر بنانے والوں کو عذاب دیا جائے گا۔ ان سے
یہ بھی کہا جائے گا۔ تم نے جس کی تخلیق کی۔ ذرا اسے بھی زندہ
کر کے دکھاؤ۔ آپ نے یہ بھی فرمایا جس گھر میں تصویریں ہوں
ہیں ملائکہ (رحمت) اس میں نہیں آتے۔

فوائد و مسائل | اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ایسی چیز خریدنا جس کا استعمال مرد و عورت کے لئے شرعاً ممنوع
ہو جائز ہے۔ تصویر دار غلیچہ کا استعمال ممنوع تھا مگر اس کے باوجود حضور نے اس کی بیع کو منع
کرنے کا حکم نہیں دیا۔ علامہ بدر عینی علیہ الرحمۃ نے اس موقع پر یہ بھی لکھا ہے۔

جاندار کی تصویر کے متعلق بحث | کہ ظاہر حدیث اس امر کا متقاضی ہے کہ جس کپڑے پر جاندار کی تصویر
ہو اس کی بیع ناجائز ہے مگر متعدد آثار مذکورہ سے جواز واضح ہے کہ
جناب عائشہ نے تصویر دار پر وہ خرید لیا تھا اور حضور نے تصویر کو مٹانے کے لئے اس کے دو ٹکڑے کر کے استعمال فرمایا تھا۔
فاذا تعارضت الآثار فالأصل الإباحة حتى يرد الحظر ويحتمل أن يكون معنى حديث
عائشة في المرقعة لولم يعارضه غيره محمولاً على الكراهة - دون التحريم بدليل انه
صلى الله عليه وسلم لم يفسخ البيع في المرقعة التي اشترى منها عائشة - (یعنی)

(۲) جاندار کی تصویر بنانا ممنوع ہے۔ البتہ جس چیز میں روح حیرانی نہیں ہے۔ جیسے مکان، باغ، باغیچہ، عمارت
مساجد، مقابر، درخت وغیرہ کی تصاویر بنانا، بیچنا جائز و مباح ہے۔ اس کی دلیل وہ حدیث ہے جسے امام طحاوی علیہ الرحمۃ
نے ذکر کیا۔ حضرت جبریل امین نے بخود نبوی حاضری کی اجازت چاہی۔ حضور نے اجازت دیدی۔ اس پر جبریل نے
عرض کیا۔

حضور کیسے داخل ہوئی آپ کے گھر میں پردہ ہے جس
پر آدمیوں اور گھوڑوں کی تصویریں ہیں تو یا تو ان کے
سرکٹ دیجئے یا پھر اس کو کچھونا بنالیں۔ ہم ملائکہ کے

کیف ادخل وفي بيتك ستر فيه تماثيل
خيل ورجال واما ان تقطع رؤسها واما
ان تجعلها بساطا فانما معشر الملائكة

لاتدخل بيتا فيه تماثيل | گروہ سے ہیں۔ اس گھر میں داخل نہیں ہوتے۔ جس میں
(جاندار) کی تصاویر ہوں۔

علامہ علاؤی فرماتے ہیں کہ اگر کسی ذی روح کا سر علیحدہ کر دیا جائے تو وہ زندہ نہیں رہتا اور حدیث ہذا میں ہے کہ جاندار کی تصویر کا سر کاٹ دیا جائے تو وہ جانزد مباح ہو جاتی ہے تو اس سے واضح ہوا۔ جن چیزوں میں روح نہیں ہے۔ ان کی تصویر بنانا جائز ہے۔

اسی حدیث سے حدیث کل مصوّد فی النار (ہر مصور و زخنی ہے) کا مطلب بھی واضح ہو گیا کہ مصور سے مراد جاندار کی تصویر بنانے والا ہے۔

اس کی دلیل حدیث ابن عباس ہے۔ ان کی خدمت میں ایک مصور آیا تو آپ نے فرمایا کہ اگر تو مصوری ہی فان كنت لا بد فاعلا فاضع الشجر ولا نفس له (بخاری و مسلم)

الا ان تصنع فلعليك بهذا الشجر وكل شئ ليس فيه روح (بخاری و مسلم)

اور اہل النصاراء ہر کے جس طاقت نے کل مصور فی النار مصور کو عام قرار دے کر غیر ذی روح کی تصاویر بنانے کی حرمت کا قول کیا ہے۔ ان کا یہ استدلال درست نہیں ہے۔

(۳) جس گھر میں جاندار کی تصویر ہو۔ وہاں ملائکہ نہیں آتے تو اس سے وہ ملائکہ مراد نہیں ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کی

طرف سے ہر انسان کے لئے مقرر ہیں۔ جیسے حفظ یا کرانہ کا تئیل وغیرہ۔ بلکہ اس سے ملائکہ رحمت و استغفار مراد ہیں۔

(۴) علامہ خطاب کہتے ہیں۔ وہ کتا جو شکار کے لئے یا حفاظت کے لئے ہو۔ یا ایسی تصاویر جن کے سر مٹا دیئے

گئے ہوں یا وہ ذلت کی جگہ پر ہو تو ایسی تصاویر دخول ملائکہ کے لئے یا حفاظت کے لئے ہو۔ اور یہ کہ تصویر وار چیز کا فریاد

جاتا ہے۔ امراض غیر جاندار کی تصویر بنانا یا پھرہ کے بغیر جسم انسانی کی تصویر بنانا یا انسان کے کسی ایک عضو، ہاتھ

پاؤں ناک یا آنکھ کی تصویر بنانا جائز ہے۔ لیکن جاندار کی تصویر بنانا ممنوع ہے البتہ اگر تصویر موضع اہانت میں ہو

مثلاً فرش، درسی قالین، پانڈا میں کہ اس پر بیٹھیں، چلیں پاؤں رکھیں تو یہ جائز ہے اور مانع ملائکہ بھی نہیں۔ اسی

طرح کپڑے پر تصویر نقش ہو یا بناوٹ۔ میں ہوں۔ اس کپڑے کو کاٹ کر مندریں بنالیں کہ زین پٹال اور پاؤں سے روندی

له ان المراد من الملائكة غير الحفظة قال النووي اما الملائكة الذين لا يدخلون بيئاته

كلب او صورة فهم ملائكة يطوفون بالرحمة والاستغفار۔ وقال الخطابي فاما ما ليس بهرام

من كلب الصيد والزروع والماشية والصورة التي تمتحن في البساط والوسادة وغيرهما فلا يمنع

دخول الملائكة ليعبد عینی ج ۱۱ ص ۲۲۲

جائیں یہ بھی جائز اور مانع ملائکہ نہیں۔ جیسا کہ حدیث ابو ہریرہ میں ہے کہ حضرت جبریل نے اپنے حاضر نہ ہونے کی وجہ یہ عرض کی کہ پردہ پر تصویریں منقش مقبضیں اور اس کا علاج یہ گزارش کیا کہ اُسے کاٹ کر دو مسندیں بنال جائیں تو اگر اس کے بعد بھی امتناع باقی رہے تو علاج کیا ہوا۔

نوٹ :- روپیہ سکہ وغیرہ پر جو تصویر ہو اس کا رکھنا جائز ہے کیونکہ انہیں بطور تعظیم نہیں بلکہ بطور مال سمجھا کر رکھتے ہیں۔ یہ ہی حال اٹام وغیرہ کا ہے کہ اس کا رکھنا بھی بغیر تردد جائز ہے۔ جس تصویر کا خواہ وہ کسی بھی چیز پر ہو سر کاٹ دیا جائے یا مٹا دیا جائے یا اس طرح چہرہ پر سیاہی مل دی جائے کہ صورت محو ہو جائے۔ اس کا رکھنا جائز ہے اور مانع ملائکہ بھی نہیں ہے۔

بَابُ صَاحِبِ السِّلْعَةِ أَحَقُّ بِالسُّؤْمِ

سامان کے مالک کو قیمت متین کرنے کا زیادہ حق ہے

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ اے بخاری! اپنے باغ کی قیمت مقرر کر دو۔ اس باغ میں کچھ تو دروازہ تھا اور کچھ صفحہ میں بکھور کے درخت تھے۔

عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا بَخَارِي الشَّجَارَ نَأْمِنُوْنِي بِهَا فِعْلُكُمْ وَفِيهِ خَرْبٌ وَتَحُلُّ

(بخاری)

اس حدیث کو امام بخاری علیہ الرحمۃ نے کتاب الصلوٰۃ، ہجۃ النبی، حج، بیوع میں ذکر کیا ہے۔ مسلم۔ ابوداؤد۔ نسائی۔ ابن ماجہ نے بھی صلوٰۃ میں ذکر کیا ہے۔ سلعة سامان

فوائد ومسائل

کسی قسم کا ہو۔ سو ہر قیمت مقرر کرنا۔ ثامنونی کے حاصل معنی یہ ہیں۔ قیمت مقرر کر کے فروخت کر دو۔ بنی بخاری انصار کا ایک قبیلہ۔ حالانکہ باغ خرویدہ خراب فحل بکھور۔ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ تشریف لائے تو آپ نے مسجد کی تعمیر کے لئے ایک جگہ منتخب فرمائی دیر سب سے پہلی مسجد تھی جو مدینہ میں تعمیر کی گئی اور جسے آج مسجد نبوی سے مرسم کرتے ہیں۔ انصار کا ایک باغ تھا۔ جس کی زمین کا کچھ حصہ یونہی بیکار پڑا تھا۔ ایک حصہ

البتہ درختوں میں ہے کہ جب تصویر سے وہ محو ہو کر دیا جائے جس کے غیر آدمی زندہ نہ رہے تو وہ عافیت سے مستثنیٰ ہے لہذا کائنات صغیرۃ لا تتبین تفاصيل اعضاءها للناظر فاما وهي على الارض ذكره الحلبي۔ اور مقطوعه الراس او الوجه او ممحوة عضو لا تعيش بدونه (او بغیر ذی روح لا) یکبرہ۔

حاشیہ درمیں ہے۔ مقطوعه الراس والخراد ممحوة عضو لا تعيش بدونه۔ فتح القیر میں ہے۔ لو قطع یدیمها ورجلیها۔ لا ترتفع الکراهۃ لان الانسان قد تقطع اطرافه وهو حی۔ علامہ طحاوی علیہ الرحمۃ سے استنباط فرماتے ہوئے حاشیہ مراق الفلاح میں تحریر فرمایا۔ افاد بھذا التعلیل ان قطع الراس لیس بقید بل المراد جعلها على حالة لا تعيش معها مطلقاً (فانهم وقد بن)

میں بکھڑکا باغ تھا اور مشرکین کی قبریں تھیں۔ حضور نے انصار سے فرمایا۔ قیمت کا تمہیں کر کے میرے ہاتھ یہ باغ فروخت کرو۔ انہوں نے عرض کی لا والله لا نطلب ثمنہ الا الی اللہ عزوجل (بخاری) ہم اس کی قیمت نہیں لیں گے۔ اللہ تعالیٰ سے اجرو ثواب پائیں گے۔ چنانچہ جب مسجد کے لئے زمین بلا قیمت مل گئی تو حضور نے خراب زمین کو ہزار اور مشرکین کی قبر کو سمار کر آیا اور بکھڑکے درخت کو کڑا کڑا سا تان و ستون کا کام لیا۔ یہ سید اس شان سے تعمیر ہوئی کہ مسلمانوں کے ساتھ خود حضور بھی پتھر اٹھاتے اور دیواریں استوار فرماتے اور انصار کے ساتھ حضور بھی یہ رجز پڑھتے جلتے تھے۔ اللہم لا تخین الا خیر الاخرۃ۔ فاعفوا لانسار و المہاجرہ

۲۔ اگرچہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی امت کے مال میں ہر قسم کے تصرف کا کامل اختیار ہے۔ تاہم حضور نے تعلیم امت کے لئے انہیں قیمت لے کر زمین دینے کا ارشاد فرمایا۔ جس سے واضح ہوا کہ کسی کی ملکیت میں اس کی اجازت کے بغیر تصرف کرنا یا کسی کی زمین میں مالک کی اجازت کے بغیر مسجد بنانا جائز نہیں ہے۔ نیز فریدنے والے کو یہ حق بھی نہیں ہے کہ خود ہی قیمت مقرر کر کے مالک کو بالجبر اپنی مقرر کردہ قیمت لینے پر مجبور کرے۔

۳۔ یہ کہ قیمت مقرر کرنے کا حق مالک کو ہے۔ الایہ کہ خریدار کی مقرر کردہ قیمت پر مالک راضی ہو جائے۔

۴۔ مشرکین کی قبروں کو واجب الاحترام نہیں ہیں۔

۵۔ پھل دار درخت کو کسی مصلحت یا ضرورت کی بنا پر کاٹنا جائز ہے۔

بَابُ كَسْرِ جُزْ الْخِيَارِ

باب اختیار کب تک صحیح ہوگا

اختیار، تخمین کے معنی دو باتوں میں سے ایک کو اختیار کرنے کے ہیں۔ امام بخاری نے لفظ کو جو استنہامیہ استعمال کیا ہے۔ اس کے معنی عدد کے ہیں۔ یعنی بائع و مشتری کو کتنے دن تک بیع کو فسخ کرنے کا اختیار ہوتا ہے۔ لیکن احادیث زیر عنوان میں خیار کا ثبوت تو ہے لیکن مدت خیار کا ذکر نہیں ہے بلکہ خیار شرط کا ذکر ہے۔ اس لئے شارحین نے فرمایا۔ زیر عنوان احادیث عنوان کے مطابق نہیں ہیں۔

حضرت ابن عمر سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ خرید و فروخت کرنے والوں کو، جب تک وہ جدا نہ ہوں اختیار ہوتا ہے یا بیع میں اختیار کی شرط ہو (تشریط کے مطابق اختیار ہوتا ہے) نافع نے بیان کیا کہ جب ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایسی چیز خریدتے جو انہیں پسند ہوتی تو بائع سے جدا ہو جاتے۔

عالم ابن حرام سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بائع اور مشتری دونوں کو اختیار ہے جب تک

عَنْ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ الْمُتَّخِذَ لِعَيْنٍ بِالْخِيَارِ فِي بَيْعِهِمَا مَا لَمْ يَتَّفَقَا أَوْ يَكُونُ الْبَيْعُ خِيَارًا قَالَ نَافِعٌ وَ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ إِذَا اشْتَرَى شَيْئًا يُعْجِبُهُ قَارِقٌ صَاحِبُهُ (بخاری)

عَنْ حَكِيمِ بْنِ حِزَابٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْبَيْعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ

چونکہ ہام کی روایت میں ثلاث مرار کے الفاظ ہیں۔ یہ الفاظ امام بخاری کے نزدیک ثابت نہ تھے۔ اس کے عمران میں انہوں نے حسب عادت کما استفہامید کے ساتھ ہام کی زیارت کی طرف اشارہ کر دیا۔

خیار مجلس

ان دونوں حدیثوں اور اس کے بعد کے ابواب کی حدیثوں میں لفظ مالو بیتفرقا سے امام شافعی یہ استدلال فرماتے ہیں کہ ایجاب و قبول کے بعد ایک اور اختیار ہوتا ہے۔ جسے وہ خیار مجلس سے مہوم کرتے ہیں۔ یعنی بیع کے مکمل طور پر نفاذ کے لئے ان کے نزدیک ایجاب و قبول کے بعد ایک دوسرے سے جدا ہو جانا بھی ضروری ہے ورنہ جب تک (دونوں اسی جگہ مجلس) میں موجود ہیں۔ جہاں خرید و فروخت ہوئی تو فریقین کو بیع کے فسخ کر دینے کا بھی اختیار ہے۔ گویا حدیث کے لفظ مالو بیتفرقا میں امام شافعی تفرق بالادان مراد لیتے ہیں۔ یعنی جب تک مال و مشتری ایجاب و قبول کے بعد مجلس میں رہیں تو بیع کو بیع کے فسخ کرنے کا اختیار ہے اور جب مجلس سے جدا ہو جائیں تو اب فسخ کا اختیار نہیں رہتا۔ اور سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ فرماتے ہیں۔ حدیث مالو بیتفرقا میں تفرق بالادان مراد نہیں صرف بالکلام مراد ہے۔ یعنی یہاں تفرق سے ایجاب و قبول کے الفاظ کا ختم ہو جانا مراد ہے۔ جب ایجاب و قبول ہو گیا تو بائع و مشتری ایک دوسرے سے کلام کے اعتبار سے جدا ہو گئے اور بیع لازم و واجب ہو گئی۔ دونوں میں سے کسی کو فسخ بیع کا اختیار نہ رہا۔ امام اعظم کے موقف کی تائید و توثیق کلام سرب اور قرآن مجید سے بھی ہوتی ہے۔ کیونکہ قرآن مجید و کلام سرب میں یہ لفظ تفرق بالکلام کیلئے استعمال ہوا ہے جیسا کہ گذشتہ صفحات میں تفصیل سے بیان ہو چکا ہے۔

۲۔ اویکون البیع اختیاراً۔ مگر یہ کہ بیع میں اختیار کی شرط ہو۔ یعنی اگر بیع میں اختیار کی شرط رکھی ہے مثلاً یہ کہا کہ مجھے دو یا تین دن تک بیع کو قائم یا فسخ کرنے کا اختیار ہے تو ایسی صورت میں فریقین کے مجلس سے الٹ جانے کے باوجود اختیار باقی رہے گا۔ و هذا المتجه جاز علی المذهبین فاختم (ابو یعنی الآسے) شیخ عبدالحق محدث دہلوی علی الرحمہ نے لمعات میں خط کشیدہ جلد کے مندرجہ مطلب بیان کئے ہیں۔ اول یہ جملہ مفہوم غائب سے استثنیٰ ہے۔ کیونکہ غایت کا مفہوم یہ ہے کہ جب مجلس سے جدا ہوئے تو خیار جاتا رہا اور بیع لازم ہو گئی۔ مگر یہ خیار میں جب کہ اختیار کی شرط کر لی تو اہل میعاد کے پورا ہونے تک خیار باقی رہے گا۔

دوم۔ یہ جملہ اصل حکم سے مستثنیٰ ہے اور مضاف محذوف ہو عبارت یوں ہوگی۔ بیع الخیار ای بیع اسقاط الخیار و نفیہ۔ مطلب یہ ہوا۔ خیار ثابت ہے مگر جب کہ عدم خیار کی شرط لگادی تو خیار ثابت نہ رہے گا۔ سوم۔ اس جملہ کے معنی یہ ہیں۔ ایجاب و قبول کے بعد فریقین میں سے کہی یہ نہ کہ دے کہ اخفق پسند کر لو اور دوسرا کے اخفق پسند کر لیا (تو اگر فریقین میں سے کسی نے ایسا نہ کیا تو خیار باقی رہے گا اور اگر کہو یا تو اگرچہ مجلس سے جدا نہ ہوں خیار باقی نہ رہے گا۔ امام ترمذی نے بھی اس جملہ کا یہی مفہوم بیان کر کے کہا ہے۔ ہکذا افسرہ المشافعی وغیرہ بلکہ نووی اور آحی۔ سفیان بن عیینہ اسحق بن داہور نے بھی یہی مفہوم لیا ہے۔

۴۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ چونکہ خیار مجلس کے قائل تھے۔ اس لئے ایجاب و قبول کے فوراً بعد مجلس سے الٹ

ماتے تھے تاکہ دوسرے فریق کو بیع فسخ کرنے کا اختیار نہ رہے۔ حدیث نمبر ۱ کے آخری جملے وکان ابن عمر إذا اشتريتم
بھی مطلب ہے۔

بیع میں خیار کی متعدد صورتیں | واضح ہو کہ بیع میں مختلف نوعیت کے خیار ہوتے ہیں۔
۱۔ خیار قبول۔ یعنی عاقدین میں سے جب ایک نے ایجاب کیا (مثلاً کہا میں نے
آپ کو دوسرے کو اختیار رہے کہ مجلس میں قبول کرے یا رد کر دے۔ اس کا نام خیار قبول ہے۔ خیار قبول آخر مجلس تک رہتا ہے۔
میں بدل جانے کے بعد جاتا رہتا ہے۔ جب ایجاب و قبول دونوں ہو چکے تو بیع لازم و تمام ہو جاتی۔ اب کسی کو دوسرے کی
ماندی کے بغیر رد کر دینے کا اختیار نہیں رہا۔ ہاں اگر بیع میں عیب ہو یا بیع کو مشتری نے نہیں دیکھا تو خیار عیب و
ارویت حاصل ہوتا ہے۔ (بخاری و مسلم)

۲۔ خیار شرط۔ بالغ و مشتری کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ قطعی طور پر بیع نہ کریں۔ بلکہ عقد میں یہ شرط رکھ دیں کہ اگر منظور ہوا
بیع باقی رہے گی ورنہ نہیں اسے خیار شرط کہتے ہیں۔ طرفین کو اس کی ضرورت ہوا کرتی ہے۔ کبھی بالغ و ادا قی کی وجہ سے اپنی
یزم کاموں میں بیع دیتا ہے یا مشتری اپنی نادالی سے زیادہ میں خرید لیتا ہے۔ اس لئے دوسرے سے مشورہ کر کے صحیح رائے قائم
کرتی ہوتی ہے۔ خیار کی مدت زیادہ سے زیادہ تین دن ہے۔ اس سے کم ہو سکتی ہے زیادہ نہیں۔

اب جو مدت مقرر کی ہے اور فریقین میں سے جس نے خیار کی شرط کی ہے اسے مدت کے اندر اندر بیع کو جائز یا فسخ کرنے
اختیار ہوتا ہے اور تین دن پورے ہو گئے تو بیع کو جائز نہ کیا تو بیع فاسد ہو جاتی (در مختار عالمگیری بدایہ)
۳۔ خیار تعین۔ چند چیزوں میں سے ایک غیر معین کو خریدنا مثلاً یوں کہا کہ ان میں سے ایک خریدتا ہوں تو مشتری
میں سے جس کو چاہے متعین کر لے اس کو خیار تعین کہتے ہیں۔ اس کی مدت بھی تین دن تک ہے اور اس میں ایک شرط یہ
ہے کہ ان چیزوں میں سے صرف ایک کو خرید لے۔ یہ اختیار نہیں چھوڑے کہے میں نے سب کو خرید لیا ہے۔ دوم یہ کہ دو چیزوں سے
ب یا تین چیزوں میں سے ایک خرید لے۔ چار میں سے ایک خریدی تو صحیح نہیں۔ سوم یہ کہ بالغ کی طرف سے یہ تصریح ہو کہ
میں سے جو تو چاہے خرید لے۔ ردالمحتار

۴۔ خیار رویت۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ چیز کو بغیر دیکھے بھالے خرید لیتے ہیں اور دیکھنے کے بعد وہ چیز ناپسند ہوتی ہے۔
ی صورت میں شرع مطہر نے مشتری کو یہ اختیار دیدیا ہے کہ اگر دیکھنے کے بعد چیز کو نہ لینا چاہے تو بیع کو فسخ کر دے (نہاد الحیث
الامام الاعظم ابو حنیفہ) خیار رویت کے لئے کسی مدت کی تحدید نہیں ہے کہ اس کے گزر جانے کے بعد خیار باقی نہ رہے۔ در مختار

امام شافعی علیہ الرحمۃ و دیگر آئمہ کے ہاں۔ ایک خیار خیار مجلس بھی ہے یعنی جب فریقین نے ایجاب و قبول کر لیا تو ایجاب و
قبول کے بعد بھی دونوں کو اس وقت تک بیع کو ختم کرنے کا اختیار ہے۔ جب تک مجلس سے دونوں علیحدہ نہ ہو جائیں۔

یہاں صرف عبوری طور پر خیار کی صورتیں لکھ دی ہیں تاکہ اس موضوع کی احادیث کے معنی و مطلب سمجھنے میں قاری کو کم
سانی ہو ورنہ ان تمام قسم کے خیار کی مکمل بحث اور مسائل ان کے مقام پر انشاء اللہ وضاحت کے ساتھ بیان ہوں گے۔

خیار عیب - بیع میں عیب ہو تو اس کا ظاہر کر دینا بائع پر واجب ہے۔ چھپانا حرام و گناہ کبیرہ ہے۔ اگر بیع عیب ظاہر کئے چیز بیع کردی تو معلوم ہونے کے بعد واپس کر سکتے ہیں۔ اس کو خیار عیب کہتے ہیں۔ خیار عیب یکے پر شرط ہے۔
 ۱۔ وہ عیب عقد بیع کے وقت موجود ہو یا بعد عقد مشتری کے قبضہ سے پہلے پیدا ہو۔ لہذا مشتری کے قبضہ کے بعد جو عیب پیدا ہوا اس کی وجہ سے خیار حاصل نہ ہوگا۔ ۲۔ مشتری نے قبضہ کر لیا تو اس کے پاس بھی وہ عیب باقی رہے۔ تو اگر مشتری کے پاس وہ عیب باقی رہا تو اب خیار بھی نہیں۔ ۳۔ مشتری عقد یا قبضہ کے وقت عیب پر مطلع نہ ہو تو عیب دار جان کر لیا یا قبضہ کیا تو خیار نہ رہا۔ ۴۔ بائع نے عیب سے برأت نہ کی ہو۔ اگر اس نے کہہ دیا کہ دیکھ لو میں اس کے کسی عیب کا ذمہ دار نہیں ہوں تو اب خیار نہ رہا (عالمگیری)

بَابُ إِذَا لَوْ تَوَقَّتُ فِي الْخِيَارِ هَلْ يَجُوزُ الْبَيْعُ

باب اگر اختیار کے لئے کسی وقت کا تعین نہ کیا تو کیا بیع جائز ہو سکتا ہے؟

مطلب عنزان یہ ہے کہ بائع و مشتری نے خیار کی مدت متعین نہیں کی تو یہ بیع لازم یا جائز ہوگی۔ لازم کا مطلب یہ ہے فسخ کا اختیار نہ رہے اور جائز کا مطلب اس کی ضد ہے یعنی ناجائز۔ امام بخاری نے استعمال پر اکتفا کیا۔ جواب ذکر نہیں کیا کیونکہ اس مسئلہ میں اختلاف ہے۔ اور وہ اختلاف وہی ہے کہ احناف کے نزدیک ایجاب و قبول کے بعد بھی خیار مجلس باقی رہتا ہے۔ جیسا کہ تفصیل سے اوپر بیان کیا جا چکا ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بائع اور مشتری دونوں اختیار رہے۔ جب تک جدا نہ ہوں یا فریقین میں کوئی دوسرے کو یہ کہہ دے کہ اختیار کر لو۔ اکثر حضور نے یہ فرمایا کہ اختیار کی شرط کے ساتھ بیع ہو۔

عَنْ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 الْبَيْعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَمْ يَتَفَرَّقَا أَوْ يَقُولَا أَحَدُ
 هُمَا بِصَاحِبِهِ احْتَزَّ وَرُبَّمَا قَالَا أَوْ يَكُونُ
 بَيْعٌ خِيَارٍ -

(بخاری)

فوائد ومائل

حدیث ہذا کی عنزان سے مابست یہ ہے کہ اس میں مجر و خیار کا ذکر ہے۔ وقت و ميعاد کا ذکر نہیں ہے۔ مالک و یثرفوقاً۔ یہاں جدا ہونے سے احناف کے یہاں مراد، فریقین کا ایجاب و قبول ہے۔ لیکن شوافع اس سے خیار مجلس کا قول کرتے ہیں۔ درحقیقت ہمارے یہاں مجلس کا کوئی اختیار ہی سرے سے نہیں ابتدائاً مراد تو ہے قبول کا، ایک فریق نے جب کہہ دیا کہ میں اپنی چیز اتنی قیمت پر دیتا ہوں یا تمہاری چیز اتنی قیمت پر لیتا ہوں، اب رہ جاتا ہے سوال فریق ثانی کا کہ وہ اسے قبول کرتا ہے یا نہیں۔ اگر اس نے قبول کر لیا تو پھر مجلس کے اختیار کو باقی رکھنے کا کوئی مفہوم سمجھ میں نہیں آتا۔ البتہ احناف کے یہاں اور دوسرے اختیارات ہیں۔ مثلاً کوئی شرط لگا دی جو بیع کے خلاف نہیں تھی یا بے دیکھے کوئی چیز خرید لی تو دیکھنے کے بعد بیع کے فسخ کا اختیار ہوتا ہے۔ اسی طرح کوئی عیب نکل آیا۔ اس صورت میں بھی بیع فسخ کی جاسکتی ہے۔ جیسا کہ تفصیل سے بیان ہو چکا ہے۔

أَوْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ أَلَا - أَوْ مَعْنَى أَلَا هِيَ - مطلب یہ کہ اگر دونوں میں سے کوئی دوسرے کو ایجاب و قبول

کے بعد بھی یہ کہہ دے کہ پسند کرو اور دوسرا کہے پسند کر لی تو اب مجلس سے افتراق کے باوجود کو فریخ کرنے کا اختیار نہیں رہیگا۔
اویکون بیع خیار۔ مگر یہ کہ بیع میں اختیار کی شرط کر لی جائے تو وقت مقرر تک بیع کو فریخ کرنے کا اختیار رہے گا۔

بَابُ الْبَيْعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَوْ يَشْفَقُ عَلَيْهِ قَالَ ابْنُ عُمَرَ وَشَرِيحُ
الشَّعْبِيِّ وَطَاوُسٌ وَعَطَاءُ وَابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ

باب بائع و مشتری جب تک جُدا نہ ہو جائیں۔ انھیں اختیار باقی رہتا ہے۔ حضرت ابن عمر و شرح شعبی
طاؤس عطاء و ابن ابی ملیکہ نے بھی یہ ہی کہا۔

علیکم ابن حزام سے مروی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا۔
بائع و مشتری دونوں کو اختیار ہے۔ جب تک جُدا نہ ہوں۔
پس اگر فریقین نے سچائی اختیار کی۔ اصل حال بیان کر دیا
تو اس میں برکت ہوگی اور اگر انہوں نے کوئی بات پسپائی یا
جھوٹ بولا تو ان کی بیع سے برکت ختم کر دی جائے گی۔

حضرت عبداللہ بن عمر سے مروی ہے کہ حضور نے فرمایا
بائع و مشتری کو اس وقت تک اختیار ہے جب تک
جُدا نہ ہوں۔ مگر بیع خیاریں۔

(۱) قَالَ الْبَيْعَانِ بِالْخِيَارِ مَا يَشْفَقُ
فَإِنْ كَانَ مَدَقًا وَبَيْعًا بُورِكَ لَهُمَا فِي
بَيْعِهِمَا وَإِنْ كَذَبًا وَكُتِمَا مُحَقَّتْ بَرَكَةُ
بَيْعِهِمَا

(بخاری)

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمُبْتَاعَانِ كُلُّ وَاحِدٍ مَقْتُمًا
بِالْخِيَارِ عَلَى صَاحِبِهِ مَا لَوْ يَشْفَقُ فَإِلَّا يَبِيعُ
الْخِيَارِ۔

فوائد و مسائل (۱) ان دونوں حدیثوں کی تفسیر و ترجمانی اوپر ہو چکی ہے (۲) حضرت عبداللہ بن عمر حضرت شرح شعبی۔
طاؤس عطاء و ابن ابی ملیکہ بھی عالم تفرقا کا وہی مفہوم لیتے ہیں جو حضرت امام شافعی علیہ الرحمۃ نے
سمجھا ہے۔ حضرت شرح نے حضور کو پایا مگر ملاقات نہ ہو سکی۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دور خلافت
میں حضرت شرح کو کوڑہ کا قاضی مقرر فرمایا۔ جناب علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم نے بھی اپنے دور خلافت میں انھیں اسی
عہدہ پر بحال رکھا۔ حضرت شرح نے ساٹھ سال تک قاضی کے فرائض ادا فرمائے۔ شہرہ یاسٹھ میں آپ کا انتقال
ہوا۔ ایک سو سیس برس عمر پائی۔ تعلیق شرح کو سعید ابن منصور نے وصل کیا۔ جس کا خلاصہ یہ ہے۔ ایک آدمی نے ایک شخص
سے اس کا مکان چار ہزار میں خرید لیا۔ ایجاب و قبول کے بعد مشتری نے واپس کرنا چاہا تو بائع نے کہا۔ بیع تمام لازم ہو گئی۔
اب تم کو فریخ کا اختیار نہیں۔ یہ مقدمہ قاضی شرح کی خدمت میں پیش ہوا تو انہوں نے فرمایا۔ ہو یا الخیار ہا لم
یتفرقا۔ یعنی اسے خیار مجلس حاصل ہے۔ حضرت شعبی عامر بن شراحیل کی تعلیق کو ابن ابی شیبہ نے، حضرت طاؤس
ابن کیان الیمان کی تعلیق کو امام شافعی نے۔ حضرت عطاء ابن ابی رباح المکی و ابن ابی ملیکہ (عبداللہ) ان دونوں کی تعلیق کو
ابن ابی شیبہ نے وصل کیا۔ یہ تمام حضرات رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ خیار مجلس کے قائل تھے۔

بَابُ إِذَا خَيَّرَ أَحَدُهُمَا صَاحِبَهُ بَعْدَ الْبَيْعِ فَقَدْ وَجِبَ الْبَيْعُ

باب اگر بیع کے بعد فریقین میں سے ایک نے دوسرے کو پسند کرنے کو کہا تو بیع نافذ ہو جائیگا

عَنْ ابْنِ عَصَرَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
أَشَدُّ قَالَ إِذَا تَبَايَعَ الرَّجُلَانِ فُكِّلَ وَاحِدٌ
مِنْهُمَا بِالْخِيَارِ مَا لَوْ يَتَفَرَّقَا وَكَانَا جَمِيعًا
أَوْ يَخِيرُ أَحَدُهُمَا الْآخَرَ فِتْيَا بَعْدَ عَمَلٍ
ذَلِكَ فَقَدْ وَجِبَ الْبَيْعُ وَإِنْ تَفَرَّقَا بَعْدَ أَنْ
يَتَبَايَعَا وَلَمْ يَتَرَكَ وَاحِدٌ مِنْهُمَا الْبَيْعَ فَقَدْ
وَجِبَ الْبَيْعُ -

ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب دو شخصوں نے خرید و فروخت کی توجہ تک وہ دونوں مجدا نہ ہو جائیں۔ انہیں دینے کو فروغ کرنے کے (کا) اختیار باقی رہتا ہے۔ یعنی یہ اسی صورت میں ہے کہ دونوں ایک ہی جگہ تھے۔ لیکن اگر ایک نے دوسرے کو پسند کر لینے کے لئے کہا اور اس شرط پر بیع ہوئی تو بیع اس وقت نافذ ہو جائے گی۔ (اور پھر اس مجلس میں بھی بیع کا اختیار

نہ ہوگا)۔ اسی طرح اگر دونوں فریق بیع کے بعد ایک دوسرے سے جدا ہو گئے اور بیع سے کسی فریق نے بھی انکار نہیں کیا تو بھی بیع نافذ ہو جائے گی۔

امام نووی علیہ الرحمۃ نے فرمایا: حدیث کے لفظ أَوْ يَخِيرُ أَحَدُهُمَا کا مطلب یہ ہے کہ ایجاب و قبول کے بعد اگر فریقین میں سے کوئی دوسرے سے اسی مجلس میں یہ کہہ دے کہ اب بات ختم کرو۔ جو معاملہ ہرچاسا اس پر پھر تصدیق ثبت کر دو اور وہ اس بیع کو پسند کرے تو ایسی صورت میں بیع لازم و تمام ہو گئی اور خیار مجلس بھی ختم ہو گیا اور دوسرے نے سکوت اختیار کیا تو اس صورت میں سکت کے لئے خیار مجلس باقی رہے گا۔ امام شافعی کا بھی اس صورت میں یہی مذہب ہے۔ علامہ خطابی نے فرمایا: یہ حدیث خیار مجلس کے ثبوت کے لئے بہت ہی واضح ہے اور ظاہر حدیث کے خلاف جو تاویل کی جاتی ہے (جیسا کہ حنفی کرتے ہیں اور تفرق بالقول مراد لیتے ہیں) اس کو باطل کر رہی ہے اور حدیث کے آخر الفاظ وَإِنْ تَفَرَّقَا بَعْدَ أَنْ يَتَبَايَعَا میں تو اس امر کا بیان واضح ہے کہ تفرق بالمبدن ہی خیار مجلس کو ختم کرتا ہے اور اگر اس سے تفرق بالقول مراد لیا جائے۔ تو حدیث فائدہ سے خالی ہو جاتی ہے۔ علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے جواب میں فرمایا کہ واضح دلیل برائے خیار مجلس یہی ہے کہ جب عاقدین میں سے ایک نے ایجاب کیا تو دوسرے کو اختیار رہے۔ اگر چاہے تو قبول کر لے۔ چاہے تو رد کر دے۔ لیکن جب ایجاب و قبول طرفین نے کر لیے تو بیع تمام ہو گئی۔ اب ایجاب و قبول کے بعد خیار باقی نہیں رہتا۔ مگر یہ کہ خیار شرط یا خیاریع کی صورت ہو اور دلیل اس کی حدیث سمرہ ہے۔ جسے امام نسائی نے روایت کیا۔ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال البیعان بالخیار مالم یتفرقا و یاخذ کل واحد منهما من البیع ما ھو ھو - و یتخیران ثلاث موات - علامہ طحاوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ حدیث ہذا میں یاخذ کل واحد منهما من البیع ما ھو ھو کے الفاظ اس امر پر دلالت ہیں کہ جو خیار متبایین کو حاصل ہے وہ انعقاد بیع سے قبل ہے اور عقد اس کے اور اس کے صاحب کے درمیان اسی میں ہو گا جس سے وہ راضی ہے نہ کہ اس کے ماسوا میں کیونکہ تائید فی ہذا الباب کا بھی اس بات میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ جس اقرار کا اس حدیث میں ذکر ہے وہ بیع کے بعد بدنی اقرار ہے اور دشتری کو یہ اختیار نہیں ہے کہ وہ بیع کے جس حصہ سے راضی ہے

اس کو لے لے جو اس کو پسند نہیں اس کو چھوڑ دے بلکہ اسے تو یہ حق ہے کہ کیا تو کل کو لے لے یا کل کو چھوڑ دے — اور یہ بات اس امر پر دل ہے کہ تفرق سے تفرق بالقول ہی مراد ہے نہ کہ بالامان — نیز قرآن مجید صوفت اور کلام عرب سے اس امر کی تائید ہوتی ہے کہ تفرق سے حدیث میں تفرق بالکلام مراد لیا جائے۔

(۱) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اوھو بالحقود اور ایجاب وقبول (ایک نے کہا بیچ دوسرے نے کہا خریدی) عقد ہی ہے۔ لہذا عقد کو قائم رکھنے کا حکم قرآن نے دیا۔ اگر یہ کہا جائے عقد تو انہوں نے کر لیا لیکن جب تک مجلس سے جدا نہ ہوں۔ بیع کامل نہیں ہے۔ فریقین کو بیع کو فسخ کرنے کا اختیار ہے تو یہ بات اور بالحقود کے خلاف ہی ہے۔

(۲) قرآن مجید میں فرمایا۔ ایک دوسرے کا مال باطل طریقہ سے نہ کھاؤ۔ الا ان تھكون تجارة ان تراض منھن۔ مگر یہ کہ دونوں کی مرضی سے تجارت ہو تو جب ایجاب وقبول ہو گیا تو اس پر تجارت ان تراض صادق آگیا۔ اور قرآن نے بیع خارج مجلس پر تجارت کو موقوف نہیں کیا جیسا کہ جناب امام شافعی فرماتے ہیں۔

(۳) قرآن مجید میں فرمایا۔ واشھدوا۔ اذا تبايعتم۔ جب آپس میں بیع کر دو گواہ بناؤ تا کہ بیع مضبوط ہو جائے۔ اور دوسرا بیع کا انکار نہ کر سکے۔ تو اگر ایجاب وقبول کے بعد بھی بیع خارج مجلس پر بیع کو موقوف رکھا جائے اور یہ کہا جائے کہ جب تک فریقین میں کوئی۔ مجلس سے جدا نہ ہو بیع کامل و مکمل نہ ہوگی تو پھر گراہوں کا فائدہ ہی کیا؟ اس لیے تفرق سے تفرق بالقول مراد لینا صحیح و موافق ہے یعنی جب بائع و مشتری نے مجلس میں ایجاب وقبول کر لیا اور اس کلام سے فارغ ہو گئے تو اب کسی کو بیع فسخ کرنے کا اختیار نہیں ہے۔ اب تو بیع بائع کی ملک سے خارج ہو گئی اور مشتری کی ملک میں آگئی۔

(۴) یہ کہ اگر تفرق سے تفرق بالامان مراد لیا جائے تو یہ جہول ہے۔ اس کی غایت معروف نہیں۔ نہ وقت معلوم ہے۔ (حضرت سیدنا امام مالک کے ارشاد میں لہذا الحدیث حد معروف کا یہی مطلب ہے) تو ایسی صورت میں یہ بیع۔ بیع منابذہ و ملاصرہ کے مشابہ ہو جائے گی اور بیع منابذہ و ملاصرہ ناجائز ہے۔ لہذا حدیث میں مالم یفترقا سے تفرق بالاقول مراد لینا ہی اولیٰ و اقویٰ ہے۔ یہاں شوافع علیہم الرحمہ کی طرف سے یہ اعتراض کیا جاتا ہے۔ اگر تفرق سے تفرق بالاقول مراد لیا جائے۔ جیسا کہ حنفی کہتے ہیں تو اس سے محال لازم آتا ہے اور وہ یوں کہ تفرق عرض ہے۔ جو ہر کے ساتھ قائم رہتا ہے اور حنفی تفرق کو کلام کے ساتھ قائم کر رہے ہیں۔ تو قیام عرض مالم یفترقا جو اتفاق اجماع متکلمین المذہب محال ہے۔ جواب یہ ہے بات تو ٹھیک ہے مگر کلام عرب اور خود قرآن مجید میں بھی تفرق کی نسبت غیر اعیان کی طرف شائع و زائع ہے تو استعمال کی کثرت کی وجہ یہ بمنزہ حقیقت کے ہو گیا۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا (۱) ما تفرق الذین اوتوا الکتاب (۲) لانفرق بین احدھن و سلسلہ (۳) ان تفرقا یعنی اللہ کلام من فضله — پہلی دونوں آیتوں میں تفرق سے تفرق اعتقاد و مراد ہے۔ تیسری آیت میں تفرق بالکلام مراد ہے۔ اسی طرح حضور مرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تفرق امتی الخ یا حضور نے فرمایا۔ افتتحت بنی اسرائیل علی ثنتین و سبعین (فتح القدر وغیرہ)

اِذَا كَانَ الْبَائِعُ بِالْخِيَارِ هَلْ يَجُوزُ الْبَيْعُ

باب اگر رائے کے لیے اختیار باقی رکھا گیا تو کس بیع نافذ ہوگی؟

عَنْ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْبَيْعَانِ بِالْخِيَارِ مَا لَوْ يَتَفَرَّقَا قَالَ هَمَّا ثُمَّ وَجَدْتُ فِي كِتَابِي يَحْتَاوُ ثَلَاثَ مَذَاهِبٍ فَإِنْ صَدَقَا وَبَيَّنَّا بُورِكَ لَهُمَا فَإِنْ بَيَّعَهُمَا وَإِنْ كَذَبَا وَكَلَّمَا فَعُصِيَ أَثَرُ بَرِّ بَحَارٍ مُجَاوٍ يُمَحِّمَانِ كَمَا بَيَّعَهُمَا (بخاری)

حضرت حکیم بن حزام سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بایع و مشتری دونوں کو اختیار ہے جب تک جُدا نہ ہوں۔ حضرت ہمام کہتے ہیں۔ میں نے اپنی کتاب جس میں شیوخ سے سنی ہوئی احادیث وہ نقل کرتے تھے کہ اگر کوئی شخص مجلس میں تین بار اپنی پسندیدگی کا اظہار کر دے تو مجلس مذکورہ کا اختیار جاتا رہے گا۔ پھر اگر وہ دونوں بیچ و خرید میں عجیب ہو تو اس کو بیان کر دینا کی بیع میں برکت ہوگی۔ مگر ان کی بیع کی برکت نہ ہوگی۔

حضرت ابن عمر سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی بھی خریدنے والے میں اس وقت تک بیع نہیں ہوتی جب تک وہ جُدا نہ ہو جائیں۔ مگر بیع خیار (یعنی وہ بیع جس میں اختیار کی شرط لگا دی گئی ہو)۔

ان احادیث پر اوپر تفصیل کے ساتھ گفتگو ہو چکی ہے۔ مطلب عنوان یہ ہے کہ اگر بایع کے لئے خیار ہو تو ایسی صورت میں کیا بیع لازم و جائز ہوگی۔ امام بخاری علیہ الرحمہ نے جواب دیکر کیا اور حدیث کے الفاظ لَا بَيْعَ بَيْنَهُمَا پر اکتفا کیا۔ حدیث کے اس جملہ کا مطلب یہ ہے۔ بایع و مشتری میں اس وقت تک بیع نہیں ہوتی۔ جب تک وہ جُدا نہ ہو جائیں۔ یعنی ایجاب و قبول مکمل نہ کر لیں۔ البتہ وہ بیع جس میں اختیار کی شرط لگا دی گئی ہے۔ تو وہ اس سے مستثنیٰ ہے۔ اختیار کی شرط کی صورت میں مدت مقررہ تک بیع کو فسخ کرنے یا جائز کر دینے کا اختیار رہے گا۔

بَابُ إِذَا اشْتَرَى شَيْئًا فَوَهَبَ مِنْ سَاعَتِهِ قَبْلَ أَنْ يَتَفَرَّقَا وَلَمْ يُشْكِرِ الْبَائِعُ عَلَى الْمُسْتَرَى أَوْ اشْتَرَى عَبْدًا فَأَعْتَقَهُ

باب ایک شخص نے کوئی چیز خریدی اور جُدا ہونے سے پہلے ہبہ کر دی اور بایع نے اس پر اعتراض بھی نہ کیا یا غلام خریدے اور اسے بایع کی موجودگی میں ہی آزاد کر دیا۔

اس عنوان سے واضح ہوتا ہے کہ امام بخاری کے مسلک میں شوافع سے زیادہ ترجیح ہے۔ شوافع کے ہاں خیار مجلس کو ختم کرنے کی دو ہی صورتیں ہیں یا فریقین ایک دوسرے سے جُدا ہو جائیں یا پسند کر لینے کی آفری بات کر لیں۔ ان کے

ہاں خیابار مجلس کے ختم ہونے کی تیسری کوئی صورت نہیں۔ کیونکہ خیابار شرط کا معاملہ تو پہلے ہی نص سے مستثنیٰ ہے۔ امام بخاری نے خیابار مجلس کو ختم کرنے کی تیسری صورت بھی اختیار فرمائی اور وہ یہ ہے۔ بالغ کی موجودگی میں مشتری نے اپنی خریدی ہوئی چیز میں تصرف کیا اور بالغ نے اس پر اعتراض بھی نہ کیا اور وہ یہ ہے کہ خریدی ہوئی چیز بہ کردی یا غلام تھا آزاد کر دیا تو اس سے خیابار مجلس جاتا رہے گا۔

طاؤس نے اس شخص کے متعلق کہا جو (فریق ثانی کی) رضامندی کے بعد کوئی سامان اس سے خریدے اور پھر اسے بیچ دے کہ یہ بیع نافذ ہو جائے گی اور اس کے نفع کا بھی وہی مستحق ہوگا۔ اس تعلیق کو سعید ابن منصور نے وصل کیا ہے مفہوم تعلیق واضح ہے۔

حضرت ابن عمر فرماتے ہیں کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے۔ میں عمر رضی اللہ عنہ کے ایک نئے اور سرکش اونٹ پر بیٹھ ہوا تھا۔ اکثر وہ مجھے مغلوب کر کے سب سے آگے نکل جاتا لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسے ڈانٹ کر پیچھے دبا رہے تھے۔ ہر ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ یہ اونٹ تمہارے دو عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ یہ سن کر اللہ ہی کا ہے۔ لیکن آپ نے فرمایا کہ نہیں، مجھے یہ اونٹ بیچ دو۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ اونٹ بیچ دیا۔ اس کے بعد حضور نے فرمایا۔

قَالَ طَاوُسٌ فِيمَنْ يَشْتَرِي السَّلْعَةَ عَلَى الرِّضَا ثُمَّ بَاعَهَا وَجَبَتْ لَهُ وَالرِّبْحُ لَهُ۔

عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ فَكُنْتُ عَلَى بَكْرٍ صَغِيرٍ لِعُمَرَ فَكَانَ يُنَلِّبُنِي فَيَقْدِمُ أَمَامَ الْقَوْمِ فَيَنْجِرُهُ عُمَرُ وَيُرِّدُهُ ثُمَّ يَقْدِمُ فَيَنْجِرُهُ عُمَرُ وَيُرِّدُهُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعُمَرَ بَعْنِيهِ قَالَ هُوَ لَكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ بَعْنِيهِ فَبَا عَنَّا مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ لَكَ يَا عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ تَصْنَعُ بِهِ مَا شِئْتَ (بخاری)

عبد اللہ بن عمر! اب یہ اونٹ تمہارا ہو گیا جس طرح چاہو اسے استعمال کرو۔

(۱) بکر جو ان اونٹ کو کہتے ہیں۔ صعب کے معنی مشکل ہیں حاصل معنی یہ ہیں وہ اونٹ بہت تیز دوڑتا (۲) صحابہ کرام حضور کی تعظیم و توقیر کا اس درجہ خیال رکھتے تھے کہ اپنی سواری کو بھی حضور کی سواری کے آگے نہ ہونے دیتے تھے (۳) سواری کے جانور کو زور و تویخ جائز ہے نہ کہ وہ سواری کی حسب مشاغل چلے (۴) اس حدیث سے واضح ہوا کہ بیع میں تصرف جائز ہے۔ اگرچہ اس کی قیمت ابھی بالغ کو ادا نہ کی ہو۔ امام محمد علیہ الرحمہ نے اس حدیث سے یہ استدلال فرمایا کہ اگر بیع کو قبل القبض ہیہ کر دیا یا صدقہ و خیرات کر دیا یا بالغ کے علاوہ کسی اور کے پاس رہن رکھ دیا تو یہ جائز ہے۔ وہوا الاصح خلافا لابی یوسف۔

نافذہ واضح ہو کہ ان دونوں تعلیقات اور حدیث سے آفتاب نمبر ۱ کی طرح واضح ہو گیا کہ بیع ایجاب و قبول سے لازم و جائز ہو جاتی ہے۔ یعنی تفرق بالکلام سے بیع پوری ہو جاتی ہے۔ دیکھئے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹ

غریب نے کے فوراً بعد اسی ساعت میں قبل تفرق بالابدان وہ اونٹ حضرت ابن عمر کو بہہ فرمایا۔ تو اگر وہ اونٹ حضور کی ملک میں نہ آیا تھا اور بیع تام نہ ہوئی تھی تو حضور اس کو بہہ کیسے فرما سکتے تھے۔ معلوم ہوا کہ بیع صرف ایجاب و قبول سے لازم و مکمل و جائز ہو جاتی ہے۔ فافهم۔

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ يَغْتُ مِنْ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ
عُمَانٌ مَالًا بِالْوَادِي بِمَالٍ لَدَى بَخْيَبَرٍ فَلَمَّا
تَبَايَعْنَا رَجَعْتُ عَلَى عَيْتِي حَتَّى خَضِرْتُ
مِنْ مَبِيتِهِ خَشْيَةً أَنْ يُؤَادَّ فِي الْبَيْعِ وَكَانَتْ
السَّنَةُ أَنْ الْمُتَبَايَعِينَ بِالْخِيَارِ حَتَّى يَتَفَرَّقَا
قَالَ عَبْدُ اللَّهِ فَلَمَّا وَجِبَ بَيْعِي وَبَيْعُهُ زَايَتْ
إِنِّي قَدْ عَيْتُهُ بِأَنِّي سَقَيْتُهُ إِلَى أَذْنِ ثَمُودَ
بِثَلَاثِ لِيَالٍ وَسَاقَيْتُهُ إِلَى الْمَدِينَةِ بِثَلَاثِ
لِيَالٍ (بخاری)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے
امیر المؤمنین عثمان رضی اللہ عنہ کو اپنی وادی قریٰ کی زمین ان
کی خیمہ کی زمین کے بدلہ میں بیچی تھی۔ پھر جب ہم نے بیع کرلی۔
تو میں اُٹھے پاؤں ان کے گھر سے، اس خیال سے باہر نکل
آیا کہ کہیں وہ بیع فسخ نہ کر دیں۔ کیونکہ اس وقت طریقہ یہ
تھا کہ بیچنے اور خریدنے والے کو (بیع فسخ کرنے کا) اختیار اس
وقت تک ہوتا تھا۔ جب تک وہ ایک دوسرے سے جدا
نہ ہو جاتے۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب ہماری
غریبہ و فروخت پوری ہوگئی اور میں نے غور کیا تو معلوم ہوا کہ

عثمان رضی اللہ عنہ نقصان میں رہے۔ کیونکہ (اس تبادلہ کے نتیجے میں، میں نے ان کی سابقہ زمین سے) انہیں تین دن کی
مسافت پر ارض ثمود کی طرف کر دیا تھا اور انھوں نے مجھے (میری مسافت کم کر کے) مدینہ سے تین رات کی مسافت لاکھوڑا تھا۔

قائد و مسائل

مَالًا بِالْوَادِي مَالٍ سے مراد زمین ہے۔ بالوادی میں اگر مال عمارت ہو۔ تو وادی معهود
مراد ہوگی۔ یہ بھی کہا گیا ہے وادی القریٰ اعمال المدینہ سے تھی۔ بخیبہ ایک مقام ہے

مدینہ سے شمال و مشرق کی طرف۔ چھوڑ چھوڑ پر اور یہود کے لعنت میں خیمہ کے معنی قلعہ کے ہیں۔ (۲) حضرت ابن عمر زمین کی
فروخت کے بعد فوراً مجلس سے علیحدہ ہو گئے تاکہ حضرت عثمان غنی بیع فسخ نہ کر سکیں اور انھیں اختیار مجلس نہ حاصل
ہو۔ لیکن کانت السنۃ کا لفظ یہ بتا رہا ہے۔ تفق بالبدن کا رواج اول دور میں تھا۔ کیونکہ وہ زمانہ خلق و مرد
کے کمال کا زمانہ تھا اور حضرت ابن عمر نے جس وقت یہ بیع کی تھی اس زمانہ میں تفرق بالابدان متروک ہو چکا تھا۔ جناب
ابن عمر سنن و مستحبات پر بھی سختی سے عمل فرماتے تھے۔ اس لئے انہوں نے تفرق بالبدن پر عمل کیا۔ چنانچہ ابن عمر نے
کہا کہ عبد الملک نے یہ تصریح کی ہے کہ بعض روایات میں کانت السنۃ یوہیئہ کے الفاظ آتے ہیں اور اگر
تفرق بالابدان بیع کے لازم و تمام ہونے کے لئے ایک ضروری و لازمی چیز ہوتی تو آپ کانت السنۃ کے الفاظ نہ
بولتے۔ نیز ابن رشد نے ذکر کیا ہے۔ ان عثمان قال لابن عمر یست السنۃ بافتراق الابدان فتد
انتسخ ذالک۔ خلاصہ یہ کہ اس حدیث سے بھی یہ بات واضح ہوگئی کہ بیع ایجاب و قبول کے بعد تمام و لازم ہوجانا
ہے۔ غراہ فریقین مجلس میں رہیں یا جدا ہو جائیں۔ (۲) اس حدیث سے یہ بھی واضح ہوا کہ زمین کے عوض زمین فروخت
کرنا جائز ہے۔

بَابُ مَا يَكْرَهُ مِنَ الْخِدَاجِ فِي الْبَيْعِ

باب خرید و فروخت میں دھوکہ دینا ممنوع ہے

مطلب عنوان یہ ہے کہ بیع و شرع میں دھوکہ و فریب ناجائز ہے۔ مگر اس کے باوجود بیع درست ہے۔ البتہ غبن فاحش کی صورت میں بیع کو رد کر سکتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور ایک شخص نے عرض کیا۔ وہ اکثر خرید و فروخت میں دھوکہ کھا جاتا ہے۔ حضور نے فرمایا تم کسی چیز کی خرید و فروخت کیا کرو تو یوں کہہ دیا کرو کہ دھوکہ کوئی نہ ہو۔

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَشْرًا يَجْتَنِعُ فِي الْبَيْعِ فَقَالَ إِذَا بَايَعْتَ فَقُلْ لَا خِلَافَةَ (بخاری)

قواعد و مسائل

رجلا سے مراد حضرت حبان بن منقذ صحابی انصاری مازنی مراد ہیں۔ یہ حضور کے ساتھ اُحد اور اس کے بعد کے معرکوں میں شریک ہوئے۔ ہمدانہ کسی معرکہ میں ان کے سر پر پتھر سے چوٹ آئی۔ جس کی وجہ سے ان کی زبان میں گنت اور عقل و شہر میں کمی آگئی تھی۔ جناب عثمان غنی کے دور خلافت میں ان کا وصال ہوا۔ انہوں نے بارگاہ نبوت میں عرض کی تھی کہ میں عوام بیع و شرا میں دھوکہ کھا جاتا ہوں۔ حضور نے فرمایا۔ تم بیع و شرا کے وقت یہ کہہ دیا کرو۔ لَا خِلَافَةَ دھوکہ نہ ہو۔ خِلَافہ کے معنی دھوکہ کے ہیں۔ بعض علماء کے نزدیک اس جملہ سے خیار شرط مراد ہے۔ یعنی ان الفاظ کے کہہ دینے سے خیار حاصل ہو جاتا ہے کہ اگر انہیں کوئی نقصان کی بات نظر آئے تو بیع کو فسخ کر سکتے ہیں۔ واضح ہو کہ کوئی چیز غبن فاحش کے ساتھ خریدی جائے تو اگر غبن کے ساتھ دھوکہ بھی ہے تو واپس کر سکتے ہیں۔ ورنہ نہیں۔ غبن فاحش کا مطلب یہ ہے کہ اتنا ٹوٹا ہو جو مقومین کے اندازہ سے باہر ہو۔ مثلاً دس کی چیز خریدی تو کوئی اس کی قیمت پانچ بتاتا ہے اور کوئی چھ۔ تو یہ غبن فاحش ہے۔ کبھی بائع مشتری کو دھوکہ دیتا ہے۔ پانچ کی چیز دس میں فروخت کرتا ہے۔ کبھی مشتری بائع کو دھوکہ دیتا ہے کہ دس کی چیز پانچ میں خرید لیتا ہے اور کبھی دلال دھوکہ دیتا ہے۔ ان تینوں صورتوں میں جس کو غبن فاحش کے ساتھ نقصان پہنچا ہے۔ بیع کو فسخ کر سکتا ہے (۲) مدت خیار میں تعدد کا اختلاف ہے۔ ابن ابی لیلیٰ، حسن بن صالح، امام ابو یوسف، محمد، احمد، اسحاق، ابو ثور، داؤد ابن المنذر کہتے ہیں۔ بیع میں خیار شرط جائز ہے اور شرط لازم ہے اس مدت پر جو ٹھہری ہے۔ لیث کا قول یہ ہے کہ خیار تین دن تک ہوگا۔ عبید اللہ بن حسن۔ مجھے خیار طویل پسند نہیں۔ البتہ مشتری کے لئے خیار کی مدت وہ ہوگی جس کو بائع منظور کرے۔ ابن شبرمر اور ثوری کا نظریہ یہ ہے۔ ایسی بیع جائز ہی نہیں ہے۔ جس میں بائع یا مشتری یا دونوں کے لیے خیار کی شرط کی جائے۔ سفیان کہتے ہیں۔ اس صورت میں بیع فاسد ہے البتہ مشتری کو دس دن تک خیار رہتا ہے۔ حضرت امام مالک فرماتے ہیں۔ اگر کچھ خریدنا ہے تو اس میں ایک دن یا دو دن کا خیار ہوگا۔ لونڈی خریدی ہے تو پانچ دن اور جانور میں ایک دن کا خیار ہوگا تاکہ اس پر سوار ہو کر دیکھ لے۔ اگر مکان خریدنا ہے تو اس میں ایک ماہ کا خیار ہوگا تاکہ ماہرین سے مشورہ کر سکے اور یہ کہ خیار بائع و مشتری یا دونوں کے لئے مشروع ہے۔ اور اسی کا ارشاد ہے کہ جائز یہ ہے کہ ایک ماہ یا

اس سے زیادہ کی شرط کرے۔ اور سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ، امام شافعی و زفر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کا مذہب یہ ہے کہ بیس تین دن کا خیاب شرط جائز ہے۔ اس سے زیادہ کا جائز نہیں۔ اگر تین دن سے زیادہ کی شرط کر لی تو بیس فاسد ہے۔ دلیل ان کے متعدد احادیث ہیں جن میں ثلاث لیل (۱۱ بجہ)۔ انت بالخیار ثلاثاً (رواہ البخاری فی تاریخہ) الخیار ثلاثۃ ایام (عبدالرزاق فی مشق)۔ الخیار ثلاثۃ ایام (دارقطنی)۔ ان احادیث سے واضح ہوا کہ خیاب کی مدت تین دن ہے اس سے زیادہ نہیں۔

بَابُ مَا ذَكَرَ فِي الْأَسْوَاقِ

باب بازاروں کے ذکر میں

وَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ لَمَّا قَدِمْنَا الْمَدِينَةَ قُلْتُ هَلْ مِنْ سُوقٍ فِيهَا تَحَارَةٌ قَالَ سُوقٌ قَيْتَقَاعٌ وَقَالَ أَسْنُ قَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ دَلُّوْنِي عَلَى السُّوقِ۔
وَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْهَافِي الصَّفْقُ بِالْأَسْوَاقِ۔

حضرت عبدالرحمن بن عوف نے کہا۔ جب ہم مدینہ آئے تو میں نے کہا۔ یہاں بازار ہے جہاں تجارت ہوتی ہو۔ تو بولے بازار قیتقاع ہے۔ حضرت انس نے کہا کہ عبدالرحمن نے کہا۔ مجھے بازار کا راستہ بتاؤ۔ حضرت عمر نے فرمایا۔ مجھے بازار کی خرید و فروخت نے غافل رکھا۔

عمران سے مناسب سوق بنی قیتقاع کے لفظ ہیں۔ یہ حدیث انس کا ایک ٹکڑا ہے۔ جسے امام بخاری نے موصولاً کتاب البیوع کے اول میں ذکر کیا ہے جس پر بحث ہو چکی ہے (۲۷) ابن بطال نے کہا۔ بازاروں کے ذکر سے یہ بتانا مقصود ہے کہ بازار میں تجارت مباح ہے اور یہ کہ بازار میں نیک صالح لوگ خرید و فروخت کے لئے جاسکتے ہیں۔ حدیث احمد و بزار و حاکم کا مضمون یہ ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ احب البقاع الی اللہ تعالیٰ المساجد و البغض البقاع الی اللہ تعالیٰ الاسواق
اس حدیث کے ظاہر سے یہ بات پیدا ہوتی ہے کہ جب بازار اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ ناپسندیدہ ہیں تو ایسی جگہ اشرف و فضلاء و علماء اور صالح افراد کو نہیں جانا چاہیئے۔

تو بات یہ ہے۔ بازار کو ناپسندیدہ اس بنا پر کہا گیا ہے کہ وہاں عموماً فسق و فجور اور عین دین میں دھوکہ و فریب کا بازار گرم ہوتا ہے۔ نہ اس لئے کہ وہ زمین ہی مغرض ہے۔ لہذا ضرورت کے وقت وہاں جانا یا دانات و امانت کے ساتھ وہاں خرید و فروخت کرنا جائز و مباح ہے۔ اور ظاہر ہے کہ جب آدمی خرید و فروخت میں مشغول ہوتا ہے تو پھر اس کی قلبی کیفیت وہ نہیں ہوتی جو مسجد میں ہوتی ہے۔ مسجد میں ذکر الہی، عبادت و ریاضت کی بنا پر بندہ اپنے رب کے قریب ہوتا ہے۔ اسی کیفیت کو جناب فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے الہافی الصفق بالاسواق سے یہاں فرمایا ہے۔ امام بخاری علیہ الرحمہ نے اس تعلق کو باب البیوع فی المتحارۃ کتاب البیوع میں وصل کیا ہے۔

عَنْ نَافِعِ بْنِ جُبَيْرٍ بْنِ مَطْعَمٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ
حَضْرَتُ عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا لَمَّا بَيَّنَّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْزُوا
جَيْشُ نَ الْكُفَّةِ فَإِذَا كَانُوا بِمَيْدَانِ الْأَرْضِ
يُخَسَفُ بَأْوَالُهُمْ قَالَتْ قُلْتُ يَا
رَسُولَ اللَّهِ كَيْفَ يُخَسَفُ بَأْوَالُهُمْ وَأَخْوَهُمْ
وَفِيهِمْ أَسْوَأُ أَهْلُهَا وَمَنْ لَيْسَ مِنْهُمْ قَالَ يُخَسَفُ
بَأْوَالُهُمْ وَأَخْرَجَهُمْ ثُمَّ يُبْعَثُونَ عَلَى نِيَابَتِهِمْ
فَمَا كَرَاهٍ، شروع سے آخر تک دھنسا دیا جائیگا۔ پھر اپنی نیتوں کے مطابق ان کا حشر ہوگا۔

علیہ وسلم نے فرمایا، ایک لشکر کعبہ پر فوج کشی کرے گا۔
جب وہ مقام بیدار پر پہنچے گا تو انہیں شروع سے آخر تک
زمین میں دھنسا دیا جائے گا۔ عاشرہ رضی اللہ عنہا نے بیان
کیا کہ میں نے کہا، یا رسول اللہ! شروع سے آخر تک کیونکر
دھنسا دیا جائے گا۔ جب کہ وہیں بازار بھی ہوں گے اور وہ
وہ لوگ بھی جو ان شکریوں میں سے نہیں ہوں گے؟ آپ نے

فوائد ومسائل

عزیزان کے مناسب اس حدیث کے الفاظ وفیہم اسواقہم ہیں۔ ربیبنا مکہ و
مدینہ کے درمیان ایک خاص مقام کا نام ہے۔ جناب عاشرہ کے سوال کا مقصد یہ تھا۔ جو لوگ کعبہ
پر چڑھائی کی نیت سے آئیں گے۔ وہ تو عزم تھے مگر باقی لوگ جو بازار میں خرید و فروخت کرنے والے اور دوسرے وہ لوگ جو اس
گردہ میں شامل نہ تھے۔ ان کو کیوں دھنسا دیا جائیگا۔ حضور نے فرمایا اول و آخر سب کو دھنسا دیا جائیگا۔ مطلب جواب یہ ہے کہ
جب سیلاب آتا ہے تو اچھے اور بُرے کی تفریق کے بغیر سب کو اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے؟ البتہ ان کا حشر ان کی نیتوں کے
مطابق ہوگا۔ معلوم ہوا کہ اعمال کا مدار نیت پر ہے۔ ظالم فاسق و فاجر کی مصاحبت سے بچنا چاہیے۔ نہ معلوم کتنا جہول کی وجہ
سے کب ان پر عذاب آجائے اور اس کی لپیٹ میں نیک و صالح بھی آجائیں۔ بہر حال اللہ تعالیٰ سے ہر آن ڈرنا چاہیے۔
اس کی حکمتیں وہی جانتا ہے۔ عاجزی انکاری ہی اللہ تعالیٰ کو پسند ہے۔ اپنے نیک اعمال پر مغرور و تکبر نہیں کرنا چاہیے۔
وہ قادر و قدیر خدا ہے۔ جو چاہتا کرتا ہے۔ اس کے چاہنے میں کوئی رکاوٹ نہیں ڈال سکتا۔

اس حدیث سے یہ بھی واضح ہے کہ کعبہ شریف کی بے حرمتی کرنا عذاب الہی کو دعوت دینا ہے۔ کعبہ کی تعظیم و توقیر
واجب و لازم ہے۔ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت مبارک سے قبل اگر تبرہ نے اپنے لشکر تجار اور سفید ہاتھیوں کی مدد سے
کعبہ مقدسہ کی بے حرمتی کی نیت سے مکہ پر چڑھائی کی تھی۔ لیکن عذاب الہی کی گرفت میں آکر تباہ و برباد ہو گیا۔ اللہ عز و جل نے
ابابیلین بھیجیں جو سرور کی دال کے برابر تین نکلے یا لائیں اور لشکر ابرہہ کو تہ و بالا کر گئیں۔ قرآن نے اسی واقعہ کے متعلق فرمایا۔
الم توكيف فعل ربك باصحاب الفيل الخ اس لیے آج اسلام دشمن طاقتیں خصوصاً یہود مقامات مقدسہ کی
بے حرمتی اور ان پر قبضہ کے خواب دیکھ رہے ہیں۔ انشاء اللہ غائب و حاضر و نامراد ہی رہیں گے اور اللہ تعالیٰ کے عذاب
سے بچ نہ سکیں گے۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا، جماعت کے ساتھ کسی کی نماز بازار میں یا اپنے گھر
میں (تہنام) نماز پڑھنے سے تقریباً بیس گنا بڑھ کر ہے۔
(ثواب کے اعتبار سے)۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب ایک

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
أَجِدُ كُفْرًا فِي جَمَاعَةٍ تَرِيدُ
عَلَى صَلَواتِهِمْ فِي صَلَواتِهِمْ وَبَيْنَهُمْ بَضَاعًا وَعَشْرِينَ
دَرَجَةً وَذَلِكَ بِأَنَّهُ إِذَا تَوَصَّاهُ فَأَحْسَنَ التَّوَصُّوٰةَ

شَرَّ أَقَامِ السَّجْدَ لَا يُرِيدُ إِلَّا الصَّلَاةَ لَا يُرِيدُ إِلَّا الصَّلَاةَ لَمْ يَخْطُ خُطْوَةً إِلَّا رَفَعَ بِهَا ذَرْجَةً أَوْ حُطَّتْ عَنْهُ بِهَا خَطِيئَةٌ وَاللَّيْلَةُ تَصَلِّيَ عَلَى أَحَدِكُمْ مَا دَامَ فِي مَضَلَّةِ الذِّئْبِ يُصَلِّيَ فِيهِ اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَيْهِ اللَّهُمَّ ارْحَمْهُ مَا لَوْ يُحْدِثُ فِيهِ مَا لَمْ يُؤْذِ فِيهِ وَقَالَ أَحَدُكُمْ فِي صَلَاةٍ مَا كَانَتْ الصَّلَاةُ تَخْفِضُهُ

شخص وضو کرتا ہے، اس کے تمام حُسن و آداب کی رعایت کے ساتھ اور پھر مسجد میں صرف نماز کے ارادہ سے آتا ہے نماز کے سوا اور کوئی چیز اسے مسجد لے جانے کا باعث نہیں بنتی تو جو بھی قدم وہ اٹھاتا ہے۔ اس سے ایک درجہ اس کا بلند ہوتا ہے یا اس کی وجہ سے ایک گناہ اس کا حاف ہوتا ہے۔ جب تک ایک شخص اپنے اس مصلیٰ پر بیٹھا رہتا ہے جس پر اس نے نماز پڑھی تھی تو ملائکہ برابر اس کے لئے رحمت کی دعا کرتے رہتے ہیں۔ "اے اللہ اس پر اپنی رحمتیں نازل کر، اے اللہ اس پر رحم فرما۔" یہ اس وقت تک ہوتا رہتا ہے۔ جب تک وہ وضو توڑ کر فرشتوں کو تکلیف نہ پہنچائے۔ جتنی دیر تک بھی آدمی نماز کی وجہ سے رُکھا رہتا ہے وہ سب نماز ہی میں شمار ہوتا ہے۔

قواعد و مسائل

اس حدیث کو امام نے باب فضل الجماعة اور باب الحديث فی الجُمُعہ وغیرہ میں ذکر کیا ہے۔ دیکھو فیوض الباری ج ۲ ص ۱۸۱ عنان سے مناسب فی سوقہ کے لفظ ہیں۔ یہ حدیث اپنے مفہوم میں واضح ہے اگرچہ نماز ہر جگہ پڑھی جاسکتی ہے تاہم مسجد میں نماز پڑھنے کا بہت ثواب ہے (۲) مصلیٰ سے بعض نے مسجد میں جس جگہ نماز پڑھی ہے وہ مراد لیا ہے۔ بہر حال آدمی جب تک مسجد میں نماز کے انتظار میں رہتا ہے تو یہ سارا وقت عبادت ہی میں شمار ہوتا ہے اور ملائکہ رحمت با وضو شخص کے لئے نزول رحمت کی دعائیں کرتے رہتے ہیں۔

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي السُّوقِ فَقَالَ رَجُلٌ يَا أَبَا الْقَاسِمِ فَأَلْتَفَتَ إِلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنَّمَا دَعَوْتُ هَذَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمِعُوا بِأَمْرِي وَلَا تَكُنُوا بِكُنْيَتِي (بخاری)

انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ بازار میں تھے کہ ایک شخص نے کہا، یا ابا القاسم! نبی کریم اس کی طرف متوجہ ہو گئے کہیونکہ آپ کی کنیت بھی ابوالقاسم ہی تھی، اس پر اس شخص نے کہا کہ میں نے تو اس کو بلایا تھا (ایک دوسرے شخص کو جو ابوالقاسم ہی کی کنیت رکھتا تھا) آنحضرت نے فرمایا کہ تم لوگ مجھے میرا نام لے کر پکارا کرو، کنیت سے نہ پکارا کرو (کیونکہ آپ اپنے اسم مبارک میں منفرد تھے لیکن کنیت بہت سے لوگوں کی ابوالقاسم تھی)۔

عَنْ أَنَسٍ دَعَا رَجُلٌ بِالْبَقِيعِ يَا أَبَا الْقَاسِمِ فَأَلْتَفَتَ إِلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَسْمَا غَيْرُكَ قَالَ سَمِعُوا بِأَمْرِي وَلَا تَكُنْ بِكُنْيَتِي (بخاری)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے بقیع میں (جب کہ آنحضرت بھی وہیں موجود تھے) کسی کو پکارا۔ "اے ابوالقاسم! حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہو گئے تو اس شخص نے کہا کہ میں نے آپ کو

نہیں پکارا تھا۔ آنحضرت نے اس کے بعد فرمایا کہ میرا نام لے کر پکارا کرو۔ کنیت سے نہ پکارا کرو۔

فوائد و مسائل | پہل حدیث میں فی السوق کے الفاظ عثمان کے مطابق ہیں۔ دوسری میں عثمان کے مطابق کوئی لفظ نہیں ہے۔ علامہ طحاوی علیہ الرحمہ نے فرمایا۔ حضرت محمد بن حنفیہ، امام مالک امام احمد

اور حمزہ کا مذہب یہ ہے کہ حضور کے نام و کنیت دونوں کو اختیار کرنا جائز ہے۔ یہ حضرات فرماتے ہیں۔ ممانعت کی حدیث میں ممانعت یا تو منسوخ ہے یا کراہت سے کراہت تشریحی مراد ہے یا پھر ممانعت حضور کی ظاہری حیات کے ساتھ خاص تھی۔ وصال کے بعد نہیں۔ امام طحاوی نے فرمایا۔ صحابہ کرام کی ایک جماعت کے نام محمد اور کنیت ابراہیم تھی۔ جیسے محمد بن طلحہ، محمد بن اشعث، محمد بن ابی حذیفہ۔ امام بدر عینی فرماتے ہیں۔ یہی تھے اپنی سن میں متعدد ایسے اشخاص کا ذکر کیا ہے جن کی کنیت ابراہیم اور نام محمد ہے۔ جیسے محمد بن جعفر بن ابی طالب، محمد بن سعید بن ابی وقاص، محمد بن حاطب، محمد المنتشر اور محمد بن سید بن ابراہیم تھی امام شافعی اور اہل ظاہر و ظاہر حدیث کو سند بنانے مطلقاً ممانعت کا قول کرتے ہیں۔ (کنز الدہبیہ) علامہ کرمی کا ارشاد یہ ہے۔ سمو باسمی میں امر واجب کے لیے ہے اور لا تکنوا نہی تحریم کے لئے ہے۔

حضرت ابو ہریرہ دوسری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دن کے ایک حصہ میں تشریف لے چلے، نہ آپ نے مجھ سے کوئی بات کہی اور نہ میں نے آپ سے، اسی طرح آپ بنی قینقاع کے بازار میں آئے۔ پھر واپس ہوئے اور فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر کے سامنے جلوہ فرما ہوئے اور فرمایا۔ چھوٹا بچہ (حسن) کہاں ہے۔ حضرت فاطمہ کسی مشغولیت کی وجہ سے فوراً آپ کی خدمت میں نہ آسکیں۔ میں نے خیال کیا۔ ممکن ہے حسن کو گرتا پسنا رہی ہوں یا ہٹا رہی ہوں۔ کچھ دیر بعد حسن دوڑے ہوئے آئے حضور نے انہیں سینے سے لگایا۔ پیار کیا اور فرمایا۔ اے اللہ اے محبوب رکھ اور اس کو بھی محبوب رکھ جو اس سے محبت رکھتا ہے۔ سفیان نے کہا۔ حمید اللہ کہتے ہیں کہ ہم نے نافع بن جبیر کو ایک رکعت وتر پڑھتے دیکھا۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ الدَّوْسِيِّ قَالَ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي طَائِفَةٍ لَمْ يَكُنْ فِيهَا أَحَدٌ مِنْ أَهْلِ بَيْتِهِ وَلَا أَكْلُهُمْ حَتَّى أَتَى سَوْقَ بَنِي قَيْنَقَاعَ فَجَلَسَ بِنَاءَ بَيْتٍ فَاطِمَةَ فَقَالَ أَتَمُّ لَكُمْ فَحْبَسُهُ شَيْئًا فَظَنَنْتُ أَنَّهَا تَلْسُهُ سِخَابًا أَوْ تُعَسِّلُهُ فُجَاءَ كَيْشْدٌ حَتَّى عَانَقَهُ وَقَبَّلَهُ وَقَالَ اللَّهُمَّ أَحْبِبْهُ وَأَحِبَّ مَنْ يُحِبُّهُ قَالَ سَفْيَانُ قَالَ عُبَيْدُ اللَّهِ أَحْبَبَنِي أَسْتُرَ رَأْيَ نَاجِعِ أَمْرٍ جُبَيْرُ بْنُ نَفْعٍ بِرُكْعَةٍ (بخاری)

فوائد و مسائل | (۱) عثمان کے مطابق سوق بنی قینقاع کے لفظ ہیں۔ امام بخاری نے اس حدیث کو باب وضع المساء فی الخلاء اور لباس میں بھی ذکر کیا ہے۔ سلم نے فضائل میں۔ نسائی نے مناقب

حضرت مل فرماتے ہیں۔ میں نے مجھوڑی عورت کی۔ اگر میرے فرزند تولد ہوا تو اس کا نام آپ کے نام پر اور اس کی کنیت آپ کی کنیت رکھ لوں۔ حضور نے فرمایا۔ قال نعم (طحاوی) مان اجازت ہے۔

میں اور ابن ماجہ نے سنہ میں ذکر کیا ہے (۲) لایکلمنی۔ جب حضور مر اقبالہ الہی میں مشغول ہوں یا خاموش تو صحابہ کرام کا طریقہ یہ ہی تھا کہ حضور سے گفتگو میں ابتداء نہیں کرتے تھے۔ جناب ابوہریرہ تعظیم و توقیر کی بنا پر خاموش رہے اور حضور مر اقبالہ الہی میں تھے (۳) اشعر لکح کے الفاظ سے حضور نے حضرت حسن یا حسین علیہم السلام کو یاد فرمایا تھا۔ لکح کے معنی صغیر کے ہیں۔ سب خباب چھوٹے ہار کہتے ہیں۔ جس میں چاندی سونا کے دانے نہ ہوں یا مزیں کے ہار کو کہتے ہیں۔ معافقہ، مصافحہ اور ماتھے کو چرنا جاتر ہے۔ حضرت فاروق اعظم، شعبی، ابو عبدہ، لائق بن حمید، عمرو بن میمون، اسود بن ہلال، امام ابو یوسف امام مالک ایک مرد کے ساتھ معافقہ کو جاتر کو جاتر قرار دیتے ہیں۔ امام محمدادی نے فرمایا۔ ایک جماعت صحابہ کی معافقہ کرتی تھی۔ کیونکہ نبی کی حدیث سے اباحت کی حدیثیں متاخر ہیں۔ صاحب ہدایہ نے تحریر فرمایا ہے۔ معافقہ اس صورت میں ہے جب کہ ایک ہی کپڑے میں معافقہ کریں۔ اگر معافقہ جبہ یا قمیص پہنے ہو تو اس میں حرج نہیں (۴) اس حدیث سے واضح ہوا۔ اپنے بیٹے یا پوتے یا نواسے کا ازراہ شفقت و محبت بوس لینا، معافقہ کرنا جاتر ہے (۵) جامع صغیر میں ابواللیث فہرہ فرماتے ہیں۔

بوسہ پانچ قسم پر ہے۔ بوسہ تحت جیسے ایک مسلمان دوسرے مسلمان کے ہاتھ کو بوسہ دے۔ بوسہ شفقت جیسے بیٹے کا اپنے والد کا بوسہ لینا۔ بوسہ رحمت جیسے باپ، دادا، نانا وغیرہ کا اپنے بیٹے پوتے نواسے کا منہ چوم لینا۔ بوسہ شہوہ جیسے میاں بھری کا آپس میں بوس و کنار ہونا۔ بوسہ مودت جیسے بھائی کا بہن کو پیار کرنا۔ بوسہ دیانت جیسے حجر اسود کو چرنا۔ بوسہ برکت حضور کے نام اقدس کو کس کر انگور ٹھے انگوروں سے لگا کر چرنا۔ یہ سب جاتر و مباح ہیں۔ وقد وثت احادیث و آثار کثیرۃ فی جواز التقبیل ولكن محل ذلك اذا كان علی وجه المبرۃ والا کوام واما اذا کان علی وجه الشہوة فلا يجوز الا فی حق الزوجین (عینی ج ۱۱ ص ۲۴)

واضح ہو۔ بوسہ شہوت صرف میاں بھری کے درمیان جاتر ہے اور کسی کے لئے نہیں۔ نیز جاز اور چیز ہے۔ اپنے ملک کے رسم و رواج کا خیال رکھنا بھی ضروری ہے۔ نوجوان بھائی اگر بہن کا شفقت اور محبت کی بنا پر نیک نیتی کے ساتھ بوسہ لے تو جاتر ہے مگر ہمارے معاشرہ میں اس کا رواج نہیں ہے۔ اس لئے بچنا بہتر ہے۔ اسی طرح قریب البلوغ خولہ بورت بچہ کا رحمت و شفقت کی بنا پر بوسہ لینا جاتر ہے مگر بچنا بہت ضروری ہے کہ بلا وجہ بدگمانیاں پیدا ہوں گی یا پیدا کی جاتیں گی۔ اس لئے جو چیز جاتر ہے۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ اس جاتر چیز پر عمل بھی کیا جائے۔ عرب میں آج بھی ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا ہاتھ چرنا ہے۔ یہ ان کی تہذیب ہے۔ ہمارے ہاں اس کا رواج نہیں۔

مسئلہ تقبیل ابامین | حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پاک کے سننے پر آنکھ کھٹھوں کو آنکھوں سے لگانا چرنا جاتر اور باعث برکت و موجب رحمت ہے۔ چچہ لگ بدعت وغیرہ کافرئی دیتے ہیں۔ یہ ان کی بیجا زیادتی

۱۰ قال صاحب الہدایہ الخلاف فی المعافقہ فی ازار واحد اما اذا کان علی المعافقہ قیص او جبة لا باس بالاتفاق عینی ج ۱۱ ص ۲۴

اور سختی ہے کیونکہ کسی عمل کو بدعت یا حرام و ممنوع قرار دینے کے لیے بہر حال دلیل شرعی کی ضرورت ہے۔ بلا دلیل شرعی کسی بھی بات کو بدعت یا ممنوع قرار دے دینا نہ صرف یہ کہ شریعت پر افتراء بلکہ گناہ عظیم ہے۔ ہمارے فقہاء احناف نے تقبیل ابہامین کو جائز و مستحب بلکہ سنت ٹک قرار دیا ہے۔ دیگر ائمہ اسلام بھی جواز و استحباب کے قائل ہیں۔ چنانچہ علامہ اسفغلیلی رحمہ اللہ علیہ تفسیر روح البیان میں فرماتے ہیں۔

تقصص الانبیاء وغیرہ کتب میں ہے کہ جب حضرت آدم کو جنت میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات کا شتیاق ہوا تو اللہ تعالیٰ نے اُن کی طرف وحی بھیجی کہ وہ تمہارے صلب سے آخر زمانے میں ظہور فرمائیں گے تو حضرت آدم نے آپ کی ملاقات کا سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کے گلے کی انجلی میں نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم چمکایا تو اس نور نے اللہ کی تسبیح پڑھی، اسی واسطے اس انجلی کا نام گلے کی انجلی ہوا۔ جیسا کہ روض العائق میں ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کے جمال محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت آدم کے دونوں انگوٹھوں کے ناخنوں میں مثل آئینہ ظاہر فرمایا تو حضرت آدم نے اپنے انگوٹھوں کے ناخنوں کو چوم کر آنکھوں پر پھیرا۔ پس یہ سنت ان کی اولاد میں جاری ہوئی۔ پھر جب جبریل امین نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر دی تو آپ نے فرمایا۔ جو شخص اذان میں میرا نام سُنے اور اپنے انگوٹھوں کے ناخنوں کو چوم کر آنکھوں سے لگائے وہ کبھی اندھا نہ ہوگا۔

(روح البیان ص ۶۴۹)

محیط میں لایا ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لائے اور ایک ستون کے قریب بیٹھ گئے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی آپ کے برابر بیٹھ گئے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اُٹھ کر اذان دینا شروع کی جب انھوں نے اشدھان محمد رسول اللہ کہا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے دونوں انگوٹھوں کے ناخنوں

وَفِي قِصَصِ الْأَنْبِيَاءِ وَغَيْرِهَا أَنَّ أَدَمَ عَلَيْهِ السَّلَامَ اشْتَقَّ إِلَى لِقَاءِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ كَانَ فِي الْجَنَّةِ فَأَوْحَى اللَّهُ تَعَالَى إِلَيْهِ هُوَ مِنْ مَلَكِهِ وَيُظَاهَرُ فِي أَخْبَارِ الثَّمَانِ فَسَأَلَ لِقَاءَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ كَانَ فِي الْجَنَّةِ فَأَوْحَى اللَّهُ تَعَالَى إِلَيْهِ فَجَعَلَ اللَّهُ الشَّوَرُ الْمُحَمَّدِيَّ فِي أَصْبَعِهِ الْمُسَبَّحَةِ مِنْ يَدِهِ الْيُمْنَى فَسَبَّحَ ذَلِكَ الشَّوَرُ فَلِذَا لَكَ سَمِيَتْ ذَلِكَ الْأَصْبَعُ مُسَبَّحَةً كَمَا فِي الرَّوْضِ الْمُنَابِقِ وَ أَظْهَرَ اللَّهُ تَعَالَى جَمَالَ حَبِيبِهِ فِي صِفَاءِ ظَفَرِي ابْنَاهُمَا مِثْلَ الْمِرْآةِ فَقَبَّلَ أَدَمُ ظَفَرِي ابْنَاهُمَا مِثْلَ مَسْحٍ عَلَى عَيْنَيْهِ فَصَارَ أَصْلًا لَذَرِّيَّتِهِ فَلَمَّا أَحَبَّ جِبْرِيلُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَهْدَ الْقَضَةِ سَأَلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَنْ سَمِعَ أَمْرِي فِي الْأَذَانِ فَقَبَّلَ ظَفَرِي ابْنَاهُمَا مِثْلَ مَسْحٍ عَلَى عَيْنَيْهِ لَمْ يَفِرْ أَبَدًا

در محیط آورده کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم مسجد در آمد و نزدیک ستون شیشہ و صدیق رضی اللہ عنہ در برابر آن حضرت نشستہ بود بلال رضی اللہ عنہ برخواست و باذان اشتغال فرمود۔ چون گفت اشدھان محمد رسول اللہ ابوبکر رضی اللہ عنہ ہر دو ناخن ابہامین خود را بر ہر دو چشم خود نہادہ گفت خُزْةٌ عَيْنِي بِكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ

چوں بلال رضی اللہ عنہ فارغ شد حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمودہ کیا ابابکر ہر کہ بکند چنین کہ تو کردی خدا کے پیام زد گناہان جدید و قدیم اور اگر بکند بودہ باشد اگر بخطار۔

(۳) حضرت شیخ امام ابو طالب محمد بن علی الکی رفع اللہ درجہ در قوت الغلوب روایت کردہ از ابن عیینہ رحمہ اللہ کہ حضرت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام مسجد درآمد و بہرہ محرم و بعد از آن نماز جمعہ اور فرمودہ بود نزد یک اسطوانہ قرار گزوت و ابوبکر رضی اللہ عنہ، نظر ابابکر بن چشم خود را مسح کرد و گفت قرۃ عینی بک یا رسول اللہ و چوں بلال رضی اللہ عنہ از اذان فریختی روئے نمود حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمود کہ اسے ابابکر ہر کہ گوید آچہ تو گفتی از روئے شوق بقائے من و کینہ آچہ تو کردی خدا کے در گزارد گناہان ویرا انچہ باشد نو کہ نہ خطا و عمد و نہاں و آشکارا۔
(تفسیر روح البیان ص ۲۳)

کہ اپنی دونوں آنکھوں پر رکھا اور کہا۔ قرۃ عینی بک یا رسول اللہ۔ جب حضرت بلال اذان دے چکے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اسے ابوبکر جو شخص ایسا کرے جیسا کہ تم نے کیا ہے۔ خدا تعالیٰ اس کے تمام گناہوں کو بخش دیگا۔ اور حضرت شیخ امام ابو طالب محمد بن علی الکی اللہ ان کے درجات بلند کرے۔ اپنی کتاب قوت الغلوب میں ابن عیینہ سے روایت فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز جمعہ ادا کرنے کے لئے محرم کی دسویں تاریخ کو مسجد میں تشریف لائے اور ایک ستون کے قریب بیٹھ گئے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے (اذان میں حضور کا نام سن کر) اپنے دونوں آنکھوں کے ناخنوں کو اپنی آنکھوں پر پھیرا اور کہا قرۃ عینی بک یا رسول اللہ۔ جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ اذان سے فارغ ہو گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے ابوبکر جو شخص تمہاری طرح میرا نام سن کر آنکھوں پر پھیرے اور جو تم نے کہا وہ کہے خدا تبارک و تعالیٰ اس کے تمام گناہوں پر اُٹائے، ظاہر و باطن گناہوں سے درگزر فرمائے گا۔

(۴) علامہ امام شمس الدین سخاوی رحمۃ اللہ علیہ دہلی کے حوالہ سے نقل فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جب مَرَدَن کو اشد ان محمد رسول اللہ کہتے سنا تو یہ ہی کہا اور اپنی انگشتان شہادت کے پورے جانب نیوں سے چوم کر آنکھوں سے لگائے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص میرے اس دورے دوست کی طرح کرے گا۔ میری شفاعت اس کے لئے حلال ہو گئی۔

(۵) یہی امام سخاوی حضرت البراء العباسی احمد بن ابی بکر الرادایمائی کی کتاب مَوْجِبَاتِ الرَّحْمَةِ وَعِزَّتِ الْمَغْفِرَةِ سے نقل فرماتے ہیں کہ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا۔ مَنْ قَالَ حِينَ يَسْمَعُ الْمَوْدُونَ يَقُولُ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا أَرْسَلَهُ اللَّهُ قَالَ هَذَا وَقَبْلَ بَاطِنِ الْأُمَلَّتَيْنِ السَّابِقَيْنِ وَمَسَحَ عَلَى عَيْنَيْهِ فَقَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ فَعَلَ مِثْلَ مَا فَعَلَ خَلِيلِي فَقَدْ حَلَّتْ لَهُ شَفَاعَتِي۔

(المقاصد الحسنی فی الاحادیث الدائرة علی السنۃ)

(۵) یہی امام سخاوی حضرت البراء العباسی احمد بن ابی بکر الرادایمائی کی کتاب مَوْجِبَاتِ الرَّحْمَةِ وَعِزَّتِ الْمَغْفِرَةِ سے نقل فرماتے ہیں کہ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا۔ مَنْ قَالَ حِينَ يَسْمَعُ الْمَوْدُونَ يَقُولُ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا أَرْسَلَهُ اللَّهُ قَالَ هَذَا وَمِنْ حَبِيبِي وَفَقَرَةٍ

پھر دونوں انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر رکھے۔ اس کی آنکھیں کبھی نہ دکھیں گی۔

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
ثَوْرٌ يَقْبَلُ ابْنَهَا مِنْهُ وَيَجْعَلُهَا عَلَى عَيْنَيْهِ
لَعَزِيزٌ مُدَّ أَبَدًا (المقاصد الحسنة)

(۶) یہی امام سخاوی فقیہ محمد سعید غولانی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں کہ سیدنا حضرت امام حسن علیہ السلام نے فرمایا جو شخص موزن سے اشہدان محمد رسول اللہ سن کر کہے۔
مرحبا بجمی ذقہ عینی محمد بن عبد اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پھر
دونوں انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر رکھے وہ کبھی اندھانہ نہ ہوگا۔
اور نہ اس کی آنکھیں کبھی دکھیں گی۔
(المقاصد الحسنة)

مَنْ قَالَ حَتَّى يَسْمَعَ التَّؤْدِينَ يَقُولُ أَشْهَدُ
أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ مَرَّجًا بِحَدِيثِي وَ
ذَقَّةِ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ وَيَقْبَلُ ابْنَهَا مِنْهُ وَيَجْعَلُهَا
عَلَى عَيْنَيْهِ لَعَزِيزٌ مُدَّ أَبَدًا

(۷) یہی امام سخاوی شمس الدین امام محمد بن صالح مدنی کی تاریخ سے نقل فرماتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا۔ میں نے
حضرت مجدد مصری کو جو کالمین صالحین میں سے تھے فرماتے سنا کہ

جو شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر پال اذان میں
سن کر درود بھیجے اور کلمہ کی انگلیاں اور انگوٹھے ملا کر ان
کو بوسہ دے اور آنکھوں پر پھیرے اس کی آنکھیں کبھی
نہ دکھیں گی۔

مَنْ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سَمِعَ
ذِكْرَهُ فِي الْأَذَانِ وَجَعَلَ إصْبَعَيْهِ الْمُسْتَحَقَّةِ
وَالْإِبْهَامَ وَقَبَّلَهُمَا وَمَسَحَ بِهِمَا عَلَى
عَيْنَيْهِ لَعَزِيزٌ مُدَّ أَبَدًا

(۸) یہی امام سخاوی ان ہی امام محمد بن صالح کی تاریخ سے نقل فرماتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا عراق کے بہت
سے مشائخ سے مروی ہے کہ جب انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر پھیرے تو یہ درود شریف پڑھے۔ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْكَ يَا
سَيِّدِي يَا رَسُولَ اللَّهِ يَا حَبِيبَ قَلْبِي يَا ثَوْرَ بَصَرِي يَا قُرَّةَ عَيْنِي۔ انشاء اللہ کبھی آنکھیں نہ دکھیں
گی اور یہ مجرب ہے۔ اس کے بعد امام مذکور فرماتے ہیں کہ جب سے میں نے یہ مشاہدہ یہ مبارک عمل کرتا ہوں۔ آج
مک میری آنکھیں نہ دکھی ہیں اور نہ انشاء اللہ دکھیں گی۔ (المقاصد الحسنة)

(۹) یہی امام سخاوی امام طاہری سے نقل فرماتے ہیں کہ انھوں نے شمس الدین محمد بن ابی نصر بخاری خواجہ حدیث
سے یہ حدیث مبارک سنی فرمایا۔

جو شخص موزن سے کلمہ شہادت سن کر آنکھوں کے
ناخن چمے اور آنکھوں پر پھیرے اور یہ پڑھے اللَّهُمَّ
احْفَظْ حَدَقَتِي وَثَوْرَ هَمَايُنِي
حَدَقَتِي مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ وَثَوْرُ هَمَا۔ وہ کبھی اندھانہ نہ ہوگا۔

مَنْ قَبَّلَ عِنْدَ سَمَاعِهِ مِنَ التَّؤْدِينَ كَلِمَةً
شَهَادَةٍ ظَفَرِي ابْنَهَا مِنْهُ وَهَسَهَا عَلَى
عَيْنَيْهِ وَقَالَ عِنْدَ الْمَسْ اللَّهُمَّ احْفَظْ
حَدَقَتِي وَثَوْرَهَا بِبَرَكَاتِهِ حَدَقَتِي
مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ

نُورِهِمَا لَعَلَّ يُعْجَبَ - (القاصد المحسن)

(۱۰) شرح نقایہ میں ہے۔

وَأَعْلَمُ أَنَّكَ يَسْتَحِبُّ أَنْ يُقَالَ عِنْدَ مِمَّا
الْأُولَى مِنَ الشَّهَادَةِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ
اللَّهِ وَعِنْدَ الشَّانِيَةِ مِنْهَا قَرَّةٌ عَيْنِي بِكَ يَا
رَسُولَ اللَّهِ ثُمَّ يُقَالَ اللَّهُمَّ مَتَّعْنِي بِالسَّمْعِ وَ
الْبَصَرِ وَصَحِّ ظَفَرِي إِلَّا بِهَا مِنْ عِلْمِ
الْعَالَمِينَ فَإِنَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكُونُ
لَهُ قَابِلٌ إِلَى الْجَنَّةِ

جان لو کہ بیشک اذان کی پہلی شہادت کے سننے پر صلی اللہ
علیک یا رسول اللہ اور دوسری شہادت کے سننے پر
قرۃ عینی بک یا رسول اللہ کہنا مستحب ہے۔ پھر اپنے
انگوٹھوں کے ناخن (چوم کر) اپنی آنکھوں پر رکھے اور کہے
اللَّهُمَّ مَتَّعْنِي بِالسَّمْعِ وَالْبَصَرِ وَصَحِّ ظَفَرِي
علیہ وسلم ایسا کرنے والے کو اپنے پیچھے جہنم میں
لے جائیں گے۔

(۱۱) علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ رد المحتار شرح درمختار میں یہی عبارت نقل کر کے فرماتے۔ کذا فی کنز العباد
قہستانی و بخوہ فی الفتاوی الصوفیہ و فی کتاب المفردوس من قَبْلِ ظَفَرِي اِنْهَا مَيْلُهُ عِنْدَ سَمَاعِ
اَشْهَدُ اَنْ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللَّهِ فِي الْاَذَانِ اَنَا قَابِلُهُ وَمُدْخِلُهُ فِي صُفُوفِ الْجَنَّةِ وَتَسَامُهُ
فِي حَوَاشِي الْجَنَّةِ (رد المحتار شرح درمختار ص ۳۱۶)

ایسا ہی کنز العباد امام قہستانی میں اور اسی کی مثل فتاوی صوفیہ میں ہے اور کتاب المفردوس میں ہے کہ جو شخص
اذان میں شہدان محمد رسول اللہ سن کر اپنے انگوٹھوں کے ناخنوں کو چومے (اس کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان
ہے کہ) میں اس کا قافلوں کا اور اس کو جنت کی صفوں میں داخل کروں گا۔ اس کی پوری بحث بحر الرائق کے حواشی میں
ہیں ہے۔

(۱۲) رئیس الفقہاء المحنفیہ علامہ طحاوی رحمۃ اللہ علیہ شرح مراتی الفلاح میں یہی عبارت اور دیلمی کی حضرت ابو بکر ص
رضی اللہ عنہ والی مرفوع حدیث نقل کر کے فرماتے ہیں۔

وَكَذَا رَوَاهُ عَنْ الْخَضِرِ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَ
يَعْمَلُهُ فِي الْفَضَائِلِ -

(الطحاوی علی مراتی الفلاح ص ۳۱۶)

(۱۳) علامہ امام قہستانی شرح الکبیر میں کنز العباد سے نقل فرماتے ہیں۔

أَعْلَمُ أَنَّكَ يَسْتَحِبُّ عِنْدَ سَمَاعِ الْأُولَى مِنَ
الشَّهَادَةِ الشَّانِيَةِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ
اللَّهِ وَعِنْدَ سَمَاعِ الشَّانِيَةِ قَرَّةٌ عَيْنِي بِكَ يَا
رَسُولَ اللَّهِ ثُمَّ يُقَالَ اللَّهُمَّ مَتَّعْنِي بِالسَّمْعِ وَ

جان لو بلاشبہ اذان کی پہلی شہادت کے سننے پر قرۃ عینی
بک یا رسول اللہ کہنا مستحب ہے۔ پھر اپنے انگوٹھوں کے
ناخن (چوم کر) اپنی آنکھوں پر رکھے اور کہے اللَّهُمَّ
بِالسَّمْعِ وَالْبَصَرِ وَصَحِّ ظَفَرِي

کو اپنے پیچھے پیچھے جنت میں لے جائیں گے۔

وَالْبَصْرَ بَعْدَ وَضْعِ ظَفَرِ الْإِبْهَامَيْنِ
عَلَى الْعَيْنَيْنِ فَإِنَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يَكُونُ قَائِمًا إِلَى الْجَنَّةِ (تفسير البيان)

(۱۴) شافعی مذہب کی مشہور کتاب "اعانتہ الطالبین علی حل الفاظ فتح المعین" کے ص ۲۴
اور مالکی مذہب کی مشہور کتاب۔

(۱۵) "کفایتہ الطالب الربانی لرسالة ابن ابی زید القیروانی" کے ص ۱۶۹ پر ہے کہ جب اذان
میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام پک سنے تو درود شریف پڑھے۔

شَرَّفَ قَبْلَ الْإِبْهَامَيْنِ وَيَجْعَلُهُمَا عَلَى
عَيْنَيْهِ لَمْ يُعْمِرْ وَلَمْ يَمُذَّ أَبَدًا

(۱۶) شیخ الشیخ، رئیس المحققین، سید العلماء، الحنفیہ بکۃ المکرّم مولانا جمال بن عبد اللہ بن عمر کی رحمۃ اللہ علیہ
اپنے فتاویٰ میں فرماتے ہیں کہ

مجھ سے سوال ہوا کہ اذان میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے
اسم مبارک کے ذکر کے وقت انگوٹھے چومنا اور آنکھوں
پر رکھنا جائز ہے یا نہیں؟ میں نے ان نفلوں سے
جواب دیا کہ ہاں اذان میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم
کا نام مبارک سن کر انگوٹھے چومنا اور آنکھوں پر رکھنا
جائز بلکہ مستحب ہے۔ ہمارے مشائخ مذہب نے
اس کے مستحب ہونے کی تصریح فرمائی ہے۔

سُئِلَتْ عَنْ تَقْبِيلِ الْإِبْهَامَيْنِ وَوَضْعِهِمَا عَلَى
الْعَيْنَيْنِ عِنْدَ ذِكْرِ اسْمِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فِي الْأَذَانِ هَلْ هُوَ جَائِزٌ أَمْ لَا أَجَبْتُ بِمَا كُنْتُ
لَعَمْرُ تَقْبِيلِ الْإِبْهَامَيْنِ وَوَضْعَهُمَا عَلَى
الْعَيْنَيْنِ عِنْدَ ذِكْرِ اسْمِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فِي الْأَذَانِ جَائِزٌ بَلْ هُوَ مُسْتَحَبٌّ
صَحَّحَ بِهِ مَشَائِخُنَا۔ (ذمیر العین فی حکم تقبیل الإبهامین)

(۱۷) شیخ العالم المفسر العلامة نور الدین الخراسانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک
اذان میں سن کر انگوٹھے چوما کرتا تھا۔ پھر چھوڑ دیا تو میری آنکھیں بیمار ہو گئیں۔

تو میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔
فرمایا تو نے اذان کے وقت انگوٹھے چوم کر آنکھوں سے
لگانا کیوں چھوڑ دیا؟ اگر تو چاہتا ہے کہ تیری آنکھیں درست
ہو جائیں تو وہ عمل پھر شروع کر دے۔ پس میں بیدار ہوا
اور یہ عمل شروع کر دیا تو میری آنکھیں درست ہو گئیں۔
اور اس کے بعد اب تک وہ مرض نہیں اٹھا۔

كَرَأَيْتَهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِمَّا فَعَّلَ
لَمْ تَرَ كُنْتُ مَسْحَ عَيْنَيْكَ عِنْدَ الْأَذَانِ إِنْ
أَرَدْتَ أَنْ تَبْرَأَ عَيْنَاكَ فَعُدْ إِلَى الْمَسْحِ
فَأَسْتَبْقِظُ وَمَسَحْتُ فَتَبَرَّئْتُ وَلَمْ يَكُنْ فِي
مَوْضِعِهِمَا إِلَى الْآذَانِ (نتیجہ اسلام فی تقبیل الإبهامین
فی الافامہ ص ۷۷)

(۱۸) حضرت وہب بن منہر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اسرائیل میں ایک شخص تھا جس نے دو سو برس

اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں گزارے تھے۔ جب وہ مر گیا تو لوگوں نے اس کو مزید (جہاں نجاست وغیرہ ڈالی جاتی ہے) میں پھینک دیا تو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو وحی کی کہ اس کو وہاں سے اٹھاؤ اور اس پر نماز پڑھو۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا اے میرے پروردگار! بنی اسرائیل اس کے نافرمان ہونے کی شہادت دیتے ہیں۔ ارشاد ہوا یہ ٹھیک ہے۔

مگر اس کی عادت تھی کہ جب وہ توراہ کھولتا اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پاک کو دیکھتا تو اس نام کو چوم کر آنکھوں سے لگا لیتا اور رو دو بھیجتا۔ پس میں نے اس کا یہ حق مانا اور اس کے گناہوں کو بخش دیا اور ستر خورین اس کے نکاح میں دیں۔

إِلَّا اِسْمًا كَانَ كَلِمًا فَتَشَرُّ الشُّرُوءَ وَظَنُّ
إِلَى اِسْمِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَهُ
وَوَضَعَهُ عَلَى عَيْنَيْهِ وَصَلَّى عَلَيْهِ فَشَكَرْتُ
ذَلِكَ لَهُ وَعَقَرْتُ ذُنُوبَهُ وَذَوَّجْتُهُ
سَبْعِينَ حُورًا (حلیۃ الاولیاء ابو نعیم ص ۴۳) وسیرۃ
حلیۃ ص ۴

(۱۹) سید العارفین حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ مفتوی شریف میں فرماتے ہیں۔

بودرد انجیل نام مصطفیٰ آل سرغیبداں بحر صفت

انجیل میں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک درج تھا۔ وہ مصطفیٰ جو پیغمبروں کے سردار اور بحر صفا ہیں۔

بود ذکر حلیہ حب و شکل او بود ذکر عذ و صوم و اکل او

نیز آپ کے اوصاف جمائیے، شکل و شمائل، جہاد کرنے، روزہ رکھنے اور کھانے پینے کا حال بھی درج تھا۔

طلعت نصرانیان ہر ثواب چوں رسیدے ہاں نام و خطا

بور داندے ہاں نام شریف رو نہا دندے ہاں وصفت لطیف

عیسائیوں کی ایک جماعت جب اس نام پاک اور خطاب مبارک پر پہنچی تو وہ لوگ بغرض ثواب اس نام شریف کو بوسہ دیتے اور اس ذکر مبارک پر بطور تعظیم منہ رکھ دیتے۔

نسل ایشان نیز ہم لب یارشد نور احمد ناصر آمد یارشد

(اس تعظیم کی بدولت، ان کی نسل بہت بڑھ گئی اور حضرت احمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نور مبارک (ہر محلے میں) ان کا مددگار اور ساتھی بن گیا۔

واں گردہ دیگر از نصرانیان نام احمد داشتند مستہاں

اور ان نصرانیوں کا وہ دوسرا گردہ احمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نام مبارک کی بے قدری کیا کرتا تھا۔

مستہاں خوار گشتند آں خرقہ گشتہ محروم از خود و شرب و طریق

وہ لوگ ذلیل و خوار ہو گئے اپنی ہستی سے بھی محروم ہو گئے (کہ قتل کئے گئے) اور مذہب سے بھی محروم ہو

یعنی عقائد خراب ہو گئے۔

نام احمد چوں چنین یاری کند تا که نورش چوں مدوکاری کند
 جب حضرت احمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک ایسی مدد کرتا ہے تو خیال کرو کہ آپ کا نور پاک کس قدر مدد کر سکتا ہے۔
 نام احمد چوں حصار سے شد حصین تا چہ باشد ذات آں روح الامین
 جب حضرت احمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک ہی حفاظت کے لئے مقبوض قلعہ ہے تو اس روح الامین صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک کیسی ہوگی۔
 (مشنوی شریف دفتر اول)

ایک شبہ کا ازالہ | بعض لوگوں کی طرف سے یہ کہا جاتا ہے کہ اس نوع کی تمام احادیث صحیح مرفوع نہیں ہیں۔ محدثین نے ان احادیث کے متعلق تصریح کی ہے کہ لایصح فی المرفوع — لہذا احادیث ضعیفہ سے استدلال درست نہیں ہے۔ جواب یہ ہے کہ محدثین کرام کا کسی حدیث کے متعلق فرمانا کہ صحیح نہیں اس کے معنی نہیں ہوتے کہ غلط و باطل ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ یہ صحت کے اس علی درجہ کو نہ پہنچی جسے محدثین اپنی اصلاح میں درجہ صحت کہتے ہیں۔

یاد رکھیے! اصطلاح محدثین میں حدیث کا سب سے اعلیٰ درجہ صحیح اور سب سے بدرجہ موضوع ہے اور وسط میں بہت سے اقسام ہیں جو درجہ بدرجہ مرتب ہیں۔ صحیح کے بعد حسن کا درجہ ہے۔ لہذا نفی صحت نفی حسن کو مستلزم نہیں۔ بلکہ اگر ضعیف بھی ہو تو فضائل اعمال میں حدیث ضعیف بالاجماع مقبول ہے اور ان احادیث کے متعلق محدثین کا (لایصح فی المرفوع) یعنی یہ تمام احادیث حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک مرفوع ہو کر صحیح ثابت نہیں ہوتیں۔ فرمانا ثابت کرتا ہے کہ یہ احادیث موقوف صحیح ہیں (۲۰) چنانچہ علامہ امام ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

قُلْتُ وَإِذَا شَبَّتْ رُفْعُهُ إِلَى الصَّحِيحِ فَقَدْ بَيَّنَّ اللَّهُ
 عَنْهُ فَيَكْفِي لِلْعَمَلِ بِهِ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ
 وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ بَسْمَلَتِي وَسُنَّتِي الْخُلَفَاءُ الرَّاشِدُونَ
 (موضوعات کبیرہ ص ۶۲)

میں کہتا ہوں کہ جب اس حدیث کا رفع حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، تک ثابت ہے تو عمل کے لیے کافی ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ میں تم پر لازم کرتا ہوں اپنی سنت اور اپنے خلفاء راشدین کی سنت۔

واضح ہوا کہ حدیث موقوف صحیح ہے۔ کیونکہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، تک اس کا رفع ثابت ہے اور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، کی سنت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ نیز مخالفین کے سردار مولوی غلیل احمد انبیطوی مولوی رشید احمد گنگوہی لکھتے ہیں۔ جس کے جواز کی دلیل قرون ثلاثہ میں ہو خواہ وہ جزیرہ وجود خارجی ان قرون میں ہو یا نہ ہو اور خواہ اس کی مجلس کا وجود خارج میں ہو یا نہ ہو اور وہ سب سنت ہے (براہین قاطعہ ص ۲۵) پس گفتگو ہی صاحب کے بیان کردہ ضابطہ کی روشنی میں بھی نام اقدس سن کر انگوٹھے چومنا سنت قرار پاتا ہے۔ کیونکہ علی قاری علیہ الرحمۃ نے تصریح کی ہے۔ قرون ثلاثہ میں اس کی اصل متحقق ہے۔ لہذا اتقبیل ابہا میں کونا جائز و بدعت قرار دینا درست نہیں۔

۱۔ معارف سفیہ قدس سرہ ہے۔ باطلات مسیہ کے نزدیک جائز و مباح ہے۔ بلکہ کار ثواب
 مصباح و معالہ | طبرانی نے اوسط میں حضرت حذیفہ ابن الیمان سے روایت کی کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا۔ جب مومن مومن سے ملتا ہے اور سلام کرتا ہے اور مصافحہ کرتا ہے تو دونوں کی خطائیں
واحد بیدہ مصافحہ تناثرات خطایا
ہما کما یقتاثر ورق الشجرة

حضرات حسنین کریمین سے محبت

۷۔ اس حدیث میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے حضرت حسن یا حسین کا ہوا رکھیں۔ ان کو بھی محبوب رکھ۔ اس سے واضح ہوا کہ مسلمانوں کو خصوصی طور پر حضرات حسنین کریمین علیہما السلام سے محبت رکھنی چاہیے۔ بلکہ ان دونوں شہزادوں سے مسلمانوں کو واقعی ایک خاص الفت و محبت ہے اور یہ حضور کی دعا ہی کے اثرات ہیں۔ ویسے بھی یہ دونوں شہزادے بڑی عظمت کے مالک ہیں۔

۸۔ قال سفیان وترتین رکعت ہیں یا ایک رکعت۔ اس مسئلہ پر مکمل بحث فیوض الباری پارہ چہام ص ۹۸ پر ہو چکی ہے۔ وہاں ملاحظہ فرمائیے۔

انھوں نے نافع سے کہا۔ ہم سے ابن عمر نے بیان کیا۔ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں قافلہ سواروں سے جا کر غلہ خرید کرتے۔ آپ ایک شخص کو ان کے پاس بھیج دیتے۔ جو ان کو اسی جگہ وہ غلہ بیچنے سے منع کرتا۔ جب تک اس کو جہاں اناج بچتا ہے (یعنی اناج کی منڈی میں) اٹھانا لائیں۔

عَنْ نَافِعٍ حَدَّثَنَا ابْنُ عُمَرَ أَنَّهُمْ كَانُوا يَشْتَرُونَ الطَّعَامَ مِنَ الرَّكْبَانِ عَلَى عَمْرِو النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَنْبِئُ عَلَيْهِمْ مَنْ يَمْنَعُهُمْ أَنْ يَبِيعُوهُ حَيْثُ الشَّرَوْهُ حَتَّى يَنْقُلُوهُ حَيْثُ يَبَاعُ الطَّعَامُ (بخاری)

فوائد و مسائل اس حدیث میں رکبان یا بیاع الطعام کے لفظ ترجمۃ الباب ہیں۔ کیونکہ بازار (سوق) ہر اس مقام کو کہتے ہیں۔ جہاں خرید و فروخت ہو۔ رکبان ہر اس شخص کو کہتے ہیں جو اونٹ پر سوار ہو۔ پھر اس میں عموم آگیا اور رکبان کا لفظ ہر اس شخص کے لئے بولنے لگے جو کسی چیز پر سوار ہو (۲) یہ حکم حضور نے اس لئے دیا کہ بیع میں قبضہ شرط ہے۔ منڈی میں غلہ لے آنے سے قبضہ حاصل ہو گیا۔ حتیٰ یقولہ لان القبض شرط و بالانقل المذکور ینحصل القبض (یعنی) اور اس لئے بھی کہ بیوپاریوں سے راستہ ہی میں خرید کر بیچ دینے سے دوسرے لوگوں کا نقصان ہے کہ وہ تجارت سے محروم ہو جاتے ہیں اور لوگ اس طرح مال کو منڈی میں آنے سے پہلے ہی خرید کر منہ مانگے دام بیٹتے ہیں۔ جو عوام کی تکلیف کا باعث ہے۔ اس لئے حضور نے مال کو (خصوصاً ان اشیاء کو) جہاں ضرورت کی چیزیں ہیں۔ جیسے اجناس خوردنی وغیرہ منڈی میں لانے سے پہلے راستہ ہی میں خریدنے اور اس کو فروخت کر دینے سے منع فرمایا۔

حضرت ابن عمر نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے غلہ کی خرید کے بعد اس پر قبضہ کرنے سے پہلے بیچنے سے منع فرمایا۔

وَحَدَّثَنَا ابْنُ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ يَبَاعُ الطَّعَامُ إِذَا اشْتَرَاهُ مَحْتًا يَنْتَفِئُ فِيهِ (بخاری)

فوائد و مسائل | اس حدیث سے واضح ہوا کہ غلہ کو خرید کر اس پر قبضہ سے قبل بیچنا ممنوع ہے۔ اس مسئلہ میں ائمہ کا اختلاف ہے۔ عثمان النخعی ہر چیز میں ہوا کے قائل ہیں۔ مگر وہ اپنی اس رائے میں

منفرد ہیں۔ حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ ہر چیز میں منع کا قول کرتے ہیں۔ سیدنا امام مالک علیہ الرحمہ تمام کیلکات و موزونات میں جب کہ وہ طعام ہو۔ ممانعت کے قائل ہیں۔ اور سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ کسی چیز کو خریدنے کے بعد اس پر قبضہ کرنے سے پہلے فروخت کرنا ممنوع ہے۔ مگر اس کے ساتھ وہ زمین اور غیر منقولہ اشیاء کو قبضہ سے قبل بھی فروخت کے جواز کا قول فرماتے ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ زمین اور ایسی اشیاء جو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل نہ ہو سکیں۔ میں قبضہ یہ ہی ہے کہ ان کو دیکھ لیا جائے۔ اس کے حدود کی ناپ تول کر لی جائے۔ بہر حال سیدنا امام اعظم علیہ الرحمہ کا موقف حدیث کے بالکل مطابق ہے۔ چنانچہ حضرت عطار بن ابی رباح ثوری ابن عیینہ ابو یوسف، محمد، امام شافعی فی المجاہدہ و مالک و زفر فی روایۃ و احمد فی روایۃ و ابو ثور و داؤد کا بھی یہی مذہب ہے کہ اس حدیث میں غلہ کو خرید کر قبضہ سے قبل فروخت کر دینے کی ممانعت آئی ہے اور غلہ کے علاوہ اشیاء کے متعلق بھی ممانعت آئی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بھی یہی مذہب ہے۔ ولکن ابو حنیفہ قَالَ لَا بَأْسَ بِبَيْعِ الدَّوْمِ وَالْأَرْضَيْنِ قَبْلَ الْقَبْضِ لِأَنَّهُمَا تَنْتَقِلُ وَلَا تَحُولُ۔ وایضاً بیع غیر منقولات قبل القبض جائز لانہم لا تنتقل۔

بَابُ كِرَاهِيَةِ السَّخْبِ فِي السُّوقِ

باب بازار میں شور مچانے کے متعلق

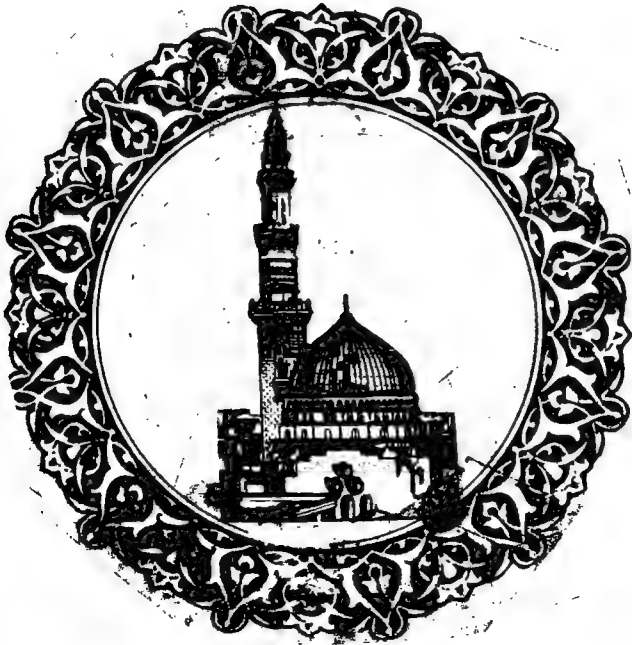
سخب معنی کسی چیز کی مذمت یا تعریف میں ایسا مبالغہ کرنا جو اس میں نہ ہو۔ بازار کی کیفیت عموماً ایسی ہی ہوتی ہے کہ دوکاندار مدح و ذم میں بے جا مبالغہ کرتے ہیں۔ قسم کھاتے ہیں۔ جھوٹ بولتے ہیں۔ دھوکہ کرتے ہیں۔ اسی بنا پر بازار کے متعلق حضور نے فرمایا۔ شَرُّ الْبِقَاعِ الْأَسْوَاقُ بری زمین بازار کی ہے۔ یعنی وہ بازار جس کے تاجر دھوکہ فریب غلط بیانی سے کام لیتے ہیں۔ سَخْبٌ فِي الْأَسْوَاقِ ممنوع ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تورات میں حضور کے متعلق فرمایا گیا کہ وہ سخاب نہیں۔

حضرت عطاء بن یسار کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عبد اللہ بن عمر بن عاص سے کہا کہ تو ریت میں حضور کو جو صفات بیان کرتے ہیں۔ اس کے متعلق کچھ بتائیے تو انہوں نے کہا کہ بخدا حضور کی بعض صفات تو ریت میں وہی بیان ہوتی ہیں۔ جن سے آپ کو قرآن میں مخاطب کیا گیا ہے۔ (وہ صفات یہ ہیں) اے رسول ہم نے آپ کو شاہد، مبشر، نذیر اور قوم امی کا محافظ بنا کر بھیجا۔ تم میرے بندے اور رسول ہو۔ ہم نے تمہارا نام متوکل رکھا۔ تم نہ بد خو ہو نہ

عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ قَالَ لَقِيتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ وَابْنَ الْعَاصِ قُلْتُ أَخْبِرْنِي عَنْ صِفَةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي التَّوَارِثِ قَالَ أَجَلٌ وَاللَّهِ إِنَّهُ لَمَوْصُوفٌ فِي التَّوَارِثِ بِبَعْضِ صِفَتِهِ فِي الْقُرْآنِ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا وَجَزَاءً لِلْأُمِّيِّينَ أَنْتَ عَبْدِي وَرَسُولِي سَمِعْتُكَ الْمُنْوَكِلَ لَيْسَ بِغُلَظٍ وَلَا غَلِيظٍ وَلَا سَخْبًا فِي الْأَسْوَاقِ وَلَا يَذْفَعُ بِالسَّيِّئَةِ السَّيِّئَةَ

وَلَكِنْ يَفْعَلُوا وَيَفْعَرُونَ لَنْ يَقْبِضَهُ اللَّهُ مَحْضًا يَفْعَمُ
بِهِ الْمَلَّةَ الْمَرْجَاءَ بَانَ يَقُولُوا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَ
يَفْتَحُ بِهَا أَعْيُنًا عُمِيًّا وَأَذَانًا صَمًّا وَقُلُوبًا
عُلْفًا تَابِعَهُ عَبْدُ الْعَزِيزِ ابْنُ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ
هَلَالٍ وَقَالَ سَعِيدٌ عَنْ هَلَالٍ عَنْ عَطَاءٍ
عَنِ ابْنِ سَلَامٍ عُلْفٌ كُلُّ شَيْءٍ فِي غَلَابٍ سَيْفٌ
أَعْلَفٌ وَقَوْسٌ عُلْفَاءُ وَرَجُلٌ أَعْلَفٌ إِذَا كَرَّ
يَكُنْ مَخْتُومًا

سخت دل نہ بازاروں میں شور مچانے والے وہ (رسول)
برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دے گا۔ بلکہ معاف کرے گا
اور درگزر فرمائے گا۔ اللہ تعالیٰ رسول کو دنیا سے اس وقت
تک نہیں اٹھائے گا جب تک وہ اپنی کج رو قوم کو راہِ راست
پر نہ لے آئے اور وہ اس طرح کہ سب کلمہ طیبہ پڑھ لیں۔
(اللہ تعالیٰ اس رسول کے ذریعے) اندھی آنکھیں بنا ،
بہرے کان شنوار ، غلاف چڑھے ہوئے دل کھول دے گا
حضرت عطاء نے فرمایا: اعلف اس چیز کو کہتے ہیں جو پردہ
میں ہو۔ سیف اعلف قوس غلفا اسی سے ماخوذ ہے اور رجل اعلف (وہ شخص جس کا غلظہ نہ ہوا ہو) کو
کہتے ہیں۔ (بخاری)



فوائد و مسائل

ولا سخاب فی الاسواق کے الفاظ مطابق عمران ہیں۔ حضرت عمر بن العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تورات کے عالم تھے اس لیے آپ سے سوال ہوا کہ توریت میں حضور کی صفات کا ذکر کیا تھا؟

آپ نے جواب میں فرمایا بخدا جی بعض صفات کا ذکر توریت میں تھا۔ وہی صفات قرآن مجید نے بھی بیان کی ہیں۔

توریت میں حضور کی صفات

کتاب سادہ میں خصوصاً انجیل و توریت میں حضور سید عالم خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تشریف آوری اور آپ کے فضائل و مناقب اور سیرت و صورت کا تذکرہ

موجود تھا مگر یہود و نصاریٰ نے حضور کے فضائل و مناقب کی آیات کی تحریف کر دی۔ قرآن کریم میں فرمایا۔ يُحْكِرُ هَوْنَ الْكَلَمِ عَنْ مَوَاضِعِهِ (مادہ) یعنی حضور کی نعمت و صفت جو توریت میں بیان کی گئیں۔ اس کو انہوں نے بدل دیا قرآن مجید اور احادیث سے بھی اس امر کی تائید ہوتی ہے کہ کتب سادہ میں حضور کا ذکر تھا۔ اور انبیاء کرام اپنے اپنے دور میں حضور کی تشریف آوری کا ذکر فرماتے تھے۔ چنانچہ۔

عن عبادة بن الصامت قال قيل يا رسول الله احبنا عن نفسك قال نعم انا دعوة ابي ابراهيم و كان آخر من بشر في عيسى بن مريم عليهما السلام (خصائص کبری ص ۶۷ جلد ۱)

حضرت عبادة بن الصامت سے مروی ہے۔ بحضور نبوی عرض کیا گیا۔ یا رسول اللہ اپنی نبوت کے متعلق کچھ ارشاد فرمائیے۔ آپ نے فرمایا کہ میں اپنے باپ ابراہیم کی دعا ہوں اور میرے طور کی آخری بشارت دینے والے عیسیٰ بن مریم ہیں۔

اس حدیث میں حضرت ابراہیم کی اس دعا کی طرف اشارہ ہے جو جناب ابراہیم خلیل علیہ السلام نے بنابر کعبہ کے وقت کی تھی۔ قرآن مجید میں دعا ابراہیمی کے الفاظ یہ ہیں۔ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ (قرآن مجید)

اے پروردگار ہمارے اور بھیج ان میں ایک رسول انہی میں کا کہ پڑھے ان میں تیری آیتیں اور سکھلا دے ان کو کتاب اور حکمت کی باتیں اور پاک کرے ان کو بیشک تو ہی ہے زبردست حکمت والا۔

حضرت ابو العالیہ کی روایت میں ہے کہ حق تعالیٰ کی طرف سے جواب آیا۔

هَذَا اسْتَجِيبُ لَكَ هُوَ كَأَنَّ فِى آخِرِ الزَّمَانِ (خصائص کبری ص ۶۷ جلد ۱)

اے ابراہیم تمہاری دعا قبول ہوئی۔ وہ نبی اخیر زمانہ میں ظاہر ہوں گے۔

غرض کہ توریت اور انجیل اور زبور میں خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور سراپا نور و سرور کی بشارتیں موجود تھیں اور آج بھی معروف کتب سادہ میں حضور کے متعلق اشارے پائے جاتے ہیں۔ انہور رحمتہ للعلیین یہی کی خوشخبری سنانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مبعوث فرمایا اور ان کے فرائض نبوت میں ایک فرض یہ رکھا کہ وہ اس بات کا اعلان فرمائیں کہ میرے بعد زمانہ ہے حضور خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام کا چنانچہ حضرت عیسیٰ نے مراد سنایا۔

مُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ
أَحْمَدٌ - (قرآن مجید)

میں اس مقدس رسول کی بشارت سنانے آیا ہوں،
جس کا نام نامی احمد ہے۔

ہوئے پہلے آئمہ سے ہوئے

دولت خلیل اور نوید مسیحا

صحابہ الہیہ کی پیشگوئیوں اور انبیاء و مرسلین کی بشارتوں کے بعد آسمان نبوت کے تیرے عظمیٰ طلوع اجلال فرمایا جس کے
ظہور سے خزاں نصیب دنیا میں بہار آگئی۔ تاریکیوں کے بادل چھٹ گئے اور نیکیوں کے لیے فضا سازگار ہو گئی۔
نئی تاریکی جہاں بھری تیرے بن ترے جلو سے روشن ہو گیا دن

اسی سنت انبیاء۔ بلکہ سنت خدا کی بناء پر، آج بھی دنیا بھر کے مسلمان، اللہ تعالیٰ کی اس عظیم و جلیل نعمت حضور مودود
عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دنیا میں رونق افروزی کو بیان کرتے ہیں۔ ماہ فافر، ربیع الاول شریف میں گھر گھر حضور کا ذکر موتا
ہے اور محسن کائنات کے حضور درود و سلام پیش کرنے کے لیے محفلیں سختی ہیں۔ جسے عید میلاد النبی کے نام سے موسوم کیا جاتا
قرآن مجید میں ارشاد فرمایا گیا۔

ذکر رسول کی محفل

حَیًّا - ترجمہ - ان پر اللہ تعالیٰ کا سلام ہے۔ ان کی پیدائش کے دن اور ان کے وصال کے دن اور جب وہ میدان حشر
میں آئے، اگے اور قرآن مجید ہی میں ایک جلیل القدر رسول سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا واضح بیان مذکور ہے۔

سَمِعَ عَنِّي بَيِّنَاتٌ وَلِدَتْ وَيَوْمَ أَمُوتُ
وَيَوْمَ أُبْعَثُ حَيًّا - مجھ پر اللہ تعالیٰ کا سلام ہے میری پیدائش کے دن اور
میرے وصال کے دن اور جب میں میدان حشر میں اٹھوں

گا۔ یوم پیدائش، یوم وصال، یوم حشر و نشر کو قرآن مجید میں ایام اللہ بھی فرمایا گیا ہے اور حکم دیا ہے۔
وَذَكِّرْهُمْ بِأَيَّامِ اللَّهِ

یقیناً اللہ والوں کا دن اللہ ہی کا دن ہے۔ نیز ارشاد خداوندی ہے۔

وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا
أَنْتَبِذْكُمْ مِنْكُمْ مِنْ كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ
رَسُولٌ مَوْصِيًّا لَكُمْ لَنْتَوَكَّفَنَّ بِهِ
وَلَنْتَضَرَّنَّهٗ الخ

ضرور ضرور ان کی مدد کرنا۔ فرمایا کیوں تم نے اقرار کیا اور اس پر میرا بھاری ذمہ لیا۔ سب پیغمبروں نے عرض کیا، ہم نے اقرار
کیا، تو فرمایا، ایک دوسرے کے گواہ ہوجاؤ اور میں آپ تمہارے ساتھ گواہ ہوں، تو جو کوئی اس کے بعد پھرے وہی لوگ
بے حکم ہیں۔ (بارہ ۳، رکوع ۱۶)

فَذَكِّرْكُمْ مِنَ اللَّهِ نُوْرًا وَكِتَابًا مُبِينًا | تحقیق آیا اللہ کی طرف سے نور اور روشن کتاب
یہ پہلی مجلس میلاد مجلس انبیاء کرام علیہم السلام ہے۔ جس میں ذکر میلاد فرمانے والا اللہ تعالیٰ، سننے اور حمد فرمانے

والے حضرات انبیاء علیہم السلام ہیں۔ اس کے بعد ہر زمانے میں، ہر قرن میں، انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام ازینا آدم علیہم السلام تا حضرت ابراہیم خلیل اللہ و حضرت سیدنا موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام، حضرت داؤد علیہ السلام اپنے اپنے زمانہ میں مجلس میلاد ترتیب دیتے رہے اور اپنی امتوں کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جلوہ آرائی کی بشارت دیتے رہے۔ قرآن مجید میں ہے۔

وَمُبَشِّرًا بِرُسُولِي يَاقُ مِّنْ بَعْدِي
إِسْمُهُ أَحْمَدُ

میں بشارت دیتا ہوں اُن رسول (محمد) کی جو عنقریب میرے بعد تشریف لائے والے ہیں جن کا نام پاک احمد ہے

صلی اللہ علیہ وسلم

قرآن مجید میں ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نعمۃ اللہ ہیں۔ اِنَّ الَّذِیْنَ بَدَلُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ كِفْرًا۔
کی تفسیر میں حضرت سیدنا عباس فرماتے ہیں۔ نعمۃ اللہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔
اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَمَا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ
حضور علیہ السلام کی تشریف آوری سب نعمتوں سے افضل و اعلیٰ و برتر و بالانعت اور تمام نعمتوں کی جان ہے۔
جب حضور علیہ السلام سے پیر کے روزہ رکھنے کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا۔
فِیْہِ وَلَدَتْ وَفِیْہِ اَنْزَلَ عَلَی الْقُرْآنِ
اسی دن میری ولادت ہوئی اور اسی دن مجھ پر قرآن نازل ہوا۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ جب نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم مکہ سے ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لائے تو وہاں کے یہودیوں کو عاشورہ کا روزہ رکھتے ہوئے دیکھا تو اُن سے فرمایا کہ تم عاشورہ کا روزہ کیوں رکھتے ہو۔ انہوں نے کہا کہ یہ دن نہایت مقدس و مبارک ہے کہ اس دن اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو فرعون سے بے نجات بخشی اور ہم تعظیماً اس دن روزہ رکھتے ہیں۔ تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لَنَحْنُ اَحَقُّ بِمُوسٰی مِنْکُمْ خُصَامًا وَّ
اَمْرًا بِصِلَیْہِہِ

کہ ہم موسیٰ کی فتح کا دن منانے میں تم سے زیادہ حقدار ہیں۔ پس حضور نے خود بھی روزہ رکھا اور صحابہ کو بھی روزہ رکھنے کا حکم فرمایا۔

(بخاری، مسلم، داؤد)

غور کیجئے جس دن بنی اسرائیل کو فرعون سے نجات ملی۔ بنی اسرائیل اس دن کی تعظیم کریں اور اس کو منائیں اور حضور بھی اس کی عمل طور پر تائید و توثیق فرمائیں تو جس دن، ہر عالم حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں تشریف لائے اس کی یاد منانا کیوں کر بدعت ہو سکتا ہے۔

يَا جَابِرُ اِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ قَبْلَ الْاَشْيَاءِ حُوْرًا
نَبِيْكَ مِنْ خُوْدِہِ ترجمہ۔ اے جابر رضی اللہ عنہ

حضور نے خود اپنے میلاد بیان فرمایا

اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللهُ نُورِي

اللہ نے سب سے پہلے میرے نور کو پیدا کیا۔

عزرا بن ساریہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں خاتم النبیین ہوں۔ میں دعوئے الہیہ ہوں، میں بشارت عیسیٰ ہوں، میں اپنی ماں کا خواب ہوں۔

وَإِنَّمَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَتْ
حِينَ وَضَعَتْ نَوْرًا ضَاءَتْ لَهَا قَصُورُ
الشَّامِ قَالَ الْحَافِظُ ابْنُ حَجَرٍ صَحَّحَهُ

ابن حبان (نور قانی جلد ۱ ص ۱۱۶)

یہ ایک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ نے دیکھا۔
جب آپ پیدا ہوئے ایک نور چمکا۔ جس سے شام کے
محل نظر آئے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے ایک نور ایسا ظاہر ہوا کہ مشرق و مغرب تک روشنی ہو گئی۔

جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت کا وقت قریب آیا تو خداوند تعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو حکم دیا کہ فرشتوں کی ایک ہست بڑی جماعت ساتھ لے جاؤ اور ایک نورانی جھنڈا بیت المعمور کی چھت پر، ایک جھنڈا بیت المقدس کی چھت پر اور ایک جھنڈا خانہ کعبہ کی چھت پر نصب کرو اور اعلان کرو کہ خدا کا آخری نبی پیدا ہونے والا ہے اور جب آپ کی ولادت کا وقت قریب آیا تو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ جنت کے دروازے کھول دو اور جہنم کے دروازے بند کر دو۔ فرشتے آپس میں ایک دوسرے کو مبارکباد دیتے تھے۔ (مواعظ، خصائص کبریٰ وغیرہ)

حضرت عبدالمطلب سے منقول ہے۔ انہوں نے کہا، میں شب ولادت کعبہ کے پاس تھا۔ جب آدھی رات ہوئی تو میں نے دیکھا کہ کعبہ مقام ابراہیم کی طرف جھکا اور سجدہ کو گرا اود کہا۔ اللہ اکبر، اللہ اکبر، اللہ اکبر محمد مصطفیٰ۔ تحقیق اب میرے رب نے مجھے بتوں کی نجاتوں سے بچالیا اور مشرکوں کی پلیدیوں سے پاک فرمایا۔ (مآرج النبوة جلد ۲ ص ۱۴۰)

ابلیس کی پریشانی
علامہ حافظ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ خصوصاً کبریٰ جلد ۱ ص ۵۱۰ مکرر سے روایت کرتے ہیں کہ جب آپ پیدا ہوئے تو ساری زمین فوراً چمک گئی اور ابلیس بولا۔ آج رات ایک بچہ پیدا ہوا ہے۔ اب ہمارا کام مشکل ہو گیا ہے۔ سعادت کے وقت ابلیس غلگین و پریشان آواز کے ساتھ دو دیا اور جب ارادہ بد کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہونا چاہا تو حضرت جبریل نے اس کو ایک ایسی ٹھوکر لگائی کہ وہ عدن میں جاگرا (سیرت حبیبیہ جلد ۱ ص ۶۵)

علامہ اسماعیل حق رحمۃ اللہ علیہ تفسیر روح البیان آیت کریمہ محمد رسول اللہ کے تحت فرماتے ہیں۔
وَمِنْ تَعْظِيمِهِ عَمَلُ الْمَوَالِدِ إِذَا الْمَرْيُومُ
قَبْلَهُ مُشْكِرًا قَالَ الْإِمَامُ السَّيْطُوطِيُّ
يَسْتَحِبُّ لَنَا إِظْهَارَ الشُّكْرِ لِمَوْلِدِهِ
کو میلاد کرنا بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک تعظیم ہے
جب کہ وہ مشکرات سے خالی ہو یا ہم سیوطی فرماتے ہیں کہ ہمارے
لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت پر شکر کا اظہار کرنا

(روح البیان)

شیخ محقق علامہ عبدالحی محمدت دہلوی علیہ الرحمۃ کا عقیدہ | درنجات سندیت مراحل موالید را کہ در شب میلاد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مہر و کند و بذل اصال نمائید۔ (ذوالحجۃ ۱۲۶) ترجمہ۔ اس میں میلاد کرنے والوں کے لیے سند ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شب میلاد غرض شایان مناسبت اور مال لٹاتے ہیں۔

مولود شریف کے خواص و برکات میں سے ایک یہ بھی مجرب چیز ہے کہ اس (میلاد شریف) سے سال بھر امن و امان قائم رہتا ہے اور میلاد کرنے والے کی حاجتیں، مرادیں پوری ہوتی ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ رحم فرمائے اس شخص پر جو مولود مبارک کے مہینہ کی راتوں کو عید منائے تاکہ جن (بد بخت) لوگوں کے دلوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دشمنی اور بد عقیدگی کی بیماری ہے۔ ان کے لیے شدت کی بیماری ہو (ما ثبت استہ)

محفل میلاد میں انوار کی بارش | شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے عقیدہ میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کے دن حضور کے مولد میں حاضر تھا۔ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر دعو پڑھتے اور جو بچہ آپ کی ولادت کے وقت اور بعثت سے پہلے ظاہر ہوئے وہ بیاہ کر تے تھے کہ میں نے دیکھا۔

انوار سطحت دفعة واحدة | یکبارگی انوار ظاہر ہوتے۔ پس میں نے مالی کیا تو معلوم ہوا یہ انوار ملائکہ کے ہیں۔ میں نے دیکھا کہ فرشتوں کے انوار انوار رحمت سے ملے ہوئے ہیں۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کتابات میں میلاد کے بارے میں فرماتے ہیں۔

نفس قرآن خواندن بصورت حسن و در قصائد و منقبت خواندن | کہ اچھی آواز کے ساتھ قرآن، قصیدے، نعت شریف اور چہ مضائقہ است۔ (کتابات ۳ ج ص ۱۱۶)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

اَخْبَرَني سَيِّدِي الْوَالِدُ قَالَ كُنْتُ اَصْنَعُ فِي اَيَّامِ الْمَوْلِدِ حَلَامًا مَصْلَةً بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا يَفْتَحُ لِي سَنَةٌ مِنْ السَّنِينَ شَيْءٌ اَصْنَعُ حَلَامًا فَلَمَّا اَجْذَا حَمَامًا مُقْلِبًا فَفَسَمَّيْتُهُ بَيْنَ النَّاسِ قَرَأَيْتُهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ يَدَيْهِ هَذَا الْحَمَامُ مُتَبَهِّجًا۔

اِس المحدثین حضرت مولانا عبدالعزیز شاہ صاحب دہلوی فرماتے ہیں۔
کہ فقیر کے مکان پر سال میں دو مجلسیں ایک ذکر وفات شریف، دوسری ذکر شہادت حسین ہوتی ہیں۔ سینکڑوں آدمی

جمع ہوتے ہیں۔ درود شریف و قرآن پڑھا جاتا ہے۔ دھنڑ ہوتا ہے۔ پھر سلام پڑھا جاتا ہے۔ بعد ازاں کھانے پر ختم شریف پڑھ کر حاضرین کو کھلایا جاتا ہے۔ اگر یہ سب باتیں فقیر کے نزدیک ناجائز ہوتیں تو فقیر کہی نہ کرتا۔“ (فتاویٰ عزیز جلد اول)

• حاجی امداد اللہ صاحب فیصلہ ہفت مسکن میں فرماتے ہیں۔

”اور مشرب فقیر کا یہ ہے کہ محفل مولد میں شریک ہوتا ہوں اور قیام میں لطف و لذت پاتا ہوں۔ (فیصلہ ہفت مسکن مطبوعہ قیومی پریس کانپور ۵۷)

• یہی حاجی امداد اللہ صاحب شہنائی امدادیہ میں فرماتے ہیں۔

”اور قیام کے بارے میں میں کچھ نہیں کہتا۔ ہاں مجھ کو ایک کیفیت قیام میں حاصل ہوتی ہے۔“ (شہنائی امدادیہ ص ۸۸)

• محفل میلاد مبارک میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے متعلق حاجی امداد اللہ صاحب فرماتے ہیں۔

”ہمارے علماء مولد شریف میں بہت تنازعہ کرتے ہیں۔ تاہم علماء ہوا کی طرف بھی گئے ہیں۔ جب صورت ہوا موجود ہے پھر کیوں ایسا تشدد کرتے ہیں اور ہمارے واسطے اتباعِ حرمین کافی ہے۔ البتہ وقت قیام کے اعتقاد تو لگا کر کرنا چاہیے۔ اگر احتمال تشریف آوری کا کیا جائے مضائقہ نہیں۔ کیونکہ عالم خلق مفید زمان و مکان ہے۔ لیکن عالم امردوں سے پاک ہے۔ پس قدم رنجہ فرمانا ذاتِ بابرکات کا بعید نہیں۔“ (شہنائی امدادیہ ص ۱۹۳)

نیز فرماتے ہیں۔ ”اگر کسی امر میں عوارض غیر مشروع لاحق ہوں تو ان عوارض کو دور کرنا چاہیے۔ نزدیک اصل عمل سے انکار کر دیا جائے۔ ایسے امور سے انکار کرنا خیر کثیر سے باز رکھنا ہے۔ جیسے قیام مولود شریف اگر بوجہ آنے نام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی شخص تعظیماً قیام کرے تو اس میں کیا غرابی ہے۔ جب کوئی آتا ہے تو لوگ اس کی تعظیم کے واسطے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اگر اس سردارِ عالم و عالمیان روحی فداہ کے اسم گرامی کی تعظیم کی گئی تو کیا گناہ ہوا۔ (فیصلہ ہفت مسکن و امداد المشتاق)

• مولوی رشید احمد گنگوہی کے استاد شاہ عبدالغنی صاحب دہلوی فرماتے ہیں:-

اور یہ حق ہے کہ حضور کی ولادت کے ذکر کرنے میں اور فاتحہ پڑھ کر آپ کی روح پر فتوح کو ثواب پہنچانے میں اور میلاد شریف کی خوشی کرنے میں ہی انسان کی کامل سعادت ہے۔

و حق آنست کہ نفس ذکر ولادت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و سرور فاتحہ نمودن یعنی ایصالِ ثواب بروح پر فتوح سیدہ الطہلین از کمالِ سعادت انسان است۔
(اشعار اسال)

• وقال الامام السيوطي قدس سره
يستحب لنا اظهار الشكر لِمَوْلده
عليه السلام۔ (انتہی روح البیان جلد ۹ ص ۵۶)

امام حلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت پر شکر کرنا ہمارے لیے مستحب ہے۔

• حضرت شیخ زین العابدین علیہ الرحمۃ ہر جمعہ کی شب کو چند من چاول پکا کر باجگاہ رسالت میں نذرانہ پیش کیا کرتے

تھے، اُٹھتے یہ کہ چاول کے ہر دانے پر تین مرتبہ قل ہو اللہ شریف پڑھا جاتا تھا۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ایام مولد میں ہر روز ایک ہزار تک (ایک ہزار پچاس) زیادہ کرتے رہے حتیٰ کہ بارہ ریح اللؤلؤ شریف بارہ ہزار تک چاول پکاتے تھے۔
 علامہ احمد عابدین علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

اہل مکہ یدھبون الیہ فی کل عام لیلۃ المولد ویختلفون بذلک اعظم من احتفالہم بالاعیاد۔ ترجمہ:- اہل مکہ ہر سال میلاد شریف کی رات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مولد شریف (جائے ولادت) میں حاضر ہوتے ہیں اور عیدوں سے بھی بڑھ کر محفل قائم کرتے ہیں۔ (بحوالہ البحار ص ۱۱۲۲)

تمام اہل اسلام کا عمل علامہ سخاوی فرماتے ہیں۔ لا زال اہل الاسلام من سائر الاقطار والمدن الکبار یعملون المولد ترجمہ:- ہمیشہ اہل اسلام تمام علاقوں اور بڑے بڑے شہروں میں میلاد شریف کرتے ہیں۔ (سیرت حلبیہ ص ۸۰)

• علامہ علی بن برہان الدین علی سیرت حلبیہ میں تحریر فرماتے ہیں:-

وقد استخرج له الحافظ ابن حجر اصلاً من السنة وكذا الحافظ السيوطي ورواه الفاكهاني في قوله ان عمل المولد بدعة مذمومة۔ انتہی (سیرت حلبیہ جلد ۸ ص ۸۰) ولا زال اہل الاسلام یختلفون بشہر مولدہ صلی اللہ علیہ وسلم (ما ثبت بالسنة ص ۷۹)

غرض کہ حضور کی ولادت باسعادت کی تقریب کی دھوم دھام، شان و شوکت سے منانا جائز ہے اور عید میلاد النبی کی تقریب تبلیغ اسلام کا بہترین ذریعہ ہے۔ حتیٰ کہ میلاد کی خوشی سے ابولہب تک کو فیض پہنچا ہے۔ ابولہب کے مرنے کے بعد اس کے اہل میں سے کسی نے اس کو خواب میں دیکھا تو سخت عذاب میں پایا۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا عذاب میں مبتلا رہتا ہے۔ لیکن پیر کے روز کچھ عذاب میں کمی ہوتی ہے اور جس انگلی کے اشارے سے حضور علیہ السلام کی ولادت کی خوشی میں اپنی زندگی کو قربان کر دیا تھا۔ اسی انگلی سے پانی میسر آتا ہے جس سے پیاس بجھتی ہے۔ (بخاری و سیرت حلبیہ وغیرہ)

ذکر رسول کی عظمت قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ ۚ هُمْ لَمْ يَكُن لَّهُمْ بَأْسٌ شَيْءٌ مِّنْ قَبْلِ هَٰذَا ۚ هُمْ يَظُنُّونَ أَنَّهُم مُّسْلَمُونَ ترجمہ: ہم نے تمہارے لیے بہت بڑا احسان کیا کہ ان میں اپنے رسول کو بھیج دیا۔

• حضور آسمان نبوت کے نیرِ اعظم قبلہ جان، کعبۂ ایمان اور مشرق کائنات ہیں، آپ کے ذکر اور آپ کی یاد سے ایمان میں قوت، روح میں لطافت اور قلب میں فرحت پیدا ہوتی ہے اور آپ کا ذکر آپ کی یاد، اللہ کا ذکر اور اللہ کی یاد ہے۔

اِسْمًا جَعَلْتُ ذِكْرَكَ ذِكْرِي (حدیث) | میں نے (اللہ نے) آپ کے ذکر کو اپنا ذکر قرار دیا۔
 • حضور کے ذکر کو اللہ تعالیٰ نے بلند فرمایا اور آپ کے ذکر کو عظمت و بزرگی بخشی ہے۔
 وَدَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ (قرآن) | ہم نے آپ کے لیے آپ کے ذکر کو رفعت و بلندی عطا فرمائی ہے۔

• ذکر رسول کی رفعت کے متعلق مکتبوں کے سردار اور نوریوں کے شہشاہ جناب جبریل امین، روح الامین علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ میں نے اپنے مقدس رسول کے ذکر کو اس طرح بلند فرمایا۔
 اِذَا ذُكِرْتُ ذُكِرْتَ مَعِيَ (نخصائص کبریٰ ج ۲ ص ۱۹۹)

• صحابہ رسول حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اللہ عزوجل نے حضور کا ذکر دینا و آخرت میں بلند فرمایا۔ کوئی غیبی کوئی کلمہ پڑھنے والا اور نماز ادا کرنے والا ایسا نہیں جو شہادتِ اُلوہیت کے ساتھ شہادتِ رسالت نہ ادا کرے۔
 رَفَعَ اللَّهُ ذِكْرَهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ فَلَيْسَ خَاطِبًا وَلَا مَمْنُونًا وَلَا صَاحِبَ صَلَوةٍ اِلَّا وَهُوَ يَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ (نخصائص کبریٰ ج ۲ ص ۱۹۹)

خطبات میں کلموں میں اقامت میں اذان میں ہے نام الہی سے بلا نام محمد،
 • اللہ اکبر ذاتِ نبوی پر درود و سلام بھیجنے کا حکم اللہ عزوجل نے دیا۔ پھر اس فعل کی عظمت و رفعت، برکت و رحمت کا اظہار یوں فرمایا گیا کہ ذاتِ باری تعالیٰ بھی اس کا عظیم میں شریک و متوجہ ہے اور وہ بے نیاز جو ساری کائنات کا رب مالک و خالق اور رازق ہے وہ بھی ذاتِ نبوی پر درود بھیجتا ہے اور اس کے پاک و معصوم فرشتے بھی، واضح ہوا کہ صلوٰۃ و سلام کی محفلیں اور مجلسیں اللہ تعالیٰ کو مطلوب و محمود ہیں۔ صلوٰۃ و سلام کی کثرت سے مومن کو حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا قرب حاصل ہوتا ہے اور قلب و روح کا تزکیہ ہوتا ہے۔

عجیب بات ہے کہ بعض لوگ ذکر رسول کی محاسن و محافل سے چڑتے ہیں اور اپنی نادانی سے یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ صلوٰۃ و سلام کی کثرت اور اس مقصدِ عظیم کے لیے محافل کا قیام بدعت ہے۔ حالانکہ امر واقعہ یہ ہے کہ قرب رسول کے بغیر قرب خدا ناممکن ہے۔ اللہ تعالیٰ کی معرفت تعویذِ نبوت سے حاصل ہوتی ہے۔ اس لیے ذکر رسول اور تخلیقِ رسول سے عظمت و بلا ہوا ہی ایک مسلم کے لیے تو ناممکن ہی ہے۔

• علامہ شوکانیؒ نے اس سلسلہ میں ایک نہایت ہی ایمان افروز باطل سوز نکتہ بیان کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں اللہُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ کے معنی یہ ہیں کہ الہی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کو دنیا میں بلند فرما، ان کی دعوتِ اسلام کو عام کر اور ان کی شریعت کو قیامت تک قائم رکھ۔
 اور آخرت میں آپ کی شفاعت آپ کی امت کے حق میں قبول فرما اور آپ کے اجر و ثواب میں
 وَفِي الْآخِرَةِ بِتَشْفِيعِهِ فِي اُمَّتِهِ وَتَضْعِيفِ

اجرہ و مشوبتہ

زیادتِ قرآن

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ ہم حضور علیہ السلام پر درود پڑھیں۔ اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل ہمیں ان

لفظوں میں کرنی چاہیے تھی۔

ہم درود و سلام بھیجتے ہیں حضور نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) پر۔

صَلِّتَ عَلَى النَّبِيِّ وَسَلَّمْتَ عَلَيْهِ

یعنی ہم اور سب مسلمان، ان لفظوں سے درود نہیں پڑھتے۔ بلکہ بارگاہِ الہی میں

یوں عرض کرتے ہیں اے اللہ تو رحمت بھیج محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمْ۔

یعنی حکمِ الہی کے مطابق حضور کی بارگاہ میں درود ہمیں عرض کرنا چاہیے تھا۔ مگر اس کے برعکس ہم اللہ تعالیٰ سے عرض کرتے ہیں کہ اے رب تو ہی رسولِ کریم پر درود بھیج دے تو اس میں نکتہ کیا ہے؟

تو بات یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ہمیں رسولِ کریم پر درود بھیجنے کا حکم دیا اور حال یہ ہے کہ

ہم میں یہ طاقت نہیں ہے کہ ہم حضور کے مرتبہ و مقام کے مطابق حضور پر درود بھیج سکیں کیونکہ حضور کی جبروت و منزلت اور ترقی کی عظمت سے جیسے اللہ تعالیٰ واقف ہے ہم نہیں ہیں۔ اس لیے ہم بارگاہِ الہی میں عرض کرتے ہیں

وَلَيْسَ فِيَّ وَشِعْرًا اَنْ تُصَلِّيَ صَلَاةً تَلِيْقُ بِجَنَابِهِ اِلَّا لَا نَعُوْذُ مَا اَنْتَ عَالِمٌ بِقُدْرَتِكَ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمْ فَاَنْتَ تَعْلَمُ اَنْ تُصَلِّيَ صَلَاةً تَلِيْقُ بِجَنَابِهِ (زیل الاوطار)

کہ الہی ہماری طرف سے بھی تو ہی حضور کی شان کے موافق درود بھیج دے کیونکہ تو اس پر قادر ہے (اور ہم نہیں)

• ہماری دعائیں، استخارہ، توبہ اور عبادات، ذکرِ رسول ہی کے وسیلے بارگاہِ حمدیت میں رسائی حاصل کرتی ہیں۔ تمام عبادتوں سے افضل عبادت، نماز میں بھی السلام علیک ایھا النبی کے کلمہ طیبہ سے بحضور نبوی اسی لیے صلاۃ و سلام عرض کیا جاتا ہے تاکہ یہ عبادت بارگاہِ حمدیت میں قبولیت کا شرف حاصل کرے۔ امام رازی علیہ الرحمہ نے تفسیر کبیر میں فرمایا کہ عارفوں کی تحقیق و مشاہدہ یہ ہے کہ حضور کی ذاتِ اقدس پر درود و سلام صرف بندوں کا فعل ہی نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کا فعل بھی ہے۔ جیسا کہ آیت اِنَّ اللّٰهَ وَحْدَهُ كُنَّهٖ يُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ سے واضح ہے اور ہماری درود خوانی کی کیفیت و نوعیت صرف اس قدر ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی درود خوانی کا اپنی زبان سے ذکر کرتے ہیں اور یوں عرض کرتے ہیں صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْكَ یا پھر حاضرینِ دیار کی طرح اپنے مالک و خالق کے فعل (درود خوانی) کی تائید کر دیتے ہیں۔ اس سے اس امر پر روشنی پڑتی ہے کہ بحضور نبوی درود و سلام عرض کرنا ایک ایسا فعل ہے جس کے متعلق بارگاہِ الہی میں عدم قبولیت کا سرے سے سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ حضور پر درود و سلام تو ہمیشہ مقبول و منظور رہی ہوگا۔ کیونکہ درود تو اللہ تعالیٰ کا فعل ہے۔ وہ خود غافل بھی ہے اور خود ہی قبول کرنے کا اختیار رکھتا ہے اور ہمیں درود خوانی کا ثواب محض رحیم و کریم خدا کے فعل کی تائید کرنے سے مفت میں مل جاتا ہے۔

• ہماری عباداتِ توبہ استغفار کی کیفیت یہ ہے کہ اگر وہ خلوص پر مبنی ہوں۔ کامل توجہ اور رجوع الی الحق کے ساتھ دعا کی جائے اور روحِ جسم کی کامل سپردگی کے ساتھ بارگاہِ الہی میں ڈمکا جائے، معافی چاہی جائے تو قبولیت کی امید ہے اور اگر اخلاص و توجہ میں کمی رہ جائے اور اللہ تعالیٰ ان دعاؤں اور عبادتوں کو رد فرمائے تو کیا تعجب؟ لیکن درود و سلام تو فعلِ الہی ہے، بندے تو محض صلِ اللہ علیہ وسلم عرض کر کے تائید کرتے ہیں اور اپنے رب کی ہاں میں ہاں ملاتے ہیں۔ لہذا درود و سلام کی قبولیت میں شک کی گنجائش نہیں ہے۔ اس لیے توبہ و استغفار اور عبادات کا بارگاہِ الہی میں مقبول و محمود ہونے کے لیے حضور پر درود و سلام بہت ہی محفوظ طریقہ ہے کیونکہ درود کے نام منظور ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اسی لیے امیر المومنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ۔

إِنَّ الدُّعَاءَ مَوْفُوقٌ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ
حَتَّى تَصِلَ عَلَى نَبِيِّكَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

(ترمذی)

دعا زمین و آسمان کے درمیان اس وقت تک معلق رہتی ہے۔ جب تک تو حضور کی ذات پر درود نہ پڑھے۔

عمر میں ایک بار حضور پر درود پڑھنا عینِ فرض ہے اور جب نامِ اقدس سنایا بولا جائے تو واجب ہے۔ حضور فرماتے ہیں جو شخص جمعہ کے دن اور جمعہ کی رات مجھ پر سو مرتبہ درود پڑھے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کی سوجا بیتیں پوری فرمائے گا۔ ستر حاجتیں آخرت کی اور بیس دنیا کی۔

پھر اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ کو مقرر فرماتا ہے جو تمہارے درود میری قبر میں مجھے تک اس طرح پہنچاتا ہے جیسے تم پر تحفے پیش کیے جاتے ہیں اور میرے علم کی کیفیت وفات کے بعد بھی وہی ہے جو میری حیات میں تھی۔

شَعْرًا وَكَلَّمَ اللَّهُ مَلَائِكَةً يَدْخُلُونَ عَلَى
قَبْرِى كَمَا يَدْخُلُونَ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الدِّيَارِ
وَإِنِّ عَلَيَّ بَعْدَ ذَلِكَ يَوْمٍ كَلِمَةٌ
حَيَاتِي (مختصر کبریٰ ۲۶ ص ۲۸)

• حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اس کی

ناک خاک آلود ہو جس کے پاس میرا ذکر ہو اور وہ مجھ پر درود نہ پڑھے۔

رَغِمَ أَنْفُ مَنْ جَلَّ ذِكْرُ عِنْدَهُ فَلَمْ
يُصَلِّ عَلَى

(ترمذی)

• حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے مروی ہے۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا بخیل ہے وہ جس کے پاس میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ پڑھے۔

الْبَخِيلُ مَنْ ذُكِرْتُ عِنْدَهُ فَلَمْ يُصَلِّ
عَلَيَّ (ترمذی)

• متعدد صحابہ کرام سے مروی ہے کہ انھوں نے بحضور نبوی عرض کی يَا سُوْلَةَ اللّٰهِ كَيْفَ نَصَلِّيْ عَلَيْكَ هَمْ

لے بحضور نبوی مختلف الفاظ اور صیغوں سے درود و سلام عرض کیا جاتا ہے۔ بعض درود کے الفاظ اور صیغے بزرگانِ دین سے منقول اور ان کے معمول بہ ہیں۔ یہ بھی امر واقعہ ہے بزرگوں سے منقول و معمول درود مقبول ہونے کے ساتھ ساتھ اپنے اندر ایک خاص تاثیر بھی رکھتے ہیں

آپ پر کس طرح درود پڑھیں۔ حضور نے فرمایا۔ اس طرح :-

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ
إِنَّكَ حَمِيدٌ مُجِيدٌ ۝ اللَّهُمَّ بَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ
وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مُجِيدٌ (بخاری و مسلم)

• حضرت عبداللہ بن عمر بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے
مَنْ صَلَّى عَلَى صَلَاةِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ بِهَا | سنا کہ جس نے مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھا۔ اللہ تعالیٰ اس
عشرًا (مسلم) | پر اس کے سبب دس رحمتیں نازل فرمائے گا۔

• حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

أَفَلَى النَّاسِ فِي يَوْمٍ أَنْبِيَاءَ أَكْثَرُ هُوَ عَلَى | قیامت کے دن سب سے زیادہ میرے قریب وہ ہو گا جو
صَلَاةً (ترمذی) | مجھ پر کثرت سے درود پڑھتا ہے۔

• حضرت اوس بن اوس سے مروی ہے کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ جو کو کا دن تمام دنوں سے افضل ہے۔
فَاكْثُرُوا عَلَى مِنَ الصَّلَاةِ فَيُؤْتِيهِمْ فَإِنَّ صَلَاتَكُمْ | اس میں مجھ پر درود کی کثرت کیا کرو کہ تمہارا درود مجھ پر
مَعْرُوضَةٌ عَلَى۔ | پیش کیا جاتا ہے۔

صحابہ نے عرض کی حضور ہمارا درود آپ پر کیسے عرض کیا جائیگا جب کہ (وَقَدْ آتَيْنَا) یعنی جب کہ قبر میں
پڑھیں برسیدہ ہو جائیں گی۔ حضور نے جواب دیا :-

إِنَّ اللَّهَ حَرَّمَ عَلَى الْأَرْضِ أَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ | اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کے جسموں کو حرام کر دیا ہے
(ابوداؤد)

سب عبادتوں سے افضل عبادت نماز کے دونوں قعدوں میں پورا تشہید پڑھنا (جس میں اللہ
تعالیٰ کی حمد و ثناء کے ساتھ ساتھ ذاتِ نبوی پر سلام بھی عرض کیا جاتا ہے) واجب ہے تشہید

کا ایک لفظ بھی چھوڑ دینا ترک واجب ہے جس سے درود و سلام کی اہمیت واضح ہوتی ہے کہ نماز کی مقبولیت بھی درود و سلام
کی رہیں منت ہے۔ تشہید کی حدیث جناب ابن عمر عبداللہ بن مسعود، جناب ام المومنین عائشہ صدیقہ و عبد اللہ بن مسعود
جابر، ابوسعید خدری، ابوموسیٰ اشعری، حضرت معاویہ سلیمان، سلمہ، ابو حمید رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی ہیں۔ اگرچہ ان
روایتوں میں تشہید کے الفاظ میں کچھ فرق ہے تاہم تشہید حضرت ابن مسعود کا پڑھنا دونوں قعدوں میں افضل و ادنیٰ ہے۔

امام ترمذی نے فرمایا۔ تشہید کے متعلق حدیث ابن مسعود سب سے صحیح ہے اور اکثر اہل علم و صحابہ تابعین کا اس پر

تاہم عرض صرف یہ کرنا ہے کہ رائج الوقت تمام درودوں کا پڑھنا جائز و مباح ہے لیکن تمام درودوں سے افضل و اکمل بہر حال وہی درود
ہے جو تمام عبادتوں سے افضل عبادت نماز میں پڑھا جاتا ہے۔ یعنی درود ابراہیمی۔

پر عمل ہے • علامہ خطاب نے فرمایا۔ روایات کی رو سے اصح اور رجال کی رو سے اشتهر تشہد ابن مسعود ہی ہے • ہزاروں کہا تشہد متعلق حدیث ابن مسعود بہت صحیح ہے • کچھ اور میں اسناد سے مروی ہے اور اس بارے میں حدیث ابن مسعود سے زیادہ اصح و اشتهر ثابت کوئی اور حدیث نہیں ہے • علامہ بغوی، علامہ قودی، ابن النذر، ابوعلی طوسی، ابو عمر و ابن طاہر نے کہا حدیث ابن مسعود اصح ہے • علامہ محمادی علیہ الرحمہ نے حدیث ابن مسعود کو تیرہ طرق سے ذکر کر کے فرمایا کہ تشہد ابن مسعود کو جن مشہور اولین نے روایت کیا ہے تو الفاظ میں اختلاف نہیں کیا۔ سب نے متفقہ طور پر ایک ہی الفاظ روایت کیے ہیں۔ اس کے برعکس تشہد کی دوسری روایتوں کے الفاظ میں اختلاف ہے اور اس پر سب کا اتفاق ہے کہ تشہد کے مخصوص الفاظ ہیں) اسناد متفق علیہ مختلف فیہ سے اول ہے۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

اخذت التشهد من في رسول الله صلى الله عليه وسلم ولقنيته كلمة كلمة (محمادی)
علمني رسول الله صلى الله عليه وسلم التشهد وكفي بين كفيه

تشہد کے کلمات میں نے حضور کے دہن اقدس سے لیے ہیں اور حضور نے مجھے اس کا ایک ایک کلمہ تلقین فرمایا ہے حضور نے مجھے تشہد کے الفاظ سکھائے درال حالانکہ میرا ہاتھ حضور کے دونوں ہاتھوں میں تھا۔

تشہد ابن مسعود میں الصلوة والطيبات واو عاطفہ کے ساتھ ہے جو غارت چاہتا ہے۔ جس سے دونوں کلموں کا ثناء مستقل ہوتا ثابت ہوتا ہے۔ دوسری روایتوں کے تشہد میں واو نہیں ہے۔ اور روایت احمد میں ہے کہ
ان رسول الله صلى الله عليه وسلم علمه التشهد وامره ان يعلمه الناس

تشہد ابن مسعود کے الفاظ یہ ہیں۔

التَّحِيَّاتُ لِلَّهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ
السَّلَامُ عَلَيْكَ وَعَلَىٰ عِبَادِ اللَّهِ الصَّالِحِينَ ط أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ ط

التَّحِيَّاتُ۔ تحية کی جمع ہے۔ اس کے معنی سلامتی، بقا، عظمت، نقص و آفات سے پاک کے ہیں۔
وَالصَّلَوَاتُ کے معنی عبادت کے ہیں وَالطَّيِّبَاتُ سے کلمہ طیبہ یا اوصاف حمیدہ مراد ہیں۔

علامہ نسفی نے فرمایا۔ التحیات سے عبادات قولیہ، صلوات سے عبادات فعلیہ، طیبات سے عبادات ایلمیہ مراد ہیں۔ السلام علیک ایہا النبی میں حضور علیہ السلام کو خطاب ہے اور اس سے اتنی بات بلا کسی بھیج تائی نے ثابت ہوتی ہے کہ اللہ کے نیک بندوں میں سے کسی کو حاضر و موجود تصور کر کے خطاب کرنا جائز ہے خواہ وہ نظر آئے یا نہ آئے۔ چنانچہ حافظ علیہ الرحمہ نے لکھا کہ اہل عرفان اس خطاب کے متعلق یہ کہتے ہیں کہ جب غازی تحیہ کے ساتھ حرم حق میں دخل ہو اور اس کی آنکھیں اپنے رب کے ساتھ مناجات کرنے سے ٹھنڈی ہوئیں تو اب اسے خبردار کیا گیا کہ دوبارہ خداوندی

میں تیری حاضری صدق ہے اس مقدس جہی کا جس کا نام نہی ام گرامی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

اسی کے وسیلہ اور برکت سے تمہاری یہاں تک سائی ہوئی ہے تو انہوں نے نغز جو اٹھائی تو مصیب حق کو حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم حرم حق میں جلوہ فگن پایا تو السلام علیک ایہا النبی کہتے ہوئے بارگاہ نبوی کی طرف متوجہ ہوئے۔

فہو اعلیٰ ان ذلک جو اسطہ نبی الرحمة و برکتہ متابعتہ فاذا التقنوا فاذا الحبيب فی حرم الحبيب حاضر فاقبلوا علیہ قائلین السلام علیک ایہا النبی ورحمة اللہ و برکاتہ (یعنی ۳۶۰ مرتبہ افتح الباری)

رحمة اللہ و برکاتہ۔ رحمت کے معنی یہاں جو دو کرم کے ہیں کیونکہ اس کے لغوی معنی (رقت قلب) کی نسبت اللہ عزوجل کی طرف نہیں ہو سکتی۔ برکاتہ جمع برکت اس کے معنی ہر شے کی خیر کثیر کے ہیں اور اس کا اشتقاق برک سے ہے۔ برک اونٹ کے سینہ کو کہتے ہیں۔ السلام علینا اس سے حاضرین نماز، امام و مقتدی و ملائکہ ہیں و علی عباد اللہ الصالحین صالح وہ شخص ہے جو اللہ اور اس کے بندوں کے حقوق ادا کرے حکیم زندگی نے فرمایا کہ جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اس سلام سے حصہ پائے جس کی دعا ہر نمازی نمازیں کرتا ہے تو اس کو چاہیئے کہ وہ عمل صالح اختیار کرے اور شریعت کی پابندی کرے ۱۰ ابتدائی دور میں بجا لیتا جلسہ صحابہ کرام السلام علی جبرئیل۔ السلام علی میکائیل۔ السلام علی اللہ کہا کرتے تھے۔ اس پر حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ہدایت فرمائی۔ ان اللہ هو السلام اللہ تعالیٰ تو خود سلام ہے۔ سلامتی اور رحمت اسی کے لیے ہے اور اسی کی طرف ہے۔ وہی اس کا مالک اور عطا کرنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ السلام ہے۔ جو حبیب اور نقص سے پاک ہے۔ سلامتی اور رحمت کا مبداء بھی وہی ہے اور معاد بھی وہی تو حضور نے اس کی جگہ نہایت جامع کلمات تعلیم فرماتے یعنی

السلام علینا و علی عباد اللہ الصالحین جس میں ملائکہ انبیاء کرام و جمیع مومنین و صدیقین سب کے سب آجاتے ہیں اور یہ کلمہ بھی جوامع الکلم سے ہے۔

حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ہم نے بخضر نبوی عرض کی یا رسول اللہ قد علمنا کیف السلام علیک فکیف الصلاة (ترجمہ)

یعنی سلام کی کیفیت تو انبیاء میں (السلام علیک ایہا النبی الخ) سے معلوم ہوئی۔ اس پر حضور نے فرمایا قولوا اللہم صل علی محمد الخ اور روایت امام احمد یہ یہ الفاظ بھی ہیں:۔

کیف نصلی علیک اذا نحن صلینا ف صلوتنا

اس پر حضور علیہ السلام نے اللہم صل علی محمد و اللہم بآمرک علی محمد الخ کے الفاظ ارشاد فرمائے۔

حدیث ابن مسعود میں ہے کہ صحابہ کرام نے بخبر نبوی عرض کی۔ ہمیں صلوٰۃ پڑھنے کا حکم دیا گیا تو ہم آپ پر درود کس طرح پڑھیں۔ اس کے جواب میں حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ **قُولُوا اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ** اور **اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ** الخ اس حدیث میں لفظ قولا امر کا صیغہ ہے اس سے قعدہ اخیر میں درود پڑھنے کے وجہ کا استدلال کیا گیا۔ چنانچہ حضرت عمر اور حضرت عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن مسعود و جابر بن زید رضی اللہ عنہم، محمد بن کعب القرظی، ابو جعفر ابوبکر، ہادی، قاسم امام شافعی، احمد بن حنبل، اسحاق و ابن المذاہب و قاضی ابوبکر بن العربی رضی اللہ تعالیٰ عنہم وجوب کے قائل ہیں۔ علامہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ بھی وجوب کے قائل ہیں اور انہوں نے اس کو اجماعی مسئلہ قرار دیا ہے۔ اور امام مالک و امام ابو حنیفہ ثوری و داؤد زاعمی عدم وجوب کے قائل ہیں۔

معلوم ہوا کہ قعدہ اخیرہ میں تشہد کے بعد درود بھی پڑھا جائے اور یہ کہ جو الفاظ درود حضور علیہ السلام نے تعلیم فرمائے ہیں انہیں کا پڑھنا افضل و اولیٰ ہے۔

سُبْحَانَ اللَّهِ! تمام عبادتوں سے افضل عبادت نماز کے دونوں قعدوں میں انہیات کا پڑھنا جس میں السلام علیک ایہا النبی کے الفاظ بھی ہیں واجب ہے اور درود کا پڑھنا بھی اکثر جلیل القدر صحابہ و تابعین کے نزدیک واجب اور اخاف کے نزدیک مستحب ہے۔ معلوم ہوا کہ نماز جو خالص عبادت الہی ہے۔ اس میں بھی بخبر نبوی درود و سلام عرض کرنا باعث برکت موجب رحمت ہے اور نماز کی مقبولیت کا سبب اور اس خالص عبارت میں بھی ذکر خدا کے ساتھ ذکر مصطفیٰ سید الانبیاء علیہ التحیۃ و التسلیم موجود ہے یعنی کان جدھر لگاتے ان کی ہی داستان ہے۔

سلف صالحین حمد و ثناء کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر صلوٰۃ و سلام عرض کرتے ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ خدا کے ذکر کے ساتھ حضور علیہ السلام کا ذکر بھی ملا ہوا ہے۔ اسی لیے مفسرین نے درغنا لک ذکر کے معنی یہ کیے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

ذکرت حیثما ذکرت

محبوب جہاں میرا ذکر کیا جائے، وہاں تمہارا ذکر بھی کیا جائے گا۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمۃ نے اپنے رسالہ میں امم مجاہد کے متعلق لکھا ہے کہ انھوں نے اس آیہ مبارکہ کی تفسیر میں فرمایا۔ جو شخص لا اِلٰهَ اِلَّا اللہ پڑھے گا۔ وہ مُحَمَّدٌ وَّسُوْلُ اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) بھی پڑھتا ہے۔ یہ ہی معنی دفع ذکر کے حضرت جبرائیل علیہ السلام نے دیباچہ نبوی میں بیان کیے۔ جسے ام نووی نے شرح مسلم میں ذکر کیا ہے۔ (یعنی جلد ۱۵)

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اس شخص کی ناک بخار آوے جو جس کے سامنے

میرا ذکر ہو اور وہ مجھ پر درود نہ پڑھے، بخیل وہ ہے جس کے سامنے میرا ذکر ہو اور وہ مجھ پر درود نہ پڑھے۔

رَغْمًا نَفِ رَجُلٌ ذَكَرْتُ عَنْهُ فَلَمْ يَصَلِّ
عَلَيَّ وَابْخَيْلٌ الَّذِي ذَكَرْتُ عَنْهُ فَلَمْ
يَصَلِّ عَلَيَّ (نسائی)

اس حدیث کا حاصل یہ ہے کہ وہ شخص بہت بد نصیب ہے جس کے سامنے حضور علیہ السلام کا ذکر ہو اور وہ آپ پر درود نہ پڑھے تو حدیث میں درود پڑھنے کی ہدایت ہے۔ اس بنا پر مصنفین و مؤلفین ابتداء کتاب میں حمد و ثناء کے بعد درود و سلام بھی عرض کرتے ہیں صرح

تم سب پڑھو درود میں ذکر نبی کروں

حضور کی ذات اقدس پر درود و سلام کی اہمیت اور عظمت | حضور نبی کریم علیہ السلام کے ذکر پاک کی غفلت و فرغت اور آپ کی بارگاہ میں ہر یہ درود و سلام کی اہمیت محتاج بیان نہیں ہے۔ بلکہ حضور کا ارشاد تو یہ ہے کہ مسلمانوں کی کوئی مجلس اور کوئی نشست اللہ کے ذکر اور حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس پر درود و سلام سے خالی نہیں رہنی چاہیے۔ جامع ترمذی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو لوگ کہیں بیٹھیں اور انہوں نے اس نشست میں نہ اللہ تعالیٰ کو یاد کیا اور نہ اپنے نبی پر درود بھیجا تو قیامت کے دن یہ ان کے لیے حسرت اور حشران کا باعث ہوگی۔ پھر چاہے انسان کو عذاب دے اور چاہے معاف فرما دے۔

مَا جَلَسَ قَوْمٌ مَجْلِسًا كَرِيْذًا كَرِهَ اللَّهُ فَيُخْبِرُ
وَلَمْ يَصَلُّوا عَلَى نَبِيِّهِمْ إِلَّا كَانَ عَلَيْهِمْ
قِسْرَةٌ كَأَنَّهُمْ يَوْمَئِذٍ رَءَوْا نَارًا ۚ إِنَّ شَاءَ عَذَابُكَ لَهُمْ

(ترمذی)

معلوم ہوا کہ مسلمانوں کی کوئی مجلس ایسی نہ ہوئی چاہیے جو اللہ کے ذکر اور صلوٰۃ علی النبی سے خالی ہو۔ اگر زندگی میں نشست بھی ایسی ہوئی تو قیامت کے دن اس پر باز پرس ہوگی اور اس وقت سخت حسرت اور پریشانی ہوگی۔ اس لیے حضور کے ذکر اور آپ پر درود و سلام سے غفلت اللہ تعالیٰ کی رحمت و مغفرت سے محرومی ہی ہے۔ وہ لوگ بہت ہی بد نصیب اور گمراہ ہیں جو درود و سلام کی مجالس کو طرح طرح کے جیلے بہانے تراش کر بند کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ حالانکہ احادیث صحیحہ سے ان مجالس کا باعث خیر و برکت ہونا آفتابِ نیروز سے زیادہ واضح ہے۔

حضور کی صفت شاہد کے معنی | سورۃ احزاب میں حضور کو مخاطب بنا کر فرمایا گیا۔ یا ایہا النبی اسما ارسلناک شہیداً و مبشراً و نذیراً و داعیاً اِلَی اللہ بِاِذْنِہٖ و سر اجاً متیراً ترجمہ :- اسے غیب کی خبریں بتانے والے نبی ہم نے تعین بھیجا حاضر داناظر اور خوشخبری دینا اور ڈرنا تا اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلانا اور چمکا دینے والا آفتاب۔

شاہد۔ مفردات امام راغب میں ہے کہ مشہود اور شہادت کے معنی حاضر ہونا مع ناظر ہونے کے ہے خواہ بصر کے ساتھ یا بصیرت کے ساتھ اور گواہ کبھی اسی لیے شاہد کہتے ہیں کہ وہ شاہد کے ساتھ جو علم رکھتا ہے اس کو بیان کرتا ہے۔ حضور خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام تمام عالم کی طرف مبعوث ہیں۔ آپ کی رسالت عام ہے جیسا کہ سورۃ فرقان کی پہلی آیت میں فرمایا گیا۔ لَیْسَ کُوْنُ لِلْعٰمِلِیْنَ نٰذِیْرًا۔ جو سارے جہان کو ڈرنا سناتے والا۔ مفردات امام راغب کے الفاظ یہ ہیں۔ الشہود والشہادۃ الحضور مع المشاہدۃ اما بالبحر او بالبصیرۃ

علامہ قاضی عیاض فرماتے ہیں :-

الشَّهِيدُ مِنَ الشَّهَادَةِ بِمَعْنَى الْحُضُورِ وَ
مَعْنَاهُ الْعَالِمُ شفا، ج ۱ صفحہ ۵۰۵

شرح مرقاۃ ص ۶۱۹ پر مذکور ہے۔

أَنْتَظِرُ فِي اللَّغَةِ بِمَعْنَى الرَّوَيْتِ

لفظ شہید شہود سے مشتق ہے۔ شہید حضور کے معنی میں
ہے اور حضور کے معنی عالم کے ہیں۔

نظر ثانی میں روایت کے معنی میں مستعمل ہے۔

اس تشریح سے معلوم ہوا کہ حاضر کے معنی عالم کے ہیں اور ناظر کے معنی دیکھنے والے کے ہیں۔ اہلسنت وجماعت حضور
سورہ عالم کو حاضر و ناظر مانتے ہیں۔ اس کا مطلب صرف اسی قدر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو وہ علم، وہ رویت، وہ
قدرت عطا فرمائی ہے کہ حضور ہر جگہ اور ہر مقام کا علم و رویت رکھتے ہیں اور چشم نبوت و رسالت سے کائنات کا کوئی ذرہ پوشیدہ
نہیں ہے۔

اللہ رب العزت جل مجدہ ارشاد فرماتا ہے۔

محبوب! ہم نے تمہیں شاہد، مبشر اور نذیر بنایا
یہ رسول تم پر شہید ہے۔

۱- اِنَّا ارسلناك شاهداً ومبشراً

۲- وَيَكُونُ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيداً

وَجِئْنَا بِكَ عَلَى هَؤُلَاءِ شَهِيداً

آیت اول میں لفظ شاہد اور دوم میں لفظ شہید ہے اور شاہد و شہید کے معنی عالم کے ہیں۔ اب آیہ کریمہ مذکورہ کا صفا
مطلب یہ ہو گا کہ اللہ نے اپنے رسول کو بے خبر بنا کر نہیں بھیجا بلکہ علم و رویت، حاضر و ناظر کی صفت سے نوازا ہے اور آپ
کے ہر اقدام پر علم و معرفت کا تاج رکھا ہے۔

حضرت علامہ قاری فرماتے ہیں۔ ۱- شاہد ای عالم و مطلعاً (شرح شفا ج ۱
ص ۵۰۵) ترجمہ: شاہد کے معنی یہ ہیں کہ اللہ نے آپ کو عالم بنایا ہے اور تمام اشیاء پر

ان آیات کی تفاسیر

اطلاع دی ہے۔

۲- حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی لفظ شہید کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

و باشد رسول شاہ گاہ زیر اگر او مطلع است بہ نور
نہرت بر زہر ہر متدین بدین خود کلام در جہاز دین من ریہ
و حقیقت ایمان او چیست و حجابے کہ بدال از ترقی محراب
ماندہ است کلام است۔ پس اسے شناسد گناہان شمار
او اعمال نیک و بد شمار او اخلاص و نفاق شمار لہذا
شہادست اور دنیا و دین بحکم شرع در حق امت مقبول
واجب العمل است۔ (تفسیر عزیزی ص ۶۷۶)

تمہارے رسول دن قیامت میں تم پر گواہ ہوں گے کیونکہ وہ
اپنی نبوت کے نور کے ساتھ اپنے دین پر چلنے والے کے
رتبہ سے واقف ہیں کہ وہ میرے دین میں کس درجہ پر پہنچا
اور اس کے ایمان کی کیا حقیقت ہے اور جس حجاب کے
سبب وہ ترقی سے رک گیا۔ وہ کونسا حجاب ہے تو حضور
صلی اللہ علیہ وسلم ہر اتمی کے گناہوں کو پھلتے اور تم سب
کے ایمان کے درجوں کو جانتے ہیں اور تمہارے سب نیک

بد اعمال سے واقف ہیں اور تمہارے خلوص و نفاق پر مطلع ہیں۔ لہذا حضور کی گواہی دنیا و آخرت میں حکم شرع امت کے حق میں مقبول ہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے لفظ شہید کی جو تفسیر فرمائی ہے۔ اس سے ذیل کے امور پر روشنی پڑتی ہے یعنی حضور نبی کریم علیہ السلام اپنے نور نبوت کے ذریعہ اپنے ہر امتی کے رتبہ و مقام ایمان، ایمان کے درجات، اس کی حقیقت، عدم ترقی کے اسباب و وجوب، اپنے امتی کے گناہ، نیک و بد اعمال، قلبی احوال، خطرات و سواس، نفاق و غرضکہ اپنی امت کی ہر حرکت و سکون سے واقف ہیں۔ اسی لیے قیامت کے دن حضور کی گواہی امت کے حق میں مقبول ہوگی اور یہی حاضر و ناظر کے معنی ہیں۔

یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ شاہ صاحب نے لفظ شہید کی جو تفسیر فرمائی ہے۔ اس میں تمام مفسرین کرام متفق و متحد ہیں۔ بخلاف طوالت ہم صرف چند تفسیر کے حوالے اور پیش کرتے ہیں۔

۱۔ تفسیر روح البیان میں ہے۔

اور شہادت کے معنی یہ ہیں کہ حضور ہر مسلمان کے رتبہ و مقام پر مطلع ہیں۔

ومعنى شهادة الرسول عليهم اطلاقه على رتبة كل متدين

۲۔ تفسیر فائز و مدارک میں ہے۔

قیامت کے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے امت کے متعلق سوال ہوگا۔ تو آپ اپنی امت کے عدل کی شہادت دیں گے کیونکہ حضور امتی کے عدل کو جانتے ہیں۔

شعوبه بما محمد صلى الله عليه وسلم
فيسأله عن حال امته فَيُنْصِتُ لِحُكْمِهِمْ وَيَشْهَدُ
بِعَدْلِهِمْ وَيُزَكِّيهِمْ وَيَعْلَمُ بَعْدَ التَّحْقُّقِ

(تفسیر فائز و مدارک)

۳۔ تفسیر نیشاپوری میں ہے۔ آیت ۲ کے تحت

حضور علیہ السلام قیامت کے دن کی گواہی دیں گے کیونکہ حضور کی روح مبارک تمام ارواح اور قلوب اور نفوس کو دیکھ رہی ہے۔ اسی لیے آپ نے فرمایا تھا کہ سب سے پہلے اللہ نے میرے نور کو پیدا کیا۔

لَا تَنْفُخُ الرُّوحُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَاهِدًا عَلَى جَمِيعِ الْأَرْوَاحِ وَالْقُلُوبِ وَالنَّفُوسِ
بِقَوْلِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوَّلُ مَا خَلَقَ اللَّهُ نُورِي

۴۔ تفسیر مدارک میں آیت ۳ کے تحت ہے۔

حضور کافروں کے کفر، منافقوں کے نفاق اور ایمان والوں کے ایمان کی قیامت کے دن گواہی دیں گے۔

أَشْهَدُ عَلَى مَنْ كَفَرَ بِالْكَفْرِ وَعَلَى مَنْ
نَافَقَ بِالنِّفَاقِ وَعَلَى مَنْ آمَنَ بِالْإِيمَانِ

۵۔ واضح ہو کہ کفر و نفاق کا تعلق دل سے ہوتا ہے اور یہ بھی غیب ہے۔

۵۔ روح البیان میں ہے۔

وَأَعْلَمَ أَنَّهُ يُعْرَضُ عَلَى النَّبِيِّ أَعْمَالُ أُمَّتِهِ عُدْوَةٌ وَعَشِيَّةٌ فَيَعْرِفُهُمْ بِسَيِّمَاتِهِمْ وَأَعْمَالِهِمْ

آپ کی امت کے اعمال صبح و شام پیش ہوتے ہیں اور آپ امت کو ان کی علامات سے جانتے ہیں اور ان کے اعمال سے واقف ہیں۔

۶۔ تفسیر ابن کثیر جلد ۳ میں حضرت سعید بن المسیب کہتے ہیں۔

لَيْسَ مِنْ يَوْمٍ إِلَّا يُعْرَضُ عَلَى النَّبِيِّ أَعْمَالُ أُمَّتِهِ عُدْوَةٌ وَعَشِيَّةٌ يَعْلَمُهُمْ بِأَسْمَائِهِمْ وَأَعْمَالِهِمْ وَلِذَلِكَ يَشْهَدُ عَلَيْهِمْ

ہر دن حضور علیہ السلام پر صبح و شام امت کے اعمال پیش ہوتے ہیں اور حضور اپنے ہر امتی کے نام اور اس کے اعمال سے واقف ہیں۔ اسی لیے قیامت کے دن گواہی دیں گے۔

اسی مضمون کی حدیث ابو داؤد، ابن ماجہ، مسند امام احمد میں بھی ہے، ان میزوں آیتوں اور ان کی تفسیر سے یہ ثابت ہوا کہ حضور کی نظروں سے عالم کا کوئی ذرہ پوشیدہ نہیں ہے اور یہی معنی ہیں حاضر و ناظر کے۔

۱۔ موابہب لدنیہ جلد ۲ ص ۱۹۲ میں طبرانی سے روایت ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا۔

احادیث

اللہ تعالیٰ نے میرے لیے دنیا کو ظاہر کیا۔ میں دنیا کی طرف اور جو کچھ دنیا میں قیامت تک جو نیرالا ہے اس طرف اس طرح دیکھ رہا ہوں جیسے اپنی آنکھیں کھلیں۔

إِنَّ اللَّهَ قَدْ رَفَعَ لِي الدُّنْيَا فَإِنَّا أَنْظَرُ إِلَيْهَا وَ إِلَى مَا هُوَ كَائِنٌ فِيهَا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ كَأَنَّمَا أَنْظَرُوا إِلَى كَفْمٍ هَذِهِ

اس حدیث کی شرح میں علامہ زرقانی لکھتے ہیں۔

رفع کے معنی یہ ہیں۔ اللہ نے حضور کے لیے دنیا کو ظاہر کیا۔ اس کا کشف فرمایا۔ نظر سے مراد نظر حقیقی ہے۔ مجازی معنی صرف علم نہیں ہیں (بلکہ نظر سے مراد حضور کا حقیقہ اپنی آنکھوں سے دنیا و مافیہا میں جو قیامت تک ہوگا دیکھنا مراد ہے)

أَيْ أَظْهَرَ وَ كَشَفَ لِي الدُّنْيَا بِحَيْثُ أَحْطَتْ بِجَمِيعِ مَا فِيهَا فَإِنَّا أَنْظَرُ إِلَيْهَا (۱) إِشَارَةً إِلَى أَنَّكَ أَنْظَرُ حَقِيقَتِي دَفْعَ انْتِزَاعِ دَيْدِ بَالِغِ الْعِلْمِ (زرقانی جلد ۲ ص ۲۳)

۲۔ شکوہ شریف میں حضرت ثربان سے روایت ہے۔ حضور نے فرمایا۔

اللہ نے میرے لیے زمین سمیٹ دی۔ میں نے اس کے مشرق و مغرب کو دیکھ لیا۔

إِنَّ اللَّهَ قَدْ زَوَى لِي الْأَرْضَ خَرَايْتَ مَشَارِقَهَا وَمَغَارِبَهَا

مظاہر ج ۲ ص ۳۰۵ پر اس حدیث کا ترجمہ یہ ہے۔

”یشک اللہ تعالیٰ نے میرے لیے زمین سمیٹ دی۔ اس کو سمیٹ کر مثل ہتھیلی کے کر دکھایا۔ دیکھا میں نے اس کے

مشرقوں اور مغربوں کو یعنی تمام زمین کو۔“

حضور نے فرمایا۔ کوئی چیز ایسی نہیں جو مجھے نہ دکھائی گئی ہو

۳۔ مَا مِنْ شَيْءٍ لَمْ أَرَ كُنْتُ أَوْ يَنْدُ الْآيَاتِ

میں اپنے اس مقام سے ہر شے کو دیکھ رہا ہوں۔
حضور نے فرمایا: کیا تم وہ دیکھتے ہو جو میں دیکھتا ہوں۔ میں
تمہارے گھروں میں فتنے اٹھنے کی جگہ کو بھی دیکھ رہا ہوں۔
(جامع صغیر جلد ۱ ص ۱۶۲)

اسی لیے علامہ ریوسف ابن اسماعیل نجفانی اپنی کتاب جواہر البحار کے ص ۲۸۳ جلد ۱ پر
فرماتے ہیں:-

حضور کے جسد شریف کی تجل سے نہ زمانہ خالی ہے نہ مکان
نہ محل ہے نہ امکان نہ عرش خالی ہے نہ لوح نہ کسی خالی
ہے نہ قلم نہ بحر خالی ہے نہ زم نہ زمین خالی ہے نہ سخت
نہ برزخ خالی ہے اور نہ قبر۔

فِي مَقَامِي هَذَا (بخاری جلد ۱ ص ۱۸)
۴۔ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
هَلْ تَرَوْنَ مَا أَرَى إِنْ أَرَى مَوَاقِعَ الْفِتَنِ فِي
خَلَالِ بُيُوتِكُمْ

علامہ نجفانی کا ارشاد

إِنَّهُ جَسَدُهُ الشَّرِيفُ لَا يَخْلُوهُ مَنَاقِبُ
وَمَكَانٌ وَلَا مَحَلٌّ وَلَا امْكَانٌ وَلَا عَرْشٌ وَلَا
لَوْحٌ وَلَا كُنُوسٌ وَلَا قَلَمٌ وَلَا بَرْزَخٌ وَلَا
بَحْرٌ وَلَا مَهْلٌ وَلَا وَعْرٌ وَلَا بَرْزَخٌ وَلَا
بَرْزَخٌ۔

یعنی سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مقام اعلیٰ و ارفع میں تشریف فرما ہیں۔ زمان، مکان، امکان، عرش و فرش،
لوح و قلم و کرسی، برزخ و قبر سب جگہ حاضر و ناظر ہیں۔ کوئی مقام، کوئی جگہ ایسی نہیں کہ جس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نہ دیکھ رہے
ہوں اور نور پری نہ فرما رہے ہوں۔ گویا کہ آفتاب نبوت و مہتاب رسالت اپنی تجلیات و انوار سے تمام عالم کو روشن و منور
فرما رہا ہے۔

حضور کی رویت و بصیرت کی کیفیت

فَإِنِّي أَرَاكُمْ مِنْ أَمَا جِيٍّ وَمِنْ خَلْفِي۔

۱۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ
حضور نے فرمایا۔ مجھ سے پہلے رکوع اور سجدہ نہ کیا کرو۔
کیونکہ میں آگے اور پیچھے یکساں دیکھتا ہوں۔ (مسلم)

۲۔ حاکم و ابونعیم و امام عبد الرزاق اپنے جامع میں حضرت ابوہریرہ سے راوی ہیں۔ حضور نے فرمایا۔
میں اپنے پیچھے بھی اس طرح دیکھتا ہوں جس طرح
اپنے آگے۔

فَإِنِّي لَا أَنْظُرُ إِلَى مَا وَرَائِي كَمَا أَنْظُرُ إِلَى
مَا بَيْنِي وَبَيْنَی (خصائص کبریٰ ص ۱۶ ج ۱)

۳۔ حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم یہ سمجھتے ہو کہ میرا قبلی ہی ہے۔
خدا کی قسم! تمہارے خشوع اور رکوع مجھ سے پوشیدہ
نہیں ہیں۔

وَاللَّهِ مَا يَخْفَى عَلَيَّ خَشَوْكُمْ وَلَا دُكُوكُمْ
(بخاری ج ۱ ص ۵۹)

خشوع دل کی ایک کیفیت کا نام ہے جو نمازی کو نماز میں حاصل ہوتی ہے۔ مگر گناہ احمدی کے قربان جو نمازی کے
خشوع کا بھی ادراک رکھتی ہے اور مسلمانوں کے خشوع و رکوع اور دل کی حالتوں پر انہیں عبور حاصل ہے۔
۴۔ حضرت ابن عمر فرماتے ہیں۔ ایک انصاری اور ایک ثقفی دربار نبوت میں حاضر ہوئے۔ حضور نے ثقفی سے

فرمایا۔ جو تم پر چھایا ہے ہو اگر تم کو تو میں ہی بتا دوں کہ تم کیا سوال کرنا چاہتے ہو۔ ثقیفی نے عرض کی حضور رب تو بڑی عجیب بات ہے کہ آپ میرے دل کی بات کر دیں۔ فرمایا تم غافل روزہ اور غسل جنابت کے مسائل پوچھنے آئے ہو۔ ثقیفی نے عرض کی مجھے قسم ہے اس ذات مقدس کی جس نے آپ کو نبی بنا کر بھیجا ہے۔

ان ذاك لذی استسلك (یہی وہی واہنیم) | میں ہی مسئلے پوچھنے کے لیے آیا تھا۔

معلوم ہوا کہ قلب کی کیفیت، دل کے ارادے نبی کی نظر سے پوشیدہ نہیں ہوا کرتے اور نبی کی آنکھیں عام انسانوں کی آنکھوں کی طرح نہیں ہوتیں۔

۵۔ ایک مرتبہ حضرت یعلیٰ صحابی خدمت حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں غزوہ موتہ کے حالات سنانے کے لیے حاضر ہوئے حضور نے فرمایا:-

اِنْ شِئْتُ فَاَخْبِرْنِي وَاِنْ شِئْتُ فَاَخْبِرْكَ
قَالَ اَخْبِرْنِي يَا مَسْئِلُ اللّٰهُ فَاَخْبَرَهُ حَبْرَةٌ
كُلُّهُ وَوَصَفَهُ لَهُمْ (ابو نعیم)
(خدا جس کی باری ۲۶ ص ۲۵۹)

حضرت یعلیٰ نے عرض کی۔ اس ذات مقدس کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر مبعوث فرمایا۔ آپ کے بیان اور جنگ کے واقعات میں سب مرفوع نہیں ہے۔

سبحان اللہ! مدینہ میں تشریف فرما ہیں مگر محاذ جنگ آپ کی نظروں کے سامنے ہے اور آپ غزوہ موتہ کے حالات کو پچھتم خود ملاحظہ فرما رہے ہیں۔

۶۔ حضرت عمرو بن الخطاب انصاری کہتے ہیں کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک دن میں:-

فَاَخْبَرَنَا بِمَا هُوَ كَاِنْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ
قِيَامَتُكُمْ جِئْتُمْ دَاخِلَ تَمَامِ حَالَاتِ وَاقِعَاتِ بَيَانِ
فَرَا دِيْعَتِ (مسلم)

۷۔ عبدالرحمن بن عائش فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ اللہ نے فرمایا اللہ نے میرے لیے زمین کو ظاہر فرما دیا:

فَاَنَّا اَنْظُرُ لَيْسَ هَا وَ اِلَى مَا هُوَ كَاِنْ فِيهَا اِلَى
يَوْمِ الْقِيَمَةِ كَاِنَّمَا اَنْظُرُ اِلَى كَفَى هٰذِهِ
ہم میں کیا جس کی تجھ کو خبر نہیں

۸۔ حضرت ابو ہریرہ تحریر فرماتے ہیں کہ

اِنْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَنَ
لِلنَّجَاشِيِّ فِي الْيَوْمِ الَّذِي مَاتَ فِيْهِ (بخاری)

جس دن حبشہ میں نجاشی کا انتقال ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دن ہمیں ان کے انتقال کی خبر سنائی۔

حضرت نجاشی علیہ الرحمۃ الرحمۃ کا انتقال مدینہ میں ہوا تھا مگر چشم مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خصوصیت دیکھتے کہ مدینہ سے مدینہ تک پہنچی اور دریا و پہاڑ اور سمندر ان مقدس نظروں کے لیے حجاب نہ بن سکے کیوں؟

اس لیے کہ نور کے لیے کوئی چیز حجاب نہیں بن سکتی اور نور اذہمیرے کو اُجالا بنا دیتا ہے۔

سب چمک والے اُجڑوں میں چمکا کئے اذہم شیعوں میں چمکا ہمارا نبی

۹۔ جب مدینہ شریف میں حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کی اطلاع آئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کچھ عرصہ غمگین رہے۔ پھر ایک لمحہ کے بعد آپ مسکرا دیے۔ صحابہ کرام نے سبب مسکراہٹ پوچھا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ مجھے میرے اصحاب کی شہادت نے غمگین کیا۔

حَتَّىٰ رَأَيْتُهُمْ فِي الْجَنَّةِ إِخْوَانًا عَلَىٰ سُرُرٍ
(ابو سعید، خصائص کبریٰ ص ۱۶۱)
۱۰۔ حضرت بشیر عارضی کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور علیہ السلام ایک قبر کی طرف متوجہ ہوئے اور آپ نے فرمایا۔ مجھے معلوم نہیں؟ کسی نے عرض کی حضور نے کیا فرمایا۔ حضور نے جواب دیا۔

ان هذا يسئل معني فقال لا ادرى
قبر میں اس شخص سے میرے متعلق سوال ہو رہا ہے اور یہ کہہ رہا ہے۔ مجھے معلوم نہیں۔

بنابرین حضور قیامت تک ہر نبی اور ان کے اعمال و اقوال، افعال و احوال تصدیق و تکذیب، ہدایت و ضلال سب کا شاہد فرماتے ہیں۔ (ابو السعد و حبل) تو لفظ شاہد حضور کی رویت بصری و بصیرت قلبی کی وسعت کو بیان کر رہا ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ ساری کائنات حضور کی نظروں کے سامنے ہے اور حضور سب کے گواہ ہیں۔

میرٹش پر ہے تری گندول فرش پر ہے تری نظر ملکوت و ملک میں کوئی نہیں تجھے پہ جو عیال نہیں
حضور کی صفت نبی بشر کے معنی

گرام کو جنت کی بشارت دی۔ حضور نے فرمایا۔

انت صاحبی علی الحوض (ترمذی)
یا ابابکر اقل من یدخل الجنة
ذلك الرجل ارفع امتی درجة فی الجنة
(ابو ماجہ)

تستیجی منه الملائکة (مسلم)
رفیق یعنی فی الجنة عثمان (ترمذی)
نمبر کے موقع پر حضور نے فرمایا۔ کل ہم فوج کا جھنڈا اس شخص کو دیں گے۔

يُفْتَحُ اللَّهُ عَلَى يَكْدِيرٍ (مشکوٰۃ) | جس کے ہاتھ پر اللہ غیر فتح فرمائیگا (یعنی علی مرتضیٰ)
 حضور سید المرسلین علیہ الصلاۃ والتسلیم نے فرمایا۔ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ، علی، طلحہ، زبیر، عبد الرحمن بن عوف، سعد بن ابی وقاص، سعید بن زید، البرصیہ بن الجراح فی الجنة بنتی ہیں۔ (مشکوٰۃ)

جنت کا چشمہ | جب مہاجرین مکہ معظمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ آئے، یہاں کاپانی شور تھا، مہاجرین کو پسند نہ آیا۔ نبی غفار کے ایک آدمی کی ملک میں ایک شیریں چشمہ تھا۔ جس کا نام روم تھا۔ وہ اس کوڑی کی ایک ٹشک نیم صاع میں فروخت کیا کرتے تھے۔ حضور مالک جنت محبوب رب العزت جل مجدہ نے اس شخص سے فرمایا۔

بعینہا بعین فی الجنة | یہ چشمہ میرے ہاتھ چشمہ جنت کے عوض بیچ ڈال۔ انہوں نے عرض کی حضور میری محاش اسی چشمہ سے وابستہ ہے۔ میرے بال بچے اسی چشمہ کی آمدنی سے پرورش پاتے ہیں مجھ میں طاقت نہیں ہے۔ یہ خبر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو پہنچی۔ آپ نے چشمہ کے مالک کو راضی کر لیا اور اس کو ۳۵ ہزار روپیے میں خرید لیا۔ پھر خدمت نبوی میں حاضر ہوئے۔ عرض کی حضور اگر میں اس چشمہ کو خرید کر وقف کر دوں تو کیا سرکار بھی مجھے اس کے عوض جنت کا چشمہ عطا ہوگا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ ہاں! عرض کی میں نے سیر روم خرید لیا ہے۔ اور مسلمانوں کے لیے وقف کر دیا ہے (طبرانی)

قابل غور بات یہ ہے کہ حضور علیہ السلام جنت کے چشمہ کے عوض سیر روم کو خرید رہے ہیں۔ سب جانتے ہیں۔ خرید و فروخت میں ملکیت شرط ہے۔ ہر چیز آپ کی ملکیت ہی نہیں اس کو آپ کی کوئی بیچ سکتے ہیں۔ مگر یہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے کہ اللہ نے جنت کے چشمے بھی آپ کی ملکیت میں دے دیئے ہیں۔ اسی لیے اہل سنت حضور کو مالک جنت کہتے ہیں۔ اقبال نے شاید اس حدیث کو پڑھ کر یہ شعر کہا تھا

عجب کی جا ہے کہ فردوس اعلیٰ بنائے خدا اور بسائے محمد

اس کے علاوہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو حدیث اسحق باب میں مروی ہے اس کے الفاظ یہ ہیں۔

اشترى عثمان بن عفان من رسول الله صلى الله عليه وسلم الجنة مدين يوم رومة و يوم جيش العسرة (رواہ المحکم وابن عدی)
 حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دو مرتبہ جنت خریدی۔ سیر روم کے دن اور جیش عسرو کے دن

واضح ہو کہ جنت وہی بیچ سکتا ہے جو جنت کا مختار ہو یا مالک کی طرف سے اس کو اس میں تصرف کرنے کی اجازت کچھ بھی ہو، یہ حدیث بتاتی ہے کہ نبی کریم مالک جنت ہیں، چنانچہ اس سے زیادہ واضح الفاظ ذیل کی حدیث کے ہیں جس میں حضور علیہ السلام نے طلحہ کو مخاطب بنا کر ارشاد فرمایا۔

لَكَ الْجَنَّةُ عَلَىٰ يَا طَلْحَةُ خَدَا (ابن عمر)
 بتائیے! جنت کا ذمہ کیا وہ لے سکتا ہے جو بالکل بے اختیار ہو؟ اسی حدیث سے سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ

عزاکا جنتی ہونا بھی ثابت ہوا۔ چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم خود حضرت عثمان غنی کی اس نفیست کے معترف تھے۔ جب ان سے حضرت عثمان کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا۔

ذَٰلِكَ اِمْرٌ يُدْعٰی فِی الْمَلَأِ اَعْلٰی ذَوَالنَّوْبِیْنِ
كَانَ خَتَنُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم
عَلٰی بَنْتِہِ ضَمَنَ لَّہٗ بِیْتًا فِی النَّجَّةِ (ابو نعیم)

عثمان وہ ہیں کہ بزیم اعلیٰ میں ذوالنورین پکارے جاتے ہیں۔
حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کی دو صاحبزادیوں کے شوہر ہوئے
حضور نے ان کے لیے جنت میں ایک مکان کی ضمانت
فرمائی ہے۔

یہ بیان سیدنا علی مرتضیٰ کا ہے۔ اب ان لوگوں سے پوچھئے جو عثمان غنی جیسی کرم و مغف شخصیت کی شان اعلیٰ کو گھٹاتے ہیں اور مجاہد علی ہوتے ہوتے بھی علی کی بات نہیں مانتے۔

حضور کا قول اور بدعقول کو ڈر سنانے والے تھے۔ متعدد خلاف شرع امور پر۔
حضور نے وعید سنائی اور انھیں احکام خداوندی کی پیروی کی تلقین فرمائی۔

امام بخاری حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر سے روایت کرتے ہیں کہ ہم ابن العاص دربارِ نبوت میں بیٹھتا تو استنزاۃ حضور کی
تلقین اُتارتا تھا۔ ایک دفعہ یہ غیث اسی طرح اپنے منہ کو تاربا تھا کہ حضور نے فرمایا۔

کُنْ کَذَٰلِکْ خَلُوْا یَزِلْ یَخْتَلِجْ حَتّٰی مَاتَ
(خصائص ص ۶۷)

ایسا ہی ہو جا! چنانچہ مرتے دم تک اس کا منہ ایسے
ہی ہلتا رہا۔

امام بیہقی حضرت انس سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص عبداللہ بن مرثد تھا۔ وحی لکھنے کی خدمت لکھنے کی خدمت
اس کے سپرد تھی۔ کچھ دن بعد وہ مرتد ہو گیا اور عیسائیوں کے ساتھ مل کر کھینے لگا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو میں جانتا ہوں جو
میں چاہتا لکھ دیتا۔ جب یہ مرا تو حضور نے فرمایا۔

اِنَّا الْاَرْضُ لَا تَقْبَلُہٗ خَدَّہُیْنِ خَلُوْا تَقْبَلُہٗ
(خصائص ج ۲ ص ۶۷)

اب اس کو زمین قبول نہ کرے گی۔ چنانچہ زمین نے
اسے قبول نہ کیا۔

بخاری کی حدیث میں یہ بھی ہے کہ اس کے دوستوں نے جب اسکی لاش قبر سے باہر دیکھی تو انہوں نے خیال کیا کہ یہ
صحابہ رسول کا کام ہے۔ چنانچہ اس کو دفن کر دیا۔ جب صبح ہوئی تو وہ ہی منظر سامنے تھا۔ آخر انہوں نے تین بار گہرے گڑھے
کھود کر اس کو دفن کیا۔ مگر ہر مرتبہ لاش قبر سے باہر ہی نکل آتی تھی۔ جب انھیں یہ یقین ہو گیا کہ یہ صحابہ کرام کا کام نہیں ہے تو
اس کی لاش اسی طرح زمین پر چھوڑ دی۔

اس حدیث سے روشن ہو گیا کہ زمین حضور کی تابع ہے اور آپ کی زبان مبارک سے جو فرمان نکلتا ہے۔ عالم بغل
علوی کا ہر ذرہ اس کی تعمیل کرتا ہے۔ سچ ہے نہ

تو جو لکار دے آتا ہوا اُلٹ میٹ جاتے
دل پر کندہ ہو ترا نام کہ وہ دزد و جیسیم
تو جو چکار لے ہر پھر کے ہوتیرا تیرا
اُلٹے ہی پاؤں پھرے دیکھ کے طغرا تیرا

وَدَاعِيَا الْحَبْلِ اللّٰهُ يَعْنِي عِلْقُ كِرَامَتِ الْإِلٰهِ كِي دیتے ہیں۔
مخلوق کا رشتہ خالق سے جوڑتے ہیں اور بندے کو اس کے رب سے

حضور کی صفتِ داعی الی اللہ کے معنی

ملا تے ہیں۔ حضور فیض الہی کا ذریعہ اور واسطہ ہیں۔ علامہ شوکانی نیل الاوطار میں لکھتے ہیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ تاجرِ تجربہ اور نہایتِ تقدس میں ہے۔ یعنی رب العزت بل مجدہ ایسی ہستی ہے جو کمال کے انتہائی درجہ پر ہے اور انسانی نقصان کے انتہائی درجہ پر ہے اس لیے انسان میں یہ طاقت نہیں ہے کہ وہ بغیر کسی واسطہ کے رب العزت بل مجدہ سے فیض حاصل کر سکے۔ لہذا اللہ سے فیض حاصل کرنے کے لیے واسطہ کی ضرورت پڑی مگر وہ واسطہ کیسا ہو؟ لکھتے ہیں۔

لَهُ وَجْهٌ تَتَجَرَّعُهُ وَنُوعٌ تَفَعَّلُوْهُ

یعنی تجرد کی جہت سے وہ خداوندِ قدوس سے فیض حاصل کرے اور تعلق کی جہت سے وہ فیض الہی کو انسانوں تک پہنچا دے۔ پس ایسا واسطہ انبیاء کرام ہیں اور ان میں سب سے بڑا اور سب سے ارفع مرتبہ حضور نبی کریم علیہ السلام کا ہے۔
وَهٰذَا لَعَاسِطَةٌ هُمْ اَلْاَنْبِيَاءُ وَاَعْظَمُهُمْ رُتْبَةً وَّارَفَعَهُمْ مَنْزِلَةً يَنْبَغِيْنَا صَلٰى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

یہ واسطہ انبیاء کرام ہیں اور ان میں سب سے بڑا مرتبہ اور بڑی منزلت ہمارے نبی کریم کی ہے۔

ادھر اللہ سے اصل اور مخلوق میں شامل

خاص اس رُتْبہ کبریٰ میں ہے حرفِ مشدّد کا

سِرَاجًا مِّنْ اَنْبِيَآءٍ مَّرَاجٍ بِمَعْنٰى اَقْتَابِ سُوْرَةِ نُّوْرٍ مِّنْ فُرَاغٍ۔ وَجَعَلَ الشَّمْسُ سِرَاجًا۔ سُوْرَةِ نَّارٍ مِّنْ فُرَاغٍ۔ وَجَعَلْنَا سِرَاجًا وَهَّاجًا۔ نَّهَآئِةً يَّجْلُوْ

حضور کی صفتِ سراجِ منیر کے معنی

چراغ۔ صحابہ کرام نے بھی حضور کے چہرہ اقدس میں سورج کو رواں بنایا۔ جناب البوہرہ فرماتے ہیں۔

كَانَ الشَّمْسُ تَجْرِيْ فِيْ وَجْهِهِ
(خاص ص کبریٰ سیوطی)

حقیقت یہ ہے کہ ہزاروں آفتابوں سے زیادہ روشنی حضور کے نورِ نبوت نے پہنچائی۔ کفر و شرک کے ظلماتِ شدیدہ کو اپنے نورِ حقیقت افزہ سے دُور کیا اور خلق کے لیے معرفت و توحید الہی تک پہنچنے کی راہیں روشن اور واضح فرمادیں۔ ضلالت و گمراہی کی وادی تاریک میں راہِ نجات کو اپنے انوارِ ہدایت سے راہِ یاب فرمایا اور اپنے نورِ نبوت سے ضمائر و بطنوں کو اور قلوب و ارواح کو منور کیا۔ اس لیے آپ کا وجود اقدس ایسا آفتابِ عالمِ تاب ہے جس نے ہزاروں آفتاب بنادینے سے

اندھے شیئے جھلا جھل دکنے گئے جلوہ ریزی و دعوت پر لاکھوں سلام

حضرت ربیع بنت موزہ کہتی ہیں کہ اگر تم لوگ حضور نورِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے تو ایسا معلوم کرتے جیسے۔

الشَّمْسُ طَالَعَةٌ (داری)

(افق سے) سورج طلوع ہو رہا ہے۔

میتے ہوئے کو کہتے ہیں کہ آپ کا چہرہ مبارک

چاند اور سورج کی طرح گول تھا۔ (مسلم شریف)

مِثْلَ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ مُسْتَوْدِئًا

حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں چہرہ نبوی کے شمس کا یہ عالم تھا۔

اذا ضحك ليتلا ف الجدار | جب آپ تبسم فرماتے تو دیواریں روشن ہو جاتیں۔

حضرت جابر بن سمرہ فرماتے ہیں کہ آپ کا چہرہ مبارک۔

مِثْلُ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ وَكَانَ مُتَنَدِّبًا (حوالہ مذکور)

حدیث ابن مالک میں ہے کہ آپ کا چہرہ منور

مِثْلُ لَأَوْجِهَةٍ تَلَا لَأَلْقَمَرِ لَيْلَةً (حوالہ مذکور)

چودھویں کا چاند ہے روئے حبیب اور پلالِ عید ہے ابرو کے حبیب

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ جب آپ کلام فرماتے۔

وَيَا كَالشَّوْرِ يَخْرُجُ مِنْ بَيْنِ رَأْسِكَ (خصائص ص ۶۲، ۱۶)

حضرت ابی قرصاف کہتے ہیں کہ جب ہم حضور سے بیعت کر کے واپس ہوتے تو راستہ میں میری والدہ نے آپ کے متعلق

کہا کہ میں نے آپ سے زیادہ حسین پہرہ والا، نفیس اور پاک کپڑوں والا، نرم کلام والا نہیں دیکھا۔

وَيَا كَالشَّوْرِ يَخْرُجُ مِنْ بَيْنِ رَأْسِكَ (حوالہ مذکور)

اور میں نے دیکھا کہ وہیں اقدس سے نور کا فوارہ جاری ہے

أُمُّ الْمُؤْمِنِينَ جُودَةُ سَيِّدِ الْمُسْلِمِينَ مَاضِيَةً صَدِيقَةً فَرَاتِي يَنْبَغِي أَنْ تَرَى نَورَ سَيِّدِ الْعَالَمِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَأَنَّ نَورَ لَاحِظَةٍ بَدَنَ كَا

لَاحِظَةٍ تَرَانِي تَحَا۔

مُ يَصِفُهُ وَاصِفٌ قَطْرُ الْأَشْبَةِ وَجْهَهُ

قَمَرٍ لَيْلَةَ الْبَدْرِ (خصائص ص ۶۲)

حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور سے زیادہ حسین کسی کو نہ دیکھا۔ جب میں چہرہ اقدس دیکھتا ہوں تو

علوم ہوتا ہے۔

نَا الشَّمْسُ تَجْرِي فِي وَجْهِهِ (حجۃ اللہ ص ۶۹)

کہ آفتاب چہرہ مبارک میں جاری ہے۔

حُسنِ یوسف دمِ عیسیٰ یر بیضا داری

حضرت ہمدان کہتے ہیں۔ مجھے لوگوں نے کہا۔ حضور کو کسی چیز کے ساتھ تشبیہ دو۔ تو میں نے کہا۔

قَمَرٍ لَيْلَةَ الْبَدْرِ لَمَّا رَأَى قَبْلَهُ وَلَا

حضور کا چہرہ چودھویں کا چاند تھا۔ میں نے آپ سا

دو عالم کے سردار سرخ رنگ کا دھاری دار جبریلؑ تن کے تشریف فرما تھے تو میں مقابلہ کے لیے ایک نظر آسمانی چاند پر ڈالی اور ایک نظر مدنی چاند پر اور موازنہ کیا کہ کون زیادہ خوبصورت ہے۔

فَإِذَا هُوَ أَحْسَنُ عِنْدِي مِنَ الْقَمَرِ | تو مجھے یقین ہو گیا کہ مدنی چاند آسمانی چاند سے زیادہ خوبصورت ہے۔

آسمانی چاند میں میل تھا اور محبوب کبریا کا چہرہ منور میل سے پاک تھا۔

رُخ دن ہے یا مہر سایہ بھی نہیں وہ بھی نہیں | شب زلف یا شبِ ختایہ بھی نہیں وہ بھی نہیں
حضرت مولائے کائنات علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم حضور علیہ السلام کے سر مبارک سے لے کر پائے اقدس تک کے اعضاء کے بریک کی صفت بیان کرتے ہوئے جب عاجز آجاتے ہیں تو حضور کو کسی چیز سے تشبیہ نہیں دیتے کیونکہ وہ چاند سے تشبیہ دینا یہ بھی کوئی انصاف ہے | اس کے منہ پر چھائیاں حضرت کا چہرہ صاف ہے اس لیے فرماتے ہیں۔

لَوَارِدَ قَبْلَهُ وَلَا بَعْدَهُ مِثْلَهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ | کہ میں نے حضور سے قبل اور آپ کے بعد آپ جیسا حسین نہیں دیکھا یعنی یہ

خُش ہے بے مثل صورت لا جواب | میں خدا۔ تم آپ ہو اپنا حجاب

توریت میں حضور کی صفات کا بیان | حرد لا میتین | حرز کے معنی محافظ کے ہیں۔ دین اسلام کے بھی حضور محافظ ہیں اور اپنی امت کے بھی محافظ ہیں۔

لَيْسَ بَفِطْرٍ بُرِّعَ اخْلَاقُ دَالِیْ نَہِیْ بِلْکَ صَاحِبِ خَلْقِ عَظِیْمِ ہِیْ۔ خَلْقِ عَظِیْمِ کی تکمیل حضور ہی کی ذات سے ہوئی۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔

بُعِثْتُ لِأَتَمِّمَ حُسْنَ الْأَخْلَاقِ (نوطا) | میں حُسنِ اخلاق کی تکمیل کے لیے بھیجا گیا ہوں۔ ابھی آپ مکہ ہی میں تھے کہ ابوذر نے اپنے بھائی کو آپ کے حالات و تعلقات کی تحقیق کے لیے بھیجا۔ انہوں نے واپس آکر اپنے بھائی کو جن انصاف میں اطلاع دی تھی۔ وہ یہ تھے۔

وَأَيُّتُهُ يَا مُؤْمِنًا بِمَكَارِمِ الْأَخْلَاقِ | میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ اخلاقِ حسنہ کی تعلیم دے رہے ہیں۔

حبشہ کی ہجرت کے زمانے میں نجاشی نے مسلمانوں کو بلوا کر آپ کی نسبت تحقیق کی۔ اس وقت حضرت جعفر طیار نے جو تقریر کی اس کے چند فقرے یہ ہیں۔

”اے بادشاہ! ہم لوگ جاہل تھے بتوں کو پوجتے، مُردار کھاتے، بدکاریاں کرتے، ہمایوں کو سناتے تھے، بھائی بھائی پر ظلم کرتا تھا۔ اس اثنا میں ایک شخص (کریم) ہم میں پیدا ہوا ہے جنہوں نے تعلیم دی کہ ہم پتھروں کو پوجنا چھوڑ دیں۔ سچا بریں، غریزی سے باز آئیں، یتیم کا مال نہ کھائیں، ہمایوں کو آرام دیں، عقیقہ عورتوں پر بنامی کا داغ نہ لگائیں۔“

چنانچہ قرآن حکیم نے لاکھوں معانوں اور اہل عباد کی بھیڑ میں داعی حق اور دنیا کے آفریں معلم اخلاق کی نسبت یہ اعلان فرمایا۔
 إِنَّكَ لَعَلَّ خَلْقَ عَظِيمٍ ۝
 محبوب تم اخلاق کے بڑے درجہ پر ہو۔
 بے بناوٹ ادا پر ہزاروں درود
 بے تکلف راحت پہ لاکھوں سلام
 وَلَا غِلَظَ سَخَتْ كَلَامُ نَحْنُ۔ شیریں دہن تھے۔ گنگو نہایت متانت و سکون سے فرماتے۔ مگر شنیہ والا متاثر
 ہوتے بغیر نہ رہتا۔

حضرت عائشہ اعلیٰ، انس رضی اللہ عنہم جو دونوں خدمت نبوی میں رہے ہیں۔ سب کا متفق بیان ہے کہ آپ نہایت نرم مزاج، اخلاص اخلاق اور نکو سیرت تھے۔ چہرہ اقدس ہنس نکھہ تھا، وقار و متانت کے گھنگو فرماتے تھے۔ کسی کی خاطر شکستی نہ فرماتے تھے۔

ابوداؤد کی حدیث میں ہے کہ اکثر خدام خدمت اقدس میں پانی لے کر آتے تاکہ آپ ہاتھ دال دیں اور پانی متبرک ہو جائے
 جازول کا موسم اور صبح کا وقت ہونا مگر پھر بھی حضور انکار نہ فرماتے تھے

زَمِي خَوَسَ لَبَتِ بِه دَائِم دُرُود ۝
 انک عبدی و رسولی ۝ توریث میں حضور کا ذکر ان الفاظ میں ہوا ہے۔ تم میرے عبد خاص اور میرے رسول ہو۔
 حضور اللہ کے خاص بندے ہیں۔ اس میں شک ہی کیسا ہے۔ گر کیسے بندے ہیں۔ مولانا دوم فرماتے ہیں کہ
 اے ہزاراں جبریتیں اندر بشر۔ بہر حق سوئے عزیزیاں یک نظر
 امیر المؤمنین جناب صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا۔

یا ابا بکر لمر یعرفنی حقیقۃ سوادبی ۝
 ابوبکر میری حقیقت کو میرے رب کے سوا کوئی
 نہیں جانتا۔

مُحَمَّدٌ سَ صَفَتْ بِوَجْهِهِ خُدا کی

کھلیا عص کی تفسیر میں حضرت شیخ رکن الدولہ سمنانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں :-

حضور علیہ السلام کی تین صورتیں ہیں :-

- ۱۔ صورت بشری جس کا بیان آیت "انما انا بشر" میں ہے
- ۲۔ صورت علی جس کے متعلق خود حضور نے فرمایا۔ میں تمہاری مثل نہیں ہوں۔ میں اپنے رب کے پاس رات گزارتا ہوں۔
- ۳۔ صورت حق۔ جس کے متعلق فرمایا۔ میرے لیے خدا کے ایک ایسی ساعت ہے جس میں نبی مرسل اور ملک

حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم صورت است
 یک صورت بشری اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۝ دوم
 صورت علی چنانکہ فرمودہ اَسْتُ كَا حِدِ كُمْ اَبِیْتُ
 عِنْدَ رَبِّی ۝ سوم صورت حق كَمَا قَالَ لِي مَعَ اللّٰهِ
 وَ قَدْ لَا یَسْعٰی فِیْهِ مَلَكٌ مُّقَدَّبٌ وَلَا
 شَیْءٌ مِّنْ رَّسَلٍ ۝ (روح البیان پارہ ۱۶)

تفسیر حلیہ ان مسائل مفصل و مکمل توضیح کے لیے مصنف کتاب ذکاں تالیف روح ایمانی، خصائص مصطفیٰ، جامع الصفات کا مطالعہ کیجئے
 جو حکمت بہ رضوان سے قیماں ل سکتی ہیں۔

مقرب کی بھی رسائی نہیں ہے۔

عید دیگر، عیدہ چیزے دگر | ماسراپ انتظر او منتظر

سَمِيتُكَ الْمُتَوَكِّلُ

حضور متوکل بھی ہیں۔ اللہ کے سوا کسی پر توکل اور بھروسہ نہیں فرماتے۔ حضور نے اللہ کے وعدوں پر اس کی نصرت پر، اس کی عطا و بخشش، فضل و کرم، جو دستار پر پختہ اعتماد فرمایا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو متوکل کے لقب سے یاد فرمایا۔ حضور کے توکل کی شان یہ تھی کہ جناب صدیق عاتشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا۔
يَا عَاتِشَةُ لَوْ شِئْتُ لَكُنْتُ لَصَارَتْ هَرْمِي جَبَالٌ | اے عاتشہ! اگر میں چاہوں تو سونے چاندی کے پہاڑ الذہب (بخاری) میرے ساتھ چلا کریں۔

مگر ہم دو عینہ تک گھر میں آگ نہ جلتی تھی۔ ایک مرتبہ صحابہ نے خدمت نبوی میں فادہ کشی کی شکایت کی اور پیٹ کھول دیا کہ پتھر بندھا ہوا ہے۔ آپ نے اپنا شکم اٹھ کھولا تو ایک کے بجائے دو پتھر بندھے تھے۔ (مسلم)
قد مول پہ ڈھیر اشہ فیول کا پڑا ہوا | اور سات دن سے پیٹ پہ پتھر بندھا ہوا
حضرت عاتشہ فرماتی ہیں کہ حضور کے زہر و توکل کا یہ عالم تھا کہ آپ نے کبھی تین روز تک متواتر سیر نہ کی کہ ان کی روٹی تاول نہ فرمائی۔ جن مبارک و متقدس کپڑوں میں آپ نے دھنا فرمایا۔ ان میں اوپر تلے ہونڈ لگے ہوتے تھے۔ اکثر موٹے اور بھیڑ کے بال کے بنے ہوئے کپڑے استعمال فرماتے مگر یہ سب حضور کی اعتیادی چیز تھی۔

دو جہان ملک اور جو کی روٹی غذا | اس شکم کی قناعت پہ لاکھوں سلام
وَلَا سَخَابَ حضور جھگڑاوند تھے۔ مدح و ذم میں مبالغہ نہیں فرماتے تھے۔ آپ کی نظر حق تعالیٰ پر تھی۔ آپ کی زبان اللہ کی پرستش ہی ظاہر ہوتا۔ اعتدال کا دامن کبھی نہ چھوڑتے۔ ایک دفعہ ایک بدو آیا جس کا کچھ قرضہ آپ پر آتا تھا اس نے نہایت سختی سے تقاضا کیا۔ صحابہ نے اس کو ڈانٹا اور کہا۔ تجھے معلوم ہے تو کس سے ہم کلام ہے؟ حضور نے صحابہ سے فرمایا۔ تم کو بدو کا ساتھ دینا چاہیے تھا کیونکہ اس کا حق تھا۔ پھر آپ نے اس کا قرضہ ادا کرنے کا حکم دیا۔ (ابن ماجہ)

وَلَا يَدْفَعُ الْمُسِيئَةَ الْمُسِيئَةُ برائی کا بدلہ برائی سے نہ دینے والے بلکہ خون کے پیاسوں کو قبائیس عطا فرمانے والے رسول ہیں۔ جنگِ اُحد میں دشمنوں نے پتھر پھینکے، تیر برباں کئے، تلواریں چلائیں، دندانِ مبارک شہید ہو گئے لیکن ان سب حملوں کا دارِ رحمت عالم جس سپر پروردگار کا وہ یہ دعا تھی۔

اللَّهُمَّ اهْدِ قَوْمِي فَإِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُونَ | اے اللہ! میرے قوم کو ہدایت دے۔ یہ نادان ہیں۔

ہیں دعائیں سنگ و دشمن کے عوض

اس قدر نرم ایسے پتھر کا جواب

اربابِ بیرون نے تصریح کی ہے کہ حضور علیہ السلام یہ فرما رہے تھے کہ لوگو! لا اِلهَ اِلا اللہ کو نجات پاؤ گے! ابو جہل پیچھے پیچھے تھا، خاک اُڑاتا تھا اور بکتا تھا کہ ان کی باتیں تمہیں اپنے مذہب سے جڑتہ نہ کریں۔ یہ چاہتے ہیں کہ تم اپنے دیوتاؤں لات و عزتی کی چھوڑ دو۔ مگر نبی علیہ السلام کا عفو و حلم اور بروہاری تھی کہ آپ پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھتے تھے۔ (مسند ابن احمد)

سب سے بڑھ کر وحی کا موقع وہ تھا جب کہ منافقوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ہمت لگائی تھی حکومت دیا ست حضور کے قبضہ میں تھی۔ اگر آپ چاہتے تو منافقوں کو قرار واقعی سزا دیتے مگر علم نبوی کا عالم یہ تھا کہ منبر پر صرف یہ کلمات فرماتے: "اے مسلمانو! جو شخص میرے ناموس کے متعلق غصے سے سنا ہے۔ اس سے میری داد کو لے لے سکتا ہے؛ حضرت سعد بن معاذ غصہ سے بیتاب بکھرے ہو گئے۔ عرض کی سرکار نام بتائیں۔ میں اس کا سر ظلم کر دوں۔ سعد بن عبادہ نے مخالفت کی اور دونوں طرف سے تلواریں کھینچ کھینچیں مگر آپ نے ازراہ کرم و عفو و حلم دونوں کو ٹھنڈا کر دیا۔

زید بن سعد یہودی میعاد سے پہلے قرضہ مانگنے آیا اور بڑی گستاخی کے ساتھ حضور کی چادر اقدس کو کھینچ کر کھینے لگا۔ عبدالمطلب کے خاندان والو! تم ہمیشہ ایسے جیلے کرتے ہو۔ حضرت عمر غصہ سے بیتاب ہو گئے اور فرمایا اور دشمنی خدا! رسول کی شان میں گستاخی کرتا ہے؛ مگر نبی علیہ السلام مسکرا دیتے اور فرمایا! اس کا قرضہ ادا کر کے۔ بیس صاع اور زیادہ دے دو۔ عتبہ بن ابی وقاص نے غزوہ اُحد میں آپ پر پتھر برسائے جس سے آپ کے دندان مبارک شہید ہو گئے اور آپ کا چہرہ مبارک زخمی ہو گیا۔ لوگوں نے عرض کیا کہ اس کے لیے بد دعا کیجئے۔ آپ نے فرمایا:۔

إِنِّي لَعَرَأَيْتُ لَقَامًا وَاسْتَمَاءُ بَعِثْتُ رَحْمَةً
میں دعا کرنے کے لیے نہیں بھیجا گیا ہوں بلکہ میں توجرت
رافت کے لیے مبعوث ہوا ہوں۔
(کنز الایلاق)

کفار مکہ جنہوں نے تیرہ سال تک آپ کو اور آپ کے پیغمبر کو سخت ایذائیں پہنچائی تھیں، عبادت کرتے ہوئے آپ پر غلاطیں پھینکیں، ہر قسم کی گستاخیاں کیں۔ آپ کے صحابہ کرام پر انواع و اقسام کے ظلم و ستم کیے۔ آپ کو وطن سے بے وطن کر دیا تھا۔ جب مکہ فتح ہوا تو وہ لوگ آپ کے سامنے لائے گئے۔ اس وقت ان کو کامل یقین تھا کہ آج ہماری تمام بدسلوکیوں، شرارتوں اور ہمارے ظلم و ستم کا پورا بدلہ لیا جائے گا۔ آنحضرت نے ان کی طرف نظر اٹھا کر فرمایا۔ تم کیا سمجھتے ہو کہ اب میں تمہارے ساتھ کیا کروں گا؟

سب نے گہ نہیں جھجکا کہ دلی زبان سے کہا۔ آپ رحم و کرم فرمائیں گے۔
رحمۃ اللعالمین صل اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے ابی مکہ! میں تم سے کوئی بدلہ نہیں چاہتا۔ جاؤ تم سب لوگ آزاد ہو۔
لَا تَشْرِيْبُ عَلَیْكُمْ الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللَّهُ لَكُمْ
تم پر کوئی ظلمت نہیں۔ اللہ تمہارے گناہوں کو معاف
قَدْ هُوَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ (قرآن حکیم)
کرے وہ سب سے بڑا رحم کرنے والا ہے۔

قریش کی ہر گری و جھگڑا کی داستان دہرانے کی ضرورت نہیں، یاد ہوگا، شعیب ابی طالب میں تین برس تک ان ظالموں نے آپ کو اس طرح محصور کیا تھا کہ غلہ کا ایک دانہ بھی نہ پہنچ سکتا تھا۔ مسلمانوں کے بچے بھوک سے تڑپتے بکلتے روتے تھے اور یہ بیداران کی آواز سن کر ہنستے اور خوش ہوتے تھے لیکن معلوم ہے رحمت عالم نے اس کے بدلے میں قریش کے ساتھ کیا سلوک کیا۔ کہ تم میں غلہ یا مار سے آنا تھا۔ یا مار کے رئیس شمار جب مسلمان ہوئے تو کفار نے ان کو طعن دیا۔ انھوں نے قسم کھائی کہ حضور کی اجازت کے بغیر اب ایک دانہ مکہ میں نہ پہنچے گا۔ چنانچہ اس کا اثر یہ ہوا کہ مکہ میں قحط پڑ گیا۔ قریش گھبراتے اور اس کی آواز کی طرف رجوع کیا جہاں سے کوئی سائل کبھی محروم نہیں گیا۔ آپ کو رحم آگیا اور حضرت شمار رئیس مبارک کو حکم دیا کہ

حقیقی یقین ہے۔ یعنی حضور نے شرک کی بیخ کنی فرمائی۔ توحید کو ثابت و واضح فرمایا۔ سنجلاخ زمینوں پر علم و معرفت کے دریا بہا دیئے۔ دُوبتی کشتیاں تیرائیں۔ ہستی نبوی جمائیں، روتق اکٹھیں ہمائیں، انسان کو انسان بنایا اور اسے اپنے مالک، رازق اور خلاق کی صحیح معرفت عطا فرمائی۔ الملة العوجا۔ ملت سب جو گمراہی کی اندھیروں میں حیران و پریشان سرگرداں ٹیڑھے راستوں پر گامزن تھی اور خود بھی ٹیڑھی ہو گئی تھی اسے صراطِ مستقیم کی طرف ہدایت فرمائی۔ ویفتح بہا تر حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدق و سید سے پھوٹی اکٹھیں بنیا اعدیانہ صمیا بہرے کان شوا و اذا ناصما ٹیڑھی زبانیں سیدھی و خلوا با علفا اور تاریک قلوب روشن ہو گئے۔ یہ ہیں حضور سرور کائنات علیہ السلام کی چندہ صفات جن کا ذکر توریت میں تھا اور جنہیں توریت کے عالم حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے بخاری کی حدیث زیر بحث میں بیان کیا۔ حضور کی ان صفات جلیلہ پر نہایت مختصر تبصرہ ہم نے پیش کر دیا۔ حضور کرم فرمائیں، قبول فرمائیں تو یہی ذخیرہ آخرت ہے ورنہ کچھ بھی نہیں۔

دن لمو میں کھونا تجھے شب صبح ہم سونا تجھے شرم غری خوں نہا رہی بھی نہیں وہ بھی نہیں

بَابُ الْكَيْلِ عَلَى الْبَايِعِ وَالْمَعْطَى

باب ناپنے کی اُہرت بیچنے اور دینے والے کے لئے ہے

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جب وہ انہیں ناپ کر یا تول کر دیتے ہیں تو کم کر دیتے ہیں۔ مطلب آیت یہ ہے کہ بیچنے والے خریدنے والوں کے لیے ناپتے اور وزن کرتے ہیں۔ جیسے کلمہ یمعون کم سے مراد یمعون لکم ہوتا ہے۔

لِقَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى وَإِذَا كُنَّا لَهُمُ آوْءًا زَنُوا هُمْ يَخْسِرُونَ يَكُنِّي كَأَن لَّهُم مِّنْ وَزْنٍ لَّهُمْ كَقَوْلِهِ لِيَمْعُونَكُمُ لِيَمْعُونَ لَكُمْ

روئے ہی آیت میں کالوا ہم سے مراد کالوا ہم ہے۔

۱۔ حضور سید کائنات صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ منورہ تشریف فرما ہوئے تو یہاں کے لوگ پیمانہ (ناپ تول) میں خیانت کرتے تھے۔ خصوصاً ایک شخص ابوجہیمہ ایسا تھا جو دو پیمانے رکھتا تھا۔ لینے کا اور۔ اور دینے

فوائد مسائل

کا اور۔ جب دوسروں سے مال خریدتا تو پورا پورا پیمانہ لیتا اور جب کسی کے ہاتھ کچھ بیچتا تو ناپ تول میں کمی کر دیتا۔ ان لوگوں کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی اور انہیں بتایا گیا کہ ایسا کرنا گناہ و ظلم ہے۔ ناپ تول میں کمی بیشی نہ کرو۔ قیامت کے دن اس کا بھی حساب ہوگا اور خیانت کرنے والوں کو سزا دی جائے گی۔

وَقَالَ الشَّيْءُ لَللّٰهِ عَلَيْهِمْ وَسَلَّمُوا أَكْثَلُوا حَقًّا يَسْتَوْفُوا (بخاری)

بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تولاد تو پوری طرح تولاد کرو۔

کیل اور اکتیال میں فرق ہے اکتیال خاص ہے اس کا استعمال اپنے لیے ہوتا ہے اور کیل عام ہے اس کا استعمال اپنے لیے اور دوسرے کے لیے بھی ہوتا ہے جیسے اشتراء خاص ہے اور مشراء عام ہے۔

وَيَذْكُرُ عَنْ عُمَانَ ابْنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهُ إِذَا بَعَثْتُ فَجَلَ وَإِذَا ابْتَعْتُ فَالْتَمَسْتُ (بخاری)

حضرت امام اعظم دماک و شافعی دابو ثور علیہم الرحمۃ کا مذہب یہ ہے کہ اگر مبیع، گیل یا ذری یا عادی ہے تو اس کی وزن کرنے، تولنے اور وزن کی ذمہ داری بائع (بیچنے والے) پر ہے اور وزن کرنے اور تولنے کی اجرت بھی بائع کو دینی ہوگی۔ اور من (قیمت) کی ادائیگی کی ذمہ داری مشتری (خریدنے والے) پر ہے۔

۲۔ اسی طرح اگر پھلوں کو بیچا تو درخت سے پھل توڑنے کی ذمہ داری مشتری پر ہے۔ زیر عنوان حدیثوں سے اسی مسئلہ کی وضاحت ہوئی ہے۔

عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب کوئی شخص غلہ خریدے تو جب تک اس پر پوری طرح قبضہ نہ کر لے، اسے نہ بیچے۔

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ ابْتِاعَ طَعَامًا فَلَا يَبِيعُهُ حَتَّى يَسْتَوْفِيَهُ

اس حدیث سے واضح ہوا۔ کسی چیز کے خریدنے کے بعد جب تک اس پر قبضہ نہ کر لے اس کو بیچنا ممنوع ہے۔ جیسا کہ صر پر پوری تفصیل سے یہ مسئلہ بیان ہو چکا ہے۔ ترجمۃ الباب سے مناسب اس حدیث کی یہ ہے کہ اس میں قبضہ کرنے سے پہلے بیچنے کی ممانعت فرمائی گئی ہے تو جب وہ مبیع پر قبضہ کے بعد بیچنے کا ارادہ کرے گا تو تولنے، ناپنے یا تولنے کی ذمہ داری اسی پر آئے گی۔ جس سے واضح ہوا کہ چیز کو تولنے، تولنے اور ناپنے کی ذمہ داری شرعاً (بائع) بیچنے والے پر ہے۔

جاہر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب عبد اللہ بن عمر بن حوالم رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی تو ان کے ذمے (کچھ لوگوں کا) قرض تھا۔ اس لیے میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ کوشش کی کہ قرض واکچھ اپنے قرضوں میں کی کر دیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے قرض میں کسی کے لیے فرمایا۔ مگر وہ راضی نہ ہوئے۔ پھر حضور نے مجھ سے فرمایا کہ جاؤ اور اپنی تمام بھجور کی قسموں کو الگ الگ کر لو۔ بجز (ایک خاص بھجور کی قسم) کو الگ اور غلق زید (بھجور کی ایک قسم) کو الگ کر کے میرے پاس بھیج دو۔ میں نے ایسا ہی کیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیج دیا۔ آنحضرت اس کے سوسے پر پانچ میں بیٹھ گئے اور فرمایا کہ اب ان قرض واکچھ کو ناپ ناپ کے دو۔ میں نے ناپنا شروع کیا۔ جتنا قرض ان لوگوں کا تھا میں نے ادا

عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ نُبَيْ عِبْدَ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ وَبَنِي جَدِّهِ وَسَلَّمَ عَلَى غَدَاةٍ أَنَّهُ يَصْعَقُونَ مِنْ بَيْنِهِمْ فَطَلَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَيْهِمْ فَنُفِصِلُوا فَقَالَ لِي النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اذْهَبْ فَصَيِّفْ تَمْرَكَ أَصْنَفًا أَلْعُجُوَةً عَلَى حِدَةٍ وَعَلْدَةً ذِيْدَةً عَلَى حِدَةٍ ثُمَّ ارْجِعْ إِلَيَّ فَفَعَلْتُ ثُمَّ أُرْسِلْتُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَلَسَ عَلَيَّ أَعْلَاهُ أَوْفَى وَاسْطُهُ ثُمَّ قَالَ كُلُّ لِقَوْمٍ فَعَلْتُمْ حَتَّى أَوْفَيْتُهُمْ الَّذِي لَهُمْ وَبَقِيَ تَمْرِي كَانَتْ لَمْ يَنْقُصْ مِنْهُ شَيْءٌ وَقَالَ فَرَسُكَ عَنِ النَّبِيِّ حَدَّثَنِي جَابِرٌ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

فَمَا نَالَ يَكِيلُ لَهُمْ حَتَّى آذَاهُ وَقَالَ
هَشَامٌ عَنْ وَهْبٍ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَذَلَهُ فَأَذَفَ لَهُ
(بخاری)

کروا۔ پھر بھی میری تم کچھ رجوں کی توں تھی، جیسے اس میں سے
ایک جو برابر کی بھی تھی نہیں ہوتی تھی۔ فراس نے بیان کیا،
ان سے شبی نے اور ان سے جابر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے کہ برابر ان کے لیے توڑتے
رہے تاں کچھ پورا قرض ادا ہو گیا، اور ہشام نے کہا، ان سے وہب نے اور ان سے جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کچھ توڑ کر اپنا قرض ادا کرو۔

فوائد و مسائل حدیث ہذا میں کل للقوم کا لفظ ترجمۃ الباب ہے جس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ گنتے، تولنے، ناپنے
کی ذمہ داری بائع اور مشتری پر ہے۔ عجب وہ مدینہ منورہ کی اعلیٰ قسم کی کچھور کو کتے ہیں۔ عذقی زید۔
زید ایک شخص کا نام تھا۔ اسی کے نام پر یہ کچھور شور ہو گئی۔ یہ کچھور کی ردی قسم ہے ۲۔ اس حدیث کو امام بخاری نے
استقراض، وصایا، مغازی اور علامات نبوت میں اور امام نسائی نے وصایا میں بھی ذکر کیا ہے ۳۔ تھوڑی سی کچھور
میں کیسی برکت ہوتی۔ یہ حضور کا معجزہ ہے۔ ۴۔ اس حدیث سے یہ بھی واضح ہے کہ تنگ دست کے لیے اس کے قرض خواہوں
سے قرض کے کچھ حصے کو معاف کر دینے کی سفارش کرنا جائز اور ثواب کا کام ہے مگر قرض خواہ کو معاف کر دینے پر مجبور کرنا جائز
نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرض خواہ جو کہ یہود تھے انہوں نے حضور کی سفارش کو نہ مانا مگر حضور نے ان پر جبر نہ فرمایا۔

بَابُ مَا يُسْتَحَبُّ مِنَ الْكَيْلِ

باب ناپ تول مستحب ہے ؟

عَنِ الْعَمْرِئِ بْنِ مَعْدِيكَ عَنْ كُرَيْبٍ عَنِ النَّبِيِّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَيْلُوا طَعَامَكُمْ
يُبَارِكْ لَكُمْ
(بخاری)

حضرت مقدم بن مدکر ب سے روایت ہے نبی صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا۔ اپنے غلہ کو ناپ لیا کرو۔ اس میں
تمہیں برکت ہوگی۔

فوائد و مسائل مطلب حدیث یہ ہے۔ کھانے کی جو اشیاء آدمی اپنے اہل و عیال پر خرچ کرے انہیں ناپ تول کر خرچ کرنا
مستحب ہے اور اس میں برکت ہے۔ جو برکت یہ ہے کہ اندازے سے خرچ کر لینے میں غلٹی ہے کہ حاجت
سے زیادہ خرچ کر دے یا کم۔ پھر یہ خبر نہ دے کہ باقی کس قدر بچا ہے اس آخر مینہ میں دشواری ہو ۲۔ یہ حدیث، حدیث عائشہ
جس کا مضمون یہ ہے کہ ان کے پاس کچھ جو تھے جو کافی دن رہے۔ انہوں نے جو باقی تھے ان کو ناپ لیا۔ تو وہ ختم ہو گئے اور
حضور نے فرمایا ہے۔

لَا تَوَكَّلْ فِيمَا لَكَ اللَّهُ عَلَيْكَ
کے معارض نہیں ہے۔

کیونکہ حدیث زیر بحث (غلہ کو ناپ تول کر خرچ کرنے میں برکت ہے) کا مطلب یہ ہے کہ گھر میں خرچ کے لیے جو گندم
وغیرہ ہے اس کی مقدار معلوم کرنے کے لیے ناپنا تولنا باعث برکت ہے۔ تاکہ آخر مینہ میں دشواری نہ ہو۔

بَابُ بَرَكَةِ صَاعِ الْبَيْتِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَدَّهِ فِيهِ عَائِشَةُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
باب حضور کے صاع اور مدین برکت کے متعلق۔ اس کے متعلق ایک روایت بنت عاتشہ کے حوالے سے بخاری

حضرت عائشہ سے روایت ہے۔ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: جو شخص حضرت ابراہیمؑ نے مکہ کو حرم بنایا اور اس کے لیے دُعا کی اور میں مدینہ کو حرم بناتا ہوں جیسے ابراہیمؑ نے مکہ کو حرم بنایا اور اس کے لیے دُعا کی اور میں مدینہ کے مد اور

قَالَ إِنَّ إِبْرَاهِيمَ حَرَّمَ مَكَّةَ وَدَعَا لَهَا وَحَرَّمَ الْمَدِينَةَ كَمَا حَرَّمَ إِبْرَاهِيمُ مَكَّةَ وَدَعَا لَهَا فِي مَدَّهَا وَصَاعَهَا مِثْلَ مَا دَعَا إِبْرَاهِيمُ لِمَكَّةَ (بخاری)

صاع میں برکت کی دُعا کرتا ہوں جیسے ابراہیمؑ نے مکہ کے لیے دُعا کی۔

حضرت انس ابن مالک سے روایت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے اللہ انہیں ان مجھے پیماؤں میں برکت عطا فرما۔ الہی ان کے صاع و مد میں برکت عطا فرما۔ حضور کی مراد اہل مدینہ سے تھی۔

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللَّهُمَّ بَارِكْ لَهُمْ فِي مَكِّيَا لَهُمْ وَبَارِكْ لَهُمْ فِي صَاعِهِمْ وَمَدَّهِمْ يُعْنَى أَهْلَ الْمَدِينَةِ

۱۔ اس حدیث کو امام بخاری نے اعتصام و کفارات میں اور مسلم و نسائی نے مناسک میں ذکر کیا ۲۔ حضور نے جو مدینہ کے صاع و مد میں برکت کی دعا فرمائی تو یہ دینی و دنیوی دونوں قسم کی برکت پر مشتمل ہے۔ مدینہ منورہ حضور سید کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی جلوہ گاہ ہے۔ حضور نے مدینہ کو سعادت و احترام کی نگاہ سے دیکھنے کی تاکید فرمائی ہے۔ آپ نے فرمایا۔

فوائد مسائل

فضائل مدینہ
میری امت جب تک مدینہ منورہ کی حرمت و سعادت پر قائم رہے گی، بھلائی پر رہے گی اور جب اس کی حرمت و سعادت سے کنارہ کش ہو جائے گی تو برباد ہو جائے گی (ابن ماجہ) امت کا اس پر اتفاق ہے کہ حدود مدینہ کا ادب و احترام مکہ منظم کی حدود کی طرح ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ، مدینہ شریف کی عظمت و سعادت سے متعلق حضور کے چند ارشادات کا خلاصہ یہ ہے۔

۱۔ حضور علیہ السلام نے بارگاہ الہی میں دُعا فرمائی۔

الہی ہمیں مدینہ ایسا پیارا کر دے جیسا کہ مکہ پیارا تھا۔ بلکہ مکہ سے زیادہ مدینہ کو پیارا و محبوب بنا دے۔

اللَّهُمَّ حَبِّبْ إِلَيْنَا الْمَدِينَةَ كَحَبِّبْنَا مَكَّةَ أَوْ أَشَدَّهُ (بخاری و مسلم)

۲۔ مدینہ میں بخار کا مرض عام تھا۔ حضور نے بارگاہ الہی میں عرض کی۔ الہی یہاں کے بخار کو جھٹھٹھ مٹا دے۔ (بخاری و مسلم) یہ حضور کی دُعا کا اثر ہے کہ مدینہ منورہ کی آب و ہوا بہت صحت مند ہے۔ موسم معتدل ہے۔ وہاں کی خاک خاکِ شفا ہے۔ وہاں روزی میں برکت ہے اور جھٹھ جو حرمینِ مطہین کے درمیان ایک چھوٹی سی بستی ہے جہاں اس زمانہ میں یہود رہتے تھے۔ آج بھی وہاں کی آب و ہوا میں بخار کے جراثیم ہیں۔ وہاں رکے اور جانے والے عموماً بخاریں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

۳۔ حضور نے فرمایا۔ شام فتح ہوگا۔ عراق فتح ہوگا اور ایک قوم خوشی سے دوڑتی ہوئی آئے گی اور اپنے خدام اور بال بچوں کو وہاں لے جائے گی۔

وَالْمَدِينَةُ خَيْرٌ لَّهُمْ | حالانکہ مدینہ ان کے لیے بہتر تھا۔

تینا امام مالک علیہ الرحمۃ حدیث کے خط کشیدہ جملوں کا ترجمہ یوں کرتے ہیں کہ تمام جگہ سے مدینہ افضل ہے اور اس میں کم بھی داخل ہے۔ اسی بنا پر امام مالک فرماتے ہیں۔ مدینہ کم سے افضل ہے (مراقات) بات یہیں درست ہے۔ بیت المقدس اگرچہ ابتداء ہی سے مسلمانوں کا قبلہ رہا ہے وہاں ہزاروں انبیاء کرام کے خزاں ہیں۔ بے شک یہ منبر کا مقام ہے۔ قرآن نے کہا۔ الَّذِي بَارَكْنَا حَوْلَهُ لیکن مدینہ پھر بھی افضل ہے۔ اس لیے کہ سارے تارے وہاں ہیں۔ مگر نبوت و رسالت کا آفتاب مدینہ میں ہے۔ حضور نے فرمایا۔

۴۔ إِنَّ اللَّهَ سَمَّى الْمَدِينَةَ طَابَةً | اللہ تعالیٰ نے مدینہ کا نام طابہ رکھا۔ (مسلّم)

مدینہ شریف کے سوا زیادہ نام ہیں۔ طیبہ، بطحا، مدینہ، الطبع وغیرہ۔ ہجرت سے پہلے اس کا نام یثرب تھا۔ کہتے ہیں کہ مدینہ میں قوم عمار کا جو پہلا شخص آیا اس کا نام یثرب تھا۔ یثرب ثرب سے مشتق ہے۔ جس کے معنی ستر یا نش، مصیبت و بلا کے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے لَا تَرْحَبْ عَلَیْكَ الْيَوْمَ۔ لیکن اب مدینہ کو یثرب کہا سون ہے۔ شاعر اشعار میں یثرب کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔ ان کا فرض ہے کہ اس کو بدل دیں۔ یثرب کی جگہ طیبہ کا لفظ لانے میں وزن شعری میں کو کوئی سقم بھی پیدا نہیں ہوتا۔ سیدنا احمد فرماتے ہیں۔ جو مدینہ کو یثرب کہے وہ توبہ کرے۔ امام بخاری تاریخ میں فرماتے ہیں۔ جو مدینہ منورہ کو ایک بار یثرب کہے وہ بطور کفارہ دس بار اس ارض مقدس کو مدینہ کہے۔

معجزہ شق القمر کا ہے مدینہ سے عیاں مدنے شق ہو کر لمبا ہے دین کو خوشی میں سمی المدینۃ طابہ کا ترجمہ بعض شارحین نے یہ کیا ہے کہ لوح محفوظ میں مدینہ کا نام طابہ یا طیبہ ہے۔

۵۔ یَقُولُونَ یَا یثْرِبُ وَهِيَ الْمَدِينَةُ | حضور نے فرمایا۔ لوگ اسے یثرب کہیں گے۔ حالانکہ وہ مدینہ ہے۔ (بخاری و مسلم)

۶۔ خود حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ سے ایسی محبت تھی کہ جب سفر سے واپسی پر مدینہ کے درو دیوار نظر آتے تو اپنی سواری کو تیز فرما دیتے۔ (بخاری) مدینہ کے شرقی جانب تقریباً تین میل کے فاصلہ پر اُحد پہاڑ ہے۔ وہ شہر خصوصاً جنت البقیع سے یہ مقدس پہاڑ صاف نظر آتا ہے۔ جب پہاڑ حضور کو نظر آیا تو فرمایا۔

هَذَا جَبَلٌ يُحِبُّنَا وَنُحِبُّهُ | یہ پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے۔ ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔

۷۔ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی حدیث میں کہ معظمہ میں قیام پر اتنا زور نہیں دیا جتنا مدینہ منورہ میں قیام

پر اتنا زور نہیں دیا جتنا مدینہ منورہ میں قیام کا دیا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ جو مدینہ میں مرے
 مِنْ اسْتَطَاعَ أَنْ يَمُوتَ بِالْمَدِينَةِ فَلْيَمُتْ بِهَا | وہاں ہی مرے میں مدینہ میں مرنے والوں کی شفاعت
 فَإِنِ اشْفَعَ لَكُمْ يَمُوتَ بِهَا (احمد و ترمذی) کروں گا۔
 سیدنا امام فاروق اعظم رضی اللہ عنہ رسول و مہم فرماتے تھے کہ الہی مجھے اپنے محبوب کے شہر مدینہ میں شہادت کی موت دے۔
 جناب عمر فاروق کی یہ دعا قبول ہوئی۔ نماز فجر کے وقت مسجد نبوی، مصطفیٰ نبوی، محراب نبوی میں شہادت پائی۔
 سیدنا امام مالک علیہ الرحمۃ اس غوف سے کہیں مدینہ منورہ سے باہر موت واقع نہ ہو جائے۔ پوری زندگی میں کبھی مدینہ
 سے باہر نہیں گئے۔ صرف حج فرض کی ادائیگی کے لیے ایک بار مکہ معظمہ میں حاضری دی۔
 ہ۔ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اللَّهُمَّ اجْعَلْ بِالْمَدِينَةِ ضَعْفًا هَا | الہی جو برکتیں تو نے مکہ معظمہ کو دی ہیں۔ اس سے دگنی
 بِمَكَّةَ مِنَ الْبَرَكَاتِ (بخاری) برکتیں مدینہ منورہ کو عطا فرما۔

واضح ہو کہ حدیث زیر بحث میں حضور ﷺ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ فرمایا
 ہے کہ میں مدینہ کو مکہ کی طرح حرام قرار دیتا ہوں تو حرم مدینہ کو حرم مکہ کے

ساتھ بعض وجوہ سے تشبیہ دی گئی ہے۔ یعنی احترام و تعظیم کے لحاظ سے تشبیہ دی گئی ہے۔ جیسے آیت ان مثل علیی
 عند اللہ کمثل آدم میں حضرت عیسیٰ کو آدم علیہ السلام سے تشبیہ دینا بعض وجوہ سے ہے۔ اسی طرح حرم مدینہ کو مکہ سے
 تشبیہ دینا بعض وجوہ سے ہے لہذا حرمت حرم مکہ بمعنی تحریم ہے اور حرمت حرم مدینہ بمعنی احترام و تعظیم ہے۔

مکہ کے حرم ہونے کا مطلب یہ ہے کہ یہاں بلا احرام داخل ہونا، حدود حرم مکہ میں شکار
 تو رکنا اس کی طرف اشارہ کرنا، اسے ستانا، اٹھانا، ممنوع و حرام ہے۔ اگر جرم حرم میں آجائے تو اسے قتل کرنا بھی ممنوع
 حدود و قصاص حدود حرم مکہ میں جاری نہیں ہوتے۔ ایسے حالات پیدا کئے جائیں گے کہ جرم حدود حرم سے باہر آجائے۔
 قرآن مجید نے فرمایا۔ هُنَّ دَخِلْنَ كَأَنَّهُنَّ - اگر وہاں مذکورہ بالا ممنوع کام کر لیں تو کفارہ واجب ہے

اکثر شواہع مکہ معظمہ کی مٹی یا پتھر مکہ سے باہر لے جانے کو ممنوع قرار دیتے ہیں۔ البتہ بطور تبرک آپ زمرم مکہ سے باہر لے
 جانا سنت ہے۔ حدیبیہ کے سال حضور نے زمرم کے دو تنگیزے سہل بن عمرو کے ہاتھ مدینہ میں منگوائے۔ حج کے رُخ
 پر حضور نے آپ زمرم اپنے ساتھ لیا اور عہدہ تک یہ پانی مدینہ میں بیماروں کو پلایا۔ جناب عائشہ صدیقہ سے سبب صحیح
 مروی ہے کہ حضور نے متعدد بار آپ زمرم مکہ سے باہر بھیجا۔ (مرقات)

اسی طرح حرم مکہ میں واجب القتل جرم سے قصاص لینا حرام ہے مگر تمام ائمہ اس امر پر متفق ہیں۔ حرم مدینہ میں
 اگر سختی قتل جرم داخل ہو جائے تو اس سے قصاص لیا جائیگا تو اگر دونوں کا حکم ایک ہوگا تو حرم مدینہ میں داخل ہونے
 والے جرم سے بھی قصاص نہ لینے کا قول کرنا چاہیے تھا۔

ثانیاً نیز تعامل صحابہ بلکہ خود حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حرم مدینہ کے درخت کاٹے ہیں۔ حضور نے مسجد نبوی

کی تعیین کے وقت وہاں کے کھجور کے درخت کاٹے اور قبور شریکین کو مٹا دیا۔ حضرت سلمہ سے حضور نے فرمایا۔ تم حقیق میں شکاک کیلو تو ہم تمہاری امداد کریں گے (ابن ابی شیبہ طبرانی) حضرت انس سے حضور نے فرمایا۔ تم اُحد پہاڑ پر جاؤ اور وہاں کے درخت یا کچھ گھاس کھاؤ۔ غاصتہ کے کھانا بغیر کاٹنے یا اکھیرنے کے ناممکن ہے (طبرانی) حدیث مسلم وَلَا تَخْبِطُوا فِيهَا شَجَرًا إِلَّا لِعِلْفٍ مدینہ کے درخت نہ کاٹنے جائیں مگر چارہ کے لیے۔ حضور نے چارہ کے لیے کاٹنے کی اجازت عنی۔ اگر حرم مدینہ کے درخت کاٹنے حرام ہوتے تو چارہ کے لیے کاٹنے کی اجازت نہ دی جاتی حالانکہ حرم مکہ کے درخت چارہ کے لیے کاٹنے بھی حرام ہیں۔ علاوہ ازیں حدیث زیر بحث اور وہ تمام احادیث جن میں مدینہ منورہ کے حرم ہونے کا ذکر ہے سب عنی ہیں اور ضابطہ یہ ہے کہ کراہت تحریمی ثابت کرنے کے لیے دلیل قطعی کی ضرورت ہے۔ یعنی کسی چیز کی کراہت تحریم کے ثبوت کے لیے قطعی الدلائل عنی الثبوت دلیل کی ضرورت ہے۔ جیسے خبر اُحد کہ مفہوم ان کا قطعی ہو۔ خبر اُحد کہ مفہوم ان کا عنی ہو۔ کسی چیز کا سنت یا مستحب ہونا تو ثابت ہو سکتا ہے مگر کراہت تحریمی ثابت نہیں ہو سکتی اور حدیث زیر بحث اور دیگر وہ احادیث جن میں مدینہ منورہ کے حرم ہونے کا ذکر ہے قطعی الدلائل نہیں ہیں۔ اگر قطعی الدلائل ہوتیں تو صحابہ کا عمل اور خود حضور کا عمل اس کے خلاف نہ ہوتا۔ خلاصہ یہ کہ حدود مدینہ کا حرم ہونا یعنی احترام ہے تحریم نہیں اور اس باب میں امام اعظم علیہ الرحمۃ کا موقف بہت قوی ہے۔ مزید توضیح کے لیے فیوض الباری پارہ ششم ص ۱۵۱ فیوض پارہ اول ص ۹۲ فیوض پارہ ہفتم ص ۱۰۴ طالعہ فرمائیں۔

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مکہ اللہ تعالیٰ نے حرم بنایا ہے۔ کسی شخص نے اپنی رائے سے حرم نہیں بنایا۔

مکہ معظمہ کی حرمت و عظمت ابدی ہے
إِنَّ مَكَّةَ حَرَّمَهَا اللَّهُ وَلَوِيحَرَّمَهَا
النَّاسُ (بخاری)

نیز فرمایا۔

إِنَّ هَذَا الْبَلَدَ حَرَّمَهُ يَوْمَ خَلَقَ السَّمَوَاتِ
وَالْأَرْضَ فَهُوَ حَرَامٌ مِمَّنْ يَحْرِمُهُ اللَّهُ إِلَى
يَوْمِ الْقِيَمَةِ (بخاری و مسلم)

بے شک اس شہر (مکہ) کو اللہ تعالیٰ نے اسی دن حرم بنادیا جس دن آسمان و زمین پیدا کئے۔ تو یہ اللہ کے حرام بنانے سے قیامت تک حرم ہے۔

ان دونوں حدیثوں سے واضح ہوا کہ مکہ معظمہ کو اللہ تعالیٰ نے ابتداء ہی سے حرم بنایا اور یہ جگہ صرف اسلام ہی میں نہیں بلکہ ہر دین میں محترم و مقدس تھی۔ اِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ کے لفظ سے معلوم ہوا کہ مکہ معظمہ کی حرمت ہمیشہ کے لیے ہے۔ کبھی منسوخ نہ ہوگی۔ سوال پیدا ہوتا ہے۔ دیگر متعدد حدیثوں میں حضور نے یہ بھی فرمایا ہے کہ مکہ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حرم بنایا۔ إِنَّ إِبْرَاهِيمَ حَرَّمَ مَكَّةَ (مسلم) اور حدیث زیر بحث میں مکہ کو حرم بنانے کی نسبت حضرت ابراہیم کی طرف ہے۔ جواب یہ ہے کہ حضرت ابراہیم کی ذات کی طرف مکہ کو حرم بنانے کی نسبت مجازی ہے طوفان نوح کے موقع پر جب بیت المعمور آسمانوں پر اٹھایا گیا تو لوگ مکہ کی عظمت و حرمت بھول گئے۔ حضرت ابراہیم

علیہ السلام نے بارگاہِ خداوندی میں عرض کی۔

۱۔ اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا اَبَدًا
اَمِنًا وَاَرْزُقْ اَهْلَهُ مِنَ التَّمٰتِ

(بقعدہ)

اٹھی اس شہر کو امان والا کر دے اور اس کے رہنے
والوں کو طرح طرح کے پھل دے۔

اٹھی لوگوں کے دل کہ معشر کی طرف تامل کر دے۔

(۲) فَاجْعَلْ اٰخِرَتَهُ مِنَ النَّاسِ تَعٰوٰی الْاٰمِنِمْ

تو کہ تو ابتداء ہی سے محترم تھا۔ مگر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کی حرمت و عظمت کا اعلان فرمایا اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔ اس بنا پر کہ کو حرم بنانے کی نسبت حضرت ابراہیم کی ذات کی طرف مجازی طور پر کی گئی ہے۔ یہ ایسے ہی ہے کہ کعبہ کے محراب اولیٰ حضرت آدم علیہ السلام ہیں۔ سب سے پہلے کعبہ کی بنیاد آپ ہی نے رکھی۔ لیکن طوفانِ فرج کے بعد دوسری بار اسی سابقہ بنیادوں پر کعبہ کی تعمیر کا شرف حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حاصل ہوا۔ یہ تعمیر خاص حضرت ابراہیم کے مقدس ہاتھوں سے ہوئی۔ اس لیے حضرت ابراہیم کو بھی محرابِ کعبہ کہتے ہیں درنہ اولیت تو حضرت آدم ہی کو حاصل ہے۔

حضور نے مدینہ کو حرم بنایا | غور کیجئے حضرت ابراہیم کی ذات کی طرف مکہ کو حرم بنانے کی نسبت مجازی ہے۔
کیونکہ حضور نے تصریح فرمادی، مگر تو اللہ تعالیٰ نے ابتداء ہی سے حرم بنایا ہے۔
مکہ عربین و ملت میں محترم رہا ہے۔ مگر مدینہ کی یہ کیفیت نہ تھی، مدینہ شروع ہی سے معظم نہ تھا۔ لوگ مدینہ سے کتراتے تھے۔
وہاں و باؤل کا ہجر تھا۔ حتیٰ کہ مدینہ کا نام بھی یثرب تھا (و باؤل کا گھر) حضور نے فرمایا۔

میں مدینہ کو حرم بناتا ہوں۔

اِنِّیْ حَرَمْتُ الْمَدِیْنَةَ حَرَامًا (مسلم)

میں مدینہ کے گوشوں کے درمیان حرم بناتا ہوں۔

اِنِّیْ اُحَرِّمُ مَا بَیْنَ لَا بَیْنَتَہُمَا (بخاری مسلم)

یہاں مدینہ کو حرم بنانے کی نسبت حضور نے اپنی ذاتِ اقدس کی طرف کی ہے۔ یہ نسبت حقیقی ہے۔ معلوم ہوا کہ حضور اللہ تعالیٰ کی طرف سے مختار کائنات ہیں۔ جس چیز کو چاہیں۔ محترم و معظم بنادیں۔ یہی وجہ ہے۔ جب حضور نے صحابہ سے فرمایا کہ کہہ کر اللہ تعالیٰ نے حرم بنایا ہے۔ یہاں کی گھاس نہ اکھاڑی جائے۔ تو حضرت عباس کھڑے ہوئے۔ عرض کی حضور اذفر گھاس کو اکھاڑنے کی اجازت دیجئے۔ کیونکہ یہ ہمارے مکانوں کے کام آتی ہے۔ حضور نے فرمایا۔ ہاں اجازت ہے۔ (بخاری)

معلوم ہوا کہ حضور کو اللہ تعالیٰ نے اختیار دیا ہے کہ جس ملک سے چاہیں کسی چیز کو اس سے مستثنیٰ فرمادیں۔ یہ بھی تو حضور نے اذفر گھاس کے کاٹنے کی اجازت عطا فرمادی۔

خلیل و حبیب میں فرق | اسی سے خلیل اللہ اور حبیب اللہ کے درجہ و مقام پر روشنی پڑتی ہے۔ خلیل کی ذات کی طرف مکہ کو حرم بنانے کی نسبت مجازی ہے اور حبیب کی ذاتِ اقدس کی طرف مدینہ کو حرم

بنانے کی نسبت حقیقی ہے۔ خلیل نے زمین مکہ جو ابتداء خلق ہی سے محترم و مقدس تھی کہ حرم ہونے کا اعلان فرمایا اور حبیب نے اس زمین مدینہ کو حرم بنایا جو پہلے معظم و مقدس نہ تھی۔ جس کا نام ہی یثرب (بلاؤل کا گھر) تھا۔ حضور سرور کائنات

صلی اللہ علیہ وسلم نے بلاؤں کے گھر (شراب) کو امن و سلامتی کا گہوارہ بنادیا۔ حضور ہی کے وجود مہر کی وجہ سے مدینہ کو سیدہ گاہ و قدسیاں ہونے کا شرف حاصل ہو گیا اور یہ بات ہے بھی کیسی پیاری کہ مکہ میں کعبہ ہے مگر مدینہ میں کعبہ کا قبلہ جلوہ فرما ہے۔
 حاجیوں کو شہنشاہ کا روضہ دیکھو کعبہ تو دیکھ چکے کعبہ کا کعبہ دیکھو
 مکہ معظمہ میں ایک نیل کا ثواب ایک لاکھ کے برابر ہے اور ایک گناہ بھی ایک لاکھ گناہ کے برابر اور مدینہ منورہ میں ایک نیل پچاس ہزار نیلیوں کے برابر مگر ایک گناہ ایک ہی ہے کیوں؟ اس لیے کہ وہاں خیر و شر کی پُرسش یہاں عفو کا بہانہ وہ خدا کا آستانہ یہ نبی کریم کا آستانہ اس لیے بات کیوں بڑھائیے۔ ہم تو عشق کے بندے ہیں۔ قد برو تامل۔

مکہ معظمہ کی عظمت و برکت
 ۱۔ حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ جو مکہ معظمہ کا رمضان پائے اور وہاں روزہ و تراویح کی پابندی کرے۔ وہ ایک لاکھ رمضانوں کا — اور ہر دن رات ایک ایک غلام آزاد کرنے کا اور ایک ایک غازی کو میدان جنگ میں بھیجنے کا ثواب پائیگا۔ (ابن ماجہ و مرقات)
 ۲۔ مکہ مکرمہ میں ایک نیل ایک لاکھ نیلیوں کے برابر ہے اور ایک گناہ بھی ایک لاکھ گناہوں کے برابر۔ اسی لیے سیدنا امام مالک اور سیدنا امام اعظم، ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا مشورہ یہ ہے بیرونی آدمیوں کو مکہ میں مستقل رہائش نہ رکھنا افضل ہے۔ البتہ گاہے گاہے حاضر ہی بہتر ہے (مرقات)۔ ۲۔ مسجد نبوی میں ایک نماز کا ثواب ۵۰ ہزار نمازوں کے برابر ہے اور مسجد حرام (مکہ) کی ایک نماز کا ثواب لاکھ نمازوں کے برابر ہے (ابن ماجہ)۔ ۳۔ مکہ معظمہ میں کعبہ ہے جو بقرہ دنیا کا سبب ہے کعبہ کی بدولت لوگوں کے دینی و دنیاوی امور کا قیام ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں فرمایا۔ قیہا للناس یعنی قوم مسلم کی دینی، اخلاقی، روحانی، معاشرتی، قومی و ملی امور کا قیام کعبہ سے وابستہ ہے۔ کعبہ بقرہ دنیا کا سبب ہے وہاں خائف کو پناہ ضعیفوں کو امن، تاجروں کو نفع ملتا ہے۔

۳۔ قرآن مجید نے مکہ کو ام القریٰ، آباؤ لوگوں کی ماں قرار دیا ہے۔ زمین حرم کے کوہ و صحرا کو جناب آدم علیہ السلام سے لے کر حضور نبی کریم تک تمام انبیاء کو خصوصی نسبت رہی ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام نے یہاں اللہ کے پہلے گھر کعبہ کی بنیاد رکھی یہاں صفا پہاڑی ہے جہاں ابراہیم خلیل نے قیام کیا۔ مردہ ہے جہاں جناب اسماعیل کو راہ خدا میں قربان کیا گیا۔ زم زم کا مقدس چشمہ ہے جو ہر بیماری کے لیے اکسیر ہے۔ اسی مقدس پانی سے حضور کے قلب اظہر کو غسل دیا گیا۔ مقام ابراہیم ہے۔ جس پر کھڑے ہو کر ابراہیم خلیل نے کعبہ کی دیواریں اٹھائیں۔ حجر اسود ہے جسے لب پاک بوقت سے بوسہ دیا جس کی گلیوں میں ملکوں کے سردار، نوریوں کے شہنشاہ حضرت روح القدس جبریل امین علیہ السلام آئے۔ یہیں غار حرا ہے جس سے وحی الہی کی پہل کرن طلوع ہوئی۔ یہاں وہ صحن بھی ہے جہاں شہب معراج براق کے قدم پڑے۔ یہی وہ جگہ ہے جہاں تمام انبیاء و مرسلین نے حضور کی اقتدار میں نماز ادا کی۔ حضور امام تھے اور تمام انبیاء مقتدی۔ یہی وہ زمین ہے جسے حضور سید المرسلین خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت با سعادت کا شرف حاصل ہوا۔ اس شہر کو یہ سعادت بھی حاصل ہے کہ حضور نے اپنی زندگی پاک کے ۵۳ سال یہاں گزارے۔ قرآن نے اسے بلداً آمناً قرار دیا (امن و عافیت کا شہر)

دینا ویران ہو جائے مگر مکہ اور مکہ والے انت العزیز امن میں رہیں گے۔ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ حرم کا میں اتنا کما

ایسے ہے جیسے اس مقدس شہر

احتکار الطعام فی الحرم الحاد فیہ | میں الحاد و بیدینی کو پھیلانا (ابوداؤد)

مطلب حدیث یہ ہے کہ احتکار تو ہر جگہ ناجائز ہے مگر مکہ معظمہ جو مسلمانان عالم کا مرکز ہے اور جہاں ہر ملک اور ہر جگہ کے مسلمان کعبہ مقدسہ کی زیارت کے لیے آتے ہیں۔ یہاں غلہ کو ذخیرہ کر کے قحط کی صورت پیدا کر دینا ایسا شدید و سخت گناہ ہے جیسے کہ میں الحاد و بیدینی پھیلانے کی کوشش کرنا۔ قرآن مجید میں فرمایا۔

من یرد فیہ بالحاد بظلم مذقہ من

عذاب الیم

نیز کہ معظمہ میں گناہ کرنا، ہزار گناہ کے برابر ہے۔ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ صرف ارادہ گناہ پر کسی جگہ بھی اللہ کے ہاں پکڑ نہیں ہے مگر مکہ معظمہ میں ارادہ گناہ پر بھی پکڑ ہے۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی ومن یرد فیہ بالحاد اسی بنا پر بعض صحابہ کرام نے مکہ معظمہ کی سکوت ترک کر دی۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما طائف میں جا رہے۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا۔

واللہ انک لحدید ارض اللہ و احبب | بخدا کہہ کی زمین اللہ کی بنائی ہوئی ساری زمین سے بہتر

ارض اللہ (ابن ماجہ و ترمذی) ہے اور تمام زمینوں میں خدا کو زیادہ پیاری ہے۔

جہور علماء نے اس حدیث سے یہ استدلال فرمایا کہ مکہ معظمہ کی بستی مدینہ منورہ کی بستی سے افضل ہے۔ جہور کا یہ استدلال سراپا کھوں پر گھڑا

طیبہ زہسی افضل کہ ہی بڑا زاہد ہم عشق کے بندے ہیں کیوں بات بڑھائی ہے اتنی بات یاد رہے۔ یہ اختلاف مدینہ کی بستی افضل ہے یا مکہ کی، ہمک محدود ہے۔ ورنہ تمام علماء کا اس امر پر اتفاق ہے کہ مدینہ کا احترام مکہ معظمہ کے احترام کی طرح ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ اور مدینہ منورہ کو زمین کا وہ حصہ جہاں حج حضور جلوس فرماتے ہیں وہ تو مکہ معظمہ بلکہ عرش و کرسی سے بھی افضل ہے (مرقات)

بَاب مَا يَذْكُرُ فِي بَيْعِ الطَّعَامِ وَالْحِكْرَةِ

باب غلہ کی خرید و فروخت اور حکمہ کے متعلق

حکمہ کے لغوی معنی سامان کے فروخت سے روکنے کے ہیں فقہاء اسلام نے دلائل شرعیہ کی روشنی میں احتکار (ذخیرہ اندوزی) کو چند شرطوں کے ساتھ منسوخ قرار دیا ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ احتکار کرنے والا غلطی ہے (احمد، مسلم، ابوداؤد) جس نے چالیس روز غلہ روکا۔ پھر وہ سب خیرات کر دیا تو بھی گناہ ادا نہ ہوگا۔ (رزین) نے گران کرنے کے ارادہ سے چالیس روز غلہ روکا وہ اللہ تعالیٰ سے بری ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے بری (رزین) نے مسلمان پر غلہ روکا اللہ تعالیٰ اسے جہرام اور افلاس میں مبتلا کرے گا (بیہقی)

ذخیرہ اندوزی کب ممنوع ہے؟

واضح ہو کہ ذخیرہ اندوزی بالکل ممنوع نہیں ہے۔ تجارت کا مفہوم و مطلب یہ ہے کہ اشیاء کو جمع رکھا جائے یا جب بازار میں نرخ گرے ہوں خرید اہلے اور

پھر حسب موقع و محل نفع کے ساتھ بیچا جائے۔ فصل کے موقع پر غلہ وغیرہ سستا جوتا ہے۔ اسے خرید کر رکھا جاتا ہے۔ پھر کچھ دن کے بعد جب بھاؤ پڑھتا ہے تو فروخت کیا جاتا ہے۔ تراکرمطلقاً ذخیرہ اندوزی کو ممنوع قرار دیا جاتا ہے تو پھر کاروبار تجارت کو جاری رکھنے کی کوئی صورت ہی باقی نہیں رہتی۔ اندام حالات میں ذخیرہ اندوزی شرعاً نہ گناہ ہے اور نہ ممنوع۔

ذخیرہ اندوزی کی ممانعت کی علت اضراء ہے۔ یعنی ایسے حالات کا ہونا کہ اشیاء ضروریہ کے ذخیرہ کرنے سے باشندگان ملک کو نقصان پہنچے۔ جیسے قحط، سیلاب، آفت کے زمانہ میں راستے مسدود ہو جاتے ہیں۔ فصلیں تباہ ہو جاتی ہیں۔ اشیاء ضروریہ کی قلت ہو جاتی ہے۔ ملکی ضرورت کے لیے بیرون ملک سے غلہ منگایا جاتا ہے۔ کبھی اس کے آنے میں دیر ہو جاتی ہے۔ کبھی حالات نازل ہوتے ہیں مگر ذخیرہ اندوز اشیاء ضروریہ کو ذخیرہ کر کے مصنوعی قلت پیدا کر دیتے ہیں۔ ایسی تمام صورتیں احتکار ناجائز کے ضمن میں آتی ہیں اور ایسے حالات میں اشیاء ضروریہ کی ذخیرہ اندوزی خصوصاً غلہ کو ذخیرہ کرنا تاکہ لوگ غیب پریشان ہوں اور غیب گراں قیمت پر خرید لے کر پھر بھول ممنوع اور گناہ ہے۔

حضرت سالم اپنے والد حضرت ابن عمر سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ لوگ حضور علیہ السلام کے زمانہ میں بازار میں غلہ خرید کر اسی جگہ (غیر ناپے تولے قبضہ کیے) فروخت کر دیتے تھے تو اس پر ان کو سزاؤں کی جاتی تھی کہ جب تک غلہ منتقل نہ کریں فروخت نہ کریں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے غلہ کو قبضہ کرنے سے پہلے بیچنے سے منع فرمایا۔ طاؤس کہتے ہیں۔ میں نے ابن عباس سے اس کا مطلب پوچھا کیا تو انہوں نے فرمایا۔ یہ تو درہم کو درہم کے بدلے بیچنا ہوا غلہ تو ربید میں دیا جائیگا۔ ابو عبد اللہ بخاری نے فرمایا۔ بیعتوں کے معنی تاخیر کے ہیں۔

عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ رَأَيْتُ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ الطَّعَامَ مَجَازَةً يَصْرِفُونَ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَبَيْعُوهُ حَتَّى يَرْجِعُوا إِلَى رِجَالِهِمْ

(بخاری)

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى أَنْ يَبْيعَ الرَّجُلُ طَعَامًا حَتَّى يَشْتَوْفِيَهُ قُلْتُ لَا بَن عَبَّاسٍ كَيْفَ ذَاكَ قَالَ ذَاكَ ذَرَاهِمُ وَالطَّعَامُ مَرْجَاةٌ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ مَرْجُوءٌ مَوْحَرُونَ

(بخاری)

بیع قبل از قبض کے مسائل

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ دِينَارٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ يَقُولُ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ ابْتِاعَ طَعَامًا فَلَا يَبْيعُهُ حَتَّى يَقْبِضَهُ (بخاری) ترجمہ حضرت عبد اللہ بن دینار نے بیان کیا کہ میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے سنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص بھی غلہ خریدے تو اس پر قبضہ سے پہلے نہ بیچے۔

ان احادیث کی تفہیم و ترجمانی یہ ہے کہ۔

فوائد و مسائل

۱۔ مجان فخر پر زبر، دو وجہ سے پڑھا جاسکتا ہے۔ یہ کہ یہ مصدر محروف کی صفت ہو یا اسے طالع قرار دیا جائے ۲۔ جذا ف بکسر افع و اشتر ہے۔ اس کے معنی بغیر ناپے تولے (قبضہ کے) بچنے کے ہیں ۳۔ عزرا سے مطابقت اس حدیث کی یہ ہے کہ معجازۃً بیچنا۔ بیع قبل القبض کو متضمن ہے ۴۔ اس حدیث سے واضح ہوا۔ وہ اشیاء منقولہ ہیں انہیں قبضہ کرنے سے پہلے بیچ دینا منع ہے۔ اگر کسی نے خرید شدہ اشیاء منقولہ غلہ، کپڑا، روٹی وغیرہ کو قبل قبضہ کسی کے ہاتھ فروخت کر دیا تو یہ دوسری فروخت (بیع فاسد) قرار پائے گی۔ البتہ خریدار اس بیع کے بعد اس چیز پر قبضہ کر لے تو اس کا مالک ہو جائے گا اور اس کی قیمت ادا کرنا ہوگی۔ لیکن پہلی فروخت بدستور باقی رہے گی۔

بیع قبل القبض کا طریقہ اس زمانہ میں عام ہے۔ یہ اگر اشیاء منقولہ میں ہو تو یہ بیع فاسد ہے۔ مثلاً روٹی فریڈی اور قبضہ حاصل کرنے سے پہلے اس کے ہاتھ جس سے خریدی گئی تھی فروخت کر دی یا کسی اور کے ہاتھ فروخت کی خواہ اسی قیمت خرید پر فروخت کر دی تو یہ بیع فاسد ہے۔

حضرت مالک بن ادس سے مروی ہے کہ انہوں نے پوچھا آپ لوگوں لوگوں میں کوئی بیع صرف کرتا ہے۔ طلحہ نے فرمایا۔ میں کرتا ہوں۔ لیکن اس وقت کر سکتا ہوں کہ جب ہمارا خزانچی غائب سے آجائے گا۔ سفیان نے بیان کیا کہ زہری سے ہم نے اسی طرح حدیث یاد کی تھی۔ اس میں کوئی مزید بات نہیں تھی۔ پھر انہوں نے کہا کہ مجھے مالک بن ادس نے خبر دی کہ انہوں نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے سنا۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے نقل کرتے تھے کہ آپؐ فرمایا سوئے کو سوئے کے بدلے میں (خریدنا) سود میں داخل ہے، الا یہ کہ نقد ہو۔ گیہوں کے بدلے میں (خریدنا یا بیچنا) سود میں داخل ہے، الا یہ کہ نقد ہو۔ کھجور، کھجور کے بدلے میں سود ہے، الا یہ کہ نقد ہو اور خرچہ جو کے بدلے میں، الا یہ کہ نقد ہو۔

عَنْ مَالِكِ بْنِ أَدِيسٍ قَالَ كَانَ عِنْدَهُ صُفْطٌ فَقَالَ طَلْحَةُ أَنَا حَتَّى يَبِيعَنِي خَازِنُنَا مِنَ الْغَائِبَةِ قَالَ سُفْيَانٌ هُوَ الَّذِي حَفِظْنَاهُ مِنَ الزُّهْرِيِّ لَيْسَ فِيهِ زِيَادَةٌ فَقَالَ أَحْمَدُ بْنُ مَالِكٍ ابْنُ أَوْسٍ يَمِيعُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ يُخْبِرُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الذَّهَبُ بِالذَّهَبِ وَالْأَهْأَاءُ وَاللُّبُّ بِاللُّبِّ وَالْأَهْأَاءُ وَالْأَهْأَاءُ وَالشَّعِيرُ بِالشَّعِيرِ وَالْأَهْأَاءُ وَالْأَهْأَاءُ

۱۔ لفظ ہا در اصل ہا کہ تعابنی خذ اسم فعل یعنی امر۔ لک کو ہمزہ سے بدل دیا یا ہا اسم فاعل یعنی امر ہے۔ ہمزہ پر زیر یا زبر یعنی یہ لفظ صورتہ اسم اور معنی فعل ہے۔ معنی دونوں کے ایک ہیں یعنی خذ اس ہاتھ دے اور اس ہاتھ لے۔

فوائد و مسائل

مطلب یہ کہ جیسے ہم وزن اور ہم جنس استعمالات میں زیادتی حرام ہے۔ اسی طرح ادھار بھی حرام ہے۔ دونوں طرف سے دست بدست برابر برابر میں دینا ہونا چاہیئے۔

۲۔ یہ حدیث اصناف کے توقف کی تائید و توثیق کرتی ہے کہ ہم جنس و ہم وزن میں زیادتی حرام ہے۔

۲۔ من عندہ صرف کا مطلب یہ ہے کہ حضرت مالک بن اکس نے پوچھا کہ آپ لوگوں میں کوئی بیع صرف کرتے ہیں یا تاکہ دینار کے بدلے درہم لیں۔ حضرت طلحہ نے جواب دیا۔ ہم کرتے ہیں۔

۴۔ اس حدیث میں سونا، گینٹوں، جو، کھجور اور دوسری امانیت میں چاندی اور نیک کا ذکر ہے تو ان چھ چیزوں میں سود کی حرمت پر سب کا اتفاق ہے کہ ان چیزوں کا باہمی تبادلہ اور بیع کی جلتے تو ان میں زیادتی بھی سود ہے۔ اسی طرح برابر برابر ادھار لیا دیا تو بھی سود ہے۔ سونے کو سونے کے عوض بیع کی جائز صورت صرف یہ ہے کہ برابر برابر دست بدست نقد معاملہ کیا جائے۔ سونا خواہ کسی بھی شکل و صورت و نوعیت میں ہو۔ زیور ہو، سکہ یا نقش و نگار والا ہو یا سادہ ہو جو از کی صورت میں ہے کہ ایک تولہ سونے کا زیور ایک تولہ سونے کے بدلے دست بدست نقد لیا جائے۔ اگر وزن تو برابر ہے مگر ادھار کیا تو یہ شکل بھی سود ہے اور حرام ہے۔

۵۔ واضح رہے سیدنا امام اعظم علیہ الرحمۃ کے ہاں، سونے کو سونے کے عوض فروخت کرنے میں کمی بیشی و ادھار کی ممانعت کی علت ہم وزن ہونا اور ہم جنس ہونا ہے۔ تو زیادتی کے سود کی حرمت و شرطوں ہم وزن ہونا اور ہم جنس ہونے پر موقوف ہوگی اور ادھار کے سود کی حرمت صرف ایک شرط پر موقوف رہے گی یا ہم وزن ہو یا ہم جنس ہو اس قاعدہ کے مطابق، اگر ایک تولہ سونا دس تولہ چاندی کے عوض بیچا تو حلال ہے سود نہیں۔ مگر اس صورت میں بیعت کا بیچنا سود ہے اور حرام ہے کیونکہ سونا اور چاندی اگرچہ ایک جنس سے نہیں ہیں۔ مگر ہیں دونوں وزنی وزن سے فروخت ہوتے ہیں۔ نیز سونے کو سونے کے عوض یا سونے کو چاندی کے عوض بیع کی صحت کے لیے مجلس میں قبضہ بھی شرط ہے جس کی توضیح و تشریح آئندہ صفحات میں آ رہی ہے۔ بغور پڑھ لیں۔

واضح ہو

کے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث زیر بحث میں سود کی جس قسم کو بیان فرمایا ہے فقہاء اسلام اسے **دبا البیع**، **دبا الفضل**، **دبا العقد** کے ناموں سے موسوم کرتے ہیں۔ یہ بھی یاد رہے کہ حدیث زیر بحث میں جن چھ اشیاء کے باہمی تبادلہ میں کمی بیشی اور ادھار کو سود قرار دے کر حرام و ممنوع بنایا گیا ہے تو اس کے حرام اور سود ہونے پر تمام اہل اسلام کا اتفاق ہے۔ ائمہ اربعہ میں اختلاف صرف اس امر پر ہے کہ یہ حکم صرف ان چھ چیزوں کے ساتھ خاص ہے یا یہ چھ چیزیں بطور مثال بیان فرمائی گئیں ہیں اور کچھ دوسری اشیاء اس حکم میں داخل ہیں تو ان کا ضابطہ اور حکم کیا ہے؟

۱۔ اہل ظاہر، مسروق، طائوس، شعبی قتادہ و عثمان البیہی کا مسلک یہ ہے۔ حکم مذکور صرف ان چھ چیزوں کے ساتھ

متعدد وجوہات کی بنا پر ہم جنس اشیاء کا باہمی تبادلہ کا رواج آج بھی ہے۔ حتیٰ کہ حکم میں اس دور میں بھی اشیاء کا تبادلہ اشیاء سے کرتے ہیں۔ نیز یہ ممکن ہے۔ اس چیز کی کوئی ایسی خصوصیت ہو جس سے خیرین فائدہ اٹھانا چاہتے ہوں اور یہ ممکن ہے کہ کوئی چالاک و عیار کسی سادہ لوح کو یہ باور کر دے کہ وہ ایک بری گندم اس گندمی عام بری گندم کے برابر ہے۔ سونے کا یہ پترو جس پر ایسا لاجواب نقش بنا ہوا ہے کہ یہ دو چندان سونے کے برابر ہے۔ ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں لوگ دھوکے میں پڑ کر نقصان اٹھا سکتے ہیں۔ نبی کریم علیہ السلام نے ایک جنس کو کسی کی جس کے ساتھ کمی بیشی اور ادھار کو حرام قرار دے کر لوگوں کو اس نوع کے مفاسد اور نقصانات سے بچایا ہے۔

ہی خاص ہے۔ ان کے علاوہ جس قدر اشیاء ہیں۔ ان کی بیع میں کمی بیشی اُدھار جائز ہے۔ لیکن جمہور کا مذہب یہ ہے۔ ان چھ چیزوں کے حکم کی علت معلوم کی جائے گی۔ پھر جن اشیاء میں وہ علت پائی جائے گی ان کے لیے بھی ہی حکم دیا جائیگا جو ان چھ چیزوں کے لیے ہے۔

بَابُ بَيْعِ الطَّعَامِ قَبْلَ أَنْ يَقْبِضَ وَبَيْعِ مَا لَيْسَ عِنْدَكَ

باب غلہ کو اپنے قبضہ میں لینے سے پہلے بیچنا اور ایسی چیز کو بیچنا جو بیچنے والے کے قبضہ میں نہ ہو

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے جس چیز سے منع فرمایا تھا وہ غلہ کی بیع تھی جس پر ابھی قبضہ نہ کیا گیا ہو۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا۔ میں تمام اشیاء کو اسی کے حکم میں سمجھتا ہوں (کہ قبضہ سے پہلے نہ بیچی جائیں)۔

حضرت ابن عمر سے مروی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جو شخص جب بھی غلہ خریدے تو اسے پوری طرح قبضہ کرنے سے پہلے نہ بیچے۔ اسماعیل نے ان الفاظ میں بیان کیا۔ جو شخص غلہ خریدے تو اس کو قبضہ سے پہلے نہ بیچے۔

باب جن کے نزدیک سکہ یہ ہے کہ اگر کوئی غلہ خریدے تو اس وقت تک بیچے جب تک اپنی قیام گاہ پر منتقل نہ کرے اور صلاۃ نزی پر سزا لیا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بیان کیا کہ میں نے دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں غلہ خرید کر اسی جگہ بغیر ناپے تو لے قبضہ کیے (فروخت کر دیتے تھے تو انہیں سرزنش کی جاتی تھی کہ جب تک منتقل نہ کریں فروخت نہ کریں)۔

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ يَقُولُ أَمَّا الَّذِي تَهْلِكُ عَنْهُ الذَّبْيُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَهُوَ الطَّعَامُ أَنْ يُبَاعَ حَتَّى يَقْبِضَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَلَا أَحْسِبُ كُلَّ شَيْءٍ إِلَّا مِثْلَهُ

(بخاری)

عَنْ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ ابْتِاعَ طَعَامًا فَلَا يَبِيعُهُ حَتَّى يَسْتَوْفِيَهُ زَادَ اسْمَاعِيلُ مَنْ ابْتِاعَ طَعَامًا فَلَا يَبِيعُهُ حَتَّى يَقْبِضَهُ

(بخاری)

بَابُ مَنْ رَأَى إِذَا اشْتَرَى طَعَامًا جَزَأًا أَنْ لَا يَبِيعَهُ حَتَّى يُؤْوِيَهُ إِلَى رَحْلِهِ وَالْأَرَبُ فِي ذَلِكَ (بخاری) باب جن کے نزدیک سکہ یہ ہے کہ اگر کوئی غلہ خریدے تو اس وقت تک بیچے جب تک اپنی قیام گاہ پر منتقل نہ کرے اور صلاۃ نزی پر سزا لیا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بیان کیا کہ میں نے دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں غلہ خرید کر اسی جگہ بغیر ناپے تو لے قبضہ کیے (فروخت کر دیتے تھے تو انہیں سرزنش کی جاتی تھی کہ جب تک منتقل نہ کریں فروخت نہ کریں)۔

۱۔ امام شافعی علیہ الرحمہ کا مذہب یہ ہے کہ بیع قبل القبض۔ مطعومات کھانے کی اشیاء غلہ وغیرہ

فوائد ومسائل

اور غیر منقولات زمین وغیرہ دونوں میں ناجائز ہے۔ حضرت امام مالک کا موقف یہ ہے کہ حدیث میں چونکہ طعام کا لفظ ہے۔ اس لیے صرف کھانے والی چیزوں، غلہ فروخت وغیرہ میں بیع قبل القبض منوع ہے۔ اس کے علاوہ دیگر اشیاء میں جائز ہے۔ احناف کا مذہب یہ ہے کہ منقولات غلہ، پھل وغیرہ میں بیع قبل القبض ناجائز اور فاسد ہے لیکن غیر منقولات زمین وغیرہ میں جائز ہے (طیبی)

بَابُ إِذَا اشْتَرَى مَتَاعًا أَوْ دَابَّةً فَوَضَعَهُ عِنْدَ الْبَائِعِ أَوْ مَاتَ قَبْلَ أَنْ يَتَقَبَّضَ

باب، جب کوئی سامان یا جانور خرید اپھر اسے بیچنے والے ہی کے پاس رکھ دیا، یا قبضہ کرنے سے پہلے بائع مر جائے۔ تو کس حکم ہے؟

اس مسئلہ میں ائمہ کا اختلاف ہے۔ سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ کا منہک یہ ہے کہ مشتری نے ابھی میع پر قبضہ نہیں کیا اور میع بائع کے فعل سے ہلاک ہوگئی یا خود میع نے اپنے آپ کو ہلاک کر دیا یا کسی سادی آفت سے ہلاک ہوگئی تو بیع باطل ہوگئی بائع نے من پر قبضہ کر لیا ہے تو واپس کر دے۔ اور اگر مشتری کے فعل سے ہلاک ہوگئی اور بیع مطلق ہو یا مشتری کو شرط خیار ہو تو ایسی صورت میں مشتری کو من (جو قیمت ملے ہوئی ہے) بائع کو دینا پڑے گی۔

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ مَا أَدْرَكَتِ الصَّفَقَةُ حَيَاتًا مَحْبُوسًا فَهُوَ مِنَ الْمُبْتَاعِ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ جانسی کی طرف سے ایجاب و قبول کے بعد (وہ چیز جو جاندار تھی) اور جن کی خرید و فروخت ہوئی تھی۔ اپنی اصلی حالت پر زندہ و صحیح و سالم تکلی تو وہ خریدنے والے کی قرار پائے گی۔

(بخاری)

فوائد و مسائل

اس تعلیق کو امام بخاری نے وارد قطنی نے وصل کیا ہے۔ لفظ یہ ہیں ما ادرکت الصفقة حیاً فہو من مال المبتاع۔ اس میں مجموعاً لفظ نہیں ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عمر کا مذہب یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایجاب و قبول کے بعد اگر مشتری نے میع پر قبضہ نہ کیا اور وہ بائع کے پاس ہلاک ہوگئی۔ تو مشتری کی قرار پائے گی۔ امام بخاری علیہ الرحمہ کا مذہب بھی یہ معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ انہوں نے اثر حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عنوان بنایا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ ایسے دن بہت کم آتے جن میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صبح و شام میں سے کسی نہ کسی وقت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف نہ لائے ہوں، پھر جب آپ کو مدینہ ہجرت کی اجازت ہوئی تو آپ (صبح و شام) آنے کے معمول کے خلاف (طرز کے وقت ہمارے گھر تشریف لائے۔ جب ابو بکر رضی اللہ عنہ کو آپ کی آمد کی اطلاع دی گئی تو آپ نے فرمایا کہ اس وقت جو لوگ تمہارے پاس ہوں انہیں ہمارے دو۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ! یہاں تو صرف میری بیوی و بیٹیاں ہیں۔ یعنی عائشہ اور اسماء رضی اللہ عنہما۔ اب آپ نے فرمایا کہ تمہیں معلوم بھی ہے، مجھے ہجرت کی اجازت مل گئی ہے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ! میں بھی ساتھ

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَقَلَّ يَوْمٌ كَانَ يَأْتِي عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا يَأْتِي فِيهِ بَنِيَّ أَبِي بَكْرٍ أَحَدٌ طَرَفِي النَّهَارِ فَلَمَّا أُذِنَ لَهُ فِي الْخُرُوجِ إِلَى الْمَدِينَةِ لَمْ يَرِعْنَا إِلَّا وَقَدْ أَنَا ظُهُرُافُخِيرٍ بِرَأْيِ أَبِي بَكْرٍ فَقَالَ مَا جَاءَ مَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي هَذِهِ السَّاعَةِ إِلَّا لَأَهْرَ حَدَثٍ فَلَمَّا دَخَلَ عَلَيْهِ قَالَ لِي أَبِي بَكْرٍ أَخْرِجْ مَعَكَ عِنْدَكَ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّمَا هُمَا ابْنَتَايَ يَنْفِي عَائِشَةَ وَأَسْمَاءُ قَالَ أَشَعَرْتَ أَنَّه قَدْ أُذِنَ لِي فِي الْخُرُوجِ قَالَ الصَّحْبَةُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ عِنْدِي نَاقَتَيْنِ أَعَدْتُ لَهُمَا لِلْخُرُوجِ فَخُذْ أَحَدَهُمَا قَالَ قَدْ أَخَذْتُهَا بِالْمَنِّ (بخاری)

رہوں گا۔ فرمایا، ہاں تم بھی ساتھ رہو گے۔ پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ میرے پاس دو اونٹنیاں ہیں۔ جنہیں میں نے ہجرت ہی کی نیت سے تیار کر رکھا تھا۔ آپ ان میں سے ایک لے لیجئے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ قیمت کے بدلے میں نے ایک اونٹنی لے لی۔

فوائد و مسائل

عنوان سے مطابقت اس حدیث کی اس طرح ہے کہ عنوان کا پہلا جُز یہ ہے فوضعه عند الباقع اور حضور علیہ السلام نے حضرت ابوبکر سے فرمایا۔ قد اخذتمہا میں نے یہ اونٹنی خرید لی حضور نے وہ اونٹنی حضرت ابوبکر (جو کہ بائع تھے) ان کے پاس ہی رہنے دی۔ عنوان کے دوسرے جُز سے حدیث زیر بحث کی مطابقت فی طریق الاعلام بان حکم الموت قبل القبض حکم الوضع عند الباقع قیاسا علیہ (یعنی) ۲۔ لَقُلْ یَوْمَ۔ قُلْ فعل ماضی ہے یعنی نفی۔ لام جواب ہے قسم محذوف کا تو اب معنی یہ ہوں گے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی معمول تھا کہ روزانہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان میں جلوہ ریز ہوتے۔

حضرت صدیق اکبرؓ پر حضور کا کرم خاص

بیت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ————— یعنی کوئی دن ایسا نہ آتا کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم جناب صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان میں جلوہ ریز نہ ہوتے۔ یہ حضور کا حضرت صدیق اکبرؓ پر خاص کرم تھا کہ حضور ان کے مکان پر ہر روز تشریف لے جاتے تھے (۳) پھر جب حضورؐ نے فرمایا۔ مجھے ہجرت کا حکم آگیا ہے۔ میں نے حضرت صدیق اکبرؓ سے پہلے صرف یہ عرض کیا۔ الصَّحْبَةُ یَا رَسُولَ اللّٰہِ یا رسول اللہ مجھے بھی شرف ہم رکابی حاصل ہوگا؛ حضورؐ نے جواب دیا۔ ہاں تم بھی ساتھ ہو گے۔

ہجرت کا واقعہ

نبوت کا تیرھواں سال شروع ہوا۔ اکثر صحابہ مدینہ پہنچ گئے۔ قریش نے محسوس کیا کہ مدینہ جا کر مسلمان طاقت پکڑتے جا رہے ہیں۔ انہوں نے دارالندوہ میں قریش کے سرداروں کا اجلاس کیا اور مکمل غور و فکر و بحث کے بعد ابراہیلؑ نے کہا کہ ہر قبیلہ کا ایک ایک فرستادہ کر دو اور تمام مل کر حضور کا خاتمہ کر دو۔ اس صورت میں ان کا خون تمام قبائل میں بٹ جائے گا اور قبیلہ بنی ہاشم اکیلا مقابلہ نہ کر سکیں گے۔ اس تجویز پر عمل کرتے ہوئے منہ اندھیرے ہی حضورؐ کے آستانہ کا محاصرہ کر لیا گیا اور حضورؐ باہر آئیں تو حملہ کیا جائے۔ آپ کو کفار قریش کے اڑدہ کی خبر تھی۔ حضرت علیؓ کو بلایا۔ تم میرے پنگ پر میری چادر اوڑھ کر سو رہو۔ میں آج مدینہ روانہ ہو جاؤں گا۔ حضورؐ سے قریش کو اس درجہ عداوت، انحراف و آفتابا تھا کہ اپنی امانت حضورؐ کے پاس رکھتے تھے۔ رات زیادہ گزر گئی تو حضورؐ ابوبکر صدیقؓ کو ساتھ لے کر جبل ثور کے غار میں پناہ گزین ہوئے۔ یہ غار آج بھی موجود ہے جو بوسدگاہ غلافی ہے۔ حضرت ابوبکرؓ سے ہجرت کے متعلق تین روز قبل ہی مشورہ ہو چکا تھا۔ تین راتیں غار میں گزریں۔ حضرت صدیق اکبرؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا غلام بکریاں لاتا اور حضورؐ ابوبکرؓ دو دھنکالتے۔ تین دن تک یہی غذا تھی۔ صبح کو قریش کی آگ لکھ کھل تو مہر رسولؐ پر حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ کرمایا پھر حضورؐ کی تلاش میں غار کے دہانے تک پہنچے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی دشمن قریب آگئے۔ حضورؐ نے فرمایا۔ لَا تَخْذُوا ان اللّٰہَ مَعَنَا۔ گھبراؤ نہیں خدا ہم دونوں کے ساتھ ہے۔

فائدہ | حدیث زیر بحث میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر آ گیا ہے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بارگاہ نبوت میں جو قرب حاصل تھا اس کا تقاضا یہی ہے کہ اس محنت پر ان کے دفتر فضائل و مناقب کی ایک جھلک پیش کرنے کی سعادت حاصل کی جائے۔

مقام سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ

حضرات غلامی راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم جمیع میں اصدق العاقلین سید العقین۔ امام العارفین حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حق و صداقت کی وہ مثل تباہ ہیں جو حضور سید عالم نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات و صفات کے منظر اتم اور آپ کی سیرت و کردار کے کامل نور تھے آپ کا لقب تجلیات جمال نبوت کا ہر ان جلوہ گاہ بنارہا اور آپ نے آفتاب نبوت سے بے واسطہ فیض حاصل کیا۔

آپ کا نام نامی اسم گرامی حضرت صدیق و متیق لقب اور کنیت ابو بکر ہے۔ حاکم ابن سعد اور ابویعلیٰ سے روایت کیا کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کے ہمراہ ایک مکان میں جلوہ فرماتے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ آئے تو حضور علیہ السلام نے فرمایا:۔

”مَنْ سَرَّكَ أَنْ يَنْظُرَ إِلَى عَيْنَيْ بَنِي النَّارِ فَلْيَنْظُرْ إِلَى بَنِي كِبَرٍ“ جسے نہیں پر دوزخ سے آزاد کے ہو چکنا ہو وہ ابو بکر کو دیکھ لے۔ آپ کا دوسرا لقب صدیق ہے اسلام سے قبل بھی آپ کا صدق مشہور تھا قبائلی عرب آپ کی دیانت و امانت اور حسن معاملہ کے معترف تھے حضرت قتادہ قرظی نے صبح شب معراج سے آپ لقب صدیق سے متنازع ہوئے کفار نے جب واقعہ معراج سنا تو حضرت صدیق اکبر کے پاس آئے کہنے لگے اب حضور کے تعلق متاری کیا رائے ہے آپ نے فرمایا: لَقَدْ صَدَقَ وَإِنِّي لَأَكْثَرُ قَوْمَهُ (حاکم و مستدرک) ”حضور نے سچ فرمایا اور میں اس کی تصدیق کرتا ہوں۔“ سید ابن منصور نے اپنی سنن میں حضرت ابو بکرؓ سے روایت کیا کہ حضور علیہ السلام معراج سے واپسی پر مقام ذی طوی میں پہنچے تو آپ نے حضرت یسریٰ بن ابی سہیل علیہ السلام سے فرمایا، میری قوم میری تصدیق نہیں کرے گی حضرت یسریٰ بن ابی سہیل نے جواب دیا، ابو بکر تصدیق کریں گے کیونکہ وہ صدیق ہیں۔

جناب امیر المؤمنین علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں:۔
”إِنَّ اللَّهَ أَخْلَقَ إِسْمَ أَبِي بَكْرٍ مِنْ السَّمَاءِ الْعَلِيِّ“ ”خدا کی قسم اللہ تعالیٰ نے ابو بکر کا نام صدیق آسمان سے نازل فرمایا۔“ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے مزید فرمایا:۔

”ابو بکر وہ شخصیت ہیں جن کا نام اللہ تعالیٰ نے زبان جبرائیل علیہ السلام و زبان برور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم صدیق رکھا وہ نازنین حضور اکرم علیہ السلام کے خلیفہ تھے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انہیں

فَوَسَّيْتُ ثَنِيَّةً وَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ وَقَالَ يَنْعَمَ الصِّدِّيقُ يَنْعَمَ الصِّدِّيقُ يَنْعَمَ الصِّدِّيقُ
فَمَنْ لَمْ يَفْعَلْ كَمَا يَنْعَمُ الصِّدِّيقُ فَلَمْ يَصِدَّقْ اللَّهُ لَهُ فِي الدُّنْيَا وَلَا فِي الْآخِرَةِ (کشف الغم ص ۱۲)

”اس پر امام باقر اپنی جگہ سے اچھے اور کعبہ کی طرف چہرہ کر کے فرمایا کیا اچھے صدیق بنے کیا اچھے صدیق بنے کیا اچھے صدیق بنے۔ جو شخص ابوبکر کو صدیق نہ کہے خدا اس کی دنیا و آخرت میں تصدیق نہ کرے“
اس روایت سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوتے ہیں:-

۱۔ حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ کی زبان فیضِ ترجمان سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا صدیق ہونا اور صدیق کا نام امت سے افضل ہونا لازم آتا ہے کیونکہ تو اس پر قرآن منصوصہ قرآن سے ثابت ہے کہ انبیاء کے بعد مرتبہ صدیقین کا ہے اور صدیق تمام امت سے افضل ہوتا ہے۔

۲۔ سائل کے سوال کا مال یا نہیں میں جواب دے دینا کافی تھا مگر حضرت امام باقر نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے فعل کو دلیل بنا کر جواب دیا جس سے واضح ہوا کہ امام باقر رضی اللہ عنہ کے نزدیک مسائل کا شرعی فیصلہ کرنے کے لئے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا قول و فعل حجت و سند کی حیثیت رکھتا ہے۔

۳۔ حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے نام کے ساتھ ان کے لقب صدیق کا بھی ذکر فرمایا حالانکہ صرف نام لینا ہی کافی تھا جس سے واضح ہوا کہ حضرت امام باقر کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے یہی حجت و عقیدت تھی کہ آپ کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لقب صدیق کے بغیر ان کا نام لینا گوارا نہ ہوا۔

۴۔ جب امام باقر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر کو صدیق کہا تو سائل کو تعجب ہوا اس نے امام سے سوال کیا آپ بھی ابوبکر کو صدیق کہتے ہیں؟ اس پر امام کو اس قدر غصہ آیا کہ آپ اپنی جگہ سے اچھل پڑے اور تین مرتبہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے صدیق ہونے کو بیان فرمایا نہ صرف یہ بلکہ یہاں تک فرمایا کہ جو ابوبکر کو صدیق دیا و آخرت میں اللہ تعالیٰ اس کی تصدیق میں کرے گا۔

علامہ طبری آئینہ مبارکہ وَالَّذِي جَاءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:-

الَّذِي جَاءَ بِالصِّدْقِ (رسول اللہ) وَصَدَّقَ بِهِ (ابوبکر) (تفسیر جامع البیان)
”حق و صداقت کو لانے والے سے مراد حضور علیہ السلام کی ذات ہے اور اس کی تصدیق کرنے والے ابوبکر مراد ہیں“

اہل سنت و جماعت کا اجماع ہے کہ انبیاء کرام کے بعد سب سے افضل و برتر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی

افضلیت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ذات گرامی ہے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:-

كُنَّا فِي تَمِيمٍ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَأَتَعْدِلَ بَابِي بِكَرٍّ أَحَدًا
كُنَّا نَقُولُ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحْضَلُ أُمَّةٍ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَعْدَاكَ ابْنُ كَرٍّ ثُمَّ عُمَرُ ثُمَّ عُمَانُ

”وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں یہ کہتے تھے کہ حضور کے بعد امت میں سب سے افضل ابو بکر ہیں،
پھر عمرؓ پھر عثمانؓ رضی اللہ عنہم“

چاندنی رات مئی حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم حرم عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا میں جلوہ فرما تھے ایسے میں اہل منین
سیدہ عائشہ صدیقہ عقیقہ طیبہ رضی اللہ عنہا نے عائشہؓ کے عرس کی یا رسول اللہ آسمان کے ستاروں جتنی بھی کسی کی نیکیاں
ہیں، حضور نے جواب دیا ہاں عمرؓ کی ہیں، عرس کی ابو بکر رضی اللہ عنہ کی نیکیوں کی کیا کیفیت ہے حضور نے فرمایا:-

”جَئِنَّمُ حَسَنَاتُ عُمَرَ كَحَسَنَةِ وَاحِدَةٍ مِّنْ حَسَنَاتِ أَبِي بَكْرٍ“
”عمر کی تمام نیکیاں ابو بکر کی ایک نیکی کے برابر ہیں“
حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ہنری کے دو وزیر آسمان کے فرشتوں میں سے اور دو وزیر زمین
والوں میں سے ہوتے ہیں فرشتوں میں میرے دو وزیر جبریل و میکائیل علیہ السلام ہیں

”اور اہل زمین سے میرے دو وزیر ابو بکر و عمرؓ ہیں“

حضرت شہیر خدائے مرفضی کا فیصلہ
امیر مومنین سیدنا علیؓ نے اپنے محبوب الیوم
امیر معاویہؓ میں تحریر فرماتا:-

”وَكَانَ أَفْضَلُهُمْ فِي الْإِسْلَامِ كَمَا نَعْتَمَتْ وَأَنْصَحُهُمْ بِذَلِكَ وَلَيْسَ سُوْلُهُ الْخَلِيفَةُ الصِّدْقُ وَخَلِيفَةُ الْخَلِيفَةِ
الْفَارُوقُ وَكَعْدَةُ حِيَاةٍ مَكَانًا فِي الْإِسْلَامِ لِعَظِيمٍ وَكَانَ الْمَصَابِيحُ الْجَدُّ فِي الْإِسْلَامِ شَدِيدًا يَحْمَلُهُمَا
اللَّهُ وَجْزًا هُمَا بِأَحْسَنِ مَا عَمِلَا“

”اور اسلام میں سب سے افضل اور اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ انعام رکھنے میں سب سے بڑھ
کر (جیسا کہ تم نے بیان کیا) خلیفہ صدیق ہیں اور خلیفہ فاروقؓ ہیں مجھے اپنی جان کی قسم تحقیق ان
دونوں کا مقام اسلام میں بڑا ہے اور تحقیق ان کی وفات سے اسلام کو سخت زخم لگا اللہ تعالیٰ ان
دونوں پر رحمت نازل فرمائے اور ان کو ان کے اچھے کاموں کا ثواب فرمائے“ (شرح صحیح ابوالخیر طبرستان)

حضرت امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:-

”لَسْتُ بِمُتَّبِعِكُمْ فَفَضَّلْتُ أَبَا بَكْرٍ وَفَضَّلْتُ عُمَرَ وَلَئِنْ أَبَا بَكْرٍ أَفْضَلُ مِنِّي
”میں ابو بکر اور عمرؓ کے فضائل کا متکرر نہیں ہوں لیکن ابو بکرؓ سے افضل ہیں“ (احتجاج طبرسی ص ۲)
حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ

حضرت امام جعفر صادق کا ارشاد، عنہما کے حق میں فرماتے ہیں:-

”هَذَا اِمَامَانِ عَادِلَانِ قَاسِمَا عَلَى الْحَقِّ وَمَا تَعَالَى الْحَقُّ فَعَلَّوْهُمَا سَخَمَةً اَللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ
”یہ دونوں امام ہیں عادل انصاف کرنے والے دونوں حق پر تھے حق پرستی کا انتقال ہوا ان دونوں پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو“

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد سے واضح ہوا کہ حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما امام اور خلیفہ برحق تھے۔ وہ عادل اور منصف تھے وہ حق پر تھے اور وفات تک حق پر رہے وہ قیامت کے دن متقی رحمت الہی میں خاصہ بنے خلیفہ برحق وہی ہو سکتے ہیں جو فاضل و عاقل نہ ہو اور رحمت الہی کا متقی بھی وہی ہوتا ہے جو ایمان و تقویٰ میں کامل و مکمل ہو جو فاضل امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد سے ان تمام معامین کا جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے متعلق بیان کئے جانے میں قلعہ قمع ہو گیا۔

تفسیر حضرت امام عسکری (رضی اللہ عنہ) نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا:-
میں زیر سورہ بقرہ لکھتا ہوں کہ حضور سید عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم

جَعَلَكَ مِثِّي يَوْمَئِذٍ لِّاَلِ التَّحَمُّمِ وَالْبَصَرِ وَالرَّأْسِ مِنَ الْجَسَدِ وَيَسْتَلِئُ الرَّوْحَ مِنَ الْبَدَنِ (منہی اللہام)
”بایقین اللہ تعالیٰ نے تم کو نیز لہ میرے سمیع و بصر کے کیا ہے اور میرے ساتھ تم کو وہ نسبت ہے جو سر کو جسم سے اور روح کو بدن سے ہوتی ہے۔“

حضرت امام حسن عسکری رضی اللہ عنہ کے اس تفسیری نوٹ سے واضح ہوتا ہے کہ نبی ابوبکر رضی اللہ عنہ فنا فی الرسول کے درجہ پر فائز تھے حضور کے ساتھ انی کو جو محبت و عقیدت تھی وہ ایک جان و دو قالب کی شیت افتخار و گہرائی تھی۔ اہل عشق و محبت ہی حضور کے مذکورہ بالا کلمات علیت کی عظمت کا احساس کئے ہیں حضور در عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اپنی سمیع و بصر اور جان و دل قرار دے کر آپ کے افضل امت ہونے کی ایسی نشاندہی فرمائی ہے جس سے انکار کی گنجائش ہی نہیں ہے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت حق ہے۔
شیخہ حضرات کے اکابرین میں سے ملا مجلسی نے تذکرۃ الائمہ میں صحابہ کرام کی تعداد چار لاکھ بتائی ہے اور علامہ شریف مرتضیٰ

نے بہار الانوار کی جلد سوم میں یہ تصریح کی ہے کہ تمام مسلمانوں نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت و امامت کو دل کی گہرائیوں سے تسلیم کیا اور برضا و رغبت بلا جبر و کراہ آپ کے دستِ حق پرست پر بیعت کی۔
”وجميع مسلمانان بالابوکر بیعت کردند و اطهار رضا و خوشنود و خوشنودی باو و سکون و اطمینان بسوئے او نمود و گفتند کہ ما عاقت او بدعت کنندہ و خارج از اسلام است“

”تمام مسلمانوں نے برضا و رغبت خود کو حق قلبی کے ساتھ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی اور کہا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا مخالف بگڑی اور اسلام سے خارج ہے۔“

یہ ہے خلافت صدیقی کے حق و موافق ہونے کے متعلق چار لاکھ مسلمانوں کا فیصلہ ہیں مہاجرین و انصار اور بنی ہاشم اور اہل بیت نبوت بھی شامل تھے۔

ابو یونس سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ چونکہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ

وسلم کے فضل و کمال کے منظرِ رقم تختہ سس نے آپ مزاج شناس رسول کے

مزاج شناس رسول

منصب رفیع پر فائز تھے یہی وجہ ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کے اسرار و معارف سب سے زیادہ سمجھنے والے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہی تھے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نے ایک دن اپنے خطیب میں فرمایا اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک بندے کو اختیار دیا خواہ وہ دنیا کو اختیار کرے یا جو اللہ تعالیٰ کے ہاں ہے اسے اختیار کرے تو اس بندے نے وہ اختیار کیا جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے میں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رشتے لگے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم حیران تھے کہ ابوبکر کیوں رونے لگے، آخر اس میں رونے کی بات ہی کیلئے ہے؟ لیکن بعد میں ہمیں معلوم ہوا اس بندے سے مراد حضور علیہ السلام کی ذات پاک تھی اور اس خطیب میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی وفات کی خبری تھی جس کو صحابہ میں سے کوئی نہ سمجھ سکا صرف صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کلمات نبوی کی رمز کو سمجھا اور رونے لگے۔

وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ أَعْلَسًا فَقَالَ يَا أَبَا بَكْرٍ لَا تَبْكُ، إِنَّ أَمَنَ النَّاسَ عَلَىٰ مَعْصِيَةٍ وَمَالٍ أَبَوَيْكَ
وَلَوْ كُنْتُ مُشْجَذًا مِنْ أُمَّتِي خَلِيلًا لَأَتَّخَذْتُ أَبَا بَكْرٍ وَلَكِنْ أَخُوهُ الْإِسْلَامَ وَمَوْدُوهُ لَا يَفْقَهُ
فِي الْمَسْجِدِ بَابُ الْأَسَدِ إِلَّا بَابُ أَبِي بَكْرٍ۔ (بخاری)

”اور ابوبکر ہم سب میں زیادہ علم رکھتے تھے پھر حضور نے فرمایا ابوبکر مت رو، نام لوگوں میں کسی کے مال اور رفعت کا احسان مجھ پر اتنا نہیں دینا ابوبکر کا ہے اور اگر میں اپنی امت میں سے کسی کو فیل بناتا تو ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کو بناتا مگر اسلامی محبت و اخوت ہے مسجد کی طرف کسی کا دروازہ یا نہ رہے مگر اس کو بند کر دیا جائے سوائے ابوبکر کے دروازے کے“

یہ حدیث حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ذوقِ فناء کا گنجینہ ہے۔

صحابہ کرام حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سب سے زیادہ علم مانتے اور جانتے تھے عظمت سے مراد وہ دوستی ہے جو صرف عبد و معبود کے درمیان ہو سکتی ہے مطلب حدیث کا یہ ہے کہ پوری امت میں صرف ابوبکر رضی اللہ عنہ ہی لائقِ عظمت تھے مگر میرا فیل صرف اللہ تعالیٰ ہے۔

زبانِ رسالت کے اس اعلان کی عظمت پر غور کیجئے مجھے صدیق کے مال نے جو نفع دیکسی کے مال نے نہیں دیا“

حضرت صدیق اکبر کے حق میں حضور علیہ السلام کے یہ کلمات طیبات آپ کے مخلص بنیامند اور جاں نثار ہونے کی ایسی گواہی ہوئی کہ جس کا انکار آقا پر متناہ کے انکار کے مترادف ہے۔

اشاعت و استحکام کے لئے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ایشار

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تمام صحابہ کرام میں سب سے زیادہ جواد و سخا تھے آپ نے اپنے تمام وسائل کو اسلام کی خدمت کے لئے وقف کر دیا تھا آپ اسلام کی اشاعت و استحکام کے لئے بے دریغ خرچ کرتے تھے توسل غلاموں اور مسلمان اسیروں کو کفار کے پیچہ نظم سے آزاد کرتے تھے اور اس کام کے لئے بیشمال مالی ایشار سے کام لیتے تھے اسلام کے لئے آپ کی فیاضی و سخاوت اور قربانی کی عظمت کا اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ خود خالق کائنات نے آپ کے مالی ایشار کو قرآن مجید میں بیان فرما کر اس کے مقبول و محمود ہونے کی سند عطا فرمادی ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ اسی کی کجی مقبول فرماتا ہے جو لوگوں کو غلاموں، غلام طبریٰ جمیع البیان میں لکھتے ہیں :-

عَنْ ابْنِ التَّيْبِيِّ قَالَ رَأَى الْاَمِيْرَ تَزَلَّتْ فِيْ اَيِّ بَيْتٍ لَقِيَ اشْرَى الْمَالِيَّ الَّذِيْ اَشْرَى لِيْلِ عَامِرِ بْنِ مَيْمَرٍ وَغَيْرِهِمْ وَاعْتَقَهُمْ اَيْتِ الَّذِيْ يُوْنِيْ مَا لَمْ يَنْزِلْ فِيْ حَضْرَةِ الْوَجْهِ (رضی اللہ عنہ) کے حق میں نازل ہوئی جب کہ وہ اسلام لانے والے غلاموں کو خرید کر اللہ کی راہ میں آزاد فرما دیتے۔

قرآن مجید کی جس آیت کا شان نزول علامہ طبرسی نے بیان کیا ہے وہ آیت مبارکہ یہ ہے :-
وَسَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقٰی الَّذِيْ يُؤْتِيْ مَالَهُ يَتَزَكٰى وَمَا لِحَدِيْدٍ حَتّٰى يَمِيْنَ لِعَمَلِهِ تَتَجَنَّبُهَا اِلَّا ابْتِغَاءَ
وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰی۔

”اور بہت اس سے دور رکھا جائے گا جو سب سے بڑا پرہیزگار جو اپنا مال دیتا ہے کہ سقرا ہو اور کسی کا اس پر کچھ احسان نہیں جس کا بدلہ دیا جائے صرف اپنے رب کی رضا چاہتا ہے جو سب سے بلند ہے بے شک قریب ہے کہ وہ رہنی ہو گا۔“

جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو گراں قدر قیمت پر خرید کر آزاد کر دیا تو کفار کو اس پر تعجب ہوا، انہوں نے کہا صدیق اکبر نے بلال کو اس لئے آزاد کیا کہ شاید بلال کا ان پر کوئی احسان ہو گا اس پر یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے اعلان فرمادیا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا یہ فعل محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ہے کسی کے احسان کا بدلہ نہیں اور نہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر بلال رضی اللہ عنہ کا کوئی احسان ہے۔ غور کیجئے اللہ تعالیٰ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اس شہکی کو قرآن مجید میں اعلان فرمادیا اور یہی اسکی مقبول ہوتی ہے جو غرض مسلمان ہو اس آیت سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی یہ خصوصیت ثابت ہوئی کہ جو شخص ان کے غرض مسلمان ہونے کا انکار کرے وہ مسترد ان کا منکر قرار پائے گا۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی یہ خصوصیت بھی بہت ہی پر غفلت ہے کہ حضور سرور

امن الناس عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی خدمات اور اپنا روبرو اپنی کا اعتراف فرمایا حضور نے فرمایا:-
تَانَعَيْنِي مَالٌ اَحَدٌ فَقُلْتُ مَا لَكَ بِمَالٍ اَحَدٍ (تذکرہ) مجھے کسی کے مال نے ٹاننا نفع نہیں دیا قیامت الیوم کے مال نے نفع دیا۔

یہ شرف بھی جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہی کو حاصل ہے کہ آپ کو حضور سے جو دوا مانہ محبت تھی اور حضور کے لئے آپ نے جس ایثار و قربانی کا مظاہرہ فرمایا کوئی شخص قصداً وہ کے باوجود اس معاملہ میں آپ پر سبقت نہیں لے جاسکتا تھا چنانچہ حضرت عمر فرماتے ہیں:-

”حضور نے نہیں مدد کا حکم دیا تو میں نے خیال کیا کہ آج میں ابوبکر رضی اللہ عنہ پر سبقت لے جاؤں گا تو میں نے اپنے مال کا نصف حصہ حضور کی خدمت میں پیش کر دیا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تم نے اپنے اہل و عیال کے لئے کیا چھوڑا میں نے جواب دیا اسی کی مثل یعنی نصف:-

وَاَلِي ابُو بَكْرٍ يَكُنْ مَا عِنْدَكَ فَقَالَ يَا اَبَا بَكْرٍ مَا لَبَقَيْتَ لَاهْلِكَ فَقَالَ اَبَقَيْتُ لَهْمُؤُ
اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ قُلْتُ لَا اَسْئِفُكَ عَلٰی شَيْءٍ اَبَدًا۔

”اور حضرت ابوبکر نے اپنا تمام سرمایہ حضور کی خدمت میں پیش کر دیا، حضور نے پوچھا اپنے اہل و عیال کے لئے کیا رکھا؟ عرض کی ان کے لئے اللہ و رسول ہی بس ہے میں نے کہا کہ میں بھی صدیق اکبر سے کسی بات میں بھی سبقت نہیں لے جاسکتا۔“

پروانے کو چارغ ہے میل کو پھول بس
صدیق کے لئے ہے خدا کا رسول بس (اقبال)

اس پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے رو کر عرض کی:-

هَلْ اَنَا وَمَا لِي لَكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ (صلی اللہ علیہ وسلم)

”یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میں اور میرا مال آپ کا ہی تو ہے۔“

حضور سید عالم پوچھ کر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

مَا لَآ اَحَدٌ حِنْدٌ تَابِيْدًا اِلَّا وَفَدَّ كَا فَنِيْنَا مَا خَلَا اَبَا بَكْرٍ فَاِنْ لَكَ عِنْدَ نَا يَدًا
يَكَا وَفِيْنَا اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ۔

”جس کسی نے مجھ پر کوئی احسان کیا تو اس کا بدلہ ہم نے دنیا ہی میں سے دیا ابوبکر کے کہ ان کی خدا کا تو بڑا نہیں قیامت کے دن اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائے گا۔“

”اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُکَ بِرُحْمٰی جَنَّتِہَا
اَلْکَلِمِ اَوَّلِ سَیْنَا مَ۔“

ہستی اؤ کشت ملت راجوں ابر

شانی اسلام وغار و بدر و قسرا

امام العارفین حضرت شیخ محیی الدینی قدس سرہ العزیزہ مکتوبات میں حضور علیہ السلام سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی محبت و عقیدت کو یوں بیان فرماتے ہیں:-

”کسی نے حضرت رضی اللہ عنہ سے اتنا سوال کیا کہ زکوٰۃ کتنی مالیت پر واجب ہوتی ہے؟ حضرت شبلی نے کہا جواب ملک فقرا پر چاہتے ہو یہ ملک فقرا پر مسائل نے عرض کی و دولوں پر، فرمایا ہمتا کے مذہب پر ایک سال گزرنے پر دو سو درہم میں سے پانچ درہم زکوٰۃ واجب ہے اور مذہب فقرا پر پورے دو سو درہم کے ساتھ اپنی جان بھی پیش کرنی ضروری ہے مسائل نے کہا اس کی دلیل؟ آپ نے جواب دیا:-

”ما ین مذہب از صادق رب العالمین گرفتیم یعنی ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور یہی داشت بدیش سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نہاد۔ و جگر گوشہ عائشہ را بشکوائے داد (مکتوبات محیی الدینی ص ۳۳)“
”میں نے یہ مذہب صادق رب العالمین حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے حاصل کیا ہے یہ کہ اس کے پاس کچھ مال و زرقا سوا سب رسول کریم علیہ السلام کے حضور پیش کر دیا اور اپنی جگر گوشہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو شکرانہ میں بخشنی صلی اللہ علیہ وسلم دے دیا“

حضرت صدیق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مظہر اتم تھے

جب امیر المؤمنین سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے افضل امت ہونے کی سب سے واضح دلیل یہ ہے کہ آپ کا سینہ حضور علیہ السلام کے علم و فضل کا خزینہ تھا اور آپ حضور کے علم و عرفان کے مظہر اتم تھے اللہ عزوجل نے حضور علیہ السلام کے سینہ اقدس میں تقابلی و معارف کی جو مشعلیں روشن فرمائی تھیں حضور علیہ السلام نے اسے سینہ صدیق میں ودیعت فرمادیا تھا، غالباً حضرت شیخ فرید الدین عطار قدس سرہ العزیزہ نے اس مضمون کی حدیث کو یوں نظم فرمایا ہے:-

ہر چیز حق، از بارگاہ کبریا! رنجیت در صدر شریف مصطفیٰ

اں ہمہ دینہ صدیق رنجیت لاجرم لا بد از تحقیق رنجیت

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے سینہ کا نبوی علم و عرفان کا جلوہ گاہ ہونا آپ کے فضل امت ہونے کی واضح دلیل ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:-

لَمْ يَخْلُقْكُمْ إِلَّا لِتُبَشِّرُوا بِهِ وَلَا تَكُونُوا مِّنْ صَاحِبِهِ وَإِنَّكُمْ لَفِي قَلْبِهِ

”کثرت موم و صلوٰۃ کے باعث صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو تم پر فضیلت نہیں بلکہ ایک خاص چیز کی وجہ سے فضیلت ہے جو خاص طور پر ان کے دل میں ڈالی گئی ہے“

حق یہ ہے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی شان ہی زالی ہے اور ان کے فضل و شرف کا اعتراف کے بغیر بارہ ہی نہیں ہے

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضور کی حیاتِ نبی سترہ وقت کی نمازیں پڑھائیں
حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مرض وفات میں جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو امامتِ نماز کے
لئے مقرر فرمایا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے متعدد بار عرض کی کہ ابوبکر صدیق القلب ہیں حضور علیہ السلام کو مصلیٰ پر نہ بکر
قبضہ نہ کر سکیں گے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو امامت کا حکم دیا جائے حضور علیہ السلام نے ہر بار حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی معذرت
کو مسترد فرمایا اور حکم دیا کہ:-

مَنْ دَاوَاكَ فَلَيْسَ لَكَ النَّاسُ (بخاری، بیہقی)
”ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کو حکم دو وہ لوگوں کی نماز پڑھائیں“
چنانچہ حضور کے وصال تک تمام نمازیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہی نے پڑھائیں۔ امام بخاری علیہ الرحمہ نے صبرِ عنوان کے
محنتِ مذکورہ بالا مضمون کی حدیث ذکر کی ہیں اس کے الفاظ یہ ہیں:-

بَابُ اَوَّلُهُ اَوَّلُهُ اَوَّلُهُ اَوَّلُهُ
”جو علمِ فضل میں سب سے بڑا ہو وہی امام کا حقدار ہے“
جس سے یہ بات واضح ہوتی ہے حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں تمام صحابہ کرام میں صرف حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ
ہی علمِ فضل اور تقویٰ کے طہارت میں سب سے زیادہ افضل و برتر تھے اسی لئے حضور علیہ السلام نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو امامت
کے لئے منتخب فرمایا حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ بھی فرمایا:-

لَا تَنْتَبِهُنَّ لِقَابِيْ هَؤُلَاءِ اَبُو بَكْرٍ اَنْ يَّؤْتِيَهُمْ عَزْرًا
”میں نے یہ خبریں سنی ہیں کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حیاتِ نبوی میں تین دن فارغ پڑھائی ہر مقدیلوں میں صلی اللہ علیہ
صحابہ کے علاوہ امیر المؤمنین فاروق اعظم عثمان غنی علیہ رضی اللہ عنہم بھی تھے سب نے بلا چون و چرا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی امامت میں نماز ادا کی۔

احتجاجِ طبری میں یہ تصریح ہے کہ علی رضی اللہ عنہ شہیدِ اکرم اللہ وجہہ الکریم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اقتدار میں نماز
ادا کی ہے۔
ثُمَّ قَامَ وَكَتَبَ بِأَيْدِي الصَّالِفَةِ وَحَقَّقَ الْمَسْجِدَ وَصَلَّى خَلْفَ أَبِي بَكْرٍ (صحابہ طبری ص ۲۵)

”حضرت علی کھڑے ہوئے، نماز کی تیار کی، مسجد میں آئے اور حضرت ابوبکر کی اقتدار میں نماز ادا کی“
حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پچھلے روز صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اقتدار میں مسجدِ نبویہ
کھڑے تھے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے چہرہ کا پردہ اٹھایا اور ہمیں ملاحظہ فرماتے گئے:-

كَانَ وَجْهُهُ وَمِنْهُ مَضْجَعٌ ثُمَّ تَنَحَّيْتُ لِيَصْنَعَنَّ أَنْ تَفْعَلَ مِنْ الْقَضَائِ
”وہی اللہ تعالیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:-“ (بخاری ج ۱ ص ۹۳)

”گوکہ حضور علیہ السلام کا چہرہ نور مصحف کا ورق ہے پھر حضور مسکرائے حضور کے دیدار سے ہمیں اتنی خوشی ہوئی کہ نما چھوڑنے ہی کو گئے۔“

فَلَمَّا وَصَّيْنَاهُ الثَّغْبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا نَظَرْنَا مَنَظَرًا كَانَ أَجْزَبَ
الْيَتَامَيْنِ وَجَعِلَ الثَّغْبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - (بخاری ج ۱ ص ۱۵۹)

”جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا چہرہ مبارک ظاہر ہوا تو کوئی نہ نظر میں حضور کے چہرہ اقدس سے زیادہ حسین نظر نہیں آیا۔“

حضرت ابو بکرؓ ٹپے پاؤں پیچھے بیٹھے، انہوں نے خیال کیا کہ حضور اکرمؐ نماز پڑھانے کے لئے تشریف لانا چاہتے ہیں لیکن حضور علیہ السلام نے ہاتھ کے اشارہ سے فرمایا اپنی نماز پوری کرو اور پردہ گرا دیا اور اسی دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا۔ حضور علیہ السلام کا اپنی حیات مقدس میں خصوصی طور پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو اپنا جانشین بنا کر اپنے مصلیٰ پر نماز پڑھانے کا حکم فرمایا، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا وہ اعزاز ہے جس میں کوئی آپ کا شریک نہیں ہے پھر حضور اکرمؐ کا پردہ اٹھا کر صدیق اکبرؓ کی اقتدار میں صحابہ کرام کو نماز پڑھنے ہوئے دیکھ کر تبسم فرمایا، اس امر کی واضح دلیل ہے کہ حضور علیہ السلام حضرت صدیق اکبرؓ کی امامت و خلافت پر راضی تھے حضور اکرمؐ نے اپنے عمل سے امت پر یہ واضح فرمادیا کہ جب میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی امامت پر راضی ہوں تو میں بھی بلا چون و چرا ان کی امامت پر راضی رہنا چاہئے۔

صیبر کرام کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی عقیدت و محبت تھی کہ بحالت نماز جب انہیں حضور اکرمؐ کی زیارت ہوتی تو حضور کے دیدار و خوشی و مسرت میں ان کا یہ حال ہوا کہ نماز چھوڑنے ہی کو گئے۔

رفیق قبر و غار:- امیر المومنین حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضل و شرف کی انتہا یہ ہے کہ آپ کو حضور و فرما صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خصوصی اور امتیازی شرف صحبت و مصاحبت حاصل ہے آپ حضور کے رفیق قبر و مشہر ہیں اور رفیق غار بھی۔

۱- حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام مسجدیں اس شان سے اہل ہوتے کہ آپ کے سیدھی طرف ابو بکرؓ اور سیدھی طرف عمرؓ تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم دونوں کے ہاتھ پکڑے ہوئے تھے پھر آپ نے فرمایا:-

هَكَذَا اُنْتُعِثْتُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ (ترمذی) ”قیامت کے دن میں بھی اسی طرح اٹھائے جائیں گے۔“

۲- حضور علیہ السلام نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے فرمایا:-

اَنْتَ صَاحِبِي فِي الْغَايَةِ وَصَاحِبِي فِي الْخَوْفِ (ترمذی) ”تم غایب میں بھی میرے ساتھی تھے اور خوف کو توڑ کر بھی میرے ساتھ ہو گے۔“

۳- قرآن مجید میں ارشاد باری ہے :-

اَلَا تَتَذَكَّرُ اَنْ هَٰذَا الَّذِي اَرْسَلْنَاكَ بِالْحَقِّ اَدْخَلْنَاكَ مُبَارَكًا مَّا نَحْنُ بِمُتَحَدِّثِيكَ
لَا تَحْزَنْ لَآنَ اللّٰهُ مَعَنَا مَا نَحْنُ لَآلِئُكَ سَكُنْتَ عَلَيْهِ وَاَيْدِئِكَ يَجْعَلُكَ كَمْ تَحْزَنُ وَهَٰوَ جَعَلَ لَكَ الدِّينَ

كَقَرُّوا الشُّعْلَىٰ وَكَلِمَةً ۖ اللَّهُ هِيَ الْعُلْيَا (التوبہ)

”اگر تم (رسول) کی مدد نہ کرو تو بے شک اللہ نے ان کی مدد فرمائی جب کافروں کی شرارت سے انہیں باہر تشریف لے جانا ہوا (ہجرت کرنی پڑی) صرف دو جان سے جب وہ دونوں غار میں تھے جب اپنے پارے کہتے تھے غم نہ کھا ہے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے تو اللہ نے اس پر سکینہ اتارا اور ان فوجوں سے اس کی مدد فرمائی جو تم نے نہ دیکھیں اور کافروں کی بات نیچے ڈالی، اللہ ہی کا بول بالا ہے۔“

سورۃ توبہ کی یہ آیات حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی متعدد دایمی فضیلتوں اور عظمتوں کی آئینہ دار ہیں جن میں کسی ابہام و تشکیک کی گنجائش نہیں ہے اور فیضیتیں اس نوع کی ہیں جو صرف اور صرف آپ کی ذات کے ساتھ خاص ہیں دیگر صحابہ میں ان فضائل خصوصی میں آپ کے ہم و شریک نہیں ہیں۔ ۱۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شافی اثبات میں اور بصاحبہ (صاحب نبی) ہونے کے معزز و مکرم اعزاز سے نوازا ہے ظاہر ہے اس منصب رفیع کی حامل وہی شخصیت ہو سکتی ہے جو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مخلص جاں نثار ہونے کے ساتھ ساتھ کامل الایمان بھی ہو۔ رسول کی نیابت و خلافت بلا فصل کا سب سے زیادہ حقدار بھی ہو اور نبیات رسول کے علم و حکمت کا جامع بھی ہو۔ بصاحبہ سے یہ واضح ہوا کہ حضرت صدیق اکبر کا صاحب رسول ہونا قرآن سے ثابت ہے اور حضرت صدیق اکبر کے صاحب رسول ہونے سے انکار کرنا قرآن سے انکار ہے۔

اسی لئے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مجلس صحابہ میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق ہمیشہ یہ فرمایا کرتے تھے کہ:-

مَا سَبَقَكُمْ أَبُو بَكْرٍ بِصَوْمٍ وَلَا صَلَوةٍ
وَلَكِنْ لِيَشِيءَ وَ يُقَرِّبَ قُلُوبَهُ -

(مجلس المؤمنین مجلس سوم ص ۹۷)

اور خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی حضرت صدیق اکبر کے صاحب رسول ہونے کے اعزاز کے متعلق ان الفاظ سے وضاحت فرمائی ہے کہ اے صدیق تمہیں اللہ تعالیٰ نے بمنز لہ میرے سمیع و بصر کے کیا ہے اور میرے ساتھ تم کو وہ نسبت ہے جو سر کو جسم سے اور روح کو بدن سے ہوتی ہے (تفسیر احسن مفسری ص ۲۳۷)

اب غور کیجئے کہ جس بستی کو حضور کی ذات اقدس سے ایسی بے مثل اور بے مثال نسبت حاصل ہو۔ اور جو بمنز لہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سمیع و بصر کے ہو۔ وہ انبیاء کرام کے بعد سب سے افضل و برتر نہ ہوگا تو اور کون ہوگا؟

(۲) لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا کے الفاظ سے واضح ہے کہ غار ثور میں جو معیت ایزدی اللہ کا قرب خاص اللہ تعالیٰ کا خاص فضل و کرم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے شامل حال تھا۔ حضور کے صدقہ اور آپ کے وسیلہ کے سینا صدیق اکبر کو بھی یہی معیت ایزدی حاصل تھی۔ اسی لئے صحیح کی جگہ مَعَنَا فرمایا گیا۔ اور قرآن نے تصریح کی ہے کہ معیت ایزدی اللہ تعالیٰ کے محسن اور متقی بندوں کو نصیب ہوتی ہے۔ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الَّذِينَ اتَّقَوْا وَالَّذِينَ هُمْ يُحْسِنُونَ اور قرآن نے اس امر کی بھی تشاہد ہی کی ہے کہ اللہ تعالیٰ محسنین کے اجر و ثواب کو ضائع نہیں فرماتا۔ إِنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْحَسَنِينَ۔ معلوم ہوا کہ حضرت صدیق اکبر متقی محسن ہیں اور محسن بھی معیت رسول ہی انہیں حاصل ہوئی اور معیت ایزدی بھی۔

اور یہ سب فضیلتیں اور عظمتیں انھیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی خدمت گزار، وفادار ساتھی ہونے کے صلہ میں ملیں۔
کیونکہ اللہ تعالیٰ مسنیں کے اجر و ثواب کو ضائع نہیں کرتا

(۳) مَا أَزَلَّ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَيْهِ۔ پھر اللہ تعالیٰ نے غار ثور میں حضور کی معیت کے صلہ میں حضرت صدیق اکبر پر سکینہ (حق و صداقت پر قائم رہنے کی خصوصی اور خاص رحمت) نازل فرمائی اور سکینہ انھیں پرنازل ہوا ہے جو کامل الایمان مخلص مومنین اور تقویٰ کے اعلیٰ مرتبہ پر فائز ہوں۔

(۴) علامہ عبد الجلیل قزوینی نے تصریح کی ہے کہ جب کفار مکہ نے حضور علیہ السلام کے قتل کا منصوبہ بنایا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم الہی حضرت صدیق اکبر کو اپنے ساتھ لیا۔

وہمہ وجوہ رفیق محمد و یرون ابو بکر بے فرمان خدا
نہ بود (جلسہ پنجم ص ۳۱)

حضرت امام حسن عسکری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں حضرت جبریل امین حضور نبوی حاضر ہوئے عرض کی اللہ تعالیٰ آپ پر سلام بھیجتا ہے اور فرماتا ہے کہ ابو جبریل اور جماعت قریش نے آپ کے قتل کا منصوبہ بنایا ہے۔
وَأَمَرَكَ أَنْ تَسْتَصْحِبَ أَبَا بَكْرٍ
(تفسیر عسکری)

ایسے خطرناک اور نازک موقع پر اللہ تعالیٰ کا حضرت صدیق اکبر کو رفیق سفر بنانے کا حکم دینا حضرت صدیق اکبر کے مخلص وفادار، حیا و عبادت پر مبنی ہونے کی واضح دلیل ہے۔

(۵) علامہ مومن کرمانی حملہ حیدری میں لکھتے ہیں شب بھرت حضور صدیق اکبر کے گھر پہنچے وہ پہلے ہی ہجرت کے لئے تیار تھے۔ حضور نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو ساتھ لیا۔ غار ثور کی طرف روانہ ہوئے۔ ابھی کچھ سفر طے ہوا تھا کہ حضور کے قدم مبارک زخمی ہو گئے۔ حضرت صدیق اکبر نے:-

چوں رفتند چہ دیدی بدامان وشت
ابو بکر آنگہ بدوشش گرفت
کہ در کس قوت آمد پدید
قدم فلک سائے عبود گشت
ولے زیں حدیث است جانے خلقت
کہ بار نبوت تواند کشید

(حملہ حیدری جلد اول ص ۱۷)

(ابھی کچھ سفر طے ہوا تھا کہ حضور کے قدم مبارک زخمی ہو گئے۔ حضرت صدیق اکبر نے حضور کو کندھوں پر اٹھا لیا۔ سخت تعب کی بات ہے کہ ایک شخص (ابو بکر) کے اندر ایسی قوت و طاقت کیسے پیدا ہو گئی کہ بار نبوت کا مٹھل ہو گیا۔)

(۶) علامہ کرمانی مزید لکھتے ہیں کہ جب غار ثور نظر آئی تو اس غار میں پہلا قدم حضرت ابو بکر نے رکھا اور اپنی قباجاک کر کے غار کے سوراخوں کو بند کیا۔ کمرے کا کپڑا ختم ہو گیا۔ ایک سوراخ باقی رہ گیا۔ تو حضرت ابو بکر نے اس سوراخ کو اپنے پاؤں کی ایڑی سے بند کیا۔

در آمد رسول خدا ہم بغار
نشستند یکا یکا ہم دو یار
(حملہ حیدری ص ۱۷ جلد ۱)

(پھر حضور فارسی داخل ہوئے اور دونوں یار یکجا جلوہ فرما ہوئے۔)

۷۱) حمہ حیدری کے فاضل شیعہ معتمد نے واقعہ ہجرت سے متعلق اپنے اشعار میں جن واقعات کو بیان کیا ہے ان سے مندرجہ ذیل حقائق بھر کر سامنے آ جاتے ہیں۔

۱۸) حضور نبی کریم علیہ السلام نے اپنے عزم راز حضرت صدیق اکبر کو سفر ہجرت کے راز سے پہلے آگاہ کر دیا تھا اور حضرت صدیق اکبر اس ساعت جیلوں کے منتظر تھے کہ کب آسمانِ نبوت نیز اعظم ان کے قریب خانہ کو آنے قدمِ میمنت لازم سے مشرف فرماتے ہیں۔ حضرت صدیق اکبر کو خصوصی اعزاز بھی حاصل ہے کہ آپ نے حضور کو اپنے کندھوں پر اٹھایا۔ علامہ کرمانی آپ کی اس فضیلت و عظمت پر حیران و پریشان ہیں کہ حضرت صدیق اکبر بار نبوت کے کیسے متحمل ہو گئے۔

۹) غار میں پہلے حضرت ابوبکر داخل ہوئے اُسے صاف کیا۔ سواروں کو بند کیا۔ ایک سوراخ رہ گیا۔ اس پر اپنی انگلی لکھ دی کہ کوئی موزی چیز حضور کو تکلیف نہ پہنچا سکے۔

۱۰) آخر ساپ نے حضرت صدیق اکبر کو ٹس لیا۔ اور حضرت صدیق اکبر نے جان کی پروا نہ کی۔

۱۱) تین رات دن حضرت صدیق اکبر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غار میں رہے۔ اور آفتابِ نبوت کے انوار و برکات کا انظار کرتے رہے۔ ہر سرہ روز کھانا حضرت صدیق اکبر کے گھر سے آتا تھا۔ جسے حضور تناول فرماتے تھے۔ یہ خدمت حضرت ابوبکر کے فرزند بکال غلام و محبت سر انجام دیتے تھے۔ اور کفارِ مکہ کے حالات کی اطلاع بھی دیتے تھے۔

۱۲) پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیق اکبر کے فرزند سے فرمایا:-

بنی گفت پس پسر بوبکر را
کہ اے چوں پدر اہل صدق و صفا
دو جہل باید کنوں را بولر
کہ مادر اسندیہ شیر بدار

اے وہ جو اپنے باپ کی طرح صاحبِ صدق و صفا ہے۔ دو تیز رفتار اونٹ درکار ہیں جو مدینہ طیبہ تک ہمیں پہنچا دیں، چنانچہ بھصور نبوی دو اونٹ حاضر کئے گئے اور چوتھے روز حضور فارے باہر تشریف لائے۔

نشت ازیر شتر آں شاہین
بوبکر را کرد با خود قرین

ایک اونٹ پر شاہِ دین سوار ہوئے۔ آپ نے اپنے پیچھے حضرت صدیق اکبر کو بٹھایا۔ اور دوسرے اونٹ پر چر داما عامر سوار ہو گیا۔ اور حضور عازمِ مدینہ طیبہ ہوئے۔ واقعہ ہجرت کے ان واقعات و حقائق پر جنہیں شیعہ فاضل نے بیان کیا ہے، غور کیجئے کہ حضرت امیر المؤمنین سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دفترِ فضا کی عظمت و رفعت کی کیا کیفیت ہے۔

ثانی اشہین اذہما فی النار اوست

نوا جہ ازل کہ ازل یار اوست

تفسیر امام حسن عسکری کی تفسیر کجیات:- تفسیر حضرت امام حسن عسکری رضی اللہ تعالیٰ عنہ زیرِ آیت سورہ اہقرہ لکھا ہے:-

”اور ابوبکر کو اپنا رفیق بنائے اگر وہ موافقت کریں اور

اپنے عہد پر قائم رہیں تو جنت میں بلکہ اعلیٰ علیین میں آپ

کے رفیق ہوں گے جعفر نے علی سے اس سلسلہ میں بات

کی تو راضی ہو گئے پھر ابوبکر کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ ابوبکر

وامرک ان تستصحب ابابکر فانہ ان اشک

وساعدک وازدک وثبت علی تعاہدک وتعاقدک

کان فی الجنة من رفقاءک وغرفاءک من

خلصانک الی ان قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ

کیا تم اس امر پر راضی ہو کہ اس سفر پر میرے ہمراہ ہوا در کفار قریش جیسے مجھے قتل کے لئے تلاش کریں اس طرح تمہارے قتل کے لئے بھی دریئے ہوں اور یہ بھی مشہور ہو کہ ہجرت پر تم نے مجھے آمادہ کیا۔ اور میری رفاقت کی وجہ سے تم پر طرح طرح کے عذاب پہنچیں، ہجرت البکر نے عرض کی یا رسول اللہ! اگر آپ کی محبت میں قیامت تک سخت ترین بلاؤں میں گرفتار ہوں، یہ میرے لئے اس سے بہتر ہے کہ آپ کو چھوڑ کر دنیا کی حکومت قبول کروں، حضورؐ میری جان حال اہل و عیال آپ پر قربان“

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی معروضات کے جواب میں حضور علیہ السلام نے انہیں نااطب بنا کر فرمایا:-
”اے ابوبکر! اللہ تعالیٰ نے تم کو بمنزلہ میرے سماع و بصیر کے کیا ہے اور تم کو میرے ساتھ وہی نسبت ہے جو سر کو جسم اور روح کو بدن سے (تقریباً) حسن ملے گی،

دیکھئے! حضرت امام حسن مکی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تصدیق فرما رہے ہیں کہ حضورؐ نے حضرت صدیق اکبر کو بحکم خدا اپنے ساتھ لیا جس سے واضح ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام صحابہ کرام میں صرف صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی اس نازک اور انتہائی خطرناک موقع پر سب سے زیادہ قابل اعتماد جان ثابہ رسول تھے حضورؐ نے بھی حضرت صدیق اکبر کو بمنزلہ سماع و بصیر قرار دے کر ان کے جذبہ محبت و عقیدت کی اور غلصہ یا رجوت کی دگر دی دے دی، الغرض اس آیت سے حضرت صدیق اکبر کا رفیق نبوت، یحییٰ مخلص جان ثابہ ثنائی اثنین کے معزز و محترم و درجہ پر فاضل ہونا، صحابی رسول ہونا، ایسا کہ جو آپ کے صحابی رسول ہونے کا انکار کرے اس کا منکر قرآن ہونا، اللہ تعالیٰ کا حضرت صدیق اکبر پر سکینہ نازل کرنا، حضورؐ کا صدیق اکبر کو مخاطب بنا کر فرمانا غم نہ کھا، اللہ تعالیٰ کے ہمارے ساتھ ہے۔ قرآن مجید کی وہ تصریحات ہیں جو کہ وہ صحابہ میں صرف اور صرف حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کے ساتھ خاص ہیں اور سب سے حضرت امیر المؤمنین صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مخلص مسلمان ہونا، عقیقہ بلا فصل ہونا اور افضل اُمت ہونا آفتابِ تیر روز سے زیادہ واضح ہے۔

خاص اس سابق میرِ قرب خدا
سایہ مصطفیٰ مایہ امضاء
یعنی اس افضل الخلق بعد الرسل

امدنی الصادقین سید المتقین

چشم و گوش وزارت یہ لاکھوں سلام

رفیقِ قبر :- حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حضورؐ کے پہلو میں دفن ہونا بعد وفات بھی حضورؐ کی راضی حضورؐ کی شرف پایا آپ کے ذوقِ عجب و عقیدت کی قبولیت اور آپ کے مخلص مسلمان ہونے کی کھلی ہوئی برصاں ہے۔ علامہ حاجی قدس سرہ العزیزہ ثواب البتوت میں تحریر فرماتے ہیں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبوت

حضور کا ارشاد

حضور نبی کریم علیہ السلام کا ارشاد ہے۔ مَا بَيْنَ سَيِّدِي وَصَبْرِي دُحْنَةٌ مِّنْ رِّيَاضِ الْجَنَّةِ۔ (میرے بیت (یعنی قبر مبارک)، اور صبر مبارک کی جگہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے، اور اسی باغ جنت میں حضور علیہ السلام کے ساتھ آپ کے دونوں مقدس خلیفہ صدیق و فاروق رضی اللہ عنہم بھی ہیں۔ قرب رسول اور معیت رسول کا ایسا عظیم دلیل اس عاز عالم امکان میں امام صدیق و فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اور کسی کو بھی حاصل ہے؛

فضائل و مناقبِ تھانص صدیقی ایک نظر میں

۱۔ حضرت امیر المؤمنین سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابتداء ہی سے شرک و کفر کی آلائشوں سے دور و نفور رہے ہیں۔ آپ نے بھی بت کو سجدہ نہ کیا۔ چار برس کی عمر میں آپ کے والد ابو قحافہ آپ کو بت خانے میں لے گئے۔ اور کہا۔ یہ ہیں تمہارے بلند بالا خدا، انھیں سجدہ کرو۔ اس پر آپ نے توں کو مخاطب بنا کر فرمایا۔
”میں بھوکا ہوں، مجھے کھانا دے، میں تنگاہوں، مجھے کپڑا دے، میں پیچھا رہا ہوں، اگر خدا ہے تو میرے آپ کو بچا۔“
وہ بت بھلا کیا جواب دیتے؟ آپ نے ایک پتھر اس کے مارا جس کے ٹکڑے ہی وہ گر پڑا اور قوت خدا داد کی تاب نہ لا سکا۔ باپ نے یہ حالت دیکھی، انھیں بہت عقیدہ آیا۔ انھوں نے پتھر زخم مبارک پر مارا اور وہاں سے آپ کی مان الہیہ کے پاس لائے۔ سارا واقعہ بیان کیا۔ ماں نے کہا: اسے اس کے حال پر چھوڑ دو جب یہ پیدا ہوا تھا تو غیب سے آواز آئی تھی۔

يَا أُمَّةَ الدِّينِ بِاللَّعِينِ الْبَشَرِيِّ بِالْوَكْدِ الْعَبْنِيِّ اسْمُهُ فِي السَّاءِ صَدِيقٌ لِّمُحَمَّدٍ صَاحِبٌ ذَرَفِيْقٌ۔

(تسلانی شرح بخاری)

اے اللہ کی سچی لوندی! تجھے مرفور ہو، اس آواز دینے کا۔ آسمانوں میں ماں کا نام صدیق ہے۔ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا یاد و رفیق ہے۔ میں نہیں جانتی کہ وہ محمد کون ہیں اور کیا معاملہ ہے۔

اس وقت سے صدیق اکبر کو کسی نے شرک کی طرف نہ بلایا۔ یہ روایت خود صدیق اکبر نے مجلس اقدس میں بیان کی جب یہ بیان کر چکے، جبریل امین حاضر بارگاہ ہوئے عرض کی:-
صَدَقَ أَبُو بَكْرٍ وَهُوَ الصِّدِّيقُ۔
الوجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سچ کہا اور وہ صدیق ہیں۔

۲۔ سیدنا امیر المؤمنین حضرت ابو بکر صدیقؓ افضل البشر بعد الانبیاء بالتحقیق ہیں۔ قرآن پاک کی رو سے نبیوں کے بعد صدیقوں کا درجہ ہے۔ پھر شہداء ہیں، پھر صالحین ہیں۔ جیسے حضور اکرمؐ نبیوں اور رسولوں کے سرتاج ہیں۔ اسی طرح حضرت صدیق اکبرؓ تمام صدیقوں میں ممتاز ترین ہیں یقویٰ جرات، معاملہ فہمی، مری قیادت، ایثار، بیجا فی، الاولوالعزمی، دیانت، امانت، فیاضی، زہد و ورع، جود و سخا، تواضع، علم قرآن و حدیث، اتباع سنت، علم تعبیر و انساب، غرضیکہ تمام اعلیٰ اوصاف کے جامع ہیں۔
۳۔ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق صادق، مخلص اور جان نثار، اور ذات و صفات نبوی کے مظہر اہم ہیں۔ حضور علیہ السلام کے نائب مطلق، خلیفہ بلا فصل، مزاج شناس رسول ہیں۔ انھار نبوت سے قبل بھی آپ حضور کے حجاب میں سب سے مقدم تھے۔

۴۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے بعثت نبوی کے اول روز ہی سب سے پہلے بلا تردد و ہچک حضور کی نبوت کی تصدیق کی اس

وقت آپ کی عمر ۳۸ سال تھی جو حضورؐ نے فرمایا میں نے جس کسی کے سامنے اسلام پیش کیا، اُس نے قاتل معزود کیا مگر ابو بکرؓ نے بغیر کسی قاتل کے دعوتِ اسلام پر لبیک کہا۔ (بخاری)

۵۔ مردوں میں سب سے پہلے حضرت صدیق اکبرؓ اسلام لائے۔ اور حضورؐ کے ساتھ سب سے پہلے نماز پڑھے کا شرف بھی آپ ہی کو حاصل ہے۔ (استیعاب)

۶۔ آپؐ نے دوبار اپنی ساری دولت حضور علیہ السلام کے قدموں پر ڈال دی۔ ہجرت کے وقت ادبِ جنگ کے موقع پر کوہِ منفر میں متعدد غلاموں اور باندیوں کو جو اسلام لانے کی وجہ سے کفار کے ظلم و ستم کا شکار تھے خرید لیا کہ آزاد کر دیا۔ ان میں حضرت سیدنا بلالؓ بھی ہیں۔

۷۔ مدینہ منورہ میں مسجد نبوی کے لئے زمین کی قیمت بھی حضرت صدیق اکبرؓ نے ادا کی جو حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ ابو بکر کے مال نے مجھے جتنا نفع پہنچا ایسی اور کے مال کے اتنا نہیں پہنچایا۔

۸۔ ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور فداکارانِ اسلام کو یہودیوں کی مکاریوں اور فتنوں کی لیشہ و دانیوں سے واسطہ پڑا اور قریش مکہ اور یہودِ مدینہ کی پے در پے کوششوں کے نتیجے میں سارا عرب حضورؐ کے مقابلہ میں اٹھ کھڑا تو اس وقت حضرت ابو بکرؓ کی بیہشرت حاصل ہوا کہ حضورؐ کے خاص الخاص مشیر کے فرائض انجام دیئے اور ہر موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ سعادت و برکت میں صدیق اکبرؓ نے ایک عاشقِ صادق کا بے مثال اور ایمان افروز کردار ادا کیا۔ مکہ میں قریش کے مظالم اور ان کی ایذا رسانیوں کے مقابلے میں وہی سینہ سپر ہوتے تھے۔ ہجرت کے انتہائی نازک موقع پر غارِ ثور سے مدینہ منورہ تک بوری جاں نثاری سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت کا حق ادا کیا۔

۱۰۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عشقِ رسولؐ ہی نے حضور علیہ السلام کے عظیم منصب ”ختمِ نبوت“ کا محافظ بنایا۔ آپؐ نے ناسازگار حالات کے باوجود ختمِ نبوت پر ڈاکہ ڈالنے والوں کو نامحسوس رسالت سے کھیلنے کی اجازت نہ دی۔ اور قیامت تک آنے والے عشاقِ رسولؐ کو حفاظتِ ختمِ نبوت کا سبق سکھایا جن کذاب مدعیانِ نبوت کو آپؐ کے دوڑیں کچلا گیا۔ ان کے نام یہ ہیں۔ اسوغلی، بلعیہ، مسیلہ، کذاب، شجاع، بنتِ حارثہ، یمہ۔

۱۱۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں سب سے زیادہ شجاع حضرت صدیق اکبرؓ ہیں۔ بدر کی لڑائی میں حضورؐ کی حفاظت کے لیے عرش (ایک محفوظ جگہ) بنایا گیا تھا۔ خدا کی قسم میں سے کسی کو حرات نہیں ہوئی کہ اس عرش کو کفار سے محفوظ رکھنے کے لئے سپر بن جائے۔ اس نازک اور خطرناک موقع پر صوفِ صدیق اکبرؓ کی تلوار چھینج کر ٹھہرے ہوئے جس کسی نے بھی حضورؐ پر حملہ کیا۔ انہوں نے اس کی مدافعت فرمائی۔ (تاریخ الخلفاء)

۱۲۔ حضرت صدیق اکبرؓ کا یہ گناہ بھی نہایت ہی تیز ہے کہ جنگِ یمامہ کے بعد حضرت عمرؓ کے مشورہ سے آپؐ نے زینِ ثابت انصاری کو قرآن مجید کی تمام سورتوں کو جمع کرنے پر مامور کیا۔ اور انہوں نے بکمالِ دغوی یہ خدمت انجام دی۔

۱۳۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مملکتِ اسلامی کی بنیادیں استوار کیں۔ آپؓ ہی کی کوششوں سے ایسے لوگ مسلمان ہوئے جو بد میں جلیل القدر صحابی اور اسلام کے سچے فدائی و شیدائی تھے۔ اسلام سے محبت جان و مال کے ساتھ حضورؐ کی خدمت آپؓ کی زندگی کا مقصد و جد تھا۔ انہوں نے اسلامی مملکت کو مستحکم بنیادوں پر استوار کیا جو حضورؐ کے وصال کے بعد فتنوں اور شرور شوشوں نے جوہم کیا۔ فتنہ ارتداد، قبائلی عصیت، اخوانی بغاوت کا استحقاق، باغیوں کی جانب سے سرکشی

کے نئے خطرات، مملکت کو قرآن و سنت کے اصول و ضوابط پر صرف بحرف و معنی قائم رکھنا غیر ممکن بہت سے نازک اور مشکل مرحلے اس باحوصلہ رفیق رسولؐ نے کمال حسن تدبیر و خدا دار ذہانت، سیاسی فراست اور دینی استقامت سے طے کئے جہاں تک اور سیاسی حکمت عملی و کارکنی وہاں اسے اختیار کیا اور جہاں قوت بازو اور بزورِ قبضہ و مشیرِ منافق، مرتد اور جھوٹے مدعیِ نبوت کی سرکوبی ضروری تھی، وہاں اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کے دین کی ناموس کے لئے مسلمانوں کی اجتماعی طاقت اور شجاعت سے کام لے کر مشرکوں، منافقوں اور مرتدوں کا قلع قمع کیا اور تافلہ اسلام پھر اپنی پوری دشوکت کے ساتھ رواں دواں ہو گیا۔

۱۴۔ مسندِ آرائے خلافت جوتے ہی ان کے سامنے معویجوں، ششکلوں اور خطرات کے پہاڑ اُن چبڑے ایک طرف جھوٹے مدعیانِ نبوت تھے کہ مسلح تصادم پر آمادہ ہو گئے۔ دوسری طرف مرتدین اسلام کی ایک جماعت علم بغاوت بلند کئے ہوئے تھے مگر بنِ زکوٰۃ نے علیحدہ شور شس برپا کر رکھی تھی لیکن جانشینِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی روشن ضمیری، پاکیزہ سیاست بے مثال تدبیر اور غیر معمولی استقلال کے باعث نہ صرف اس کو گل کرنے کی تمام ناپاک کوششوں کو ناکام بنا دیا، بلکہ پھر اسی مشعل سے تمام عرب کو نور کر دیا۔ اس لیے حقیقت یہ ہے کہ آنحضرتؐ کے بعد اسلام جس نے حیاتِ فوجی اور دنیائے اسلام پر سب سے زیادہ جس کا احسان ہے وہ حضرت ابوبکرؓ کی ہی ذاتِ گرامی ہے۔ اللہ کی ہزاروں برکتیں اور رحمتیں ہوں! اس پاک باز اور مقدس انسان پر جس نے اپنی ساری عمر رسول اللہ کی رفاقت، اسلام کی تبلیغ و اشاعت اور اسلامی معاشرہ کی تعمیر میں صرف کر دی۔

۱۵۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سفرِ حضورؐ غزوات و ہجرت حتیٰ کہ وصال کے بعد بھی حضورِ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت و مصاحبت حاصل ہے۔

۱۶۔ قرآن میں آپ کو صاحبِ النبی کے معزز لقب سے یاد کیا گیا۔

۱۷۔ جنگِ بدر میں آپ کو مہینہ کا سردار بنایا گیا۔

۱۸۔ غزوہ بدر میں حضورؐ کے ساتھ ثابت قدم رہے۔

۱۹۔ غزوہ تبوک میں آپ نے اپنا سارا مال حضورؐ کے قدموں پر نثار کر دیا۔

۲۰۔ آپ عشرہ مبشرہ کے سرخیل اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جمال و جلال کے مظہرِ اتم ہیں۔

۲۱۔ حضورؐ نے مرتضیٰ وفات میں آپ کو اپنی جگہ امامت کے لئے مقرر فرمایا۔ آپ نے حیاتِ نبوی میں سترہ وقت کی نمازیں پڑھائیں اور تمام صحابہ کرام بشمول حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم آپ کی اقتدار میں نمازیں پڑھتے رہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات ۲۲، جمادی الاخریٰ ۱۳، ہجری کو غروبِ آفتاب کے بعد ہوئی

وفات کے وقت ان کی عمر تیسریٹھ ۶۳ برس تھی کم و بیش ستائیس ۲۵ ماہ مسلمانوں کی زمامِ اقتدار ان کے ہاتھ میں رہی اور اس قلیل مدت میں انھوں نے جو نظامِ حکومت قائم کیا۔ اس پر حضرت عمرؓ نے ایک رفیع المنزلت عمارت کھڑی کر دی۔

بَابُ لَا يَبِيعُ عَلَى بَيْعِ أَخِيهِ ۲۔ وَلَا يَسُومُ عَلَى سَوْمِ أَخِيهِ ۳۔ حَتَّى يَأْذَنَ لَهُ أَوْ يَتْرَكَ
باب: اپنے مسلمان بھائی کی بیع میں مداخلت نہ کرو ۲۔ اپنے مسلمان بھائی کے بھاؤ لگاتے وقت بھاؤ نہ لگاؤ

۲۔ ہاں اگر وہ اجازت دیدے یا چھوڑ دے تو پھر حرج نہیں (بخاری)

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَبِيعُ بَعْضُكُمْ عَلَى
بَيْعِ أَخِيهِ (بخاری)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اپنے مسلمان بھائی
کی بیع پر بیع نہ کرو۔

عزائم کے دو مجز ہیں۔ اول یہ کہ دو شخص غریہ و فروخت کر رہے ہیں۔ تیسرا شخص ان کے درمیان آکر یہ کہتا
ہے کہ یہ چیز تو میرے پاس بھی ہے۔ مجھ سے غریہ و قیمت بھی کم ہوگی تو اس تیسرے شخص کا یہ طرز عمل پیچھے
والے کے لیے نقصان دہ ہے۔ شریعت نے اس کی ممانعت فرمادی کہ جب دو آدمی غریہ و فروخت میں مشغول ہو تو تم اپنی چیز
کر بیچنے کے لیے مداخلت نہ کرو۔ الا یہ کہ ان کا معاملہ ختم ہو جائے تو پھر اپنی چیز کی فروخت کی بات کرنے میں حرج نہیں۔ دوم یہ
کہ ایک شخص شہ گھوڑا خریدنے کی بات کر رہا تھا۔ بائع اور مشتری میں گفتگو ہو رہی تھی۔ ابھی ان کی بات ختم نہیں ہوئی کہ ایک تیسرے
شخص نے گھوڑے کی کچھ قیمت بڑھا کر خریدنے کی پیشکش کر دی۔ شریعت نے اس سے بھی منع کیا ہے کہ جب تمہارا کوئی بھائی کسی
چیز کی قیمت لگا رہا ہو اور اس کی بات چل رہی ہو تو کسی تیسرے شخص کو یہ جانتو نہیں ہے کہ خود خریدنے کے لیے قیمت بڑھاؤ
اور اپنے مسلمان بھائی کے بھاؤ میں مداخلت نہ کرو۔

حَتَّى يَأْذَنَ لَكَ بِلَيْعِهِ ہاں اگر فریقین کی اجازت ہو جیسے نیلام میں ہوتا ہے کہ جو زیادہ قیمت لگا دے وہ خرید لے یا جو شخص
غریہ و فروخت کر رہے ہو ان کی بات ختم ہو جائے۔ تو ایسی صورت میں ممانعت نہیں ہے۔

حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے امور ذیل سے منع فرمایا ہے۔

اول۔ کوئی شہری دیہاتی کے لیے بیع نہ کرے۔ دوم۔ بیع
میں بخش نہ کرے سوم۔ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کی بیع
پر بیع نہ کرے چہارم۔ کوئی شخص کسی عورت کو دوسرے کے
پیغام ہوتے ہوئے اپنا پیغام نہ دے۔ پنجم۔ کوئی عورت اپنی
دینی بہن کو اس نیت سے طلاق نہ دلائے کہ اس کے
حصہ کو خود حاصل کر لے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ أَنْ يَبِيعَ حَاضِرٌ لِبَايَةٍ وَلَا تَنَاجَشُوا وَلَا
يَبِيعُ الرَّجُلُ عَلَى بَيْعِ أَخِيهِ وَلَا يَخْطُبُ
عَلَى خُطْبَةِ أَخِيهِ وَلَا تَسْأَلُ الْمَرْأَةُ طَلَاقَ
أَخِيهَا لِتُكَفَّ مَا فِيهَا إِنَّا نَهَا
(بخاری)

حدیث مذاکے الفاظ لَا يَبِيعُ الرَّجُلُ عَلَى بَيْعِ أَخِيهِ ترجمہ اباب ہیں ۲۔ اس حدیث
کو مسلم، ابن ماجہ، نسائی، ترمذی نے صحاح، و بیرونی نے ذکر کیا ہے ۳۔ حدیث مذاکے

فوائد و مسائل

ترتیب وار مسائل یہ ہیں۔

شہری کا دیہاتی کے لیے بیع کرنے کی ممانعت کی صورت (۱) حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شہری آدمی دیہاتی کے لیے بیع نہ کرے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ دیہاتی کوئی چیز فروخت کرنے کے لیے بازار میں آئے اور وہ نادانقت ہو۔ قیمت کے آثار چڑھا دیا گئے

علم نہ ہو۔ اب ایک چالاک شہری اس سے کہتا ہے تو خود دست بیچ - اپنا مال میرے پاس رکھ دے۔ مناسب قیمت پر فروخت کر کے اس کی قیمت تجھے دیدوں گا۔ پھر جب قیمت چڑھتی تو وہ مال بچتا۔ اس صورت میں چونکہ عام خریداروں کو نقصان ہوتا ہے اور نفع صرف ایک شخص کے ہاتھ میں آجاتا ہے۔ اس لیے حضور علیہ السلام نے اس کی ممانعت فرمائی۔

ان کیسیع حاضر لباد کا بعض فقہار نے یہ مطلب بیان کیا ہے کہ جب اہل شہر قحط میں مبتلا ہوں اور ان کو خود غلہ کی حاجت ہو۔ تو ایسی صورت میں شہر کا غلہ باہر والوں کے ہاتھ گراں قیمت پر بیچنا ممنوع ہے کیونکہ اس سے اہل شہر کو نقصان ہوتا ہے اور اگر شہر والوں کو غلہ کی حاجت نہ ہو تو پھر دوسروں کو بیچ دینے میں حرج نہیں۔ (ہدایہ)

بیع میں تباحش کی ممانعت (۲) از روئے لغت تباحش کے معنی، دشمن میں بلا رغبت زیادتی کرنے کے ہیں تاکہ دوسرے کو دھوکہ دیا جائے۔ حضور علیہ السلام نے بخش کی ممانعت فرمائی ہے۔

بخش کا مطلب یہ ہے کہ بیع کی قیمت بڑھائے اور غم خریدنے کا ارادہ نہ ہو۔ اس سے مقصود یہ ہو کہ دوسرے کا ہک کر غبت پیدا ہو اور وہ زیادہ قیمت دے کر خرید لے۔ بعض دکانداروں کے ہاں اس قسم کے آدمی لگے رہتے ہیں۔ گاہک کو دیکھ کر چیز کے فرضی خریدار بن کر دام بڑھا دیتے ہیں اور ان کی اس حرکت سے گاہک دھوکہ کھا جاتا ہے اور کم قیمت کی چیز زیادہ قیمت پر خرید کر نقصان اٹھاتا ہے۔ بخش یہ بھی ہے کہ گاہک کے سامنے بیع کے ایسے اوصاف جو اس میں نہ ہوں بیان کئے جاتیں تاکہ خریدار دھوکہ کھا جائے جیسے بیع دشراء میں (بخش) حرام ہے۔ ایسے ہی نکاح و اجارہ میں بھی ممنوع و گنہاہ ہے۔

ایک کی بیع پر بیع کی ممانعت (۳) حضور سید عالم فور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کی بیع پر بیع نہ کرے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ بائع و مشتری کے درمیان کسی چیز کے دام طے ہو گئے۔ صرف ایجاب و قبول یا بیع کو قبضہ میں کر کے دام دے دینا یا باقی رہ گیا تھا کہ دوسرا شخص اسی چیز کو دام بڑھا کر لینا چاہے یا دکاندار سے اس کی دوستی ہے یا وہ ذی وجاہت شخص ہے۔ اب دکاندار پہلے دکان دار کو نظر انداز کر کے دوسرے گاہک کو وہ چیز فروخت کر دے۔ حضور علیہ السلام نے اس کی بھی ممانعت فرمائی اور ارشاد فرمایا۔ کوئی شخص اپنے بھائی کی بیع پر بیع نہ کرے اور کوئی شخص اپنے بھائی کے نرخ پر نرخ نہ کرے۔

اپنے مسلمان بھائی کے پیغام نکاح پر پیغام نہ دے (۴) حضور علیہ السلام نے اس کی بھی ممانعت فرمائی ہے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ زید نے ایک عورت کو پیغام نکاح دیا مہر بھی طے ہو گیا یعنی منگنی ہو گئی۔ صرف عقدہ نکاح باقی تھا۔ تو اب مگر یہ جواز نہیں ہے کہ اس عورت کو نکاح کا پیغام دے۔ اگرچہ مہر کی مقدار بڑھا کر ہی ایسا کرے۔ خواہ مہر بڑھا کر ہی پیغام دیا جائے۔ اس حدیث کی روشنی میں مندرجہ

صورتیں بھی غرض و گناہ ہیں (۱) زید نے مزدور سے مزدوری ملے کر لی یا ملازم سے تنخواہ ملے کر لی۔ اب بکر کا مزدوری یا تنخواہ بڑھا کر یا اتنی مزدوری یا تنخواہ پر اس مزدور کو اپنے لیے مقرر کر لینا جائز نہیں ہے (۲) ایک دکان دار سے دام ملے ہو گئے۔ دوسرا کتا ہے میں اس سے تم میں دوں گا یا کوئی گاہک کا ملاقاتی ہے وہ بیچ میں آکر کتا ہے۔ مجھ سے یہی چیز اسی قیمت پر ملے لو (۳) ایک مزدور سے مزدوری ملے ہو گئی۔ دوسرا مزدور کتا ہے۔ مجھ سے کام کراؤ۔ میں مزدوری تم لوں گا یا میں بھی اسی مزدوری پر کام کروں گا۔

کسی عورت کو اس نیت سے طلاق دلوں کہ خود اس کا مقام حاصل کر لے (۵) حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی بھی ممانعت فرمائی ہے۔ معاشرہ میں ایسا ہوتا ہے۔ ایک عورت کا خاوند ذی وجاہت اور مالدار ہے۔ دونوں میاں بیوی خوش و غرم زندگی گزار رہے ہیں۔ یہ دیکھ کر ایک عورت اس نیت اور ارادہ سے اسے طلاق دلوادیتی ہے تاکہ اس کا مقام خود حاصل کر لے ایسا کرنا سخت گناہ ہے۔

بَابُ بَيْعِ الْمَزَابِدَةِ

باب نیلام کے متعلق

حضرت عطار نے فرمایا کہ میں نے دیکھا کہ لوگ مالِ غنیمت کے نیلام میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے اپنا ایک غلام اپنے مرنے کے بعد کی شرط کے ساتھ آزاد کیا لیکن اتفاق سے وہ شخص مجلس ہو گیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے غلام کو لے کر فرمایا کہ اسے مجھ سے کون سے خریدے گا۔ اس پر نعیم بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے اسے اپنی قیمت پر خرید لیا اور حضور نے غلام ان کے حوالے کر دیا۔

وَقَالَ عَطَاءٌ أَدْرَكْتُ السَّاسَ لَا يَبْرُونَ بِأَسَا بَيْعِ الْمَغَانِمِ فِيمَنْ يَزِيدُ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ رَجُلًا اشْتَرَى غُلَامًا لَهُ عَنْ دُبُرٍ فَأَحْتَا جَاحَ الشَّيْءِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَنْ يَشْتَرِيهِ مِنِّي فَأَشْتَرَاهُ نَعِيمُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بِكَذَا وَكَذَا فَدَعَا إِلَيْهِ۔

۱۔ حدیث زیر عنوان میں من یشترونہ کے الفاظ ترجمۃ الباب میں نیلام بخاری نے اس حدیث کو استعراض میں بھی ذکر کیا ہے۔ نیز مسلم، ترمذی، ابوداؤد نسائی، ابن ماجہ نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے (۲) یہ غلام حضرت نعیم بن عبد اللہ نے آٹھ سو درہم میں خرید لیا تھا۔ (۳) بیع مزایدہ، نیلام کہتے ہیں۔ یعنی کسی کی بولی پر بولی دینا جیسا کہ نیلام میں ہوتا ہے۔ شریعت نے نیلام کو جائز قرار دیا ہے۔ کیونکہ اس میں نیلام کرنے والے اور تمام بولی دینے والوں کی رضامندی ہوتی ہے کہ جو زیادہ دام لگائے وہ لے لے۔ ۴۔ حدیث کے لفظ من یشترونہ معنی۔ ترجمۃ الباب میں۔ اس حدیث سے سیدنا امام شافعی علیہ الرحمہ نے یہ استدلال فرمایا ہے کہ بدر کی بیع جائز ہے۔ امام احمد، ابونور، اسحاق، اہل الفیاء اور حضرت عائشہؓ، مجاہد، حسن،

نہر۔ اسی بنا پر شارحین نے اس لفظ کے یہ معنی کیے ہیں۔ وہ چیز جس کی نوعیت و کیفیت معلوم نہ ہو۔ وہ چیز جو معدوم ہو۔ وہ چیز جسے بائع مشتری کے قبضہ میں دینے کی قدرت نہ رکھتا ہو۔ وہ چیز جس کی شرعا کوئی قدر و قیمت نہ ہو۔ اسی بنا پر فقہاء اسلام نے بیع کی مندرجہ ذیل صورتوں کو بیع غرر قرار دیا ہے مثلاً

- ۱۔ برستے ہوئے مینے کے پانی یا جو پانی کہ ابھی کنوئیں یا نہر کے اندر ہے کی بیع جائز نہیں۔ ہاں اگر بارش کا پانی جمع کر لیا یا نہر یا کنوئیں سے پانی برتن میں بھر لیا تو بیع کرنے اور بھرنے سے پانی کا مالک ہو جائیگا۔ اب اس کی بیع جائز ہے۔
- ۲۔ جانور کی پشت میں یا مادہ کے پیٹ میں جو لطف ہے کہ آئندہ پیدا ہوگا۔ اس کی بیع باطل ہے۔
- ۳۔ گندم کے ایک عدد وہ کہ بیع باطل ہے۔

۵۔ وہ پرندہ جو ہوائیں اڑ رہا ہے اس کی بیع باطل ہے۔

۶۔ زندہ جانور کا گوشت، چربی، چمڑا، سری پائے، زندہ دنبہ کی پکی اور اون جو ابھی پھینکے جسم پر ہے۔ موتی جو سیپ سے نکالا نہ گیا ہو۔ کھجی جو ابھی دودھ سے نکالا نہ ہو کی بیع ناجائز ہے۔

فائدہ :- امام بخاری نے زیر عنوان جو حدیث درج کی ہے۔ اگرچہ اس میں بیع غرر دھوکہ کی بیع کا ذکر نہیں ہے مگر حدیث زیر عنوان جس میں جل الجملہ کی بیع کی ممانعت فرمائی گئی ہے۔ وہ بھی دھوکہ ہی کی ایک کیفیت ہے۔ امام نے اسی سے بیع غرر کی ممانعت کا استدلال کیا ہے۔ کیونکہ یہ ممکن ہے کہ اونٹنی یا اس کا بچہ، بچہ پیدا نہ کرے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جل الجملہ کی بیع سے منع فرمایا۔ یہ بیع زمانہ جاہلیت میں رائج تھی۔ اس کی صورت یہ تھی کہ لوگ ایک اونٹنی خریدتے اور قیمت دینے کی مبادا مقرر کرتے کہ وہ اونٹنی بچہ بخنے (پھر اس کا بچہ جو اس وقت اس کے پیٹ میں ہے جو ان ہو کر بخنے)

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ بَيْعِ جِلِّ الْجَمَلَةِ وَكَانَ بَيْعًا يَتَّبِعُهُ أَهْلُ الْجَاهِلِيَّةِ كَانَ الرَّجُلُ يَبْتَاعُ الْجَزْءَ مِنَ الْإِثْمِ أَنْ تَنْتَجِ الْمَنَاقَةُ شَمَّ تَنْتَجِ الْبَقِي فِي بَطْنِهَا (بخاری)

اس سلسلہ کی چند حدیثیں کا خلاصہ یہ ہے۔ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع حصاة (کنکری پھینک دینے سے زمانہ جاہلیت میں بیع ہوجاتی تھی) سے منع فرمایا (اسلم) بیع میں استنثار سے منع فرمایا (الاکیکہ کہ معلوم شی کا استنثار) (جو تڑپی مضطر) (کہہ) کی بیع سے منع فرمایا (یعنی جبر یہ کسی کی چیز نہ خریدی جائے اور اس طرح کسی کو کسی چیز کے خریدنے پر مجبور نہ کیا جائے) (ابوداؤد) جل و لطف کی بیع سے منع فرمایا۔ بھاگے ہوئے غلام یا لونڈی کی بیع سے منع فرمایا (ابن ماجہ) جو مچھلی ابھی پانی میں ہے۔ قبضہ میں نہیں اس کی بیع سے منع فرمایا (احمد) اور ممانعت کی علت یہ ہے کہ ان صورتوں میں بیع معمول ہے یا معدوم یا ایسی ہے کہ جس کی تسلیم پر بائع کو قدرت نہیں ہے۔ یہ سب بیع غرر کی ہی شکلیں ہیں۔

بابُ بَيْعِ الْمَلَا مَسَّةٍ وَقَالَ النَّسَائِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
باب بیع ملا مسہ کے متعلق حضرت انس نے فرمایا۔ حضور علیہ السلام نے اس سے منع کیا ہے

أَنَّ أَبَا سَعِيدٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ الْمُنَابَذَةِ وَهِيَ طَرَحُ الرَّجُلِ ثَوْبَهُ بِالْبَيْعِ إِلَى رَجُلٍ قَبْلَ أَنْ يَقْلِبَهُ أَوْ يَنْظُرَ إِلَيْهِ وَنَهَى عَنِ الْمَلَامَةِ وَالْمَلَامَسَةِ لِنَفْسِ الشُّوَبِ لَا يَنْظُرُ إِلَيْهِ (بخاری)

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منابذہ سے منع فرمایا تھا۔ اس کا طریقہ یہ تھا کہ ایک آدمی بیچنے کے لیے اپنا کپڑا دوسرے شخص کی طرف (جو غریب یا مرہون تھا) پھینکتا تھا اور قبل اس کے کہ وہ اسے اٹھے پلٹے یا اس کی طرف دیکھے (صرف پھینک دینے کی وجہ سے منع فرمائی تھی) اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے "لامتہ" سے بھی منع فرمایا۔ اس کا طریقہ یہ تھا کہ (غریب نے والا) کپڑا کر بھر دیکھے صرف اسے چھو دیتا تھا۔ (اور اسی سے بیع نافذ ہو جاتی تھی)

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ نَهَى عَنْ لِبْسَتَيْنِ أَنْ يَتَحَبَّيَ الرَّجُلُ فِي الشُّوَبِ الْوَاحِدِ ثُمَّ يَرْفَعَهُ عَلَى مَنْكِهِ وَعَنْ بَيْعَتَيْنِ الْيَمَاسِ وَالْتِبَازِ (بخاری)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو طرح کپڑا پہننے سے منع فرمایا تھا کہ کوئی آدمی ایک کپڑے میں اعتبار کرے۔ پھر اسے مونڈھے پر اٹھا کر ڈال لے اور دو طرح کی بیع سے منع کیا تھا۔ بیع لامتہ اور بیع منابذہ۔

بَابُ بَيْعِ الْمُنَابَذَةِ

وَقَالَ أَسْنُ نَهَى عَنْهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ الْمَلَامَةِ وَالْمُنَابَذَةِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ لِبْسَتَيْنِ وَعَنْ بَيْعَتَيْنِ الْمَلَامَةِ وَالْمُنَابَذَةِ (بخاری)

باب بیع منابذہ کے متعلق اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع لامتہ اور بیع منابذہ سے منع فرمایا۔

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو طرح کے پناوے سے منع فرمایا اور دو طرح کی بیع سے (یعنی) لامتہ اور منابذہ سے

بیع منابذہ و بیع لامتہ کی تعریف

اس حدیث میں لامتہ و منابذہ (جو زنا نہ تھا بلکہ بیعت میں بیع و شرا کا ایک طریقہ تھا) کی ممانعت فرمائی گئی ہے۔ بیع لامتہ یہ ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کا کپڑا اٹھو دیا۔ الٹ پلٹ کر دیکھا بھی نہیں اور بیع لازم ہو گئی اور منابذہ یہ ہے۔ ایک نے اپنا کپڑا دوسرے کی طرف پھینک دیا اور دوسرے نے پہلے کی طرف پھینک دیا۔ نہ دیکھا نہ بھالا۔ نہ دونوں کی رضامندی ہوئی اور اس حرکت سے بیع لازم ہو گئی (۲) ان یجتنی الرجل فی الشوب الواحد حدیث کے اس ٹکڑے کی ترجمانی فیروض الباری حصہ دوم ص ۱۱۳ پر ہو چکی ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

بَابُ النَّهْيِ لِلْبَائِعِ أَنْ لَا يَحْقِلَ الْإِبِلَ وَالْبَقَرَةَ وَالْغَنَمَ وَكُلَّ مُحَقْلَةٍ وَالْمَصْرَةَ الَّتِي صَرَّيْ لَهَا وَحَقَّنَ فِيهِ وَجَمَعَ فَلَمْ يُجْلِبْ أَيَّامًا وَأَصْلُ التَّصْرِيفَةِ حَبْسُ الْمَاءِ يُقَالُ مِنْهُ صَرَّيْتُ الْمَاءَ

باب بیچنے والے کو تنہا کہ اسے اونٹ، گائے اور بکری کے دودھ کو (ان جانوروں کو بیچنے وقت) تھن میں جمع نہ رکھنا چاہیے۔ یہی حکم ہر غفلہ اور مصرا کا ہے کہ جس کا دودھ تھن میں روک لیا گیا ہو۔ اس میں جمع کئے کے لیے اور کسی دن تک نہ دوا گیا ہو۔ تصریہ، اصل میں پانی روکنے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ اسی یہ استعمال ہے۔ "صریح المأذ" (میں نے پانی روک لیا)

حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں: حضور نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا۔ (بیچنے کے لیے) اونٹنی اور بکری کے تھنوں میں دودھ کو جمع نہ کرو۔ پھر اگر ایسے جانور کو فروخت کر دیا تو دودھ دوہنے کے بعد دونوں اختیارات ہیں چاہے تو جانور کو روک لے اور چاہے تو اس کو واپس کر دے ایک صاع بھجور کے ساتھ۔ (ابو صالح، مجاہد، ولید بن رباح اور موسیٰ بن یسار سے روایت صاع بھجوری کی ہے۔ بعض راویوں نے ابن سیرین کے واسطے ایک

قَالَ ابْنُ هُرَيْرَةَ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَصْرَعُوا الْإِذْلَ وَالْغَنَمَ فَمَنْ ابْتِاعَهَا فَإِنَّهُ بِخَيْرِ النَّظَرَيْنِ بَيْنَ أَنْ يَحْتَلِبَهَا إِنْ شَاءَ أَمْسَكَ وَإِنْ شَاءَ رَدَّهَا وَصَاعٌ تَمْرٍ وَيَذْكُرُ عَنْ أَبِي صَالِحٍ وَفَجَاهِدٍ وَالْوَلِيدِ بْنِ رِبَاعٍ وَفِي مُوسَى بْنِ يَسَارٍ عَنْ ابْنِ هُرَيْرَةَ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَاعٌ تَمْرٍ وَقَالَ بَعْضُهُمْ عَنْ ابْنِ سِيرِينَ صَاعًا مِنْ طَلْأَمٍ وَهُوَ بِالْخِيَارِ ثَلَاثًا وَقَالَ بَعْضُهُمْ عَنْ ابْنِ سِيرِينَ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ وَلَمْ يَذْكُرْ ثَلَاثًا وَالشَّعْرُ أَكْثَرُ

تخمیل کے معنی، تجمع کے ہیں۔ لایحیل میں لازماً ہے۔ مطلب حدیث یہ ہے کہ اگر کوئی جانور کے تھنوں میں دودھ اس لیے روکتا ہے تاکہ خریدار کو دھوکہ دے تو ایسا کرنا ممنوع و گناہ ہے۔ عرب میں یہ طریقہ رائج تھا اصرار بھی بعض لوگ ایسا کرتے ہیں کہ جب انھیں جانور بیچنا ہو تو کئی دن تک اس کے دودھ کو نہیں دوہتے تاکہ خریدار اسے تو تھن کو بھرا ہوا دیکھے کہ یہ سمجھے کہ جانور بہت دودھ والا ہے۔ خریدار دھوکہ میں آکر جانور خرید لیتے اور بعد میں ان پر اصل حقیقت کھلتی کہ دودھ اتنا نہیں جتنا کہ دکھایا گیا تھا۔ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع و شرا میں اس نوع کے دھوکہ و فریب کی ممانعت فرمائی۔ اس کے بعد یہ ہدایت دی — اگر کوئی دھوکہ سے ایسا جانور خرید چکا ہے تو اگر وہ اس بیع سے راضی ہے تو رہا، ورنہ اسے اختیار ہے کہ بیع کو فسخ کر دے اور خریدار ہوا جانور بائع کو واپس کر اپنے دام لے لے۔ فائدہ بخیر النظرین۔ حدیث کے اس جملہ کا ترجمہ یہ ہے کہ اگر کسی نے دھوکے سے مصراۃ خرید لیا اور بعد میں اسے معلوم ہوا کہ بائع نے دھوکا دیا ہے تو دونوں میں سے بہتر چیز کا اختیار ہے۔ یعنی خریدار کو اختیار ہے کہ چاہے تو بیع کو نافذ کرے اور چاہے تو بیع کو فسخ کر دے۔ جمہور کا مسلک یہ ہے۔ خریدار کو علم تصریہ کے بعد اختیار حاصل ہوا چاہے یا نہ ہو۔ خواہ دودھ نکالا ہوا ہو۔ اور حدیث میں بعد الحلب کی قید محض اس بنا پر ہے کہ عموماً بعد الحلب ہی جانور کا مصراۃ ہوتا واضح ہوتا ہے ۷۱، اس حدیث سے ابن ابی سیل۔ لیث۔ امام مالک۔ شافعی۔ احمد۔ اسحق۔ ابو ثور۔ ابو عبدیہ۔ ابوسلیمان۔ زفر اور ابویوسف (فی روایت) نے یہ رائے قائم کی کہ خریدار اگر بیع کو فسخ

کرے تو اس پر یہ بھی واجب ہے کہ دودھ اس نے حاصل کیا ہے اس کے عوض ایک صاع (ساڑھے چار سیر کھجور) باقی دے۔ امام شافعی یہ بھی کہتے ہیں کہ کھجور ہی دودھ کے عوض دینا ضروری ہے۔ حالانکہ حدیث میں (گندم کے سوا) نقد دینے کی ہدایت موجود ہے۔ سیدنا امام اعظم، ابو حنیفہ، امام محمد، ابو یوسف (فی المشورہ) و مالک (فی روایۃ) اشبہ، ابن ابی یعلیٰ (فی روایۃ) اور عراق کے فقہار کا ایک گروہ کا مسلک یہ ہے کہ دودھ کے عوض صاع کھجور دینا واجب نہیں ہے۔ مشتری کو فسخ بیع کا اختیار بھی اسی صورت میں حاصل ہوگا جب کہ اس نے شرط کر لی ہو ورنہ نہیں۔ نیز یہ نظام ہے کہ دودھ کا بائع نے دیا ہے۔ لہذا اصل ذمہ دار تو بائع ہے۔ مشتری پر تاوان کیوں؟ پھر اگر تاوان دینا ہی ٹھہرے تو حرج نظام دودھ حاصل کیا ہے اسی کے مطابق تاوان ہونا چاہیے۔ اب دودھ خواہ کتنا ہی جوتاوان ایک صاع ہی ہے۔ یہ کیوں؟ ثانیاً کتاب وسنت و اجماع امت و قیاس سے یہ بنیادی بات واضح ہے کہ کسی چیز کا تاوان عدوانات میں اس کی مثل یا قیمت سے دیا جاتا ہے اور بیعات میں شئ سے اور کھجور دودھ کی قیمت تو قطعاً نہیں ہے اور نہ ہی شئ ہے اور دودھ کھجور میں صرۃ مساوات کا نہ ہونا واضح ہے اور مناجن مساوات نہیں ہے کیونکہ تمام اشیاء کے لیے درہم دینا ہی اس کے مماثل ہیں۔ قرآن مجید میں ہے۔ فاعتدوا بمثل ما اعتدی علیکم۔ اس آیت سے یہ واضح ہے کہ اگر دودھ کا تاوان واجب ہو تو بہر حال دودھ کی قیمت دی جائے یا اس کی مثل اور کھجور صرۃ و معنی دودھ کی مثل نہیں ہے اور نہ کھجور دودھ کی قیمت ہے اور نہ شئ۔ اس بنا پر احناف کا موقف اپنی جگہ بالکل درست ہے۔ یہ نہ کہا جائے کہ احناف نے حدیث کے ظاہر منہم کو قیاس کے مقابل ترک کر دیا؟ بات یہ ہرگز نہیں ہے۔ کیونکہ حضور علیہ السلام کی یہ ہدایت کہ دودھ کے عوض ایک صاع کھجور دے اور بائع بیع کو واپس کر دے۔ تقویٰ۔ مروت اور حسن معاشرت پر عمل ہے۔ لہذا دودھ کے عوض کھجور دے دینا اور بائع کا بیع کو واپس کر لینا مستحب ہے واجب نہیں اور دلائل استحباب وہی ہیں جو اوپر ذکر ہوئے۔ یعنی وہ احادیث اور خود قرآن کی تصریح جو اس باب میں بنیاد کی حیثیت رکھتے ہیں۔

لے ان العمل بظاہر الحدیث یوجب ترک کشیر من الاحکام الثبانی ثبت من الشرع فلا بد لمن ان نطلب له وجهاً۔ و هو ان هذا الحدیث محمول علی الاستحباب۔ وان الحدیث محمول علی الدیانۃ دون القضاء۔ لہذا فی فتح القدر۔ فی باب الاقالۃ۔ ان العذر اما قولی او فصل فان کان قولی فلا قامة واجبة بحکم القاضی وان کان الشانی تجب علیہ الاقالۃ دیانۃ۔ کیف وان الخدعات اشیاء مستعرة لیس الی، الثاني سبیل فلا یمن ان تدخل تحت القضاء فالتقصیة ایضا خدیع یمجب فیہا علی البائع ان یقیل المشتري دیانۃ وان لم یجب قضاء۔ فلیس هذا ترک الحدیث بالقیاس۔ بل لاجل الاحادیث والقرآن والاصول التي مهدها الشرع بنفسه الا ترى۔ ان النہی عن التصری والنہی علی تلقی الجلب وقع فی حدیث واحد مع ان انفسہا ذہباً الی صحت البیع فی صرۃ التلقی اذ المریر اهل البلد۔ و لیس هذا رد الحدیث۔ بل ہی

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ مَنْ اشْتَرَى شَاةً مُحْفَلَةً قَرَدًا هَا فَلْيَرَدَّ مَعَهَا صَاعًا وَ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ تُلْقَى الْبَيْعُوعُ

(بخاری)

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تُلْقُوا الرُّكْبَانَ وَلَا يَبِيعُ بَعْضُكُمْ عَلَى بَيْعِ بَعْضٍ وَلَا تَتَجَشَّوْا وَلَا يَبِيعُ حَاضِرٌ لِبَادٍ وَلَا تُصَرُّوْا النِّعَمَ وَ مِنْ أَسْأَعِهَا فَهُوَ بِخَيْرِ النَّظَرَيْنِ بَعْدَ أَنْ يَحْتَلِبَهَا إِنْ رَضِيَ بِهَا أَمْسَكَهَا وَإِنْ مَخِطَهَا رَدَّهَا وَ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ

(بخاری)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جو شخص ایسی بکری خریدے جس کے تھن میں دو روکا گیا ہو (مصراۃ) اور اسے بیچنے والے کو واپس کرنا چاہے تو اس کے ساتھ ایک صاع بھی دے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تلقی بیع سے منع فرمایا۔

حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قافلہ والوں سے جو بیچنے کے لیے مال لائیں۔ آگے بڑھ کر نہ خریدو۔ ایک دوسرے کی بیع پر بیع نہ کرو۔ بیع میں نہ جو نہ دو۔ کوئی شہری بدری کا مال نہ بیچے۔ بکری کے تھن میں دو روک نہ بیچو اور اگر کوئی ایسا جانور (مصراۃ) خریدے تو دودھ نکالنے کے بعد لے۔ اس بیع پر راضی ہے تو جانور کو روک لے (یعنی بیع نافذ کرے) اور اگر راضی نہیں تو خریدہ ایک صاع کھجور کے ساتھ دیدے۔

بَابُ إِنْ شَاءَ رَدَّ الْمُصْرَاةَ وَفِي حَلْبَتِهَا صَاعٌ مِنْ تَمْرٍ

باب اگر چاہے تو مصراۃ کو واپس کر سکتا ہے اور اس کے بے (جو خریدار نے استعمال کیا ہے) ایک

صاع کھجور دے دے

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس نے مصراۃ بکری خریدی اور اس کا دودھ دوہا تو اگر اس بیع پر راضی ہے تو اپنے لیے روک لے اور اگر

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اشْتَرَى غَنَمًا مُصْرَاةً فَإِنْ رَضِيَ بِهَا أَمْسَكَهَا وَإِنْ مَخِطَهَا فَفِي حَلْبَتِهَا صَاعٌ مِنْ تَمْرٍ

التوقف۔ ثمر یعلم اند فرق بین ترک العمل بحديث والتوقف عنه وبين رد الحديث وحاشا للحنفية ان يقولوا بوجوه حديث ثبت عن النبي صلى الله عليه وسلم ولكنهم اذا توقفوا عن العمل بحديث بوجوه لاحتمالهم او من اجل سنة فقد رت عندهم۔ الا ترى ان الترمذی ذکر فی علله الصغری انی ذكرت حديثین صحیحین فی کتابی لم یعمل بها احد من الائمة۔ وما ذالک الا لعدم ادراکهم وجہهما۔ ثمر یعلم ان عمل المجتهد بحديث لا یکون کعمل المقلد به۔ فانه ينظر الى ما ناله من مانیة وعلته وسائر اسبابه وانما هل یرتبط مع سائر الاصول او یناقضا۔ فآرة یعممه واخری یخصمه۔ فافهم وقدر

راضی نہیں ہے تو بائع کو واپس کر دے اور اس کے دودھ کے عوض میں ایک صاع کھجور دیدے (بخاری)

فوائد و مسائل

ان احادیث کے مسائل یہ ہیں۔ اگر پر گزشتہ اوراق میں ان مسائل پر مکمل بحث ہو چکی ہے۔ ان تلقی البیوع تلقی کے معنی استقبال کے ہیں اور بیوع سے اصحاب بیع مراد ہیں یعنی خرید و فروخت کے

والے لوگ۔ لفظی ترجمہ یہ ہوگا جو تاجر مال بیچنے کے لیے لائیں تو اس کے بڑھ کر خرید لو۔ اسی مفہوم کو احادیث میں متعدد الفاظ سے بیان کیا ہے، وَلَا تَلْقُوا السَّلْعَ سَلْعَ سَائِلٍ مِّنْكُمْ۔ لَا تَلْقُوا الْجَلْبَدَ۔ جلب جالب کی جمع ہے۔ جالب کے معنی باہر سے مال لانے والا قافلہ۔ لَا تَلْقُوا الرِّكْبَانَ رِکْبَانٌ سے مراد وہ لوگ ہیں جو سامان تجارت اذیتوں پر لا کر شہر لاتے ہیں۔ مطلب حدیث یہ ہے کہ تاجر جو مال باہر سے لائیں تو ان کے شہر میں پہنچنے سے پہلے باہر جا کر خرید لینا ممنوع ہے۔ لیکن یہ ممانعت اس صورت میں ہے کہ جب شہر میں غلہ کی قلت ہو۔ اہل شہر کو اس کی سخت ضرورت ہو اور کوئی شخص شہر میں غلہ پہنچنے سے پہلے خرید لیتا ہے کہ خوب گمان کر کے فروخت کرے گا۔

دوم یہ کہ غلہ لانے والے تاجر کو شہر کا نرخ غلط بنا کر خریدے مثلاً یہ کہے کہ شہر میں تو دوا فر مقدار میں غلہ موجود ہے۔ نرخ بہت گر گیا ہے۔ میں تمہیں مناسب دام دے رہا ہوں۔ شہر سے جا کر فروخت کر دو گے تو یہ دام نہیں ملیں گے اور اس طرح انہیں دھوکہ دے کر سستے دام خرید لے۔ یہ دونوں صورتیں ممنوع ہیں اور اگر یہ دونوں باتیں نہ ہوں تو پھر تلقی جلب ممنوع نہیں ہے۔ وَلَا يَبِيعُ بَعْضُكُمْ عَلَى بَعْضٍ۔ یعنی ایک شخص کے دام چکالینے کے بعد دوسرے کا دام چکانا بھی ممنوع ہے۔

وَلَا تَسَاجَشُوا۔ حضور علیہ السلام نے غش سے منع فرمایا۔ غش یہ ہے کہ خود خریدنے کا ارادہ نہ ہو۔ محض کسی کو پھنسانے کے لیے چیز کی قیمت بڑھاتے جس سے مقصود یہ ہو کہ گاہک دھوکہ کھا جائے اور کم مالیت کی چیز زیادہ دام میں خریدے۔ وَلَا يَبِيعُ حَاضِرٌ لِّبَادٍ۔ اور شہری دیہاتی کے لیے تجارت نہ کرے۔ یعنی تجارتی قافلہ آمد پر شہر سے باہر ہی ان سے مال نہ خریدنا چاہئے بلکہ مال کو شہر میں آنے دیا جائے تاکہ دیہاتی کو شہر کا بھاؤ معلوم ہو جائے اور مال کے بانٹاریں آجائے سے نرخ ارزاں ہو۔ مزید تفصیل گزشتہ اوراق پر ہو چکی ہے۔

وَلَا تَمْسُوا۔ تصریہ کے معنی۔ جانور کے تھن میں دودھ روکنے کے ہیں اور ایسے جانور کو موصوفہ کہتے ہیں۔ جانور کے تھن میں دودھ روک کر گاہک کو دھوکہ دینا مقصود ہوتا ہے کہ وہ جانور کے تھنوں کو دودھ سے بھرا ہوا دیکھ کر یہ سمجھے کہ جانور بہت دودھ والا ہے۔ حضور علیہ السلام نے اس مقصد کے لیے جانور کے تھن میں دودھ روکنے کی ممانعت فرمائی ہے۔

بَابُ بَيْعِ الْعَبْدِ الزَّانِ وَقَالَ شَرِّحُ أَنْ شَاءَ وَدَّ مِنْ الزَّانِ

باب زانی غلام کی بیع کے متعلق حضرت شریح نے فرمایا زانی کے عیب کی وجہ سے واپس کر سکتا ہے

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب کوئی زانیہ کو اسے اور زانیہ کا ثبوت (شرعی) مال جائے تو اسے کوڑے لگوانے چاہئیں لیکن لعنت علامت نہ لگے

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا زَنَّتْ أَرْحَمَةُ فَتَبَيَّنَ دَاهَا فَلْيَجْلِدْهَا وَيُتْرَبْ ثُمَّ أَنْ زَنَّتْ

کی جائے۔ اس کے بعد بھی اگر وہ زنا کرے تو کوڑے لگوانے چاہئیں۔ لیکن لعنت ملامت نہ کی جائے۔ پھر اگر تیسری بار بھی وہ زنا کرے تو ایسی لونڈی کو فروخت کر دے خواہ ایک رسی ہی کے بدلے۔

حضرت ابو ہریرہ اور قریب بن خالد رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ اگر کوئی غیر شادی شدہ باندی زنا کرے تو اس کا کیا حکم ہو گا آپ نے فرمایا۔ اگر وہ زنا کرے تو اسے کوڑے لگاؤ، پھر اگر زنا کرے تو کوڑے لگاؤ، پھر بھی اگر زنا کرے تو اسے بیچ دو، ایک رسی ہی کے بدلے میں سہی۔ ابن شہاب نے فرمایا کہ مجھے یہ معلوم نہیں

فَلْيَجْلِدْهَا وَلَا يَشْرَبْ ثُمَّ إِنْ زَنَّتِ الثَّلَاثَةَ فَلْيَبْسُغْهَا وَلْيُؤَبِّحِلْ مِنْ شَعْرِ (بخاری)

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَزَيْدِ بْنِ خَالِدٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ عَنِ الْأَمَةِ إِذَا زَنَّتْ وَلَمْ تُحْصَنْ قَالَ إِنْ زَنَّتْ فَجُلِدْهَا وَإِنْ زَنَّتْ فَاجْلِدْهَا وَهَذَا ثُمَّ إِنْ زَنَّتْ فَابْسُغْهَا وَلْيُؤَبِّحِلْ مِنْ شَعْرِهَا قَالَ ابْنُ شِهَابٍ لَا أَدْرِي بَعْدَ الثَّلَاثَةِ أَوْ الرَّابِعَةِ

کر دینے کے لیے، آپ نے تیسری مرتبہ فرمایا بتایا چوتھی مرتبہ۔

فوائد و مسائل

لا یشرب - تشریب کے معنی - لعن طعن اور عیب لگانے کے ہیں۔ حدیث کے اس جملہ کا مفہوم یہ ہے کہ زنا کے مرتکب غلام پر حد لگائی جائے۔ لیکن اس جرم کی جو حد ہے اس پر زیادتی نہ کی جائے۔ مثلاً اسے لعن کرنا وغیرہ۔ علامہ بخاری نے یہ معنی کئے ہیں کہ صرف لعن طعن پر اکتفا نہ کرے بلکہ ایسے غلام پر حد لگائے۔ ۲۔ ابو ثور۔ اسحاق و امام احمد و امام مالک کا مسلک یہ ہے۔ زنا غلام اور لونڈی میں عیب قرار پائے گا۔ امام شافعی کہتے ہیں جو بات بھی لونڈی کی قیمت میں کمی کا سبب بنے وہ عیب قرار پائے گی۔ احناف کا موقف یہ ہے کہ زنا لونڈی میں عیب شمار ہو گا کیونکہ لونڈی سے مقصود استفراش اور طلب ولد ہے۔ لیکن غلام میں عیب نہیں کیونکہ غلام سے مقصود استخدام ہے ۳۔ بیضا امام مالک و احمد و شافعی علیم الرحمہ کی رائے یہ ہے کہ اگر غلام یا لونڈی مرتکب زنا ہو تو اس کا آقا اس پر حد قائم کر سکتا ہے سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ علیہ الرحمہ کا ارشاد ہے کہ اگر غلام یا لونڈی مرتکب زنا ہوں تو اس کا ان پر حد قائم کرنے کا اختیار نہیں ہے۔ کیونکہ حد کا نفاذ امام یا امام کا کام ہے۔ توجہ مقدمہ قاضی کی عدالت میں جائے تو قاضی حد کا حکم دے گا۔

بَابُ الْبَيْعِ وَالشِّرَاءِ مِنَ الْخَسَاءِ

باب عورتوں کے ساتھ خرید و فروخت

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو میں آپ سے (بریرہ رضی اللہ عنہا کے خریدنے کا) ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا کہ تم خرید کر آزاد کرو، و لا تو اس کی موت ہی ہے جو آزاد کرے۔ پھر انھوں نے صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف لائے اور فرمایا۔ لوگوں کو

قَالَتْ عَائِشَةُ دَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرْتُ لَهُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اشْتَرِي وَأَعْتِقِي فَإِنَّ الْوَلَاءَ لِمَنْ أَعْتَقَ ثُمَّ قَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْعِشِيِّ فَأَتَانِي عَلَى اللَّهِ بِمَا هُوَ أَهْلُهُ شَعْرًا

کیا ہو گیا ہے کہ خرید و فروخت میں) ایسی شرطیں لگاتے ہیں جن کی کوئی اصل کتاب اللہ میں نہیں ہے۔ جو شخص بھی کوئی ایسی شرط لگائے گا۔ جس کی اصل کتاب اللہ میں نہیں ہے تو وہ باطل ہے نواہ شرعیوں کیوں نہ لگائے کیونکہ اللہ ہی کی شرط حق اور منہبط ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عمر سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت بریرہؓ (جو لونڈی تھیں) قیمت لگا رہی تھیں۔ (تا کہ انھیں خرید کر آزاد کر دیں) نبی علیہ السلام نماز کے لیے مسجد تشریف لے گئے۔ پھر جب تشریف لائے تو حضرت عائشہ نے عرض کی۔ بریرہ کے مالکوں نے اپنے لیے دلائی شرط کے بغیر انھیں بیچنے سے انکار کر دیا ہے۔ اس پر حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ دلا تو اسی کی ہوتی ہے جو آزاد کرے۔ میں نے نافع سے پوچھا۔ بریرہ کے شہر آزاد تھے یا غلام تو انھوں نے جواب دیا۔ مجھے معلوم نہیں۔

ان دونوں حدیثوں سے واضح ہوا کہ عورتوں کے ساتھ خرید و فروخت جائز ہے۔ بقیہ مسائل حدیث آئندہ صفحات میں بیان ہوں گے۔

فوائد و مسائل

عَنْ قَيْسٍ سَمِعْتُ جَبْرِ بْنَ أَبِي عَتَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى شَهَادَةٍ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ وَإِقَامُ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءُ الزَّكَاةِ وَالْإِصْحَاقُ وَالصَّلَاةُ وَالنَّصِيحُ لِكُلِّ مُسْلِمٍ (بخاری)

اس کی اطاعت کرنے اور ہر مسلمان کے ساتھ بھلائی کرنے کی بیعت کی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تجارتی قافلوں کی پیشانی نہ کرو۔ شہری کسی دیہات کا مال فروخت نہ کرے (راوی حدیث نے حضرت ابن عباس سے پوچھا کہ شہری کسی دیہات کا مال نہ بیچے گا کیا مطلب ہے تو آپ نے فرمایا۔ مطلب یہ ہے کہ اس کا دلال نہ بنے۔

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَلْقُوا الزَّكَاةَ وَلَا يَبْسُغُ حَاضِرٌ لِبَادٍ قَالَ فَقُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ مَا قَوْلُهُ لَا يَبْسُغُ حَاضِرٌ لِبَادٍ قَالَ لَا يَكُونُ لَهُ مِمْسَاةٌ

باب کیا شہری دیہات کا سامان کسی اجرت کے بغیر بیچ سکتا ہے؟ اور کیا اس کی مدد یا اس کی خیر خواہی کر سکتا ہے؟
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب کوئی اپنے مسلمان بھائی کی خیر خواہی چاہے تو اس سے خیر خواہانہ معاملہ کرنا چاہیے۔

بَابُ يَبِيعُ حَاضِرًا لِّبَادٍ يَغْتَبِرُ آخِرَهُ وَقَالَ
يُبَيْتُهُ أَوْ يَنْصَحُهُ وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اسْتَنْصَحَ أَحَدُكُمْ أَحَاهُ
فَلْيَنْصَحْ لَهُ وَرَخَصَ فِيهِ عَطَاءُ
حضرت عطاء علیہ الرحمہ نے اس بات کی اجازت دی ہے۔

بَابُ مَنْ كَرِهَ أَنْ يَبِيعَ حَاضِرًا لِّبَادٍ بِأَجْرِ

جنھوں نے اسے مکروہ سمجھا کہ کوئی شہری، کسی دیہاتی کا مال اجرت لے کر بیچے،

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع کیا تھا کہ کوئی شہری، کسی دیہاتی کا مال نہ بیچے۔ یہی ابی عباس رضی اللہ عنہ نے بھی فرمایا تھا۔

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ لَمْ يَنْهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَبِيعَ حَاضِرًا لِّبَادٍ قَبْلَهُ
قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ (بخاری)

بَابُ لَا يَبِيعُ حَاضِرًا لِّبَادٍ بِالسُّمُورَةِ

باب کوئی شہری کسی دیہاتی کی دلالی نہ کرے

ابن سیرین و ابراہیم نخعی رحمہما اللہ نے بائع و مشتری دونوں کے لیے اس کام کو مکروہ قرار دیا ہے۔ ابراہیم فرماتے تھے کہ اہل عرب اس جملہ بیع لی ثوبا۔ کو بدل کر خریدنا مراد لیتے تھے۔

كَرِهَ ابْنُ سِيرِينَ وَابْرَاهِيمُ اللَّيْلُ وَالْمَشْرِئِي
وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ إِنَّ الْعَرَبَ يَقُولُ بَيْعٌ لِي
ثَوْبًا وَهِيَ لَعْنَةُ الْمَشْرِئَاءِ

حضرت سعید ابن مسیب کہتے ہیں کہ انہوں نے ابوبررہ سے سنا۔ وہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کوئی اپنے مسلمان بھائی کے دام پر دام نہ چکائے۔ بخش نہ کرے اور شہری دیہاتی کا مال فروخت نہ کرے۔

عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ أَنَّ سَمْعَ أَبُو هُرَيْرَةَ
يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
لَا يَبْتَاعُ الْمَرْءُ عَلَى بَيْعِ أَخِيهِ وَلَا تَسَا
جَسَوْا وَلَا يَبِيعُ حَاضِرًا لِّبَادٍ
بَابُ النَّبِيِّ عَنْ ثَلَاثِي الثَّلَاثِينَ وَأَنَّ بَيْعَهُ
مَرْذُوقٌ لِأَنَّ صَاحِبَهُ عَامٍ أَشْمٍ إِذَا كَانَ
بِهِ عَالِمًا وَهُوَ خِدَاعٌ فِي الْبَيْعِ وَالْخِدَاعُ
لَا يَجُوزُ

باب تجارتی قافلوں کی پیشانی کی ممانعت۔ یہ بیع روکنی جائے گی کیونکہ ایسا کرنے والا اگر جان بوجھ کر کرتا ہے تو مجرم و خطاکار ہے۔ یہ بیع میں ایک دھوکا ہے۔ اور دھوکہ جائز نہیں ہے۔

عَنْ ابْنِ هُرَيْرَةَ قَالَ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ عَنِ الثَّلَاثِي وَأَنَّ يَبِيعَ حَاضِرًا لِّبَادٍ
تھا اور اس سے بھی کہ کوئی شہری کسی دیہاتی کا سامان بیچے۔

حضرت ابوبررہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (تجارتی قافلوں کی) پیشانی سے منع کیا

عَنْ ابْنِ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا
عَبَّاسٍ مَا مَعْنَى قَوْلِهِ لَا يَسِينَنَّ حَاضِرُكَ لِبَادٍ
فَقَالَ لَا يَكُنْ لَهُ سِمْسَارٌ (بخاری)

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ مَنْ اشْتَرَى مُحَقَّلَةً فَلْيَوِّدْ
مَعَهَا صَاعًا قَالَ وَنَهَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ تَلْقَى السُّوقِ
عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَبِيعُ بَعْضُكُمْ عَلَى بَيْعِ
بَعْضٍ وَلَا تَلْقُوا السُّلْعَ حَتَّى يَهْبِطَ بِهَا إِلَى
السُّوقِ (بخاری)

بابُ مَنْ تَلْقَى السُّلْعَ

باب قاطع سے کتنی دور آگے

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ كُنَّا تَلْقَى الرُّكْبَانَ فَذَنَبْنَا
مِنْهُمْ الطَّعَامَ فَهَذَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ أَنْ تَبِيعَهُ حَتَّى يَبْلُغَ بِهِ سَوْقُ الطَّعَامِ
قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ هَذَا فِي أَعْلَى السُّوقِ
يُسَيِّرُهُ حَدِيثُ عَبْدِ اللَّهِ (بخاری)

آخری سرب پر ہوتی۔ اس کی وضاحت عبید اللہ کی حدیث کرتی ہے۔

حضرت عبید اللہ نے بیان کیا کہ لوگ بازار کے سرے پر
غذا خریدتے اور وہیں بیچنے لگتے۔ اس لیے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا کہ متفق کرنے
سے پہلے وہیں بیچنا شروع کر دے۔

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ كُنَّا نَوَاطِقُهُمْ يَكُونُ
الطَّعَامُ فِي أَعْلَى السُّوقِ فَيَبِيعُهُمْ
فِي مَكَانِهِمْ فَهَذَا هُمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَبِيعُوهُ فِي مَكَانِهِ
حَتَّى يَنْقَلِبُوهُ (بخاری)

ان تمام حدیثوں کے تفہیم و ترجمانی گذشتہ اوراق میں ہو چکی ہے۔ امام بخاری کا طریقہ یہ ہے کہ وہ ایک ہی حدیث
کے جملوں کا عنوان قائم کر کے مطلب حدیث واضح کرتے ہیں۔

ان تمام حدیثوں

حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ شہری، دیہاتی کا مال نہ بیچے۔ غلہ شہر میں بیچنے سے پہلے نہ خرید اجاتے۔ تجارتی قافلوں کا

استقبال نہ کیا جائے۔ تو یہ ممانعت مطلقاً نہیں ہے بلکہ اس صورت میں ہے جب کہ دھوکہ و فریب سے کام لیا جائے۔
نورود دیہانی کو شہر کا بھاؤ اُترا جو اتنا یا جائے حالانکہ شہر میں قیمتی مسجکھم چوں یا تجارتی قافلوں کی آمد رگ گئی ہو اور شہر
میں غلہ کی قلت ہو یا قحط کی حالت ہو۔ اور اگر یہ صورت حال نہ ہو تو پھر ممانعت نہیں ہے۔

ان احادیث سے یہ ضابطہ اور اصول سمجھ میں آتا ہے کہ بیع و شرائط کی بعض وہ صورتیں جو فی نفسہ جائز و مباح ہی ہوں
مگر پختہ جاری رہنے سے ملک کے عمومی مفاد کو نقصان ہو یا روزگار کے ذرائع و وسائل برباد ہوں کہ چند افراد کے ہاتھوں میں
اُس طرح اکھٹے کر دے کہ وہ جب چاہیں اشیاء ضروریہ کی قلت پیدا کر کے عوام سے منہ مانگے دام وصول کر لیں اور اس طرح غریب
بغیر پریش اور مترتط طبقہ کی زندگی اجیرن ہو جائے۔ قوانین حالات میں ان احادیث کی نو سے حکومت وقت کے
پلے یہ جائز ہے کہ وہ عدل و انصاف اور خدا تعالیٰ کے ساتھ بیع و شرائط کی بعض صورتوں پر پابندی عائد کر دے۔ لیکن اس کے
ساتھ ساتھ اسلام کی بنیادی ہدایات کا پورا خیال رکھنا لازمی و ضروری ہے۔ یعنی پابندی اس نوعیت و کیفیت کی عائد کی جائے
جو بقدر ضرورت ہو اور جس سے جاہلین کے بنیادی حقوق تلف نہ ہو۔ افراط و تفریط سے پاک ہو اور اسلام کی بنیادی و
اصولی ہدایات ذرا بھی مجروح و مضلل نہ ہوں۔

بَابُ إِذَا اشْتَرَطَ شَرْوُطًا فِي الْبَيْعِ لَا تَحِلُّ

باب جب بیع میں ایسی شرطیں لگائیں جو جائز نہ ہوں

لا تحل۔ شروط کی صفت ہے۔ جواب اذا نہیں ہے۔ بلکہ اذا کا جواب محذوف ہے۔ جواب کی
عبارت یہ ہوگی۔ لا یفسد البیع بذالک۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میرے پاس بریرہ
رضی اللہ عنہا (جو اس وقت تک باندی تھیں) آئیں اور
کنے لگیں کہ میں نے اپنے مالکوں سے نو اوقیہ چاندی پر مکتا
کر لی ہے۔ شرط یہ بٹھری ہے کہ ہر سال ایک اوقیہ چاندی انھیں
دیا کروں گی، اب آپ بھی میری کچھ مدد دیجئے۔ اس پر میں
نے ان سے کہا کہ اگر تمہارے مالک یہ پسند کریں کہ متعینہ مقدار
میں ان کے لیے (ابھی) مہتیا کروں اور تمہاری ولایت میرے
ساتھ قائم ہو جائے تو میں ایسا کرنے سکتی ہوں۔ بریرہ
اپنے مالکوں کے پاس گئیں اور عائشہ رضی اللہ عنہا کی تجویز ان
کے سامنے رکھی۔ لیکن انھوں نے اس سے انکار کیا۔ پھر
بریرہ رضی اللہ عنہا ان کے یہاں سے واپس آئیں تو رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم (عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہاں) جلوہ فرماتے۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ جَاءَتْ نَتْنَى بَرِيرَةَ فَقَالَتْ
كَاتَبْتُ أَهْلِي عَلَى تِسْعِ أَوَاقٍ فِي كُلِّ عَامٍ أَوْقِيَةً
فَاتَّعِبْنِي فَقُلْتُ إِنَّ أَحَبَّ أَهْلِكَ لَأَنْ أُعْذَّهَا لَهُمْ
وَلَا قَوْلَ لِي فَعَلْتُ فَذَهَبَتْ بِرِيرَةَ إِلَى
بَيْتِهَا فَقَالَتْ لَهُمْ فَأَبَدُوا عَلَيْهَا فَجَاءَتْ مِنْ
عِنْدِهِمْ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
جَالِسٌ فَقَالَتْ إِنِّي قَدْ عَرَضْتُ ذَلِكَ عَلَيْهِمْ
فَأَبَدُوا إِلَّا أَنْ يَكُونَ الْوَلَاءُ لَهُمْ فَسَمِعَ النَّبِيُّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاحْبَبَتْ عَائِشَةُ النَّبِيَّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ خُذِيهَا وَاشْتَرِيْطِي
لَهُمْ الْوَلَاءَ فَأَتَمَّا الْوَلَاءَ لِمَنْ أَعْتَقَ فَقُلْتُ
عَائِشَةُ فَرَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

فِي النَّاسِ فَحَمَدَ اللَّهُ وَأَثْنَىٰ عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ
أَمَّا بَعْدُ مَا بَالُ رِجَالٍ يَشْتَرُونَ مَشْرُوطًا
لَيْسَتْ فِي كِتَابِ اللَّهِ مَا كَانَ مِنْ شَرْطٍ
لَيْسَ فِي كِتَابِ اللَّهِ فَهُوَ بَاطِلٌ وَإِنْ كَانَ
مِثْلَ شَرْطٍ فَضَاءَ اللَّهُ أَحَقُّ وَشَرُّهُ اللَّهُ أَوْ
ثَقُّ وَإِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ -

انہوں نے کہا کہ میں نے تو صورت آپ کی ان کے سامنے رکھی
تھی لیکن وہ نہیں ملتے بلکہ کہتے ہیں کہ ولایت ہمارے لیے
ہی ہے گی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بات سنی اور عائشہ
رضی اللہ عنہا نے بھی آپ کو حقیقت حال کی خبر کی تو آپ نے
فرمایا کہ بریرہ کو تم نے لراور انہیں ولایت کی شرط لگانے دو۔

ولایت تو اسی کی ہوتی ہے جو آزاد کرے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا
نے ایسا ہی کیا۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم انہی کو لوگوں کے مجمع میں تشریف لے گئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد فرمایا
کہ انا بعد - ایسے لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ (غریب و فروخت) میں ایسی شرطیں لگاتے ہیں۔ جن کی کتاب اللہ میں کوئی اصل
نہیں ہے تو جو بھی ایسی شرط لگائے جو کتاب اللہ کے منافی ہو وہ باطل ہے خواہ ایسی سو شرطیں ہی کیوں نہ ہوں۔ اللہ
تعالیٰ کا فیصلہ ہی بہت صحیح اور حق ہے اور اللہ کی شرط ہی مضبوط ہے۔ ولایت تو اسی کے لیے ہے جس نے آزاد کیا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے
کہ اُمّ المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے چاہا کہ
ایک باندی کو غریبہ کر آزاد کر دیں۔ لیکن اس کے مالوں نے
کہا کہ ہم اس شرط پر بیچ سکتے ہیں۔ جب کہ اس کی ولایت
میں ہے۔ پھر حضرت عائشہ نے حضور سے اس کا ذکر کیا تو رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس شرط کی وجہ سے تم نہ رکو۔
ولایت تو اسی کے لیے ہے جو آزاد کرے۔

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ عَائِشَةَ أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ
أَرَادَتْ أَنْ تَشْتَرِيَ جَارِيَةً فَتُعْتِقَهَا فَقَالَ
لَهَا نَبِيُّهَا عَلِيٌّ أَنْ وَلَا تَعْلَمَنَّ هَذَا فَذَكَرَتْ
ذَلِكَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ
لَا يَمْنَعُكَ ذَلِكَ فَإِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ -

(بخاری)

(۱) اس حدیث کو امام بخاری علیہ الرحمہ نے ذکاة، صدقہ، عتق، مکاتب، یمہ، بیوع، فرائض،
طلاق، شروط، اطعمہ، کفارة الایمان - باب البیوع والشرار مع النساء وغیرہ میں ذکر کیا ہے اور
اہم ابواب اور دینے عتق میں نسائی نے فرائض میں ابن ماجہ نے عتق میں ذکر کیا ہے۔

فوائد و مسائل

مکاتب
کا مطلب یہ ہے کہ غلام اپنے آقا سے یہ طے کر لے کہ اتنی مدت میں اس قدر رقم وہ اسے کما کر
دے گا۔ اس شرط کے پورا کرنے پر غلام آزاد ہو جائے گا۔ قرآن میں فرمایا۔ فَكَأَيُّ مَقَامٍ
عَلَيْكُمْ فِيهِمْ خَيْرٌ - یعنی تمہارے غلام و لونڈی جو یہ چاہیں کہ کچھ مال کمائے کہ شرط پر انہیں آزادی لکھ دو تو لکھ دو۔
اگر ان میں کچھ بھلائی جانو (نور آیت ۳۶)۔ اس آیت سے مکاتب کا شروع ہونا واضح ہوا۔ قرآن کا یہ حکم استجاب کے
لیے ہے۔ ان علیکم فیہم خیراً کے الفاظ اس امر پر دلالت ہیں کہ یہاں یہ امر استجابی ہے۔

ولایت کا مطلب
حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ اَلْوَلَاءُ لِمَنْ اَعْتَقَ - یعنی جب غلام کو آزاد کر دیا جائے۔ تو اس کا
فرائض و عصابات نسبیہ کے بعد اس کی میراث (میراث) آزاد کرنے والے کو ملے گی۔

یہ حدیث اس امر میں فصیح ہے کہ ولا معتق کے لیے ہے۔ اس مسئلہ میں تمام ائمہ متفق ہیں۔ البتہ اس بارے میں اختلاف ہے کہ اگر اس شرط پر آزاد کیا کہ ولا معتق کے لیے نہ ہوگی تو جہور کے نزدیک یہ شرط باطل ہے اور ولا بہر حال معتق کے لیے ہوگی۔ (۱) حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے مالکوں سے مکاتبت کی تھی۔ حضرت عائشہ نے چاہا کہ انہیں خرید کر آزاد کر دیں۔ لیکن بریدہ کے مالکوں نے یہ شرط لگائی کہ ولا ان کے لیے ہوگی۔ حضور نے حضرت عائشہ سے فرمایا۔ واشترطی لہمسم الخ لا۔ تم یہ شرط مان لو مگر ولا بہر حال معتق کے لیے ہوگی۔ ظاہر حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ بیع جائز ہے اور شرط باطل ہے۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضور علیہ السلام نے شرط فاسد کے باوجود بیع کو کیسے جائز قرار دیا اور اس پر مزید یہ کہ ایک ایسی شرط جو کہ باطل ہے کی اجازت بھی دی اور پھر اس شرط کو باطل بھی قرار دیا۔ شارحین نے اس سوال کے متعدد جواب دیئے ہیں۔ اول حدیث عائشہ عن مالک ابن ہشام میں واشترطی کا لفظ ہے مگر ابن ہشام ہی سے یث بن سواد عمرو بن الحارث کی روایات میں اشترط ولا ذکر نہیں ہے۔ صرف یہ لفظ ہیں۔ حضور نے فرمایا۔ لا یمنعک ذالک عنہا ابستحی واعتقی وانما

الاول لمن اعتق۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ اشترطی بمعنی اظہر ہو۔ اس بن فخر کہتا ہے فاشترط فیہا نفسہ وھو مقصود۔ کلام عرب میں اشراط بمعنی اظہار آیا ہے۔ پس حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ حضور علیہ السلام نے حضرت عائشہ سے فرمایا کہ تم بریدہ کو خرید لو اور ان پر واضح اور ظاہر کرو کہ ولا کہ تو معتق ہی کے لیے ہوگی۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ حضور کا ارشاد بطور زجر و توبیخ و تنکیر کے لیے ہے۔

امام نووی نے فرمایا۔ اس حدیث سے بہت سے مسائل اور قواعد کا ظہور ہوتا ہے۔ علماء کے ایک گروہ جن میں حضرت ابن مسعود و ربیعہ، عطاء، نخعی، امام احمد بھی شامل ہیں۔ اس حدیث سے مکاتبت کی بیع کے جواز کا قول کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں۔ حضرت عائشہ نے حضرت بریدہ کو جو کہ مکاتبتہ تھیں، کو خریدنا چاہا تو حضور علیہ السلام نے اس بیع کو جائز قرار دیا۔ لیکن امام اعظم ابو حنیفہ و شافعی و امام مالک (فی روایت) اور بعض اصحاب مالک عدم جواز کا قول کرتے ہیں اور حضرت عطاء وغیرہ کے استدلال کا جواب یہ دیتے ہیں کہ حضرت بریدہ نے مکاتبت کو فسخ کر دیا تھا۔ اس بنا پر حضور نے اس بیع کو جائز قرار دیا تو یہ بیع مکاتبت نہ ہوئی۔

بَابُ بَيْعِ الثَّمَرِ بِالثَّمَرِ

باب کھجور کی بیع کھجور کے بدلہ

حضرت عمر سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ گیہوں کو گیہوں کے بدلہ میں خریدنا سود ہے۔ لیکن یہ کہ نقد ہو۔ کھجور کے بدلہ میں خریدنا سود ہے۔ لیکن یہ کہ نقد ہو اور کھجور کو کھجور کے بدلہ میں خریدنا سود ہے۔ مگر یہ

عَنْ مَالِكِ بْنِ أَوْسٍ سَمِعَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْبَيْعُ بِالْبَيْتِ رِبًا إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ وَالشَّيْءُ رِبًا إِلَّا هَاءَ وَهَاءَ وَالشَّيْءُ بِالْثَمَرِ رِبًا إِلَّا

فوائد و مسائل | (۱) البُسْر - رفع و نصب دونوں طرح پڑھ سکتے ہیں۔ نصب اس بنا پر کہ فعل مقدمہ کا مفعول ہو
تقدیر عبارت یوں ہوگی۔ بِشَعْوِ البُسْرِ بالبُسْرِ۔ رفع اس بنا پر کہ یہ مبتدأ ہو غیر مفعول
کی۔ تقدیر عبارت یوں ہوگی۔ البُسْرُ يُبَسَّغُ بِالْبُسْرِ

(۲) هَآءٌ وَ هَآءٌ کے حاصل معنی تقدیر سودا کرنے کے ہیں۔ هَآءٌ اسم فاعل معنی اصر ہے۔ ہمزہ پر زیر ہے یا
زیر معنی حَذَّ بعض نے کہا هَآءٌ - هَاكُنَّهَا معنی حَذَّ اسم فاعل معنی امر۔ لک کہ ہمزہ سے بدل دیا۔ معنی یہ ہوئے
کہ ایک آدمی دوسرے سے کہے (خدا) یہ لے اور دوسرا کہے ہاتھ۔ لا

(۳) اس حدیث میں سونے چاندی اور نمک کا ذکر نہیں ہے۔ مگر اس سلسلہ کی دوسری متعدد احادیث میں سونے
چاندی اور نمک کا بھی ذکر ہے۔

(۴) یہ کل چھ اشیاء ہوتیں۔ (۱) سونا ۲۔ چاندی ۳۔ گیہوں ۴۔ ج ۵۔ کھجور ۶۔ نمک) ان اشیاء میں سے جس کی بیع جب
ان کی جنس سے ہو یعنی سونا سونے کے عوض۔ چاندی چاندی کے عوض۔ گیہوں گیہوں کے عوض۔ ج ۵ کے عوض۔ کھجور کھجور کے عوض۔ نمک نمک کے عوض تو اس بیع کے جائز ہونے کی شرط یہ ہے کہ دونوں ہم جنس چیزیں برابر برابر
ہوں یعنی گہلی سے تو پاپ سے برابر ہو اور وزنی سے تو وزن سے برابر ہو اور وزنی ہے تو وزن سے برابر ہو اور سودا اچھی فائدہ
ہو۔ "تبادلہ میں سودا ادھار ہو یا دونوں ہم جنس چیزیں برابر برابر نہ ہو تو یہ سودے اور ناجائز و حرام ہے۔ اشیاء میں سے
مذکورہ فی الحدیث کی بیع۔ جب کہ (اسی کی جنس سے ہو) میں کسی بیشی اور ادھار کو چونکہ احادیث میں سودا اور منوع قرار
دیا گیا ہے۔ لہذا اس مسئلہ میں تمام آئمہ کرام کا اتفاق ہے۔ اب رہی یہ بات کہ یہ حکم اشیاء میں سے مذکورہ فی الحدیث ہی کے
ساتھ خاص ہے یا دوسری اجناس کے تبادلہ میں بھی یہی حکم جاری ہوگا۔ اگر جاری ہوگا تو اس کا ضابطہ کیا ہے؟ حضور
علیہ السلام نے واضح طور پر اس کا ضابطہ بیان نہیں فرمایا۔ اس بنا پر اہل الظاہر نے یہ رائے قائم کی کہ یہ حکم صرف ان
اشیاء میں سے مذکورہ فی الحدیث کے ساتھ خاص ہے۔ ان کے علاوہ جو اشیاء ہیں۔ ان کی بیع خواہ اسی کی جنس سے ہوگی
و بیشی و ادھار کا معاملہ کرنا جائز ہے۔ حضرت مسروق، قتادہ، طاؤس، شیبی اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہما بھی یہی مسلک ہے۔
(یعنی) لیکن جمہور نے اہل الظاہر کی اس رائے سے اتفاق نہیں کیا۔ وہ کہتے ہیں۔

سودا کی حرمت ان چھ اشیاء کے ساتھ خاص ہیں۔ ان چھ اشیاء کا ذکر اس لیے ہے تاکہ دوسری اشیاء کو بھی
ان پر قیاس کیا جاسکے۔ چنانچہ آئمہ اربعہ نے دیگر اشیاء میں اس حکم کو جاری کرنے کے لیے اپنے اپنے اجتہاد کے
مطابق علت کا تعین کیا ہے۔ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جنس و قدر علت متعین فرمائی۔
اسی طرح امام شافعی، امام احمد، امام مالک اور دیگر آئمہ نے بھی علت کا تعین کیا ہے۔ جن کی تعداد تقریباً دس ہے۔ علاوہ
یعنی علیہ الرحمۃ نے ان مذاہب کو باب ما یدکر فی بیع الطعام وادھار کے تحت جو حدیث آئی ہے وہاں تفصیل سے
بیان کر دیا ہے۔

یَدِ ابید

واضح ہو کہ اشیارِ رسد کی احادیث میں یَدِ ابید اور اسی سے ملتے جلتے ہم معنی الفاظ آتے ہیں۔ جس کے لفظی معنی دست بدست کے ہیں۔ جس کا بظاہر یہ مفہوم سمجھ میں آتا ہے کہ تعاقب

بدلین فی المجلس اشیارِ رسد کے لیے شرط ہے اور مسلکِ احاف یہ ہے کہ سوسے چاندی کی بیع میں تو تعاقب بدلین فی المجلس شرط ہے۔ مگر بھجور، نمک، گیہوں، جو۔ ان چار چیزوں میں تعاقب بدلین فی المجلس شرط نہیں بلکہ تعین شرط ہے کہ دو چیزیں متعین ہوں۔ احاف کے موقف کا خلاصہ یہ ہے کہ یَدِ ابید کا مطلب دراصل تعین ہی ہے۔ مگر چونکہ سونا چاندی خلقتِ مشن ہیں اور مشن کی تعین کا اتمام قبضہ کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ اس لیے بیع صرف (چاندی سونے کی بیع) میں قبضہ بالید صحیح کے لیے شرط ہے اور باقی چار اشیا، نمک، بھجور، گیہوں، جو کی بیع میں قبضہ بالید شرط نہیں کیونکہ ان اشیا میں اشارہ سے تعین کا اتمام ہو جاتا ہے۔

(۱) مثلاً ایک تولہ سونا ایک تولہ سونے کے عوض بیع کیا تو یہ بیع جائز ہے۔ جب کہ باقی اور مشتری بدلین پر بلا تاخیر اسی مجلس میں قبضہ کر لیں مگر مجلس میں قبضہ نہیں کریں گے تو بیع ناجائز قرار پائے گی۔

(۲) سونے چاندی کے علاوہ کی مثال یہ ہے۔ ایک صاع گیہوں، ایک صاع گیہوں کے عوض بیع کی جائز ہے جبکہ دونوں طرف کے گیہوں متعین ہوں یعنی ان کی طرف اشارہ کر دیا جائے۔ لیکن یہاں مجلس میں بدلین پر قبضہ کرنا شرط نہیں ہے۔ صرف اشارہ سے بدلین کو متعین کر دینا کافی ہے۔ خواہ قبضہ بعد میں کریں۔ (فانهم)

وضاحت

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ یَدِ ابید سے مین یعنی وہی مراد ہو سکتا ہے کیونکہ تعین اشارہ بالید کے ساتھ ہوتی ہے اور یہ بھی جائز ہے کہ قبضہ قبضیٰ بقبضیٰ مراد دیا جائے کیونکہ قبضہ ید کے ساتھ ہوتا ہے۔ احتمال ثانی پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حسب ذیل حدیث سے استدلال کیا گیا جو بیع صرف کے بارے میں ہے۔ **مِنْ يَدِكَ الْخَبْثُ يَدُهُ** **وَإِنْ اسْتَخْطَرْتُكَ إِلَى خَلْفِ سَارٍ بَجَرٍ** **وَأَنْتَ مِنْ الْمُسْلِحِ فَتَبَّ مَعَهُ** **مَجْسُوطٌ مَسْرُوحٌ** جلد ۲، صفحہ ۱۱۱ یعنی تیرے ہاتھ سے اس کے ہاتھ کی طرف (قبضہ ہو) اگر وہ ستون کے پیچھے جانے کی تجھ سے ہمت مانگے تو اُسے اتنی ہمت بھی نہ دے۔ اگر وہ ابھی ادبھی جگہ سے چھلانگ لگا دے تو تو بھی اُس کے ساتھ چھلانگ لگا دے۔ امام شری رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کو نقل کرتے فرماتے ہیں۔ **وَلَكِنْ الْأَصَحُّ أَنَّ الْمُرَادَ التَّعْيِينَ لَا نَهْرَ لَوْ كَانَ الْمُرَادُ بَدَ الْقَبْضِ لَقَالَ مَنْ يَدِ الْخَبْثِ لَا نَهْرَ لِقَبْضِ مَنْ يَدِ عَتِيرَةٍ** **فَعَرَفْنَا أَنَّ الْمُرَادَ التَّعْيِينَ** انتہی مجسوط مسروح جلد ۲، صفحہ ۱۱۱ یعنی صحیح یہ ہے کہ حدیث شریف میں یَدِ ابید سے قبضہ مراد نہیں بلکہ تعین مراد ہے۔ کیونکہ اگر قبضہ مراد ہوتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اشیارِ رسد نہ ذکورہ کی حدیث میں **مِنْ يَدِ الْخَبْثِ** یَدِ ابید فرماتے۔ اس لیے کہ وہ اپنے غیر کے ہاتھ سے اپنے ہاتھ کی طرف قبضہ کرتا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت متفقہ بالا چونکہ عرض بیع صرف کے بارے میں ہے۔ باقی اشیا در بعد سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ اس لیے اس میں **مِنْ يَدِكَ الْخَبْثُ** کے الفاظ وارد ہیں کہ بیع صرف میں تعین، مین

کافی نہیں، بلکہ قبضہ ضروری ہے۔ لہذا اشیاءِ مستذکرہ والی حدیث میں یداً بید کو قبضہ کی بجائے تعین پر محمول کرنا بقول حضرت شمس اللہ امام سرخی رحمۃ اللہ علیہ یقیناً صحیح قرار پاتا ہے۔ نیز مرسل احناف کے مطابق تعین مراد لینے کے قول پر حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث عبادۃ النض کے ساتھ دلالت کرتی ہے۔ حضرت عبادہ ابن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہی عن بیع الذهب بالذهب والفضة بالفضة والبشر بالبشر والشعیر بالشعیر والمتس بالمتس والملح بالملح الاسواء بسواء عینا بعین الخ صحیح مسلم جلد ۲ ص ۲۲، ۲۵۔ اس حدیث میں یداً بید کی بجائے عینا بعین کے کلمات اس دعوے کی روشنی میں دلیل ہیں کہ یداً بید سے قبضہ مراد نہیں بلکہ تعین مراد ہے۔

چنانچہ امام سرخی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ وقولہ یداً بید معناه عندنا عین بعین یعنی ہمارے نزدیک یداً بید سے عین بعین مراد ہے۔ اس کے ساتھ فرماتے ہیں۔ ولہذا لا یشترط التقابض فی بیع الحنطہ، بالحنطہ۔ لان المتعین فیہا یتم بالامشاة انتہی۔ اس کے دوسرے مراد فرماتے ہیں۔ وكذلك الشعیر والشعیر والملح انتہی۔ یعنی اشیاء اربعہ میں چونکہ اشارہ بالید کے ساتھ تعین کا اتمام ہو جاتا ہے۔ اس لیے ان کی بیع میں تقابض الیحدین فی المجلس شرط نہیں۔ لیکن سونا چاندی چونکہ خلطہ شمس ہیں اور شمس کی تعین کا اتمام قبضہ کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ اس لیے بیع صرف میں قبضہ بالید صحت بیع کی شرط ہے۔ اسی طرح بھرا لائق جلد ۶ صفحہ ۱۳۰ یعنی سونے چاندی کی بیع کے علاوہ اشیاء اربعہ کی بیع میں صرف تعین شرط ہے۔ قبضہ شرط نہیں۔ عینا علی الہدایہ میں ہے قبض عووض النصرف قبل الافتراق بالابدان وأجب بالمنقول — یعنی بیع صرف کے عوض کے قبضہ کا افتراق بالابدان سے پہلے واجب ہونا احادیث مشرقہ سے ثابت ہے۔ معلوم ہوا کہ بیع صرف کے علاوہ اشیاء اربعہ مذکورہ کی بیع میں یہ قبضہ کسی حدیث سے ثابت نہیں۔

ہاں! شمس اور دین کی صورت میں یہ قبضہ اس لیے واجب ہو گا کہ دین اور شمس کی تعین قبضہ بالید کے بغیر نہیں ہو سکتی۔ شمس خلطہ ہو یا غیر خلطہ، سونا چاندی مضروب ہو یا غیر مضروب جیسے مصبوغ کہتے ہیں۔ ہر صورت میں تقابض الیحدین قبل التفرق واجب ہے۔ اس کے علاوہ میں محض تعین، صحت بیع کے لیے کافی ہے۔ قبضہ ضروری نہیں۔ فافہم۔ چونکہ یہ مسائل بہت تاریک اور مشکل ہیں۔ اس لیے راقم الحروف اس باب میں بنیادی طور پر حنفی مسلک اور اس کے دلائل کو پیش کرتا ہے۔

وزنی اور کیلی کا مطلب | وزن سے فروخت ہونے والی اشیاء کو وزنی۔ کسی پیمانہ سے ماپ کر فروخت ہونے والی چیز کو کیلی اور گنتی سے فروخت ہونے والی چیز کو عددی کہتے ہیں۔ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ علیہ الرحمہ کا مسلک یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جن اشیاء کو وزنی قرار دیا ہے (جیسے سونا چاندی) وہ ہمیشہ اور ہر دور میں شرعاً وزنی ہی رہے گی اگرچہ عووض بدل جائے۔ اسی طرح جن اشیاء کو حضور علیہ السلام نے کیلی

قرار دیا ہے۔ جیسے (بھجور، گیہوں، نمک، بجر) وہ ہمیشہ کے لیے کیلی ہی رہیں گی۔ اگرچہ عرف و رواج اس کے خلاف ہو جائے جیسا کہ ہمارے زمانہ میں مذکورہ بالا چاروں چیزیں ذی زین سے فروخت ہوتی ہیں۔ مگر اس کے باوجود یہ چار اشیاء بہر حال شرعاً کیلی ہی قرار پائیں گی اور عرف و رواج کا یہاں اعتبار نہ ہوگا۔ البتہ جن اشیاء کے کیلی یا وزنی ہونے کی حضور علیہ السلام نے تصریح نہیں فرمائی۔ ان میں عرف و رواج کا اعتبار ہوگا۔ اس بنا پر ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ ایک ہی چیز کسی شہر یا صوبہ میں وزن سے فروخت ہوتی ہو اور وہی چیز دوسرے شہر یا صوبہ میں عدد سے پکتی ہو تو جیسا کہ جس شہر یا صوبہ کا رواج ہوگا۔ شریعت اس رواج و عرف کا لحاظ کرتے ہوئے اس چیز کو وزنی یا کیلی قرار دے گی اور اس وجہ سے حکم میں بھی تبدیلی پیدا ہو جائے گی۔ مثلاً مالٹا اور کنبو پنجاب میں عدد سے پکتے ہیں تو یہاں پنجاب میں ایک عدد مالٹا دس عدد مالٹوں کے عوض بیع کرنا جائز ہوگا۔ مگر کراچی میں مالٹا یا کنبو وزن سے فروخت ہونے کا رواج ہے۔ لہذا کراچی میں ایک سیر مالٹے دوسیر مالٹوں کے عوض فروخت کرنا سود قرار پائے گا اور یہ بیع ممنوع قرار دی جائے گی۔ کیونکہ جنس و قدر میں اتحاد پایا گیا ہے۔ مذکورہ بالا ضابطہ اور مثال کو خوب اچھی طرح ذہن نشین کر لیا جائے تو بیع کی ایسی متعدد صورتوں کا حکم شرعی معلوم کیا جاسکتا ہے۔

جنس و قدر کی تعریف اگر دو چیزوں کا ایک نام اور ایک ہی کام ہو تو یہ چیزیں ایک جنس قرار پائیں گی اور اگر نام اور مقصد میں اختلاف ہو تو الگ الگ جنس سمجھی جائیں گی۔ امد قد رے

مراد وزن اور پاپ ہے۔

مثال کے طور پر گیہوں، بجر، کپڑے کی تمام قسمیں ململ، لٹھا، چھینٹ، مختلف اقسام کے پارچات جو ایک دوسرے کے متبادل ہوں گے۔ لوہ، پیتل، تانبا، اسٹیل، ادن، ریشم، سوت، گائے کا گوشت، بھینس کا گوشت، بکری کا گوشت، دنبہ کی چمکتی، پیٹ کی چربی، روغن گل، روغن چنیل، روغن بادام وغیرہ۔ یہ سب مختلف اقسام کے پارچات جو ایک دوسرے کے متبادل ہوں گے۔ تمام اقسام ادنیٰ و اعلیٰ، خشک و تر، ایک جنس ہیں۔ چائوں کی سب قسمیں، عمدہ خراب اعلیٰ و ادنیٰ ایک جنس ہیں۔ گیہوں کی سب قسمیں موٹی یا ریک عمدہ خراب ایک جنس ہیں۔ اس بنا پر ایک صاع ترکھور کو دو صاع سوکھی بھجوروں کے عوض فروخت کرنا۔ اسی طرح ایک صاع عمدہ موٹے دانے والی گندم کو دو صاع خراب گندم کے عوض فروخت کرنا سود ہے اور ممنوع ہے۔ کیونکہ جنس و قدر کا اتحاد پایا گیا ہے۔ اس معاملہ میں عمدہ و خراب کا شرعاً اعتبار نہیں کیا جاتا۔

متجانس اشیاء کی بیع کا ضابطہ شرعی جن دو چیزوں کے متبادل میں قدر و جنس دونوں موجود ہوں تو کئی بیشی سود ہے اور حرام ہے (اس کو ربا البیئہ کہتے ہیں)

اور اگر ایک طرف نقد ہو۔ دوسری طرف ادھاریہ بھی سود ہے اور بیع حرام (اس کو ربا البیئہ کہتے ہیں) مثلاً گیہوں کو گینوں کے بدلے فروخت کریں تو کم و بیش بھی حرام اور ایک اب دیتا ہے دوسرا کچھ دیر بعد دے گا (ادھاریہ بھی حرام البتہ مجلس میں قبضہ ضروری نہیں ہے۔ بدین کی تعمین ضروری ہے۔ یعنی غلہ کی بیع اپنی جنس یا غیر جنس سے یہ اس میں تقابض شرط ہیں۔ صرف معین کرنا شرط ہے۔ اسی طرح ایک تولہ سونا ایک تولہ سونے کے بیع کیا جائے تو کم و بیش

یہی حرام۔ مجلس میں قبضہ ضروری اور احادیثی حرام۔ جائز ہونے کی صورت یہ ہے کہ دونوں کا وزن برابر ہو۔ سودا نقد ہو۔
 بائع اور مشتری جہلین کو اسی مجلس قبضہ بھی کر لیں۔ واضح رہے کہ سونے کو سونے سے اور چاندی کو چاندی سے تبادلہ کرنے کا وزن
 کی کیفیت و نوعیت کا شرعاً اعتبار نہیں ہے۔ اس بنا پر ایک تولہ سونے کے عوض ڈیڑھ تولہ سونے کا زور بیع کیا تو یہ بیع
 حرام اور سود قرار پائے گی۔ چنانچہ مسلم شریف میں حضرت فضالہ ابن عبیدہ سے مروی ہے۔ انھوں نے خیبر کے دن بارہ
 دینار میں ایک ہار خریدا۔ **فِيهَا ذَهَبٌ وَ خُزْنٌ**۔ اس میں سونا بھی تھا اور سونے کی تھالی میں سے اس ہار کو کھول دیا تو اس
 ہار کا سونا بارہ دینار سے زیادہ پایا اور ضرور ضرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں اس کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا: ایسے
 ہار بغیر

فَقَالَ لَا مَبَاعَ حَتَّى تَفْصَلَ (شکوہ باب اول) | جدا کیے نہ بیچے جائیں۔

مجلس نہ بدلنے کا مطلب | یہی مجلس خواہ کتنی ہی طویل ہو جائے۔ جب تک دونوں جُدا نہ ہوں قبضہ کر سکتے
 ہیں۔ اگر بائع و مشتری دونوں جُدا ہو جائیں۔ ایک ایک طرف چلا جائے۔ دوسرا دوسری
 طرف یا ایک وہاں سے چلا جائے اور دوسرا وہیں رہے تو بھی مجلس بدل گئی۔ پس بیع صرف کی صحت کے لیے مجلس ہی کے
 اندر بدلین پر قبضہ شرط ہے۔

ماپ کی مقدار | سیدنا امام اعظم علیہ الرحمہ کی تحقیق یہ ہے کہ ماپ کی کم از کم مقدار نصف صاع ہے تو کیل چیز کو جو
 نصف صاع سے کم ہو بھی پیشی کے ساتھ بیع کرنا جائز ہے۔ مثلاً ایک عدد بھجور دو عدد بھجور کے
 عوض یا ایک ٹپ جو دو ٹپ بچ کے عوض بیع کرنا جائز ہے۔

برابری کا مطلب | واضح ہو کہ جن اشیاء میں بیع جائز ہونے کے لیے برابری شرط ہے۔ تو یہ ضروری ہے کہ برابری
 کا علم عقد کے وقت ہو۔ اگر بعد میں علم ہوا تو یہ بیع ناجائز قرار پائے گی۔ مثلاً گھوڑوں گھوڑوں کے
 بدلے تخمینہ سے بیع دیتے۔ پھر بعد میں ماپ لگتے تو برابر نکلے۔ یہ بیع ناجائز ہے۔

(۲) اسی طرح برابری کا مطلب یہ ہے کہ جو چیز شرعاً وزنی ہے۔ اسے وزن سے برابر کیا جائے۔ جیسے سونا چاندی شرعاً
 وزنی ہیں۔ پس اگر سونا ماپ کو سونے کے عوض بیع کیا اور یہ نہیں معلوم کہ دونوں کا وزن کیسا ہے تو یہ بیع ناجائز ہے۔ کیونکہ ہر چیز
 وزنی اشیاء میں برابری کا مطلب یہ ہے کہ وزن میں دونوں برابر ہوں۔ خواہ ماپ میں برابر نہ ہوں۔ اور وزن میں برابر ہونے
 کے یہ معنی ہیں کہ کاسٹے یا ترازو کے دونوں پلڑے میں دونوں برابر ہوں۔ مثلاً سونا کو سونے کے عوض بیع کیا۔ دونوں پلڑوں
 میں سونا کھا تو دونوں پلڑے برابر ہوئے۔ اگرچہ یہ معلوم نہیں۔ دونوں کا وزن کیسا ہے (کیونکہ وزن تو باٹ سے تول کر
 معلوم ہوگا) تو یہ بیع جائز ہے۔ (عالمگیری در مختار) **مَنْ خَصَّكَ بِوَقْتٍ مَعْقِدٍ قَدِّينَ** کے علم میں دونوں چیزوں کا برابر ہونا شرط ہے۔
 لہذا اگر فی الحقیقت دونوں جانب کی چیزیں برابر ہوں مگر عاقدین (بائع و مشتری) کو بوقت عقد برابری کا علم نہ ہو بلکہ عقد بیع
 کے بعد معلوم ہوا کہ دونوں اشیاء برابر ہیں تو یہ بیع ناجائز ہے۔ اور جو اشیاء شرعاً کیلی ہوں جیسے بھجور
 ٹھیک گھوڑوں، تار گھوڑوں، گھوڑوں کے عوض وزن میں برابر کر کے بیع کیا۔ مگر یہ تو ایک کیل ماپ میں برابر ہیں یا نہیں۔

بیع ناجائز ہے۔ کیونکہ کین استیاء میں برابری کا مطلب یہ ہے کہ باپ میں برابری ہو۔ خواہ وزن میں برابر نہ ہوں۔
اگر قدر و جنس میں اختلاف ہو تو کمی بیشی جائز ہے | اگر دو تولیاب ایک جنس نہ ہو۔ بلکہ مختلف جنس ہیں۔ ہوں جیسے سونے کو چاندی کے عوض یا چاندی کو سونے

کے عوض تبادلہ کیا جائے تو کمی بیشی جائز ہے۔

(۱) مثلاً سونا ایک تولہ ہو اور چاندی ۵ تولہ تو یہ بیع جائز ہے مگر اس صورت میں تعابض بدلیں شرط ہے۔ اگر تعابض بدلیں سے قبل مجلس بدل گئی تو بیع باطل ہو گئی۔ | ہاں سونے کو چاندی کے عوض یا چاندی کو سونے کے عوض خریدنے میں دونوں جانب کو وزن کرنے یا بوقت عقد عاقرین کو دونوں وزن کا علم ہونے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ وزن تو اس لیے کرنا ضروری تھا کہ دونوں کا برابر ہونا معلوم ہو جائے اور جب اختلاف جنس کی صورت میں برابری شرط ہی نہیں ہے تو وزن بھی ضروری نہ رہا۔ صرف مجلس میں قبضہ شرط ہے۔

(۲) اسی طرح اگر گہوں کو جو کے بدلے میں یا پیتل کو لوہے کے بدلے میں بیع کریں (پہلی مثال میں (باپ) اور دوسری میں وزن مشترک ہے۔ مگر جنس کا اختلاف ہے تو اب کمی بیشی کے ساتھ بیع جائز ہے۔ مگر ادھار بیچنا اس صورت میں بھی حرام اور سود ہے۔ اور اسی صورت میں اگر کمی بیشی کا سودا نہ کیا جائے (مثلاً گہوں اور جو دونوں برابر بھی ہوں) تو بھی ادھار بیع سود ہے اور حرام ہے۔ | غرض کہ قدر و جنس میں سے ایک ہو، ایک نہ ہو، کمی بیشی جائز مگر ادھار حرام ہے اور اس کی دلیل مسلم شریف کی یہ حدیث ہے۔ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
فَاِذَا اخْتَلَفَتْ هَذِهِ الْأَصْنَافُ فَيُعَوَّلُ كَيْفَ | جب جنس بدل جائے تو جیسے چاہو بچو جب کہ سودا
شَيْئًا قَرِذَا كَانَ يَدَا بَيْدٍ (شکوۃ باب الربا) | نقد ہو۔

جنس و قدر دونوں نہ ہوں تو کمی بیشی بھی جائز اور ادھار بھی جائز ہے | مثلاً گہوں یا جو کو روپے سے خریدیں تو اس صورت میں کمی بیشی بھی جائز ہے اور ادھار بھی جائز ہے۔ کمی بیشی تو یہ ہی ہے کہ ایک روپے کے عوض مثال کے طور پر ایک من گندم خرید رہا ہے اور ادھار بھی جائز کہ آج خریدو اور روپیہ ہمیں بعد یا سال بعد جو بٹھرا ہے ادا کیا جائے۔

بیع اور قرض میں فسق | یہ بات یاد رکھیے۔ یہ جو مسائل و احکام بیان ہوئے ہیں۔ یہ خرید و فروخت سے متعلق ہیں۔ قرض کی تعریف اور اس کے احکام اور ہیں۔ جو چیز قرض لی گئی یا دی گئی ہے اس کا بیش ہونا ضروری ہے۔ خواہ باپ کی چیز ہو یا وزن کی یا گنتی کی اور قرض کا حکم یہ ہے کہ جو چیز قرض لی گئی ہے اس کا بیش ادا کرنا لازم ہے تو جو چیز بیشی نہ ہو اسے قرض دینا درست نہیں ہے۔ مثلاً ایک تولہ سونا، ایک صاع کھجور، ایک صاع گیہوں قرض لیے اور مدت معینہ گزر جانے کے بعد ایک تولہ سونا، ایک صاع کھجور، ایک صاع گیہوں جو قرض لیے تھے ادا کر دیئے جائز ہے۔ | کیونکہ یہ بیع نہیں قرض کی صورت ہے۔ مگر اس صورت میں بھی کمی بیشی حرام اور مجھوڑ ہے۔ مثلاً ایک تولہ سونا قرض لیا اور ڈیڑھ تولہ سونا ادا کیا۔ تو یہ حرام ہے۔ اسی طرح ایک صاع گیہوں قرض لیے اور

دو صاع گہوں ادائیگی ٹھہری تو یہ بھی سود ہے یہی حکم قرض پر نفع لینا خاص سود ہے۔

بَابُ بَيْعِ الذَّيْبِ بِالتَّيْبِ وَالطَّعَامِ بِالطَّعَامِ

باب کشش کو کشش کے عوض اور غلہ کو غلہ کے عوض بیچنے کے متعلق

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزانبہ سے منع فرمایا اور مزانبہ یہ ہے کہ کھجور کا باغ ہو۔ تو جو کھجوریں درخت میں لگی ہوئی ہیں ان کو خشک کھجوروں کے عوض باپ کر بیع کرے اور اگر کھجور کا باغ ہو تو درخت میں لگے ہوئے ان گور منقہ کے بدلے میں باپ کر بیع کرے۔

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا رَسُوْلُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ الْمَرْثَدَةِ وَالْمَرْثَدَةِ بَيْعُ الشَّعْرِ بِالشَّعْرِ كَيْلًا وَبَيْعُ الذَّيْبِ بِالْكَيْلِ (بخاری)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزانبہ سے منع فرمایا اور مزانبہ یہ ہے کہ درخت میں جو کھجوریں لگی ہوئی ہیں۔ ان کو خشک کھجور کے عوض باپ کر بیع کرے کہ اگر زیادہ ہو تو میری۔ اگر کم ہوں تو میری بھر پر۔ ابن عمر نے کہا اور مجھ سے

عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ الْمَرْثَدَةِ فَتَالَ وَالْمَرْثَدَةُ أَنْ يَبْيَعَ الشَّعْرُ بِكَيْلٍ إِنْ نَادَ فَلَنْ وَإِنْ نَقَصَ فَلَعَلَّ تَالَ

حضرت زید بن ثابت نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سر یہ میں تخمینہ کے ساتھ اجازت عطا فرمائی۔

وَحَدَّثَنِي زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَخَّصَ فِي الْمَرْثَدَةِ بِخَصْرٍ صَافٍ (بخاری)

(۱) مزانبہ زبن سے ہے۔ اس کے معنی دفع کرنے ختم کرنے کے ہیں۔ چونکہ اس بیع میں جسے نفع نظر آئے۔ وہ اسے جاری رکھنا چاہتا ہے اور جسے نقصان نظر آئے دفع کرنا چاہتا ہے۔ اس لیے اس بیع کو مزانبہ کہتے ہیں یعنی دفع یا ختم کی جانے والی بیع ۲۔ مزانبہ پھول کی خرید و فروخت کہتے ہیں ۳۔ مزانبہ کی صورت یہ ہے کہ ہم جنس پھول کا تبادلہ یوں کیا جائے کہ درخت پر لگے ہوئے پھل جن کی مقدار معلوم نہیں ہے کو درخت سے اُڑتے پھل کے عوض جس کی مقدار معلوم ہے بیع کی جائے۔ ۴۔ إِنْ نَادَ فَلَنْ کا مطلب یہ ہے کہ خریداریہ کہے۔ درخت سے لگی ہوئی کھجوریں جتنی بھی ہو حرج نہیں کم ہوں گی تو مجھے نقصان ہوگا اور زیادہ ہوں گی تو مجھے نفع ہوگا۔ تو درخت کی کھجوروں کے متعلق یہ پتہ نہیں ہے کہ ان کی مقدار کیا ہے۔ اس حدیث سے یہ ضابطہ معلوم ہوا کہ جن چیزوں میں بیع جائز ہونے کے لیے برابری شرط ہے تو برابری کا علم عقد کے وقت ہونا ضروری ہے اور بیع مزانبہ میں وقت عقد درخت میں لگی ہوئی کھجوروں کی مقدار کا علم نہیں ہوتا اس لیے یہ بیع ناجائز قرار پائے گا ۵۔ اس حدیث سے یہ بھی واضح ہوا کہ ترکحور کو ترکحور یا خشک کھجور کے بدلے بیع کرنا۔ اسی طرح ان گور کو منقہ یا بخشش کے بدلے بیچنا جائز ہے جبکہ دونوں جانب کی

چیزوں ماپ میں برابر ہوں۔ وزن میں برابری کا اس میں اعتبار نہیں ہے۔ پس اگر ایک سیر کھجور ایک سیر کھجور کے عوض
یا ایک سیر گہوں ایک سیر گہوں کے عوض فروخت کیے تو یہ بیع ناجائز ہے۔ کیونکہ شرعاً جو چیزیں کیلی ہیں۔ ان میں برابری
ماپ سے ہوگی۔ وزن سے نہیں۔ فانہم

قوائد و مسائل | عوایا عریہ کی جعہ ہے۔ اس کے معنی خالی ہو جانے کے ہیں۔ عوایہ کی تفسیر میں متعدد اقوال
ہیں۔ اشعۃ اللمعات میں حضرت شیخ عبدالحی محمد دہلوی علیہ الرحمۃ نے اور حضرت علی قاری
علیہ الرحمۃ نے لمعات میں یہ کی ہے۔ باغ کا مالک اپنے باغ کے درخت کی کھجوریں فقیر کو ہیرہ کر دے کہ تو اس درخت کی کھجوریں
کھایا کر۔ اب فقیر کا کھجور کے حصول کے لیے باغ میں آنا جانا ہو۔ جس کی وجہ سے مالک کے اہل و عیال کو تکلیف ہو۔ اس
بنار پر مالک اس فقیر کو درخت میں لگی ہوئی کھجوروں کے عوض تھینا درخت سے اُتری ہوئی کھجوریں دے کر نصحت کر دے
حاشیہ ہدایہ ص ۳ پر عریہ کی تعریف اسی سے ملتی جلتی یہ کی گئی ہے۔ ایک شخص پھل کھانے کے لیے کسی کو عاریہ کھجور
کا درخت دیتا تھا۔ پھر ارتفاع کی شکلوں میں دشواری کی وجہ سے درخت واپس لے لیتا اور اس کے عوض اندازہ کر کے
خشک کھجور دے دیتا۔ آئندہ اس سلسلہ کی احادیث میں عریہ کی تعریف اسی سے ملتی جلتی دی گئی ہے۔ بظاہر یہ مزانبہ
ہی کی شکل معلوم ہوتی ہے۔ جو ممنوع ہے۔ لیکن حضور علیہ السلام نے مالک اور فقیر کے فائدے کے لیے اس کی اجازت
عطا فرمادی۔ علماء احناف یہ جواب بھی دیتے ہیں۔ یہ بیع سرے سے مزانبہ ہے ہی نہیں۔ یہ تو مبیہ کی تبدیلی
ہے جس کا جواز واضح ہے۔

نوٹ | سیدنا امام شافعی علیہ الرحمۃ کے ہاں خشک پھلوں کے عوض تر پھلوں کی خرید و فروخت بھی ناجائز ہے۔ اگرچہ
دونوں جانب کی چیزیں ماپ میں برابر ہوں۔ امام شافعی حدیث ترمذی سے استدلال فرماتے ہیں۔ جس میں
اس طرح کی بیع کی ممانعت آئی ہے۔ احناف کی طرف سے متعدد جواب دیئے گئے ہیں۔ جن میں سے ایک یہ ہے کہ
حدیث ترمذی ضعیف ہے اور ضعیف حدیث سے کسی چیز کی حرمت ثابت نہیں ہوتی۔

بَابُ بَيْعِ الشَّعِيرِ بِالشَّعِيرِ

باب جو کی بیع جو کے عوض

حضرت مالک بن انس رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ انھیں
تو دینار بھنانے تھے (انھوں نے بیان کیا کہ) پھر مجھے
طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ نے بلایا اور ہم نے (اپنے
معاملہ کی) بات چیت کی اور ان سے میرا معاملہ ہو گیا۔ تو
سوںے (دینار) کو اپنے ہاتھ میں لے کر آئے پلٹنے لگے اور
کہنے لگے کہ ذرا میرے خزانچی کو غائبے آ لینے دو (تو میں

عَنْ قَالِ بْنِ أَبِي أَحْمَرَةَ أَنَّ الشَّعِيرَ
صَرَفًا بِمَا شَرَّ دِينَارٍ قَدْ عَانِي طَلْحَةَ بَرَجَ
عَبْدَ اللَّهِ فَتَرَاوَضْنَا حَتَّى اضْطَرَفَ مَعِيَ
فَأَخَذَ هَبَ يَتَلَبَّهَا فِي يَدِهِ ثُمَّ قَالَ حَتَّى يَأْتِيَ
خَازِنِي مِنَ النَّابِئَةِ وَعَمْرُو يَسْمَعُ ذَلِكَ فَقَالَ
وَاللَّهِ لَا تَفَارِقُهُ حَتَّى تَأْخُذَ مِنْهُ فَتَالَ

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الذَّهَبُ
بِالذَّهَبِ وَالْأَهَاقُ وَالنَّبْرُ بِالنَّبْرِ وَالْأَهَاقُ
وَالشَّعِيرُ بِالشَّعِيرِ وَالْأَهَاقُ وَالْأَهَاقُ
وَالشَّعِيرُ بِالنَّبْرِ وَالْأَهَاقُ وَالْأَهَاقُ (بخاری)

تمہارے یہ دینار بھنا دوں گا، عمر رضی اللہ عنہ بھی ہماری
باتیں سن رہے تھے۔ آپ نے فرمایا، جب تک تم ان
اسے اپنے دینار کے عوض درہم لے نہ لو، ان سے جڑا نہ ہونا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ سونے کے بدلہ
میں، اگر نقد نہ ہو تو سود ہو جاتا ہے۔ گیہوں کے بدلے گیہوں اگر نقد نہ ہو تو سود ہو جاتا ہے۔ جو، جو کے بدلہ میں اگر نقد نہ
ہو تو سود ہو جاتا ہے اور کھجور کے بدلے میں اگر نقد نہ ہو تو سود ہے۔

فوائد ومسائل (۱) هَاءٌ وَهَاءٌ کے معنی نقد سود اکرانے کے ہیں۔ یعنی سونا چاندی کی بیع میں بدلیں پر مجلس
میں قبضہ اور نقد کی بیع میں تعین۔ جیسا کہ گذشتہ اوراق میں وضاحت سے یہ مسک بیان ہو چکا۔

(۲) لَا تَقَارِقُ حَتَّى تَأْخُذَ مِنْهُ سے واضح ہوا کہ بیع صرف میں مجلس میں بدلیں پر قبضہ شرط ہے۔ یعنی اگر
سونے کو سونے کے عوض یا سونے کو چاندی کے عوض بیع کیا جائے تو پہلی صورت میں برابری اور دوسری صورت میں کمی
بیشی جائز ہے۔ مگر دونوں صورتوں میں تعابض بدلیں فی المجلس ضروری ہے۔ اگر مجلس میں بدلیں پر قبضہ نہ ہوا۔ حتیٰ کہ
اتنی تاخیر ہو گئی کہ ایک اب دیتا ہے اور دوسرا درادیر بعد یعنی تعابض بدلیں میں ذرا سی تاخیر بیع کو ناجائز بنا دیتی ہے اور
غلط بات کے تبادلہ میں بدلیں کا معین ہونا صحیح بیع کے لیے شرط ہے۔ مجلس میں قبضہ شرط نہیں۔

(۳) پس اگر گیہوں کے بدلے گیہوں، جو کے بدلے جو، کھجور کے بدلے کھجور کو بیچا جائے۔ تو اگر سود نقد ہو تو جائز ہے
اور اگر ادھار ہو کہ ایک اب دیتا ہے اور دوسرا کچھ دیر کے بعد سونے کا تو ناجائز ہے۔ معلوم ہوا۔ جہاں قدر وجس دونوں موجود
ہوں تو کمی بیشی بھی حرام ہے اور ایک طرف نقد ہو اور دوسری طرف ادھار ہو یہ بھی حرام ہے۔ مسلم شریف کی حدیث میں
انھیں اشیاء کے متعلق یہ تصریح ہے۔

هَذَا بِشَيْءٍ يَدُ أَيْدٍ فَمَنْ زَادَ وَاسْتَمْتَزَ أَدَا
فَقَدْ زُلِيَ الْأَخْذُ وَالْمُعْطَى يَدُ (مسلم)

برابر برابر، دست بدست۔ جو زیادہ دے یا لے۔ اس
نے سود کا معاملہ کیا لینے اور دینے والے دونوں گنہگار ہیں۔

بَابُ بَيْعِ الذَّهَبِ بِالذَّهَبِ

باب سونے کی بیع سونے کے بدلہ میں

حضرت ابو یوسف رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا۔ سونا سونے کے بدلہ میں اس وقت تک
نہیں جو۔ جب تک (دونوں طرف سے) برابر نہ ہو۔ اسی طرح
چاندی چاندی کے بدلہ میں اس وقت تک نہیں جو جب تک
دونوں طرف سے برابر برابر نہ ہو۔ سونا، چاندی کے

قَالَ أَبُو يَكْرَةَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَبِيعُ الذَّهَبُ بِالذَّهَبِ
إِلَّا سَوَاءً بِسَوَاءٍ وَالْفِضَّةُ بِالْفِضَّةِ إِلَّا سَوَاءً
بِسَوَاءٍ وَيَبِيعُ الذَّهَبُ بِالْفِضَّةِ وَالْفِضَّةُ
بِالذَّهَبِ كَيْفَ شِئْتُمْ (بخاری)

بدلے میں اور چاندی سونے کے بدلہ میں جس طرح چاہو بیچ سکتے ہو۔

بَابُ بَيْعِ الْفِضَّةِ بِالْفِضَّةِ

باب چاندی کی چاندی کے بدلہ میں بیع

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے اسی طرح ایک حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالہ سے بیان کی۔ ایک مرتبہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی ان سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے پوچھا

فَقَالَ أَبُو سَعِيدٍ فِي الصَّرْفِ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: الذَّهَبُ بِالذَّهَبِ مِثْلًا مِثْلًا وَالْوَرِقُ بِالْوَرِقِ مِثْلًا مِثْلًا (بخاری)

اے ابوسعید! آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالہ سے کونسی حدیث بیان کرتے ہیں؟ ابوسعید رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حدیث بیع صرف سے متعلق ہے۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا۔ آپ کو یہ فرماتے ہوئے کہ سونا سونے کے بدلہ میں برابر ہی بیچا جاسکتا ہے اور چاندی چاندی کے بدلہ میں برابر ہی برابر بیچ جاسکتی ہے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ سونا سونے کے بدلے میں اس وقت تک نہ بیجو جب تک دونوں طرف سے برابر نہ ہو۔ دونوں طرف کمی یا زیادتی کو روانہ رکھو اور نہ ادھار کو نقد کے بدلے میں بیجو۔

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا تَبِيعُوا الذَّهَبَ بِالذَّهَبِ إِلَّا بِمِثْلٍ وَلَا تَبِيعُوا بَعْضَهَا عَلَى بَعْضٍ وَلَا تَبِيعُوا مِنْهَا غَايِبًا بِشَيْءٍ آجِنٍ (بخاری)

بَابُ بَيْعِ الدِّينَارِ بِالْدِّينَارِ نِسَاءً

باب ، دینار کو دینار کے بدلہ میں ادھار بیچنا

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ دینار دینار کے بدلہ میں اور درہم درہم کے بدلہ میں۔ اس پر میں نے ان سے کہا کہ ابن عباس تو اس کی اجازت نہیں دیتے۔ ابوسعید نے کہا۔ میں نے اس کے بارے میں ابن عباس سے پوچھا کہ آپ نے یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا یا کتاب اللہ میں پایا ہے؟ انہوں نے کہا۔ ان میں کسی بات کا میں مدعی نہیں ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ لوگ مجھ سے زیادہ جانتے ہیں۔ البتہ مجھے اس امر رضی اللہ

أَخْبَرَنِي عُمَرُو بْنُ دِينَارٍ أَنَّ أَبَا صَالِحٍ الْزَّيَّلَانَ أَخْبَرَنِي أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ يَقُولُ: الدِّينَارُ بِالْدِّينَارِ وَالْدِّرْهُمُ بِالْدِّرْهِمْ فَقُلْتُ لَهُ فَإِنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ لَا يَقُولُ لَهُ فَقَالَ أَبُو سَعِيدٍ فَسَأَلْتُهُ فَقُلْتُ سَمِعْتَهُ مِنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ وَحْدَهُ فِي كِتَابِ اللَّهِ قَالَ كُلُّ ذَلِكَ لَا أَقُولُ وَأَسْتَفْزِعُكُمْ بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

وَسَلَّمَ مِنِّي وَالْكَتَنِي أَخْبَرَنِي أَسَامَةَ أَنَّ النَّبِيَّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا رِبَا إِلَّا فِي
النَّسِيبَةِ

عہد نے خبر دی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
سودا دھار کی صورت میں ہوتا ہے۔
(بخاری)

فوائد و مسائل لا ربا الا في الحسبة - متعدد حدیثوں میں یہ الفاظ مختلف الفاظ سے مروی ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک زمانہ تک صرف ربا الفیہ ہی کے قائل رہے کہ ربا صرف قرض پر نفع لینے ہی کو کہتے ہیں۔ لیکن بعد میں جب انہیں وہ حدیث سائی گئی جس میں اشیا راستہ میں سود کا بیان ہے تو انھوں نے اپنے سابقہ موقف سے ان الفاظ کے ساتھ استغفر اللہ و اتوب الیہ رجوع فرمایا۔ یعنی ۵۶ ص ۵۲۔

ثانیاً شارحین کرام نے فرمایا کہ حدیث ہذا میں چھ اضافی ہے۔ بعض نے اس حدیث کو منسوخ قرار دیا ہے۔ لیکن اس کے جواب میں کہا گیا ہے کہ محض احتمال کی بنا پر نسخ کا قول درست نہیں ہے۔ بعض ہمارے اس حدیث کی تاویل کی ہے کہ حضور علیہ السلام سے دو ہم جنس اشیا (مثلاً سونا سونے کے عوض) برابر کے ساتھ بیع کے متعلق سوال کیا گیا ہو گا یا مختلف الجنس کو کسی بیشی کے ساتھ بیع کے متعلق سوال کیا گیا ہو گا۔ اس پر حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ ان دونوں صورتوں میں سود یعنی بیع کی ممانعت صرف ادھار کی صورت میں ہے۔ نقد سودے میں نہیں ہے۔

بَابُ بَيْعِ الْوَرَقِ بِالذَّهَبِ نَسِيئَةً

باب چاندی سونے کے بدلے ادھار بیچنا

حضرت ابراہیمؑ نے مروی ہے کہ میں نے ہار بن عازب اور زید بن ارقم رضی اللہ عنہما سے بیع صرف کے متعلق پوچھا تو ان دونوں حضرات نے ایک دوسرے کے متعلق فرمایا کہ یہ حجب سے بہتر ہیں۔ پھر دونوں حضرات نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے کو چاندی کے بدلے میں قرض کی صورت میں عینے سے منع فرمایا تھا۔

قَالَ سَمِعْتُ أَبَا الْمُنْهَالِ قَالَ سَأَلْتُ الْبَرَاءَ
بْنَ عَازِبٍ وَزَيْدُ بْنُ أَرْقَمٍ عَنِ الصَّرْفِ
فَكَلَّ وَاحِدٌ مِنْهُمَا يَقُولُ هَذَا خَيْرٌ مِنِّي
فَكَلاهُمَا يَقُولُ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الذَّهَبِ بِالنَّوْزِقِ دِيْنًا
(بخاری)

بَابُ بَيْعِ الذَّهَبِ بِالْوَرَقِ يَدَا بَيْدٍ

سونا چاندی کے عوض نفت بیچنا۔

حضرت عبدالرحمن بن ابوجرودہ اپنے باب راوی ہے کہ نبی کریم
 اللہ علیہ وسلم نے چاندی چاندی کے بدلے میں اور سونا سونے
 کے بدلے میں بیچنے سے منع فرمایا تھا۔ لاکہ کہ برابر جو اور

حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي بَكْرَةَ عَنْ
أَبِيهِ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
عَنِ الْفِضَّةِ بِالْفِضَّةِ وَالذَّهَبِ بِالذَّهَبِ

الْأَسْوَأُ بِسَوَاءٍ قَوَامًا أَنْ تَبْتَاعَ الذَّهَبَ بِالْفِضَّةِ كَيْفَ شِئْنَا وَالْفِضَّةَ بِالذَّهَبِ كَيْفَ شِئْنَا (بخاری)

حکم تھا کہ سونا چاندی کے بدلے میں جس طرح چاہیں خریدیں۔ اسی طرح چاندی سونے کے بدلے میں جس طرح چاہیں خریدیں۔

ان احادیث سے واضح ہوا کہ سونے کو سونے کے عوض یا چاندی کو چاندی کے عوض بیع کیا جائے تو صحیح بیع کے لیے شرط یہ ہے کہ دونوں طرف برابر ہو۔ سودا نقد ہوا اور مجلس میں قبضہ بھی ہوا (۳) کیف مشتمل کے ارشاد سے واضح ہوا کہ اگر مجلس بدل جائے تو کسی بیعی جائز ہے۔ مثلاً ایک تولہ سونا پچاس تولہ چاندی کے عوض یا پچاس تولہ چاندی ایک تولہ سونے کے عوض بیع کیا جائے تو جائز ہے۔ مگر جواز کے لیے شرط یہ ہے۔ سودا نقد ہو۔

اور بدین پر مجلس میں قبضہ ہو کر یکے پر بیع صرف یعنی چاندی سونے کی بیع میں تعاقب بدین فی المجلس شرط ہے۔

بَابُ بَيْعِ الْمَزَانَةِ وَهِيَ بَيْعُ الشَّعْرِ بِالشَّعْرِ وَبَيْعُ الرَّسِيبِ بِالْكُرْمِ وَبَيْعُ الْعُرَايَا قَالَ أَحَسُّ نَهْيِ الشَّيْءِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمَزَانَةِ وَالْمَحَاقِلَةِ

باب بیع المزانہ اور وہ یہ ہے کہ خشک کھجور کی بیع درخت پر لگی ہوئی کھجور کے بدلے میں اور خشک انگور کی بیع تازہ انگور کے بدلے میں اور بیع عربہ۔ اس رضی اللہ عنہ فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مزانہ

اور محاقلہ سے منع فرمایا

فوائد ومسائل (۱) بَيْعُ الشَّعْرِ بِالشَّعْرِ یعنی سوکھی ہوئی کھجور کو تر کھجور کے عوض فروخت کرنا کرم۔ انگور (۲) محاقلہ - مفاعلہ کے وزن پر۔ حقل سے۔ خوش زمین جو گندم ہے اسے صافی گندم کے عوض بیچے کو کہتے ہیں۔ (۳) مزانہ یعنی خشک کھجور کو درخت میں لگی ہوئی کھجور کے عوض بیع کو کہتے ہیں۔ اس صورت میں درخت میں لگی ہوئی کھجور کے متعلق یہ معلوم نہیں ہوتا کہ اس کی مقدار کیا ہے۔ بیع عرایا بھی مزانہ ہی کی صورت ہے۔ محاقلہ اچھی اور زرخیز زمین کو کہتے ہیں۔ اسی لیے کھیت کو حقل کہتے ہیں کہ بیج عموماً عمدہ زمین میں بویا جاتا ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ کھیت میں جو گندم کی فصل ہے۔ اسے گیسوں کے عوض بیع کیا جائے۔ اسی صورت میں ایک طرف جو گندم ہے۔ وہ زمین ہے۔ مگر کھڑی کھیتی کی گندم کی مقدار معلوم نہیں ہے۔ لہذا اس نوع کی بیع ممنوع دنا جائز ہے۔ کیونکہ دو مجلس شیا جیکہ وہ کیل ہونے کے تبادلہ میں ماپ میں برابر ہونا شرط ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھل جب تک قابل انتفاع نہ ہو جائے اُسے نہ بیچو۔ درخت پر لگی ہوئی کھجور کو توئی ہوئی کھجور کے بدلے میں نہ بیچو۔ سالم نے بیان کیا۔ مجھے عبداللہ رضی اللہ عنہ نے خبر دی اور انہیں زید

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَرْثُومٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَبِيعُوا الشَّعْرَ حَتَّى يَبْدُوَ وَصَلَاخُهُ وَلَا تَبِيعُوا الشَّعْرَ بِالشَّعْرِ قَالَ سَالِمٌ وَأَخْبَرَنِي عَبْدُ اللَّهِ عَنْ زَيْدِ بْنِ نَابِتٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَخَّصَ بَعْدَ ذَلِكَ فِي بَيْعِ

الْعَرَبِيَّةَ بِالْمَطْلَبِ أَوْ بِالشَّمْرِ وَلَوْ تَرْتِخَصَّ
فِي غَيْرِهِ (بخاری)

بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہ بعد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یحییٰ بن سعید کی - تریا خشک کھجور کے بدلے میں اجازت دے دی تھی - لیکن اس کے سوا کسی صورت کی اجازت نہیں دی تھی۔

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ الْمُرَابَنَةِ وَالْمَزَانَةِ اشْتِرَاءً أَوْ التَّمَسُّكِ بِالشَّمْرِ كَيْلًا وَبَيْعُ الْكَدَمِ بِالذَّيْبِ كَيْلًا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزانبہ سے منع فرمایا تھا۔ مزانبہ درخت پر لگی ہوئی کھجور کو ٹوٹی ہوئی کھجور کے بدلے ناپ کر اور درخت پر لگے انگور کو خشک انگور کے بدلے میں ناپ کر بیچنے کو کہتے ہیں۔

(بخاری)

أَبْنُ سَعِيدٍ أَخْبَرَنِي أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ الْمُرَابَنَةِ وَالْمَحَاظِلَةِ وَالْمُرَابَنَةِ اشْتِرَاءً أَوْ التَّمَسُّكِ فِي رُفُوسِ الشَّجَلِ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزانبہ اور محاذلہ سے منع فرمایا اور مزانبہ درخت پر لگی ہوئی کھجور کو درخت سے توڑی ہوئی کھجور کے عوض خریدنے کو کہتے ہیں۔

(بخاری)

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمُرَابَنَةِ عَنْ ابْنِ عُمَرَ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَخَّصَ لِصَاحِبِ لَوْزَيْنَةٍ أَنْ يَبِيعَهَا بِحَبْرٍ صَحَا (بخاری)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے محاذلہ اور مزانبہ سے منع کیا تھا۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صاحب لوہے کو اس کی اجازت دی تھی کہ کھجور سے بیچے۔

(بخاری)

فوائد ومسائل

واضح ہو کہ ظہور شرک کے بعد صلاح شرک کا مرتبہ ہے۔ ظہور شرک کا مطلب یہ ہے کہ درخت پر پہلے پھول آتا ہے۔ پھر وہ ننھے ننھے پھل کی شکل اختیار کرتا ہے پھل کا یہ مرحلہ بہت ہی نازک ہوتا ہے۔ آندھی یا کسی بیماری کے حملے سے محفوظ رہنا مشکل ہوتا ہے۔ ظہور شرک کے بعد صلاح شرک کا مرتبہ، کہ اب پھل ایسی شکل و صورت کا ہو جاتا ہے کہ کام آسکتا ہے۔ جسے کچا کھل کر کھلے پھل کی یہ کیفیت ایسی ہوتی ہے کہ عموماً آندھی وغیرہ درخت پر قائم رہنے کی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے۔ پھل کی اسی کیفیت و نوعیت کو حضور نبی کریم علیہ السلام نے حتیٰ پیدا و صلاحہ - حتیٰ یطعمہ - حتیٰ تزھوہوا - حتیٰ تتخاد تصغار - حتیٰ تشق - حتیٰ یوکل - حتیٰ یطیب - حتیٰ یصلحہ کے الفاظ سے بیان فرمایا ہے۔ اس معنوں کی احادیث آئندہ صفحات میں آ رہی ہے (۲) محاذلہ، مزانبہ ہی کی ایک صورت ہے فرق یہ ہے مزانبہ کا لفظ خاص طور پر پھلوں اور کھجور کیلئے استعمال ہوتا ہے اور محاذلہ کا لفظ غلہ کے لئے۔ غریب کی تفسیر گذشتہ صفحات میں بھی ہو چکی ہے آئندہ صفحات میں بھی ہوگی۔

يَقُولُونَ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَخَّصَ فِي بَيْعِ الْعَرَايَا فَقَالَ مَا يَذَرِي أَهْلَ مَكَّةَ قُلْتُ اسْتَهْمُ يَزُوقُونَهُ عَنْ جَابِرٍ فَسَكَتَ سُفْيَانُ اسْتِمَاءُ أَرَدَتْ أَنْ جَابِرًا هُنَّ أَهْلُ الْمَدِينَةِ قِيلَ لِسُفْيَانَ وَلَيْسَ فِيهِ مَهْلَى عَنْ بَيْعِ الشَّعْرِ حَتَّى يَبْدُوَ صَلَاحُهُ قَالَ لَا - (بخاری)

کی جاسکتی ہے۔ کھجور ہی کے بدلے میں۔ دونوں کا مفہوم ایک ہی ہے۔ سفیان نے کہا کہ میں نے یحییٰ سے پوچھا اس وقت میں ابھی کم عمر تھا کہ مکہ کے لوگ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب کی اجازت دی تھی تو انھوں نے پوچھا کہ اہل مکہ کو یہ کس طرح معلوم ہوا؟ میں نے کہا کہ وہ لوگ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ اس پر وہ خاموش ہو گئے۔ سفیان نے کہا کہ میری مراد اس سے یہ تھی کہ جابر رضی اللہ عنہ مدینہ ہی کے باشندے تھے۔ سفیان سے پوچھا گیا کہ کیا ان کی حدیث میں یہ نہیں تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قابل انتفاع ہوتے سے پہلے بھیل بیچنے کی عادت کی تھی؟ انھوں نے جواب دیا کہ نہیں۔

فوائد ومسائل | قَالَ لَا۔ یعنی حدیث سہل بن ابی حمزہ میں نہیں عن بيم التمر حتى يبدو صلاحه الفاظ نہیں تھے البتہ دوسری صحیح احادیث میں یہ الفاظ آئے ہیں (۲) حدیث سہل بن ابی حمزہ کو امام بخاری نے بیوع میں اور نسائی نے بیوع اور شرب میں ذکر کیا ہے۔ عربیہ اور مرائبہ پر گذشتہ صفحات میں گفتگو ہو چکی ہے۔

بَابُ تَفْسِيرِ الْعَرَايَا

باب عربیہ کی تفسیر میں

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ عربیہ یہ ہے کہ کوئی شخص دوسرے شخص کو کھجور کا درخت دے پھر اس شخص کا باغ میں آنا اُسے اچھا معلوم ہو تو اس صورت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی اجازت دی کہ وہ شخص ٹوٹی ہوئی کھجور کے بدلے میں اپنا درخت خرید لے۔ ابن الدریس (امام شافعی، رحمۃ اللہ علیہ) نے فرمایا کہ عربیہ اسی صورت میں ہو سکتی ہے جب کھجور ناپ کر ہاتھوں ہاتھ دے دی جائے۔ اور بالکل سے مدد دی جائے۔ اس کی تقویت سہل بن ابی حمزہ کے قول سے بھی ہوتی ہے کہ دمشق سے ناپ کر ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی حدیث میں نافع کے واسطے سے بیان کیا اور انھوں نے

وَقَالَ ضَلَّكَ الْعَرَبِيَّةُ أَنْ يُعْرِى الرَّجُلُ النَّخْلَةَ تُعْرِى تَأْذِي بِدُخُولِهِ عَلَيْهِ فَرُخَصَ لَهُ أَنْ يَشْتَرِيَهَا مِنْهُ بِتَمْرٍ وَقَالَ ابْنُ إِدْرِيسَ الْعَرَبِيَّةُ لَا تَكُونُ إِلَّا بِالْكَيْلِ مِنَ التَّمْرِ يَدَا يَبْدُ لَا يَكُونُ بِالْجِزَابِ وَمِمَّا يُعْرِىهِ قَوْلُ سَهْلِ بْنِ أَبِي حَنْظَلَةَ بِالْأَوْسُقِ الْمَوْسَقَةِ وَقَالَ ابْنُ إِسْحَاقَ فِي حَدِيثِهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ كَانَتْ الْعَرَايَا أَنْ يُعْرِى الرَّجُلُ فِي مَالِهِ النَّخْلَةَ وَالنَّخْلَتَيْنِ وَقَالَ يَزِيدُ عَنْ سُفْيَانَ

ابْنُ حُسَيْنٍ الْعَرَايَا نَحَلَ كَانَتْ تُوْهِبُ
لِلْمَسَاكِينِ فَلَا يَسْتَطِيعُونَ أَنْ يَنْتَظِرُوا
بِهَا رِخْصَ لَهُمْ أَنْ يَبِيعُوهَا بِحَاشَلِهَا
مِنَ الثَّمَرِ۔ (بخاری)

نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے کہ عرب یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے
باغ میں کھجور کے ایک یا دو درخت کسی کو بیہ کرے۔ یہ نہ نہ
سفیان بن عیینہ کے واسطے سے بیان کیا کہ عرایا اس
کھجور کے درخت کو کہتے تھے جو مسکینوں کو بطور بیہ دیا جاتا
تھا لیکن وہ کھجور کے پکنے کا بھی انتظار نہیں کر سکتے تھے تو
انہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی اجازت دی کہ
درخت کی کھجور کو جس قدر کھجور کے عوض چاہیں، فروخت
کر سکتے ہیں

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب کی اجازت دی تھی کہ اندازے
سے بھی جاسکتی ہے موسیٰ بن عقبہ نے فرمایا کہ عرایا کھجور
کے متین درختوں کو کہتے ہیں جنہیں خریداجاتا ہے۔
(بخاری)

(۲) عَنْ زَيْدِ ابْنِ ثَابِتٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَخِصَ
فِي الْعَرَايَا أَنْ تُبَاعَ بِخَصْرِ صَافِهَا كَيْلًا قَالَ
مُوسَى ابْنُ عَقْبَةَ وَالْعَرَايَا نَحْلَاتٌ مَعْلُومَةٌ
تَأْتِيهَا فَتَشْتَرِيهَا۔ (بخاری)

فوائد ومسائل | عرب کی تفسیر زیر عنوان اجازت سے واضح ہے۔ عربیہ نظام مزارعہ کی ہی ایک صورت ہے کہ اس
میں بھی درخت کی کھجور کی مقدار معلوم نہیں ہوتی۔ نامانہ لگایا جاتا ہے اور ٹوٹی ہوئی کھجوروں کی مقدار
معلوم ہوتی ہے۔ بیع مزارعہ کو حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ممنوع قرار دیا۔ مگر باوجود حاجت مندوں کے لئے
اس کو جائز قرار دیا۔ اور اسے عرب سے موسوم کیا گیا ہے۔ عربیہ کی تفسیر اور اس کے متعلق اصناف کا موقوفہ باب
بیع الزمیب بالزمیب والطعام بالطعام ص پر ہو چکی ہے۔

بَابُ بَيْعِ الشَّارِقِ أَنْ يَبْدَأَ وَصَلَا حُهَا

باب پھلوں کو انکے قابل استغفار ہونے سے پہلے بیچنا

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے مروی کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں لوگ پھلوں کی خرید و
فروخت کرتے تھے۔ پھر جب پھل توڑنے کا وقت
آنا اور مالک تقاضا کرنے آتے تو خریدار یہ عذر کرنے
لگتے کہ پہلے ہی خوشوں میں بیماری لگ گئی تھی۔ اس

عَنْ زَيْدِ ابْنِ ثَابِتٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ
النَّاسُ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ يَتَبَايَعُونَ الشَّارِقَ فَإِذَا جَدَّ النَّاسُ
وَحَضَرَ نَقَاضُهُمْ قَالَ الْبَيْتَانِ إِنَّهُ إِذَا
أَصَابَ الثَّمَرُ الثَّمَانُ أَصَابَهُ مَرَاهُ

أَصَابَهُ قُتَامٌ عَاهَاتٌ يَحْتَجُّونَ بِهَا
فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
لَنَا كَثُرَتْ عَنْهُ الْخُصُومَةُ فِي ذَلِكَ
فَأَمَّا لَا فَلَا تَبْتَاعُوا حَاتِي يَدُوكُمْ وَصَلَّامُ
الشَّمْرِ كَالْمَشُورَةِ يُشِيرُ بِهَا الْكَثْرَةُ
خُصُومَتِهِمْ وَأَخْبَرَنِي خَائِجَةُ ابْنُ
زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ أَنَّ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ لَمْ
يَكُنْ يَبِيعُ شِمَارَ أَنْصِهِ حَتَّى يُطْلَعَ النَّبِيُّ
فَيُبَيِّنَ الْأَصْفَرُ مِنَ الْأَحْمَرِ - (بخاری)

لیے پھل بھی خراب ہو گئے اور تشام بھی ہو گیا۔ اسی طرح
مختلف آنتوں کو بیان کر کے مالکوں کے ساتھ جھگڑتے تھے
جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس طرح کے
مقدمات کثرت پہنچنے لگے تو آپ نے فرمایا کہ جب اس
طرح کے جھگڑے ختم نہیں ہو سکتے تو ہم بھی قابل انتفاع
ہونے سے پہلے پھلوں کو نہ بیچا کر دو گویا مقدمات کی کثرت
کی وجہ سے یہ آپ نے مشورہ دیا تھا۔ بخاری میں زید بن ثابت
نے مجھے خبر دی کہ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اپنے بارگ کے
پھل اس وقت تک نہیں بیچتے تھے جب تک شیانہ طلوع
ہو جاتا اور زردی اور سُرخ ظاہر نہ ہو جاتی۔

فوائد ومسائل
دُقَان پھل کی ایک بیماری کو کہتے ہیں۔ کھجور کا اندر دنی جھد سیاہ اور بدبو دار ہوتا ہے۔ موانع
پھل کو لگنے والی ہر قسم کی بیماری کو کہتے ہیں۔ قُتَام کی کھجور کا درخت سے جھڑ جانا، عَاهَات
عَاهَةُ کی جمع ہے۔ یہ اصل میں عَوْهَةٌ تھا۔ واو متحرک ماقبل مفتوح ہونے کی بنا پر الف سے بدل گئی۔ مَشُورَةُ
ہر وزن مَحُولَةٌ۔ رائے دینا یا رائے لینا۔

عرب ایسے مواقع پر جب کسی ستارہ کے طلوع کا ذکر کرتے ہیں تو اس سے ان کی مُراد صبح کے وقت طلوع سے
ہوتی ہے۔ میرے والد محترم حضرت علامہ ابوالبرکات علیہ الرحمۃ نے فرمایا: کہ ثریا کا طلوع اسارطہ میں ہوتا تھا۔
عرب کہتے تھے کہ جب ثریا طلوع ہو جاتا ہے تو پھلوں پر آفات نہیں آتی تھیں۔ وہ یہ بھی کہتے تھے کہ دنیا کے تمام
مقامات میں پھلوں پر آفات کا سلسلہ طلوع ثریا کے بعد ختم ہو جاتا ہے۔ بہر حال عرب میں یہ موسم ہے جب کھجور پر یک
جاتی تھی اور پھلوں پر جو آفات آتی ہیں اور جن بیماریوں سے وہ درخت پر خراب ہو جاتے ہیں۔ اب ان کا سلسلہ موما ختم
ہو جاتا تھا۔

واضح ہو کہ زمانہ نبوی میں لوگ پھلوں کو قابل انتفاع ہونے سے قبل بیع کر دیا کرتے تھے اور اس وجہ سے
جھگڑے کھڑے ہو جاتے تھے اس لئے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور مشورہ پھلوں کو قابل انتفاع ہونے سے
قبل بیع سے منع فرما دیا۔ جیسا کہ حدیث زیر بحث کے لفظ کا مشورہ سے واضح ہے تو ممانعت دراصل بطور مشورہ
تھی۔ اس لئے مسندنا امام اعظم علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ پھل اس وقت بیچ ڈالنے کا ابھی ظاہر ہی نہیں ہوئے
تو یہ بیع باطل ہے۔ کیونکہ یہ بعد دم کی بیع ہوتی اور جو چیز ابھی وجود ہی میں نہیں آئی۔ اس کی بیع کرنا باطل محض ہے
۱۲۔ اور اگر پھل ظاہر ہو گئے مگر قابل انتفاع نہیں ہوئے۔ یہ بیع جائز ہے۔ مگر مشتری پر فوراً توڑ لینا ضروری ہے۔
۳۔ اور اگر یہ شرط کر لی۔ کہ جب تک پھل درخت پر طیار نہیں ہوں گے درخت پر رہیں گے تو یہ بیع فاسد ہے۔

۴) اور اگر بشرط خریدے گم بائع نے بعد میں بیع کی اجازت سے دی کہ تیار ہونے تک درخت پر رہنے دو تو بیع جائز ہے۔
 کچی کھیتی کے بیع کے احکام | اسی طرح اگر کھیتی جس میں غلہ ابھی تیار نہیں ہوا ہے اسکی بیع کی تین صورتیں ہیں۔ اول ابھی کاٹے گا دوم اپنے جالندوں سے چرا لے گا۔ سوم یہ کہ اس شرط پر بیع ہوئی کہ مشتری اسے تیار ہونے تک کھیتی میں چھوڑے سکے گا۔ پہلی دو صورتوں میں بیع جائز ہے اور تیسری صورت میں چونکہ مشتری کا نفع ہے۔ بیع فاسد ہے۔

بیع باطل اور بیع فاسد کی تعریف اور اسکے احکام | ۱) جس صورت میں بیع کا کوئی رکن مفقود ہو۔ یا وہ چیز بیع کے قابل ہی نہ ہو وہ بیع باطل ہے۔ لہذا ایجاب پہلی کی مثال یہ ہے کہ مجنون یا لایالعقل بچہ نے ایجاب و قبول کیا کہ ان کا قول شرعاً معتبر ہی نہیں ہے۔ لہذا ایجاب و قبول جو بیع کا رکن ہے نہ پایا گیا۔ ۲) اور دوسری کی مثال یہ ہے کہ مبیع مردار یا خون یا خمر ہو۔ یہ چیزیں بیع کے قابل ہی نہیں۔ لہذا ایسی صورت میں بیع باطل قرار پاتی ہے۔ ۳) اور اگر رکن بیع اور عمل بیع میں غلطی نہ ہو بشرط مہربانی بیع کی تسلیم پر قدرت نہ ہو۔ یا بیع میں کوئی ایسی شرط خلاف مقتضائے عقد ہو تو بیع فاسد ہے۔ (در مختار) ۴۔ بیع باطل کا حکم یہ ہے کہ یہ سب سے ہوتی نہیں اگر مبیع پر مشتری قبضہ بھی کر لے۔ تو بھی مشتری اسکا مالک نہیں ہوتا اور وہ چیز جس پر مشتری نے قبضہ کیا۔ وہ اسکے ہاتھ میں امانت قرار پاتی ہے۔ اور بیع فاسد کا حکم یہ ہے کہ اگر مشتری نے بائع کی اجازت سے مبیع پر قبضہ کر لیا تو بیع کا مالک ہو گیا۔ مگر یہ ملک ملک غیبت ہے۔ اور اگر بیع فاسد میں مشتری نے بائع کی اجازت کے بغیر قبضہ کیا تو قبضہ ہوا نہ مالک ہوا اور نہ اسکے تصرفات جاری ہوں گے۔ بیع فاسد میں واجب تو یہ تھا کہ بیع کو فسخ کر دیا جاتا لیکن اگر بیع کو فسخ نہ کیا تو گنہگار ہو گا۔ مگر بایں ہمد اگر مشتری نے بائع کی اجازت سے مبیع پر قبضہ کر کے اس میں تصرف کیا۔ مثلاً جانور تھا۔ اسے ذبح کر دیا زمین بھٹی اُسے مہربا یا وقف کر دیا یا دوسرے کے ہاتھ بیچ دیا۔ یا اللہ کے نام پر صدقہ کر دیا۔ غرضیکہ اس چیز (مبیع) کو مشتری نے اپنی ملک سے نکال دیا تو اب بیع فاسد نافذ ہو جائیگی۔ اور اب فسخ نہیں ہو سکتی۔ (در مختار، مالکیری)

فاسد کا۔ اگر وجہ ممانعت نہ نفس عقد میں ہو نہ شرائط صحت میں تو یہ فعل بیع شرعاً مکروہ تحریمی ہے جیسے آذان جمعہ کے شروع سے ختم جھنک کے دوران بیع و شراء کا معاملہ کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ البتہ بیع مبیع پر قبضہ سے قبل بھی مفید ملک ہے یعنی مشتری کے تصرفات بہر حال جائز قرار پائیں گے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قابل انتفاع ہونے سے پہلے پھلوں کو بیچنے سے منع فرمایا تھا۔ آپ کی ممانعت بیچنے والے اور خریدنے والے دونوں کو تھی۔

(بخاری)

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ بَيْعِ الثَّمَارِ حَتَّى يَبْدَأَ وَصَلَحَهَا لَهَايَ السَّائِمِ وَالْمُبْتَاعِ۔

(بخاری)

عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى أَنْ تُبَاعَ ثَمَرَةُ النَّخْلِ حَتَّى تَزْهَوْ قَالَ أَبُو عُبَيْدٍ اللَّهُ بَعْضُي تَحْتَمَرُ - (بخاری)

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ تُبَاعَ الثَّمَرَةُ حَتَّى تُشْفَحَ قَالَ تَحْمَأُ وَتُصْفَأُ وَيُؤْكَلُ مِنْهَا - (بخاری)

بَابُ بَيْعِ النَّخْلِ قَبْلَ أَنْ يَبْدُوَ صَلَاحُهَا

باب کھجور کے باغ قابل انتفاع ہونے سے قبل بیچنا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قابل انتفاع ہونے پہلے پھلوں کو بیچنے سے منع فرمایا تھا۔ اور کھجور کے باغ ”زہو“ سے پہلے بیچنے سے منع فرمایا تھا۔ آپ سے پوچھا گیا کہ جو کسے کہتے ہیں۔ تو آپ نے جواب دیا کہ مالک بسرخی یا مالک بزدی ہونے کو کہتے ہیں۔

حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ نَهَى عَنْ بَيْعِ الثَّمَرَةِ حَتَّى يَبْدُوَ صَلَاحُهَا وَعَنِ النَّخْلِ حَتَّى يَزْهَوْ قِيلَ دَمَا يَزْهَوْ قَالَ يَحْمَأُ أَوْ يَصْفَأُ - (بخاری)

فوائد ومسائل

ان تھام احادیث میں حضور علیہ السلام نے پھلوں کو قابل انتفاع ہونے سے قبل بیع کرنے سے بطور مشورہ منع فرمایا ہے۔ (۲) امام نووی فرماتے ہیں کہ پھلوں کو قابل انتفاع ہونے سے قبل اس شرط پر بیع کہ اُسے کاٹ لیا۔ تو یہ بیع بالاجماع درست ہے۔ (۳) اور اگر پھل کو درخت پر باقی رکھنے کی شرط لگائی۔ تو یہ بیع بالاجماع فاسد ہے کیونکہ لبا اوقات پھل پکے سے قبل آدھی یا کسی آفت سے تلف ہو جاتے ہیں اور اگر قطع کی شرط کر لی تو یہ ضرر باقی نہ رہا۔ دوم، مسدود امام اعظم علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ اگر درست پر پھل ظاہر ہو گئے اور اس کی بیع کی تو یہ جائز ہے۔ اور امام اوزاعی اور ایک روایت کے بموجب امام مالک کا بھی یہی مسلک ہے اور ایک قول کے مطابق امام احمد بھی یہی فرماتے ہیں اور دلیل ان کی حدیث

عبداللہ بن عمرؓ ہے جس میں حضور علیہ السلام نے فرمایا من باع مغلًا قد ابوت فثمرتها للبائع إلا ان يشترط المبتاع۔ وجہ استدلال یہ ہے حضور نے اس حدیث میں بھلوں کو بائع کے لئے قرار دیا۔ مگر شرط کی صورت میں بھلوں کو مشتری کیلئے قرار دیا۔ تو مشتری اس بھل کا خریدار ہوا جو ابھی قابل انتفاع نہیں تھے۔ پس بھلوں کے قابل انتفاع ہونے سے قبل ان کی بیع کا جواز واضح ہوا۔

بَابُ إِذَا بَاعَ الشَّارِقُ قَبْلَ أَنْ يَبْدُوَ صَلاَحُهَا ثُمَّ أَصَابَتْهُ عَاهَةٌ فَهُوَ مِنَ الْبَائِعِ بَابُ الْكَرْسَى نَظَرٌ فِي الْقَابِلِ لِمَنْ تَقَاعَدَ عَنْهُ أَوَّلًا أَوْ بَعْدَ أَنْ يَبْدُوَ صَلاَحُهَا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھلوں کو زہر سے پہلے بیچنے سے منع کیا تھا۔ ان سے پوچھا گیا کہ زہر کسے کہتے ہیں تو جواب دیا کہ سُرخ ہونے کو پھر حضور نے فرمایا کہ تہی بناؤ کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے بھلوں پر کوئی آفت آجائے تو تم اپنے بھائی کا مال اس شخص سے چھین کے بدلے لو گے؛ لیث نے کہا کہ مجھ سے یونس نے حدیث بیان کی ان سے ابن شہاب نے کہ ایک شخص نے اگر قابل انتفاع ہونے سے پہلے ہی بھل خریدے پھر ان پر کوئی آفت آگئی تو جتنا نقصان ہوا ہے وہ مالک یعنی بائع کا قرار پائیگا۔ (بخاری)

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ بَيْعِ الشَّارِقِ حَتَّى يُقْبَلَ لَهُ مَا لَمْ يَحِثْ قَالَ حَتَّى تَحْمَلَ فَقَالَ أَرَأَيْتَ إِذَا مَنَعَ اللَّهُ الثَّمَرَةَ بِمَا يَأْخُذُ أَحَدُكُمْ مَا لَ أَخِيهِ قَالَ اللَّيْثُ حَدَّثَنِي يُونُسُ عَنْ ابْنِ شَهَابٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ كَرَسَ أَنْ سَجَلًا إِنْبَاعًا ثُمَّ أَقْبَلَ أَنْ يَبْدُوَ صَلاَحُهَا ثُمَّ أَصَابَ عَاهَةً كَانَ مَا أَصَابَهُ عَلَى سَابِقِهِ۔

(بخاری)

فوائد ومسائل | اس حدیث سے جمہور سلف۔ ثوری۔ سینا امام اعظم ابو حنیفہ ابو یوسف و محمد و امام شافعی فی المجہد ابو جعفر طبری نے یہ استدلال کیا کہ اگر کسی نے بھلوں کے قابل استعمال ہونے سے قبل انہیں فروخت کر دیا اور آفت سادی کی وجہ سے بھلوں کو نقصان پہنچا تو اگر مشتری نے قبضہ کر لیا ہے تو

لفضان مشتری کا قرار بائیکا۔ اور اگر مشتری نے قبضہ نہیں کیا ہے تو نقصان بائع کا قرار پائے گا۔ قبضہ کی صورت یہ ہے کہ بائع مشتری کیلئے ایسی صورت پیدا کر دے کہ مشتری درختوں سے پھلوں کو توڑ سکے۔

بَابُ شُرَاءِ الطَّعَامِ إِلَى أَجَلٍ

باب ایک مدت معین کیلئے غلہ قرض لینا

عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اشْتَرَى طَعَامًا مِنْ يَهُودٍ إِلَى أَجَلٍ فَرَهْنَهُ وَدَعَاهُ۔ (بخاری)

رضی اللہ عنہا نے حدیث بیان کی تھی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے متعین مدت کے قرض پر ایک یہودی سے غلہ خریدا تھا۔ اور اپنی زرہ اس کے یہاں گرو دی رکھی تھی۔

فوائد ومسائل (۱۱) اس حدیث کو امام بخاری نے بیوع، استقراض، بھاؤ، شرکت، ہمسلم کے ابواب میں گیارہ بار ذکر کیا ہے۔ مسلم و نسائی نے بیوع میں اور ابن ماجہ نے احکام میں ذکر کیا ہے۔ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جس یہودی کے پاس اپنی زرہ رہن رکھ کر جو قرض لئے تھے اس کا نام ابوالثعم تھا۔ حضور علیہ السلام نے باوجود صحابہ جیسے جان نثاروں کی موجودگی کے یہودی سے قرض صرف اس لئے لیا تاکہ امت کو یہ معلوم ہو جائے کہ اگر ضرورت کے وقت غیر مسلم سے بھی یہ معاملہ کیا جائے تو اس میں شرعاً حرج نہیں ہے۔ (۲) یہ حدیث امام بخاری نے باب شراء النبي صلى الله عليه وسلم بالنسيئة میں بھی ذکر کی ہے۔ دیکھئے صفحہ (۳) رہن کا جواز قرآن مجید اور سنت نبوی سے ثابت ہے۔ بلکہ اس کے جواز پر اجماع بھی ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے فَرَهْنَهُ مَقْبُوضَةً۔ اور سنت نبوی سے بھی رہن کا جواز واضح ہے۔ (۴) لغت میں رہن کے معنی رکھنے ہیں۔ اور اصطلاح شرع میں دوسرے کے مال کو اپنے حق کیلئے اس لئے روکنا کہ اس کے ذریعہ سے اپنے حق کا مل یا جز وصول کرنا ممکن ہو مثلاً زید نے بکر سے قرض لیا اور زید نے اپنی کوئی چیز بکر کے پاس رہن رکھ دی کہ اس کے ذریعہ بکر اپنے قرض کی وصولی کر سکے۔ اردو زبان میں رہن کو گرو دی رکھنا کہتے ہیں۔ چیز کے رکھنے والے کو راہن جس کے پاس وہ چیز رکھی گئی اسے مرہن اور جو چیز رہن رکھی گئی اسے مرہون کہتے ہیں۔ مرہون چیز سے جیسے مرہن کو فائدہ اٹھانا جائز نہیں ہے ایسے ہی راہن کو بھی جائز نہیں ہے۔ فی زمانہ رہن کی صورت یہ ہی ہوتی ہے کہ مرہن، شئی مرہونہ یا مکان میں رہائش یا کھیتی باڑی کر کے فائدہ اٹھاتا ہے۔ یہ ناجائز ہے۔

بَابُ إِذَا ارَادَ بَيْعَ تَبَرُّتٍ خَيْرٍ مِنْهُ

باب اگر کوئی کھجور اس سے چھپی کھجور کے لئے میں بیچنا چاہے

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَعْمَلَ سَجَلًا عَلَى خَيْبَرٍ فَبَاءَهُ بِتَبَرُّتٍ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكُلْتُ تَبَرُّتٍ خَيْرٌ هَكَذَا قَالَ لَا وَاللَّهِ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّا لَنَأْخُذُ الصَّاعَ مِنْ هَذَا يَا الصَّاعَيْنِ وَالصَّاعَيْنِ بِالثَّلَاثَةِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَفْعَلْ بِعِ الْجَمْعِ بِاللَّذَاهِجِ ثُمَّ اتَّبَعَ بِاللَّذَاهِجِ بَيْنِيَابَ

(بخاری)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو خیر میں عامل بنایا۔ وہ صاحب عمدہ قسم کی کھجوریں لائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ کیا خیر کی تمام کھجوریں اسی قسم کی تھیں۔ انھوں نے جواب دیا کہ نہیں بخدا یا رسول اللہ! ہم تو اسی طرح کی ایک صاع کھجور دو صاع دے کر لیتے ہیں اور دو صاع تین صاع کے بدلہ میں لیتے ہیں۔ آنحضرت نے فرمایا کہ ایسا نہ کیا کرو۔ البتہ کھجور کو درہم کے بدلہ میں بیچ کر ان درہم سے اچھی قسم کی کھجور خرید سکتے ہو۔

فوائد ومسائل

۱) اس حدیث کو امام بخاری نے وکالت، معارضی، اعتمام میں امام مسلم و نسائی نے بیوع میں ذکر کیا ہے۔ (۲) جہاں جنس و قدر دونوں موجود ہوں تو کسی بیشی اور ادھار و سوا حرام ہے۔ اسلئے نبی کریم علیہ السلام نے ان کو دو صاع کھجور کے عوض ایک صاع عمدہ کھجور خریدنے سے منع فرمایا۔ اور پھر انھیں حجاز کی صورت یہ تسلیم فرمائی کہ اگر عمدہ کھجور مطلوب ہوں تو یوں نہ کرو کہ دو صاع عام قسم کی کھجور کے عوض ایک صاع عمدہ قسم کی کھجور خریدو۔ کیونکہ یہ تو سووھے حجاز کی صورت یہ ہے کہ ان عام قسم کی کھجوروں کو درہم و دینار کے عوض فروخت کرو۔ اور پھر ان درہم و دینار سے عمدہ قسم کی کھجور خرید لو۔ (۳) اس حدیث سے یہ بھی واضح ہوا کہ قرآن و حدیث کے اصولوں کی روشنی میں ایسے طریقے وضع کرنا جائز ہیں عمل کرنے سے نفع بھی خاطر خواہ ہو اور سود سے بھی بچاؤ ہو جائز ہے۔ مثلاً دس روپے قرض لئے اور اس پر پانچ روپے سود بٹھا۔ کل پندرہ روپے ادائیگی منظور کی تو یہ خالص سود ہے کہہ کر قرض پر نفع لینا سود ہی ہے اگر دس روپے کا لڑٹ پندرہ روپے کے عوض فروخت کیا تو یہ جائز ہے جیسے کہ ایک روپے کے نوٹ کو پانچ روپے کے عوض فروخت کرنا جائز ہے۔

بَابُ مَنْ بَاعَ نَخْلًا قَدْ أُبْرِتْ أَوْ أَرْضًا مَزْرُوعَةً أَوْ بِإِجَارَةٍ

باب جس نے پیوندی کھجور کے درخت فروخت کیے یا فصل لگی ہوئی زمین فروخت کی

یا اجارہ پردی

پھلدار درخت یا فصل والی زمین کے بیع کے احکام | اس عنوان کے مسائل یہ ہیں۔

ہوئے ہیں۔ تو یہ پھل بائع کے ہیں اس طرح چنبیل گلاب جوہی وغیرہ کے درخت فروخت کئے تو پھول بائع کے ہیں۔ البتہ بائع سے کہا جائیگا کہ پھل توڑ لے اور پھول اتار لے کیونکہ درخت اب مشتری کی ملک ہو چکا اور دوسرے کی ملک کو مشغول رکھنے کا بائع کو حق نہیں ہے ۲۶، اگر مشتری نے پھل سمیت درخت خریدے تو اس صورت میں درخت اور پھل دونوں مشتری کے قرار پائیں گے۔ (۳) اسی طرح اگر زمین بیع کی اور اسمہیں فصل ہے تو فصل بائع کی ہے الا یہ کہ مشتری شرط کر لے یعنی زمین مع فصل کے خریدے تو زمین اور فصل دونوں مشتری کی ہیں۔ (۴) زمین بیع کی جیسے زراعت ہے اور بائع یہ چاہتا ہے کہ جب تک زراعت تیار نہ ہو کھیت ہی نہیں رہے۔ تیار ہونے پر کاٹی جائے اور اتنے زمانہ کی اجرت دینے کو تیار ہے تو اگر مشتری راضی ہو جائے تو ایسا بھی کر سکتا ہے مشتری کی رضامندی کے بغیر نہیں کر سکتا۔ (مہارہ۔ فتح القدیر۔ درغمار)

حضرت نافع (ابن عمر کے غلام) نے بیان کیا۔ جو بھی کھجور کا درخت تابیر کے بعد بیجا جائے اور بیچتے وقت پھلوں کا کوئی ذکر نہ ہو، او تو پھل اُسی کے ہوں گے جس نے تابیر کی ہے۔ غلام اور کھیت کا بھی یہی حال ہے۔ نافع نے ان تینوں چیزوں کا نام لیا تھا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر کسی نے کھجور کے لیے درخت بیچے ہوں جن کی تابیر کی جا چکی ہو تو اس کا پھل بیچنے والے ہی کی ملکیت رہتا ہے مگر یہ خریدنے والے نے شرط لگا دی ہو۔

عَنْ نَافِعٍ مَوْلَى ابْنِ عُمَرَ أَنَّ أَكْبَا نَخْلٍ بِيْعَتْ قَدْ أُبْرِتْ لَهُ يُدْكَرُ الثَّمَرُ نَا الْقَبْرَ لَكَ ذِي أُبْرِتْ هَا وَكَذَا لَكَ الْعَبْدُ وَالْحُرُّ سَمَى لَهُ نَافِعٌ هُوَ كَذَلِكَ (الثلث - بخاری)

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ بَاعَ نَخْلًا قَدْ أُبْرِتْ فَتَمَرُّهَا لِلْبَائِعِ إِلَّا أَنْ يَشْتَرِطَ الْمُبْتَاعُ - (بخاری)

فوائد و مسائل | (۲۱) سیاق و سباق میں مفہوم مخالف کو مد نظر رکھتے ہوئے اس حدیث سے یہ استدلال فرماتے

ہیں کہ اگر تاہر کہے ہوئے درخت کو فروخت کیا تو بھیل بائع کے ہوں گے۔ جب کہ مشتری نے پھلوں سمیت خریدنے کی شرط نہ لگائی ہو۔ اگر درخت تاہر شدہ نہ ہو اور اسے فروخت کیا تو ایسی صورت میں بھیل اور درخت دونوں مشتری کے قرار پائیں گے جبکہ بائع نے پھلوں کو مستثنیٰ نہ کیا ہو۔ (۲) انسیدہ امام اعظم ابو حنیفہ اور امام اوزاعی مفہوم مخالفت کا اعتبار نہ کرتے ہوئے حدیث ہذا سے یہ استدلال کرتے ہیں کہ پھل خواہ تاہر شدہ ہوں یا نہ ہوں۔ جب درخت فروخت کیا گیا تو بھیل بائع ہی کے قرار پائیں گے جبکہ مشتری نے درخت کو بھیل سمیت خریدنے کی شرط نہ لگائی ہو۔

بَابُ بَيْعِ الزَّرْعِ بِالطَّعَامِ كَيْلًا

باب کھیتی کو غلہ کے بدلے ناپ کر بیچنا

ابن عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مزاینہ سے منع فرمایا تھا یعنی باغ کے پھلوں کو اگر وہ کھجور ہیں تو ٹی ہوئی کھجور کے بدلے ناپ کر بیچا جائے۔ اور اگر انگور ہیں تو اسے خشک انگور کے بدلے ناپ کر بیچا جائے اور اگر وہ کھیتی ہے تو ناپ کر غلہ کے بدلے بیچا جائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تمام قسموں کی خرید و فروخت سے منع کیا تھا۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمَزَانَةِ أَنْ يَبِيعَ تَمْرًا حَائِطُهُ إِنْ كَانَ نَخْلًا يَتَمَرُ كَيْلًا وَإِنْ كَانَ كَرْمًا أَنْ يَبِيعَهُ بِزَيْنٍ كَيْلًا أَوْ كَانَ زَرْعًا أَنْ يَبِيعَهُ بِكَيْلِ طَعَامٍ مَرَّةً لَكُنْهِ عَنِ ذَلِكَ كَيْلًا -

(بخاری)

اس مضمون کی احادیث جس میں مزاینہ کی ممانعت آئی ہے گذشتہ اورانی میں گزر چکی ہے۔ مزاینہ و محافلہ کی ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ ایک طرف تو ناپ کر غلہ یا انگور سے اور دوسری طرف محفلہ تخمینہ ہے۔ اس طرح اشیاء کے تبادلہ میں ایک فریق کو نقصان کا احتمال بھی ہے اور جھگڑا فساد بھی ہو سکتا ہے اسلئے شارع علیہ السلام نے منع فرمایا تاکہ کسی کو نقصان نہ ہو۔ اور جھگڑے کھڑے نہ ہوں۔

فوائد و مسائل

بَابُ بَيْعِ النَّخْلِ بِأَصْلِهِ

باب کھجور کے درخت کی بیع

ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے بھی کسی کھجور کے درخت

عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَيُّمَا امْرِئٍ أَبْتَدَى نَخْلًا ثُمَّ

يَا أَمْلَهَا فَلِلَّذِي أَبْرَحَ ثَمَرُ الثَّغْلِ إِلَّا
أَنْ يَشْتَرِيَهُ الْمُبْتَاعُ - (بخاری)

کی تابیر کی پھر اس درخت ہی کو بیچ دیا تو پھل اس کا
ہے جس نے تابیر کی یعنی بالغ کا گمہ یہ کہ خریدار نے شرط کی ہو

بَابُ بَيْعِ الْمُخَاضَرَةِ

باب بیع مخاضرہ کے متعلق

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم نے محافلہ، مخاضرہ، ملاسہ،
منابہ اور مزابنہ سے منع فرمایا تھا۔
(بخاری)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے درخت کی کھجور کو زھوس سے پہلے
ٹوٹی ہوئی کھجور کے بدلے بیچنے سے منع کیا تھا۔ ہم نے
پوچھا کہ زہو کیا ہے؟ انھوں نے فرمایا یہ ہے کہ ٹرخ ہو
جائے یا زرد ہو جائے۔ تمہیں بتاؤ کہ اگر اللہ تعالیٰ درخت
پر پھل ہی نہ ہونے دے تو پھر اپنے بھائی کا مال تجھے کیسے
حلال ہوگا۔ (بخاری)

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ
أَنَّهُ قَالَ فَهِيَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ عَنِ الْمُخَاضَرَةِ وَالْمَلَّاسَةِ
وَالْمُزَابَنَةِ - (بخاری)
عَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَهِيَ عَنْ بَيْعِ الشَّعْرِ بِالشَّعْرِ حَتَّى تَزْهُو
نُقْلًا لِأَنَّهُ مَا ذَهَبَ قَالَ تَحْمَرُ وَتَضْفَرُ
أَرَأَيْتَ إِنْ صَنَعَ اللَّهُ الشَّعْرَةَ يَوْسَجِلُ
مَا أَخِيكَ - (بخاری)

قوائد ومسائل | ان احادیث کی تفسیر و ترجمانی سابقہ اوقات میں ہو چکی ہے۔ بیع ملاسہ - محافلہ - منابہ - مزابنہ اور
مخاضرہ منوع ہے۔ (۲) درخت پر لگی ہوئی کھجوروں کو ٹوٹی ہوئی کھجوروں کے عوض بیچنا۔ یا درخت پر لگے ہوئے
انگور کو خشک انگور کشمش کے عوض بیچنا منوع ہے۔ کیونکہ درخت پر لگی ہوئی کھجور یا انگور کے متعلق یہ معلوم نہیں ہوتا کہ ان
کی مقدار کیا ہے؟

بَابُ بَيْعِ الْجُبَارِ وَآكِلِهِ

باب جبار کی بیع اور اس کا کھانا

عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ لُتُّ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَأْكُلُ جُبَارًا انْقَالَ مِنْ

ابن عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا۔ آپ جبار تناول فرما

رہے تھے۔ اسی دوران آپ نے فرمایا کہ درختوں میں ایک درخت مردوموں کی طرح ہے میرے دل میں آیا کہ کہوں کہ یہ کھجور کا درخت ہے لیکن حاضرین میں ہی سب سے چھوٹی عمر کا تھا (اس لئے بڑوں کی مجلس میں بولنا خلاف ادب سمجھ کر خاموش رہا۔ پھر آنحضرت نے فرمایا کہ وہ کھجور کا درخت ہے۔

الشَّجَرُ شَجَرَةٌ كَمَا لِلرَّجُلِ الْكُؤْمَانُ
فَإَرَدْتُ أَنْ أَقُولَ هِيَ الْفَخْلَةُ نِزَاذًا أَنَا
أَخَذْتُهُمْ قَالَ هِيَ الْفَخْلَةُ -
(بخاری)

قوائد و مسائل | حجاز (ج کے پیش اور دم کی تشدید) حجاز کھجور کے درخت کی گوند کو کہتے ہیں مطلب عنوان یہ ہے کہ کھجور کے درخت کے گوند کو کھانا جائز ہے اور جس چیز کا کھانا حلال ہے اسکی خرید و فروخت بھی جائز ہے۔ ۲، حدیث ہذا میں صرت اکل کا ذکر ہے۔ بیع کا ذکر نہیں ہے۔ (۳) امام نے اس حدیث کو کتاب العلم باب طرح الامام علی اصحابہ میں بھی ذکر کیا ہے۔ دیکھئے فیوض الباری (ج ۱ ص ۷۰)۔

**بَابُ مَنْ أَجْرَى أَمْرًا أَهْصَارَ عَلَى مَا تَعَارَفُونَ بَيْنَهُمْ فِي الْبُيُوتِ
وَالْإِجَارَةِ وَالْبَيْكِيَالِ وَالْوِزْنِ وَسُنَنِهِمْ وَهَذَا مِنْهُمْ الْمَشْهُورَةُ**
باب جن کے نزدیک ہر شہر کی خرید و فروخت، اجارہ اور ناپ تول میں اسی شہر کے متعارف طریقوں پر عمل کیا جائیگا اور انکی نیتوں کا فیصلہ میں کئے سم و رواج اور تعامل کے مطابق ہوگا۔ (بخاری)

مطلب عنوان یہ ہے کہ جن اشیاء کے متعلق شارع علیہ السلام نے انکے کیلی یا وزنی ہوئی تصریح نہیں فرمائی۔ ان اشیاء کے متعلق عرف اور رواج کا لحاظ کیا جائیگا۔ اگر اس چیز کو وزن سے فروخت کرے یا رواج ہے تو وہ وزنی قرار پائے گی۔ اور اگر ناپ کی خرید و فروخت کا رواج ہے تو وہ چیز کیلی قرار پائے گی۔ (۲) اس سلسلہ میں یہ امر قابل ذکر ہے کہ جس شہر یا قصبہ یا ضلع کا جو رواج یا عرف ہوگا شریعت اسی کا لحاظ کرے گی۔ اور اس شہر ہی کے رواج کے مطابق فیصلہ ہوگا۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ایک چیز کیلئے ایک شہر میں جو رواج و عرف ہو دوسرے شہر میں وہ نہ ہو۔ مثلاً پنجاب میں سنگترہ گوند سے بنتا ہے اور صوبہ سندھ (کراچی) میں سنگترہ گوند کو تول کر کے بنتا ہے تو پنجاب میں سنگترہ گوند صوبہ سندھ میں وزنی قرار پائیگا۔ ناہم اس مسئلہ پر پوری بحث اسی کتاب کے ص ۱۹ پر ہو چکی ہے ملاحظہ فرمائیں۔

وَقَالَ شُرَيْحُ لِّلْعَزَّازِیْنَ سُنْتُكُمْ بَنِيكُمْ
سَاحِقًا۔ (بخاری)

اور شریح نے سوت کا تنے والوں سے کہا تمہارے رسم و
رواج کے مطابق ہی فیصلہ کیا جائیگا۔

فائدہ :- بخاری کے بعض نسخوں میں سباحا کا لفظ ہے مگر چونکہ اس موقع پر اس کا کوئی معنی درست قرار نہیں
پاتا۔ اس لیے کتابت یا نقل کی غلطی معلوم ہوتی ہے۔

عبدالوہاب نے بواسطہ ایوب و محمد بیان کیا دس کی چیز
کا گیارہ کے عوض بیچنے میں - ربح نہیں اور جو اس پر
خرچ آیا ہے۔ اسکی عوض اس سے لے لے۔

قَالَ عَبْدُ الْوَهَّابِ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ مُحَمَّدٍ
لَا بَأْسَ بِالْعَشْرَةِ بِأَحَدٍ عَشَرَ وَيَأْخُذُ
بِثَقَّةٍ رِبْحًا۔ (بخاری)

۱۱، محمد سے مراد حضرت محمد ابن سیرین ہیں یہ مطلب تلیق یہ ہے۔ بیع و شرا میں عام رواج یہی ہے
کہ ایک روپیہ کی چیز دو روپیہ یا ڈیڑھ روپیہ میں فروخت کرتے ہیں یہ جائز ہے۔ بیع و شرا میں جس
قیمت پر بھی سودا ہو جائے شرعاً درست ہے۔ (۲) یا خذ للثقة سباحا کا یہ مطلب لیا جاتا ہے کہ مالی تجارت
پر جو خرچہ وغیرہ ہوتا ہے وہ منافع میں شمار ہوگا۔ اس المال میں نہیں

لیکن مذکورہ بالا جملہ کا یہ معنی کرنا کہاں تک درست ہے؟ بہر حال مجھے اس کا مطلب یہ سمجھ میں آتا ہے۔ بعض
اوقات ایسا ہوتا ہے کہ جب خرید و فروخت کی بات چلتی ہے تو بائع یہ کہتا ہے۔ یہ سائیکل میں نے ہزار روپے میں خریدی
ہے۔ اس پر میں ایک سو روپیہ نقد لوں گا اور پچاس روپے بارمباری کا خرچ آیا ہے وہ علیحدہ لوں گا۔
تو یہ کل گیارہ ٹکڑے بنتے ہیں۔ اور بعض اوقات بائع اپنی اصل خرید اس پر نقد اور خرچ وغیرہ نہیں بتاتا تو ایسی
صورت میں اسے یہ نہیں کہنا چاہیے کہ یہ سائیکل میں نے گیارہ سو پچاس روپے خریدی ہے کیونکہ یہ جھوٹ ہے
بلکہ یہ کہے مجھے یہ سائیکل گیارہ سو پچاس روپیہ میں خریدی ہے۔

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِهِنْدٍ
خُذِي مَا يَكْفِيكَ وَكَذَلِكَ بِالْمَعْرُوفِ۔
(بخاری)

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہند سے فرمایا معروف کے
مطابق اتار لے جتنا تجھے اور تیرے بال بچوں کو کافی
ہو۔ (بخاری)

اس حدیث کا مطلب معنی آئندہ صفحات میں بیان ہوگا۔
وَقَالَ تَعَالَى وَ مَنْ كَانَ فَقِيرًا فَلْيَأْكُلْ
بِالْمَعْرُوفِ۔ (بخاری)

مطلب آیت یہ ہے کہ جو شخص یتیم کا متولی ہو اس کے لئے کام کرے اگر وہ غریب ہے تو عرف رواج کے
مطابق حق الخدمت لے سکتا ہے تفصیل آئندہ صفحات میں ملاحظہ کریں۔

وَأَكْثَرُ عَمَلِ الْحَسَنِ مِنْ عَبْدِ اللَّهِ ابْنِ مَرْوَانَ
جَمَارًا فَقَالَ بَكَوْ قَالَ يَا الْقَيْنِ فَرَكِيهِ ثُمَّ
اور حسن رحمۃ اللہ علیہ نے عبداللہ بن مروان سے گرجا
کرائے پر لیا تو ان سے اس کا کرایہ پوچھا انھوں نے

جَاءَ مَدَّةٌ أَخَذَى فَقَالَ الْجَمَارُ الْجَبَادُ
فَرَكِبَهُ وَلَوْ يُقَارِطُهُ فَبَعَثَ إِلَيْهِ
بِنُصْفِ دَرَاهِمٍ - (بخاری)

فوائد و مسائل

کہا کہ دو دانق - اس کے بعد وہ گدھے پر سوار ہوئے۔
پھر دوسری مرتبہ تشریف لائے اور کہا کہ گدھا چاہیے مجھے۔
اس مرتبہ آپ اس پر گدھا لے کر گئے بغیر سوار ہو گئے اور ان
کے پاس آدھا درہم بھیج دیا۔

یہ مسئلہ بھی عرف و رواج پر مبنی ہے یعنی عرف و رواج کے مطابق فیصلہ کرنا اور اس پر عمل کرنا۔
ابتداء ہی سے جاری ہے۔ عوام ابن بطال لکھتے ہیں کہ یہی وجہ ہے کہ فقہائے کرام کے ہاں عرف اور رواج معمولی
ہے اور شرعاً اسکا مرتبہ شرط لازم کا سا ہے اور اسکا ثبوت احادیث سے واضح ہے (۲۰) حضرت حسن سے
حسن بصری علیہ الرحمہ راوی ہیں۔ انکے ارشاد کا مطلب یہ ہے۔ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ کسی چیز کی قیمت یا گرامی مشہور
و متعین ہوتا ہے یہ بھی عرف و رواج ہے مثلاً ایک دفعہ دہلی دروازہ سے بھاٹی دروازہ کا کرپٹا ناگہ والے نے مثلاً
پانچ روپیہ لیا تو دوسری دفعہ کرپٹا بٹھرانے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ عادت رواج اور عرف یہی ہے۔ دوسری دفعہ
بغیر کرپٹا مقرر کر کے ناگہ کرپٹا پر لیتے ہیں اور پہلی مرتبہ جو طے ہوا تھا وہی دوسری بار بھی دے دیتے ہیں۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو البرطیہ نے چھینا لگایا تو
آنحضرت نے انھیں ایک صاع کھجور دینے کا حکم دیا۔
اور ان کے مولیٰ سے فرمایا کہ ان کے وظیفہ میں کمی
کر دو۔ (بخاری)

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ حَبَّحَهُ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبُو ظَبْيَةَ أَمَرَ
لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
بِصَاعٍ مِّنْ تَمْرٍ أَمَرَ أَهْلَهُ أَنْ يَخْفَضُوا
عَنْهُ مِنْ حَرَاجِهِ - (بخاری)

فائدہ کا :- یہ حدیث کتاب البیوع باب ذکر الحجام

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ معاویہ
کی والدہ ہندہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا
کہ ابو سفیان خلیل آدمی میں تو کیا اگر میں ان کے مال میں
سے چھپا کر کچھ لے لیا کر دس تو کوئی حرج ہے؟ آنحضرت
نے فرمایا کہ تم اپنے لئے ادا اپنے بیٹوں کے لئے معروف
کے ساتھ اتنا لے سکتی ہو جو تم لوگوں کے لئے کافی ہو جائے کہ

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ هَذَا أَمْرٌ مُّعَاوِيَةَ
لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ
أَبَا سَفْيَانَ رَجُلٌ شَحِيحٌ فَهَلْ عَلَى
مُحَسَّنٍ أَنْ اخْتَدَ مِنْ مَالِهِ مِيزًا قَالَ
خُذْ نَحْنُ أَنْتِ مَا يَكْفِيكَ بِالْمَعْرُوفِ - (بخاری)

فوائد و مسائل

مسئلہ یہ ہے کہ خاندان پر جوئی ادا اپنے نابالغ بچوں کا نان و نفقہ واجب ہے۔ ہندہ نے آنحضرت پر
عرض کیا تھا کہ ابو سفیان خلیل آدمی میں تو اگر میں پر شیدہ طور پر ان کے مال سے کچھ لے لوں تو
گناہ تو نہیں حضور علیہ السلام نے فتویٰ دیا کہ (معروف) رواج کے مطابق تیرا اور تیرے بچوں کا جو خرچ ہوتا ہے اگر
تو اپنے خاندان کو اطلاع دے بغیر لے لو گناہ نہیں۔

خاوند پر بیوی کا نان نفقہ واجب ہے | اس حدیث سے واضح ہوا کہ خاوند پر اپنی بیوی اور نابالغ بچوں کا نان نفقہ واجب ہے۔ یہ بھی واضح ہوا کہ اگر کسی شخص پر دس روپے قرض ہے وہ دیتا نہیں۔ یا فرض کیجئے موٹر عاریتاً دی اور اب وہ واپس نہیں کرتا تو اپنے قرض کی رقم یا وہ چیز (یعنی موٹر) قابض کی بغیر اجازت لے لینا جائز ہے، لیکن شرط یہ ہے۔ اپنے حق کی مجلس لے سکتا ہے اور بغیر جنس اس کی اجازت یا قاضی کی ڈگری دینے پر لے سکے گا مثلاً کسی کو آپ نے گھوڑا سواری کے لئے عاریتاً دیا۔ اب وہ گھوڑا واپس نہیں کرتا۔ تو آپ کو یہ جائز ہے کہ آپ کا جو حق ہے بجنسہ اسے اس کی اجازت کے بغیر لے لیں مگر گھوڑے کی جگہ اس کی کوئی اور چیز مثلاً سائیکل اس کی اجازت کے بغیر نہیں لے سکتے۔ ۲۔ اس حدیث سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ قضاء علی الغائب جائز ہے۔ یعنی قاضی مدعا علیہ کی عدم موجودگی میں بھی فیصلہ سنا سکتا ہے۔ مگر یہ استدلال درست نہیں اس لئے کہ ہندہ نے مسئلہ دریافت کیا تھا اور حضور نے جواب دیا تو یہ فتویٰ تھا قضاء نہیں۔

حشام بن عروہ اپنے باپ سے اور وہ کہتے ہیں میں نے جناب عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا کہ جو شخص مالدار ہو اُسے اپنے کو بچانا چاہیے اور جو فقیر ہو وہ معروف کے ساتھ اس میں سے کھا سکتا ہے۔ یہ یتیم کے ان ہر پوتوں کے متعلق نازل ہوئی تھی جو ان کے مال کی نگہبانی اور دیکھ بھال کرتے ہوں اگر وہ فقیر ہیں تو نیک نیتی کے ساتھ اس میں سے اپنی گذر بسر کیلئے لے سکتے ہیں۔

عَنْ عَائِشَةَ تَقُولُ وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَغْفِرْ وَمَنْ كَانَ فَقِيرًا فَلْيَأْكُلْ بِالْمَعْرُوفِ أُنْزِلَتْ فِي ذَٰلِكَ الْيَتِيمِ الَّذِي يَفْقَهُ عَلَيْهِ وَيُصْلِحُ فِي مَالِهِ إِنْ كَانَ فَقِيرًا يَأْكُلُ مِنْهُ بِالْمَعْرُوفِ (بخاری)

فوائد ومسائل | یہ سورۃ نساء کی آیت نمبر ۶ ہے جس میں اموال یتیمائی کے احکام کا بیان ہے حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ یہ آیت ان لوگوں کے حق میں نازل ہوئی ۶ یتیموں کے سرپرست اور ان کے کاموں کے متولی قرار پاتے ہیں۔ انھیں یہ حکم دیا گیا ہے کہ اگر وہ غنی ہوں تو معاوضہ خدمت نہ لیں اور اگر فقیر ہوں تو معروف کے ساتھ حق الخدمت لے سکتے ہیں یعنی اتنی جتنی معروف و رواج کے مطابق حق الخدمت بنتا ہو۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ جو شخص کسی یتیم بچے کی تربیت اور اس کے مال کی حفاظت یا اسکے کاروبار میں اپنا وقت اور محنت خرچ کرتا ہے تو کیا اس کو یتیم کے مال میں سے اپنا حق الخدمت لینا جائز ہے؟ قرآن مجید میں فرمایا گیا مَنِ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَغْفِرْ مَا جَاءَتْ مِنْهُ بِمَنْزِلَةِ نَذْرٍ لِّغَيْرِهِ لِيُذَكِّرَ لِمَنْ يَخْلُفُ مِنْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ اس کے بعد فرمایا مَنْ كَانَ فَقِيرًا فَلْيَأْكُلْ مِنْهُ بِالْمَعْرُوفِ اس کا معنی یہ ہے کہ یتیم کے مال میں سے اس کے حقوق کی حفاظت اس کے ذمہ فرض ہے اس کا معاوضہ لینا اُسے جائز نہیں۔ اس کے بعد فرمایا مَنْ كَانَ فَقِيرًا فَلْيَأْكُلْ مِنْهُ بِالْمَعْرُوفِ اس کا معنی یہ ہے کہ یتیم کے مال میں سے اس کے حقوق کی حفاظت اس کے ذمہ فرض ہے اس کا معاوضہ لینا اُسے جائز نہیں۔ اس کے بعد فرمایا مَنْ كَانَ فَقِيرًا فَلْيَأْكُلْ مِنْهُ بِالْمَعْرُوفِ اس کا معنی یہ ہے کہ یتیم کے مال میں سے اس کے حقوق کی حفاظت اس کے ذمہ فرض ہے اس کا معاوضہ لینا اُسے جائز نہیں۔

جن امور کو وہ انجام دے رہا ہے عام طور پر عرف و رواج کے مطابق جو حق الخدمت بقا ہے وہ لے سکتا ہے یہ نہیں کہ کسی کام کا معاوضہ عام طور پر فرض کیجئے دس روپے دیے اور بیس روپے وصول کرے ایسا کرنا ظلم، گناہ اور حرام ہے۔ واضح ہو کہ یتیم کے کاروبار کے چلانے کے اخراجات مثلاً کارخانہ یا دوکان ہے اس کے ملازمین کی تنخواہیں، مال لانے اور لیجانے کے اخراجات وغیرہ اس سے مستثنیٰ ہیں۔ یہ تو بہر حال یتیم کے مال سے ہی ادا ہوں گے۔ آیت بالا میں اسکی مخالفت نہیں ہے آیت کا مقاد صرف اس قدر ہے کہ جو شخص کسی یتیم کے کاروبار، جائیداد کارخانہ، دوکان کی نگرانی کرے اسکے کاروبار کو ترقی دینے کے لئے لائے عمل مرتب کرے تو وہ اگر غنی ہے مالدار دوسرے ذرائع سے خود کفیل ہے تو ایسے شخص کو اپنی اس کارگزاری کا معاوضہ یا حق الخدمت نہیں لینا چاہیے۔

یتیم کے مال میں بے جا تصرف کرنا اور اسکا مال ظلماً کھانا حرام اور سخت و شدید گناہ ہے
اس سلسلہ میں یہ امر قابل ذکر ہے قرآن مجید میں یتیم کے مال کو ناحق کھانے والوں اور بے جا تصرف کرنے والوں کیلئے سخت و شدید وعید آئی ہے ارشاد باری ہے۔ اِنَّمَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ نَارًا۔ یتیم کا مال ناحق کھانے والے اپنے پیٹوں میں آگ بھر رہے ہیں۔ دَسِیْضُلُوْنَ سَعِیْطُوْنَ اور عقرب وہ آگ ہیں داخل ہوں گے۔ (سورہ نساء آیت ۱۰)۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک قوم قیامت کے روز اس طرح اٹھائی جائے گی کہ ان کے منہ آگ سے بھر چکے ہوں گے۔ صحابہ کرام نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیون لوگ۔ ہوں گے؟ آپ نے فرمایا۔ تم نے قرآن میں یہ آیت نہیں پڑھی؟ اَلَّذِیْنَ یَأْكُلُونَ اَمْوَالَ الْیَتٰمٰی ظُلْمًا۔ خیال رہے کہ جب کوئی شخص وفات پا جاتا ہے تو اس کے ہر قسم کے مال اور ہر چھوٹی بڑی چیز کے ساتھ ہر وارث کا حق متعلق ہو جاتا ہے اور ہر وہ شخص جو ان بچوں کے باپ کی وفات کے بعد قباض ہوتا ہے خواہ ان بچوں کا چچا ہو یا ثا بھائی، والدہ ہو یا اور کوئی وصی سب کیلئے لازم و واجب ہے کہ یتیم کے مال میں ناحق تصرف نہ کرے میت کے مال کو جس قدر ممکن ہو اس کے ورثاء میں تقسیم کرنے کی کوشش کرے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس معاملہ میں شدید احتیاط کی ہدایت دی ہے۔ آپ کا ارشاد ہے۔ اَحْزَبُ مَا لَیْسَ اِلَّا الطَّعِیْفِیْنِ الْجِرَافُۃُ | یعنی تم کو خاص طور پر دو ضعیفوں کے مال سے ڈالیتیم۔ (ابن کثیر جلد اول ص ۴۵۶) | بچنے کی تلقین کرتا ہوں۔ ایک عورت اور دوسرا یتیم۔

بَابُ بَيْعِ الشَّرِیْکِ مِنْ شَرِیْکِهِ

باب کسی چیز میں جو افراد شریک میں انکا اپنے شریک سے خرید و فروخت کا معاملہ کرنا

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شفعہ کا حق اس مال میں قرار دیا تھا جو تقسیم نہ ہوا ہو لیکن جب اس کی حد بندی ہو جائے اور راستے میں مختلف ہو جائیں تو شفعہ کا حق باقی نہیں رہتا یعنی میرٹے شرکت شفعہ کا حق نہیں رہیگا۔

عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ جَعَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الشُّفْعَةَ فِي كُلِّ مَالٍ لَمْ يُقْسَمْ فَإِذَا وَقَعَتِ الْحُدُودُ وَصُرِفَتِ الطُّرُقُ فَلَا شُفْعَةَ (بخاری)

بَابُ بَيْعِ الْأَرْضِ وَالْأُورْدِ وَالْعُرُوضِ مُشَاعًا غَيْرَ مَقْسُومٍ

باب مشترک زمین مکانات اور سامان کا بیچنا جو ابھی تقسیم نہیں ہوا

جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے ہر مال میں شفعہ کا حق دیا تھا جو تقسیم نہ ہوا ہو لیکن جب اس کی حد بندی ہو جائیں اور راستہ بھی بدل جائے۔ تو اب شفعہ کا حق نہیں رہتا۔ ہم سے مسدد نے اور ان سے عبد الواحد نے اسی طرح حدیث بیان کی اور کہا کہ اس چیز میں جو تقسیم نہ ہوئی ہو۔ اس کی متابعت مشاہیر نے معمر کے واسطے سے کی ہے اور عبد الرزاق نے بیان کیا کہ ”ہر مال میں“ اس کی روایت عبد الرحمن اسحاق نے زہری کے واسطے سے کی ہے۔

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ قَالَ قُضِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالشُّفْعَةِ فِي كُلِّ مَالٍ لَمْ يُقْسَمْ فَإِذَا وَقَعَتِ الْحُدُودُ وَصُرِفَتِ الطُّرُقُ فَلَا شُفْعَةَ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَالِيدِ بِهِذَا وَقَالَ فِي كُلِّ مَالٍ لَمْ يُقْسَمْ تَابِعَهُ هِشَامٌ عَنْ مَعْمَرٍ قَالَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ فِي كُلِّ مَالٍ ذَرَأَاهُ عَبْدُ الدَّرَحْمَنِ ابْنُ إِسْحَاقَ عَنِ الزُّهْرِيِّ (بخاری)

اس حدیث کو امام بخاری نے شرکت شفعہ ترک العیل میں بھی ذکر کیا ہے اور ابو داؤد بیوع، ترمذی نے احکام میں اور ابن ماجہ نے بھی احکام میں ذکر کیا ہے۔

قوائد و مسائل

(۲) شفعہ کے مسائل آئندہ صفحات میں مفصل طور پر بیان ہوئے انشاء اللہ العزیز حدیث نذاکا مطلب یہ ہے کہ زمین یا مکان میں شرکت ہو تو شریک کیلئے شفعہ کا حق ہے لیکن جب اسکے حدود اور راستے علیحدہ علیحدہ ہوں تو اب میرٹے شرکت شفعہ نہیں رہیگا شرکت کیوجہ سے حق شفعہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ کسی غیر شخص کا حصہ اور میں وغیرہ جو نا فتنہ و فساد اور تکلیف کا باعث ہو سکتا ہے لہذا جو شریک اپنا حصہ فروخت کرنا چاہتا ہے تو سب

پہلے رکھے۔ شریک کا حق یہ ہے وہ اس کو خریدے جتنو علیہ السلام کا ارشاد ہے شریک زیادہ حقدار ہے خلیط سے اور خلیط زیادہ حقدار ہے جار ملاصق سے۔ (داری)

بَابُ إِذَا اشْتَرَى شَيْئًا لِّلْغَيْرِ بِغَيْرِ إِذْنِهِ فَرَضَى

باب کسی نے کوئی چیز دوسرے کے لئے اسکی اجازت کے بغیر خریدی اور پھر وہ اس پر راضی ہو گیا

امام بخاری علیہ الرحمہ نے اس عنوان کے ماتحت ایک طویل حدیث درج کی ہے عنوان کا مطلب یہ ہے اگر کسی نے کوئی چیز کسی دوسرے کیلئے اس کی اجازت کے بغیر خریدی اور پھر وہ راضی ہو گیا تو اسکا یہ عمل شرعاً درست قرار پائے گا۔ ۲۶، اس عنوان کے ماتحت امام نے جو حدیث درج کی ہے عنوان کے مناسب سختی اشترویت منہ بقراً کے الفاظ ہیں۔ یعنی ایک شخص نے مزدور کی رقم سے اس کی بغیر اجازت کے مال مولشی خریدے پھر جب وہ مزدور آیا اور آجرنے اس کو سارا قصہ سنایا تو وہ مزدور اس خرید و فروخت سے راضی ہو گیا۔ اور اپنا مال لے لیا۔ جیسا کہ حدیث زیر عنوان میں مفصل طور پر واقعہ بیان ہوا ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ شخص کہیں جا رہے تھے کہ بارش ہونے لگی۔ اور انہوں نے ایک پہاڑ کے غار میں پناہ لی۔ اتفاق سے ایک چٹان ٹڑھکی۔ ایک نے دوسرے سے کہا کہ اپنے سب سے اچھے عمل کا جو تم نے کبھی کیا ہو واسطہ دے کہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرو۔ اس پر ان میں سے ایک نے یہ دعا کی کہ اے اللہ میرے ماں باپ بہت ہی بوڑھے تھے میں باہر لے جا کر اپنے مولشی چراتا تھا۔ پھر جب والپس ہوتا تو ان کا دودھ دوتھا اور بہتین میں اپنے والدین کو پیش کرتا۔ جب میرے والدین پی چکے تو پھر بچوں کو گھر والوں کو اور اپنے بیوی کو بلاتا۔ اتفاق سے ایک رات دیر ہو گئی اور جب میں گھر والپس ہوا تو میرے والدین سو چکے تھے میں نے انھیں جگانا مناسب نہ سمجھا

عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَرَجَ ثَلَاثَةٌ يَتَسَوَّنُ فَأَصَابَهُمُ الْمَطَرُ فَدَخَلُوا فِي غَارٍ فِي جَبَلٍ فَأَغْطَتْ عَلَيْهِمْ صَخْرَةٌ قَالَ فَقَالَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ اذْعُوا اللَّهَ بِأَفْضَلِ عَمَلٍ عَمِلْتُمُوهُ فَقَالَ أَحَدُهُمُ اللَّهُمَّ إِنِّي كَانَ لِي أَبَوَانِ شَيْخَانِ كَبِيرَانِ فُكِنْتُ أَخْرَجُ فَأَرْجِي ثُمَّ أَجِي فَأُخْلَبُ فَأَجِي بِالْخِلَابِ فَأَتِي بِهِ أَبَوَيَّ فَيَشْرَبَانِ ثُمَّ أَسْقِي الصَّبِيَّةَ وَأَهْلِي وَأَمْرَتِي فَأَحْبَسْتُ لَيْلَةً عَجَزْتُ فَأَذَاهُمَا نَائِمَانِ قَالَ فَكَبَاهُتُ أَنْ أَوْظِيَهُمَا وَالصَّبِيَّةَ يَتَضَاعُونَ عِنْدَ رِجْلِي فَلَمْ يَبْلُ ذَٰلِكَ دَائِي وَذَٰبُهَا حَتَّى ظَلَمَ الْفَجْرُ اللَّهُمَّ

إِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنِّي فَعَلْتُ ذَلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ
فَأَفْرِجْ عَنَّا فُرْجَةً تَرَى مِنْهَا السَّمَاءَ قَالَ
فَفُتِحَ عَنْهُمْ وَقَالَ الْآخَرُ اللَّهُمَّ إِنْ كُنْتَ
تَعْلَمُ أَنِّي كُنْتُ أَحِبُّ امْرَأَةً مِنْ أَبْنَاتِ
عَتَّى كَأَشَدِّ مَا يُحِبُّ الرَّجُلُ النِّسَاءَ
فَقَالَ لَا تَسْأَلُ ذَلِكَ مِنْهَا حَتَّى تُعْطِيَهَا
مِائَةَ دِينَارٍ سَعَيْتُ فِيهَا حَتَّى مِمَّنْهَا
فَلَمَّا قَعَدْتُ بَيْنَ رِجْلَيْهَا قَالَتْ أَلَيْسَ اللَّهُ
وَلَا تَفْضِي الْحَائِمَ إِلَّا بِحَقِّهِ فَقُمْتُ وَتَرَكْتُهَا
فَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنِّي فَعَلْتُ ذَلِكَ ابْتِغَاءَ
وَجْهِكَ فَأَفْرِجْ عَنَّا فُرْجَةً قَالَ
فَفُتِحَ عَنْهُمْ الثَّلَاثِينَ وَقَالَ الْآخَرُ
اللَّهُمَّ إِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنِّي اسْتَأْجَرْتُ
أَخِيًّا بِفَرَقٍ مِنْ ذُرِّيَّةٍ فَأَعْطَيْتُهُ
وَأَبَى ذَلِكَ أَن يَأْخُذَ فَعَمِدْتُ إِلَى
ذَلِكَ الْفَرَقِ فَزَرَعْتُهُ حَتَّى اشْتَرَيْتُ
مِنْهُ بَقَرًا وَرَاعِيَهَا ثُمَّ جَاءَ فَقَالَ
يَا عَبْدَ اللَّهِ أَعْطَيْتُ حَقِّي فَقُلْتُ انْطَلِقْ
إِلَى تِلْكَ الْبَقَرِ وَرَاعِيَهَا فَإِنَّهَا لَكَ
فَقَالَ اسْتَهْزِئْ بِكَ وَلَكِنَّهَا لَكَ اللَّهُمَّ
إِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنِّي فَعَلْتُ ذَلِكَ
ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ فَأَفْرِجْ عَنَّا فَكُشِفَ
عَنْهُمْ

(بخاری)

بچے میرے قدموں میں پڑے رو رہے تھے۔
میں برابر دودھ کا پیالہ لئے ان کے سامنے کھڑا
رہا اور صبح ہو گئی۔ اسے اللہ اگر تیرے نزدیک
بھی میں نے یہ کام صرف تیری خوشنودی حاصل
کرنے کے لئے کیا تھا تو ہمارے لیے راستہ بنا دے۔
تاکہ ہم آسمان دیکھ لیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کہ پھر بٹ گیا۔ دوسرے شخص نے دعا کی کہ
اے اللہ تیرے علم میں یہ بات ہے کہ مجھے اپنے چچا کی
ایک لڑکی سے اتنی زیادہ محبت تھی جتنی ایک مرد کو
کسی عورت سے ہو سکتی ہے اس نے کہا تم مجھے اپنا
مقصد اس وقت تک حاصل نہیں کر سکتے جب تک مجھے
سو دینار نہ دیدو۔ میں نے اسے اس کے حاصل کرنے کی کوشش
کی اور آخر اتنے دینار جمع کر ہی لئے۔ پھر جب میں اسکی
دونوں ٹانگوں کے درمیان بیٹھا تو اس نے کہا اللہ
سے دُروادہ مہر کو ناجائز طریقے سے نہ توڑو۔ اس پر
میں کھڑا ہو گیا اور میں نے اُسے چھوڑ دیا۔ اب اگر تیرے
دیکھ لیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
تو ہمارے لئے راستہ بنا دے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا۔ دو تہائی راستہ کھل گیا تب میرے نے دعا کی کہ اللہ
تو جانتا ہے میں نے ایک مزدور سے ایک فرق جواریہ
لیا تھا جب میں نے اسکی مزدوری دی تو اس نے لینے
سے انکار کر دیا۔ میں نے اُس جواریہ کو لے کر لے دیا۔ اس
میں نے ایک بیل اور ایک چرواہا خریدا۔ اتفاق سے پھر
اس مزدور نے آکر مطالبہ کیا کہ خدا کے بندے مجھے میرا
حق دیدے میں نے کہا کہ میں مذاق نہیں کرتا واقعی یہ
نہا رے ہی ہیں۔ تو اے اللہ اگر تیرے نزدیک یہ کام میں
کوٹھارے چٹا پتھر غار کے منہ سے پھرتا ہوا گیا۔

فوائد ومسائل اس حدیث کو امام نے مزاحمت میں بھی ذکر کیا ہے۔ امام مسلم نے تو یہ میں اور امام نسائی نے رافقی میں ذکر کیا ہے۔ یہ حدیث مسائل ذیل پر مشتمل ہے۔

(۱) امام سابقہ کے واقعات اور ان کے نیک اعمال کو تبلیغ و ترغیب کیلئے ذکر کرنا جائز ہے بشرطیکہ وہ شریعت اسلامیہ کے خلاف نہ ہوں۔ (۲) اگر کسی نے کسی کے مال میں اسکی اجازت کے بغیر خرید و فروخت کی اور اس میں تصرف کیا اور مالک نے بعد میں اسکی اجازت دے دی تو یہ جائز ہے۔

(۳) امام بخاری نے عنوان مذکورہ سے بیع فضولی کی طرف اشارہ کیا ہے۔

فضولی کی بیع کا بیان بیع فضولی کا جواز متعدد صریح احادیث سے ثابت ہے حضرت عروہ بن ابی الجعد باری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور نے ایک دینار دیا کہ حضور کے لیے بکری خرید لائیں انہوں نے ایک دینار کی دو بکریاں خریدیں۔ ان میں سے ایک بکری ایک دینار میں بیچ دی اور حضور کی خدمت میں ایک بکری اور ایک دینار لاکر پیش کیا حضور نے ان کے لیے دعا کی الہی ان کی بیع میں برکت ہو۔ اس دعا کا اثر یہ تھا کہ وہ بھی خریدنے اس میں نفع ہوتا اسی مضمون کی حدیث امام ترمذی و ابو داؤد نے حکیم بن حزام سے روایت کی ہے۔ جس سے واضح ہوا کہ فضولی کا تصرف جبکہ مالک اسے منظور کرے جائز ہے۔ فضولی اس کو کہتے ہیں جو دوسرے کے حق میں بغیر اجازت تصرف کرے۔

(۴) امام سابقہ کے احکام و مسائل جنکے

متعلق شریعت محمدیہ علیٰ صاحبہا التحیہ نے اشارہ یا کنایہ مانعت نہیں فرمائی۔ وہ اس امت کیلئے بھی مشروع قرار پائیں گے۔ (۵) اس حدیث میں نبی کریم علیہ السلام نے جو تین واقعات بیان فرمائے ہیں وہ مقام بدر و ثنا میں بیان فرمائے ہیں جو اس امر کی دلیل ہے کہ حدیث ہذا کے مندرجات شریعت محمدیہ علیٰ صاحبہا التحیہ میں جائز ہیں ورنہ حضور علیہ السلام انکی تردید فرما دیتے۔ (۶) علامہ معنی علیہ الرحمہ نے تصریح فرمائی ہے کہ اس حدیث سے ثابت ہوا ہے کہ بلا مضیبت میں مبتلا ہو جانے کی صورت میں دعا کرنا اور اعمال صالحہ سے توسل (وسیلہ) سے دعا کرنا مستحب ہے۔ (۷) ظاہر ہے کہ جب اعمال صالحہ سے توسل جائز ہے تو اللہ تعالیٰ کے مقربین بارگاہ انبیاء کرام اور اولیائے عظام کے توسل سے دعا کرنا بطریق اولیٰ جائز قرار پائے گا۔ (۸) والدین کی عزت کرنا ان کی خدمت کرنا۔ اور ان کے آرام و آسائش کا خیال رکھنا لازم ہے۔ والدین کی پر خلوص خدمت کرنے سے مصائب و آلام سے نجات ملتی ہے۔ (۹) کرامات اولیاء حق ہیں۔

بَابُ الشِّرَاءِ وَالْبَيْعِ مَعَ الْمُشْرِكِينَ وَأَهْلِ الْحَرْبِ

باب مشرکوں اور دار الحرب کے باشندوں کیساتھ خرید و فروخت

حضرت عبدالرحمن بن ابوبکر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ جَاءَ رَجُلٌ مُشْرِكٌ

مُشَعَّانٌ طَوِيلٌ يَغْنَمُ يَسُدُّ قُفَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَا أَمْرٌ عَظِيمَةٌ أَدُقَّالْ أَمْرٌ هَبَّةٌ قَالَ لَا بَلْ بَيْعٌ فَاشْتَدَّى مِنْهُ شَاةٌ (بخاری)

فوائد و مسائل

۱۔ اس حدیث کو ہبہ اور اطعمہ میں ذکر کیا گیا ہے اور امام مسلم نے اطعمہ میں اس حدیث سے واضح ہوا۔ خرید و فروخت جیسے مسلمان سے جائز ہے ایسے ہی کافر و مشرک اور حربی کافر سے بھی جائز ہے۔ (۲۱)، علامہ خطابی علیہ الرحمۃ نے حدیث کے الفاظ امر ہبۃ سے یہ استدلال فرمایا۔ کافر و مشرک سے ہبہ قبول کرنا جائز ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضور علیہ السلام نے عیاض بن حمار مشرک کا ہبہ قبول نہیں کیا اور فرمایا انا لا نقبل زبداۃ المشوکیں ہم مشرکین کے عطیے قبول نہیں کرتے۔ جواب یہ ہے۔ یہ حدیث منسوخ ہے کیونکہ حضور علیہ السلام نے اسکے بعد متعدد غیر مسلموں کے مثلاً مقوقس الکیدرو وغیرہ کے ہدایا قبول فرمائے ہیں اور حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس شخص سے بھی ہبہ قبول فرمایا ہے اسے بدلہ منور دیا ہے خود حضور نے اس امر کی تصریح فرمائی ہے کہ جس کسی نے مجھ پر احسان کیا میں نے اسی دنیا میں اسکا بدلہ چکا دیا۔ سوائے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کہ ان کی خدمات کا صلہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان کو عطا فرمائے گا۔

حدیث ترمذی کے الفاظ یہ ہیں۔ مَا لِاحِبٍّ عِنْدَنَا يَدُّ إِلَّا وَقَدْ كَافَيْنَاهُ۔

بَابُ شُرَاءِ الْمَمْلُوكِ مِنَ الْحَرْبِيِّ وَهَبَتِهِ وَعَقْبِهِ

باب۔ حربی سے غلام خریدنا، حربی کا غلام کو آزاد کرنا اور ہبہ کرنا

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمُسْلِمَانِ كَاتِبٌ وَكَانَ حُرًّا أَظْلَمَهُ وَبَاعَهُ وَوَسْبَى عَمَّا ذَوْصَهَيْبٍ وَبِلَالٍ (بخاری)

بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ملیحان فارسی سے فرمایا تم اپنے مالک سے مکاتبت کر کے آزاد ہو حالانکہ سلمان پہلے آزاد تھے ان کے مسافروں نے ان پر ظلم کیا اور انھیں بیچ دیا۔ اسی طرح حضرت عمار اور صہیب اور حضرت بلال کو اغوا کیا گیا اور انھیں غلام بنا لیا گیا تھا۔

ابن بطال کہتے ہیں کہ اس عنوان سے امام بخاری کی غرض یہ بتانا تھی کہ حربی کا فرکی ملکیت صحیح اور درست ہے اور حربی کا اپنے ملک میں بیع و شراء بہیہ اور متقی کے ذریعے تصرف کرنا جائز قرار پایا جیسا کہ احادیث زیر عنوان سے ثابت ہے یعنی حضور علیہ السلام نے حضرت سلمان فارسی کو کافر کی ملکیت تسلیم کرتے ہوئے حضرت سلمان فارسی کو مکاتبت کا حکم دیا۔ اور حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام نے کافر بادشاہ سے حضرت باجرہ کو قبول فرمایا۔ حضرت سلمان فارسی حضرت عمار، حضرت صہیب، حضرت بلال رضی اللہ عنہم کا فوہوں کے غلام تھے۔ پھر انکو آزادی دلائی گئی۔ جس سے واضح ہوا کہ اپنی ملکیت میں کافر کے تصرفات شرعاً درست ہیں۔

(۲۱) اس حدیث میں حضرت سلمان فارسی، حضرت عمار، حضرت صہیب رومی اور حضرت بلال رضی اللہ عنہم کے نام آئے جنکا مختصر تعارف یہ ہے۔

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

نام، نسب، خاندان | عمار نام، ابو یقظان کنیت، والد کا نام یاسر اور والدہ کا نام سمیہ تھیں۔
 اسلام | ابو حذیفہ کی وفات کے بعد ہی اسلام کا غلفہ بلند ہوا، حضرت عمار اور حضرت صہیبؓ ایک ساتھ ایمان لائے تھے۔

حضرت عمارؓ کو ایک لے یار و مددگار غریب الوطن تھے۔ دنیاوی وجاہت و طاقت بھی حاصل نہ تھی۔ اور سب سے زیادہ یہ کہ ان کی والدہ ماجدہ حضرت سمیہؓ اس وقت تک بنی مخزوم کی غلامی سے آزاد نہیں ہوئی تھیں۔ تاہم جوش ایمان نے ایک دن سے زیادہ غمی ہو کر رہنے نہ دیا، مشرکین نے ان کو اور ان کے خاندان کو لاچار و مجبور دیکھ کر سب سے زیادہ مشق ستم بنایا، طرح طرح کی آذیتیں دین ٹھیک دوپہر کے وقت پیتی ہوئی ریت میں لٹایا، دکتے ہوئے انگاروں سے جلایا۔ اور گھنٹوں پانی میں غوطے دیئے لیکن جلوہ تو حید نے کچھ الیا وارفہ کر دیا تھا کہ ان تمام سختیوں کے باوجود وہ ان کو اسلام سے برگشتہ نہ کر سکے۔ یہ حضرت عمارؓ کی والدہ حضرت سمیہؓ کو ابو جہل نے نہایت وحشیانہ طریقے پر اپنے نیرہ سے شہید کیا۔ چنانچہ تاریخ اسلام کی یہ پہلی عورتانک شہادت تھی جو استقلال و استقامت کے ساتھ راہ خدا میں واقع ہوئی، ان کے والد حضرت یاسرؓ اور بھائی حضرت عبداللہؓ بھی اسی گروپ اذیت میں جان بحق ہوئے۔

ایک دفعہ مشرکین نے حضرت عمارؓ کو دکتے ہوئے انگاروں پر لٹا دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس لمحہ طہات ابن سعد قدّم اول جزء ثالث ص ۱۷۷۔ اصابہ تذکرہ سویتہ ام عمار

طرف سے گزیرے تو ان کے سر پر دست مبارک پھیر کر فرمایا: اے آگ! تو ابراہیمؑ کی طرح عمار پر ٹھنڈی ہو جا۔ آگ ٹھنڈی ہو گئی۔ اسی طرح جب ان کے گھر کی طرف سے گزرتے اور خاندان یا سر کو مبتلائے مصیبت دیکھتے تو فرماتے: اے آگ! عمار تمہیں بشارت ہو جنت تمہاری منتظر ہے۔

ایک دفعہ حضرت یاسرؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے گم ویش زمانہ کی شکایت کی، ارشاد ہوا، صبر کرو! صبر کرو! پھر دعا فرمائی: اے خدا! آگ! یا سر کو ٹھنڈی کر۔

حضرت عمارؓ نے جدشہ کی طرف اور پھر مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کی۔ مدینہ کی ہجرت کے چھ سات تعمیر مسجد مہینوں کے بعد مسجد نبویؐ کی بنا ڈالی گئی۔ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کو خوش دلانے کیلئے خود کام میں حصہ لیا، حضرت عمارؓ اینٹ کا لالاکر دیتے تھے۔ اور زبان پر رجز جاری تھا۔

تَحْنُ الْمُسْلِمُونَ نَبِيَّ الْمَسْجِدَاتِ ہم مسلمان ہیں، ہم مسجد بناتے ہیں
حضرت ابوسعیدؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ ایک ایک اینٹ اٹھاتے تھے اور عمار دود و اینٹ اٹھاتے تھے۔

غزوات اغزوہ بدر سے تنوک تک جس قدر اہم معرکے پیش آئے سب میں وہ جانبازی و شجاعت کے ساتھ حضرت خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم کاب رہے۔ عہد صدیقی کی اکثر خون ریز جنگوں میں بھی خوب داد و شجاعت دی، حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میامہ کی جنگ میں ان کا ایک کان شہید ہو گیا جو سامنے ہی زمین پر پھٹ کر رہا تھا لیکن وہ بے پرواہی کے ساتھ حملے پر حملے کر رہے اور جس طرف رخ کرتے تھے صفین کی صفیں تہ و بالا کر دیتے تھے۔

ایک دفعہ مسلمانوں کے پاؤں پیچھے پڑنے لگے انھوں نے ایک بلند مقام پر کھڑے ہو کر لالاکر دے گروہ مسلمان! کیا جنت سے بھاگ رہے ہو؟ میں عمار بن یاسر ہوں۔ آؤ میرے پاس آؤ۔ یہ اس صدانے سحر کا کام کیا اور جنت کے شدید انیکامیک سنبھل کر ٹوٹ پڑے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ۳۷ھ میں ان کو کوفہ کا والی بنایا اور انھوں نے ایک سال نوامہ تک نہایت خوش اسلوبی اور بیدار مغزی کے ساتھ فرائض منصبی ادا کیے، معرکہ صفین میں آپ حضرت علیؓ کی طرف تھے۔ اسی معرکہ میں ۹۱ برس کی عمر میں جام شہادت نوش کیا۔ اور کوفہ میں دفن ہوئے۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

نام و نسب | نسب تعلق اصفہان کے آب الملک کے خاندان سے تھا، جو سی نام ماہ تھا، اسلام کے بعد

۱۸۱ | مستدرک حاکم جلد ۲ ص ۲۸۸ | طبقات ابن سعد جلد ۱ ص ۱۴۸ | غرر الحفایہ | طبقات ابن سعد جلد ۱ ص ۱۸۱

سلمان رکھا گیا۔ اور بارگاہ نبوت سے سلمان الخیر لقب ملا۔ ابو عبد اللہ کنیت ہے۔ سلسلہ نسب یہ ہے۔ مابہ ابن بو زخشان بن مورسلان بن سہیل بن فیروز سہرک۔

قبل اسلام | آپ کے والد اصغہان کے ”جی“ نامی قریہ کے باشندہ اور وہاں کے زمیندار اور کاشتکار تھے، ان کو حضرت سلمانؓ سے اس قدر محبت تھی کہ ان کو لڑکیوں کی طرح گھر کی چار دیواری سے باہر نہ نکلنے دیتے تھے۔ آتشکدہ کی دیکھ بھال ان ہی کے متعلق کر رکھی تھی۔

آپ نے ایک دفعہ گرجے میں عیسائیوں کو عبادت کرتے دیکھا۔ یہ طریق عبادت آپ کو پسند آیا۔ اور باپ کی قد و بند سے آزاد ہو کر شام پہنچ کر وہاں کے لشب کے پاس رہ کر عیسائی مذہب کی تعلیم حاصل کرتے رہے۔ پھر یکے بعد دیگرے تلاش حق کی جستجو میں موصل نصیبین۔ عموریہ پہنچے اور وہاں کے اسقف کے پاس مقیم رہے۔ کچھ بکریاں خرید لیں۔ ان سے مادی غذا حاصل کرتے رہے اور صبر و شکر کے ساتھ روحانی غذا اسقف سے حاصل کرنے لگے۔ جب اس کا بیانیہ حیات بھی لبریز ہو گیا تو حضرت سلمان نے اس کو اپنی پوری سرگزشت سنائی۔ کہ اتنے مراتب طے کرتا ہوا آپ کے پاس پہنچا تھا، آپ بھی آخرت کا سفر کرنے کو آمادہ ہیں اس لیے میرا کوئی سامان کرتے جائیے۔ اس نے کہا بیٹا! میں تمہارے لئے کیا سامان کروں، آج دنیا میں کوئی شخص ایسا باقی نہیں ہے جس سے ملنے کا تم کو مشورہ دوں، البتہ اب اس نئی کے ظہور کا زمانہ قریب ہے جو ریگستان عرب سے اٹھ کر دین ابراہیم کو زندہ کرے گا۔ اور کھجوروں والی زمین کی طرف ہجرت کرے گا۔ اس کی علامات یہ ہیں کہ وہ ہدیہ قبول کرے گا، اور صدقہ اپنے لئے حرام سمجھے گا۔ اس کے دونوں شانوں کے درمیان غہر نبوت ہوگی۔ اگر تم اس سے مل سکو تو ضرور ملنا۔

اسقف کی بشارت اور عرب کا سفر | اس اسقف کے مرنے کے بعد سلمان عرصہ تک عموریہ میں رہے کچھ دنوں بعد بابل کے تاجر ادھر سے گذرے سلمان نے ان سے کہا اگر تم مجھ کو عرب پہنچا دو تو میں اپنی گائیں اور بکریاں تمہاری نذر کر دوں گا، وہ لوگ تیار ہو گئے اور زبان حال سے یہ عرض

چلتا ہوں تھوڑی دور ہر اک اہر کے ساتھ پہچانتا نہیں ہوں ابھی راہبر کو میں پڑھتے ہوئے ساتھ ہو لیئے۔

غلامی | لیکن ان عربوں نے وادی القرطیٰ میں پہنچ کر دھوکا دیا۔ اور ان کو ایک یہودی کے ہاتھ غلام بنا کر فروخت کر ڈالا مگر یہاں کھجور کے درخت نظر آئے، جس سے اس بندھی کشادہ بینی وہ منزل مقصود ہو جس کا اسقف نے پتہ دیا تھا۔ تھوڑے دن وہیں قیام کیا تھا کہ یہ امید بھی منقطع ہو گئی، آغا کا چچا زاد بھائی مدینہ سے ملنے آیا۔ اس نے سلمان، کو اس کے ہاتھ بیچ دیا۔

غلامی اور مدینہ کا سفر | وہ اپنے ساتھ مدینہ لے چلا اور سلمان غلامی و غلامی سہتے ہوئے مدینہ پہنچے

ہاتھ غیب تسکین دے رہا تھا کہ یہ غلامی نہیں ہے ،

اسی سے ہوگی ترسے غمکہ کی آبادی تری غلامی کے صدقے ہزار آزادی

درحقیقت اُس غلامی پر جو کسی کے آستانِ ناز تک پہنچانے کا ذریعہ بن جائے ہزاروں آزادیوں قربان ہیں۔ جوں جوں محبوب کی منزل قریب ہوتی جاتی تھی کششِ بڑھتی جاتی تھی۔ اور آثار و علامات بتاتے تھے کہ شاہِ مقصود کی جلوہ گاہ یہی ہے اب ان کو پورا یقین ہو گیا۔ اور دیدارِ چال کی آرزو میں یہاں دن کاٹنے لگے۔ اس وقت آفتاب رسالت مکہ پر پڑا تو افکن ہو چکا تھا لیکن جو روشم کے بادلوں میں چھپا تھا سلمان کو آقا کی خدمت سے آنا وقت نہ ملتا تھا کہ خود اس کا پتہ لگاتے آخر انتظار کرتے کرتے وہ یومِ مسعود بھی آگیا کہ مکہ کا آفتاب عالمِ مدینہ کے افق پر طلوع ہوا۔ حرمانِ نصیبِ سلمان کی شبِ ہجر تمام ہوئی اور صبحِ امید کا اقبال پھیلا۔ یعنی سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے۔ سلمان کھجور کے درخت پر چڑھے کچھ دست کر رہے تھے، آقا نیچے بیٹھا ہوا تھا کہ اس کے چچا زاد بھائی نے آکر کہا، خدا جی قیل کو غات کرے۔ سب کے سب تبا میں ایک شخص کے پاس جمع ہیں جو مکہ سے آیا ہے۔ یہ لوگ اس کو نبی سمجھتے ہیں سلمان کے کانوں تک اس خبر کا پہنچنا تھا کہ یارائے ضبط باقی نہ رہا، صبر و تمکب کا دامن چھوٹ گیا۔ بدن میں سنسناہٹ پیدا ہوئی اور قریب تھا کہ کھجور کے درخت پر سے فرشِ زمین پر آجائیں، اسی بدبختی میں جلد از جلد درخت سے پیچھے اترے اور بدحواسی میں بے تحاشا پوچھنے لگے، تم کیا کہتے ہو؟ آقا نے اس سوال پر کھونسما کر ڈانٹا کہ تم کو اس سے کیا غرض، تم اپنا کام کرو، اس وقت سلمان خاموش ہو گئے۔

لیکن اب صبر کے تھا، کھانے کی چیزیں پاس تھیں، ان کو لے کر دربارِ رسالت میں حاضر ہوئے اسلام اور عرض کیا، میں نے سنا ہے کہ آپ خدا کے برگزیدہ بندے ہیں اور کچھ غریب الہیار اور اہلِ خات آپ کے ساتھ ہیں۔ میرے پاس یہ چیزیں صدقہ کے لئے رکھی تھیں۔ آپ لوگوں سے زیادہ اس کا کون مستحق ہو سکا ہے۔ اس کو قبول فرمائیے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسرے لوگوں کو کھانے کا حکم دیا، مگر خود ناول نہ فرمایا اس طریقہ سے سلمان کو نبوت کی ایک علامت کا مشاہدہ ہو گیا کہ وہ صدقہ قبول نہیں کرتا۔ دوسرے دن پھر حدیہ لے کر حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ کل آپ نے صدقہ کی چیزیں نہیں ناول فرمائی تھیں۔ آج یہ ہدیہ قبول فرمائیے۔ آپ نے قبول کیا خود بھی ناول فرمایا اور دوسروں کو بھی دیا۔ اسی طریقہ سے دوسری نشانی یعنی نبوت کی بھی زیارت کی اور باجشمِ پریم آپ کی طرف بوسہ دینے کو جھکے حضرت سلمان اتنے مرحلوں کے بعد دینِ حق سے ہم آغوش ہوئے اور گوہرِ مقصود سے دامنِ بھر کر آقا کے گھر واپس آ گئے۔

آزادی غلامی کی مشروریت کے باعث فرائض مذہبی ادا نہ کر سکتے تھے۔ غزوہ بدر اور احد میں شریک نہ ہو سکے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آقا کو معاوضہ دے کہ آزادی حاصل کر لیں۔ کھجور کے درختوں اور چالیس اوقیہ سونے پر معاوضہ ملے ہوا۔

کسی غزوہ میں مرغی کے انڈے کے برابر سونا مل گیا آپؐ نے سلمان کو دیدیا۔ یہ وزن میں ٹھیک چالیس اوقیہ تھا۔ اس سے گلو خلاصی حاصل کی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہنے لگے۔ یہ یہودی نے یہ شرط بھی لگائی تھی کہ کھجور کے یہ درخت اسی سال پھل بھی دین جسٹور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے کھجور کے یہ درخت زمین نصیب فرمائے اور آپؐ کے دست مبارک کی برکت سے ان درختوں پر اسی سال پھل بھی آئے اور اس طرح اسکی یہ شرط پوری ہوگئی۔ اب دوسری شرط یوں پوری ہوئی کہ کسی غزوہ میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام مرغی کے انڈے کے برابر سونا حاصل ہوا تھا۔ جسٹور نے وہ سونا سلمان کو دے دیا۔ اس کا وزن چالیس اوقیہ تھا۔ حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیس سالہ میں وفات پائی اور مدائن میں دفن ہوئے۔

حضرت صہیب بن سنان رضی اللہ تعالیٰ عنہ

نسب | صہیب نام، ابو یحییٰ کنیت، والد کا نام سنان اور والدہ کا نام سلمیٰ بنت قیس تھا۔
ابتدائی حالات | حضرت صہیبؓ کا اصل وطن ایک قریہ تھا جو باختلاف روایات موصل کے قریب لب و جلدیا البحر میں واقع تھا، ان کے والد اور چچا کسریٰ کی طرف سے اہلہ کے عامل تھے انھوں نے ابھی دنیا کی صرف چند بہاریں دیکھی تھیں کہ رومی فوجوں نے اہلہ پر چڑھائی کی۔ اور دوسرے سال اسباب گمے ساتھ اس نو بہنہاں کو بھی ساتھ لے گئے۔ وہ رومیوں ہی میں پرورش پا کر جوان ہوئے، نبی اکرمؐ نے ان کو خرید کر مکہ پہنچایا اور ان سے عبداللہ بن الجعدان نے لے کر آزاد کر دیا۔

اسلام کہ میں اسلام کا غلط فہم نہ تھا تو تفتیش و تحقیق کے خیال سے آستانہ نبوت پر حاضر ہوئے۔ اتفاق سے حضرت سمار بھی اسی خیال سے آ رہے تھے، انھوں نے ان کو دیکھ کر پوچھا، تم کس ارادہ سے آئے ہو؟ بولے ”پہلے تم اپنا مقصد ظاہر کرو“ انھوں نے کہا ”میں محمدؐ سے مل کر ان کی گفتگو سننا چاہتا ہوں“ بولے ”میرا بھی یہی مقصد ہے“ غرض دونوں ایک ساتھ حاضر خدمت ہو کر مشرت باسلام ہوئے۔ پھر حضرت صہیبؓ پہلے رومی تھے جنھوں نے صدائے توحید کو لبیک کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ صہیب روم کا پہلا پھل ہے۔

ہجرت حضرت صہیبؓ سب سے آخری مہاجر تھے۔ انھوں نے رختِ سفر و دست کر کے ہجرت کا قصد فرمایا تو

مشرکین قریش نہایت سختی کے ساتھ تہراہ ہوئے اور بولے "تم ہمارے یہاں مفلس و محتاج آئے تھے مگر میں رہ کر دولت و ثروت جمع کی۔ اور اب یہ تمام سرمایہ اپنے ساتھ لے جاتے ہو۔ خدا کی قسم ایسا نہ ہوگا۔" حضرت صہیبؓ اپنا ترکش دکھا کر کہا، اے گروہ قریش! تم جانتے ہو کہ میں تم لوگوں سے سب سے زیادہ صحیح نشانہ باز ہوں، خدا کی قسم جب تک اس میں ایک تیرہ بھی ہے تم میرے قریب نہیں آ سکتے۔ اس کے بعد پھر اپنی تلوار سے مقابلہ کروں گا، ہاں اگر مال و دولت چاہتے ہو تو کیا اس کو لے کر میرا راستہ چھوڑ دو گے؟" مشرکین نے اس پر رضامندی ظاہر کر دی۔ حضرت صہیبؓ اپنے مال و منال کے عوض منافع ایمان کا سودا خرید کر مدینہ پہنچے۔

غزوات | تیر اندازی میں کمال رکھتے تھے۔ بغزوہ بدر، احد، خندق اور تمام دوسوے معرکوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ رہے۔ عالم پیری میں لوگوں کو جمع کر کے نہایت لطف کے ساتھ اپنے جنگی کارناموں کی داستان سنایا کرتے تھے۔

سہ روزہ خلافت | حضرت عمرؓ ان سے نہایت حسن ظن رکھتے تھے اور خاص لطف و محبت کے ساتھ پیش آتے تھے۔ انھوں نے وفات کے وقت وصیت فرمائی کہ حضرت صہیبؓ ہی ان کے جنازہ کی نماز پڑھائیں اور اہل شوریٰ جب تک مسئلہ خلافت کا فیصلہ نہ کریں وہ امامت کا فرض انجام دیں۔ چنانچہ انھوں نے تین دن تک نہایت خوش اسلوبی کے ساتھ اس فرض کو انجام دیا۔ ۳۸ برس کی عمر میں مبارک میں وفات پائی اور بقیع میں دفن ہوئے۔

حضرت بلال بن رباح رضی اللہ تعالیٰ عنہ

نام و نسب | بلال نام، ابو عبد اللہ کنیت، والد کا نام رباح اور والدہ کا نام حمامہ تھا، یہ حبشی النسل غلام تھے۔ لیکن کہہ ہی میں پیدا ہوئے، جی حجج ان کے آقا تھے۔

اسلام | حضرت بلالؓ صورت ظاہری کے لحاظ سے گویا وہ نام حبشی تھے تاہم ائمہ دل شفاف تھا۔ اس کو منیہ ایمان نے اس وقت منور کیا جب کہ وادی بطناء کی اکثر گوری محقوق غزوہ حنین و زعم شرافت میں ضلالت و گمراہی کی ٹھوکریں کھا رہی تھی جن معدودے چند بزرگوں نے داعی حق کو لبیک کا متعارف ان میں صرف سات آدمیوں کو اس کے اعلان کی سعادت حاصل ہوئی۔ ان میں حضرت بلال بھی تھے۔

ابن سعادت بزور بازو نیست تانہ بخشد خدائے بخشندہ
استقامت | کمزور ہمیشہ سب سے زیادہ ظلم و ستم کا آماجگاہ رہتا ہے حضرت بلالؓ کی جو ذاتی حالت تھی اس کے لحاظ سے وہ اور بھی اس تیغ جفا کے خشکار ہوئے۔ گونا گوارہ مصائب

اور طرح طرح کے مظالم سے ان کے استقلال و استقامت کی آزمائش ہوئی، پتہ ہی ہوئی نیک، جلتے ہوئے سنگریزوں اور دھپکتے انگوروں پر لٹائے گئے، بشرطیکہ ان کے لڑکوں نے گوشتے مبارک میں رسیاں ڈال کر باہر بچہ اطفال بنایا لیکن ان تمام روح فرسا و جان کسل آزمائشوں کے باوجود توحید کا جہل متین ہاتھ سے نہ چھوٹا۔ البوجهل ان کو منہ کے بے سنگریزوں پر لٹا کر اوپر سے پتھر کی بجلی لکھ دینا اور جب آفتاب کی تمازت بے قرار کر دیتی تو کہتا، بلال! اب بھی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے خدا سے باز آ، لیکن اس وقت بھی دین مبارک سے یہی "احد" احد نکلتا۔

آزادی حضرت بلالؓ ایک روز حسب معمول وادی بطنی میں شقی ستم بنائے جا رہے تھے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس طرف سے گزرے تو یہ عجربناک منظر دیکھ کر دل بھرایا اور ایک گرا نقد رقم معاوضہ دے کر آزاد کر دیا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا تو فرمایا "ابو بکر! تم مجھے بھی اس میں شریک کر لو" عرض کی "یا رسول اللہ! میں آزاد کر اچکا ہوں"۔

مؤذن مدینہ کا اسلام مکہ کی طرح بے لیں اور مجبور نہ تھا، یہاں پہنچنے کے ساتھ شعار اسلام و دین متین کی اصولی تدوین و تکمیل کا سلسلہ شروع ہوا، مسجد تعمیر ہوئی، خدا کے لایزال کی عبادت و پرستش کیلئے نماز پنجگانہ قائم ہوئی اور اعلان عام کے لئے اذان کا طریقہ وضع کیا گیا۔ حضرت بلالؓ شب سے پہلے وہ بزرگ ہیں جو اذان دینے پر مامور ہوئے۔

حضرت بلالؓ کی آواز نہایت بلند و دلکش تھی، ان کی ایک صد توحید کے متوالوں کو بے چین کر دیتی تھی، مرد اپنا کاروبار، عورتیں شہستان حرم اور بچے کھیل چھوڑ کر والہانہ وارنگی کے ساتھ ان کے اندر گرد جمع ہو جاتے۔ جب خدائے واحد کے پرستاروں کا مجمع کافی جمع ہو جاتا تو نہایت ادب کے ساتھ آستانہ ثبوت پر کھڑے ہو کر کہتے **حَتَّى عَلَى الصَّلَاةِ حَتَّى عَلَى الْفَلَاحِ الصَّلَاةُ يَا رَسُولَ اللَّهِ!** یعنی یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) نماز تیار ہے، غرض آپ تشریف لاتے اور حضرت بلالؓ کی صدائے سامعہ نواز تکبیر اقامت کے لغزوں سے بندگان توحید کو بارگاہ ذوالجلال والا کرام میں سر بسجود ہونے کے لیے صف بصف کھڑا کر دیتی، حضرت بلالؓ سفر و حضر ہر موقع پر حضور علیہ السلام کے مؤذن خاص رہے ہیں۔

غزوات حضرت بلالؓ تمام مشہور غزوات میں شریک تھے، غزوہ بدر میں انھوں نے امیر بن خلف کو تیغ کیا جو اسلام کا بہت بڑا دشمن تھا اور خود ان کی ایذا رسانی میں بھی اس کا ہاتھ سب سے پیش پیش تھا۔ فتح مکہ میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم کاب تھے، آپ خانہ کعبہ میں داخل ہوئے تو مؤذن خاص کو معیت کا فخر حاصل تھا۔ انھیں حکم ہوا کعبہ کی چھت پر کھڑے ہو کر توحید کی پر عظمت صدائے تکبیر بلند کریں، خدا خدا کی قدرت وہ حرم قدس جس کو ابوالانبیاء ابراہیم علیہ السلام نے خدائے واحد کی پرستش کے لئے تعمیر کیا تھا

لہذا القاب جلد اس ۲۰۶ ص ۲۰۶ ایضاً و بخاری ص ۱۶۱ بخاری بی الاذان۔ لکھ طغات ابن سعد قسم اول جزو ثالث ص ۱۶۷۔

لہذا القاب جلد اس ۲۰۷ ص ۲۰۷ کتاب المغازی باب دخول النبی صلی اللہ علیہ وسلم من املی مکہ۔

مدتوں معنم خانہ رہنے کے بعد پھر ایک حبشی نژاد کے نغمہ توحید سے گونجا۔

حضور علیہ السلام کے وصال کے بعد حضرت بلالؓ نے حضرت صدیق اکبرؓ سے جہاد میں شرکت کی اجازت چاہی۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں آپ کو اجازت ملی۔ اور شامی مہم میں شریک ہو گئے۔ حضرت عمرؓ نے سلمہ میں شام کا سفر کیا تو دوسرے افسرانِ فوج کے ساتھ حضرت بلالؓ نے بھی مقام جابہ میں ان کو خوش آمدید کہا اور بیت المقدس کی سیاحت میں ہمراہ رہے ایک روز حضرت عمرؓ نے ان سے اذان دینے کی فرمائش کی تو بولے، گو میں عہد کر چکا ہوں کہ حضرت خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کے لئے کلمہ نہ دوں گا تاہم آج آپ کی خواہش پوری کروں گا، یہ کہہ کر اس عندلیب توحید نے کچھ ایسے سخن میں خدائے ذوالجلال کی عظمت و شوکت کا نغمہ سنایا کہ تمام مجمع بقیاب ہو گیا، حضرت عمرؓ اس قدر روئے کہ ہنسی بند ہو گئی۔ حضرت ابو عبیدہؓ اور حضرت معاذ بن جبلؓ بھی بے اختیار رو رہے تھے غرض سب کے سامنے عہد نبوت کا نقشہ کھینچ گیا اور تمام سامعین نے ایک خاص کیفیت محسوس کی۔ پھر ملک شام ہی میں مقیم ہو گئے۔

اخلاق

محاسن اخلاق نے حضرت بلالؓ کے پایہ فضل و کمال کو نہایت بلند کر دیا تھا۔ حضرت عمرؓ فرمایا کرتے تھے ابو بکرؓ سیدنا و اختر سیدنا یعنی ابو بکرؓ ہمارے سردار ہیں اور انھوں نے ہمارے سردار بلالؓ کو آزاد کیا ہے۔

حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت گذاری ان کا مخصوص مقصد حیات تھا، ہر وقت بارگاہِ نبویؐ میں حاضر رہتے، آپ کہیں باہر تشریف لیجاتے تو خادمِ جانِ نثار کی طرح ہمراہ ہوتے، عیدین و استفاء کے مواقع پر علم لے کر آتے آگے چلتے، وعظ و ہد کی مجلسوں میں ساتھ جاتے، افلاس و ناداری کے باوجود ان کو جو میسر آجاتا اس کا ایک حصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ضیافت کے لئے پس انداز کرتے۔ ایک دفعہ بنی کعبہ میں (جو نہایت خوش ذائقہ ہوتی ہیں) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے۔ آپ نے تعجب سے پوچھا۔ بلالؓ یہ کہاں سے؟ عرض کی میرے پاس جو کعبہ میں مقیم وہ نہایت خراب قسم کی تمغیں چونکہ مجھے حضورؐ کی خدمت میں پیش کرنا تھا اس لئے میں نے دو صاع دے کر یہ ایک صاع اچھی کعبہ کی حاصل کیں، ارشاد ہوا، اُن بات! ایسا نہ کیا کرو، یہ تو عین ربائے اگر تمہیں خریدنا تھا تو پہلے اپنی کعبہ کو فروخت کرتے، پھر اس کی قیمت سے اس کو خرید لیتے۔

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایمان کو تمام اعمالِ حسنہ کی بنیاد سمجھتے تھے، ایک مرتبہ کسی نے پوچھا کہ سب سے بہتر عمل کیا ہے؟ بولے خدا اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ، پھر جہاد، پھر حج مبرور۔

حلیہ یہ تھا کہ قد نہایت طویل، جسم لاغر، رنگ نہایت گندم گون بلکہ مائل بہ سیاہی، سر کے بال نہایت

۱۔ طبقات ابن سعد قسم اول ج ۱ ص ۱۶۷ ۲۔ امد الفایہ جلد ۱ ص ۲۰۹ ۳۔ سنن ترمذی ج ۱ ص ۲۸۴

۱۔ سنن ۱۶۸ ۲۔ بخاری جلد ۱ ص ۳۱۱ ۳۔ بخاری جلد ۲ صفحہ ۱۱۲

گئے خمدار اور اکثر سفید تھے۔

ازواج

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے متعدد شادیاں کیں، ان کی بعض بیویاں عرب کے نہایت شریف و معزز گھرانوں سے تعلق رکھتی تھیں حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادی سے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کرادیا تھا۔ بنی زہرا اور حضرت ابوالدرداء کے خاندان میں بھی رشتہ مصاہرت قائم ہوا تھا لیکن کسی سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک عرصہ تک شام میں متوطن رہنے کے بعد ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ فرما رہے ہیں ”بلال! یہ خشک زندگی کب تک؟ کیا تمہارے لئے وہ وقت نہیں آیا کہ ہماری زیارت کرو؟ اس خواب نے گذشتہ زندگی کے پُر لطف انسانے یاد دلا دیئے عشق و محبت کے مرجھائے ہوئے نغمہ پھر رہے ہو گئے، اسی وقت مدینہ کی راہ لی۔ اور روضہ اقدس پر حاضر ہو کر پورے غسل کی طرح تڑپنے لگے۔ آنکھوں سے سیل اشک رواں تھا، اور مضطربانہ جوش و محبت کے ساتھ جگر گوشگانِ رسول یعنی حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہم کو چٹپٹا چٹپٹا کر پیار کر رہے تھے، ان دونوں نے خواہش ظاہر کی کہ آج صبح کے وقت اذان دیجئے۔ گو ارادہ کر چکے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وہ اذان نہیں گئے تاہم ان کی فرمائش مائل نہ سکے۔ صبح کے وقت صحت پر چڑھ کر نعرہ نکیر بلند کیا تو تمام مدینہ گونج اٹھا اس کے بعد نعرہ توحید نے اس کو اور بھی پُر عظمت بنا دیا لیکن جب اشہد ان محمد رسول اللہ کا نعرہ بلند کیا تو عورتیں تک پتھر اتر ہو کر پردوں سے نکل پڑیں اور تمام عاشقانِ رسول کے رخسارے آنسوؤں سے تر ہو گئے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ مدینہ میں ایسا پُر اثر منظر کبھی دیکھنے میں نہیں آیا تھا۔

وفات

سنہ ۳۷ میں اس غلصہ بادقائے اپنے محبوبِ آفاقی و اُمّی رفاقت کے لئے دنیائے فانی کو خیر باد کہا، کم و بیش ۶۲ برس کی عمر پائی، دمشق میں باب الصغیر کے قریب مدفون ہوئے۔

وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى وَاللَّهُ فَضَّلَ بَعْضُكُمْ عَلَى بَعْضٍ فِي الْوَرَقِ فَمَا الَّذِينَ فَضَّلُوا ابْنُ آدَمَ رَزَقَهُمْ عَلَى مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَهُمْ فِيهِ سَوَاءٌ أَفَبِعَدَةِ اللَّهِ (بخاری)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔۔۔ اور اللہ نے تم میں ایک کو دوسرے پر رزق میں بڑائی دی تو جنہیں بڑائی دی ہے وہ اپنا رزق، اپنے باندی غلاموں کو نہ پھیر دینگے کہ وہ اس میں برابر ہو جائیں تو کیا اللہ کی نعمت سے ٹکرتے ہیں۔

وَاللَّهُ فَضَّلَ بَعْضُكُمْ يَسُورَةُ نَمَلِ الْآيَةِ مَثَرُ ۱۰۰ ہے اس میں مشرکین کو خطاب ہے عیون سے مناسب آیت کے یہ الفاظ ہیں۔ عَلَى مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ۔ اس آیت میں مال و دولت غلام

طبقات ابن سعد قسم اول جلد ثالث صفحہ ۱۰۰۔ طبقات ابن سعد

لوڈیوں کو ان کی ملک بنایا گیا ہے جب ان کی ملک ثابت ہو گئی یہ بھی ثابت ہو گیا کہ کفار و مشرکین کا اپنی ملک میں تصرف کرنا یعنی بیع و شراء و غیرہ جائز و درست ہے۔

مطلب آیت | یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک کو دوسرے پر مال و دولت میں فضیلت دی ہے اور تم کبھی یہ گوارا نہیں کرتے کہ اپنے مال و دولت کو اپنے زبانیوں میں اس طرح تقسیم کر دو کہ وہ بھی مال و دولت میں تمہارے برابر ہو جائیں۔ تو اس مثال سے سمجھو جب اے مشرکین تم بھی یہ تسلیم کرتے ہو کہ یہ بیت جس کی تم پرستش کرتے ہو سب اللہ تعالیٰ کی مخلوق و ملک میں تو بہر تم یہ کیسے تجویز کرتے ہو کہ یہ بیت اللہ کی مخلوق و ملک ہیں۔ اپنے خالق و مالک کے برابر ہو جائیں۔

تمام انسانوں کا معیشت میں برابر ہونا ناممکن ہے | اس آیت سے یہ بھی واضح ہوا کہ جیسے انسانوں کے درمیان عقل و فہم اور دیگر جسمانی قوتوں میں تفاوت ہے، ایسے ہی مال و دولت میں تفاوت کا ہونا بھی ایک فطری امر ہے جیسے یہ ناممکن ہے کہ تمام انسانوں کی عقل و فہم اور دیگر جسمانی قوتوں میں مساوی ہو ایسے یہ بھی ناممکن ہے کہ کوئی ایسا معاشرہ قائم کیا جائے جس میں تمام انسانوں کی معیشت مساوی ہو۔ خالق کائنات نے رزق میں ایک دوسرے کو فضیلت دی ہے کوئی غریب ہے کوئی امیر اور کوئی متوسط حال۔ اور یہ کوئی اتفاقی حادثہ نہیں ہے بلکہ رب العلمین کی حکمت بالغہ ہے اور انسانی مصالح کا مقتضی۔ اگر یہ صورت نہ رہے اور مال و دولت (دعاش) میں سب انسان برابر ہو جائیں تو نظام عالم میں خلل و فساد پیدا ہو جائیگا یہی وجہ ہے کہ جب سے دنیا قائم ہوئی ہے کسی دربار کسی ماحول اور زمانہ میں ایسا نہیں ہوا کہ سب انسان معیشت کے اعتبار سے مساوی ہو گئے ہوں۔ اور اگر کہیں جبری طور پر ایسا معاشرہ قائم کرنے کی کوشش کی گئی ہے تو اس کی حقیقت لفظوں سے زیادہ اور کچھ نہیں ہے اور رزق میں مساوات کی عملی شکل و صورت کا نہ کبھی عملی ظہور ہوا ہے نہ ہو گا اور نہ ہو سکتا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ابراہیم علیہ السلام نے سارہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ہجرت کی تو ایسے شہر میں پہنچے جہاں ایک بادشاہ رہتا تھا یا ایک ظالم بادشاہ رہتا تھا۔ اس سے ابراہیم علیہ السلام کے متعلق کہا گیا کہ وہ ایک نہایت ہی خوبصورت عورت کے لیے یہاں آئے ہیں بادشاہ نے آپ سے پھوٹا بھیجا کہ ابراہیم! یہ خاتون جو تمہارے ساتھ ہیں تمہاری کیا ہوتی ہیں انھوں نے فرمایا کہ میری بہن ہیں پھر جب ابراہیم علیہ السلام حضرت

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَاجَرَ إِبْرَاهِيمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِسَارَةَ فَدَخَلَ بِهَا قَرْيَةً فِيهَا مَلِكٌ مِنَ الْمَمْلُوكِ أَدَجَبَارُ مِنَ الْجَبَابِرَةِ فَقِيلَ دَخَلَ إِبْرَاهِيمُ بِامْرَأَةٍ هِيَ مِنْ أَحْسَنِ النِّسَاءِ فَأَرْسَلَ إِلَيْهِ أَنْ يَا إِبْرَاهِيمُ مَنْ هَذِهِ الَّتِي مَعَكَ قَالَ أَخِي ثُمَّ رَجَعَ إِلَيْهَا فَقَالَ لَا تُكْذِبِي حَدِيثِي فَإِنِّي أَخْبَرْتُكُمْ أَنَّكَ أَخِي وَاللَّهُ إِنَّكَ

الْأَرْضِ مُؤْمِنٌ غَيْرِي وَمَعْلُوكٌ فَأَرْسَلْنَا
إِلَيْهَا قَهَارًا إِلَيْهَا فَقَامَتْ تَوَضَّأَتْ وَتَضَلَّى فَقَالَتْ
اللَّهُمَّ إِنْ كُنْتُ آمَنْتُ بِكَ وَبِرَسُولِكَ وَأَخَصَصْتُ
فَرْجِي إِلَّا عَلَى رَوْحِي فَلَا تَسْطِطْ عَلَى الْكَافِرِ
فَغَطَّ حَتَّى رَكَضَ بِرَجْلِهِ قَالَ الْأَعْرَجُ قَالَ أَبُو
سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ إِنَّ أَبَاهُ رَوَى
قَالَ قَالَتْ اللَّهُمَّ إِنْ يَمُتُ يُقَالُ هِيَ قَتَلَتْهُ
فَأَرْسَلْنَا نَحْمُ قَامَ إِلَيْهَا فَقَامَتْ تَوَضَّأَتْ
تَضَلَّى وَتَقُولُ اللَّهُمَّ إِنْ كُنْتُ آمَنْتُ بِكَ
وَبِرَسُولِكَ وَأَخَصَصْتُ فَرْجِي إِلَّا عَلَى
رَوْحِي فَلَا تَسْطِطْ عَلَى هَذَا الْكَافِرِ فَغَطَّ
حَتَّى رَكَضَ بِرَجْلِهِ قَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ
قَالَ أَبُو سَلَمَةَ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ فَقَالَتْ
اللَّهُمَّ إِنْ يَمُتُ يُقَالُ هِيَ قَتَلَتْهُ فَارِئِلَ
فِي الثَّانِيَةِ أَوْ فِي الثَّالِثَةِ فَقَالَ وَاللَّهِ
مَا أَسْرَسَلْتُهُ إِلَّا إِلَّا غَطَّ طَانًا رَجَعْتُهَا
إِلَى الْإِبْرَاهِيمِ وَأَعْطَوْهَا أَجْرًا فَرَجَعْتُ
إِلَى الْإِبْرَاهِيمِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَتْ
أَشْعَرْتُ أَنَّ اللَّهَ كَبَتَ الْكَافِرَ وَأَخَذَ
وَلَيْدَةً - (بخاری)

سارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے یہاں آئے تو ان سے
کہا کہ میری بات نہ جھٹلانا۔ میں تمہیں اپنی بہن کہہ کر آیا
ہوں۔ بخدا اس کو نے زمین پر میرے اور تمہارے سوا
کوئی مومن نہیں ہے چنانچہ آپ نے حضرت سارہ کو بادشاہ
کے یہاں بھیجا، بادشاہ حضرت سارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو
پاس کیا اس وقت حضرت سارہ نماز پڑھنے کھڑی ہوئی تب
انہوں نے اللہ کے حضور میں یہ دعا کی: کہ اے اللہ! اگر
میں تجھ پر اور تیرے رسول پر ایمان رکھتی ہوں اور اگر میں نے
اپنے شوہر کے سوا اپنی شوہر گاہ کی حفاظت کی ہے تو۔ تو مجھ پر
ایک کافر کو مسلط نہ کر۔ اتنے میں وہ بادشاہ بدلباب اور اسکا
پادشہ زمین میں دھنسنے لگا۔ اعرج نے بیان کیا کہ ابو سلمہ بن
عبد الرحمن نے بیان کیا ان سے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
نے بیان کیا کہ حضرت سارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اللہ کے
حضور میں عرض کیا: اے اللہ! اگر یہ کر گیا تو لوگ کہیں گے کہ
اس عورت نے اسے قتل کیا ہے (پھر اسکی حالت بحال ہوئی)
تو بادشاہ نے دوسری یا تیسری بار کہا بخدا تم نے میرے پاس ایک
شیطان کو بھیجا ہے اسے ابراہیم کو لے دو۔ اور راجہ ابراہیم کو
دید و پھر حضرت سارہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے آئین اور کہا
آپسے دیکھا اللہ تعالیٰ نے کافر کو ذلیل کیا اور ایک لڑکھنڈی خدمت
کے لیے لوائی۔ (بخاری)

قوائد و مسائل

- ۱۔ اس حدیث کو امام نے پہلا اور اگر اہ میں بھی ذکر کیا ہے ۲۔ عنوان سے مناسب حدیث
کے یہ الفاظ ہیں اعطوها آجرو۔ اس ظالم بادشاہ نے کہا کہ سارہ کو ہار جھکرو دے دو
اور حضرت سارہ نے اس کافر بادشاہ کے ہدیہ کو قبول کر لیا معلوم ہوا کہ کافر کا اپنی ملک میں تصرف کرنا جائز ہے۔ ۳۔ ولید
کا لفظ لڑکے کے لیے اور ولیدہ لڑکی کے لیے بولا جاتا ہے۔ اور اس لفظ کا اطلاق کبھی لڑکھی پر بھی آتا ہے۔ یہ حدیث مسائل
ذیل پر مشتمل ہے۔ (۴) اپنی جان اور عزت و ناموس کو بچانے کے لئے خلاف واقع بات کہہ دینی جائز ہے۔ گناہ
نہیں۔ جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت سارہ کو سختی کہا حالانکہ وہ آپ کی بیوی تھیں۔ (۵) ظالم بادشاہ
یا مشرک کا حدیث قبول کرنا جائز ہے۔ (۶) اگر اپنی بیوی کو بلا نیت طلاق ماں بہن کہہ دیا تو طلاق واقع نہ ہوگی۔

(۱۷) اس حدیث سے فقہاء اسلام نے یہ استدلال بھی فرمایا کہ اگر کسی کے پاس کسی کی امانت ہے اور کوئی شخص غنڈہ گردی کے ذریعہ اس امانت کو حاصل کرنے کی کوشش کرے تو امان کو یہ جانزہ ہے کہ امانت کو بچانے کے لئے یہ کہہ دے کہ میرے پاس کسی کی امانت نہیں ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عبد بن زعمہ رضی اللہ عنہ کا ایک بچے کے بارے میں نزاع ہوا۔ سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یا رسول اللہ! یہ میرے بھائی عبد بن ابی وقاص کا بیٹا ہے۔ اس نے وصیت کی تھی کہ ایسا بنایا ہے۔ آپ خود میرے بھائی سے اس کی مشابہت دیکھ لیجئے۔ لیکن عبد بن زعمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ کہا کہ یا رسول اللہ! یہ تو میرا بھائی ہے میرے باپ کے "فرش" پر پیدا ہوا ہے اور اس کی باندی کے پیٹ کا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بچے کی صورت دیکھی تو مشابہت صاف عتبہ سے تھی۔ لیکن آپ نے فرمایا یہی کہ اے عبد! یہ بچہ تمھارے ہی ساتھ رہیگا۔ کیونکہ بچہ فرش کے تابع

عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ اخْتَصَمَ سَعْدُ ابْنُ أَبِي وَقَاصٍ وَعَبْدُ بْنُ زُعْمَةَ فِي غُلَامٍ فَقَالَ سَعْدٌ هَذَا يَا رَسُولَ اللَّهِ ابْنُ أَخِي عُتْبَةَ بْنِ وَقَاصٍ عَمِّهِ إِنَّهُ ابْنُ عْتَبَةَ انْظُرْ إِلَيَّ شَبَّهَهُ وَقَالَ عَبْدُ بْنُ زُعْمَةَ هَذَا أَخِي يَا رَسُولَ اللَّهِ وَلِدٌ عَلَيَّ فَرَّاشِ ابْنِي مِنْ وَلِيدَةٍ تَمَ فَنَظَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى شَبَّهَهُ فَرَأَى شَبَّهًا بَيْنَهُمَا بَعَثَتْ فَقَالَ لَكَ يَا عَبْدُ الْوَلَدُ لِنَفَرَاتٍ وَلِلْعَاهِي الْحَجَبُ وَاجْتَجَبِي مِنْهُ يَا سَوْدَةُ بِنْتُ زَمْعَةَ فَكَمْ تَرَكَا سَوْدَةَ قَطْرًا

(بخاری)

ہوتا ہے اور زانی کے حصہ میں صرف پتھر ہے اور اے سودہ بنت زعمہ! اس لڑکے سے تم پردہ کیا کرو۔ چنانچہ سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے پھر اسے سمجھی نہیں دیکھا۔

قوائد و مسائل یہ حدیث شبہات بخاری پارہ ص۔ یہ تقسیم و ترجیحی سے گزر چکی ہے۔ عنوان سے مناسبت اس حدیث کی یہ ہے کہ نبی کریم علیہ السلام نے عبد بن زعمہ کے کافر باپ کی ملکیت کو برقرار رکھتے ہوئے بچہ عبد بن زعمہ کی تحویل میں دے دیا۔

حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے مصیب رضی اللہ عنہ سے کہا اللہ سے ڈرو اور اپنے باپ کے سوا کسی اور کی طرف اپنے کو منسوب نہ کرو۔ مصیب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر مجھے بڑی دولت مل جائے تو مجھی میں یہ کہنا پسند نہ کروں گا۔ میں تو یحییٰ ہی میں پیدا کیا گیا تھا۔

قَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ ابْنُ عَوْفٍ لَمْ يَصْهَبْ ابْنِي إِلَّا اللَّهَ وَلَا تَدِدُ إِلَيَّ غَيْرَ أَبِيكَ فَقَالَ صَهِيبٌ مَا يَسُوءُنِي أَنْ لِي كَذَا وَكَذَا وَإِنِّي كُنْتُ ذَلِكَ وَلِكُنِّي سُرِقْتُ وَأَنَا صَبِيٌّ -

(بخاری)

قوائد و مسائل حضرت عبد الرحمن بن عوف نے حضرت مصیب سے کہا تھا کہ شرعاً اپنے کو کسی اور کا بیٹا ناظر کرنا گناہ ہے اور تم عربی ہونے کے دعویدار ہو اور زبان تمہاری رومی ہے۔ اس پر حضرت

مصیب نے جواب دیا کہ میں کسی بڑی سے بڑی دولت کے حصول کیلئے بھی یہ بات پسند نہیں کرتا کہ میں اپنا باپ کسی ایسے شخص کو ظاہر کر دوں جو حقیقت میں میرا باپ نہیں ہے مگر قصہ یہ ہے کہ مجھے یحییٰ بن یسویں نے انوار کر لیا۔ انھیں میں میری پرورش ہوئی اس بناء پر میری زبان رومی ہو گئی۔ واضح ہو کہ حضرت مصیب رضی اللہ عنہ اپنا نسب سنان بن مالک کے ساتھ جوڑتے تھے اور کہتے تھے کہ ان کی والدہ نبی متیم میں سے تھیں لیکن چونکہ ردیوں نے انکو اغوا کر کے غلام بنا لیا تھا اس لئے لوگ کہتے تھے کہ عربی النسل کس طرح ہو سکتے ہیں۔ ۲- اس حدیث سے واضح ہوا کہ اپنے نسب کو بدلنا۔ (جیسا کہ آجکل بعض لوگ حقیقت میں شیخ یا سید نہیں ہوتے اور جعلی سید اور شیخ بن جاتے ہیں) شرعاً حرام و گناہ ہے اس پر وعید بھی آئی ہے۔

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ یا رسول اللہ ان اعمال کے متعلق آپ کا کیا حکم ہے؟ جنہیں میں جاہلیت کے زمانہ میں صلہ رحمی۔ غلام آزاد کرنے اور صدقہ دینے کے طور پر کیا کرتا تھا۔ کیا ان اعمال پر بھی مجھے اجر ملے گا؟ آنحضرت نے فرمایا۔ جتنی نیکیاں تم پہلے کر چکے ہو ان سب کے ساتھ اسلام لائے ہو (بخاری)

أَنْ حَكِيمُ بْنُ حَزَامٍ أَخْبَرَنَا أَنَّهُ قَالَ
يَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَدْرَأَيْتَ
أُمُورًا كُنْتُ أَتَعَلَّثُ أَوْ أَتَخَلَّثُ بِهَا فِي
الْجَاهِلِيَّةِ مِنْ صَلَاةٍ وَعَشَاقَةٍ وَصَدَقَةٍ
هَلْ لِي فِيهَا أَجْرٌ قَالَ حَكِيمٌ قَالَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَسَلَّمْتَ عَلَى
مَا سَلَفَ لَكَ مِنْ خَيْرٍ۔ (بخاری)

اس حدیث کو امام نے کتاب الزکوٰۃ باب مَنْ تَصَدَّقَ فِي الشَّرْكِ ثُمَّ أَسْلَمَ فَوَائِدُ وَمَسَائِلُ میں بھی ذکر کیا ہے دیکھیے فیوض الباری پارہ ششم ص ۴۳ عنوان سے مناسبت اس حدیث کی یہ ہے کہ حکیم ابن حزام نے بھالت کفر جو صدقہ و مہر وغیرہ کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے صحیح نافذ قرار دیا۔ اور یہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے جبکہ کافر کی ملکیت کو درست تسلیم کیا جائے۔ اَسَلَّمْتَ عَلٰی مَا سَلَفَتْ۔ حدیث کے ان جملوں کا مطلب صحیح یہ ہے کہ تیرے بھالت کفر اعمال خیر کو جو سے تجھے ایمان لانے کی سعادت نصیب ہوئی ہے۔

بَابُ جُلُودِ الْبَيْتَةِ قَبْلَ أَنْ تُدْبَغَ

باب دباغت سے پہلے مردار کی کھال کا حکم؟

عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک مری ہوئی بکری
پر سے گذرے آپ نے فرمایا تم نے اس سے نفع کیوں

عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبَّاسٍ أَخْبَرَنَا أَنَّ رَسُولَ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِشَاةٍ
مَيِّتَةٍ فَقَالَ هَلَّا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا بِهَا

قَالُوا إِنَّهَا صَيِّتَةٌ قَالَتْ إِنَّمَا حَرَّمَ أَكْلُهَا
(بخاری)

نہیں حاصل کیا۔ انہوں نے عرض کیا کہ یہ تو مردہ ہے تو آپ نے فرمایا اس کا صرف کھانا حرام ہے۔

فوائد ومسائل

(۱) اس حدیث کو امام نے کتاب الزکاة باب الصدقة علی موالی ازواج النبی میں بھی ذکر کیا ہے۔ دیکھئے فیوض حصہ ص

(۲) امام بخاری اور امام زہری نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا کہ مردار کی خرید و فروخت جائز ہے۔ کیونکہ مردار کی کھال سے نفع کا جواز اس کی بیع و شراء کے جواز کو چاہتا ہے۔

(۳) سیدنا امام اعظم اور دیگر ائمہ کرام کا مذہب یہ ہے کہ مردار کی کھال کی خرید و فروخت و باعیت سے قبل حرام کیونکہ مردار اور اس کی کھال میت ہے جو نجس ہے۔ اور میتہ (مردار) کی بیع و شراء ممنوع ہے۔ اور مذکورہ بالا حدیث جس سے جواز کا استدلال کیا گیا ہے یہ اس لئے درست نہیں کہ یہ حدیث مطلق ہے اور دوسری احادیث میں اسی کی ممانعت آئی ہے لہذا حدیث ہذا اور اس کی دوسری احادیث کے پیش نظر مفہوم صحیح یہ قرار پایگا کہ مردار کی کھال کی باعیت کے بعد بیع و شراء جائز ہے کیونکہ باعیت کے بعد مردار کی کھال پاک ہو جاتی ہے۔

بَابُ قَتْلِ الْخَنَزِيرِ وَقَالَ جَابِرٌ حَرَّمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْعَ الْخَنَزِيرِ
باب۔ سورہ مائدہ النار حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے موی کی خرید و فروخت کو حرام قرار دیا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے وہ تمام آنے والا ہے جب ابن عمر علیہ السلام تم میں ایک عادل اور منصف حاکم کی حیثیت سے آئیں گے وہ صلیب کو توڑ ڈالیں گے اور جزیہ کو ختم کریں گے یہودیوں کو مار ڈالیں گے اس وقت مال و دولت

سَمِعَ آبَاهُ يَرْفَعُ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالدِّمَى نَفْسِي بِيَدِهِ لِيُوشِكَنَّ أَنْ يَنْزِلَ فِيكُمْ ابْنُ مَرْثَدٍ حَكِيمًا مُقْسِطًا يَنْكِسِرُ الصَّلِيبَ وَيَقْتُلُ الْخَنَزِيرَ وَيَضَعُ الْجُذْيَةَ وَيَفِيضُ الْمَالَ حَتَّى لَا يَقْبَلَهُ أَحَدٌ - (بخاری)

کی اتنی فراوانی ہوگی کہ کوئی لینے والا نہیں ہوگا۔

فوائد ومسائل

اس حدیث کو امام مسلم نے ایمان میں اور ترمذی نے فتن میں ذکر کیا ہے۔ (۲) اس حدیث سے واضح ہوا کہ خنزیر اور اس کے تمام اجزاء نجس العین و حرام ہیں اور اس کی بیع و شراء حرام و ناجائز اور باطل ہے۔ خنزیر کی کھال کی باعیت کے بعد بھی پاک نہیں ہوتی۔ اس طرح چربی بھی بال وغیرہ سب نجس العین ہیں اور ان کی بیع و شراء حرام و باطل ہے۔ (۳) يَقْتُلُ الْخَنَزِيرَ حضرت میر سی علیہ السلام خنزیر کو قتل کریں گے یہ بات خصوصیت سے اس لئے

ذکر کی گئی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو خنزیر کو قتل کرینگے۔ اور عیسائیوں کو اگر ان سے محبت و عقیدت ہے تو انہیں خنزیر کی بیج و شراب سے پرہیز کرنا چاہیے۔

بَابُ لَا يُذَابُ شَحْمُ الْمَيْتَةِ وَلَا يَبَاعُ وَذَكَرَهُ سَاهُ جَابِرُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
باب نہ مروار کی چربی پگھلائی جائے اور نہ اس کا دوک بیجا جائے۔ اسکی روایت جابر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حوالہ دے کر

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے روایت کیا کہ عمر رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا کہ فلاں شخص نے شراب فروخت کی ہے تو آپ نے فرمایا کہ اللہ اُسے تباہ و برباد کر دے کیا اُسے معلوم نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا اللہ تعالیٰ یہودیوں کو برباد کر دے کہ جب ان پر چربی حرام کی گئی تو انہوں نے پھٹکا کر بیچنا شروع کر دیا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ یہودیوں کو تباہ کر دے ظالمی پر چربی حرام کر دی گئی تھی لیکن انہوں نے اسے بیچ کر اس کی قیمت کھائی۔

أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقُولُ بَلَغَ عُمَرُو أَرْثَ فُلَانًا بِأَنَّهُ خَبَّرَهُ فَقَالَ قَاتِلْ اللَّهُ فُلَانًا أَلَمْ يَعْلَمْ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَاتِلْ اللَّهُ الْيَهُودَ وَخَرِمَتْ عَلَيْهِمُ الشُّحُومُ فَجَعَلُوهَا مَبَاعًا عَوَهَا۔ (بخاری)

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَاتِلْ اللَّهُ الْيَهُودَ وَخَرِمَتْ عَلَيْهِمُ الشُّحُومُ فَبَاعُوهَا وَآكَلُوهَا أَشْنَاهَا۔ (بخاری)

فوائد ومسائل | ان دونوں حدیثوں سے واضح ہوا کہ خنزیر کی چربی کھال بٹیاں وغیرہ کے تمام اجزاء نجس العین ہیں ان سے نفع اٹھانا اور بیع و شراب حرام و باطل ہے۔ اسی طرح خمر بھی نجس العین ہے۔ اسکا پلانا پینا خرید و فروخت حرام و ناجائز اور باطل ہے۔

بَابُ بَيْعِ النَّصَاوِيرِ الَّتِي لَيْسَ فِيهَا رُوحٌ وَمَا يُكَذُّهُ مِنْ ذَلِكَ
باب غیر جاندار چیزوں کی تصویریں بیچنا اور اس میں کیا پسندیدگی ہے؟

سعید بن الحسن نے کہا کہ میں ابن عباس رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر تھا کہ ایک شخص ان کے پاس آیا اور کہا کہ اے ابوبکر میں ان لوگوں میں سے ہوں جن کی معیشت اپنے ہاتھ کی صنعت پر موقوف ہے اور میں یہ تصویریں بنانا ہوں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس پر فرمایا کہ میں تمہیں صحت دیتی

عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْحُسَيْنِ قَالَ كُنْتُ عِنْدَ ابْنِ عَبَّاسٍ إِذْ أَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ يَا أَبَا عَبَّاسٍ إِنِّي إِنْسَانٌ إِنَّمَا مَعِيشَتِي مِنْ صَنْعَةِ صِدَائِي دِئَانِي أَصْنَعُ هَذِهِ النَّصَاوِيرَ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَا أُحَدِّثُكَ إِلَّا مَا سَمِعْتُ رَسُولَ

اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ سَبْعَةٌ
يَقُولُ مَنْ صَوَّرَ صُورَةً فَإِنَّ اللَّهَ مُعَذِّبُهُ
حَتَّى يَنْفُخَ فِيهَا الدُّودَ وَكَأَنَّ بَيْنَ فِجْ
يُهَا أَبَدًا ثَوْبًا الرَّجُلُ سَلَوَهُ شَدِيدَةً
رَاصِفَةً وَجْهَهُ فَقَالَ وَيَحْكُ إِنَّ أَبْنَى
إِلَّا أَنْ تَصْنَعَ فَعَلَيْكَ بِهَذَا الشَّجَرِ
وَكُلْ شَيْءٌ لَيْسَ فِيهِ سُدُوحٌ

(بخاری)

بات بتاؤں کا جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے
سُنی ہے میں نے حضور کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا تھا
کہ جس نے بھی کوئی تصویر بنائی تو اللہ تعالیٰ اُسے آفت
تک عذاب دیتا رہے گا جب تک وہ اپنی تصویر میں جان
نہ ڈالے۔ اور وہ کبھی اس میں جان نہیں ڈال سکتا۔ اس
شخص کا سانس چڑھ گیا اور چہرہ نہ رہ گیا۔ ابی جابر رضی اللہ
عنه نے فرمایا کہ انھوں نے اگر تم تصویریں بنانا چاہتے ہو تو ان
درختوں کی اور ہر اس چیز کی جس میں جان نہیں تصویریں بنا
سکتے ہو۔

فوائد مسائل

(۱) امام بخاری نے لباس میں ذکر کیا ہے۔ نسائی نے زینت میں اور مسلم نے لباس میں ذکر کیا ہے اس
حدیث سے واضح ہوا کہ جاندار کی تصویر بنانا منوع ہے البتہ غیر جاندار کی تصویر بنانا جائز ہے اس مسئلہ پر فیوض الباری حصہ
۳ پر مفصل لکھ کر ہو چکی ہے۔

بَابُ تَحْرِيمِ التِّجَارَةِ فِي الْخَمْرِ وَقَالَ جَابِرُ بْنُ خَدَمِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ الْخَمْرِ بَابُ شَرَابِ الْتِّجَارَةِ فِي حُرْمَتِ

اور جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب کی خرید و فروخت حرام قرار دی (بخاری)
عَنْ عَائِشَةَ كُنَّا نَزَلُ آيَاتِ سُورَةِ الْبَقَرَةِ
عَنْ أَخْبَرَهَا خَوَجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ فَقَالَ حُرِّمَتِ التِّجَارَةُ فِي الْخَمْرِ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب سورہ بقرہ کی آیتیں
آیات نازل ہوئیں تو حضور بارگاہ شریف لائے اور فرمایا عمر کی تجارت
حرام قرار دی گئی ہے۔ (بخاری)

بَابُ إِثْمٍ مَنْ بَاعَ حُرًّا

باب۔ اس شخص کا گناہ جس نے کسی آزاد کو بیچا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ تین طرح کے لوگ ایسے
ہو گئے جن کا قیامت کے دن میں فریق نہ ہوگا ایک وہ شخص جس نے
میرے نام پر عہد کیا پھر توڑ دیا وہ شخص جس نے کسی آزاد کو بیچا
کو بیچ کر اس کی قیمت کھائی اور وہ شخص جس نے کوئی مزدور

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ اللَّهُ ثَلَاثَةٌ أَنَا خَصِمُهُمْ
يَوْمَ الْقِيَامَةِ سَجِلٌ أَعْطَى فِي ثَوْرٍ عَدَدَ
دَرْجَلٍ بَاعَ حُرًّا فَأَكَلَ ثَمَنَهُ وَرَجُلٌ بَاعَ
اسْتَأْجَرَ آجِلًا فَأَسْتَوْفَى مِنْهُ وَلَوْ لُطِيطًا

(بخاری)

اجرت پر رکھا اور اس سے پوری طرح کام لیا لیکن اس کی مزدوری نہیں دی۔

تین ایسے گناہ جن کے متعلق آخرت میں خود اللہ تعالیٰ فرقتی ہو گا

سگنیت کے اظہار کیلئے ہے۔
اول وہ جس نے میرے نام پر عہد کیا اور پھر اُسے توڑ دیا۔ دوسرا وہ جس نے کسی آزاد انسان کو بیچ دیا جیسا کہ فی زمانہ بچوں اور عورتوں کو اغوا کر کے انہیں دوسرے ملکوں میں بیچ دیتے ہیں۔ یہ کام سخت و دشمنی قسم کا گناہ اور عظیم ہے۔ اسی طرح مزدور کو اس کی اجرت نہ داکر یا بھی ظلم اور گناہ کبیرہ ہے۔

بَابُ أَهْلِ الْقَبْرِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْيَهُودُ يَبِيعُ أَنْضِيَهُمْ حِينَ أَجْلَاهُمْ فِي الْقَبْرِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ

یہودیوں کو جلا وطن کرتے وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا انھیں اپنی زمین بیچ دینے کا حکم دیا اس سلسلے میں مقبرہ کی روایت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے واسطے سے ہے (جواب لہجہ میں لکھا)
فاسد ۱: روایت مقبرہ پر انشاء اللہ العزیز باب لہجہ میں گفتگو ہوگی۔

بَابُ بَيْعِ الْعَبِيدِ وَالْحَيَوَانِ بِالْحَيَوَانِ نَسِيئَةً

باب کسی غلام یا جانور کو جانور کے بدلے فروخت کرنے کے متعلق

ابن عمر رضی اللہ عنہ نے ایک اونٹ چار اونٹوں کے بدلے خریدا تھا جن کے متعلق یہ طے ہوا تھا کہ مقام ربذہ میں انھیں دیدیں گے ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا کہ کبھی ایک اونٹ، دو اونٹوں کے مقابلے میں بھی بہتر رہتا ہے، رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ نے ایک اونٹ دو اونٹوں کے بدلے میں خریدا تھا ایک تو جس سے یہ منہ ہوا تھا اسے دیدیا تھا دوسرے کے متعلق فرمایا تھا کہ وہ کل انشاء اللہ کسی تاخیر کے بغیر تمہارے حوالے کر دوں گا سعید بن مسیب نے فرمایا کہ جانوروں میں سو نہیں چلتا ایک اونٹ دو اونٹوں کے بدلے اور ایک کبری دو کبریاں کے بدلے ادھار بھی جاسکتی ہے۔ ابن سیرین نے فرمایا کہ

وَأَشْتَرَى ابْنَ عَمْرٍو رَاحِلَةً بِأَرْبَعَةِ أَعْيَةِ قَضَوْنَهُ عَلَيْهِ يَوْمَئِذٍهَا صَاحِبُهَا بِالرَّيْثَانَةِ وَقَالَ ابْنُ عَمْرٍو قَدْ يَكُونُ الْبَعِيرُ خَيْرًا مِنَ الْبَعِيرَيْنِ وَأَشْتَرَى رَافِعُ بْنُ خَدِيجٍ بَعِيرًا بِبَعِيرَيْنِ فَأَعْطَاهُ أَحَدَهُمَا وَقَالَ أَتَيْكَ بِالْأَخْرَعْدَا زَهُوَ إِنْ شَاءَ اللَّهُ وَقَالَ ابْنُ الْمُسَيَّبِ لَا يَبِيعُ الْبَعِيرُ الْبَعِيرُ بِالْبَعِيرَيْنِ وَالشَّاءُ بِالشَّائِنِ إِلَى أَجَلٍ وَقَالَ ابْنُ سِيرِينَ لَا بَأْسَ بِبَعِيرٍ بِبَعِيرَيْنِ نَسِيئَةً

(بخاری)

اونٹ دو اونٹوں کے بدلے ادھار بیچنے میں کوئی حرج نہیں۔

فوائد ومسائل

(۱۱) حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ :- حضور کے مشہور صحابی۔ انصار سے ہیں۔ پوجہ صغریٰ غزوہ بدر میں شریک نہ ہو سکے۔ احد اور تمام غزوات میں شریک ہوئے جب غزوہ احد میں تیرے زخمی ہونے کو حضور نے فرمایا میں قیامت کے دن تمہارے زخم اور ایمان کا گواہ ہوں عبد الملک بن مردان کے دو حکومت میں آپ کا یہ ہی زخم پھر ہوا جو کیا اور اسی کے سبب ۳۷ سال کی عمر میں مدینہ منورہ میں وفات پائی۔

(۱۲) سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ علیہ الرحمہ کا مسلک یہ ہے حیوان کی بیع حیوان کے عوض ادھا عوض نقد بیچنا جائز ہے مطلقاً ممنوع ہے مگر نقد جائز ہے اور بیچ بھی جائز ہے ایک عدد بکری دو عدد بکریوں کے عوض نقد فروخت کی جائے۔ مگر ادھا ر جائز نہیں حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے۔

لَا يَأْسُ بِالْحَيَوَانِ بِالْحَيَوَانِ وَاحِدًا بِالثَّانِي
يَدًا يَبِيدُ كِرْهَهُ نَفِيَّةً (ابن ماجہ)
عَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ فِي السَّبْيِ صَفِيَّةٌ
فَصَارَتْ إِلَى وَحْيَةٍ انْكَلَبَتْ ثَوْرًا صَارَتْ
إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حیوان کی بیع حیوان کے عوض ایک عدد کی دو عدد کے عوض وصیت بدست بیع میں حرج نہیں ادھا ر مکروہ ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قیدیوں میں صفیہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں۔ پہلے تو وہ وحیہ کلبی رضی اللہ عنہا کو لیں اور پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آئیں۔

فوائد ومسائل

اس حدیث کو امام بخاری مسلم۔ ابن ماجہ۔ نسائی نے بیع میں ذکر کیا ہے۔ اور ابو داؤد نے خراج میں اس حدیث کے دوسرے طرق میں یہ الفاظ ہیں۔ اشترى صَفِيَّةً مِنْ وَحْيَةٍ كَرْنِي كَرِيمٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ نے حضرت صفیہ کو وحیہ کلبی سے خریدا۔ یہی الفاظ باب کے مناسب ہیں۔ واضح ہو کہ ایک عدد غلام کو دو عدد غلام کے عوض بیچنا جائز ہے۔ البتہ ادھا ر بیچنا حرام اور دوسرے۔ کیونکہ جب جنس یا قدر میں اختلاف ہو تو اس صورت میں کمی بیشی کے ساتھ بیع جائز ہے اور ادھا ر ناجائز ہے۔

بَابُ بَيْعِ الرَّقِيقِ

باب غلام کی بیع و شرا کے متعلق

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ایک انصاری صحابی نے آکر انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم لونڈیوں سے صحبت کرتے ہیں ہمارا ارادہ انھیں بیچنے کا بھی ہوتا ہے تو آپ عمل کر لینے کے متعلق کیا فرماتے ہیں؟ اس پر آپ نے پوچھا اچھام لوگ ایسا کرتے ہو؟ اگر تم نہ کرو پھر بھی کوئی حرج نہیں۔ ایسے

أَنَّ أَبَا سَعِيدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَخْبَرَنَا أَنَّهُ يَدْعُو
هُوَ جَالِسٌ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّا لَنُصِيبُ سَبْيًا فَتُحِبُّ
الْأَثْمَانُ فَكَيْفَ مَتَرُ فِي الْعُذُلِ فَقَالَ
أَوَلَا تَنْكُرُونَ ذَلِكَ لَا عَلَيْكُمْ أَنْ لَا
تَفْعَلُوا ذَلِكَ فَإِنَّهَا لَيْسَتْ تَسْمَةً
كَتَبَ اللَّهُ أَنْ تَخْرُجَ إِلَّا هِيَ حَاجِبَةٌ

کہ جس روح کی بھی پیدائش اللہ تعالیٰ نے قدر میں لکھ دی ہے وہ پیدا ہو کر رہے گی۔
فوائد ومسائل (۱) اس حدیث کو امام نے نکاح - قدر - مغازی اور توحید میں مسلم والوداد نے نکاح میں نسانی نے علق اور عشرة النساء اور نفوت میں ذکر کیا ہے۔

(۲) اَنَا نَصِيبُ سَبِيٍّ کے معنی یہ ہیں کہ ہم لونڈیوں سے صحبت کرتے ہیں۔ اَدَانُكَ تَفْعَلُونَ ذَالِكَ۔ یہ جملے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ازراہ تعجب ارشاد فرمائے تھے۔ لَا عَلَيْكَ اَنْ لَا تَفْعَلُوا۔ کے معنی یہ ہیں۔ لَيْسَ عَنَّا الْفِعْلُ واجب عَلَيْكُمْ مبرد کہتے ہیں لا زائدہ ہے عبارت یہ ہوگی لَا بَأْسَ عَلَيْكَ فَيُفْعَلُ یعنی عزل کرنے میں حرج نہیں۔ فَمَنْتَ لَكَ لَفْظٌ جَانِدٌ رُكِلَ لَوْلَا مَا تَابَ۔ فَمَنْتَ کے معنی نفس اور انسان کے بھی ہیں۔ شَمْر کے معنی روح کے ہیں۔ نَسِجٌ اچھی بویا خوشبودار تو اک کہتے ہیں۔ (۳) جس لونڈی سے صحبت کی جائے اور اس سے اولاد پیدا ہو جائے تو وہ لونڈی ام ولد قرار پاتی ہے یعنی مالک کی اولاد کی ماں۔ اور ام ولد کی بیع و شراء منع ہے۔ اس بناء پر صحابہ کرام نے بجزوہ نبوی سوال کیا کہ ہم لونڈیوں سے جماع کرتے ہیں اور ہماری نیت یہ بھی ہوتی ہے کہ اس لونڈی کو فروخت کر دیں گے۔ اگر وہ ام ولد بن جائے تو اسکی بیع و شراء ممنوع قرار پاتی ہے ایسی صورت میں ہم برتھ کنٹرول کرتے ہیں تاکہ انکی اولاد نہ ہو۔ تو یہ جائز ہے؟ حضور نبی کریم علیہ السلام نے جواب فرمایا:

بَرْتھ کنٹرول جائز ہے | جسکی پیدائش اللہ تعالیٰ نے مقرر کر دی ہے وہ تو پیدا ہو کر مرے گا۔ اس حدیث سے واضح ہوگا کہ غرض صحیح کی بناء پر اپنی لونڈی یا بیوی سے برتھ کنٹرول کرنا جائز ہے للہیت عقیدہ یہ رکھنا چاہیے کہ جس کی پیدائش اللہ تعالیٰ نے مقدر فرمادی ہے وہ بہر حال پیدا ہوگا۔ چنانچہ صحابہ کرام فرماتے ہیں:

كُنَّا نَعْمَلُ وَالْقِرَانِ يَنْزِلُ فَبَلَّغَ ذَالِكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَفْظًا فِيهَا (عینی)

بعض اوقات نبوی کرم و ہوتی ہے یا کثرت اولاد نقصان دہ ہوتی ہے یا اور کوئی غرض صحیح ہو تو اپنی بیوی سے برتھ کنٹرول جائز ہے مگر عقیدہ درست رکھئے۔

بَابُ بَيْعِ الْمَدَبَرِ — باب مدبر کی بیع کے متعلق

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ بَاَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدَبَرَ دُبَاعًا | حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے مدبر کو فروخت کیا۔

فوائد ومسائل | اس حدیث کو البوداد و نے علق میں نسانی نے علق اور قضا میں ابن ماجہ نے احکام میں ذکر کیا ہے ۱۲۰ مدبر وہ غلام ہے جسے اسکا مولیٰ یہ کہہ سے کہ میرے مرنے کے بعد تو آزاد

ہے۔ مدبر مقید وہ ہے جسے مولیٰ یہ کہے اگر میں اس مرض سے شفا یاب ہو گیا تو تو آزاد ہے سیدنا امام شافعی اس حدیث سے یہ استدلال فرماتے ہیں کہ مدبر خواہ مقید ہو یا مقیدہ اس کی بیع جائز ہے امام احمد اسحاق ابو ثور کا بھی یہی مسلک ہے اور حضرت عائشہ مجاہد بن حسن اور طاؤس کا بھی یہی قول ہے اور حضرت ابی عمر، زبید بن ثابت محمد بن سیرین۔ ابن السیب۔ زہری۔ شعبی۔ یحییٰ ابن ابی لیلیٰ۔ لیث بن سعد۔ امام عظیم ابو حنیفہ کا مسلک یہ ہے کہ مدبر مطلق کی بیع جائز نہیں۔ کیونکہ نبی علیہ السلام۔ نہ فرمایا ہے۔ السد بس ولا یباع ولا یوهب وهو حرام من الثلث۔ (دارقطنی) اس سلسلہ کی مکمل بحث کیلئے معنی جلد ۱۱ صفحہ ۶۶۲ باب بیع المزایہ کا مطالعہ مفید ہوگا۔

حضرت زبید بن خالد اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ان دونوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ سے غیر شادی شدہ باندی کے متعلق جو زنا کا ارتکاب کرے، سوال کیا گیا تھا آپ نے فرمایا تھا کہ پھر اسے کوڑے لگاؤ، پھر اگر وہ زنا کرے تو اسے کوڑے لگاؤ اور پھر اسے بیچ دو۔ تیسری یا چوتھی مرتبہ کے بعد آپ نے یہ فرمایا تھا۔

أَنَّ عَائِدَةَ بِنْتَ خَالِدٍ وَأَبَا هُرَيْرَةَ أَخْبَرَا أَنَّهُمَا سَمِعَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسْأَلُ عَنِ الْأَمَةِ مَتَزَنِيٍّ وَلَمْ تُحْصَنَّ قَالَ أَجْلِلْهَا ثُمَّ إِنْ زَنَتْ فَاجْلِدْهَا ثُمَّ بَيِّعْهَا بَعْدَ الثَّلَاثَةِ أَوْ السَّابِعَةِ۔

فوائد ومسائل | اس حدیث کو امام نے حمار میں عتق اور بیوع میں بھی ذکر کیا ہے امام مسلم۔ ابو داؤد اور ابن ماجہ نے حدود میں اور نسائی نے رجم میں ذکر کیا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے خود سنا ہے کہ جب کسی کی باندی زنا کا ارتکاب کرے اور اس کے دلائل مہیا ہو جائیں تو اس پر حد زنا جاری کر دیں البتہ اسے لعنت ملاست نہ کی جائے تیسری مرتبہ بھی اگر نہ لکے اور زنا کا ثبوت مہیا ہو جائے تو اسے بیچ دے۔ اگرچہ ایک مالوں کی سی کے عوض ہی۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِذَا زَنَتْ أَمَةٌ أَحَدِكُمْ فَتَبَيَّنَ زِنَاهَا فَلْيُجْلِدْهَا الْحَدَّ وَلَا يُتْرَبَ عَلَيْهَا ثُمَّ إِنْ زَنَتْ فَلْيُجْلِدْهَا الْحَدَّ وَلَا يُتْرَبَ لَهَا إِنْ زَنَتْ الثَّلَاثَةَ فَتُسَبِّحَنَّ زِنَاهَا فَلْيَبِيعْهَا وَلَا يُجْبَلَ مِنْ شَعِيرٍ۔ (بخاری)

فوائد ومسائل | یہ حدیث مسائل ذیل پر مشتمل ہے۔ (۱) زانیہ لونڈی کی بیع جائز ہے۔ بلکہ اہل الظاہر واجب قرار دیتے ہیں۔ (۲) لونڈی میں زنا عیب ہے۔ (۳) حضرت ابن مسعود۔ ابو ہریرہ۔ طاہر بن عمر۔ زبید بن ثابت۔

ابراہیم نخعی اشیاخ انصار عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ ملقمہ۔ اسود۔ ابو جعفر محمد بن علی ابو میسرہ کا مسلک یہ ہے کہ غلام یا لونڈی زنا کرے اور زنا ثابت ہو جائے تو غیر محسن کو کوڑے اور محسن کو رجم کیا جائیگا۔ امام مالک شافعی اور امام احمد بن حنبل کا یہ مسلک ہے حد جاری کرنا حاکم کا کام ہے۔ البتہ آقا تعزیر کر سکتا ہے اور حدیث میں جو کوڑے لگائے کا حکم ہے وہ بطور

تقریب ہے۔ اس حدیث کے ماتحت متعدد اہم امور پر علامہ رضی رحمۃ اللہ علیہ نے تفصیل سے روشنی ڈالی ہے علماء جابریں تو مبنی جلد ۱۲ ص ۲۷ تا ص ۲۹ کا مطالعہ کریں۔ علامہ رضی نے اس میں محسن و مدبر محسن پر بھی سیر حاصل بحث کی ہے۔

باب۔ هَلْ يُسَافِرُ بِالْجَارِيَةِ قَبْلَ أَنْ يَسْتَبْرَأَ لَهَا وَلَوْ يَرَى الْحَسَنَ بَأْسًا أَنْ يَقْبَلَ أَوْ يَبَا شَرَهَا وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ إِذَا وَهَبْتَ الْوَلَدَةَ الَّتِي لَكَ طَوَّأْتُ أَوْ بَعِثْتُ أَوْ عَتَقْتُ فَلْيَسْتَبْرَأْ رَحِمَها بِحَضْرَةٍ وَلَا تَسْتَبْرَأْ الْعَدُوَّ وَقَالَ عَطَاءٌ لَا بَأْسَ أَنْ يُعْصِبَ مِنْ جَارِيَةِ الْحَامِلِ مَا دُونَ الْفَرَجِ وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى إِلَّا عَلَىٰ أَرْوَاحِهِمْ

باب۔ کیا کسی باندی کے ساتھ استبراء رحم سے پہلے سفر کیا جاسکتا ہے؟ حسن رضی اللہ عنہ اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے کہ ایسی باندی کا بوسہ لے یا اسے اپنے جسم سے لگائے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب ایسی باندی جس سے وطی کی جا چکی ہے سہ کی جائے یا بیچی جائے یا آزاد کی جائے تو ایک حیض سے اسکا استبراء رحم ہونا چاہیے۔ البتہ کنواری کے استبراء رحم کی ضرورت نہیں عطاء نے فرمایا کہ اپنی حاملہ باندی سے شرمگاہ کے سوا ایستماع کیا جاسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ”لیکن اپنی بیویوں سے یا باندیوں سے“

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خیرہ شریف لائے اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے قلعہ فتح ہو گیا تو آپ کے سامنے صفیہ بن حنی بنی اسطہ کے حسن و جمال کی تعریف کی گئی۔ ان کا شوہر قتل ہو گیا تھا۔ وہ خود ابھی دہن تھیں اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں اپنے لیے منتخب کر لیا پھر روانہ ہوئی جب سدا الروحہ پہنچے تو پڑاؤ ہوا اور آپ نے وہیں ان کے ساتھ خلوت کی۔ پھر ایک چھوٹے سردرخوان پر ہمیں تیار کر کے لکھوایا اور معاہدہ فرمایا کہ اپنے قریب کے لوگوں کو خبر کر دو صفیہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح کا یہی ولیمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا۔ پھر جب ہم مدینہ کی طرف چلے تو میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمار سے صفیہ رضی اللہ عنہا کے لئے پردہ کرایا اور اپنے اوٹ کے پاس بیٹھ کر اپنا ٹخنہ بچھایا۔ صفیہ رضی اللہ عنہا اپنا

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرَةً فَلَمَّا فَتَحَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْخَيْصَنَ دُكِرَ لَهُ جَبَالُ صَفِيَّةَ بِنْتُ حَنْظَلَةَ ابْنِ أَخْطَبٍ وَقَدْ قَتَلَ زَوْجَهَا وَكَانَتْ عَرُوسًا فَاصْطَفَاهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِنَفْسِهِ فَخَرَجَ مَعَهَا حَتَّى بَلَغْنَا سِدَّا السَّيِّ وَحَادَ حَلَّتْ ثَمَنِي بِهَا ثُمَّ صَنَعَ حَيْسًا فِي نَظْعٍ صَغِيرٍ ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ آذِنَ مَنْ حَوْلَكَ فَكَانَتْ تَذَكُّ وَلَيِّنَةُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى صَفِيَّةَ ثُمَّ خَرَجْنَا إِلَى الْمَدِينَةِ قَالَ قَرَأْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجُوسِي لَهَا وَدَاكًا بِعَبَاءَةٍ ثُمَّ يَجْلِسُ عِنْدَ بَعِيرِهِ فَيُخَمُّ رُكْبَتَهُ فَيَضَعُ

صَفِيَّةُ رَجُلَهَا عَلَى سَاكِبَتِهِ حَتَّى
مَتَوَكَّبٍ - (بخاری)

اپنا پاؤں آپ کے گھٹنے پر رکھ کر سوار ہو گئیں۔
(بخاری)

فوائد ومسائل

۱، اس حدیث کو امام نے منازعی، جہاد، اطعمہ اور دعوات میں بھی ذکر کیا ہے۔ اور ابو داؤد نے خراج میں ذکر کیا ہے۔ وہاں وہیں کیلئے بولا جاتا ہے۔ عرس خوشی کے دن کو کہتے ہیں۔ نطفہ رنگے ہوئے چمڑے کا ٹکڑا۔ سد السرحا مدینہ طیبہ کے قریب ایک جگہ کا نام ہے علامہ کرمانی کہتے ہیں سد الرحا کی جگہ صہبا زیادہ صحیح ہے جو خیبر کے قریب ایک مقام ہے جیسا کہ جو گھر گھی سفوف وغیرہ کو لاکر ایک قسم کے حلوے کو کہتے ہیں۔ یہ حدیث مسائل ذیل پر مشتمل ہے۔

(۲) استبراء رحم سے قبل جماع ممنوع ہے۔ (۳) فقہاء کا اس پر اجماع ہے کہ کنیز کو ایک حیض کا آجانا استبراء رحم کے لئے کافی ہے۔ استبراء رحم سے قبل کنیز سے مباشرت وغیرہ کے متعلق حسن بصری اور عکرمہ ابو ثور اور ازمی احمد اسحاق ثوری جواز کا قول پیش کرتے ہیں۔ دلیل ان کی یہ حدیث ہے لا تو طحا حامل حتی تضع ولا حائض حتی تطهر۔ جس سے واضح ہوا کہ جماع کے سوا کنیز سے استبراء رحم سے قبل مباشرت جائز نہ ہوتی تو حضور صغیہ کے ساتھ سفر فرماتے والیضا اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لایمشی بیداً اضرأء لا تحل۔ زہری بخاری ابن سیرین۔ امام مالک لیث۔ امام اعظم ابو حنیفہ وشافعی مباشرت وغیرہ کو مکروہ قرار دیتے ہیں۔ (۵) ولیمہ سنوں پر مکروہ اور کنیز کے ساتھ سفر کرنا جائز ہے۔ مستورات کے ساتھ مروت و محبت سے پیش آنا شریعت کو مطلوب و محمود ہے۔

حضرت صفیہ

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا یہودیہ تھیں اور خیبر کے سردار کی بیٹی تھیں۔ خیبر فتح ہوا تو آپ بھی قیدیوں میں تھیں۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بعض صحابہ نے کہا کہ صفیہ سردار کی بیٹی ہیں اور صرف آپ ہی کے مناسب ہیں چنانچہ آپ نے انھیں آزاد کر کے اپنا نکاح ان سے کر لیا۔ صحیح روایتوں میں ہے کہ صفیہ رضی اللہ عنہا نے ایک مرتبہ خواب دیکھا کہ چاند میری گود میں ہے۔ یہ خواب جب اپنے شوہر سے بیان کیا تو اس نے آپ کو ڈانٹا اور کہا کہ اس صبا یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح کرنا چاہتی ہو۔ اپنے بچپن کا ایک واقعہ خود بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو آپ کے والد اور چچا آنحضور کو دیکھنے آئے، یہودیوں میں نبی آخر الزماں کی بعثت کی عام شہرت تھی۔ جب دیکھ کر گھر واپس ہوئے تو آپ کے والد نے اپنے بھائی سے کہا، کیا یہ وہی یعنی آخر الزماں نبی (ج) بھائی نے کہا کہ ہاں۔ آپ کے والد نے اس پر پوچھا کہ پس کیا کرنا چاہیے تو بھائی نے جواب دیا ہم ایمان نہ لائے ہیں بلکہ سخت مخالفت کریں گے۔ والد نے کہا کہ میرا بھی یہی ارادہ ہے صفیہ اس وقت کچھ زیادہ بڑی نہیں تھیں لیکن سب باتیں سن اور سمجھ رہی تھیں۔

بَابُ بَيْعِ الْمَيْتَةِ - باب مردار اور بتوں کی بیع کے متعلق

اَصْنَامُ صَنْعُوْهُ كِي جَمْعُ هِيَ صَنْعَ هِرَاسٍ تَصَوِّرُوْهُ كَقِيْطَةٍ يَسْتَرْبِيْنَ تَابَعْنِيْ

جائے یا کسی اور مرکب سے اور وزن اس تصویر کو کہتے ہیں جو جسم نہ رکھتی ہو۔ صلیب کے لیے بھی وزن کا لفظ بولا جاتا ہے۔ مینت وہ جانور ہے جسے شرعی طریقہ سے ذبح نہ کیا گیا ہو۔ یا وہ اپنی طبعی موت مر گیا ہو۔ مینت کے حرام اور نجس ہونے پر اجماع ہے۔ البتہ بھیل اور بڑی اس سے مستثنیٰ ہے۔ زیر عنوان حدیث سے واضح ہوا کہ بتوں کی خرید و فروخت حرام ہے ایک تو اس وجہ سے کہ مجسمہ سازی بجائے خود شرعاً ممنوع ہے۔ دوسرے بتوں کی تجارت سے مشرکین کی حوصلہ افزائی ہوگی تیسرے گناہ کے کاموں میں تعاون ہوگا۔

البتہ اگر بت چاندی سونے پتلی تانبے یا کسی کارآمد چیز کے بنے ہوئے ہوں۔ تو ان کو توڑ پھوڑ کر یا کلا کر بیچا جائے تو جائز ہے۔ اسی طرح اگر عمدہ قسم کے پتھر کا بت بنایا ہو یا سنگ مرمر ہے تو اس کی شکل ناک نقشہ مٹا کر عمارت وغیرہ کی تعمیر میں استعمال کرنا جائز ہے۔

حضرت عابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے سال فرمایا۔ آپ کا قیام ابھی کہہ رہی میں تھا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے شراب، مردار، سوراہے اور بتوں کا بیچنا حرام قرار دیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس پر پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ مردار کی چربی کے متعلق کیا حکم ہے؟ اسے کشتیوں پر جم گئے ہیں۔ کھالوں پر اس سے تیل کا کام لیتے ہیں اور لوگ اس سے اپنے چراغ بھی جلاتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ نہیں۔ وہ حرام ہے۔ اسی موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ یہودیوں کو برباد کرے اللہ تعالیٰ نے جب چربی ان پر حرام کی تو ان لوگوں نے کچھلا کر اسے بیچا اور اس کی قیمت کھائی۔

عَنْ جَابِرِ ابْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ عَامَ الْفَتْحِ وَهُوَ بِمَكَّةَ إِنَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ حَذَرُ مَيْعِ الْخَمْرِ وَالْمَيْتَةِ وَالْجُزْءِ وَالْأَصْنَامِ فَقِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَرَأَيْتَ شَحُومَ الْمَيْتَةِ فَإِنَّهُ يُطْلَعُ بِهَا السَّقَمُ وَيُدَّهَنُ بِهَا الْجُلُودُ وَيَسْتَصْبِيحُ بِهَا النَّاسُ فَقَالَ لَا هُوَ حَرَامٌ ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ ذَلِكَ قَاتِلِ اللَّهَ الْيَهُودَ إِنَّ اللَّهَ لَمَّا حَذَرَ شَحُومَهَا جَمَلُوهَا ثُمَّ بَاعُوهَا فَأَكَلُوهَا تَمَنَةً -

قوائد و مسائل | ۱۱، حدیث مذکور کو امام بخاری نے مفاد میں مسلم، ابوداؤد و نسائی، ترمذی نے بیوع میں اور ابن ماجہ نے تجارت میں ذکر کیا ہے۔ عام الفتح سے فتح مکہ مراد ہے۔ وہو بمکة جملہ حالیہ ہے۔ إِنَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ حَذَرُ مَيْعِ الْخَمْرِ وَالْمَيْتَةِ وَالْجُزْءِ وَالْأَصْنَامِ جس میں صیغہ واحد استعمال ہوا ہے۔

اعضاء انسانی مردار کی چربی اور مردار اور بت شحوم المیتة۔ مقصد سوال یہ تھا کہ مردار کی چربی کی تجارت کی کھال کی خرید و فروخت ممنوع ہے اور استعمال ممنوع ہو جانے کی صورت میں کچھ کام کر جائیں گے۔ لہذا اس کی اجازت دی جائے۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا لَا هُوَ حَرَامٌ نہیں مردار کی چربی بہر حال حرام ہے۔ اس میں

نبی علیہ السلام نے مسلمانوں کو تنبیہ کی ہے کہ اگر تم نے بھی مردار کی چربی استعمال کی تو میری بددعا کے مستحق ٹھہر دو گے لہذا اس سے سختی سے پرہیز کرو۔

(۲) یہود کچی چربی کو شحمہ اور گھیل ہوئی چربی کو وک کہتے تھے قرآن مجید میں ارشاد ربانی ہے۔ وَ مِنَ الْبَقِیِّ حَافًّصًا عَلَیْہِمْ شَحْمُوْهُمْ۔ یہود پر مردار کی چربی یا گائے کی چربی حرام کی گئی تو انھوں نے اس کے جواز کا یہ حیلہ تلاش کیا کہ چربی کو گھلا کر فروخت کرتے اور اس کی قیمت کھاتے اور کہتے ہم نے شحم کو استعمال نہیں کیا بلکہ چربی گھلا کر فروخت کی اور اس کی قیمت کھائی ہے۔ معلوم ہوا جس چیز کو کتاب و سنت نے واضح طور پر حرام و نجس قرار دیا ہے اسے ناجائز حیلوں بہانوں سے جائز قرار دینا غضب الہی کو دعوت دینا ہے اس کی مثال ہمارے زمانہ میں اہل منکرین سنت کی ہے جو یہ کہتے ہیں کہ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے شحم خنزیر کو حرام قرار دیا ہے لحم گوشت کو کہتے ہیں لہذا خنزیر کے باقی اجزاء کا استعمال جائز ہے (معاذ اللہ) اسید طر کے حیلے بہانے یہود بھی کیا کرتے تھے۔ الغرض مردار کی چربی نجس العین ہے۔ اس کی خرید و فروخت حرام اور کسی طرح اور کسی جگہ اس کا استعمال جائز نہیں ہے۔

(۳) اس حدیث سے واضح ہوا کہ خمر (شراب) خنزیر۔ (اور اسکے تمام اجزاء بڑی کھال کھر ناخن۔ بال چربی۔ گوشت وغیرہ نجس العین ہے اور اس کی خرید و فروخت بھی ممنوع ہے یہ چیزیں دھونے سے بھی پاک نہیں ہوتیں۔ ان کی خرید و فروخت حرام ہے۔ اسی طرح مردار اور اس کی چربی بھی نجس العین ہے اس کی خرید و فروخت بھی ممنوع ہے۔ البتہ مردار کی کھال دباغت کے بعد پاک ہو جاتی ہے تو دباغت (درنگنے) کے بعد مردار کی کھال کی خرید و فروخت درست ہے۔ اور مردار کے۔ بال۔ آدن۔ پٹھا بڑی۔ پر۔ چونچ کھر۔ ناخن کی خرید و فروخت جائز ہے اور اُن سے بنی ہوئی اشیاء کا استعمال بھی جائز ہے۔ حدیث بالا سے ثابت ہے کہ حضور علیہ السلام کی کنگھی ہاتھی کے دانت کی تھی (۵)۔ مردار کے نجس ہونے پر اجماع ہے مردار کی چربی بھی نجس العین ہے۔ اس کو جلانے، صابن بنانے یا مٹینوں میں استعمال کرنا بھی ممنوع ہے۔ اسی طرح انسان کی لاش اور اسکے اجزاء بال وغیرہ سے بھی نفع اٹھانا اور اس کی خرید و فروخت حرام ہے۔ لاش خواہ مسلم کی ہو یا کافر کی۔ فوف بن عبد اللہ بن مغیرہ مخدومی غزوہ خندق میں مارا گیا تو مشرکوں نے اس کی لاش دس ہزار دینم میں خریدنی چاہی۔ اس پر حضور علیہ السلام نے فرمایا لَا حَاجَۃَ لَنَا بِجَسَدِہٖ وَلَا بِشَئِہٖ ہمیں اس کی لاش اور اس کی قیمت کی ضرورت نہیں۔ چنانچہ فوف کی لاش بلا قیمت مشرکین کو دیدی گئی عینی جلد ۱۲ ص ۵۵۔ (۶) اسی طرح انسان کے اعضاء خون آنکھیں وغیرہ کا استعمال اور ان کی بیع و شراء (بلا ضرورت شرعیہ) حرام و ناجائز ہے۔

بَابُ ثَمَنِ الْکَلْبِ - باب کتے کی بیع کے متعلق

عَنْ اَبْنِیْ مَسْعُوْدٍ اَنَّ اَلْاَنْصَارَیْنَ اَنَّ | حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی

رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى
عَنْ ثَمَنِ الْكَلْبِ وَمَهْرِ الْبَغِيِّ وَحُلْوَانِ

الْكَاهِنِ۔ (بخاری)

۲۔ قَالَ أَخْبَرَنِي عَوْنُ ابْنِ أَبِي جُحَيْفَةَ
قَالَ رَأَيْتُ أَبِي اشْتَرَى أَبِي جَحْمًا فَسَأَلْتُهُ
عَنْ ذَلِكَ قَالَ إِنْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ ثَمَنِ الْكَلْبِ
ثَمَنِ الْكَلْبِ وَكَسْبِ الْأَمَةِ وَلَعَنَ الْوِثَاقَةَ
وَالْمُسْتَوْثَمَةَ وَالْأَهْلَ الرِّبَا وَمَوَاطِنَ
وَلَعَنَ الْمُصَوِّرَ۔ (بخاری)

(بخاری)

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کتے کی قیمت
زانیہ کی اجرت اور کابھن کی اجرت سے منع فرمایا۔

(بخاری)

حضرت شعبہ نے بیان کیا کہ مجھے عون بن ابی جحیفہ نے خبر
دی۔ کہا کہ میں نے اپنے والد سے دیکھا کہ ایک بچہ
لگانے والے کو خرید رہے ہیں۔ اس پر میں نے اس کے
متعلق ان سے پوچھا تو انھوں نے فرمایا کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے خون کی قیمت، کتے کی قیمت
باندی کی کمائی سے منع کیا تھا۔ اور گودنے والیوں اور
گودانے والیوں سے لینے والوں اور دینے والوں پر
لعن کی تھی اور تصویر بنانے والے پر بھی لعنت
کی تھی۔

فوائد ومسائل | حدیث نمبر ۱ کو امام بخاری اجارہ اور طلاق اور طبع میں بھی ذکر کیا ہے۔ اور امام مسلم و
ابو داؤد نے بیوع میں۔ ترمذی نے بیوع اور نکاح میں۔ اور نسائی نے نکاح اور عید میں اور ابن ماجہ نے تجارت
میں ذکر کیا ہے اور حدیث نمبر ۲ کو امام بخاری نے باب ثمن کل الرباء میں ذکر کیا ہے۔ (۲)

یہ ان صحابہ میں سے ہیں جو وفات نبوی کے وقت نابالغ تھے مگر حضور
حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ | اکرم کون مجسم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا اور روایت کیا ہے آپ کو فہ
میں مقیم رہے وہیں مکان بنایا۔ جناب حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے انہر مال رہے۔ ۴۷
کو فہ میں وفات پائی۔

کتے اور بلی کی بیع کے احکام | حدیث مسلم میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے کتے۔ زانیہ کی کمائی۔ اور
فصد کی اجرت کو غیث قرار دیا۔ زندی زنا کے عوض جو

کچھ حاصل کرے وہ بالاتفاق حرام ہے فصد لینے کی اجرت بالاتفاق ناپسندیدہ ہے اور کتے کی قیمت کو غیث
قرار دینا بعضی کراہتِ تنزیہی ہے یا حدیث کا یہ حکم اس وقت کیلئے تھا جبکہ کتابان مطلقاً ممنوع تھا پھر جب شکار
اور حفاظت کیلئے کتے کے رکھنے کی اجازت دی گئی تو یہ ممانعت بھی منسوخ ہو گئی۔

غیث۔ طیب کے مقابل ہے۔ طیب کے معنی حلال اور نفیس و عمدہ کے ہیں اور غیث کے معنی حرام خفیس
اور ناپسندیدہ کے ہیں جن احادیث میں کسی چیز کو غیث فرمایا گیا ہے وہاں اس سے حرام یا مکروہ ترمیمی مراد لینا ضروری
نہیں ہے دلائل شرعیہ کی روشنی میں معنی متعین کئے جائیں گے۔ اسکی واضح مثال یہ ہے کہ حضور علیہ السلام نے

فصد کی اجرت کو غیبت فرمایا ہے حالانکہ خود آپ نے حجام کو اجرت عطا فرمائی ہے جس سے واضح ہوا یہاں غیبت بمعنی ناپسندیدہ ہے یعنی لفظ غیبت بطریق عموم مشترک دونوں معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ حرام اور ناپسندیدہ۔ شرح السنہ کی حدیث میں وَكَسِبَ السُّقَامَةَ کے لفظ آتے ہیں یعنی قصور نے لگانے بجائے کی کمائی سے منع فرمایا ہے۔ (مشکوٰۃ شریف)

(۲۱) ثَمَنُ الدَّمَرِ کے معنی پچھنے لگانے کی اجرت۔ کسب البغی اور مہربغی۔ سے زانیہ کی اجرت زنا مراد ہے۔ حلوان الکاهن سے کاہن کے فال کھولنے۔ فیہی باتیں بتانے۔ یا ہاتھ دیکھ کر تقدیر بتانے کی اجرت مراد ہے۔ یہ دونوں بالاتفاق حرام ہیں۔ و اشہد ما گودنے اور گردانے والی پرفور نے لغت فرمائی۔ اس لئے یہ فعل ممنوع ہے۔ اس بطرح جاندار کی تصویر بنانا بھی ناجائز ہے رسید امام شافعی کہتے کی خرید و فروخت کو ممنوع قرار دیتے ہیں۔ احناف کے ہاں بھی دیوانہ کہتے کی خرید و فروخت ناجائز ہے۔ جیسے گندے انڈے کی کہ یہ ہاں نہیں ہے امام اعظم ابو حنیفہ کے نزدیک وہ کتاب جس سے شرک کیا جائے یا رکھوالا کا کام لیا جائے اسکی بیع و شراء جائز ہے امداس کی قیمت حلال ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ نے۔
تُهِى عَنْ ثَمَنِ الْكَلْبِ وَالسُّكُوْرِ (مسلم) | کتے اور بلی کی قیمت سے منع فرمایا۔

یہ حدیث امام اعظم ابو حنیفہ علیہ الرحمہ کے مؤقف کی تائید کرتی ہے اس حدیث میں کتے اور بلی کی قیمت لینے سے منع فرمایا گیا ہے۔ حالانکہ بلی کی خرید و فروخت تمام ائمہ کے نزدیک جائز ہے اور حدیث لہذا میں ممانعت دونوں کیلئے وارد ہوئی ہے معلوم ہوا کہ کتے کی بیع بھی بلی کی طرح جائز ہے البتہ غیر مناسب ہے یعنی ممانعت سے ممانعت تشریحی مراد ہے۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ - كِتَابُ السَّلَمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحم والا ہے۔ کتاب بیع سلم کے بیان میں اس باب کی احادیث پر تبصرہ سے قبل بیع سلم کے بنیادی اور ضروری مسائل ذکر کئے جاتے ہیں تاکہ زیر عنوان احادیث کا مطلب و معنی بخوبی واضح ہو جائے۔

سلم کے معنی سیر کرنے کے ہیں۔ اور اصطلاح فقہاء میں ثمن نقد ہوا اور مبیع وقت معلوم اور شرائط معلوم کے ساتھ موعول ہو۔ کی بیع کو بیع سلم کہتے ہیں۔ گویا بیع سلم میں ثمن کا فوراً دنیا ضروری ہوتا ہے اور جس چیز کو خرید یا کیا ہے مبیع وہ بعد میں وقت مقررہ پر خریدار کے حوالے کی جاتی ہے۔ مثلاً یکم جنوری ۱۹۸۲ء کو زید کمرے گندم میں بیع سلم کرتا ہے۔ دس روپے من گندم کی قیمت اور ادائیگی کا وقت یکم مئی ۱۹۸۲ء طے ہوتا ہے یہ بیع سلم ہے۔ اس صورت میں ثمن یعنی قیمت (کو دس مال گندم جو کہ مبیع ہے) کو مسلمہ فیہ ثمن یعنی قیمت دے ملے کو جو کہ خریدار ہے) دت المسلمہ اور دوسرے کو (یعنی باقی جو کہ بیچنے والا ہے) مسلمہ فیہ

کہتے ہیں۔ لہذا بیع مسلم میں جس چیز کو خریداجاتا ہے وہ بائع کے ذمہ دین قرار پاتی ہے۔ اور مشتری شے کو فی الحال ادا کرتا ہے۔ مطلق بیع کے جو ارکان ہیں۔ وہی اسکے بھی ہیں۔

بیع مسلم کی شرائط احادیث نبوی کی روشنی میں بیع مسلم کی صحت کے لئے چند شرطیں بیان کرنا ضروری ہے۔
اول۔ عقد میں شرط بخیار نہ ہو۔ نہ دونوں کے لیے نہ ایک کیلئے۔

دوم۔ راس المال (دش) کی جنس و قدر بیان کر دی جائے۔ روپیہ۔ اشرفی۔ درہم و دینار۔ ڈالر۔ پونڈ یعنی کرنسی کی جنس و نوع مبہم نہ ہو۔

سوم۔ راس المال کی مقدار کا بیان مثلاً ایک روپیہ سیر ایک ڈالر یا ایک پونڈ فی من وغیرہ وغیرہ۔

چہارم۔ جس مجلس میں عقد ہو رہا ہے اسی مجلس میں خواہ ابتداء مجلس میں یا آخر مجلس میں راس المال پر مصلو الیہ یعنی بائع کا قبضہ ہو جانا ضروری ہے۔

پنجم۔ جو چیز خریدی جا رہی ہے یعنی مصلو فیہ کی جنس اور نوع اور وصف کا بیان۔ جنس یعنی گندم۔ جو۔ کپڑا۔ دھاک وغیرہ یہ جنس کا بیان ہوا۔

نوع۔ جس قسم کی وہ چیز ہے؛ مثلاً کس قسم کی گندم ہے؛ کپڑا کیسا اور کہاں کا بنا ہوا ہے۔

وصف۔ یعنی مسلم فیہ اعلیٰ۔ ادنیٰ۔ اوسط

ہشتم۔ مسلم فیہ کی مقدار کا بیان۔ یعنی ناپ۔ تول۔ گز سے اسکی مقدار کا بیان۔

ہفتم۔ مسلم فیہ کی ادائیگی کی میعاد مقرر ہو اور وہ میعاد معلوم ہو مثلاً یکم جنوری کو سودا ہو رہا ہے تو مسلم فیہ کی ادائیگی کیلئے مٹی کا مہینہ اسکی تاریخ کا تین ضروری ہے۔ اگر مسلم فیہ فوراً دے دینا قرار پایا تو یہ جائز نہیں

کم از کم ایک ماہ میعاد مقرر کی جائے۔

ہشتم۔ مسلم فیہ کا وقت عقد سے لے کر ختم میعاد تک مسلسل بازار میں دستیاب رہنا شرط ہے۔ یعنی نہ بوقت

عقد معدوم ہو نہ وقت ادا نہ درمیان میں ان تینوں زمانوں میں سے ایک بھی بازار میں دستیاب نہ رہی تو مسلم

جائز نہیں ہوگی۔ تینوں وقتوں میں دستیاب ہونے کا مطلب یہ ہے کہ بازار میں دستیاب ہو اگر بازار میں دستیاب

نہ ہو اور گھروں میں پائی جائے۔ تو اسے موجود ہونا نہ کہینگے۔

نہم۔ مسلم فیہ اگر ایسی چیز ہو جسکی مزدوری اور بار برداری دینی پڑے تو وہ جگہ متین کر دی جائے جہاں مسلم فیہ

ادا کرنا مقرر ہے اور اگر اس قسم کی چیز ہو جیسے مشک۔ عفران وغیرہ تو جگہ مقرر کرنا ضروری نہیں۔ پھر اس صورت میں

جہاں عقد ہوا ہے وہیں ایفاء کرے اور اگر دوسری جگہ ایفاء کر دیا جب بھی حرج نہیں۔ جیوٹے شہر میں کسی محلہ میں ادا

کر دینا کافی ہے محلہ کی تخصیص کی ضرورت نہیں۔ اور بڑے شہر میں یہ بتانے کی ضرورت ہے کہ کس محلہ میں یا شہر کے کس

حصہ میں ادا کرنا ہوگا۔

وہم۔ بیع مسلم ہر اس چیز میں ہو سکتی ہے جسکی صفت کا انقباض ہو سکے۔ اور اسکی مقدار معلوم ہو سکے یعنی اس چیز کی

کیفیت و نوعیت وغیرہ میں ابہام نہ ہو — مثلاً کپڑے کی صفت و نوع کا انضباط یوں ہو سکتا ہے کہ یہ متعین کر دیا جائے کہ سوتی ہے یا کُتری یا اونی یا لیشی یا مرکب کس کارخانہ کا کس ملک کا۔ اسکی بناوٹ رنگ ویزان کا تعین موٹا یا ریک اور اگر وزن کا اعتبار ہو تو وزن اسی طرح پچھونے کو دے چائی۔ دریاں۔ کوٹ۔ کیل۔ دروازے۔ الماریاں۔ میز۔ کرسی کی صفات کا تعین طول عرض عمق کے ذریعہ پھر انکی بناوٹ اور کس چیز کے بنے ہوں لکڑی کے لوہے کے المرنج۔ سمجھے۔ سب امور کا تعین ہو سکتا ہے۔ گندم۔ چاول۔ جو چنا وغیرہ کا تعین انکی اقسام اعلیٰ۔ اونی۔ متوسط سے۔ دودھ۔ دہی۔ تیل۔ بھن۔ گھی وغیرہ میں وزن۔ ماپ اور وصف کے بیان سے اسی طرح قورٹ تازہ و خشک کی صفت و نوع کے بیان سے ہو سکتا ہے

غرضیکہ سمجھانے کیلئے یہ چند مثالیں ہیں۔ ان پر خود کر کے یہ فیصلہ کیا جا سکتا ہے کہ کس چیز میں جمع سلم جائز ہے اور کس میں نہیں۔ البتہ ضابطہ یہ ہے کہ ہر وہ چیز جسکی صفت اور مقدار کا تعین ہو سکے اور جھکا کھڑا نہ ہو۔ جمع سلم جائز ہے تفصیل کیلئے کتب کا مفاد اردو میں بہار شریعت کا مطالعہ مفید ہوگا۔

جمع سلم کا حکم | یہ ہے کہ مسلم الیہ شن کا مالک ہو جائیگا۔ اور رب السلم مسلم فیہ کا۔ جبکہ وہ چیز اسکو وقت مقررہ پر یاد کر دی گئی۔ البتہ ابتداء میں جس چیز کو خرید لیا ہے وہ بائع کے ذمہ دین قرار پاتی ہے۔ جب عقد صحیح ہو گیا۔ اور مسلم الیہ نے وقت معینہ پر مسلم فیہ کو حاضر کر دیا تو اب رب السلم کو لینا ضروری و لازمی ہے اور اگر وہ چیز شرائط کے خلاف ہے تو مسلم الیہ کو مجبور کیا جائیگا۔ جن اوصاف کے ساتھ جمع سلم ہوئی ہے وہی حاضر کرے۔

بَابُ السَّلَمِ فِي كَيْلٍ مَعْلُومٍ — باب سلم متعین پیمانہ کے ساتھ

بَابُ السَّلَمِ فِي وَزْنٍ مَعْلُومٍ — باب وزن مٹھا کر سلم کرنا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو لوگ بھلوں میں ایک سال اور دو سال کیلئے بیع سلم کرتے تھے یا کہا کہ دو سال اور تین سال (اسمیل کو شک ہوا) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص بھی کھوڑیں بیع سلم کرے اُسے متعین پیمانہ اور متعین وزن میں

(۱) عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَدْ كُنَّا سَأَلُوا اللَّهَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ وَالنَّاسُ يُسَلِّفُونَ فِي الشَّرِّ الْعَامَ وَالْعَامِينَ أَوْ قَالَ عَامِينَ أَوْ ثَلَاثَةَ شَلَفٍ اسْتَعْمِلُ فَقَالَ مَنْ سَلَفَ فِي تَرْكِ فَلْيُسَلِّفْ فِي كَيْلٍ مَعْلُومٍ وَوَزْنٍ مَعْلُومٍ عَنْ ابْنِ

کرتی چاہیے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو کوگ کھجور میں دوادین سنائی تک کیلئے بیع سلم کرتے تھے۔ آپ نے انھیں یہ ہدایت فرمائی کہ جسے کسی چیز کی بیع سلم کرنی ہو اُسے متعین پیمانے متعین وزن اور متعین مدت کیلئے کرتی چاہیے۔ ابن ابی نجیح کی روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ متعین پیمانے میں اور متعین مدت تک کیلئے کرتی چاہیے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے اور آپ نے فرمایا کہ متعین پیمانے متعین وزن اور متعین مدت تک کیلئے۔

حدیث نمبر ۱۱، کو امام نے سلم میں۔ امام مسلم البو داؤد۔ ترمذی نے بیوع میں اور نسائی نے بیوع قواعد و مسائل اور شروط میں اور ابن ماجہ نے تجارت میں ذکر کیا ہے۔ ان احادیث میں بیع سلم کے شرائط کا ذکر ہے۔ ان احادیث سے بنیادی طور پر یہ بات واضح ہوتی ہے کہ مسلم فیہ کے متعلق صفات و تصریح طور پر وضاحت ہو جانی چاہیے تاکہ کسی قسم کا جھگڑا فساد کھڑا نہ ہو۔ اور کوئی ابہام نہ رہے۔

(۲) ان احادیث سے معلوم ہوا کہ لوگ ابتداء ہی سے بیع سلم کا معاملہ کیا کرتے تھے حضور علیہ السلام نے اسے باقی و جائزہ لکھا اور اسکی شرائط کی وضاحت فرمائی۔

حضرت عبداللہ بن ابی المہاجر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ عبداللہ بن شداد بن الہاد اور ابو بردہ میں امام بیع سلم کے متعلق اختلاف ہوا تو ان حضرات نے مجھے ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بھیجا۔ چنانچہ میں نے ان سے پوچھا تو انھوں نے فرمایا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بکھڑا اور عمر رضی اللہ عنہم کے دو درمیں کہیں جو منقہ اور کھجور کی بیع سلم کرتے تھے۔ پھر میں نے ابن ابی اوفی رضی اللہ عنہما سے پوچھا تو انھوں نے بھی یہی جواب دیا۔

(بخاری)

يُخَيَّرُ بِهَذَا فِي كُلِّ مَعْلُومٍ وَذَرْبٍ مَعْلُومٍ (۲) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ وَهُمْ يُبْلَغُونَ بِالْتَّمِيزِ الثَّمَنَيْنِ وَالثَّلَاثِ فَقَالَ مِمَّا أَسْلَفْتُ فِي شَيْءٍ فَبَيَّ كَيْلَ مَعْلُومٍ وَذَرْنِ مَعْلُومٍ إِلَى أَجَلٍ مَعْلُومٍ وَقَالَ فَلَيْسَ لَكَ فِي كُلِّ مَعْلُومٍ إِلَى أَجَلٍ مَعْلُومٍ -

(۳) ابْنُ عَبَّاسٍ يَقُولُ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ فِي كُلِّ مَعْلُومٍ وَذَرْبٍ مَعْلُومٍ إِلَى أَجَلٍ مَعْلُومٍ -

(۴) وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي الْمَجَالِدِ قَالَ اخْتَلَفَتْ عَبْدُ اللَّهِ ابْنُ شَدَّادُ ابْنُ الْهَادِ وَأَبُو بَرْزَةَ فِي السَّلَمِ فَبَعَثُونِي إِلَى ابْنِ أَبِي أَوْفَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَسَأَلْتُهُ فَقَالَ إِنَّا كُنَّا نُسَلِّفُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبَى بَكْرٍ وَعُمَرُ فِي الْخَيْطَةِ وَالشَّعِيرَةِ وَالسَّيِّبِ وَالْتَّمِيزِ وَسَأَلْتُ ابْنَ أَبِي بَرْزَةَ فَقَالَ مِثْلَ ذَلِكَ -

(بخاری)

فوائد و مسائل

اس حدیث کو امام ابو داؤد نے بیوع میں اور ابی ماجہ نے تجارت میں ذکر کیا ہے۔ اس حدیث میں اس امر کا بیان ہے کہ صحابہ کو امام حسنہ و اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ اور حضرت صدیق اکبر

اور فاروق عظیم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے زمانہ میں بھی بیع سلم کرتے تھے۔ لہذا اس کے مشروع ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے۔ (۲۱) اس حدیث میں ان اشیاء کا ذکر ہے جو شرعاً مکلی میں یعنی گھوڑوں، جو مٹھی، کھجور لیکن فی زمانہ یہ اشیاء وزن سے فروخت ہوتی ہیں تو ان اشیاء میں وزن مقرر کر کے بیع سلم کی جاسکتی ہے۔

حضرت ابو البختری سے مروی ہے کہ میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے کھجور کی درخت پر بیع سلم کے متعلق پوچھا تو انہوں نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھل کو اس وقت تک بیچنے کو منع فرمایا تھا جب تک وہ قابل انتفاع نہ ہو جائے۔ اسی طرح چاندی کو سونے کے بدلے بیچنے سے جب کہ ایک ادھار اور دوسرا نقد ہو منع فرمایا۔ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا تو انہوں نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجور کو درخت پر بیچنے سے جب تک وہ کھاتے کے قابل نہ ہو جائے منع کیا تھا میں نے پوچھا کہ وزن کیسے

عَنْ أَبِي الْبَخْتَرِيِّ سَأَلْتُ ابْنَ عُمَرَ عَنِ السَّلَمِ فِي الْخَلِّ فَقَالَ تَهَيَّ السَّيْحُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ التَّمْرِ حَتَّى يَصْلِحَ وَتَهَيَّ عَنِ الْوَسْطِيِّ بِالذَّهَبِ نَسَاءً يَنَاجِدُ وَ سَأَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ فَقَالَ تَهَيَّ السَّيْحُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الْخَلِّ حَتَّى يَأْكُلَ أَوْ يُوَكَّلَ ذَنْ قَالَ سَأَلْتُ عُمَرَ حَتَّى يَخْذَرُ -

جانے کے قابل ہو نہ ہو جائیں تو ایک صاحب نے جو ان کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہا کہ مطلب یہ ہے کہ جب تک وہ اس قابل نہ ہو جائیں کہ اندازہ کیا جاسکے۔

(۱۱) تبر (کھجور) کا ذکر اس لیے نہیں ہے کہ کھجور کے علاوہ اشیاء میں بیع سلم درست نہیں بلکہ بیع سلم ہر اس چیز میں ہو سکتی ہے جسکی صفت اور مقدار کی معرفت کا انضباط ہو سکے۔

(۲۱) کیل معلوم و وزن معلوم یعنی بیع سلم کی صحت کیلئے یہ لازمی شرط ہے کہ اسکی مقدار متعین ہو یعنی ناپ یا قول یا عدد یا گنزوں سے مسلم فیہ (مبیع) کی مقدار کا بیان کر دینا ضروری ہے۔ ناپ میں پیمانہ۔ یا گنزہ اور قول میں وہ بات جو رائج ہوں اور جن کی مقدار عام طور پر لوگ جانتے ہوں۔

(۳) اجل معلوم یعنی مسلم فیہ (مبیع) کی ادائیگی کی مدت کا تعین بھی ضروری ہے۔ کم از کم ایک ماہ کی مبیعہ مقرر کی جائے اجل معلوم کے الفاظ سے یہ بھی واضح ہوا کہ بیع سلم میں مسلم فیہ (مبیع) کا جو بل ہو نا ضروری ہے تو اگر فی الحال مبیع کو دے دیا تو بیع سلم ختم ہو جائیگی۔

بَابُ السَّلَامِ إِلَى مَنْ لَيْسَ عِنْدَهُ أَصْلٌ

باب ایسے شخص سے سلام کرنا جس کے پاس اصل ہی نہیں ہے۔

حضرت محمد بن ابی حمالہ سے مروی ہے کہ مجھے عبداللہ بن ابی اوفی کے یہاں بھیجا اور ہدایت کی کہ ان سے پوچھو کہ کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب آنحضرتؐ کے عہد میں گہیوں کی بیع سلم کرتے تھے عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ ہم شام کے انباط کے ساتھ گہیوں جو ار، زیتون کی متعین پیمانے اور متعین مدت کے لئے بیع کیا کرتے ہیں میں نے پوچھا کیا صرف اسی شخص سے آپ لوگ یہ بیع کیا کرتے تھے جس کے پاس اصل مال موجود ہوتا تھا؟ انھوں نے فرمایا کہ ہم اس کے متعلق پوچھتے ہی نہ تھے۔ اس کے بعد ان دونوں حضرات نے مجھے عبدالرحمن بن ابی کی خدمت میں بھیجا میں نے ان سے بھی پوچھا انھوں نے بھی یہی جواب دیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب آپ کے عہد مبارک میں بیع سلم کیا کرتے تھے۔ اور ہم یہ بھی نہیں پوچھتے تھے کہ ان کی کھیتی بھی ہے یا نہیں۔

(بخاری)

(۱) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي الْمَجَالِسِ قَالَ بَعَثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ شَدَّادٍ وَابْنُ مَرْزُوقٍ إِلَى عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي أَوْفَى فَقَالَا سَلِّمْهُ هَلْ كَانَ أَصْحَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسَلِّمُونَ فِي الْخِطَّةِ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ كُنَّا نَسَلِّمُ نَبِيَّ أَهْلِ الشَّامِ فِي الْخِطَّةِ وَالشَّعِيرِ وَالرَّيْتِ فِي كَيْلٍ مَعْلُومٍ إِلَى أَجْلِ مَعْلُومٍ قُلْتُ إِنِّي مِنْ كَانَ أَصْلٌ عِنْدَكَ قَالَ مَا كُنَّا نَسْأَلُهُمْ عَنْ ذَلِكَ ثُمَّ بَعَثَانِي إِلَى عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي نَضْرَةَ فَسَأَلْتُهُ فَقَالَ كَانَ أَصْحَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسَلِّمُونَ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ نَسْأَلْهُمْ أَهْلُ حَرْثٍ أَمْ لَا۔

فوائد ومسائل

عنوان میں اصل کا لفظ ہے گندم وغیرہ کیلئے کھیتی کو اصل اور پھلوں کیلئے درخت کو اصل کہتے ہیں۔ بعض شارحین یہ کہتے ہیں کہ عنوان میں یہ لفظ مسلم فیک کے لئے استعمال ہوا ہے۔

نَبِيَّ أَهْلِ الشَّامِ نَبِيَّ سے مراد شام کے کاشتکار ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ نَبِيَّ سے

مراد وہ عربی جو عجم منتقل ہو گئے اور کچھ روم چلے گئے جسکی وجہ سے وہیں ان کے بیاہ شادیاں ہوئیں اور عربی کی جگہ رومی وغیرہ بولنے لگے۔ جو عجم ہو گئے تھے۔ عراق کے علاقہ میں مقیم ہوئے اور جو روم گئے تھے شام کے علاقہ میں آباد ہو گئے۔

(۲) مقصود حدیث یہ بتانا ہے کہ جن لوگوں سے بیع سلم کا معاملہ کیا جاتا ہے ان کے متعلق ہم یہ معلوم نہیں کرتے تھے کہ ان کے اپنے ذاتی باغ یا کھیت ہیں یا نہیں۔ امام اعظم ابوحنیفہ کا مسلک یہ ہے کہ مسلم فیک کا

وقت عقد سے وقت ادائیکہ بازار میں موجود ہونا شرط ہے اگر وقت عقد یا ادائیکہ کے وقت یا درمیان میں کسی وقت بھی مسلم فیہ بازار میں معدوم ہوگئی تو بیع باطل ہو جائے گی۔

میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کھجور کے درخت پر پھیل بیچنے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت تک کے لئے منع فرمایا تھا جب تک وہ کھانے کے قابل نہ ہو جائے یا اس کا وزن نہ کیا جاسکے۔ ایک شخص نے پوچھا کہ کیا چیز وزن کی جائے گی۔ اس پر ابن عباس رضی اللہ عنہ کے قریب بیٹھے ہوئے ایک شخص نے کہا کہ مطلب یہ ہے کہ اندازہ کرنے کے قابل ہو جائے۔

قَالَ سَأَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ السَّلَامِ فِي الثَّخْلِ قَالَ فَهِيَ النَّبِيءُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الثَّخْلِ حَتَّى يُؤْكَلَ مِنْهُ وَحَتَّى يُؤْذَنَ فَقَالَ السَّلَامُ لَيْلٍ وَآخَى شَيْءٌ يُؤْذَنُ قَالَ رَجُلٌ إِلَى جَانِبِهِ حَتَّى يُحْذَرَ -

فوائد و مسائل | اس حدیث سے فقہار کوفہ سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ ثوری اور اوزاعی علیہم الرحمہ نے یہ استدلال فرمایا کہ بیع سلم اسی صورت میں درست اور جائز قرار پائے گی جبکہ مسلم فیہ وقت عقد سے لے کر وقت ادا اور اس کے درمیان عرصہ میں بازار میں برابر دستیاب ہوتی رہے اگر مسلم فیہ وقت عقد یا وقت ادا کے یا اس کے درمیان حصہ میں بازار سے معدوم ہوگئی تو بیع سلم بھی باطل ہو جائیگی۔

بَابُ السَّلَامِ فِي الثَّخْلِ — باب کھجور کے درخت کی بیع سلم کے متعلق

ابوالبختر می رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے کھجوریں جب کہ وہ درخت پر ہی لگی ہوئی تو بیع سلم کے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا جب تک وہ کسی قابل نہ ہو جائے اس کی بیع سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔ اسی طرح چاندی کو اوصار نقد کے بدلے بیچنے سے بھی منع کیا۔ پھر میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کھجور کی درخت پر بیع سلم کے متعلق پوچھا تو آپ نے بھی یہی فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت تک کھجور کی بیع سے منع فرمایا تھا جب تک وہ کھائی نہ جاسکے یا جب تک وہ اس قابل نہ ہو جائے کہ اسے کوئی کھائے اور جب تک وزن کرنے کے قابل نہ ہو جائے۔

عَنْ أَبِي الْبَخْتَرِيِّ قَالَ سَأَلْتُ ابْنَ عُمَرَ عَنِ السَّلَامِ فِي الثَّخْلِ فَقَالَ فَهِيَ النَّبِيءُ الثَّخْلِ حَتَّى يَصْلُحَ وَعَنْ بَيْعِ التَّوَسَّاتِ نِسَاءً يَنَاجِزُ وَ سَأَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ عَنِ السَّلَامِ فِي الثَّخْلِ فَقَالَ فَهِيَ النَّبِيءُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الثَّخْلِ حَتَّى يُؤْكَلَ مِنْهُ أَوْ يَأْكُلَ مِنْهُ وَ حَتَّى يُؤْذَنَ -

فوائد ومسائل | اس مضمون کی احادیث سے امام مالک علیہ الرحمہ نے یہ استدلال فرمایا کہ معین باغ معین درخت کے پھلوں کی بیج سلم پھلوں کے قابل انتفاع ہونے کے بعد جائز ہے۔ لیکن اضعاف کا مؤقف یہ ہے معین باغ اور معین درخت کے باوجود یہ بیج درست نہیں کیونکہ درخت پر لگے ہوئے پھلوں کا وزن معلوم ہے اور مکمل معلوم ہے اور بیج سلم کے حوازی کیلئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد احادیث میں وزن معلوم اور مکمل معلوم کی شرط عائد فرمائی ہے تو وزن معلوم اور مکمل معلوم کی شرط نہ پائے جانے کی وجہ سے یہ بیج جائز نہیں۔ علامہ ابن منذر فرماتے ہیں کہ اکثر اہل علم نے معین باغ کی پھلوں میں بیج سلم کو ناجائز قرار دیا ہے نیز ابن حبان حاکم و بیہقی نے حضرت عبداللہ بن سلام کی حدیث روایت کی ہے کہ انھوں نے بحضرت نبوی عرض کیا فلاں باغ کی معین کھجور مقرر وقت کے لئے بیج گردیں تو آپ نے فرمایا۔

متعین باغ سے نہیں بلکہ مکمل معلوم اور مدت متعین کے لئے بیج سلم کرتا ہوں۔

لا ابيعك من حائط مسمی بل
ابيعك ادسقا مسماة الى اجل
مسمی۔

بَابُ الرَّهْنِ فِي السَّلَمِ — باب بیع سلم میں رہن کے متعلق

عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اشْتَرَى مِنْ يَهُودِيٍّ طَعَامًا إِلَى أَجَلٍ مَعْلُومٍ وَأَذْهَقَ مِنْهُ دِينَارًا مِنْ حَدِيدٍ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک یہودی سے ایک متعین مدت تک کیلئے غلہ خریدا اور اس کے پاس اپنی لوبہ کی زرہ رہن رکھ دی۔

فوائد ومسائل | اس حدیث سے واضح ہوا کہ مسلم فیہ کے مقابل میں رب السلم اگر کوئی چیز اپنے پاس رہن رکھے تو یہ جائز ہے۔ جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس یہودی سے وقت معین کیلئے گندم خریدی اور اس کے پاس اپنی زرہ بطور رہن رکھ دی۔

بَابُ الْكَفِيلِ فِي السَّلَمِ — باب بیع سلم میں ضمانت دینا

اس عنوان کے تحت امام نے وہی حدیث ذکر کی ہے جو اوپر لکھی گئی ہے یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک یہودی سے ادھار غلہ خریدا اور اپنی لوبہ کی زرہ اس کے پاس رہن رکھ دی۔

طَعَامًا مِنْ يَهُودِيٍّ بِسَيِّئَةٍ دَسَاهَنَةً دِينَارًا مِنْ حَدِيدٍ۔

قائد و مسائل

علامہ کرمانی نے فرمایا عنوان سے مناسب حدیث میں اگرچہ کوئی لفظ نہیں ہے تاہم عنوان ہے اس حدیث کی مناسبت یوں ہے کہ عنوان میں کفالت سے مراد ضمانت ہے اور مرہون بھی فرض کا ضامن ہوتا ہے۔ لہذا جس طرح میں بہن درست ہے۔ اس میں کفالت بھی درست ہے اور اس میں کفالت صحیح ہے اس میں بہن بھی صحیح ہے۔ اخلاف کا بھی یہی مسلک ہے کہ مسلم فیکر دمولیٰ کیلئے رب المسلم اس سے کفیل (ضامن) لے سکتا ہے۔

بَابُ السَّلَامِ إِلَى أَجَلٍ مَعْلُومٍ

باب بیع مسلم متعین مدت تک کے لئے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو لوگ پہلوں میں دو اور تین سال تک کے لئے بیع مسلم کیا کرتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں اس کی ہدایت کی کہ پہلوں میں بیع مسلم متعین یہاں دو متعین مدت کے لئے ہونی چاہیے۔ ابن نجیح کی روایت میں ہے کہ یہاں دو دنوں کی تعیین کے ساتھ

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ سَلَّمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ وَهُوَ يُسَلِّمُونَ فِي الثَّمَلِ السَّنَتَيْنِ وَالثَّلَاثَ فَقَالَ اسْلِفُوا فِي الْبَيْعِ فِي كَيْلٍ مَعْلُومٍ إِلَى أَجَلٍ مَعْلُومٍ وَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ ابْنُ الْوَلِيدِ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَتَالَ فِي كَيْلٍ مَعْلُومٍ وَدَوْنِ مَعْلُومٍ

قائد و مسائل

واضح ہو کہ بیع سلم ایسی بیع ہے جس میں قیمت پہلے دے دی جاتی ہے اور وہ سامان جو فروخت کیا گیا بعد میں حوالہ کیا جاتا ہے۔ یعنی اصل کی غیر موجودگی میں خرید و فروخت ہو جاتی ہے اسی لئے اسکے لئے ضروری ہے کہ مقدار جس سے اصل مال اور جس جگہ و مقام پر وہ مال خریدار کے حوالہ کیا جائیگا سب کی تعیین پوری طرح کر دی جائے تاکہ اصل اس طرح متعین ہو جائے کہ گواہ سامنے ہے اور اس کی طرف اشارہ کر کے تعیین کر دی گئی ہے۔ اسی لئے تمام اموال میں یہ بیع نہیں جلتی صرف انھیں چیزوں میں جلتی ہے جو نامی اور قوی جاسکیں یا انھیں شمار کیا جاسکے اور باہم ان وعدہ و اتیان کوئی خاص فرق نہ ہو تاہم اصل مقصد یہ ہے کہ چونکہ اصل مال موجود نہیں ہے اس لئے انھیں صورتوں میں یہ بیع کی جائے جنھیں بعد میں اصل مال خریدار کو دیتے وقت کوئی نزاع نہ پیدا ہو سکے۔

عَنِ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي عَجَّالٍ قَالَ قَالَ أَنَسُ سَلَّمَ ابْنُ مَرْثَدَةَ وَعَبْدُ اللَّهِ ابْنُ شَدَّادٍ إِلَى عَبْدِ الرَّحْمَنِ ابْنِ الْأَنْزَلِيِّ وَعَبْدُ اللَّهِ ابْنِ أَبِي آدُفٍ فَسَأَلْتُهُمَا عَنِ السَّلَفِ فَقَالَا كُنَّا نَصِيبُ الْمَخَانِمَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَانَ يَأْتِينَا نَبَاطٌ مِنَ الْأَنْبَاطِ الشَّامِ نُسَلِّفُهُمْ فِي الْخَنْطَةِ وَالشَّعِيرِ وَالزَّرْبِيبِ

حضرت محمد بن مجالد نے کہا کہ مجھے ابو بردہ اور عبداللہ بن شداد نے عبدالرحمن بن ابی انزلی اور عبداللہ بن ابی آدنی رضی اللہ عنہما کی خدمت میں بھیجا میں نے ان دونوں حضرات سے بیع سلم کے متعلق پوچھا تو انھوں نے فرمایا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں غنیمت کا مال پاتے پھر شام کے انبساط ہمارے یہاں آتے تو ہم ان سے کہہ سکتے جو اور منتقلی کی بیع سلم ایک مدت متعین کر کے کیا کرتے

إِلَى أَجَلٍ مُّسَمًّى قَالِ أَقُلْتُ أَكَانَ لَهُمْ زَرْعٌ
أَوْ لَمْ يَكُنْ لَهُمْ زَرْعٌ
قَالَ مَا كُنَّا نَسْأَلُهُ عَنْ ذَلِكَ

تھے! انھوں نے بیان کیا کہ میرے پاس نے پوچھا کہ ان کے پاس
اس وقت یہ چیزیں موجود تھیں ہوتی تھیں یا نہیں؟ اس پر انھوں
نے فرمایا کہ ہم اس کے متعلق ان سے کچھ پوچھتے ہی نہیں تھے۔

قوائد ومسائل واضح ہو کہ بیع سلم میں یہ شرط نہیں ہے کہ جس مال کی بیع کی جاتی ہے وہ بیچنے والے کے پاس فی الحال
موجود بھی ہو یا اس کی ملک میں ہو بلکہ اتنا کافی ہے کہ بیچنے والا اسے وقت مقررہ پر دینے کی قدرت رکھتا ہو خواہ بازار سے
خرید کر دے۔ اسی لئے فقہاء احناف نے یہ شرط لگائی ہے کہ بیع سلم اس چیز میں درست ہوگی جبکہ وہ چیز
وقت عقد سے لے کر وقت ادائیگ بازار میں مسلسل دستیاب رہے تاکہ مسلم الیہ (بائع) کے پاس وہ چیز نہ بھی ہو تو
وہ وقت معینہ پر بازار سے خرید کر (مسلم کو) مشتری کو دے سکے۔

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَابْنُ سَعِيدٍ وَالْأَسْوَدُ
وَالْحُسَيْنُ وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ لَا بَأْسَ فِي
الطَّعَامِ الْمَوْصُوفِ بِسِعْرِ مَعْلُومٍ إِلَى
أَجَلٍ مَّعْلُومٍ مَا لَكَ يَكُ ذَلِكَ فِي زَرْعٍ
لَوْ بَدَّ صَلَاحُهُ

ابن عباس رضی اللہ عنہ اور ابوسعید رضی اللہ عنہ اور اسود
حسن رحمہما نے یہی کہا ہے اور ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا
کہ ایسے غلام جس کے اوصاف بیان کر دیئے گئے ہوں۔
اگر اسکی قیمت متعین ہو اور متعین مدت تک کے لیے اور
ناچختہ کھیتی کی شکل میں نہ ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

قوائد ومسائل ان تمام احادیث میں بیع سلم کی شرائط کا بیان ہے خلاصہ یہ کہ اس مال کی مجلس اور قدر کا بیان مسلم فیہ
کے حاضر کرنے کی میعاد اور اسکی صفت اور مقدار کا بیان جیسا کہ احادیث زیر عنوان کے الفاظ
فی کبیل مَعْلُومٍ۔ فی زَرْعٍ مَّعْلُومٍ۔ إِلَى أَجَلٍ مَّعْلُومٍ۔ اور فی الطَّعَامِ الْمَوْصُوفِ بِسِعْرِ مَعْلُومٍ
کے الفاظ سے واضح ہو جاتا ہے۔ بیع سلم سے متعلق جس قدر احادیث امام بخاری نے ذکر کی ہیں ان سب کا خلاصہ فقہاء
تبادلہ میں بیان کیا جا چکا ہے اسے بغور پڑھ لیا جائے تو احادیث زیر عنوان کا مطلب دینی سمجھ کر سامنے آ جاتا ہے
مسلم فیہ کی صفت اور مقدار کے تعین و بیان کی شرط سے یہ بھی واضح ہوا کہ بیع سلم حیوانات میں جائز نہیں خواہ وہ چوپائے
ہوں یا پرند چڑھ کیونکہ حیوانات کی صفت و قدر کا انضباط نہیں ہو سکتا۔

بَابُ السَّلَامِ إِلَى أَنْ تُنْتِجَ النَّاقَةُ — باب اونٹنی کے بچہ جننے تک کیلئے بیع سلم کے متعلق

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ لوگ اونٹ وغیرہ
عمل کے بونے کی مدت تک کے لیے بیچتے تھے تو نبی کریم صلی
اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا، تا فاعجب لعل الجملۃ کی تفسیر
یہ کہ "یہاں تک کہ اونٹنی کے بیٹ میں جو کچھ ہے وہ اُسے
جن لے۔"

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ كَانُوا يَبْتَاعُونَ الْحِجْرُوسَ
إِلَى حَبْلِ الْحَبَلَةِ فَخَبَى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ عَنْهُ فَقَرَأَ نَائِمٌ أَنْ تُنْتِجَ النَّاقَةُ
مَا فِي بَطْنِهَا

قوائد و مسائل | اس حدیث سے واضح ہوا کہ بیع سلم غیر معین تاریخ جس میں ابہام ہو درست نہیں۔ اولیٰ کے کتنے عرصہ میں بچہ ہوگا۔ اسکی صحیح تاریخ اور وقت کا یقینی تعین نہیں ہو سکتا صرف اندازہ ہی کیا جا سکتا ہے۔ بہر حال میعاد کا واضح اند غیر مبہم ہونا محبت بیع سلم کیلئے لازمی شرط ہے۔

شفعہ کا بیان

شفعہ - شفعہ سے اس کے معنی جوڑنے ملانے کے ہیں۔ اسی لیے جنت مدد کو شفعہ کہتے ہیں اور طاق کو درز۔ قرآن مجید میں وَالشَّفْعُ وَالْوَسْطُ کے الفاظ آئے ہیں ۲۔ غیر منقول جائداد کو جس شخص نے جتنے میں خرید اتنے ہی ہیں اس جائداد کے مالک ہونے کا حق جو دوسرے شخص کو حاصل ہو جاتا ہے اس کو شفعہ کہتے ہیں اور جی شخص کو یہ حق حاصل ہے اس کو شفعہ کہتے ہیں ۳۔ رضی نے جن دموں میں یہ جائداد خریدی ہے شفعہ کو اتنے ہی میں ملے گی ۴۔ ہبہ، صدقہ، میراث، وصیت کی رو سے جائداد حاصل ہوئی تو ان پر شفعہ نہیں ہو سکتا ۵۔ شفعہ اس جائداد میں ہوگا جس کا انتقال عقد معاوضہ (یعنی بیع یا معنی بیع) کے ذریعہ ہو ۶۔ شفعہ صرف جائداد منقولہ میں ہو سکتا ہے۔ جیسے مکان، زمین، حمام، کنواں، دکان، چھوٹی کوٹھری اگرچہ یہ چیزیں قابل تقسیم نہ ہوں ۷۔ مرد و عورت بالغ ہوں یا نابالغ۔ سب کو حق شفعہ حاصل ہے۔ نابالغ یا مجنون کی طرف سے اس کا دلی پیروی کرے گا ۸۔ منقولات میں شفعہ نہیں۔

مواثبت، تقریر، تملیک

طلب شفعہ کی تین قسمیں ہیں

۱۔ طلب مواثبت یہ ہے کہ جیسے ہی اس کو اس جائداد کے فروخت ہونے کا علم ہو فوراً اسی وقت یہ ظاہر کرنے کے میں طالب شفعہ ہوں۔ اگر علم ہونے کے بعد اس نے طلب نہ کی تو شفعہ کا حق جاتا رہا۔ ہنتر ہے کہ مواثبت پر گواہ بنا لے تاکہ منادعت کی قوت نہ آئے۔ طلب مواثبت کے بعد اٹھادس کو تقریر بھی کہتے ہیں کہ مزید ہے اس کی صورت ۲۔ طلب تقریر۔ یہ ہے کہ شفعہ مانع یا مشتری یا اس جائداد مبیعہ کے پاس جا کر گواہوں کے سامنے یہ کہے کہ فلاں شخص نے یہ جائداد خریدی ہے اور میں اس کا شفعہ ہوں اور اس سے قبل طلب شفعہ کر چکا ہوں اور اب پھر طلب کرتا ہوں۔ تم لوگ اس کے گواہ رہو اور اس وقت ہے کہ مبیعہ کے پاس طلب اٹھادس کرے اور اگر مشتری کے پاس کرے تو یہ کہے کہ تو نے فلاں جائداد خریدی ہے اور میں اس کا شفعہ ہوں اور مانع کے پاس یوں کہے کہ تم نے فلاں جائداد فروخت کی ہے اور میں فلاں سبب کی بنا پر اس کا شفعہ ہوں۔ واضح ہو کہ طلب مواثبت میں ادنی تاخیر شفعہ کو باطل کر دیتی ہے۔ اسی طرح جو شخص باوجود قدرت کے طلب اٹھادس کرے تو شفعہ باطل ہو جائیگا۔ یعنی اگر بغیر طلب اٹھادس قاضی کے ہاں دعویٰ کر دیا تو شفعہ کا حق ساقط ہو جائیگا۔

طلب تملیک

مذکورہ بالا دو طلبوں (مواثبت و تقریر) کے بعد طلب تملیک کا مرحلہ آتا ہے یعنی قاضی کی عدالت میں مقدمہ دائر کرنا کہ میں اس جائداد میں شفعہ ہوں۔ یہ جائداد مجھے دوائی جائے تو اگر شفعہ کی تمام شرائط پائی جائیں گی تو قاضی شفعہ کے حق میں یہ فیصلہ کرے گا کہ مشتری نے جس دام میں جائداد خریدی ہے۔ اسی دام میں شفعہ دینا ہی چاہئے کہ طلب تملیک میں بلا عذر تاخیر کر دینے سے شفعہ کا حق باطل ہو جاتا ہے؛ حضرت امام محمد علیہ الرحمہ نے اس کی مدت ایک ماہ مقرر کی ہے۔ بعض

کتب فقہ میں اس کی تصریح ملتی ہے (رد مختار)

شفعہ کے تین سبب ہیں شریک۔ جس کی مدد میں شرکت ہو مثلاً ایک مکان یا زمین دو افراد کی مشترکہ ملکیت ہے۔ ایک شریک نے بیع کی تو دوسرے شریک کو حق شفعہ پہنچتا ہے۔ غلطی۔ وہ جس کی بیع میں تو شرکت نہیں ہے مگر حق بیع میں شرکت ہے۔ مثلاً دونوں کا ایک ہی راستہ ہے یا دونوں کے حکیت میں ایک ہی نال سے پانی آتا ہے۔ جار ملاصق وہ ہے جس کے مکان کی چھت دوسرے کے مکان میں ہو۔ حق شفعہ میں سبب مقدم شریک ہے۔ اس کے بعد غلطی اور اس کے بعد جار ملاصق کو شفعہ کا حق ملے گا۔ یعنی جو سبب قوی ہو اس کو مقدم کیا جائے گا ۶۔ شریک یا پڑوسی کو جائیداد کے منافع اور مضرتوں سے ایک گونہ تعلق متروک ہوتا ہے۔ اگر ایسا شخص جائیداد خرید لے جو سیرت و کردار اور اخلاق کے لحاظ سے غراب ہو یا لچر خندہ بدماش، جرائم پیشہ اور منشیات کا دھند کرنے والا ہو تو ظاہر ہے کہ ایسا خریدار وبال جان بن جائیگا۔ شریعت اسلامیہ کے ایسے ہی مصالح کی بنا پر شریک یا پڑوسی کو شفعہ کا حق دیا ہے مگر افسوس فی زمانہ اغراض فاسدہ کے لیے حق شفعہ کو استعمال کیا جا رہا ہے (الامام شہداء اللہ) لوگ شفعہ اس لیے کرتے ہیں تاکہ بائع یا مشتری کو ملکیت میں کریں اور ان سے ناجائز فائدہ اٹھائیں۔ اس نیت سے شفعہ کرنے والے بلاشبہ کبیرہ گناہ کے مرتکب ہوتے ہیں۔ اس لیے حقوق مسلمین کے دلائل شرعیہ پر غور و فکر کر کے مرتجع قاضی و علماء کو اغراض مذکورہ کے لیے حق شفعہ کو استعمال کرنا والوں کے حق کو باطل قرار دینے کے لیے قانون بنانا چاہیے اور میرے خیال میں جن مصالح کی بنا پر شریعت نے شریک و پڑوسی کو شفعہ کا حق دیا ہے انہیں مصالح کے تحفظ کے لیے ایسا قانون بنایا جاسکتا ہے۔ فاقم

بَابُ الشُّفْعَةِ فِي مَالٍ يُقْسَمُ فَإِذَا وَقَعَتِ الْحُدُودُ فَلَا شُفْعَةَ

باب، شفعہ کا حق ان چیزوں میں ہوتا ہے جو تقسیم نہ ہوئی ہوں۔ تحدید ہو جائے تو شفعہ کا حق باقی نہیں رہتا۔

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ قَضَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالشُّفْعَةِ فِي مَالٍ يُقْسَمُ فَإِذَا وَقَعَتِ الْحُدُودُ وَصَرَفَتْهُ إِلَى طَرَفٍ فَلَا شُفْعَةَ (بخاری)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر اس چیز میں شفعہ کا حق دیا تھا جو ابھی تقسیم نہ ہوئی ہو لیکن جب حدود مقرر ہو گئیں اور راستے بدل دیے گئے تو پھر حق شفعہ حاصل نہیں ہوتا۔

نواد و مسائل | مطلب حدیث یہ ہے کہ شفعہ ہر غیر منقسم چیز میں ہے اور جب حدود متعین ہو گئے اور راستے مقرر کر دیئے گئے۔ یعنی تقسیم کے بعد ہر ایک کا راستہ جدا جدا ہو گیا تو اب شفعہ نہیں۔ یعنی اس چیز میں شرکت کی

مستردی نوٹ :- شفعہ کے اہم جزئیات کے لیے مندرجہ ذیل کتب کا مطالعہ فائدہ مند ثابت ہوگا۔ چارہ ج ۲ ص ۳۴ ،
چارہ ج ۵ ص ۳۳۳ ، ۳۴۳ ، بحوالہ اوراق ج ۸ ص ۱۳۱ ، پانچ ج ۵ ص ۱۵۴ ، رد المحتار ج ۵ ص ۱۵۲ ،
پانچ ص ۲۸۴ ، ۵ ، زمینی علی المدینہ شرح ذیاریہ ، مسرطہ عالمگیری ، فتح القدیر کتاب الشفعہ

بنیاد پر شفعہ کا حق متنازعہ اب نہیں رہا۔ حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ اس حدیث سے یہ استدلال کرتے ہیں کہ شفعہ کا حق صرف شریک کو ہے۔ جار (پڑوسی) کو نہیں ہے کیونکہ حدیث میں شریک کا ذکر ہے جار کا نہیں۔ حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ کا موقف یہ ہے کہ جار کا ذکر اگرچہ اس حدیث میں نہیں ہے مگر ترمذی، ابوداؤد اور ابن ماجہ کی حدیث میں جار کے لیے حق شفعہ کا ذکر ہے۔ ترمذی کی حدیث کے لفظ یہ ہیں۔ **حَجَّارُ الدَّارِ أَحَقُّ بِالدَّارِ** اور طبرانی و مسند احمد و ابن ابی شیبہ کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔ **حَجَّارُ الدَّارِ أَحَقُّ بِشَفْعَةِ الدَّارِ** اور نسائی و ابن ماجہ کی حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

أَرْضَنِي كَيْسَ فِيهَا لِاحِدٍ شَرِكٍ وَلَا قَسَمٍ إِلَّا الْجَوَارُ قَالَ الْجَارُ أَحَقُّ بِصَقْبَةٍ
میری زمین میں نہ کوئی شریک ہے نہ خضر دار صرف جار (پڑوسی) ہے۔ فرمایا جار حق دار ہے بوجہ قرب کے

اس بنا پر حضرت امام اعظم فرماتے ہیں۔ سب سے پہلے شریک کو پھر شریک فی حق المبیع یعنی غلیط کو پھر (جار ملاحق) کو حق شفعہ حاصل ہوگا۔ چنانچہ بائع میں ہے کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ **الشَّرِيكُ أَحَقُّ مِنَ الْخَلِيطِ وَالْخَلِيطُ أَحَقُّ مِنْ غَيْرِهِ** بدائع ج ۵ ص ۵۵ خافہم

۳۔ یہ اور اسی مضمون کی متعدد حدیثوں سے واضح ہوتا ہے کہ شفعہ کا حق شریک یا پڑوسی کو حاصل ہے۔ ورنہ اور مضارع شفعہ نہیں بن سکتے۔ شفعہ کی حدیثوں میں ورنہ اور مضارع کے لیے حق شفعہ کا ذکر نہیں ہے علاوہ انہیں قتال غلغار را شیدین و صحابہ کرام سے بھی اس کا ثبوت نہیں ملتا۔

بَابُ عَرْضِ الشَّفْعَةِ عَلَى صَاحِبِهَا قَبْلَ الْبَيْعِ وَقَالَ الْحَكَمُ إِذَا أَدِنَ لَهُ قَبْلَ الْبَيْعِ فَلَا شَفْعَةَ لَهُ وَقَالَ الشَّعْبِيُّ مَنْ بَاعَتْ شَفْعَتُهُ، وَهُوَ شَاهِدٌ لَا يَغْيِرُهَا فَلَا شَفْعَةَ لَهُ (بخاری)

باب۔ شفعہ کا حق رکھنے والے کے سامنے بیچنے سے پہلے شفعہ کی پیش کش۔ حکم نے کہا کہ اگر بیچنے سے پہلے شفعہ کا حق رکھنے والے نے بیچنے کی اجازت دیدی تو پھر اس کا حق شفعہ ختم ہو جاتا ہے۔ شعبی نے فرمایا کہ حق شفعہ رکھنے والے کے سامنے جب مال بیچا گیا اور اس نے اس میں بیچ پر کوئی اعتراض نہیں کیا تو اس کا حق شفعہ باقی نہیں رہتا۔

۱۔ حکم بن عقیبہ کہتے ہیں اگر حق شفعہ رکھنے والے نے بائع کو جائیداد فروخت کرنے کی اجازت دیدی تو اسی صورت میں حق شفعہ ختم ہو جائے گا۔ حضرت شعبی کہتے ہیں کہ جائیداد کی فروخت کے وقت شفعہ موجود ہو اور اعتراض نہ کرے تو اسی صورت میں حق شفعہ ختم ہو جائے گا۔ ————— سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ علیہ الرحمہ کا موقف یہ ہے۔ جیسے ہی جائیداد کے فروخت ہونے کا علم ہو فوراً بلانا یا خرید یا بیع کر دینا ضروری ہے کہ میں طلب شفعہ ہوں اور اس طلب پر لوگوں کو گواہ بھی بنالے اور اگر علم ہونے کے بعد اس نے فوراً طلب نہ کی تو شفعہ کا حق جاتا رہیگا الغرض طلب مواثر میں ادنی تاخیر بھی شفعہ کو باطل کلاڑتی ہے۔ اگر طلب مواثر یا طلب اشدھاد نہ کرے یا حق شفعہ سے دستبردار ہو جائے مثلاً بائع سے یا مشتری سے یا وکیل مشتری سے۔ جائیداد پر مشتری کے قبضے سے قبل یا بعد میں یہ کہ جس حق شفعہ سے دستبردار ہوتا ہوں تو سب باطل ہو جائیگا۔

یہی اگر شفعہ نے یہ کہا کہ میں شفعہ باطل یا ساقط کرتا ہوں یا اگر نابالغ کے لیے حق شفعہ تھا۔ اس کے باپ یا وصی نے کہا۔ میں شفعہ سے دستبردار ہوتا ہوں تو شفعہ باطل ہو جاتے گا۔ مگر امام اعظم علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ یہ دستبرداری عقیدہ بیع کے بعد مرنے کی عتدہ بیع سے قبل اگر دستبردار ہوتا ہے تو ایسی صورت میں حق شفعہ باطل نہیں ہوگا اور مختار عالمگیری و مضمون امام کا یہ موقف عقلاً و نقلاً اس لیے قوی ہے کہ شفعہ کا حق زمین یا مکان کی فروختگی کے بعد حاصل ہوتا ہے۔ فروختگی سے قبل نہیں نافذ۔

حضرت عمرو بن شریح رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے پاس کھڑا تھا کہ سعد بن محرز رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور اپنا ہاتھ میرے ایک شانے پر رکھا۔ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام ابورافع رضی اللہ عنہ بھی آگئے اور فرمایا کہ اے سعد! تمہارے قبیلہ میں جو میرے دو گھر ہیں انہیں تم خرید لو۔ سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بخدا! میں تو انہیں نہیں خریدوں گا۔ اس پر سرور رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تمہیں خریدنا ہوگا۔ سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ پھر میں چار ہزار سے زیادہ نہیں دے سکتا اور وہ بھی قسط وار۔ ابورافع نے فرمایا کہ مجھے پانچ سو دینار ان کے مل رہے ہیں۔ اگر میں نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے یہ نہ سنا ہوتا کہ پڑوسی اپنے قرب کی وجہ سے زیادہ مختار ہے تو میں ان گھروں کو چار ہزار پر

إِذْ جَاءَ أَبُو رَافِعٍ مَوْلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا سَعْدُ ابْتَئِ مِنِّي بِمِثْلِ حَقِّي فِي دَارِكَ فَقَالَ سَعْدٌ وَاللَّهِ مَا ابْتَئَا عَنْهُمْ فَقَالَ النَّبِيُّ وَاللَّهُ لَتَبْتَاعَهُنَّ مِمَّا فَقَالَ سَعْدٌ وَاللَّهُ لَا أَرِيكَ عَلَى أَنْ تَبْتَاعَ الْأَيُّ مَنَحْمَةٍ أَوْ مَقْطَعَةٍ. قَالَ أَبُو رَافِعٍ لَقَدْ أُعْطِيتُ بِهِمَا خَمْسِمِائَةِ دِينَارٍ قُلْتُ لَا آتِي بِمِثْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ الْجَارُ أَحَقُّ بِسِقْبِهِ مَا أُعْطِيَ تَكْتُمُهَا يَا زُبَيْعَةُ الْأَيُّ وَأَنَا أُعْطِي بِمِثْلِ خَمْسِمِائَةِ دِينَارٍ فَأَعْطَا هُمَا الْيَاةَ (بخاری)

(بخاری)

نہیں ہرگز نہ دیتا۔ جب کہ مجھے پانچ سو دینار اس کے مل رہے ہیں۔ چنانچہ وہ دونوں مکان ابورافع رضی اللہ عنہ نے سعد رضی اللہ عنہ کے ہاتھ فروخت کر دیئے۔

اس حدیث سے واضح ہوا۔ جار ملاصق کو پڑوسی کے حق شفعہ حاصل ہے۔ ترتیب یہ ہے۔ سب سے پہلے شریک۔ پھر خلیفہ پھر جار ملاصق کو۔ جیسا کہ گزشتہ اوراق میں تفصیل سے بیان ہوا۔

بَابُ أَحَى الْجَوَارِ اقْتَدَبُ

باب شفعہ کا کرب پڑوسی زیادہ مختدار ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا۔ یا رسول اللہ میرے دو پڑوسی ہیں۔ میں ان دونوں میں سے کس کے پاس ہدیہ بھیجوں؟ آنحضرت نے فرمایا کہ جس کا دروازہ تم سے زیادہ قریب ہو۔

عَنْ عَائِشَةَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنْ لِي جَارَيْنِ فَأَلَيْكَ أَتِيَهُمَا أَمْ هَذِي مَسَالِ الْإِلَى أَفَرِيَهُمَا مِنْكَ بَابًا

(بخاری)

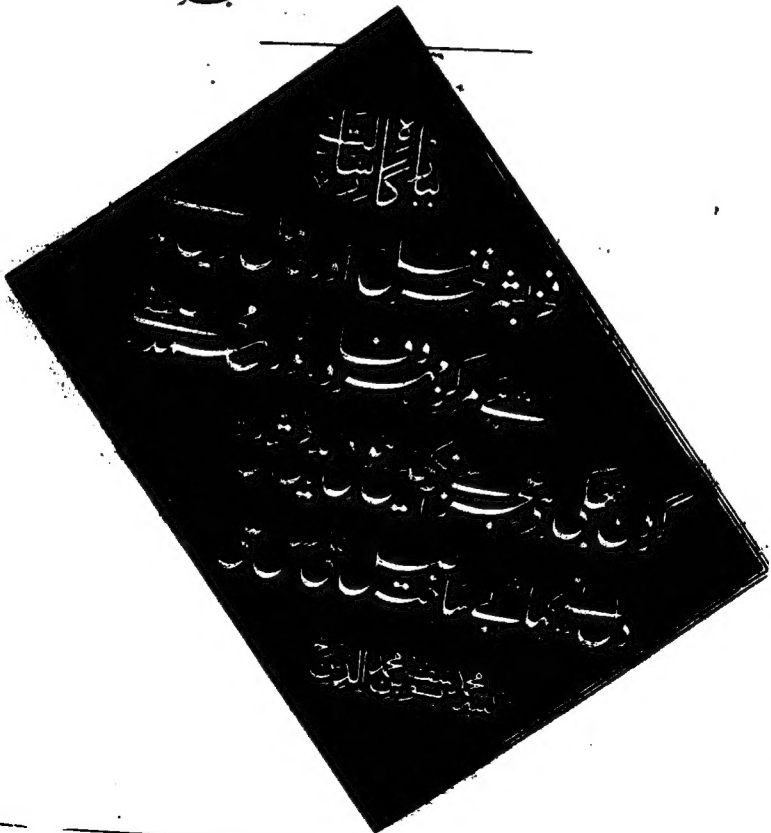
فوائد و مسائل | اگرچہ اس حدیث میں ہدیہ کا ذکر ہے اور اس سے واضح ہوتا ہے کہ ہدیہ وغیرہ میں بھی پڑوسی کو ترجیح

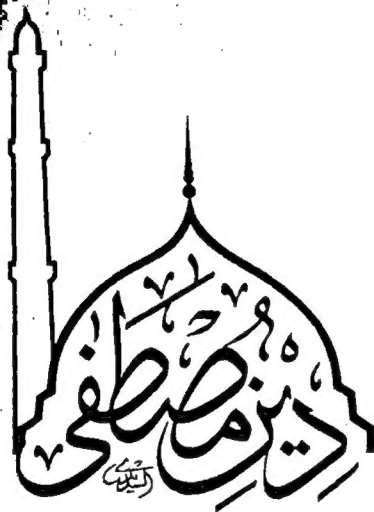
دیسی چاہیے جس سے اس کی طرف اشارہ ہوتا ہے کہ حق شفعہ جاری ملاصق کو پہنچا ہے۔ امام بخاری علیہ الرحمہ نے اس حدیث کو
 بسم اللہ میں درج کر کے یہی واضح کیا ہے۔ الحمد للہ بخاری شریف پارہ ہفتم کی تفہیم و ترجمانی ہو گئی۔ اہل علم سے گزارش ہے
 کہ پارہ ہفتم اور اس سے قبل کے پاروں کی تفہیم و ترجمانی میں کوئی غلطی نظر آئے تو بچے ضرور مطلع کریں۔ انشاء اللہ العزیز العالیٰ
 میں اس کو درست کر دیا جائیگا۔

اب انشاء اللہ العزیز پارہ ہفتم کی تفہیم و ترجمانی کی طرف توجہ مبذول کر رہا ہوں۔ قاریین کرام۔ عافیا میں کہ اللہ تعالیٰ اپنے
 حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل صحت و سلامتی کے ساتھ تکمیل کی توفیق رفیق عطا فرماتا رہے۔ فالحمد للہ رب العالمین

سید محمود احمد رضوی

دسمبر ۱۹۸۵ء





عَلَيْهِ السَّلَامُ وَالسَّلَامُ

بِالْمَعْلَمِ

صاحبزادہ سید مصطفیٰ اشرف رضوی

